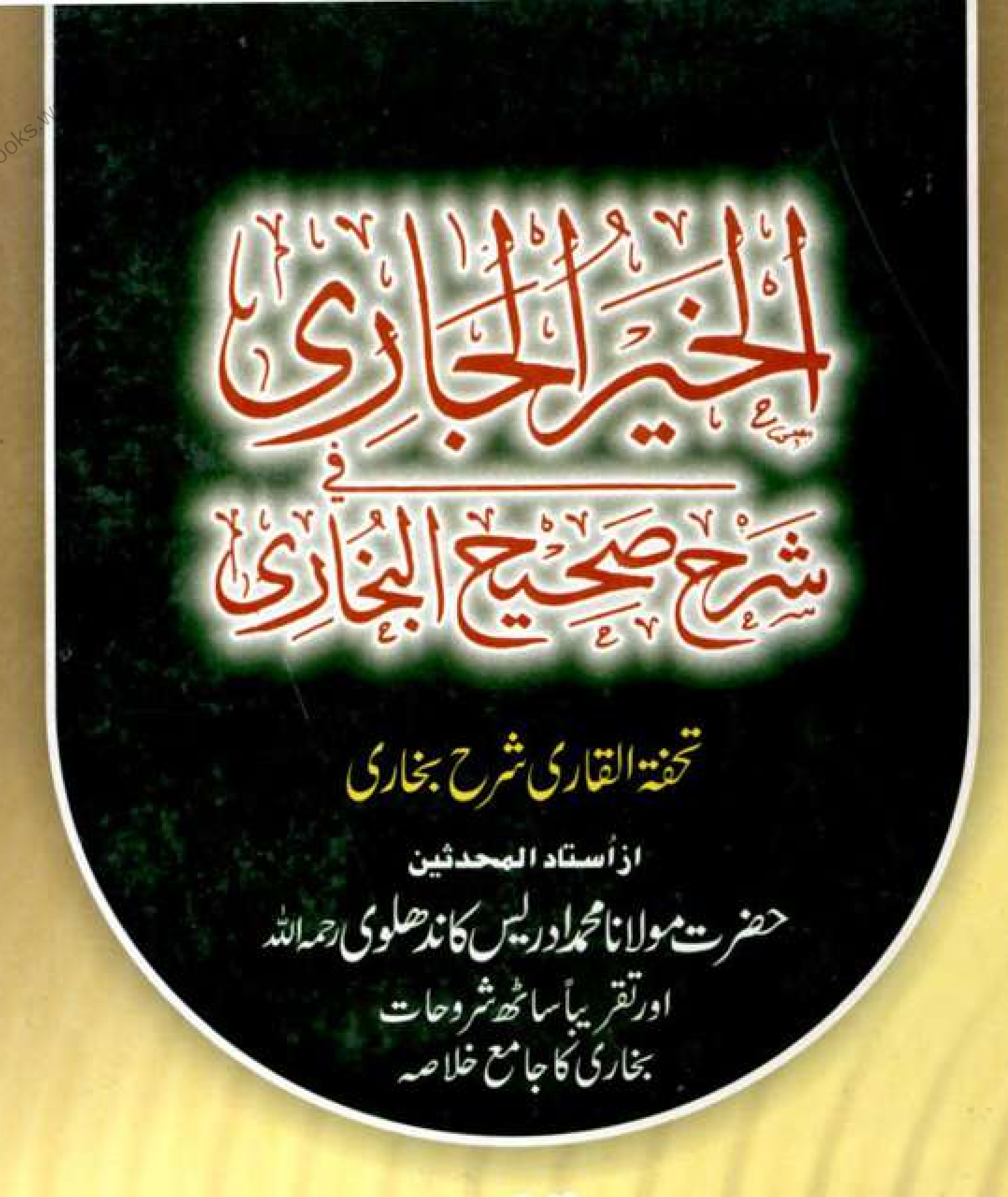


الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری

تحفۃ القاری شرح بخاری

از اُستاد المحدثین

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ

اور تقریباً ساٹھ شروحات

بخاری کا جامع خلاصہ

مُصنِّف

حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت فیوضہم

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

فون: 4540513-4519240

Email:taleefat@mul.wol.net.pk Ishaq90@hotmail.com

الخير الجاري في شرح صحيح البخاري

جلد ۴-۵-۶

تحفۃ القاری شرح بخاری

(حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

اور تقریباً ساٹھ شروحاتِ بخاری کا جامع خلاصہ

مصنف

حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت فیوضہم

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 4540513-4519240



نام کتاب .... الخیر الجاری (جدید ایڈیشن)

تاریخ اشاعت .... ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ

ناشر ...... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت .... سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان ——— ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور ——— مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ ——— کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور ——— دارالاشاعت اردو بازار کراچی

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121-HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

ضروری وضاحت: ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

فہرست مضامین

(جلد چہارم)

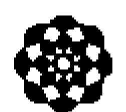
فہرست مضامین

(جلد پنجم)

اہم مضامین کی فہرست۔ بقیہ فہرست صحیح البخاری سے دیکھ لی جائے

فہرست مضامین

(جلد ششم)



الخیر الجاری شرح صحیح البخاری جلد چہارم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كتاب الجهاد

غرض جہاد کے احکام اور فضائل کا بیان ہے۔ لغۃ میں جہاد کے معنی مشقت کے ہیں اور شریعۃ میں بذل الطاقۃ فی مقاتلۃ اعداء اللہ تعالیٰ لاعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ نفس کی مخالفۃ پر بھی جہاد کا لفظ بولا جاتا ہے پھر حضرت انورشاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر جھگڑوں کا فیصلہ مسلمانوں کے اختیار میں ہو تو اس کو دارالاسلام کہیں گے ورنہ وہ دارالحرب ہے۔ رہنے والوں پر مدار نہیں ہے۔

رابط:۔ پہلے جب منفعت کا ذکر تھا اب دفع مضرت کا ذکر ہے۔

باب فضل الجهاد والسير:۔ لفظ سیر کا مفرد سیرت ہے جس کے لغوی معنی طریقہ کے ہیں اور مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ **غزوات میں لیستن**:۔ بھاگتا ہے۔

باب افضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله فی سبیل الله

اس باب کی دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ جہاد جان سے بھی ہوتا ہے اور مال سے بھی۔ ۲ جہاد باقی تمام اعمال سے افضل ہے بشرطیکہ ضروریات دین میں خلل نہ ہو۔ **ان یدخله الجنة**:۔ معنی۔ ۱۔ بلا عذاب اور بلاحساب جنت میں داخل فرماویں گے۔ ۲۔ مرتے ہی روح جنت میں چلی جائے گی۔

باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ مردوں اور عورتوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ یہ دعا کریں کہ یا اللہ مجھے جہاد کی توفیق دیجئے اور مجھے شہادت فی سبیل اللہ نصیب فرمائیے۔ ۲۔ اس شخص پر رد ہے جو کہتا ہے کہ شہادت فی سبیل اللہ کی دعا مانگنی مکروہ ہے کیونکہ یہ شہادۃ غلبہ کفار کا سبب ہے جواب یہ ہے کہ مقصود درجات قرب میں اور ثابت قدمی ہے اور فتح پر اللہ تعالیٰ کی نصرت مانگنا ہے اس لئے اس کو مکروہ کہنا مناسب نہیں ہے۔ **انت من الاولین**:۔ یعنی تو سمندر کے شہداء میں سے ہے اور فریق ثانی تو خشکی کے مجاہدین کا ذکر ہے۔ **تبیج**:۔ اس کے معنی متن اور معظم بحر کے ہیں۔

باب درجات المجاهدين في سبيل الله

غرض یہ ہے کہ نیت کے اخلاص کی وجہ سے جہاد کے عمل کے مختلف درجات ہو جاتے ہیں جتنی اچھی نیت ہوگی اتنا ہی اونچا درجہ ملیگا۔ **ان في الجنة مائة درجة** غرض یہ ہے کہ صرف دخول جنت پر اکتفاء نہ کرنا چاہئے بلکہ جہاد اور اعمال صالحہ کے ذریعہ سے اونچے درجے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

باب الغدوة والروحة في سبيل الله

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ تھوڑا سا وقت صبح اور شام جہاد میں گزارنے کی بہت فضیلت ہے۔ **قاب**:۔ لمبائی

باب الحور العين و صفتهن

حوروں کی صفا کا ذکر ہے تاکہ جہاد اور اعمال صالحہ کا شوق ہو جن کے بدلہ میں یہ نعمتیں ملیں گے۔ **یحار فيها الطرف**: جس میں آنکھ حیران ہوگی مقصود عجیب وغریب صفات کا بیان ہے لفظ حور کا مادہ بیان کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ حور تو اجوف واوی ہے اور یحار کا لفظ حیرت سے ہے جو اجوف یائی ہے۔ **ولنصيفها** نصیف کے معنی دوپٹہ اوڑھنی کے ہیں یعنی سر پر لپیٹنے کا کپڑا۔

باب تمني الشهادة: غرض یہ ہے کہ شہادت کی تمنا کرنا مستحب ہے اور تمنا ایسے ہی موقعہ میں ہوتی ہے جب امید کم ہو اس لئے ایسے موقعہ میں یہ تمنا کرنی مراد ہے جبکہ ظاہری طور پر جہاد اور شہادت کے اسباب نظر نہ آ رہے ہوں اور اس تمنا کا حاصل یہ ہوا کہ دل چاہے کہ میری زندگی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ختم ہو۔

باب فضل من يصرع في سبيل الله فمات فقدوقع اجره على الله

غرض یہ ہے کہ جو شخص سفر جہاد میں جانور سے گر کر مر جائے وہ بھی شہید ہی شمار ہوگا عند اللہ۔

باب من ينكت اويطعن في سبيل الله

غرض یہ ہے کہ اس شخص کی بہت فضیلت ہے جس کو کوئی تکلیف جہاد میں پہنچے یا نیزہ لگ جائے اور بہت ثواب ہے نکبہ کے معنی مصیبت اور تکلیف کے ہیں۔ **من بني سليم الى بني عامر:** یہ الفاظ کسی راوی کا وہم شمار کیا گیا ہے۔ صحیح یہ ہے بنی سلیم کی طرف اور بنی عامر کی طرف انصار کو بھیجا گیا تھا اور یہ وہم امام بخاری کے بلا واسطہ استاد حفص بن عمر سے ہوا ہے اور بعض نے خود امام بخاری ہی کی خطا شمار کی ہے۔ **ثم نسخ بعد:**۔ ا۔ یہ اپنے ظاہر پر ہے۔ ۲۔ ہم قرآن پاک کی طرح ان الفاظ کو پڑھا کرتے تھے پھر ہمیں منع کر دیا گیا کہ ایسا نہ کرو ایسا نہ ہو کہ لوگ ان الفاظ کو قرآن پاک ہی شمار کر لیں اسی کو نسخ سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔

باب من يجرح في سبيل الله عزوجل

غرض یہ ہے کہ جیسے شہادت فی سبیل اللہ کا اونچا مقام ہے ایسے ہی جہاد میں زخمی ہونے کا بھی بہت ثواب ہے۔

باب قول الله عزوجل هل تربصون بنا الااحدى الحسنيين

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔

فزعمت ان الحرب سجال و دول

لفظ دول جمع ہے دولۃ کی کسی چیز کا کبھی تیرے ساتھی کے پاس جانا اور کبھی واپس تیرے پاس آنا۔

باب قول الله عزوجل من المومنين رجال صدقوا ماعاهدوا الله عليه

غرض فی سبیل اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب عمل صالح قبل القتال

تقدیر عبارت یوں ہے ھذا باب یذکر فیہ عمل صالح قبل القتال اور اضافت باب کی عمل صالح کی طرف بھی صحیح ہے۔ غرض یہ ہے کہ جہاد شروع کرنے سے پہلے کوئی نہ کوئی نیک کام کر لینا مستحب ہے۔ اس سے جہاد میں ثابت قدمی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور آسان ترین عمل استغفار ہے۔ **كانهم بنيان مرصوص:**۔ اس آیت مبارکہ کو ذکر کرنے کی مناسبت باب کے ساتھ یہ ہے کہ صف کو درست کرنا بھی ایک عمل صالح ہے جو قتال سے پہلے پایا جاتا ہے۔ **مقنع بالحديد:** یہ لفظ مقنع اسم مفعول کا صیغہ ہے لوہے سے ڈھانپا ہوا۔

باب من اتاه سهم غرب فقتله: غرض یہ ہے کہ جس مجاہد کو ایسا تیر لگ جائے کہ پتہ نہ چلے کہ کس نے مارا ہے وہ بھی شہید ہی ہے۔

باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا

غرض یہ ہے کہ جہاد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتا ہے وطن یا قوم کے لئے نہیں ہوتا ہے اور یہ جو مرفوعاً وارد ہے حب الوطن من الایمان یہ وطن جنت ہے کیونکہ یہی حقیقۃً وطن اصلی ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے جنت کا شوق دلانے کے لئے ایک رسالہ لکھا جس کا نام شوق وطن رکھا۔

باب من اغبرت قدماه في سبيل الله

غرض یہ ہے کہ جہاد میں شامل ہونے کا بہت ثواب ہے پھر لفظ فی سبیل اللہ امام بخاری نے بھی عام رکھا اور حدیث پاک میں بھی عام ہے لیکن یہ بطور عبارۃ النص کے تو جہاد کے لئے ہے اور اشارۃ النص اور دوسرے درجہ میں حج اور علم اور تبلیغ کے سفر کو بھی شامل ہے۔

باب مسح الغبار عن الراس فی سبیل اللہ

غرض اس شبہ کا ازالہ ہے کہ شاید عبادت کا اثر دور کرنا مکروہ ہو۔ مثلاً جہاد کا غبار ہے یا وضو کا پانی ہے۔

باب الغسل بعد الحرب و الغبار

غرض یہ ہے کہ لڑائی کے بعد غبار کو باقی رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں جیسے اس باب کی حدیث پاک میں حضرت جبریل علیہ السلام کا باقی رکھنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل فرمالینا مذکور ہے۔

باب فضل قول اللہ تعالیٰ و لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا

تقدیر عبارت یہ ہے باب فضل من نزل فیہ ھذہ الایات اس سے غرض بھی واضح ہو گئی کہ شہداء کی فضیلت بیان فرمانی مقصود ہے پھر ان آیات میں جو شہداء کی حیات کا ذکر ہے اس کی تفصیل میں اقوال مختلف ہیں۔ ۱۔ جمہور اس کے قائل ہونے کے شہداء کا کھانا پینا اور حیوۃ جسمانیہ بیان فرمانا مقصود ہے کیونکہ صرف روح کی حیوۃ تو سب مسلمانوں کو حاصل ہے بلکہ کافروں کو بھی حاصل ہے کیونکہ قبر پر آنے والوں کو مردے پہچانتے ہیں اور ان کو بھی پہچانتے ہیں جو ان کو سلام کرتے ہیں اس لئے انبیاء علیہم السلام اور شہدا کی حیوۃ فرشتوں جیسی ہے جو اشکال مختلفہ اختیار کرتے ہیں پس انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام کو اس قسم کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جو عامۃ المومنین کو قیامت کے بعد حاصل ہوں گی۔ ۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ عنقریب آخرت میں اور قیامت میں زندہ ہوں گے۔ ۳۔ ان کا ذکر اور ان کا شہید ہونا باقی رہتا ہے۔ ۴۔ وہ دین میں زندہ ہیں یعنی ان کو دین میں اونچا مقام دیا گیا ہے۔ ان سب قولوں میں سے پہلے جمہور کے قول کو ہی صحیح قرار دیا گیا ہے۔

فقیل لسفیان من اخر ذلک الیوم قال لیس ھذا فیہ

سوال۔ یہاں تو یہ آ گیا کہ اس حدیث کے اخیر میں من آخر ذلک الیوم کے الفاظ نہیں ہیں اور بخاری شریف میں ہی کتاب التفسیر میں بھی روایات آتی ہے اس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ یہ تعارض پایا گیا۔ جواب۔ حضرت سفیان بن عیینہ بھول گئے تھے بعد میں یاد آ گیا تو وہ الفاظ بھی بیان فرما دیئے۔

باب ظل الملئکۃ علی الشھید

غرض شہید کی یہ کرامت بیان فرمائی ہیں کہ بعض دفعہ فرشتے شہید پر سایہ بھی کرتے ہیں۔ **قلت لصدقۃ**: یہ امام بخاری کی کلام ہے کہ میں نے اپنے استاد حضرت صدقہ سے کہا۔

باب تمنی المجاھد ان یرجع الی الدنیا

غرض شہادت کا اونچا مرتبہ بیان فرماتا ہے کہ اس کا مرتبا اتنا اونچا ہے کہ شہید بار بار دنیا میں آنا اور شہید ہونا چاہتا ہے تا کہ بار بار یہ اونچا مرتبہ ملے۔

باب الجنۃ تحت بارقۃ السیوف

بارقہ کے معنی چمک کے ہیں غرض یہ ہے کہ جنت جہاد میں ثابت قدم رہنے سے ملتی ہے۔

باب من طلب الولد للجھاد

غرض یہ ہے کہ جو ولد طلب کرے جہاد کے لئے اس کو بھی مجاہد بیٹے کے جہاد کا ثواب مل جاتا ہے اگرچہ اس کے ہاں بچہ پیدا نہ ہو۔ **فلم یقل ان شاء اللہ**: یعنی دل سے کہا زبان سے نہ کہا اور دل سے کہنے ہی کو کافی شمار فرما لیا۔

باب الشجاعۃ فی الحرب والجبن

غرض جہاد میں شجاعت کی مدح کرنا اور بزدلی کی مذمت کرنا ہے۔

باب مایتعوذ من الجبن

غرض یہ ہے کہ دوسروں کو جہاد کا شوق دلانے کے لئے اگر کوئی شخص اپنے جہاد کے واقعات ذکر کرے تو یہ جائز بلکہ مستحب ہے البتہ اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے بطور فخر بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

باب وجوب النفیر وما یجب من الجھاد و النیۃ

نفیر کے معنی خروج للجہاد کے ہیں پھر اس باب کی تین غرضیں

ہیں ۔۱۔ جہاد فرض ہے ۲۔ فرضیت اور وجوب کا درجہ بیان کرنا ہے۔ ۳۔ اخلاق نیت جہاد کے لئے ضروری ہے۔ دوسری غرض کی تفصیل یہ ہے کہ جہاد کس حالت میں فرض ہوتا ہے اور فرض عین ہے یا فرض کفایہ ہے۔ مزید تفصیل یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نفیر عام کا حکم فرماتے تھے تو فرض عین ہو جاتا تھا ورنہ فرض کفایہ رہتا تھا اب بھی یہی حکم ہے کہ اصل تو فرض کفایہ ہے کہ ہر وقت مسلمانوں کی کوئی نہ کوئی جماعت جہاد یا جہاد کی تیاری میں مشغول رہے اور اگر کسی وقت مسلمانوں کا بادشاہ سب کو نکلنے کا حکم دے تو سب پر فرض عین ہو جائیگا۔

باب الكافر يقتل المسلم ثم يسلم فيسدد بعد ويقتل

غرض یہ ہے کہ کفر میں کسی نے مسلمان کو قتل کیا پھر مسلمان ہو کر ایمان مضبوط کیا پھر شہید ہو گیا تو قاتل اور مقتول دونوں جنتی ہیں یہ حکم ترجمۃ الباب میں نہیں بیان فرمایا کیونکہ حدیث سے معلوم ہو رہا تھا۔

يضحک الله الى رجلين ہاں صنعت تضمین ہے متوجھا الی رجلین۔

باب من اختار الغزو على الصوم

غرض یہ ہے کہ جو صاحب جہاد میں شریک ہونے کو روزے پر ترجیح دیتے ہیں ان کے پاس سنت سے دلیل موجود ہے اور جو شخص روزے سے کمزوری محسوس نہ کرتا ہو وہ جہاد کے ساتھ روزہ بھی اگر جمع کرلے تو جائز ہے۔

باب الشهادة سبع سوى القتل

غرض یہ ہے کہ اس باب کی حدیث میں جو جہاد کے سوئی چار شہدا کا ذکر ہے ان میں حصر نہیں ہے کیونکہ ایک حدیث میں سات بھی مذکور ہیں لیکن وہ ان کی شرط پر نہیں ہے پھر ان سات میں بھی حصر نہیں ہے۔ پھر مشقت اور نیت کے اختلاف کی وجہ سے درجات میں فرق ہوتا ہے۔

باب قول الله تعالىٰ لا يستوى القاعدون من المومنين غير اولى الضرر والمجاهدون فى سبيل الله

غرض آیت کی تفسیر ہے اور مجاہدین کی غیر مجاہدین پر فضیلت کا بیان ہے۔

باب الصبر عند القتال

غرض کی دو تقریریں ہیں۔۱۔ جہاد میں صبر کی فضیلت۔۲۔ جہاد میں صبر کا وجوب۔

باب التحريض على القتال

غرض یہ ہے کہ امیر کے لیے مستحب ہے کہ جہاد کا شوق دلائے۔

باب حفر الخندق

غرض یہ ہے کہ ضرورت کے موقع میں کافروں کا طریقہ لینا بھی جائز ہے۔ یہ خندق کھودنا کفار فارس کا طریقہ تھا۔

ينقل: ای ينقل التراب۔

باب من حبسه العذر من الغزو

غرض یہ ہے کہ جو عذر کی وجہ سے لڑائی سے رہ جائے اس کو غازی کا ثواب مل جاتا ہے۔

باب فضل الصوم فى سبيل الله

غرض یہ ہے کہ قوی کے لیے جہاد میں روزہ افضل ہے اور کمزور کے لیے روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

باب فضل النفقة فى سبيل الله

جہاد میں مال خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان ہے مقصود ہے۔

اى فل :۔ دو طرح پڑھنا صحیح ہے۔۱۔ لام کے ضمہ کے ساتھ۔ ۲۔ لام کے فتحہ کے ساتھ اس کی اصل ہے یا فلان۔ لا توی علیہ :۔ اس کے ضائع ہونے کا کوئی خوف نہیں ہے۔ او خیر ھو کیا مال کامل خیر ہے استفہام انکاری ہے۔

ان الخير لا ياتى الا بالخير

یعنی خیر حقیقی تو صرف خیر ہی کو لاتی ہے مال خیر حقیقی نہیں ہے یہ کبھی خیر کو لاتا ہے کبھی شر کو لاتا ہے۔

باب فضل من جهز غازيا او خلفه بخير

غرض دو چیزوں کی فضیلت کا بیان ہے۔۱۔ غازی کو سامان سفر دینا۔۲۔ غازی کے جانے کے بعد اس کے بچوں کا خیال

رکھنا۔ ام سلیم:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ ہیں۔ **قتل اخوھا معی:**۔ حضرت ام سلیم کے بھائی کا نام تھا حرام بن ملحان معی کے معنی ہیں میرے لشکر کے ساتھ جو بئر معونہ میں شہید ہوئے تھے ان میں یہ بھی تھے۔

باب التحنط عندالقتال

غرض یہ کہ حنوط لگانا لڑائی شروع کرتے وقت جائز ہے۔ حنوط دواء ہوتی تھی جو چند قسم کی خوشبو سے مرکب ہوتی تھی اس کو بدن پر مل لیتے تھے کیونکہ اس سے بدن جلدی خراب نہ ہوتا تھا اس لئے کہ شاید مشغولی کی وجہ سے شہید ہونے کے بعد بدن اٹھانے میں کچھ دیر ہو جائے اس دوران بدن خراب نہ ہو۔ ذکر:۔ حضرت انس نے ذکر فرمایا۔ **انکشافا من الناس:**۔ بعض مسلمانوں کا جنگ میں بھاگ جانا۔ **فقال ھکذا عن وجوھنا:** یہ عن بمعنی من ہے اذا تقرب الکفار من وجوھنا جب ایسا ہوتا اور کافر ہمارے چہروں کے قریب آتے۔ **حتیٰ نضارب القوم:** ہم نہ ہٹتے تھے یہاں تک کہ ہم لڑتے تھے کافروں کی قوم سے۔ **ما ھکذا کنا نفعل مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** ایسا بھاگنا ہم نہ کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ **بئس ماعود تم اقرانکم:** تم نے اپنے کافر دشمنوں کو بری چیز کا عادی بنا دیا ہے کہ تم بھاگ جاتے ہو پھر روایات میں حضرت ثابت بن قیس کا عجیب واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس جنگ یمامہ میں انہوں نے جہاد فرمایا اور شہید ہو گئے اور جب لشکر واپس مدینہ منورہ آ رہا تھا تو کسی نے خواب میں ان کو دیکھا خواب میں فرمایا کہ میرے شہید ہونے کے بعد میری عمدہ درع جو چوری ہو گئی تھی وہ اسی لشکر کے پچھلے حصہ میں ابلق گھوڑے والے مسلمان کے پاس ہے خالد بن ولید امیر لشکر سے کہو کہ اس سے لے کر میرے گھر والوں کو دے دیں اس شخص نے وہ درع ہنڈیا کے نیچے چھپا رکھی ہے اور اسے خواب نہ سمجھنا اور واپس پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ سے کہنا کہ میں نے اپنے دو غلاموں کو آزاد کر دیا ہے جن کا نام سعد اور سالم ہے اور میرے ذمہ اتنا دین ہے وہ ادا کر دینا چنانچہ حضرت خالد بن ولید نے درع حاصل کر لی اور حضرت ابوبکر نے وصیت جاری فرما دی۔ ان کے سوا کسی کی وصیت مرنے کے بعد جاری نہیں کی گئی۔

باب فضل الطليعه

غرض یہ ہے کہ جہاد کے لئے جاسوس بننے کا بھی ثواب ہے۔

باب هل يبعث الطليعة وحده

غرض یہ ہے کہ اگر فتنہ سے امن ہو تو جاسوس اکیلا بھیجنا بھی جائز ہے۔

باب سفر الاثنين

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ۱- سنن میں یہ روایت ہے عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعا الراکب شیطان والراکبان شیطانان والثلاثۃ رکب اس حدیث کے متعلق بتلانا چاہتے ہیں کہ ضعیف ہے۔ ۲- یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ مذکورہ روایت استحباب پر محمول ہے۔ پھر بعض شارحین کو یہاں وہم ہو گیا ہے کہ مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ یوم الاثنین یعنی پیر کے دن سفر کرنا اچھا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث الباب میں یہ مضمون نہیں ہے۔

باب الخيل معقود في نواصيها الخير الى يوم القيامة

غرض اس حدیث پاک کا بیان ہے اور گھوڑے کی پیشانی میں جو خیر پائے جانے کا ذکر اس حدیث پاک میں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لئے جامع ہے اور گھوڑا جہاد کا بہت بڑا آلہ ہے پھر ناصیہ کا خصوصی ذکر اس لئے ہے کہ پیشانی سب سے زیادہ دشمن کی طرف متوجہ ہوتی ہے پس حاصل یہ ہوا کہ جہاد اور اس کے آلات قیامت تک باقی رہیں گے۔

باب الجهاد ماض مع البر و الفاجر

غرض یہ ہے کہ جہاد نماز کی طرح ہے جیسے نماز گنہگار بادشاہ کے پیچھے بھی پڑھنی پڑتی ہے اسی طرح جہاد بھی بادشاہ کے ظالم ہونے کی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتے اور یہ الفاظ باب والے ابوداؤد اور مسند ابی یعلیٰ

میں مرفوعاً وارد ہوئے ہیں۔ **معقود فی نواصیها الخیر الی یوم القیامة**: اس حدیث کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ جب جہاد قیامت تک باقی رہے گا اور امام اچھے برے دونوں قسم کے آتے ہی ہیں تو جہاد برے امام کے ساتھ مل کر کرنا بھی ضروری ہوا۔

باب من احتبس فرسا فی سبیل الله

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ جو شخص اپنے لئے ہی گھوڑا روک رکھے یعنی اس نیت سے اپنے پاس رکھے کہ اس پر جہاد کروں گا اس کو بہت ثواب ملے گا۔ ۲۔ جو شرعی وقف میں گھوڑا دے دے کہ لوگ اس پر سوار ہو کر جہاد کیا کریں اس کو بہت ثواب ملے گا۔

باب اسم الفرس و الحمار

غرض یہ ہے کہ گھوڑے اور حمار کا نام رکھنا بھی جائز ہے۔

باب مایذکر من شوم الفرس

یہاں دو بحثیں ہیں ایک یہ کہ نحوست مطلقاً گھوڑے میں ہے یا کسی خاص گھوڑے میں ہے باقی گھوڑوں میں نہیں ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ یہ نحوست اپنے ظاہر پر ہے یا اس میں تاویل ہے پھر امام بخاری کی غرض میں ظاہر یہی ہے کہ ان کے نزدیک ہر گھوڑے میں نحوست نہیں ہے بلکہ صرف اس گھوڑے میں ہے جو جہاد کے لئے نہ ہو بلکہ فخر وریاء کے لئے ہو جیسا کہ اس باب کے بعد والے باب میں بیان فرمادیا ہے اور گھوڑے کی تین قسمیں ذکر فرمائی ہیں پھر وہ احادیث جن میں شوم اور نحوست کا ذکر ہے دو قسم کی ہیں۔ ۱۔ شوم کا ذکر بطور خبر کے ہے جیسے اس باب کی پہلی حدیث ہے عن عبداللہ بن عمر مرفوعاً انما الشوم فی ثلاثۃ فی الفرس والمراۃ والدار۔ ۲۔ شرط کے ساتھ شوم کا ذکر فرمایا جیسا کہ اس باب کی دوسری حدیث میں ہے عن سہل بن سعد الساعدی مرفوعاً ان کان فی شئی ففی المراۃ والفرس والمسکن اس میں سیاق کے لحاظ سے مراد شوم ہی ہے کہ اگر شوم کسی چیز میں ہے تو ان تین چیزوں میں ہے۔ بظاہر یہ تعارض ہے تطبیق۔ ۱۔ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شوم کا علم نہ دیا گیا تھا اس لئے شک اور شرط کے ساتھ ذکر فرمایا بعد میں علم دے دیا گیا اس لئے خبر کے ساتھ ذکر فرمایا۔ ۲۔ شرط کو خبر پر محمول کریں گے کہ ان تین چیزوں میں سے جب کوئی چیز ایسی ہو جو موافقت نہ کرے تو اس کو بدل لیا کرو پھر شوم کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی چیز شریعت کے احکام کی مخالفت کا سبب بنتی ہو یا طبیعت کے خلاف ہو پھر گھوڑے میں اس مخالفت کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ۱۔ گھوڑے کا قابو میں نہ آنا اور شوخی کرنا۔ ۲۔ گھوڑے کا جہاد میں استعمال نہ کرنا بلکہ فخر اور ریاء کے لئے رکھنا۔ ایسے ہی بیوی میں شوم کی صورتیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ۱۔ ایذاء پہنچاتی ہو ۲۔ مال زیادہ مانگتی ہو۔ ۳۔ اس سے اولاد نہ ہوتی ہو۔ ایسے ہی مکان میں شوم کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً ۱۔ پڑوسی اچھے نہ ہوں۔ ۲۔ مسجد سے دور ہو۔ ۳۔ تنگ ہو کہ ضرورت رہائش کی پوری نہ ہوتی ہو۔ سوال۔ طاعون وغیرہ میں شہر چھوڑنے سے ممانعت احادیث میں وارد ہے اور اس شوم والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مکان میں نحوست بھی بعض دفعہ ہوتی ہے اس لئے اس نحوست سے بچنے کے لئے اس مکان کو چھوڑنا بھی جائز ہے یہ بظاہر تعارض ہے جواب چیزیں تین قسم کی ہیں۔ ۱۔ وہ چیزیں جو بالکل کسی اثر کا سبب نہیں ہیں نہ حقیقتاً نہ عادتاً جیسے لاعامۃ حدیث پاک میں وارد ہے کہ الو کو منحوس سمجھنا غلط ہے۔ ۲۔ وہ چیزیں جو عادتاً مؤثر ہیں لیکن وہ کبھی کبھی دنیا کے مختلف علاقوں میں پائی جاتی ہیں وہاں شہر چھوڑنے سے منع فرمادیا گیا ہے جیسے طاعون کیونکہ ایسے موقعہ میں نقل مکانی سے معاشی طور پر مشقتیں پیش آتی ہیں۔ ۳۔ وہ چیزیں جن میں تاثیر عادتاً ہے اور ان کا وقوع زیادہ ہے ان میں تبدیلی کی اجازت دے دی گئی۔

باب الخیل لثلاثة

غرض گھوڑوں کی تین قسمیں بیان کرنی ہیں نیت کے لحاظ سے۔ تواب۔ دشمنی۔

باب من ضرب دابة غیره فی الغزو

غرض یہ ہے کہ جہاد کے سفر میں یا کسی اور سفر میں دوسرے کے جانور کو اچھے مقصد کے لئے مارنا جائز ہے اچھے مقصد کی مثال۔ ۱۔ مالک کی اعانت کرنا۔ ۲۔ خوش طبعی کرنا اور خوش طبعی

سے مالک کا دل خوش کرنا۔ ۲- جانور میں برکت کا سبب بننا لیکن یہ تیسرا مقصد خصوصیۃ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ارمک:۔ سرخ رنگ کا اونٹ ساتھ سیاہی بھی ہو۔ شیۃ:۔ داغ۔

باب الرکوب علی دابة والفحولة من الخیل

غرض یہ ہے کہ جہاد میں سخت جانور پر سوار ہونا بھی جائز ہے کیونکہ یہ جہاد میں نرم جانوروں سے بھی زیادہ مفید ہوتا ہے۔

باب سهام الفرس

غرض گھوڑے کا حصہ بیان کرنا اور بظاہر امام بخاری جمہور ائمہ کے ساتھ ہیں۔ اختلاف:۔ عندامامنا ابی حنیفہ گھوڑے والے کے لئے دو حصے ہیں اور عندالجمہور تین حصے ہیں ولنا۔ روایۃ ابی داؤد عن مجمع بن جاریۃ مرفوعاً فاعطی الفارس سهمین وللجمهور روایة ابی داؤد والبخاری حدیث الباب عن ابن عمران رسول الله صلی الله علیه وسلم جعل للفرس سهمین ولصاحبه سهماً جواب یہاں فرس بمعنی فارس ہے معنی حدیث کے یہ ہو گئے کہ گھوڑ سوار کے لئے دو حصے مقرر فرمائے اور اس کے پیدل ساتھی کے لئے ایک حصہ مقرر فرمایا۔ والبراذین: یہ جمع ہے برذون کی جس کے معنی ترکی گھوڑے کے ہیں۔ والخیل والبغال والحمیر لتر کبوها وزینة: یہ آیت مبارکہ اس لئے ذکر فرمائی کہ گھوڑے کو اللہ تعالیٰ بطور نعمت کے ذکر فرما رہے ہیں یہ علامت ہے اہمیت کی۔

باب من قاد دابة غیره فی الحرب

غرض یہ ہے کہ دوسرے کے جانور کو آگے سے پکڑ کر پیدل چلنا جائز ہے اور کبھی یہ مستحب ہو جاتا ہے جبکہ تواضع کی وجہ سے ہو یا اصلاح باطن کے لئے ہو یعنی تواضع پیدا کرنے کے لئے ہو۔

باب الرکاب والغرز للدابة

غرض یہ ہے کہ جانور پر سوار ہونے کے لئے رکاب اور غرز کا بنانا جائز ہے پھر رکاب اور غرز کے معنی اور مصداق میں تین قول ہیں۔ یہ دونوں مترادف ہیں وہ چیز جس میں پاؤں رکھے جاتے ہیں سواری پر سفر کرنے کے دوران اس کو رکاب بھی کہتے ہیں اور غرز بھی کہتے ہیں۔ ۲- وہ چیز لوہے کی بنی ہوئی ہو تو رکاب کہتے ہیں اور اگر چمڑے کی بنی ہوئی ہو تو غرز کہتے ہیں۔ ۳- گھوڑے کی سواری میں اس چیز کو رکاب کہتے ہیں اور اونٹ کی سواری میں غرز کہتے ہیں۔

باب رکوب الفرس العری

غرض یہ ہے کہ بغیر زین کے بھی گھوڑے پر سوار ہونا جائز ہے۔

باب الفرس القطوف

قطوف کے معنی آہستہ چلنے والے کے ہیں غرض سست گھوڑے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر سوار ہونے کی ایسی برکت ہوئی کہ پھر گھوڑ دوڑ میں اس گھوڑے کا کوئی مقابلہ ہی نہ کر سکتا تھا۔

باب السبق بین الخیل

غرض یہ ہے کہ گھوڑ دوڑ کا مقابلہ مستحب ہے تاکہ اس آیت پر عمل ہو سکے واعدوا لهم ما استطعتم۔

باب اضمار الخیل للسبق

یہ تخصیص بعد التعمیم ہے کہ اضمار جائز ہے یعنی گھوڑے کو خوب کھلا پلا کر موٹا کر کے پھر کمبل وغیرہ ڈال کر پسینہ نکالنا اس سے گھوڑا بہت مضبوط ہو جاتا ہے اور ایک ہی دوڑ میں دیر تک دوڑ سکتا ہے یعنی اس کے لئے ایک ہی وقت میں بہت سا دوڑنا آسان ہو جاتا ہے۔

باب غایة السبق للخیل المضمرة

اضمار اور تضمیر دونوں سے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اس لئے اس باب میں بھی دونوں احتمال ہیں اور غرض اضمار والے گھوڑوں کی غایت کا ذکر ہے کہ ان کی غایت زیادہ دور ہونی چاہئے۔

باب ناقة النبی صلی الله علیه وسلم

غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا ذکر ہے پھر مفرد کا صیغہ لا کر امام بخاری نے اشارہ فرما دیا کہ قصواء اور عضباء ایک ہی اونٹنی کے دو نام تھے۔

باب بغلة النبی صلی الله علیه وسلم البیضاء

غرض یہ ہے کہ خچر پر جہاد کرنا بھی جائز ہے۔

باب جہاد النساء: غرض عورتوں کے جہاد کا حکم بیان کرنا ہے کہ ان کے لئے حج جہاد کے قائم مقام ہے کیونکہ اس میں زیادہ ستر ہے۔

باب غزو المرأۃ فی البحر

غرض یہ ہے کہ کوئی عورت اگر خاوند یا محرم کے ساتھ جہاد میں نکل آئے تو گنجائش ہے اگر چہ اس پر جہاد واجب نہیں ہے۔

باب حمل الرجل امرأته في الغزو دون بعض نساۂ

غرض یہ ہے کہ کسی کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو جہاد میں یا سفر میں سب کو نہ بھی لے جانا چاہے تو جس کو مناسب سمجھے لے جائے یہ جائز ہے اس موقعہ میں قسم اور برابری ضروری نہیں ہے۔ قرعہ اندازی بھی واجب نہیں ہے۔

باب غزو النساء وقتالهن مع الرجال

غرض یہ ہے کہ عورتوں کی جہاد میں شرکت جائز ہے لیکن اس کی صورت مرد مجاہدین کی اعانت کرنا ہے۔ **خدم**:۔ یہ خدمہ کی جمع ہے اس کے معنی پاؤں کے زیور کے ہیں۔ **تنقزان**:۔ یہ لفظ نقز سے لیا گیا ہے جس کے معنی وثب اور کودنے کے ہیں۔

باب حمل النساء القرب الی الناس

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ عورتوں کے جہاد کی ایک نوع یہ ہے کہ وہ مشکیزے سے لوگوں کو پانی پلائیں۔ **یریدون ام کلثوم بنت علی** یعنی حضرت عمر کے نکاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی حضرت فاطمہ اور حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثوم تھیں۔ **تزفر**:۔ مشک اٹھاتی تھیں۔ ۲-سلائی کرتی تھیں جیسا کہ خود امام بخاری بھی یہی دوسرے معنی ذکر فرمار ہے ہیں۔

باب مداواۃ النساء الجرحی فی الغزو

غرض عورتوں کے جہاد کی ایک اور نوع بیان فرمانا ہے زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا۔

باب ردالنساء الجرحی و القتلیٰ

غرض یہ ہے کہ عورتیں شہیدوں اور زخمیوں کو میدان سے اٹھا کر لائیں تو یہ جائز ہے۔

باب نزع السهم من البدن

غرض یہ ہے کہ شہید ہونے کے بعد یا پہلے تیر اور ہتھیار شہید کے بدن سے اتار لینا اور ان سے نفع اٹھانا جائز ہے اور ہتھیار کپڑوں کی طرح نہیں ہیں۔ شہید کے کپڑے بدن سے نہیں اتارے جاتے اور کپڑوں سمیت دفن کیا جاتا ہے۔ **فنزامنه الماء**:۔ ای وثب یعنی پانی زور سے نکلا۔ **اللهم اغفر لعبید ابی عامر** اس فرمانے سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے یا فراست سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ اس زخم سے فوت ہو جائیں گے۔

باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللہ عزوجل

غرض یہ ہے کہ ۱- جہاد میں پہرہ دینے کا بھی بہت ثواب ہے۔ ۲- دوسری غرض یہ بھی ہے کہ جہاد میں پہرہ دینا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ **تعس**:۔ ہلاک ہو گیا۔ **اذا شیک فلا انتقش**:۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہی کریں کہ جب کانٹا لگے تو نہ نکلے۔

باب فضل الخدمة فی الغزو

غرض یہ ہے کہ جہاد کے سفر میں ایک دوسرے کی خدمت کرنے میں بھی بہت ثواب اور فضیلت ہے پھر اس خدمت کی تین صورتیں ہیں ہر ایک کے لئے امام بخاری اس باب میں ایک ایک حدیث لائے ہیں ۱- بڑا چھوٹے کی خدمت کرے اس کی مثال کے لئے پہلی حدیث ہے۔ ۲- اس کا عکس اس کے لئے دوسری حدیث ہے اور برابر والا اپنے برابر والے کی خدمت کرے اس کے لئے تیسری حدیث لائے ہیں۔

باب من حمل متاع صاحبه فی السفر

غرض یہ ہے کہ سفر میں کسی کا سامان اٹھا کر اس کے جانور پر لاد دینا بھی بہت ثواب کا کام ہے۔ باب فضل رباط یوم فی سبیل اللہ:۔ غرض یہ ہے کہ سرحد پر گھوڑے باندھنا ایک دن یا پیدل سرحد کی حفاظت میں کھڑے رہنا بھی بہت فضیلت اور ثواب کا کام ہے۔

باب من غزا بصبی للخدمة

غرض یہ ہے کہ جہاد میں خدمت کے لئے بچے کو ساتھ لے

جانا بھی جائز ہے۔ **ضلع الدین**۔قرضہ کا بوجھ۔

باب رکوب البحر غرض یہ ہے کہ جہاد کے لئے سمندر کا سفر بھی جائز ہے۔ **قال یوماً فی بیتھا**:۔ان کے گھر میں دوپہر کے وقت آرام فرمایا یہ مال قیلولہ سے ہے۔

باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب

غرض یہ ہے کہ کمزوروں اور صالحین سے امداد لینا لڑائی میں مستحب ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے اس کی مختلف تقریریں ہیں۔ ۱۔ صالحین اور ضعفاء کا لڑائی میں موجود ہونا ہی باعث برکت اور باعث فتح ہے۔ ۲۔ صالحین اور ضعفاء کی برکت سے فتح ہوتی ہے۔ ۳۔ صالحین کے تقویٰ کی وجہ سے فتح ہوتی ہے کیونکہ یہ حق تعالیٰ کی خصوصی توجہ کا محل ہے اور صحابہ میں ان کا صحابی ہونا فتح ہے کا سبب ہے۔

کیونکہ یہ بھی حق تعالیٰ کی خصوصی توجہ کا محل ہے اور کمزور ہونا حق تعالیٰ کی خصوصی توجہ کا محل ہے۔ اس کی تین اہم وجہیں ہیں۔ ۱۔ عموماً ضعیف کی دعا میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے۔ ۲۔ عموماً ضعیف کی عبادت میں تواضع زیادہ ہوتی ہے۔ ۳۔ عموماً ضعیف کا دل دنیا کے تعلق سے خالی ہوتا ہے اس لئے اس کی توجہ دین کی طرف غنی کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ ان سب باتوں کی تائید چند چیزوں سے ہوتی ہے۔ ۱۔ بخاری شریف کا ایک نسخہ یوں ہے۔ **انما ینصراللہ ھذہ الامۃ بضعفاء ھم بدعواتھم و صلاتھم اخلاصھم**۔ ۲۔ قال اللہ تعالیٰ **و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الورثین ونمکن لھم فی الارض**۔ ۳۔ اس باب کی احادیث سے بھی ان باتوں کا ثبوت ملتا ہے صراحۃً اور دلالۃً۔ **ورای سعد ان لہ فضلاً علی من دونہ**: یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شبہ ہوا کہ شاید حضرت سعد اپنے آپ کو بعض کمزوروں سے افضل سمجھتے ہیں تو ان کو سمجھایا کہ کسی مسلم کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا چاہئے۔

باب لایقول فلان شھید

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ بلا وحی یقین سے نہ کہنا چاہئے کہ فلاں شخص یقیناً شہید ہے اور حدیث الباب کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ اس واقعہ میں اس شخص کو خودکشی سے پہلے بعض صحابہ نے کہہ دیا تھا کہ یہ اگر مارا جائے گا تو شہید ہوگا اور واقع میں یہ شخص منافق تھا کیونکہ اس نے اخیر وقت میں یہ کہا تھا ما قاتلت علی دین ما قاتلت الا علی الحفاظ یعنی میں نے کسی دین پر لڑائی نہیں کی بلکہ اپنی عزت کی حفاظت کے لئے لڑائی کی ہے اس شخص کا نام قزمان تھا یہ غزوہ احد میں شریک نہیں ہوا تھا تو عورتوں نے اس کو عار دلائی تھی۔ **ما انت الا امرأۃ** اس لئے یہ غزوہ خیبر میں شریک ہوا اور یہ واقعہ پیش آیا جو اس حدیث میں ہے کہ خوب لڑائی کی اور پھر زخموں سے تنگ آ کر خودکشی کر لی۔

باب التحریض علی الرمی

غرض یہ ہے کہ امیر کے لئے مستحب ہے کہ وہ جنگ کی تیاری کا شوق دلائے۔

قال ابوعبداللہ اکثبو کم یعنی اکثروکم

امام بخاری کی یہ تفسیر مشہور نہیں ہے مشہور تفسیر یہ ہے کہ قریب آ جائیں۔

باب اللھو بالحرب ونحوھا

غرض یہ ہے کہ نیزے وغیرہ آلات حرب سے کھیلنا اور لڑائی کی مشق کرنا جائز ہے۔

باب المجن و من تیترس بترس صاحبہ

اس باب کی دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ ڈھال کا استعمال توکل کے خلاف نہیں ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے خذوا حذرکم۔ ۲۔ ساتھی کی ڈھال سے پناہ لینا بھی جائز ہے۔

باب الدرق

غرض یہ ہے کہ درق کا استعمال بھی جائز ہے۔ درق اس ڈھال کو کہتے ہیں جو چمڑوں سے بنائی گئی ہو۔

باب الحمائل و تعلیق السیف بالعنق

۱-غرض یہ ہے کہ حمائل استعمال کرنا اور گردن میں تلوار لٹکا لینا بدعت نہیں ہے پھر حمائل کی تحقیق لغوی میں تین قول ہیں ۱-جمع ہے حمالۃ بکسر الحاء کی تلوار وغیرہ لٹکانے کا ذریعہ ۲-محمل کی جمع علی خلاف القیاس آلہ حمل ۳-حمیلہ کی جمع لیکن یہ تیسرا قول ضعیف شمار کیا گیا ہے کیونکہ حمیلہ تو ان تنکوں وغیرہ کو کہتے ہیں جن کو سیلاب بہا کر لاتا ہے۔**قد استبراء الخبر** خبر کی تحقیق فرمائی۔

باب ماجاء فی حلیۃ السیوف

غرض یہ ہے کہ تلوار کو مزین کر لینا بھی جائز ہے۔**العلابی**: کھالیں دباغت سے پہلے**الآ نک**: رانگا۔

باب من علق سیفہ بالشجر فی السفر عندالقائلۃ

غرض یہ ہے کہ سفر میں درخت پر تلوار لٹکا کر سو جانا بھی جائز ہے۔
قلت اللہ ثلثا: یعنی میں نے تین دفعہ اللہ اللہ اللہ کہا۔**فشام السیف** تلوار کو نیام میں کیا اور اس کے معنی تلوار کو نیام سے نکالنے کے بھی آتے ہیں اس لئے یہ الفاظ اضداد میں سے ہے۔اضداد میں سے وہ لفظ شمار ہوتا ہے جس کے معنی میں دو ضدیں ہوں۔

باب لبس البیضۃ غرض یہ ہے کہ لوہے کی ٹوپی جس کو خود کہتے ہیں اس کا پہننا لڑائی میں جائز ہے اور توکل کے خلاف نہیں ہے۔**وھشمت البیضۃ**: ہشم کے معنی ہیں خشک چیز کو توڑنا۔

باب من لم یرکسر السلاح عندالموت

غرض زمانہ جاہلیت کی رسم کا رد ہے کہ بادشاہ اپنی موت کے وقت اپنے ہتھیاروں کو توڑ دینے کی وصیت کر دیا کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کی مخالفت فرمائی اور اس رسم کو توڑ دیا۔

باب تفرق الناس عن الامام عندالقائلۃ والاستظلال بالشجر

غرض یہ ہے کہ بادشاہ کے سفر میں قیلولہ کرتے وقت لوگوں کا متفرق ہو جانا جائز ہے۔

باب ماقیل فی الرماح

غرض یہ ہے کہ جہاد میں نیزہ استعمال کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔

باب ماقیل فی درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم والقمیص فی الحرب

اس باب کی دو غرضیں ہیں۔۱-لوہے کا کرتہ جس کو درع کہتے ہیں اس کا پہننا توکل کے خلاف نہیں ہے۔۲-نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی درع کس چیز کی بنی ہوئی تھی۔

اللھم انی انشدک عھدک ووعدک

اس وعدہ سے مراد وہ وعدہ ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔
واذیعدکم اللہ احدی الطائفتین انھالکم اور یہ دعاء غلبہ حال کے طور پر تھی جو انبیاء علیہم السلام میں بہت کم ہوتا ہے اور اولیاء اللہ میں کثرت سے ہوتا رہتا ہے۔**فقال حسبک**: حضرت ابوبکر کا یہ عرض کرنا من جانب اللہ اشارہ تھا کہ آپ کی دعا قبول ہو چکی ہے اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔
سیھزم الجمع ویولون الدبر۔**تقلصت علیہ** بل گئی۔

باب الجبۃ فی السفر والحرب

غرض یہ ہے کہ سفر اور حرب میں جبہ پہننا جائز ہے۔

باب الحریر فی الحرب

غرض یہ ہے کہ حرب میں ریشم پہننا مردوں کے لئے جائز ہے گویا امام شافعی اور امام احمد کی تائید کر دی۔ ہمارے امام صاحب اور امام مالک کے نزدیک جائز نہیں ہے۔منشاء اختلاف حدیث الباب ہے عن انس رضی اللہ عنہ ان عبدالرحمٰن بن عوف والزبیر شکواالی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی القمل فارخص لھما فی الحریر فرأیتہ علیھما فی غزاۃ ہمارے نزدیک خصوصیت پر اور ان کے نزدیک عموم پر محمول ہے ترجیح ہمارے استدلال کو ہے کیونکہ ہماری توجیہ محرم ہے ان کی مبیح ہے۔

باب مایذکر فی السکین

غرض یہ ہے کہ چھری کا استعمال بھی جائز ہے۔سوال۔ابواب

جہاد سے مناسبت نہیں ہے جواب۔ جیسے چھری کھانے پینے میں استعمال ہوتی ہے ایسے ہی آلہ جہاد بھی ہے۔ **یحتز منھا:** چھری سے اس کندھے میں سے کاٹ رہے تھے یہاں تو صرف کاٹنے کا ذکر ہے لیکن فوراً بعد آنے والی روایت میں ہے فالقی السکین اس سے معلوم ہوا کہ چھری سے کاٹنا مراد ہے اس لئے یہ کامل ترجمہ ہے۔

باب ماقیل فی قتال الروم

غرض یہ ہے کہ رومیوں سے جہاد کرنے میں بہت ثواب ہے۔

اول جیش من امتی یغزون البحر قداوجبوا

اس کا مصداق وہ لشکر ہے جو حضرت عثمان کی خلافت میں حضرت امیر معاویہ کی سرداری میں گیا تھا قداوجبوا کے معنی ہیں کہ انہوں نے اپنے لئے مغفرت اور رحمت ثابت کرلی۔

اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفورلھم

مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہے یہ شہر حضرت امیر معاویہ کی خلافت کے زمانے میں فتح ہوا تھا فتح کرنے والے لشکر کے سردار کون تھے۔ اس میں دو قول ہیں ۱- یزید بن معاویہ ۲- سفیان بن عوف اور یہ فتح ۵۲ھ میں ہوئی حافظ ابن عبدالبر نے التمہید میں لکھا ہے کہ یزید نے حضرت حسینؓ کو شہید کرنے کا حکم نہیں دیا تھا صرف یہ حکم دیا تھا کہ ان کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔ انہوں نے بلا امر ہی شہید کر دیا تھا پھر یزید پر لعنت کرنے میں تین قول ہیں۔ ۱- جائز ۲- ناجائز ۳- توقف اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور اسی تیسرے قول میں زیادہ احتیاط ہے۔

باب قتال الیھود

غرض پیشین گوئی ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یہودیوں سے لڑائی ہوگی اور مسلمان یہودیوں کو قتل کریں گے۔

باب قتال الترک

غرض پیشین گوئی ہے کہ مسلمانوں اور ترکوں کے درمیان لڑائی ہوگی۔ ترکوں کے مصداق میں تین اہم قول ہیں ۱- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لونڈی قنطوراء کی اولاد ہیں ۲- نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد ہیں ۳- تبع کی اولاد ہیں۔

ینتعلون نعال الشعر

۱- بالوں والے جوتے پہنیں گے ۲- بال لمبے ہوں گے گویا بال جوتوں کے قریب پہنچ جائیں گے۔

باب قتال الذین ینتعلون الشعر

غرض پیشین گوئی ہے کہ بالوں والے جوتوں والوں سے مسلمان لڑیں گے یا ایسے لوگوں سے لڑیں گے جن کے بال اتنے لمبے ہوں گے کہ جوتوں کے قریب تک پہنچ جائیں گے۔ پھر ان کے مصداق میں تین قول ہیں۔ ۱- ترک ہی ہیں ۲- ترک کا غیر کوئی قوم ہے۔ ۳- ترک کی دو قسمیں ہیں ایک لمبے بالوں والے یا بالوں والے جوتے والے اور دوسری قسم ان کے علاوہ بظاہر امام بخاری یہی تیسرا قول لے رہے ہیں اسی لئے ان کو دو بابوں میں ذکر فرمایا اور دونوں میں حدیث ایک ہی بیان فرمائی جس کے طرق مختلف ہیں۔

باب من صف اصحابه عندالھزیمة ونزل عن دابة واستنصر

غرض یہ دو تقریریں ہیں۔ ۱- شکست کے موقعہ پر امام کو چاہئے کہ دوبارہ صف بندی کرے اور سواری سے اتر آئے اور اللہ تعالیٰ سے نصرت کی دعا مانگے ۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طرز غزوہ حنین میں اختیار فرمایا تھا اس کی حکایت کرنی مقصود ہے کہ اس طرح سے یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ حسرا۔ جمع ہے حاسر کی بلا ہتھیار۔

فرشقوھم: ان کو تیر مارے۔

باب الدعا علی المشرکین بالھزیمة والزلزلة

غرض یہ ہے کہ کافروں پر بدعا شکست اور زلزلہ کی جائز ہے۔ اتباعاللسنۃ۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکست کی بدعا

فرمائی ہلاک کی نہ فرمائی کیونکہ ان کی ہدایت کا احتمال تھا اور ان کی اولاد میں بھی ہدایت کا احتمال تھا۔

لابی جهل بن هشام

یہ لام للبیان ہے جیسے ہیت لک میں ہے ای هذا الدعاء مختص بابی جهل واصحابہ۔

باب هل یرشد المسلم اهل الکتاب اویعلمهم الکتاب

غرض یہ ہے کہ دینی تعلیم اور قرآن پاک کی تعلیم کافروں کو دینا جائز ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لکھ کر قیصر روم کو بھیجی۔

باب الدعاء للمشرکین بالهدیٰ لیتاً لفهم

غرض یہ ہے کہ کافروں کی تالیف قلبی کے لئے ان کی ہدایت کی دعا بھی جائز ہے۔ سوال کچھ پیچھے تو کافروں پر بددعا کا ذکر تھا۔ جواب۔ بددعا اس وقت ہے جب ان کی ہدایت سے مایوسی ہو جائے۔

باب دعوة الیهود والنصریٰ وعلی مایقاتلون علیه و ماکتب النبی صلی الله علیه وسلم الیٰ کسریٰ و قیصر والدعوة قبل القتال

غرض دعوت الی الاسلام کا ذکر ہے جو قتال سے پہلے مستحب ہے اگر پہلے دعوت پہنچ چکی ہو اور واجب ہے اگر پہلے نہ پہنچی ہو۔ پھر ترجمۃ الباب میں چار جزئیات کا ذکر ہے۔۱- اہل کتاب کو بھی دعوت دی جاتی ہے جیسے دوسرے کافروں کو دی جاتی ہے۔۲- کن الفاظ سے دعوت ہونی چاہئے۔۳- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کن الفاظ سے دعوت دیا کرتے تھے۔۴-دعوت قتال سے پہلے ہونی چاہئے پھر لفظ دعوۃ بفتح الدال مطلقاً پکارنے اور بلانے کے معنی میں ہے اور دعوۃ بضم الدال خاص ولیمہ کی دعوت میں استعمال ہوتا ہے اور دعوۃ بکسر الدال نسب کے دعوے میں استعمال ہوتا ہے پھر کسریٰ کا لفظ خسرو سے معرب ہے جس کے معنی بادشاہ کے ہیں یہ فارس کے بادشاہوں کا لقب تھا اور قیصر لغت روم میں بقیر کے معنی میں ہے جس کے معنی ہیں وہ بچہ جو ماں کا پیٹ کاٹ کر پیدا ہوا ہو۔ سب سے پہلا قیصر روم ایسا ہی تھا کہ ولادت کے وقت اس کی ماں فوت ہو گئی تھی اور پیٹ کاٹا گیا تو یہ زندہ نکل آیا۔ اور وہ فخر کیا کرتا تھا کہ میں شرم کی جگہ سے پیدا نہیں ہوا۔ پھر روم کے سب بادشاہوں کا یہی لقب ہو گیا۔

باب دعاء النبی صلی الله علیه وسلم الی الاسلام والنبوة وان لایتخذ بعضهم بعضاً ارباباً من دون الله

غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت الی الاسلام کا بیان ہے کہ کیسے تھی۔ گویا اہمیت کی وجہ سے گذشتہ باب کی چار جزئیات میں سے ایک کی تفصیل ہے۔

باب من اراد غزوةً فوریٰ بغیر ها ومن احب الخروج یوم الخمیس

غرض دو مسئلوں کا بیان ہے۔۱- مستحب یہ ہے کہ لڑائی میں اصل جانے کی جگہ کی تصریح نہ کی جائے بلکہ توریہ سے کام لیا جائے تاکہ دشمن پر اچانک حملہ ہو سکے۔۲- جمعرات کے دن جہاد کا سفر شروع کرنا مستحب ہے۔

باب الخروج بعد الظهر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر ظہر کے بعد بھی جہاد کا سفر شروع کر لیا جائے تو گنجائش ہے کیونکہ ایک حدیث پاک میں جو آتا ہے بورک لی امتی فی بکورها اس میں صرف استحباب ہے کہ صبح کو سفر شروع کرنا مستحب ہے اور برکت کا سبب ہے وجوب بیان نہیں فرمایا گیا اس لئے ظہر کے بعد بھی سفر جائز ہی ہے۔

باب الخروج آخر الشهر

غرض زمانہ جاہلیت کے قول کا رد ہے کہ آخر مہینہ میں سفر کرنا منحوس ہوتا ہے۔

باب الخروج فی رمضان

غرض اس شخص کا رد ہے جو اس کا قائل ہوا کہ رمضان المبارک میں جہاد کے لئے نکلنا مکروہ ہے۔ **انما یوخذ بالاخر**: اور وہ اس روایت میں افطار ہے۔

باب التودیع عندالسفر

غرض کی تین تقریریں ہیں۔ ا۔ یہ مسنون ہے کہ مسافر مقیم سے مل کر جائے گویا یہ مسافر کی سنن میں سے ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث میں صحابہ مسافرین کا مل کر جانا صراحۃً مذکور ہے۔ ۲۔ مقیم کے لئے مسنون ہے کہ مسافر اور مہمان جب جانے لگے تو اس کو رخصت کرے اور یہ مسئلہ اس باب کی حدیث سے قیاساً ثابت ہوا۔ ۳۔ دونوں کام ہی مسنون ہیں اور امام بخاری کی مراد دونوں سنتوں کا بیان ہے۔

باب السمع والطاعة للامام مالم یامر بمعصیة

غرض یہ ہے کہ امیر کی اطاعت اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ گناہ کا حکم نہ کرے۔

باب یقاتل من وراء الامام و یتقی به

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ امام حفاظت کا ذریعہ ہونے میں ڈھال کی طرح ہے پھر اس ڈھال کی طرح ہونے کی تفصیل میں تین قول ہیں۔ ا۔ امام کے بغیر لڑائی نہیں ہو سکتی۔ ۲۔ ایسے امام کے ساتھ مل کر جہاد کرنا چاہئے جس کو مسلمانوں کے اتفاق نے خلیفہ بنایا ہو نہ ایسے کے ساتھ جو غالب آ کر امام بن گیا ہو۔ ۳۔ غرض امام کا واجب الاطاعۃ ہونے کا بیان ہے۔

باب البیعة فی الحرب علی ان لایفروا

غرض ایک اختلاف کا بیان ہے اور ساتھ ساتھ ایک قول کو ترجیح دینی مقصود ہے۔ اختلاف یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان میں نہ بھاگنے پر بیعت لی تھی یا موت تک لڑتے رہنے پر بیعت لی تھی اور یہ صرف لفظوں ہی کا اختلاف ہے مال دونوں کا ایک ہی ہے۔ امام بخاری پہلے قول کو ترجیح دے رہے ہیں کیونکہ اس کو پہلے ذکر فرمایا ہے۔

فمااجتمع منا اثنان علی الشجرة التی بایعنا تحتها

معنی کیا ہیں دو قول ہیں۔ ا۔ ہم پہچان نہ سکے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر مشتبہ فرما دیا۔ **کانت رحمة من الله**: یہ علیحدہ جملہ ہے معنی یہ ہیں کہ یہ درخت کا مخفی ہو جانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت تھی ورنہ خوف تھا کہ بعض جاہل عبادت کے درجہ میں تعظیم نہ شروع کردیں جیسے زمانہ جاہلیت میں ہوتا رہا ہے۔

باب عزم الامام علی الناس فیما یطیقون

غرض یہ مسئلہ بیان کرنا ہے کہ امام اسی چیز کا وعدہ لے جو وہ کر سکیں۔ **مودیا**: اداۃ حرب والا یعنی مسلح۔ **لن یزال بخیر مااتقی الله**: غرض یہ ہے کہ جب تک تقویٰ کے خلاف نہ ہو امام کی اطاعت کرو۔ **والذی لااله الا هو ماذکر ماغبر**: یہ قسم ہے اور اس قسم سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے پھر ماذکر والی ما نافیہ ہے اور ماغبر والی ما موصولہ ہے مقصد یہ ہے کہ اچھے لوگ چلے گئے تلچھٹ رہ گئے۔

باب کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا لم یقاتل اول النهار اخر القتال حتیٰ تزول الشمس

غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال کا وقت بیان فرمانا ہے کہ شروع نہار میں قتال شروع فرمایا کرتے تھے اور اگر شروع نہار میں شروع نہ فرماتے تو پھر زوال تک مؤخر فرماتے تھے اور اس تاخیر کی کئی وجوہ تھیں۔ ا۔ زوال کے وقت اللہ تعالیٰ کی خصوصی امداد نازل ہوتی ہے۔ ۲۔ ظہر کی نماز کے بعد دعا مانگنے کا موقع مل جائے گا اور نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ ۳۔ گرمی کا زور کم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور ٹھنڈک میں لڑائی آسان ہوتی ہے۔

باب استیذان الرجل الامام

غرض یہ ہے کہ جہاد سے کسی نے واپس وطن آنا ہو تو امام سے

اجازت لیناواجب ہے۔

باب من غزاوهو حديث عهد بعرسه

غرض یہ ہے کہ نکاح کے بعد جلدی جہاد میں چلے جانا بھی جائز ہے۔ پھر اس باب میں تعلیقا حدیث لا کر گذشتہ باب کی حدیث مسند کی طرف اشارہ کر دیا۔ تفصیل سے مسنداً نہ لائے تا کہ تکرار نہ ہو اور گزری بھی متصلاً گذشتہ باب میں ہے۔ بلا فصل اس لئے تلاش کرنے میں بھی کچھ مشقت نہیں۔

باب من اختار الغزو بعد البناء

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ا- نکاح ہو چکا ہو تو مستحب ہے کہ رخصتی سے فارغ ہو کر جہاد میں جائے پہلے نہ جائے تا کہ اس کے افکار جمع رہیں اور یکسوئی سے جہاد کی عبادت میں مشغول ہو۔ ۲- بناء اور رخصتی ہو جانے کے بعد بھی جو جہاد میں جانا پسند کرے اور غزو اختیار کرے اس کو بھی منع کیا جائے گا یا نہ حدیث ابی ہریرہ مرفوعاً آگے مفصلاً آئے گی۔ انشاء اللہ اور وہ یہ ہے غزانبی من الانبیاء فقال لقومه لا یتبعنی رجل ملک بضع امرأة وھو یرید ان یبنی بھا ولما یبن بھا الحدیث لفظ بضع کے تین معنی آتے ہیں۔ ا- عقد نکاح ۲- جماع ۳- فرج۔ اس حدیث سے بطور دلالۃ النص کے ثابت ہوتا ہے کہ مستحب ہے کہ بناء کے بعد بھی قریب زمانہ میں جہاد میں نہ جائے بلکہ کچھ عرصہ کے بعد جائے تا کہ یکسوئی سے جہاد میں شریک ہو سکے۔

باب مبادرة الامام عندالفزع

غرض یہ ہے کہ امام کے لئے مستحب ہے کہ گھبراہٹ کے موقعہ پر خود سب سے پہلے جا کر تحقیق کرے۔

باب السرعة والركض فى الفزع

غرض یہ ہے کہ گھبراہٹ کے موقع پر گھوڑے کو ایڑھی مار کر بھگانا اور جلدی گھبراہٹ کی چیز کی تحقیق کرنا مستحب ہے اور یہ باب گذشتہ باب کی تاکید کے لئے ہے۔

باب الخروج فى الفزع وحده

غرض یہ ہے کہ گھبراہٹ کے موقعہ میں امام کا اکیلا نکل جانا بھی جائز ہے۔ سوال۔ اس باب میں حدیث کیوں نہ ذکر فرمائی۔ جواب۔ ا- بلا فصل گذشتہ باب والی حدیث کو کافی خیال فرمالیا۔ ۲- ارادہ تھا کہ گذشتہ باب والی حدیث ہی کو دوسرے الفاظ کے ساتھ لکھ دوں گا لیکن نہ ملی۔

باب الجعائل والحملان فى السبيل

غرض یہ ہے کہ فوج کی ملازمت کی تنخواہ یا مجاہدین کے بوجھ اٹھانے کا کرایہ ضرورت کے وجہ میں لینے اور دینے میں کچھ حرج نہیں اپنے کام کا معاوضہ سمجھ کر اور مقصود سمجھ کر لینا مکروہ ہے ایسے ہی دینا ہے۔ **باب الاجیر**: غرض یہ ہے کہ اجیر کا جہاد میں شریک ہونا جائز ہے پھر اگر باقاعدہ جہاد کیا تو پورا حصہ غنیمت سے ملے گا ورنہ نہیں۔ **واخذ عطية بن قيس فرسا على النصف** اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ گھوڑا جہاد کے لئے کرایہ پر لینا اس شرط پر ہے کہ مال غنیمت جو گھوڑے کی وجہ سے ملے گا آدھا میرا آدھا تیرا اس طرح لینا جائز ہے یا نہ عند احمد جائز ہے عند الجمہور جائز نہیں۔ ولنا اس میں جہالت ہے جو مفسد عقد ہے ولاحمد یہ حضرت عطیہ والی روایت واخذ عطیہ بن قیس فرسا علی النصف۔ جواب حضرت عطیہ جو کہ تابعی ہیں یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے۔

باب ما قيل فى لواء النبى صلى الله عليه وسلم

غرض یہ بیان کرنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی جھنڈا ہوتا تھا پھر لواء اور رایہ کے بارے میں تین اہم قول ہیں کہ ان کا مصداق کیا ہے۔ ا- دونوں لفظ مترادف ہیں ہر جھنڈے کو لواء بھی کہتے ہیں اور رایہ بھی کہتے ہیں۔ ۲- لواء نیزے پر باندھا جاتا ہے اور نیزے کی حرکت کے ساتھ حرکت کرتا ہے اور رایہ ہوا کی حرکت سے حرکت کرتا ہے۔ بانس وغیرہ کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ ۳- لواء بڑا جھنڈا ہوتا ہے اور رایہ امیر کی جگہ کی نشانی کے طور پر چھوٹا جھنڈا ہوتا ہے پھر راجح یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا کوئی رنگ متعین نہ تھا جو کپڑا سامنے آ گیا بطور علامت کے باندھ لیا جاتا تھا کیونکہ ابوداؤد کے ایک ہی باب میں جھنڈے کی صفات میں اسود بھی ہے ابیض بھی ہے صفراء بھی ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ عیہ وسلم نصرت بالرعب مسیرۃ شھر

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے یہ خصوصی شان عطاء فرمائی تھی کہ ایک ماہ کے سفر کی دوری پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت اور رعب اور دبدبہ محسوس ہوتا تھا۔ سوال۔ بہت سے لوگ بادشاہوں سے دور بیٹھے ڈرا کرتے ہیں۔ جواب۔۱۔اس رعب کی تائید فتوحات کثیرہ سے ہوئی۔۲۔ بادشاہوں کے پاس ڈرانے کے ظاہری اسباب ہوتے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب ظاہری اسباب کے بغیر تھا۔ تنتثلونھا: تم وہ خزانے نکال رہے ہو۔

باب حمل الزاد فی الغزو

غرض یہ ہے کہ جہاد میں زاد لے کر جانا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

فاحتثی الناس: لوگوں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے برتنوں کو بھرا۔

باب حمل الزاد علی الرقاب

غرض یہ ہے کہ جب سواریاں زاد اٹھانے کے لئے نہ ہوں تو گردنوں پر لاد کر زاد لے جانا بھی جہاد میں جائز ہے۔ ما احیینا:۔ ما موصولہ ہے مفعول ہے فاکلنا کا۔

باب ارداف المراۃ خلف اخیھا

غرض یہ ہے کہ کسی عورت کو اس کے بھائی کے پیچھے بٹھانا بھی جائز ہے۔

باب الارتداف فی الغزو والحج

غرض یہ ہے کہ حج اور جہاد کے سفر میں کسی کے پیچھے سواری پر بیٹھنا بھی جائز ہے۔ پھر اس باب کی حدیث پاک میں توحج کا ذکر ہے۔ امام بخاری جہاد کو حج پر قیاس فرمارہے ہیں۔

باب الردف علی الحمار

غرض یہ ہے کہ اگر حمار برداشت کرسکتا ہو تو اس پر کسی کے پیچھے بیٹھنے والا بن جانا بھی جائز ہے ردف کے معنی پیچھے بیٹھنے والا۔

باب من اخذ بالرکاب و نحوہ

غرض یہ ہے کہ کسی عالم کا احترام کرتے ہوئے اس کی رکاب پکڑنا جہاں پاؤں رکھے جاتے ہیں یہ بھی ثواب کا کام ہے نحوہ سے مراد ہے کہ مثلاً اس کے سوار ہونے میں امداد کرنا عینی میں اس باب میں یہ واقعہ نقل فرمایا گیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابن عباس نے حضرت زید بن ثابت کی رکاب پکڑلی۔ انہوں نے فرمایا لاتفعل یا ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے فرمایا ھکذا امرنا ان نفعل بال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

باب کراھیۃ السفر بالمصحف الی ارض العدو

غرض یہ ہے کہ اگر خطرہ ہو کہ دشمنوں کے ہاتھوں میں قرآن پاک لکھا ہوا آجائے گا اور وہ اس پاک کتاب کی توہین کریں گے تو دشمن کے علاقہ میں قرآن پاک کا نسخہ لے کر جانا مکروہ ہے اور اگر ایسا اندیشہ نہ ہو تو گنجائش ہے۔

وھم یعلمون القرآن

اس عبارت کی تین توجیہات ہیں۔۱۔یعلمون باب سمع یسمع سے ہے۔۲۔باب تفعیل سے ہے اور مصحف دیکھ کر پڑھانا مراد ہے۔۳۔باب تفعیل سے ہے اور حفظاً پڑھانا مراد ہے۔ پھر امام بخاری کی غرض اس عبارت سے کیا ہے اس کی دو توجیہیں ہیں۔ ۱۔پہلی یا تیسری توجیہ لینا چاہتے ہیں اور غرض یہ ہے کہ آگے اسی باب کی مسند روایت میں جو قرآن پاک دشمن کی زمین میں لے جانے سے ممانعت آرہی ہے اس کا تعلق قرآن پاک کے مصحف سے ہے نفس قرآن پاک سے نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام کے سینوں میں قرآن تھا اور وہ حفظاً پڑھتے پڑھاتے بھی تھے اور دشمن کی زمین میں جاتے بھی تھے۔۲۔دوسری توجیہ امام بخاری لینا چاہتے ہیں کہ ممانعت چھوٹے لشکر میں مصحف ساتھ لے جانے سے ہے کیونکہ بڑے لشکروں میں تو صحابہ کرام بھی مصحف لے جاتے تھے۔

باب التکبیر عند الحرب

غرض یہ ہے کہ جہاد میں اللہ اکبر کہنا مستحب ہے۔

باب مایکرہ من رفع الصوت فی التکبیر

غرض یہ ہے کہ تکبیر کے ساتھ آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔ سوال

یہ باب گذشتہ باب کے خلاف ہے۔ جواب ا- گذشتہ باب میں بیان جواز تھا اور اس باب میں کراہت تنزیہی کا ذکر ہے کیونکہ نبی دنیا کی آسائی کے لئے ہے۔۲- گذشتہ باب میں ہلکی آواز سے کہنا مراد تھا اور اب بہت زور سے کہنے سے ممانعت ہے۔

باب التسبیح اذا ھبط وادیا

غرض یہ ہے کہ نیچی جگہ کی طرف جاتے وقت تسبیح مسنون ہے تاکہ اتباع ہو حضرت یونس علیہ السلام کا جنہوں نے مچھلی کے پیٹ میں جو نیچی جگہ تھی تسبیح سے نجات پائی تھی اور کمال قرب خاص ہوا تھا ہم بھی نجات عن العذاب اور کمال قرب چاہتے ہیں۔

التکبیر اذا علاشرفاً

غرض یہ کہ پہاڑوں وغیرہ کی بلندی دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اظہار اور اللہ اکبر پڑھنا مستحب ہے۔ **فدفد**: ماونچی جگہ جو سخت بھی ہو۔

یکتب للمسافر مثل ماکان یحمل فی الاقامۃ

غرض یہ ہے کہ اقامت کے زمانہ میں نفلوں کی عادت ڈالنی چاہئے تاکہ سفر میں وہ ساری عبادت بالاعمل ہی مل جائے۔

باب السیر وحدہ

غرض یہ ہے کہ امن ہو اور ضرورت ہو تو اکیلے آدمی کا سفر بھی جائز ہے اور خوف میں اور بلا ضرورت مکروہ ہے۔ اس باب کی دونوں حدیثوں کو ملانے سے یہ سب باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

باب السرعۃ فی السیر

غرض یہ ہے کہ وطن کو واپس آتے وقت بھیڑ کے بغیر سواری کو قدرے تیز کر لینا بھی جائز ہے۔

باب اذا حمل علی فرس فرآھا تباع

غرض یہ ہے کہ کسی کو گھوڑا ہبہ کیا ہو پھر وہ بیچ رہا ہو تو یہ ہبہ کرنے والا نہ خریدے یہ جواب حدیث سے معلوم ہو رہا تھا اس لئے ذکر نہ فرمایا۔

باب الجہاد باذن الابوین

غرض یہ ہے کہ والدین کی خدمت فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ ہے اس لئے والدین کی خدمت مقدم ہے۔

باب ما قیل فی الجرس ونحوہ فی اعناق الابل

غرض یہ ہے کہ اونٹوں کے گلے میں گھنٹی ڈالنا مکروہ ہے کیوں۔ ا- فرشتے اس سے نفرت رکھتے ہیں۔ ۲- اس کی آواز سے دشمن کو پتہ چل جاتا ہے۔ اسی لئے کراہت عدم ضرورت کے موقعہ میں ہے۔ ضرورت کے موقعہ میں مکروہ نہیں۔ پھر نحوہ سے مراد گلے میں بطور تعویذ کے دھاگا ڈالنا ہے۔ اور تعویذ کے جائز ہونے کی تین شرطیں ہیں۔ ا- مؤثر بالذات نہ سمجھے۔ ۲- کوئی لفظ یا کام گناہ کے درجہ کا نہ ہو۔ ۳- بے موقعہ استعمال نہ ہو۔

باب من اکتتب فی جیش فخرجت امراتہ حاجۃ اوکان لہ عذر ھل یوذن لہ

غرض یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ حج پر جانے کا عذر ہو یا کوئی اور عذر ہو تو جہاد میں نام لکھنے کے بعد بھی جہاد کی شرکت چھوڑنی جائز ہے۔

باب الجاسوس

جاسوس کا حکم بیان کرنا مقصود ہے' جاسوس اسے کہتے ہیں جو دشمن کے حالات معلوم کرے پھر اس کی تین قسمیں ہیں۔ ا- مسلمان جاسوس بھیجیں یہ ضرورت کے موقعہ پر جائز ہے۔ ۲- کافر کسی مسلمان کو جاسوس بنائیں اس کو تعزیر لگائی جائے گی۔ ۳- کافر کسی کافر کو جاسوس بنائیں اس کو قتل کیا جائے گا۔

فاخرجۃ من عقاصھا

عمدۃ القاری للعینی میں یحییٰ بن سلام کی تفسیر سے اس خط کے الفاظ یوں منقول ہیں یا معشر قریش فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاءکم بجیش کاللیل یسیر کالسیل فواللہ لو جاءکم وحدہ نصرہ اللہ وانجز لہ وعدہ فانظروا لانفسکم والسلام۔

قال سفیان وای اسناد ھذا

حضرت سفیان بن عیینہ فرما رہے ہیں کہ کیا ہی اچھی سند ہے یہ

اور مقصد اس سند کی قوت کا بیان ہے۔

باب الکسوۃ للاساری

غرض یہ ہے کہ کافر قیدی جو ہمارے قبضہ میں آ جائیں ان کو کپڑے پہنانا ہمارے ذمہ واجب ہوتا ہے کیونکہ کسی کی چھپانے کی جگہ کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔ یقدر علیہ: عبداللہ بن ابی کا کرتہ لمبائی چوڑائی میں حضرت عباس پر پورا آتا تھا اور ناپ برابر تھا۔

باب فضل من اسلم علی یدیہ رجل

غرض یہ ہے کہ کسی کے ہاتھ پر کوئی ایک شخص بھی مسلمان ہو جائے تو اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

باب الاساریٰ فی السلاسل

غرض اسلام کے کمال کا بیان ہے کہ بعض مسلمان زنجیروں سے جنت میں جائیں گے پھر اس حدیث پاک کے معنی میں اور شان ورود میں تین قول ہیں۔ ا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث باب والی روایت حضرت عباس اور دوسرے اساری بدر کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ عن ابی ہریرۃ مرفوعا عجب اللہ من قوم یدخلون الجنۃ فی السلاسل اس لئے معنی یہ ہوئے کہ بعضوں کو اللہ تعالیٰ زبردستی اسلام میں داخل فرماتے ہیں کہ قیدی بن کر آتے ہیں۔ اسلام کی خوبیاں دیکھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں اور مسلمان ہونا جنت میں داخل ہونا ہے کیونکہ اسلام دخول جنت کا سبب ہے۔ ۲۔ یہ حدیث ان مسلمانوں کے متعلق ہے جو اضطرارا کافروں کے قیدی بن جاتے ہیں اور اسی حالت میں شہید کر دیئے جاتے ہیں یا فوت ہو جاتے ہیں۔ یہ قیامت کے دن زنجیروں کے ساتھ اٹھیں گے جیسے شہدا اپنے خون کے ساتھ اٹھیں گے اس قیامت میں اٹھنے کو دخول جنت سے تعبیر فرمایا گیا مجازاً کیونکہ یہ اٹھنا سبب ہے دخول جنت کا۔ ۳۔ بعض خواص کو اللہ تعالیٰ ایک دم گمراہی سے ہدایت کی طرف کھینچ لیتے ہیں جیسے بشر حافی اپنے گھر میں گناہوں میں مشغول رہتے تھے کہ ایک درویش نے دروازے پر آواز دی ایک لونڈی باہر گئی پوچھا یہ آزاد کا گھر ہے یا غلام کا کہا آزاد کا یہ کہہ کر چل دیئے کہ اگر غلام کا ہوتا ایسے نہ کرتا جیسے یہ کر رہا ہے جب اندر پیغام پہنچا تو ایک دم دل پر اثر ہو گیا۔ ان کے پیچھے بھاگے ننگے پاؤں اور دوبارہ یہی الفاظ سنے اور توبہ کی اور بزرگ بن گئے حافی لقب ہوا کیونکہ ننگے پاؤں بھاگ کر گئے تھے ایسے ہی بادشاہ ابراہیم بن ادھم رات اپنے محل میں تھے چھت پر کسی کے چلنے کی آواز آئی پوچھا کون کہا میرے بیل گم ہو گئے ہیں۔ فرمایا بھلا چھت پر بھی بیل ملا کرتے ہیں کہا جیسے تمہیں تخت پر اللہ تعالیٰ مل جائیں گے ایسے ہی مجھے چھت پر بیل مل جائیں گے۔ اس پر سلطنت چھوڑی اور دن رات عبادت شروع کی۔ بزرگوں میں شمار کئے گئے ایسے ہی حضرت شیخ عطار کی پہلے عطاری کی دکان تھی ایک درویش نے گھور گھور کر دیکھنا شروع کر دیا پوچھنے پر فرمایا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ آپ کی جان ان لیس دار چیزوں میں اٹکی ہوئی ہے یہ نکلے گی کیسے فرمایا جیسے آپ کی نکلے گی ایسے ہی ہماری نکل جائے گی وہ درویش کہنے لگے کہ ہماری جان تو لو ابھی نکلے جاتی ہے یہ کہہ کر لیٹ گئے اور روح پرواز کر گئی۔ اس سے ایسا دھکا دل کو لگا کہ دن رات عبادت میں لگ گئے۔ عجب اللہ: سوال تعجب کے معنی تو ہیں ادراک امور غریبہ اور اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز امر غریب یعنی نئی چیز نہیں ہے اس لئے تعجب اللہ تعالیٰ کی ذات میں پایا جانا محال ہے۔ جواب۔ مبدا یعنی سبب بول کر غایت یعنی مسبب مراد ہے اور تعجب بول کر اس کا اثر جو یہاں رضا اور ثواب ہے وہ مراد ہے۔

باب فضل من اسلم من اہل الکتاب

غرض یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو ایمان لائے اس کو دوگنا ثواب ہے اس کی تفصیل کتاب العلم میں گزر چکی ہے۔

باب اہل الدار یبیتون فیصاب الولدان والذراری

غرض یہ ہے کہ کافروں پر رات کے وقت حملہ کرنا جس کو شب خون مارنا کہتے ہیں جائز ہے اس میں تبعاً بچے اور عورتیں بھی ہلاک ہوتے ہیں یہ معاف ہے قصداً ان کا قتل جائز نہیں ہے۔

باب قتل الصبیان فی الحرب

غرض یہ ہے کہ بچوں کا قتل جائز نہیں ہے دو وجہ سے۔

۱-وہ کافر نہیں ہیں کیونکہ کفر تو بالغ ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔
۲-ان کے باقی رکھنے میں مسلمانوں کا نفع ہے کیونکہ یا تو ان کو غلام بنایا جائے گا یا فدیہ لے کر چھوڑا جائے گا۔دونوں میں ہمارا نفع ہے۔البتہ اگر بچے بھی لڑتے ہوں تو ان کو قتل کرنا جائز ہے۔

باب قتل النساء في الحرب

غرض یہ ہے کہ عورتوں کا قتل کرنا منع ہے۔

باب لايعذب بعذاب الله

غرض یہ ہے کہ آگ سے جلانا بلاضرورت ممنوع ہے۔البتہ اگر اس کے بغیر فتح نہ ہوتی ہو تو ان کے قلعوں کو آگ لگانا جائز ہے۔

ان عليا رضي الله عنه حرق قوماً

مرتدین اور ملحدین پر تشدید فرماتے ہوئے جوایسا کیا تو اس کی دو توجیہیں ہیں۔۱-حضرت انور شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قتل کرنے کے بعد جلایا تھا۔۲-حضرت علیؓ اور حضرت خالد بن الولیدؓ کے نزدیک جلانا جائز تھا ان کے نزدیک نہی تنزیہی تھی اور ان کا محل استدلال عرنیین کی آنکھوں میں لوہے کی سلائیاں ڈالنے کا واقعہ تھا حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک جلانا ممنوع و مکروہ تھا خواہ کافر ہو یا مقاتل ہو یا قصاص لیا جا رہا ہو کیونکہ نہی ان کے نزدیک تحریم کے لئے ہے اور یہی راجح ہے کیونکہ ۱-اسی میں احتیاط ہے۔۲-نہی میں اصل تحریم ہی ہے۔باقی رہا واقعہ عرنیین والا تو اس کی سزا منسوخ ہے کیونکہ بالاتفاق مثلہ منسوخ ہے۔

باب قوله فاما منا بعد واما فداءً حتى تضع الحرب اوزارها

غرض یہ ہے کہ قید کرنے کے بعد مفت چھوڑنا بھی جائز ہے اور فدیہ لے کر چھوڑنا بھی جائز ہے۔

باب هل للاسير ان يقتل اويخدع الذين اسروه حتى ينجو من الكفرة

غرض اس مسلمان کا حکم بتلانا ہے جس کو کافروں نے قید کر لیا ہو کہ اس کے لئے وہاں سے بھاگ آنا جائز ہے یا نہ۔ظاہر یہی ہے کہ امام بخاری جمہور کے ساتھ ہیں کہ بھاگ آنا جائز ہے امام مالک کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ولنا۔واقعۃ ابی بصیر جو کہ پیچھے کتاب الشروط میں گزر چکا ہے ان کے بھاگنے پر انکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمایا۔البتہ معاہدہ کی وجہ سے اپنے پاس نہ رکھا۔ولمالک اوفوابالعهدان العهد كان مسئولا۔ جواب۔اس مجبوری کے عہد کا اعتبار نہیں ہے۔**فيه مسور عن النبي صلى الله عليه وسلم**:۔اس سے وہی روایت مراد ہے جو پیچھے مسنداً کتاب الشروط میں گزری ہے جس میں حضرت ابوبصیر کا واقعہ مذکور ہے۔

باب اذاحرق المشرك المسلم هل يحرق

غرض میں دو قول ہیں۔۱-ابتداءً تو کافر کو جلانا جائز نہیں ہے۔لیکن کوئی کافر مسلمان کو جلائے تو اسی کافر کو بطور سزا کے جلانا جائز ہے۔۲-سیاست اور انتظام کے درجہ میں کافر کو جلانا جائز ہے۔

ابغنارسلاً:۔ایسا انتظام فرماویں کہ جانوروں کے دودھ کی دھاریں ہم اپنے منہ میں مار سکیں۔**فاتى الصريخ النبي صلى الله عليه وسلم**: پناہ مانگنے والے کی چیخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی۔**فماترجل النهار**:۔نہ بلند ہوا دن۔

باب:۔یہ باب بلاترجمہ ہے اور گذشتہ باب کا تتمہ ہے۔تتمہ ہونے کی توجیہ یہ ہے کہ گذشتہ باب میں انسانوں کے جلانے کا ذکر تھا اور اس باب کی روایت میں چیونٹیوں کو جلانے کا ذکر ہے۔

احرقت امةً من الامم تسبح الله اس وحی کا مقصد کیا تھا دو قول ہیں۔۱-یہ خلاف اولیٰ کرنے پر اس نبی کو عتاب تھا۔اس نبی کی شریعت میں چیونٹیوں کا جلانا صرف خلاف اولیٰ ہی تھا اور یہ عتاب اس درجہ میں تھا حسنات الابرار سیئات المقربین۔
۲-وحی بطور عتاب کے نہ تھی بلکہ اس حکمت کا بتلانا مقصود تھا کہ جب مجرم کے ساتھ غیر مجرم غلط کرے اور امتیاز مشکل ہو جائے تو دنیا میں سب پر عذاب آ جاتا ہے۔

باب حرق الدور والنخيل

غرض یہ ہے کہ ضرورت کے موقعہ پر گھروں اور کھجوروں وغیرہ کو جلا دینا بھی جائز ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **ماقطعتم من لينة او تركتموها قائمة على اصولها فباذن الله وليخزى الفاسقين**

باب قتل النائم المشرک

غرض یہ ہے کہ اگر کوئی کافر موذی ہو اور ذمی ہونے کے عہد کو توڑنے والا ہو تو اس کو سونے کی حالت میں قتل کر دینا بھی جائز ہے۔

باب لاتتمنو القاء العدو

غرض یہ ہے کہ دشمن سے لڑنے کی تمنا کرنا ممنوع ہے۔ وجہ

۱-بظاہر یہ عجب اور خود بینی کی علامت ہے اور خود بینی گناہ ہے۔

۲-بظاہر یہ اپنی قوت پر اعتماد اور توکل چھوڑنے کی علامت ہے۔

۳-انجام کا پتہ نہیں کہ اس وقت لڑائی مفید ہوگی یا نہ۔ ۴-یہ بظاہر تواضع کے خلاف ہے۔ تواضع یہ ہے کہ ہمیشہ عافیت مانگے۔

باب الحرب خدعة

دو غرضیں ہیں۔ ۱-لڑائی میں دھوکے اور خفی تدبیر کی گنجائش ہے کیونکہ المماکرة انفع من المکابرة۔ ۲-غرض دوسری یہ ہے کہ غفلت سے روکنا مقصود ہے ایسا نہ ہو کہ کافر کوئی خفیہ تدبیر کر لیں کیونکہ الحرب خدعۃ لیکن تین چیزیں اس خداع سے مستثنیٰ ہیں۔ ۱-نقض عہد۔ ۲-نقض امان۔ ۳-صریح جھوٹ۔

باب الكذب في الحرب

غرض اس کا بیان ہے کہ لڑائی میں جھوٹ جائز ہے یا نہ اور اگر جائز ہے تو صریح یا توریہ۔ جواب حدیث پاک سے سمجھ میں آ رہا ہے کہ توریہ جائز ہے۔

باب الفتک باهل الحرب

غرض یہ ہے کہ اہل حرب کو اچانک قتل کر دینا بھی جائز ہے۔

باب مايجوز من الاحتيال والحذر مع من تخشى معرته

غرض یہ ہے کہ جس کے فساد کا اندیشہ ہو اس سے احتیاط اور خفیہ تدبیر جائز ہے۔

باب في الحرب ورفع الصوت في حضر الخندق

غرض یہ ہے کہ بلند آواز سے رجز پڑھنا بھی لڑائی میں اور خندق کھودنے میں جائز ہے اور رجز کو بعض نے نظم اور شعر شمار کیا ہے اور بعض نے نثر مسجع شمار کیا ہے۔

باب من لايثبت على الخيل

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ۱-واقعہ بیان کرنا مقصود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے صحابی کے لئے کیا دعا فرمائی تھی جو گھوڑے پر سوار نہ رہ سکتے تھے۔ ۲-اہل خیر کو چاہئے کہ جو گھوڑے پر سوار نہ ہو سکے اس کے لئے دعا کریں سنت کا اتباع کرتے ہوئے۔

باب دواء الجرح باحراق الحصير وغسل المرأة عن ابيها الدم عن وجهه وحمل الماء في الترس

غرض تین مسئلے بتلانا ہے۔ ۱-چٹائی جلا کر زخم کا علاج کرنا جائز ہے۔ ۲-عورت اگر اپنے والد کے چہرے کا زخم دھوئے تو جائز ہے۔ ۳-ڈھال کو پانی لانے کے لئے استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

باب مايكره من التنازع والاختلاف في الحرب وعقوبة من عصى امامه

دو غرضیں ہیں۔ ۱-لڑائی میں اختلاف اور جھگڑا مکروہ ہے۔ ۲-بعض دفعہ مخالفت امام کی سزا دنیا ہی میں شکست اور غنیمت سے محرومی کی صورت میں دے دی جاتی ہے۔

باب اذا فزعوا بالليل

غرض یہ ہے کہ اگر رات کے وقت امام کوئی گھبراہٹ کی آواز سنے تو اسے چاہئے کہ تحقیق میں جلد کرے۔

باب من راى العدو فنادى باعلى صوته يا صباحاه حتى يسمع الناس

غرض یہ ہے کہ یا صباحاہ کے لفظ سے بھی ساتھیوں کو امداد کے

لئے بلانا جائز ہے اگر چہ یہ لفظ زمانہ جاہلیت میں استعمال ہوتا تھا اور صبح کا لفظ اس لئے استعمال کیا جاتا تھا کہ زیادہ تر ڈاکے صبح کے وقت پڑتے تھے۔ **الرضع**: ذلیل گویا اس نے اپنے آپ کو یا ساتھیوں کو قتل کرا کے ملامت کے بطور دودھ کے پی لیا۔ **فاسجح**: معاف کردو۔ **یقرون فی قومھم**: ان کو اپنی قوم میں مہمانی کھلائی جارہی ہے یعنی وہ تو اب اپنی قوم میں واپس پہنچ چکے ہیں۔

باب من قال خذھا وانا ابن فلان

غرض یہ ہے کہ اپنے آپ کو جوش دلانے کے لئے اس قسم کا لفظ کہنا جائز ہے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں۔ بطور فخر کے کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ فخر تکبر کی ایک قسم ہے اور تکبر حرام ہے اس لئے فخر بھی حرام ہے۔

باب اذا نزل العدو علیٰ حکم رجل

غرض یہ ہے کہ اگر کافر کسی خاص مسلمان کے ثالث بننے پر راضی ہو جائیں تو اس مسلمان کو ثالث بنا دینا جائز ہے۔ **قوموا الی سید کم**: دیہ میں دو احتمال ہیں۔ ا- وہ بیمار تھے اس لئے سواری سے اترنے میں اعانت کرنے کے لئے کھڑے ہونے کا حکم فرمایا تھا۔ ۲- احترام اور اظہار محبت کے لئے کھڑے ہونے کا حکم فرمایا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی بطور اظہار محبت کھڑے ہونا چند صحابہ کے لئے ثابت ہے۔ مثلاً حضرت فاطمہؓ، حضرت جعفر بن ابی طالب، حضرت زید بن حارثہؓ حضرت صفوان بن امیہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

باب قتل الاسیر وقتل الصبر

غرض یہ ہے کہ قیدی کو قتل کر دینا جائز ہے قتل صبر کی صورت یہی ہوتی ہے کہ ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جائیں اور ایک آدمی اس کو پکڑے دوسرا قتل کر دے۔ **فقال اقتلوہ**: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم کیوں صادر فرمایا تھا اس کی کئی وجہیں تھیں۔ ا- وہ مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا تھا نعوذ باللہ من ذلک۔ ۲- اس کا ایک خادم مسلمان تھا اس کو اس نے قتل کر دیا تھا۔ ۳- وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا تھا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ ۴- اس کی دو گانے والی عورتیں تھیں جو مسلمانوں کی ہجو کیا کرتی تھیں۔

ھل یستاسر الرجل ومن لم یستاسر ومن رکع رکعتین عندالقتل

غرض تین مسئلے ہیں۔ ا- عزیمت یہ ہے کہ شہید ہو جائے کافروں کا قیدی نہ بنے۔ ۲- رخصت ہے کہ اضطرار میں قیدی بن جائے۔ ۳- کافر جب شہید کرنے لگیں تو مستحب ہے کہ دو رکعتیں پڑھ لے۔ **جدعاصم بن عمر**: یہاں جد سے مراد ابوالام ہے جسے ہم نانا کہتے ہیں۔ **اوصال شلو ممزع**: کٹے ہوئے عضو کے جوڑ۔ الدبر: زنبور جس کو اردو میں بھڑ اور تتیا اور پنجابی میں بھونڈ کہتے ہیں۔

باب فکاک الاسیر

غرض یہ ہے کہ مسلمان جو کافروں کی قید میں ہوں ان کو چھڑانا واجب ہے۔ بیت المال سے فدیہ دے کر ہو یا کسی اور طریقہ سے ہو اس کا درجہ فرض کفایہ کا ہے۔

باب فداء المشرکین

غرض یہ ہے کہ کافروں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا جائز ہے۔

باب الحربی اذا دخل دارالاسلام بغیر امان

غرض یہ ہے کہ اگر کوئی کافر حربی بغیر امان کے دارالاسلام میں داخل ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے یقین سے حکم ذکر نہ فرمایا کیونکہ اختلافی مسئلہ تھا لیکن ظاہر یہی ہے کہ اس مسئلہ میں امام بخاری جمہور کے ساتھ ہیں۔ عندالشافعی ایسا آدمی اگر کہے کہ میں تو ایلچی ہوں تو اس کو قتل نہیں کر سکتے وعندالجمہور وہ قیدی کی طرح ہے اور امام کو قتل کرنے یا غلام بنانے وغیرہ کا اختیار ہے ولنا۔ حدیث الباب عن سلمۃ بن الاکوع مرفوعاً اطلبوہ واقتلوہ یعنی حضرت سلمۃ بن الاکوع نے اس جاسوس کو قتل کر دیا وللشافعی اجماع ہے کہ ایلچی کو قتل نہیں کیا جاتا اور یہ اجماع اہل اسلام کا بھی ہے اور جمیع ملل عالم کا بھی ہے جواب

ایلچی وہ ہوتا ہے کہ امن لے کر دارالاسلام میں داخل ہو یہ تو نہیں کہ جو چاہے جاسوسی کرتا رہے اور جب پکڑ لیا جائے تو کہہ دے کہ میں ایلچی ہوں۔اس طرح تو کوئی جاسوس پکڑا نہیں جاسکتا۔

باب یقاتل عن اهل الذمة ولایسترقون

غرض یہ ہے کہ ذمی بن جانے کے بعد ان کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے اور ہم ان کو غلام بھی نہیں بنا سکتے۔**واوصیه بذمة الله** یعنی جو شخص میرے بعد خلیفہ بنے گا میں اس کو وصیت کرتا ہوں۔

باب هل یستشفع الی اهل الذمة ومعاملتهم

غرض میں دو تقریریں ہیں۔۱۔ہم اہل ذمہ کے پاس سفارش نہ لے جائیں گے بلکہ ان کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ ہمیں یہی ہے کہ جب وہ ہماری مصلحت کے خلاف کام کریں گے تو ہم ان کو نکال باہر کریں گے۔۲۔الی یہاں پر لام کے معنی میں ہے کہ اگر اہل ذمہ ہماری مرضی کے خلاف کوئی کام کریں گے تو ہم ان کے حق میں کسی کی سفارش نہ سنیں گے بلکہ ان کو نکال باہر کریں گے۔سوال اس باب میں حدیث کیوں ذکر نہ فرمائی۔جواب ۱۔اپنی شرط پر نہ پائی۔۲۔آئندہ باب والی حدیث دونوں بابوں کے لئے کافی ہے اسی پر دونوں بابوں میں اکتفاء فرمالیا۔محل ترجمہ اس حدیث میں یہ ہے کہ اس میں یہودیوں کے جزیرہ عرب سے اخراج کا حکم مذکور ہے یہی اس باب کے لئے محل ترجمہ ہے کہ نہ ہم ان کی طرف سفارش لے جائیں گے اور نہ ہی ان کے حق میں سفارش قبول کریں گے بلکہ ان کو نکال باہر کریں گے پھر بعد میں اگر ان میں سے کوئی ہمارا مہمان بنے گا تو اس کے لئے جائزہ بھی ہوگا۔

باب جوائز الوفد

غرض یہ ہے کہ کافروں کے وفد کو مناسب عطیہ دینا بھی جائز ہے اور اس عطیہ کو جائزہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی مقدار اتنی ہوتی ہے کہ ایک منزل سے دوسری منزل تک گزرنے اور جواز کے لئے کافی ہوتی ہے پھر بعض نسخوں میں جوائز والا باب پہلے ہے اور بلا حدیث اس کے بعد استشفاع والا باب ہے اس کی بھی تقریبا یہی تقریر ہے کیونکہ جو حدیث دونوں بابوں کے بعد ہے اس کی مناسبت دونوں بابوں کے ساتھ ہے۔

باب التجمل للوفد

غرض یہ ہے وفد کے احترام کی نیت سے عمدہ لباس پہننا بھی جائز ہے۔

باب کیف یعرض الاسلام علی الصبی

غرض یہ ہے کہ نابالغ پر جبکہ سمجھدار ہو اسلام پیش کرنا اور اس کا اسلام لے آنا صحیح ہے اور محل استشہاد ابن صیاد پر اسلام پیش فرمانا ہے۔

باب قول النبی صلی الله علیه وسلم للیهود اسلموا تسلموا

غرض وہ طریقہ بیان فرمانا ہے جس طریقہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں پر اسلام پیش فرمایا کرتے تھے تاکہ ہم بھی اس اسوہ حسنہ پر عمل کرسکیں۔پھر تسلموا کے معنی یہ ہیں کہ اسلام لانے کی صورت میں تم دنیا میں جزیہ اور قتل سے بچ جاؤ گے اور آخرت میں عذاب نار سے بچ جاؤ گے۔**قاله المقبری عن ابی هریرة**:۔یہ حدیث آگے جزیہ کے باب میں آئے گی۔انشاءاللہ تعالیٰ۔

باب اذا اسلم قوم فی دارالحرب ولهم مال وارضون فهی لهم

غرض یہ ہے کہ دارالحرب کی کوئی زمین و مال والی قوم اگر ہمارے حملہ سے پہلے ہی مسلمان ہوجائے تو ان کا مال اور زمین ان کے پاس ہی رہے گی۔**یدعیٰ هنیا**:۔یہ ایک فضیلت والے مسلمان تھے ان کو سرکاری چراگاہوں کا نگران مقرر فرمایا تھا۔**ادخل رب الصریمة ورب الغنیمة**:۔داخل ہوجانے دو تھوڑے اونٹوں والے کو اور تھوڑی بکریوں والے کو سرکاری چراگاہوں میں کیونکہ ان کے جانور اگر ہلاک ہوگئے تو وہ اپنے بال بچے لے کر میرے پاس آجائیں گے پھر میرے لئے ان کو سونا اور چاندی دینا مشکل ہوجائے گا۔**وایای ونعم ابن عوف و نعم ابن عفان** یہ دونوں بہت باغوں اور کھیتوں والے ہیں ان کے جانوروں کا کچھ نقصان بھی

ہو گیا تو یہ اپنے باغوں اور کھیتوں کے ذریعہ اپنا گزارا کر لیں گے۔

لولا المال اس مال سے مراد اونٹ ہیں۔

باب کتابة الامام الناس

غرض یہ ہے کہ آسانی کے لئے مجاہدین کے نام لکھ لینا بھی جائز ہے۔ **لیصلی وحده وهو خائف**: مقصد میں دو قول ہیں۔ پہلے پندرہ سو مجاہد ہوتے تھے پھر بھی خوف سے تعجب ہوتا تھا گویا بالکل نہ ڈرتے تھے اب بہت زیادہ ہیں پھر بھی کافروں سے ڈر کر چھپ کر اکیلے نماز کیوں پڑھتے ہیں۔۲-اب باغیوں سے ڈر کر چھپ کر اکیلے نماز کیوں پڑھتے ہیں پھر پندرہ سو کب لکھے گئے تین قول ہیں۔۱-غزوہ خندق میں،۲-غزوہ احد میں،۳-صلح حدیبیہ میں۔

باب الله الله یوید الدین بالرجل الفاجر

غرض یہ ہے کہ بعض دفعہ ایک بے دین سے بھی دین کی تائید اللہ تعالیٰ کرا دیتے ہیں۔

باب من تامر فی الحرب من غیر امرة اذاخاف العدو

غرض یہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو تو امام کی اجازت کے بغیر بھی لڑائی کا امیر بن جانا جائز ہے لیکن اس میں دو شرطیں بھی ہیں۔۱-امام کی اجازت کے انتظار میں مسلمانوں کا نقصان ہو جانے کا اندیشہ ہو۔۲-حاضرین اس کی سرداری پر متفق ہوں۔

باب العون بالمدد

غرض میں دو تقریریں ہیں۔۱-فوج بادشاہ سے مزید فوج امداد کے لئے مانگے یہ جائز ہے۔۲-بادشاہ مزید فوج بطور امداد کے پہلی فوج کی طرف بھیج دے یہ جائز ہے۔ **حتی بلغوا بئر معونة**۔ رعل وذکوان والے واقعہ میں بئر معونہ کا ذکر کسی راوی سے غلطی سے ہو گیا ہے۔ یہ دونوں واقعے الگ الگ ہیں۔ تفصیل کتاب المغازی میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب من غلب العدو فاقام علی ء صتهم ثلثاً

غرض یہ ہے کہ غلبہ کے بعد تین دن وہاں ٹھہرنا مستحب ہے تاکہ دشمن کو ڈرایا جا سکے اور غلبہ کی تکمیل ہو سکے۔

باب من قسم الغنیمة فی غزوه وسفره

غرض جمہور کی تائید اور حنفیہ پر رد ہے عندامامنا ابی حنیفة دارالاسلام میں لانے سے پہلے غنیمت تقسیم کرنی جائز نہیں ہے و عندالجمہور جائز ہے منشاء اختلاف اس باب کی دونوں روایتیں ہیں۔۱-وقال رافع کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذی الحلیفة فاصبنا غنماً وابلا فعدل عشرة من الغنم ببعیر۔

۲-عن انس اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الجعرانة حیث قسم غنائم حنین ہمارے نزدیک یہ ہے۔ دارالاسلام بنا لینے پر محمول ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلا دیا گیا تھا کہ اب یہ جگہیں کافر نہ لے سکیں گے ان کے نزدیک یہ اس پر دال ہیں کہ امام جہاں چاہے تقسیم کر دے دارالحرب ہو یا دارالاسلام ہو ہمارے قول کے راجح ہونے کی وجوہ۔۱-احتیاط ہمارے قول میں ہے کیونکہ دارالحرب میں مال غنیمت ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور غلبہ وہاں مکمل نہیں ہوتا کیونکہ غلبہ دارالاسلام میں لانے سے ہوتا ہے اور غلبہ سے ملک آتی ہے اس لئے دارالاسلام میں لانے سے پہلے تقسیم صحیح نہیں ہے۔۲-ان روایات میں ذی الحلیفہ اور جعرانہ کا ذکر ہے اور یہ دونوں جگہیں دارالاسلام بلاشبہ تھیں۔۳-جن احادیث میں بیع الغنیمة فی دارالحرب کی ممانعت ہے ان سے بھی ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ تقسیم میں معنی بیع کے پائے جاتے ہیں۔

باب اذاغنم المشرکون مال المسلم ثم وجده المسلم

غرض یہ ہے کہ اگر مسلمان کے مال پر کافر غالب آ جائیں پھر وہ دوبارہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ صراحۃً حکم بیان نہ فرمایا اختلاف کی وجہ سے ظاہر یہی ہے کہ اس مسئلہ میں امام بخاری امام شافعی کے ساتھ ہیں وعندالجمہور تقسیم سے پہلے تو اس کا حق ہے تقسیم کے بعد نہیں۔ اگر تقسیم کے بعد بھی لینا چاہے تو قیمت دینی ہوگی۔ منشاء اختلاف اس باب کی تعلیق ہے اور

یہ تعلیق ہے اور یہ تعلیق اس لئے ہے کہ ابن نمیر سے امام بخاری کا سماع ثابت نہیں ہے۔ تعلیق یہ ہے عن ابن عمر قال ذھب فرس لہ فاخذہ العدو فظھر علیہ المسلمون فرد علیہ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک یہ تقسیم سے پہلے واپس کرنے پر محمول ہے اور ان کے نزدیک بعد القسمۃ پر ہمارے لئے مرجح حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیار ھم واموالھم معلوم ہوا کہ ہجرت کی وجہ سے ان کے مال کافروں کی ملک میں داخل ہوگئے تھے اسی لئے ان کو فقراء شمار فرمایا ہے۔

باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ

رطانۃ کے معنی غیر عربی کے ہیں غرض یہ ہے کہ کبھی سفر جہاد میں غیر عربی بولنے کی بھی ضرورت پیش آجاتی ہے اس لئے گنجائش ہے اس تقریر سے اس شبہ کا ازالہ بھی ہوگیا کہ ابواب جہاد میں زبانوں کا ذکر مناسب نہیں۔ **ان جابرا قد صنع سورا:۔** بضم السین وسکون الواو معنی۔۱۔ فارسی لفظ وہ کھانا جس کی طرف بلایا جائے۔۲۔ فارسی لفظ مطلقاً کھانا۔۳۔ فارسی لفظ ولیمہ۔ ۴۔حبشہ کا لفظ بمعنی الطعام یہاں مراد سب سے پہلے معنی ہیں۔ **فبقیت حتیٰ ذکرت:۔** وہ کرتہ طویل عرصہ باقی رہا حتیٰ کہ باقی رہنے کی وجہ سے اس کا ذکر کیا جاتا تھا یہ برکت تھی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کخ کخ: فارسی لفظ ہے جو عربی میں لایا گیا ہے اس کو چھ طرح پڑھتے ہیں۔۱۔ کخ کاف کا فتحہ۔۲۔ کاف کا کسرہ ہر ایک کے ساتھ خاء کو تین طرح پڑھا جاسکتا ہے۔۱۔خ کا سکون۔۲۔کسرہ بلا تنوین۔۳۔کسرہ مع تنوین کل چھ طرح ہوگیا۔

باب الغلول

غرض مال غنیمت کی خیانت کی حرمت کا بیان ہے۔

باب القلیل من الغلول

غرض یہ ہے کہ غنیمت میں تھوڑے مال کی خیانت بھی حرام ہے۔
وھذا اصح: غرض یہ ہے کہ ابوداؤد میں جو مرفوع روایت ہے اذا وجدتم الرجل قد غل فاحرقوا متاعہ یہ روایت ضعیف ہے چنانچہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس روایت کے متعلق فرمایا ہے۔ وھو باطل لیس لہ اصل وراویہ لایعتمد پھر عند احمد غنیمت میں خیانت کرنے والے کا مال جلا دیں گے وعند الجمہور نہیں منشاء اختلاف روایت ہے ابوداؤد کی عن عمر مرفوعاً اذا وجدتم الرجل قد غل فاحرقوا متاعہ ان کے نزدیک یہ ظاہر پر محمول ہے ہمارے نزدیک تشدید اور زجر پر محمول ہے ترجیح ہمارے قول کو ہے کیونکہ عملاً مرفوعاً سامان جلانا ثابت نہیں ہے۔ دوسری وجہ ترجیح کی اوپر گزرگئی کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس روایت کو کمزور قرار دیا ہے۔

باب مایکرہ من ذبح الابل والغنم فی المغانم

غرض یہ ہے کہ امام کی اجازت کے بغیر تقسیم سے پہلے اونٹ یا بکری ذبح کرنا مکروہ ہے۔

باب البشارۃ فی الفتوح

غرض یہ ہے کہ اچھی خبر دینا جائز اور مشروع ہے پھر باء کے کسرہ کے ساتھ معنی ہیں دل میں خوشی ڈالنا اور ضمہ کے ساتھ معنی ہیں وہ چیز جو خوشخبری سن کر بطور انعام دی جائے جیسے عمالہ وہ تنخواہ جو عامل کو دی جائے۔

باب مایعطی البشیر

غرض یہ ہے کہ اچھی خبر سن کر بطور انعام کچھ دے دینا جائز ہے۔

باب لاھجرۃ بعد الفتح

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جو ہجرت ایمان کا حصہ تھی وہ فتح مکہ سے ختم ہوگئی کیونکہ مکہ سے پہلے ہجرت نہ کرنے کی صورت میں مرتد ہوجانے کا خوف تھا نعوذ باللہ من ذلک اب وہ خوف نہ رہا اس لئے وہ ہجرت جو جزء ایمان تھی ختم ہوگئی۔ البتہ وہ ہجرت اب بھی باقی ہے جس میں ایسی جگہ چھوڑی جائے جہاں رہ کر فرض ادا نہ کرسکے یہ فرض ہے اور جہاں واجب نہ ادا کرسکے وہاں سے ہجرت واجب ہے اور جہاں مستحب سے رکاوٹ ہو وہاں سے مستحب ہے۔

باب اذا اضطر الرجل الی النظر فی شعور اهل الذمة والمومنات اذا عصین الله و تجریدهن

غرض یہ ہے کہ مومن اور ذمی عورتوں کے بالوں اور بدن کی طرف شدید مجبوری کے موقعہ پر دیکھنا بقدر ضرورت جائز ہے۔ **وکان عثمانیا**: وہ حضرت عثمان کو حضرت علی سے افضل سمجھتے جیسا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا راجح قول ہے۔ **وکان علویا**: وہ حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل سمجھتے تھے جیسا کہ بعض کا قول ہے۔ **انی لاعلم ماالذی جرا صاحبک علی الدماء**: یہ بطور خوش طبعی فرمایا ورنہ مناسبت نہ تھا اور فرمایا یہ کہ حضرت علیؓ بدری صحابی ہیں اور بدری صحابہ کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں اس لئے قتل کرنے میں جلدی کرتے ہیں یہ صرف خوش طبعی میں فرمادیا اصل حقیقت یہی تھی کہ ضرورت شرعیہ اور ادا شرعیہ کی بنا پر قتال وغیرہ میں مشغول ہوئے تھے۔ **فاخرجت من حجز تها**: سوال۔ حجزہ کہتے ہیں معقد ازار کو جہاں تہ بند باندھا جاتا ہے اور بخاری شریف میں پیچھے باب الجاسوس میں گزرا ہے کہ اس نے عقاص سے خط نکالا تھا اور عقاص کے معنی ہیں گندھے ہوا اور بٹے ہوئے بال بظاہر یہ تعارض ہے جواب۔۱۔ تہ بند باندھنے کی جگہ سے نکال کر بالوں میں چھپالیا پھر مجبوری دیکھ کر وہاں سے نکال کر دے دیا۔۲۔ حجزہ کے معنی مطلقاً باندھنے کی جگہ کے بھی آتے ہیں یہاں یہی مراد ہیں گویا سر کے بال باندھنے کی جگہ مراد ہے۔۳۔ حجزہ اور حجاز رسی کو بھی کہتے ہیں یہاں یہی معنی مراد ہیں کہ وہ رسی جس سے بال باندھے ہوئے تھے۔۴۔ اس کے سر کے بٹے ہوئے بال جس کو چوٹی کہتے ہیں ازار باندھنے کی جگہ تک پہنچی ہوئی تھی اس لئے عقاص سے نکالنا اور حجزہ سے نکالنا ایک ہی بات ہے۔۵۔ اس کے پاس دو خط تھے اور دونوں کا مضمون ایک ہی تھا ایک سر کے بالوں میں تھا ایک معقد ازار میں تھا۔

باب استقبال الغزاة

غرض یہ ہے کہ غازیوں کا استقبال مستحب ہے۔ **لابن جعفر** اس سے مراد عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ہیں۔

باب مایقول اذا رجع من الغزو

غرض یہ ہے کہ ایسی دعائیں جہاد سے واپسی پر پڑھنا مستحب ہے جن سے تواضع اور توبہ اور اللہ تعالیٰ کی حمد ظاہر ہو۔

باب الصلوٰة اذا قدم من سفر

غرض یہ ہے کہ مستحب ہے کہ سفر سے واپسی پر دو رکعت پڑھ لے۔

باب الطعام عند القدوم

غرض یہ ہے کہ وطن پہنچنے پر اچھے کھانے کا اہتمام مسنون ہے تا کہ خود بھی کھائے اور جو ملنے آئے اس کو بھی کھلائے چنانچہ پہلی تعلیق میں حضرت ابن عمر کا سفر سے واپس آ کر کچھ دن روزے نہ رکھنا مذکور ہے تا کہ جو ملنے آئیں ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا سکیں۔

باب فرض الخمس

غرض خمس کی فرضیت کا وقت بیان کرنا ہے اور ابتداء خمس میں چار قول ہیں۔۱۔ غزوہ بدر جیسا کہ اس باب کی پہلی حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے ان علیا قال کانت لی شارف فی نصیبی من المغنم یوم بدر وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطانی شارفا من الخمس۔۲۔ قبیل بدر اور زیر بحث باب کی پہلی روایت کے معنی صرف یہ ہیں کہ جو خمس قبیل بدر لیا گیا تھا اس میں سے مجھے ایک قوی اونٹنی عطا فرمائی عطا فرمانا یوم بدر میں ہے خمس کچھ پہلے نکالا گیا تھا۔۳۔ قتل قریظہ سے کچھ پہلے۔۴۔ حنین سے پہلے پوری تعین نہیں کی جاسکتی پھر وہ آیت جس سے خمس فرض ہوا یہ ہے واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسه وللرسول الایۃ اسی آیت مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ باقی چار خمس مجاہدین کے ہیں کیونکہ غنمتم میں غنیمت مجاہدین کی طرف منسوب ہے اور صرف پانچواں حصہ اس میں سے نکالا گیا معلوم ہوا کہ باقی حصے مجاہدین کے پاس ہی رہیں گے۔ یہی بات کہ باقی چار

حصے مجاہدین میں تقسیم ہوں گے احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے اور اس پر اجماع بھی ہے۔ پھر فئی وہ مال ہوتا ہے جو بلا قتال لیا جائے اسی میں خراج اور جزیہ بھی داخل ہوتا ہے۔ یہ بیت المال میں داخل ہوتا ہے اور اس میں سب مسلمانوں کا حق ہوتا ہے اور نفل وہ مال ہوتا ہے جو امام غنیمت کے حصہ کے علاوہ ایک یا زائد مجاہدین کو بطور انعام دیتا ہے۔ **الغرائر**:۔ یہ جمع ہے غرارۃ کی اس کے معنی وہ جال ہیں جس میں بھوسہ وغیرہ باندھا جاتا ہے۔

ان یقسم لها میراثها: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صدیق سے یہ سوال تقسیم وراثت کا اس لئے کیا تھا کہ ان کا خیال تھا کہ وراثت جیسے غیر انبیاء کے لئے ہے ایسے ہی انبیا علیہم السلام کے لئے بھی ہے۔ **مما افاء اللہ علیہ**: اس کی تفصیل اسی حدیث میں آگے مذکور ہے من خیبر وفدک وصدقتہ بالمدینۃ ان تینوں کی تفصیل یہ ہے کہ خیبر کا کچھ حصہ لڑائی سے فتح ہوا تھا اور کچھ حصہ بغیر لڑائی کے فتح ہوا تھا۔ یہ دوسرا حصہ فئی میں شمار کیا گیا اور بیت المال کا حصہ بنا اور فدک ایک بستی تھی مدینہ منورہ سے تین منزل کے فاصلہ پر تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح فرمایا تو فدک کے رہنے والوں نے جو یہودی تھے یہ پیغام بھیجا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہ ہمیں امن دے دیا جائے گویا یہ بغیر لڑائی کے فتح واقع ہوئی تھی اس لئے یہ فئے میں داخل ہے اور جس کو صدقہ مدینہ کہا گیا ہے اس سے مراد بنی نضیر کی چھوڑی ہوئی زمین ہے ان کو جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ یہ یہودی تھے ان کی زمین اکثر مہاجرین میں تقسیم کر دی گئی تھی تھوڑا سا حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ضروریات کے لئے رکھا تھا۔

لانورث ماترکنا صدقۃ: سوال۔ بظاہر یہ آیت وراثت کے خلاف ہے اسی لئے حضرت فاطمہؓ کو شبہ ہوا کہ شاید میرا حق بنتا ہے۔ جواب۔ ا۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام اس آیت مبارکہ سے احادیث متواترہ کی وجہ سے خارج کر دیئے گئے۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین الایۃ اسی طرح آیت وراثت سے انبیاء علیہم السلام خارج کر دیئے گئے اور یہ اخراج احادیث متواترہ کی وجہ سے ہے گویا احادیث متواترہ ناسخ ہیں اس آیت کے لئے صرف انبیاء علیہم السلام کے حق میں اور چونکہ حضرت ابوبکرؓ نے بلاواسطہ یہ حدیث سنی تھی اس لئے اگر یہ حدیث خبر واحد بھی ہوتی تو حضرت ابوبکرؓ کے حق میں قطعی تھی اور متواتر کے برابر تھی کیونکہ متواتر اور خبر واحد کا فرق تو بواسطہ سننے والوں کے لئے ہے۔ بلاواسطہ سننے والوں کے لئے سب احادیث قطعی تھیں پھر یہ حدیث تو ہے بھی متواتر اس لئے یہ نسخ ایسا ہی ہے جیسے مسح علی الخفین والی احادیث پاؤں دھونے کے حکم کے لئے ناسخ ہیں حالانکہ وہ حکم آیت کا ہے اور جیسے رجم والی متواتر احادیث محصن کے حق میں آیت جلد کے لئے ناسخ ہیں۔ ۲۔ حافظ ابن تیمیہ نے یہ جواب دیا ہے کہ وراثت کی آیت میں صرف امت کو خطاب ہے جیسے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلث و رباع الایۃ میں صرف امت کو خطاب ہے کہ چار سے زائد عورتوں سے ایک وقت میں نکاح نہیں کر سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زائد نکاح کی اجازت تھی۔ ۳۔ آیت وراثت میں موروث اور وارث کی تفصیل سے سکوت ہے اختلاف دین کی وجہ سے وراثت جاری نہیں ہوتی۔ رقیہ کی وجہ سے وارثت جاری نہیں ہوتی۔ قتل کی وجہ سے وراثت جاری نہیں ہوتی اسی طرح نبوت کی وجہ سے بھی وراثت جاری نہیں ہوتی۔ ۴۔ وراثت اموال مملوکہ میں جاری ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اموال وقف کے درجہ میں تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف مالکانہ نہ تھا بلکہ متولی ہونے کے درجہ میں تھا اس لئے وراثت جاری نہیں ہو سکتی۔

سوال:۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **وورث سلیمان داؤد** زیر بحث روایت اس کے خلاف ہے یہ بھی تعارض ہے جواب۔ ا۔ یہ وراثت علم و نبوت کی ہے کیونکہ داؤد علیہ السلام کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ بھی تھے ان کے وارث ہونے کا ذکر نہیں ہے اگر وراثت مال کی مراد ہوتی تو ان کا بھی ذکر ہوتا معلوم ہوا علم و نبوت کی وراثت مراد ہے۔ ۲۔ اگر مال کی وراثت ہی مراد ہوتی تو پھر یہ آیت عبث بن جاتی نعوذ باللہ من ذلک کیونکہ یہ تو ہر ایک جانتا ہے کہ بیٹا باپ کا وارث ہوتا ہے اس کو بیان کرنے کی کیا ضرورت

تھی معلوم ہوا کہ عام وراثت کے علاوہ کوئی وراثت ہے اور وہ علم وحکمت ونبوت کی وراثت ہے۔ **یرثنی ویرث من آل یعقوب کی وجہ سے اشکال:** یہ ہے کہ اس آیت سے انبیاء علیہم السلام میں وراثت کا جاری ہونا ثابت ہوتا ہے کہ زکریا علیہ السلام دعا مانگ رہے ہیں کہ مجھے بیٹا دیجئے جو میرا وارث بن جائے اور زیر بحث روایت لانورث ماترکنا صدقۃ اس کے خلاف ہے جواب۔۱- یہ بھی وراثت علم ونبوت کی ہی ہے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا کوئی مال حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاتھ میں ہو یہ ثابت نہیں ہے اس لئے یہ مال کی وراثت نہیں ہے بلکہ نبوت وعلم ہی کی وراثت ہے۔۲- بڑے سے بڑا بخیل بھی یہ ارادہ نہیں کرتا کہ میرے مرنے کے بعد میری اولاد کے سوا کوئی بھی میرے مال کا وارث نہ ہو۔ زکریا علیہ السلام نبی ہو کر یہ کیسے قصد فرما سکتے ہیں کہ میرے مال کا وارث صرف میرا لڑکا ہو اور کوئی رشتہ دار نہ ہو لامحالہ یہ نبوت وعلم کی وراثت ہے۔۳- حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس مال کثیر ہونا ثابت نہیں ہے وہ غریب آدمی تھے لکڑی کا کام کر کے گزارا کرتے تھے اور ان کے صاحبزادے حضرت یحیٰی علیہ السلام تو زہد میں بہت ہی اونچے مقام پر تھے وہ تو دنیا کے مال واسباب کی طرف توجہ ہی نہ کرتے تھے اس لئے یہ معنی کرنا کہ اپنے مال کی وراثت کے لئے دعا فرمائی تھی ہرگز صحیح نہیں ہے لامحالہ یہ وراثت علم ونبوت کی تھی۔۴- حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا میں قرآن پاک میں یہ بھی ہے کہ عرض کیا **وانی خفت الموالی من ورائی** اگر یہ مال کے متعلق دعا ہوتی تو یہ ہرگز نہ فرماتے کہ مجھے موت کے بعد موالی سے ڈر ہے کیونکہ مال کے متعلق تو زندگی میں ڈر ہوتا ہے کہ کوئی مال کے لالچ میں قتل نہ کر دے مرنے کے بعد ڈر صرف بے دینی کا تھا کہ میرے بعد بے دین ہو جائیں گے کوئی میرا نیک بیٹا ہو جو میری طرح ان کے دین کا خیال رکھے۔ اس لئے نبوت اور علم کی وراثت مراد ہے مال کی وراثت مراد نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام میں وراثت جاری نہ ہونے میں حکمتیں

۱- تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اولاد کے لئے مال جمع فرمایا ہے۔۲- انبیاء علیہم السلام کو دیکھ کر لوگ بھی دنیا سے زہد اور بے رغبتی اختیار کریں کہ جیسے انبیاء علیہم السلام نے نہ اپنے لئے مال جمع کیا نہ اپنی اولاد کے لئے ایسے ہی ہم بھی مال کے پیچھے زیادہ نہ پڑیں۔۳- تاکہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ان کی موت کی تمنا نہ کریں۔۴- انبیاء علیہم السلام امت کے لئے بمنزلہ باپ کے ہوتے ہیں اس لئے ساری امت ہی ان کی اولاد ہوتی ہے اس لئے سب ہی ان کے وارث ہوئے یہی معنی ہیں اس ارشاد پاک کے ماترکنا صدقۃ ساری امت ہی اس مال متروک کی مالک ہوتی ہے۔۵- انبیاء علیہم السلام اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مہمان سمجھتے ہیں اور مہمان بقدر ضرورت اور بقدر خواہش مہمانی لے لیتا ہے اور کھا پی لیتا ہے باقی میزبان کا ہی ہوتا ہے۔ ماترکنا صدقۃ یہ صدقۃ اللہ تعالیٰ کا ہی تو ہے وہی تو میزبان ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔۶- چونکہ انبیاء علیہم السلام کی حیاۃ شہداء سے بھی زیادہ قوی ہے۔ وہ ایسے ہیں جیسے کوئی ایک کمرے سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں کچھ دیر کے لئے آرام کرنے کے لئے چلا جائے جیسے اس دوسرے کمرے میں جانے والے کی وراثت تقسیم نہیں کی جاتی ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کی وراثت بھی تقسیم نہیں کی جاتی۔۷- انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے خلفاء کاملین ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی وراثت تقسیم نہیں ہوسکتی ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے کامل خلفاء کی وراثت بھی تقسیم نہیں ہوسکتی۔ **تحریف الامامیہ:** شیعہ کو امامیہ بھی کہا جاتا ہے بعض شیعہ نے اس حدیث پاک کی یہ تحریف کی ہے کہ صدقۃ جو مرفوع ہے اس کو صدقۃً منصوب بنا دیا ہے اور معنی یہ کر لئے ہیں کہ جو ہم نے بطور صدقہ کے چھوڑا ہے صرف اس میں وراثت جاری نہ ہوگی لانورث ماترکناہ حال کونہا صدقۃً باقی مال میں وراثت جاری ہوگی۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ جواب۱- اگر یہ معنی لئے جائیں جو شیعہ کرتے ہیں تو نعوذ باللہ یہ کلام لغو بن جائے گی کیونکہ یہ حکم تو سب کا ہے ہی کہ جو صدقہ اور وقف مال کوئی چھوڑتا ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی اس میں انبیاء علیہم السلام کی کیا تخصیص ہے۔ اور یہاں تو مقصود انبیاء

علیہم السلام کا خصوصی حکم بیان فرماتا ہے اس لئے یہ معنی غلط اور تحریف معنوی شمار ہوں گے۔۲۔ اگر یہ معنی ہوتے تو حضرت صدیق اکبر کا جواب نہ بن سکتا حالانکہ وہ جواب دے رہے ہیں حضرت فاطمہؓ کو آپ کو وراثت نہ ملے گی کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے مال میں بالکل وراثت جاری نہیں ہوتی اور وہ سارے کا سارا صدقہ اور وقف ہوتا ہے۔۳۔ اس تحریف کی تردید بخاری شریف کی اس روایت سے ہوتی ہے جو آگے باب نفقۃ نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ میں آئے گی اس کے الفاظ یہ ہیں لاتقسم ورثتی دینارا ماترکت بعد نفقۃ نسائی ومؤنۃ عاملی فہو صدقۃ اس روایت کے الفاظ میں صدقۃ کے لفظ کے حال بننے کا قطعاً کوئی احتمال ہی نہیں ہے۔ **فغضبت فاطمۃ:** سوال۔ حضرت صدیقؓ حضرت فاطمہؓ کے غصہ میں آگئے جو حضرت صدیقؓ کے شایان شان نہیں ہے۔ جواب۔۱۔ صحیحین کی ایک روایت میں یہاں فغضبت کی جگہ فوجدت ہے وہ غمگین ہوگئیں راوی نے یہ خیال کیا کہ یہ غم ناراضگی اور غصہ کی وجہ سے ہے اس لئے وجدت کی جگہ غضبت نقل کر دیا۔ اس لئے حضرت صدیق کا صرف غم کا سبب بننا لازم آیا موردِ غضب ہونا لازم نہ آیا۔۲۔ اصل روایت میں وجدت ہی تھا اور غم کے معنی مراد تھے لیکن کسی راوی نے وجدت کو غضبت کے معنی میں سمجھ کر روایت بالمعنی کرتے ہوئے غضبت نقل کر دیا۔۳۔ وقتی طور پر طبعاً کچھ ناراضگی ہوئی جو تھوڑی دیر کے بعد ختم ہوگئی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچھڑے کی پوجا کا سن کر غصہ آیا تھا پھر اتر گیا۔ ۴۔ شیعہ جو اس کو دائمی ناراضگی پر محمول کرتے ہیں وہ حقیقت میں حضرت فاطمہؓ پر اعتراض کر رہے ہیں حضرت صدیقؓ پر تو کوئی اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ انہوں نے تو صرف شرعی حکم پر عمل فرماتے ہوئے وراثت سے انکار فرمایا تھا ان کی کوئی ذاتی مصلحت نہ تھی۔ شیعہ نے حضرت فاطمہؓ کو ان منافقین جیسا سمجھا جن کے بارے میں قرآن پاک میں ہے **فان اعطوا امنہا رضوا وان لم یعطوا منہا اذا ھم یسخطون** حالانکہ حضرت فاطمہؓ ہرگز ایسی نہ تھیں۔ ۵۔ حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الاستیعاب میں حضرت فاطمہؓ کے ترجمہ میں نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے غسل کی نگرانی حضرت صدیقؓ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت علیؓ کریں اور یہ بھی نقل فرمایا کہ حضرت اسماء مذکورہ نے ہی جنازہ اٹھاتے وقت چاروں کونوں پر لکڑیاں لگا کر اوپر کپڑا ڈالنے کا انتظام فرمایا تھا۔ اس کو نعش کہتے ہیں انہوں نے حبشہ میں ایسا دیکھا تھا۔

فھجرت ابابکر فلم تزل مھاجرتہ حتی توفیت

سوال۔ اس سے بھی بظاہر حضرت ابوبکرؓ پر حرف آتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ ان سے الگ رہیں اور وفات تک ملاقات نہ فرمائی۔

جواب۔۱۔ ملاقات نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ناراض رہیں۔ اپنی بیماری کی وجہ سے یا دوسری مشغولیوں کی وجہ سے ملاقات نہ فرمائی۔۲۔ اگر کچھ انقباض تھا تو طبعی تھا عقلی طور پر ناراضگی ثابت نہیں ہے۔۳۔ یہ ملاقات نہ کرنا ندامت کی وجہ سے تھا کہ میں نے نامناسب سوال کیوں کیا جیسے نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے بارے میں سوال کیا تھا اور بعد میں بہت ندامت ہوئی تھی۔۴۔ اگر بالفرض کچھ اختیاری ناراضگی تھی تو حضرت صدیق نے وہ دور فرما دی تھی جیسا کہ بیہقی میں ہے عن الشعبی قال لما مرضت فاطمۃ اتاھا ابوبکر لیستاذن علیہا فقال علی یا فاطمۃ ھذا ابوبکر یستاذن علیک فقالت اتحب ان اذن لہ قال نعم فاذنت لہ فدخل علیہا یترضاھا فقال واللہ ماترکت الدار والمال والاھل والعشیرۃ الا ابتغاء مرضاۃ اللہ ومرضاۃ رسولہ ومرضاتکم اھل البیت ثم ترضاھا حتی رضیت۔ اس حدیث کی سند حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کے نزدیک عمدہ ہے۔

سوال:۔ روافض نے دعویٰ کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہؓ کو ھبہ کر دیا تھا اور حضرت علیؓ اس کے گواہ تھے لیکن حضرت صدیق نے زوج ہونے کی وجہ سے حضرت علی کی گواہی کا اعتبار نہیں فرمایا اور ان کو فدک نہیں دیا۔ جواب۔۱۔ ھبہ اور وراثت ایک دوسرے کی نقیضیں ہیں جب روایات میں صراحۃ وراثت مانگنے کا ذکر ہے تو ھبہ کا احتمال باطل ہوگیا کیونکہ ایک نقیض کے ثابت ہونے سے دوسری نقیض کی نفی ہو جاتی ہے۔۲۔ اگر ھبہ

فرمایا ہوتا تو یہ بات مشہور ہو جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ ۳۔ ہبہ بغیر قبضہ کے معتبر نہیں ہوتا اور قبضہ ہرگز ثابت نہیں ہے اس لیے اگر بالفرض ہبہ تھا بھی تو قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ ختم ہو گیا۔ **فاما صدقة بالمدينة فدفعها عمر الى علي وعباس:** یہ دینا متولی بنا کر تھا مالک نہیں بنایا تھا۔ پھر اس طریقہ کو حضرت علی نے اپنی خلافت کے زمانے میں بھی نہ بدلا۔ معلوم ہوا کہ ان کی رائے بھی بالکل وہی تھی جو حضرت صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی تھی۔ **اقض بيني وبين هذا** سوال۔ مسلم شریف میں اس موقعہ میں یہ لفظ ہیں اقض بینی وبین ھذا الکاذب الآثم الغادر یہ تو برا بھلا کہنا ہوا حضرات صحابہ کا آپس میں ایسے الفاظ استعمال فرمانا بعید ہے۔ جواب۔ بھتیجا بیٹے کی طرح ہوتا ہے اس لیے بطور ناز کے ایسے الفاظ سے ڈانٹنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ **تيدكم:** ۔ یہ لفظ چار طرح پڑھا جاتا ہے تاء کے فتحہ کے ساتھ اور کسرہ کے ساتھ پھر دونوں صورتوں میں دال کے فتحہ کے ساتھ اور دال کے ضمہ کے ساتھ پھر تقدیر عبارت اور معنی میں دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ چاروں لفظ اسم فعل ہیں بمعنی اصبروا۔ ۲۔ یہ مصدر ہے نصب کی صورت میں مفعول بہ ہے فعل محذوف کا الزموا تيدكم لازم پکڑو اپنے صبر کو اور رفع کی صورت میں یہ مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے تیدکم لازم ای صبرکم لازم۔ وما افاء الله على رسوله الاية: ۔ ان دو آیتوں کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ۱۔ یہ دونوں آیتیں فئی کے متعلق ہیں۔ ۲۔ پہلی آیت بنی نضیر کے متعلق ہے اور دوسری باقی اموال فئی کے متعلق ہے مال دونوں تفسیروں کا ایک ہی ہو جاتا ہے پھر دوسری آیت مال غنیمت کو بھی شامل ہے اسی لیے فتح عراق کے موقعہ پر حضرت عمرؓ نے اس سے استدلال فرمایا تھا کہ غنیمت والی زمین کا فیصلہ امام وقت کے اختیار میں ہوتا ہے۔ انتھی اس اختیار کا حاصل یہ ہے کہ امام چاہے تو کفار کو اس زمین پر برقرار رکھے اور ان سے خراج وصول کرتا رہے چاہے تو غانمین مجاہدین میں تقسیم کردے اور چاہے تو سب مسلمانوں کے لیے وقف کردے۔ **تسئلني نصيبك من ابن اخيك:** ۔ سوال۔ جب حضرت عباس وحضرت علی کو حدیث پہنچ چکی تھی لانورث ما ترکنا صدقۃ تو پھر ان حضرات نے حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں اپنا حصہ کیوں مانگا۔ جواب۔ ۱۔ ان دونوں حضرات کا خیال تھا کہ حدیث کا تعلق خاص وراثت سے ہے اور یہ باقی وراثت کے متعلق سوال فرما رہے تھے۔ ۲۔ ان دونوں حضرات کا خیال تھا کہ حدیث کا معنی یہ ہیں کہ ورثہ کو بقدر کفایت دینے کے بعد ما ترکنا صدقۃ پر عمل ہوگا۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بخاری شریف میں آگے باب نفقۃ نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ میں روایت مرفوعا آئے گی...... انشاء اللہ تعالیٰ لا تقتسم ورثتی دینارا ما ترکت بعد نفقۃ نسائی ومئونۃ عاملی فھو صدقۃ لیکن اس سے حضرت عباس اور حضرت علی کا استدلال صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ اس میں ازواج مطہرات کی تصریح وتخصیص ہے کیونکہ اس کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نکاح حرام تھا اس لیے ان کے لیے نفقہ کے انتظام کی ضرورت تھی۔ باقی ورثہ میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ ۳۔ ان دونوں حضرات کے نزدیک ما ترکنا صدقۃ کا تعلق عقار کے ساتھ تھا۔ منقولات کے ساتھ نہ تھا اس لیے منقولات متعلقہ بالاراضی میں وراثت کا سوال کیا تھا۔ ۴۔ یہ سوال مالک بننے کے لیے نہ تھا بلکہ بطور تولیت کے تھا کہ ہم نگرانی کریں گے اور اس نگرانی کی تنخواہ ہمیں مل جائے گی۔

باب اداء الخمس من الدين

غرض یہ ہے کہ خمس دین کا شعبہ ہے۔ سوال۔ کتاب الایمان میں گزرا ہے۔ باب اداء الخمس من الایمان اور دین امام بخاری کے نزدیک ایک ہی ہے اس لیے تکرار پایا گیا۔ جواب وہاں ایمان کا مرکب ہونا بیان فرمانا مقصود تھا اور یہاں خمس کی اہمیت بیان فرمانی مقصود ہے۔

باب نفقة نساء النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاته

غرض یہ ہے کہ ازواج مطہرات وارث تو نہ ہونگی لیکن ان کا نفقہ بیت المال میں ہوگا وجہ کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ ازواج مطہرات کی پوری زندگی ایک درجہ میں عدت تھی کیونکہ ان کو نکاح کی اجازت نہ

تھی اورعدت میں خاوند پر نفقہ ہونا چاہیے اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیت المال کے ذریعہ نفقہ دیا گیا۔۲۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اس لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ازواج مطہرات کا نفقہ بھی تھا جو بیت المال کے ذریعہ ادا کیا جاتا تھا۔ **شطر شعیر**: شطر کے معنی میں تین قول ہیں ۔۱۔ نصف وسق ۔۲۔ شطر بمعنی شئی یعنی کچھ جو تھے ۳۔ شطر کے معنی جزء کے ہوتے ہیں اس لیے معنی یہ ہوئے کہ شعیر کی کسی چیز کا جزء تھا مثلاً صاع کا جزء پھر زیادہ تر جزء نصف لیا جاتا ہے اس لحاظ سے نصف صاع یا نصف وسق کے معنی ہونگے۔ **فی رف لی**: رف وہ لکڑی ہوتی ہے جو دیوار میں لگائی جاتی ہے اور بطور آل کے استعمال ہوتی ہے۔

باب ماجاء في بيوت ازواج النبي صلى الله عليه وسلم ومانسب من البيوت اليهن

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ ازواج مطہرات کے مکانات ان کی زندگی میں ان کی رہائش کے لیے تھے کیونکہ ان کی پوری زندگی عدت کی طرح تھی اور ان کے لیے نکاح حرام تھا اسی لیے ان کی وفات کے بعد ان کے مکانات ان کے وارثوں میں تقسیم نہیں کیے گئے بلکہ مسجد میں شامل کرائے گئے ۔ **وبین سحری و نحری**: نحر کے معنی تو سینہ کے ہیں اور سحر کے معنی سینہ کا وہ کنارہ جو گلے سے ملا ہوا ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میرے سینہ اور گلے کے درمیان تھا۔

باب ماذكر من درع النبي صلى الله عليه وسلم وعصاه وسيفه وقدحه وخاتمه

الخ غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ کی درع عصا۔ تلوار۔ پیالہ۔ انگوٹھی۔ بال۔ جوتا اور برتنوں کا ذکر ہے جن کو وفات کے بعد خلفاء نے رکھا یا صحابہ وغیرہ نے بطور تبرک استعمال فرمایا کسی میں بھی وراثت کے طور پر تقسیم جاری نہ ہوئی۔ **جرداوین**: ۔ یہ نعلین کی صفت ہے تثنیہ ہے جرداء کا جو مونث ہے اجرد کی معنی پرانا۔ **تدعونها الملبدة**: ایک کپڑا تھا جو پیوند کے مشابہ تھا اس کو ملبدہ کہتے ہیں۔ **مکان الشعب**: ۔ پھٹن کی جگہ مقصد یہ ہے کہ جہاں سے پیالہ پھٹ گیا تھا وہاں چاندی کی زنجیر لگائی تھی۔ **خطب بنت ابی جهل**: ۔ حضرت مسور نے جو یہ واقعہ بیان فرمایا تھا تو مقصد یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی صاحبزادی سے بہت محبت تھی اس لیے میرے دل میں صاحبزادی کا بیت اکرام وتعظیم ومحبت ہے اور امام بخاری اس لمبی حدیث کو اس لیے لائے ہیں کہ اس میں تلوار مبارک کا ذکر ہے۔ **فاتیته بها**: ۔ میں اس صحیفہ کو لے کر حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں حضرت علیؓ نے صدقات کے احکام لکھ کر رکھے ہوئے تھے۔ **اغنھاعنا**: اس صحیفہ کو آپ لے جائیں یہ کیوں فرمایا اس کی وجہ کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ عاملین پر جو لوگ اعتراض کرتے تھے وہ حضرت عثمان کے نزدیک ثابت نہ تھے اور صدقات کے احکام ان کو اچھی طرح معلوم تھے۔۲۔ صحیفہ میں صرف مستحبات مذکور تھے۔ واجبات نہ تھے۔

باب الدليل على ان الخمس لنوائب رسول الله صلى الله عليه وسلم والمساكين

غرض امام بخاری کی خمس کے مصرف میں امام مالک کے قول کی تائید فرمانی ہے یہی تائید آئندہ تین بابوں میں بھی ہے کل چار باب امام مالک کے مسلک کی تائید کے لئے باندھے ہیں۔۱۔ پہلا تو یہی ہوا۔۲۔ دوسرا اس کے بعد بلا فصل ہے باب قول اللہ تعالیٰ فان لله خمسه و للرسول یعنی للرسول قسم ذلک۔۳۔ سات باب کے بعد ہے باب ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین۔۴۔ اس کے بعد ایک باب چھوڑ کر ہے باب ومن الدلیل علی ان الخمس للامام الخ **اختلاف**: ۔ عند مالک خمس کا مصرف بعینہ فئی کا مصرف ہے کہ امام وقت کی رائے پر ہے جہاں مناسب ہو خرچ کرے وعند الجمہور خمس کا مصرف وہی پانچ قسمیں ہیں جو قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ منشاء اختلاف یہی آیت ہے واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسه وللرسول

ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل امام مالک کے نزدیک اس آیت میں سب مصارف مذکور نہیں ہیں بلکہ بعض مصارف کا ذکر ہے اور جمہور کے نزدیک آیت میں خمس کے سب مصارف کا ذکر ہے اور ترجیح جمہور ہی کے قول کو ہے کیونکہ اسی میں احتیاط ہے کہ ان مذکورہ مصارف ہی میں خرچ کیا جائے ان سے باہر مصارف میں خرچ نہ کیا جائے۔ البتہ فئی کا مال بالاتفاق امام کی رائے پر ہی ہوتا ہے پھر جوذوی القربیٰ کا حصہ ہے یہ بطور صلہ رحمی کے بقدر حاجت ہوتا تھا اس لئے بعض دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیتے تھے اور بعض دفعہ نہ دیتے تھے اس تقریر سے روایات کا تعارض ختم ہوگیا کہ بعض میں دینا مذکور ہے بعض میں نہ دینا ہے پھر امام بخاری نے اس باب میں پہلی دلیل یہ ذکر فرمائی عن علی مرفوعا الا ادلکما علی خیر مما سالتما یہ حصہ نہ دینا اس کی دلیل ہے کہ ذوی القربیٰ کا حق نہ تھا۔ جواب۔۱- ذوی القربیٰ کا حق حاجت پر مبنی تھا وجوبی نہ تھا۔۲- اس واقعہ میں خمس نہ تھا بلکہ مال فئی تھا۔

باب قول اللہ تعالیٰ فان للہ خمسہ وللرسول یعنی قسم ذلک

غرض تائید کرنی ہے۔ امام مالک کی کہ خمس کا مصرف وہی ہے جو فئی کا مصرف ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خمس کا مالک بنانا مقصود نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ صرف تقسیم ہے اور شروع میں جو حدیث نقل فرمائی واللہ یعطی اس سے اشارہ فرما دیا کہ آیت میں للہ میں حق تعالیٰ کا ذکر بطور تبرک ہے اس سے رد ہوگیا حضرت ابوالعالیہ کے قول کا جو یہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ خانہ کعبہ میں داخل ہونا چاہئے اور اس سے خانہ کعبہ کی ضروریات پوری ہونی چاہئیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم احلت لکم الغنائم

غرض یہ ہے کہ اس امت کی یہ خصوصیت ہے کہ غنیمت حلال قرار دے دی گئی ہے۔ پہلی امتوں میں مال غنیمت جس میں غلول نہ ہو اس کو آگ کھا جاتی تھی البتہ عیسیٰ علیہ السلام کی امت میں بھی آگ نہ آتی تھی۔ گویا یہ آخری دو امتیں آگ کے کھانے سے مستثنیٰ تھیں۔

باب الغنیمۃ لمن شہدالوقعۃ

غرض یہ ہے کہ مال غنیمت حاضرین کے لئے ہے غائبین کے لئے نہیں ہے۔ سوال۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھی غزوہ خیبر میں شریک نہ ہوئے تھے۔ پھر ان کو خیبر کی غنیمت میں سے حصہ کیوں دیا گیا تھا۔ جواب۔۱- مجاہدین کی اجازت سے ایسا کیا گیا تھا۔۲- امام طحاوی نے تفصیل فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے نصف کو مجاہدین میں تقسیم فرمایا تھا اور باقی نصف کو اپنی اور مسلمانوں کی ضروریات کے لئے وقف فرما دیا تھا اور یہ جو وقف کیا تھا یہی یہود خیبر کو بطور مزارعت کے دیا تھا اور اسی نصف میں سے حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کو دیا تھا جو حبشہ سے کشتی میں آئے تھے۔ اس تفصیل سے اس باب کی پہلی حدیث کی تفصیل بھی ہوگئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو غانمین میں تقسیم فرمایا تھا۔ بین اصلھا سے مراد بین الغانمین ہے۔

باب من قاتل للمغنم ھل ینقص من اجرہ

غرض مجاہدین کی تین قسموں کی طرف اشارہ کرنا ہے۔۱- جس کی نیت خالص اعلاء کلمۃ اللہ کی ہے اس کو ثواب پورا ملے گا۔۲- جس نے کچھ غنیمت کا ارادہ بھی کیا اس کو ثواب کم ملے گا۔۳- جس کا مقصد صرف غنیمت ہے اس کا ثواب ضائع ہو جائے گا۔

باب قسمۃ الامام ما یقدم علیہ ویخبألمن لم یحضرہ اوغاب عنہ

غرض یہ ہے کہ امام کو اختیار ہے چاہے تو حاضرین ہی میں ہدیہ تقسیم کردے اور چاہے تو غائبین کو بھی شریک کرے اور اس باب سے رد ہوگیا ان صاحب کا جو یہ فرماتے ہیں کہ ہدیہ صرف حاضرین کا ہی حق ہے پھر من لم یحضرہ سے مراد وہ شخص ہے جو مجلس میں حاضر نہ ہو اور غاب عنہ سے مراد وہ شخص ہے جو تقسیم کے شہر سے غائب ہو۔

باب کیف قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قریظة والنضیر و ما اعطیٰ من ذلک فی نوائبہ

غرض بنی قریظہ اور بنی نضیر کی زمینوں کی تقسیم کا بیان ہے پھر اس باب کی روایت میں اجمال ہے کتاب المغازی کی روایت میں تفصیل ہے حاصل یہ ہے کہ بنی نضیر کی زمین فئی تھی اس کا اکثر حصہ مہاجر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ تقسیم سے پہلے انصار سے فرمایا تھا کہ اگر تم چاہو تو بنی نضیر کی زمین تمہارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دی جائے اس صورت میں بھائی چارہ اور ہمدردی تمہارے پھلوں میں مہاجرین کے لئے پہلے کی طرح باقی رہے گی اور اگر تم چاہو تو بنی نضیر کی زمین تمہارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دی جائے اس صورت میں بھائی چارہ اور ہمدردی تمہارے پھلوں میں مہاجرین کے لئے پہلے کی طرح باقی رہے گی اور اگر تم چاہو تو صرف مہاجرین میں تقسیم کر دی جائے اس صورت میں تمہارے پھلوں میں ان کی شرکت جو بطور بھائی چارہ اور ہمدردی کے تھی وہ باقی نہ رہے گی۔ انصار نے عرض کیا کہ آپ صرف مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور بھائی چارہ اور پھلوں میں ہمدردی بھی باقی رہے گی۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین ہی میں اکثر زمین بنی نضیر کی تقسیم فرمادی اور مہاجرین انصار کے پھلوں سے مستغنی ہو گئے اس طرح دونوں جماعتیں مستغنی ہوگئیں مہاجرین اس زمین کے ملنے کی وجہ سے اور انصار اس وجہ سے کہ اب ان کو وہ پھل نہ دینے پڑتے تھے جو پہلے مہاجرین کو دیا کرتے تھے پھر خیبر فتح ہو گیا۔ اسی زمانہ میں جب بنی قریظہ کے یہودیوں نے عہد شکنی کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمالیا۔ بنی قریظہ حضرت سعد بن معاذ کے حکم پر صلح پر آمادہ ہو گئے۔ بنی قریظہ کی زمین بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں تقسیم فرمادی اور اپنے حصہ میں سے نوائب کا انتظام فرمایا۔ نوائب سے مراد اپنی ازواج کا نفقہ اور مہمانوں کا انتظام ہے جو بچتا وہ جہاد کے آلات کے لئے خرچ فرماتے تھے۔ **وما اعطیٰ**:۔ اس کا عطف۔ ا۔ کیف پر ہے تفصیل گزر گئی۔ ۲۔ قسم پر ہے اور عطف تفسیری ہے۔ **یرد علیہم**:۔ ان انصار صحابہ پر واپس فرما دیتے تھے کھجوریں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اب حاجت نہ رہی تھی۔

باب برکة الغازی فی مالہ حیاً و میتاً مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وولاة الامر

غرض یہ ہے کہ جہاد کی برکت سے غازی کے مال میں برکت ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت زبیر کی حیات میں تو جائیداد بیچ کر قرضہ پورا ہونے کی بھی امید نہ تھی لیکن شہادت کے بعد قرضہ بھی ادا ہوا وصیت بھی پوری ہوئی پھر ورثہ کے لئے بھی بہت زیادہ مال بچ گیا جس کی تفصیل ابھی ذکر کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ **احدثکم ھشام**:۔ یہاں روایت کے اخیر میں تمم نہیں ہے لیکن اسی سند سے مسند اسحاق بن راھویہ میں یہی روایت ہے۔ اس کے اخیر میں تمم ہے۔ **فوجدتہ الفی الف و مائتی الف**:۔ یہ بائیس لاکھ ہوا کیونکہ سو الف ایک لاکھ ہوتا ہے ہزار الف جس کو الف الف کہتے ہیں دس لاکھ بن گیا اس کا دوگنا بیس لاکھ ہوا۔ پس فوجدتہ الفی الف کے معنی ہوئے کہ میں نے بیس لاکھ قرضہ پایا آگے ومائتی الف بھی ہے مائۃ الف ایک لاکھ اور مائتا الف دو لاکھ اس طرح کل قرضہ بائیس لاکھ ہو گیا جس کو ہندسوں میں ۲۲ کے ساتھ پانچ صفر لگا کر لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح ۲۲۰۰۰۰۰۔ **اشتری الغابة بسبعین ومائة الف**:۔ ایک لاکھ ستر ہزار کا خریدا تھا ٹکڑا غابہ جگہ کا حضرت زبیر نے (۱۷۰۰۰۰) **فباعھا عبداللہ بالف الف وستمائة الف**:۔ بیچا یہی ٹکڑا سولہ لاکھ کا (۱۶۰۰۰۰۰) **اربعمائة الف**:۔ چار لاکھ (۴۰۰۰۰۰) **فاصاب کل امرأة الف الف و مائتا الف**:۔ چار بیویاں تھیں ہر ایک کو ۱۲ لاکھ (۱۲۰۰۰۰۰) ملا تو کل چار بیویوں کو اڑتالیس لاکھ ملا (۴۸۰۰۰۰۰) کیونکہ بارہ کا چار گنا اڑتالیس ہوتا ہے اور بیویوں کو چونکہ ترکہ کا آٹھواں حصہ ملتا ہے اس لئے یہ ثابت ہوا کہ کل ترکہ جو ورثہ میں تقسیم ہوا وہ اڑتالیس لاکھ کا آٹھ گنا تھا اور یہ آٹھ گنا تین کروڑ چوراسی لاکھ بنتا ہے۔

(۳۸۴۰۰۰۰۰) وصیت اس کے علاوہ تھی۔ وصیت کل مال کا تیسرا حصہ ہوتی ہے اور وارثوں کے حق سے آدھی ہوتی ہے۔ مثلاً زید نے تین سو روپے چھوڑے ہوں تو اس کا ثلث ایک سو ہے اور ورثہ کا حق دو سو ہے اور ظاہر ہے کہ ایک سو دو سو کا نصف ہے اس لئے اگر ہمیں معلوم ہو کہ زید کے وارثوں کو دو سو ملے ہیں اور یہ معلوم کرنا ہو کہ وصیت کتنی تھی یعنی زیادہ سے زیادہ کتنی ہو سکتی تھی تو ہم دو سو کا نصف نکال لیں گے ایک سو اس سے وصیت کی مقدار معلوم ہو جائے گی ایسے ہی یہاں وارثوں کا حق ہمیں معلوم ہو چکا تین کروڑ چوراسی لاکھ اس سے معلوم ہوا کہ وصیت اس کا نصف تھی یعنی ایک کروڑ بانوے لاکھ (۱۹۲۰۰۰۰۰) ان دونوں کو جمع کریں تو قرضہ کے سوا باقی مال کی مقدار معلوم ہو جائے گی۔ یعنی پانچ کروڑ چھہتر لاکھ (۵۷۶۰۰۰۰۰) اور قرضہ بائیس لاکھ تھا (۲۲۰۰۰۰۰) ان دونوں کو جمع کریں تو کل مال جو حضرت زبیر نے چھوڑا معلوم ہو جائے گا یعنی پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ درہم (۵۹۸۰۰۰۰۰)۔

سوال: اس حدیث کے اخیر میں کل مال خمسون الف الف و مائتا الف مذکور ہے جو پانچ کروڑ دو لاکھ ہے (۵۰۲۰۰۰۰۰) اور اوپر کے حساب میں اس سے چھیانوے لاکھ زائد بنتا ہے۔ جواب۔ چونکہ وراثت چار سال بعد تقسیم کی گئی تھی تو چار سال کے عرصہ میں مکانوں کا کرایہ اور زمین کی آمدن چھیانوے لاکھ ہوگی۔

باب اذا بعث الامام رسولا فی حاجة او امره بالمقام هل يسهم له

غرض یہ ہے کہ امام کسی شخص کو ایلچی بنا کر بھیجے یا ٹھہرنے کا حکم کرے تو اس کو حصہ ملے گا یا نہ؟ حدیث سے جواب مل گیا کہ ملے گا اور اس مسئلہ میں حنفیہ کی تائید فرمائی جمہور کے نزدیک حصہ نہ ملے گا ہماری دلیل زیر بحث باب کی روایت عن ابن عمر قال انما تغیب عثمان عن بدر فانه كانت تحته بنت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وكانت مريضة فقال له النبي صلی اللہ علیہ وسلم ان لك اجر رجل ممن شهد بدرا وسهمه و مجبوراً تین باب چھوڑ کر پیچھے گزر چکی عن عمر موقوفا لولا آخر المسلمين ما فتحت قرية الا قسمتها بين اهلها كما قسم النبي صلی اللہ علیہ وسلم خیبر اس روایت میں اھلھا سے مراد مجاہدین ہیں معلوم ہوا کہ غنیمت مجاہدین کا حق ہے جو اب جہاد میں حاضر ہونا عام ہے حقیقۃً ہو یا حکماً ہو جس کو خود امام نے کسی ضروری کام میں مشغول کر کے جہاد سے روکا ہے وہ حکماً جہاد میں شریک ہونے والا شمار ہوگا۔

باب من قال ومن الدليل على ان الخمس لنوائب المسلمين ماسال هوازن النبي صلی اللہ علیه وسلم برضاعه فيهم فتحلل من المسلمين

غرض امام مالک کے مسلک کی تائید ہے کہ خمس کا مصرف وہی ہے جو فئی کا مصرف ہے۔ پھر واؤ کی ترکیب میں دو قول ہیں۔

۱- ومن الدلیل کا واؤ عطف کے لئے ہے اور اس کا عطف آٹھ باب چھوڑ کر پہلے جو باب گزرا ہے اس پر ہے وہ باب یہ تھا باب الدلیل علی ان الخمس لنوائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ اور یہاں فرمادیا لنوائب المسلمین مقصد یہ ہے کہ خمس دونوں کی حاجات کے لئے ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمین جیسے فئی کا مصرف دونوں کی حاجات کو شامل ہے۔ ۲- یہ واو استفتاح اور استیناف کے لئے ہے اور فاصلہ زیادہ ہو جانے کی وجہ سے عطف مناسب نہیں ہے۔

برضاعہ:۔ حضرت حلیمہ سعدیہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ تھیں وہ ان میں سے تھیں۔ **فتحلل من المسلمين**:۔ اس لفظ تحلل کی دو توجیہیں ہیں۔ ۱- حلۃ سے ہے حلت طلب فرمائی کہ ہوازن کے لئے حلال کر دو۔ ۲- حلول بمعنی نزول سے ہے کہ اپنے حق سے اتر آؤ اور اپنا حق چھوڑ دو۔ **ماسال هوازن**:۔ یہ مبتدا مؤخر ہے اور اس سے پہلے وہ من الدلیل خبر مقدم ہے۔ استدلال یوں ہے کہ جب اخماس اربعہ میں امام کی رائے پر عمل کرنا جائز ہے جو مجاہدین کا حق ہے تو خمس میں بطریق اولی امام کی رائے پر عمل کرنا جائز ہے اور خمس کی مصرف وہی ہے جو فئی کا ہے اور یہی امام مالک کا مسلک ہے جواب۔ یہ واپسی تو اہل حق کی رضا سے ہوئی ہے اگر امام ہی کو اختیار تھا تو پھر مجاہدین سے اجازت لینے کی اور

اس کا بہت اہتمام فرمانے کی کیا ضرورت تھی کہ تم اپنے خیموں میں جاؤ اور تمہارے سردار تم سے ملیں اور وہ تسلی کریں کہ تم دل سے اجازت دے رہے ہو یا نہ اور پھر وہ سردار میری تسلی کریں کہ انہوں نے دل سے اجازت دی ہے پھر میں غنیمت کے تقسیم شدہ بچے اور عورتیں واپس کروں گا۔ **وماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعد الناس ان یعطیھم من الفیئی**:۔ اس کا عطف ماسال پر ہے۔ **والانفال من الخمس**:۔ والانفال کا عطف ان یعطیھم پر ہے معنی یہ ہوگئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وعدے فئی سے پورے فرماتے تھے اور انفال کے وعدے خمس سے پورے فرماتے تھے۔ وعدے پورے کرنے میں فئی اور خمس ایک جیسے تھے اور وعدے پورے کرنے میں ان پانچ قسموں کے علاوہ قسمیں بھی آسکتی ہیں اس لئے خمس مذکور فی الآیۃ پانچ قسم میں بند نہیں ہے پھر انفال جمع ہے نفل کی فاء کا فتح اور سکون دونوں آتے ہیں اور فتحہ اکثر استعمال میں آتا ہے اور نفل کے معنی ہیں۔ مایشترط الامیر زائداً علی السہم لتعاطی عمل ذی خطر۔ امام بخاری وامام مالک کی دلیل کا جواب اسی باب کی تیسری حدیث کی تقریر میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ **حتیٰ نعطیہ ایاہ من اول مایفئی اللہ علینا**:۔ یہ عبارت محل ترجمہ ہے کہ اس میں فئی میں سے دینا مذکور ہے اور بظاہر مراد خمس میں سے دینا ہے تو خمس پر فئی کا اطلاق کیا گیا معلوم ہوا کہ خمس اور فئی ایک ہی چیز ہیں۔ جواب۔ یہ اطلاق مجازی ہے اس لئے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ **ونفلوا بعیرا بعیرا**:۔ اس میں اختلاف ہوا کہ نفل اصل غنیمۃ میں سے ہے یا کہ خمس میں سے عند احمد اصل غنیمت میں سے ہے وعند الجمہور خمس میں سے جو پانچویں حصہ امام کے لئے ہوتا ہے اس میں سے ہے منشاء اختلاف طحاوی کی روایت عن معن بن یزید مرفوعاً لانفل الابعد الخمس عند احمد یہ اربعۃ اخماس پر محمول ہے اور ہمارے نزدیک خمس الخمس پر محمول ہے۔ ترجیح جمہور کے قول کو ہے کیونکہ اسی میں احتیاط ہے پھر انعام مقرر کرنا مستحب ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے یایھا النبی حرض المومنین علی القتال لیکن امام کے حصہ سے نہ کہ مجاہدین کے حصہ سے پھر اس تقریر سے ترجمۃ الباب والے امام بخاری اور امام مالک کے استدلال کا جواب بھی ہو گیا کہ نفل امام صرف اپنے حصہ میں سے دیتا ہے اس سے یہ لازم نہ آیا کہ خمس کا مصرف فئی والا ہی ہے اور یہ نفل اقسام خمسہ مذکورہ فی الآیۃ سے خارج ہے جواب ہو گیا کہ اقسام مذکورہ میں جو امام کا حصہ مذکور ہے اس میں سے نفل ہے۔ **فاسھم لنا**:۔ یہ محل ترجمہ ہے کہ جب اصل غنیمت میں سے حضرت ابوموسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو دیا گیا تو اس قسم کا خرچ خمس میں سے بطریق اولیٰ جائز ہے۔ جواب۔ ۱۔ امام ابوعبیدہ نے کتاب الاموال میں اس دینے کو خمس پر محمول کیا ہے کیونکہ مقاتلین سے اجازت لینا منقول نہیں ہے اور حاجت کی وجہ سے یہ حضرات ان پانچ قسموں میں داخل ہیں۔ ۲۔ امام ابن منیر نے اصل غنیمت میں سے دینا خصوصیت کی بنا پر شمار کیا ہے۔ ۳۔ بعض نے اصل غنیمت میں سے دینا مقاتلین سے اجازت لینے پر محمول کیا ہے۔ ۴۔ پیچھے گزر چکا ہے کہ امام طحاوی نے اس حصہ میں سے دینا شمار فرمایا ہے جو بلا قتال فتح ہوا تھا۔ **یقسم غنیمۃ بالجعرانۃ**:۔ یہی محل ترجمہ ہے اور مراد خمس کو اپنی رائے سے تقسیم فرمانا ہے اسی لئے اس شخص نے اعتراض کر دیا جواب۔ یہ غنیمت کا تقسیم کرنا ہے اس لئے استدلال صحیح نہیں ہے۔ **شقیت ان لم اعدل**:۔ اکثر نے شقیت بضم التاء متکلم کا صیغہ نقل فرمایا ہے اس صورت میں معنی ظاہر ہیں ایک روایت میں شقیت بفتح التاء خطاب کا صیغہ بھی ہے اس کے معنی میں دو قول ہیں۔ ۱۔ تو شقی بن گیا کیونکہ غیر عادل کا اتباع کر لیا۔ تو شقی بن گیا کیونکہ اپنے نبی پر اعتراض کر دیا اور یہ خیال کر لیا کہ تیرا نبی انصاف نہیں کرتا۔

باب مامن النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الاساریٰ من غیر ان یخمس

:۔ غرض یہ کہ تقسیم بین

الغانمین سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مال غنیمت میں تصرف کا حق تھا کیونکہ ابھی ان سے غانمین کا حق متعلق نہ ہوا تھا۔

باب و من الدليل على ان الخمس للامام وانه يعطي بعض قرابة دون بعض ماقسم النبي صلى الله عليه وسلم لبني المطلب و بني هاشم من خمس خيبر:۔

غرض تائید ہے امام مالک کی اس مسئلہ میں کہ خمس کا مصرف وہی ہے جو فئی کا مصرف ہے اور یہ تائید میں چوتھا باب ہے تائید اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ذوی القربیٰ کو دیا اس میں سے بعض کو نہ دیا جواب یہ ہے کہ مدار قرابۃ مع الحاجۃ پر ہے اکیلی قرابت پر نہیں۔ **وان كان الذى اعطى:۔** اس کے بعد عبارت محذوف ہے ابعد من الذی لم یعط پس باب سے مناسبت یوں ہوگئی کہ قرابت پر مدار ہوتا تو اقرب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیتے۔ جواب۔ قرابت مع الحاجۃ پر مدار ہے اکیلی قرابت پر مدار نہیں ہے پھر بعض روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ذوی القربیٰ کو خمس اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ صدقات واجبہ سے نہیں لے سکتے کیونکہ وہ اوساخ الناس ہیں۔

باب من لم يخمس الاسلاب و من قتل قتيلا فله سلبه من غير الخمس و حكم الامام فيه

اس ترجمۃ الباب کے اخیر میں جو وحکم الامام فیہ ہے اس کا عطف من لم یخمس پر ہے پھر اس باب کی غرض دو اختلافی مسئلوں میں امام شافعی اور امام احمد کے قول کی تائید کرنا ہے اور وہ دو اختلاف یہ ہیں ا۔ **من قتل قتيلاً فله سلبه کا اختلاف:۔** عندالامامنا ابی حنیفۃ و مالک مقتول کے بدن پر جو سامان ہو سارا قاتل مسلم کو مل جانے کا حکم صرف اس وقت ہوگا جب مسلمانوں کا سپہ سالار اعلان کردے کہ ایسا ہوگا۔ اگر اعلان نہ کرے تو پھر یہ مال بھی عام غنیمت ہی میں شمار ہوگا۔ وعندالشافعی واحمد ہر لڑائی میں ایسا ہی ہوگا امیر لشکر اعلان کرے یا نہ کرے منشاء اختلاف زیر بحث باب کی دوسری روایت من ابی قتادۃ مرفوعاً من قتل قتیلا له علیہ بینۃ فلہ سلبہ ہمارے نزدیک یہ اعلان کے موقعہ پر محمول ہے وعندالشافعی واحمد عام حکم اور قاعدہ کلیہ کا بیان ہے ترجیح ہماری توجیہ کو ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سلب بہت کم قاتل کو دیا گیا ہے۔

۲-سلب میں سے خمس نکالنے کا اختلاف

عند مالک سلب میں سے خمس نکالا جائے گا وعندالجمہور نہیں نکالا جائے گا وجہ جمہور روایۃ ابی داؤد عن عوف بن مالک مرفوعا ولم یخمس السلب ولمالک **واعلموا انما غنمتم من شيئ فان لله خمسه** لا یہ جواب۔ یہاں غنمتم جمع کا صیغہ ہے یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ خمس عمومی غنیمت سے نکالا جائے گا اور سلب خصوصی غنیمت ہے اس لئے امام مالک کا استدلال آیت سے صحیح نہیں ہے۔ **فقال كلا كما قتله:۔** دونوں کی تطییب قلبی کے لئے یہ فرمایا **سلبه لمعاذ بن عمر وبن الجموح:۔** کیونکہ انہوں نے قتل اور خون بہانے میں زیادہ کوشش کی تھی۔ سوال بعض روایات میں حضرت معوذ بن عفراء اور بعض میں حضرت عبداللہ بن مسعود کو بھی ابوجہل کا قاتل شمار کیا گیا ہے اور یہاں صرف معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن عفراء ہی کو قاتل شمار کیا گیا ہے۔ جواب۔ گو حضرت معوذ نے بھی کچھ اعانت کی تھی اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے بھی لڑائی ختم ہونے کے بعد ابوجہل کا سر کاٹ کر الگ کر دیا تھا لیکن زیادہ کام ان دو حضرات نے ہی کیا تھا جن کا ذکر یہاں بخاری شریف کی روایت میں ہے۔

اسی واقعہ کا تتمہ عجیبہ:۔ ابوجہل کے قتل میں یہ بھی منقول ہے کہ لڑائی کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود دیکھ رہے تھے کہ کون کون سا کافر مارا گیا ہے تو دیکھا کہ ابوجہل شدید زخمی پڑا ہے لیکن ابھی سانس آ رہا ہے تو ارادہ فرمایا کہ گردن کاٹ کر الگ کر دیا جائے تو ابوجہل نے یہ کہا کہ ذرا نیچے سے گردن کاٹنا تاکہ جب مرنے والوں کے سر اکٹھے کئے جائیں تو میرا سر اونچا نظر آئے اسی لئے بعض اکابر کا ارشاد ہے کہ ابوجہل کا تکبر فرعون کے تکبر سے بھی زیادہ تھا کیونکہ فرعون نے آثار موت دیکھ کر کہا تھا **آمنت انه لا اله الا الذي آمنت به بنو اسرائيل وانا من المسلمين** گو یہ ایمان معتبر نہ

ہوا کیونکہ مرتے وقت جب آخرت کی چیزیں نظر آنی شروع ہو جائیں جس کو حالت یاس کہتے ہیں اس وقت ایمان معتبر نہیں ہوتا اس سے پہلے حالت یاس میں معتبر ہوجاتا ہے اگر چہ پھانسی کے تختہ پر کھڑا ہو۔ بہرحال فرعون کا تکبر مرتے وقت ٹوٹ گیا۔ ابوجہل کا تکبر نہ ٹوٹا اس لئے ابوجہل کا تکبر فرعون کے تکبر سے بڑھ گیا۔

باب ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يعطي المولفة قلوبهم وغير هم من الخمس وغيره

یہاں وغیرھم سے مراد مولفۃ القلوب کے غیر ہیں پھر غرض باب سے یہ ہے کہ خمس میں سے مولفۃ القلوب کو دینا جو خمس کے پانچ آیت والے مصارف میں سے نہیں ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ خمس کا مصرف پانچ مصارف آیت میں بند نہیں ہے اس سے بھی امام مالک کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ خمس کے مصارف وہی ہیں جوفئی کے ہیں کہ دونوں خمس اور فئی امام کی رائے پر ہیں۔ جواب اس باب کی بعض روایات میں خمس کا ذکر نہیں ہے اس لئے وہ فئی ہی پر محمول ہیں اور بعض احادیث غزوہ حنین والی ہیں وہاں رد کرنا مقصود ہے۔ اصلی مالکوں کی طرف مصرف خمس نہیں ہے۔ **مولفة القلوب کا مصداق:** دو قسم پر ہے۔ ۱- وہ نئے اسلام لانے والے جن کی نیت میں ضعف کا شبہ ہو۔ ۲- وہ شرفاء کہ جن کے اسلام لانے سے دوسرے کافروں کے ایمان لانے کی امید ہو۔ **لم يعتمر رسول الله صلى الله عليه وسلم من الجعرانة:** یہاں عمرہ کی نفی ہے دوسری روایات میں اثبات ہے اور ترجیح مثبت کو ہوتی ہے نافی پر اس لئے عمرہ جعرانہ ثابت ہے۔ **عن ابن عمر قال من الخمس:** یعنی وہ دونوں لونڈیاں خمس میں سے تھیں۔ یہی محل ترجمہ ہے اس سے تائید ہوئی امام مالک کے مسلک کی جواب۔ یہ خمس کا مصرف نہیں ہے بلکہ اصل مالکین کی طرف بچوں اور عورتوں کو واپس کرنا ہے اس لئے استدلال صحیح نہیں ہے۔ **انكم سترون بعدي اثرة:** اس ارشاد کا مقصد یہ تھا کہ میرے فعل میں اثرہ یعنی ترجیح ناجائز درجہ کی نہیں ہے بعد میں ایسی ترجیح آئے گی اس وقت صبر کرنا۔ **قال رجل والله ان هذه القسمة ما عدل فيها:** اس قول کی توجیہ میں دو قول ہیں۔ ۱- یہ ارتداد تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاف کر دینے کی وجہ سے معاف ہو گیا اور معاف کر دینے کا اختیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو حاصل تھا ہمیں حاصل نہیں ہے۔ اب اگر کوئی ایسی گستاخی کرے اور توبہ نہ کرے تو ارتداد کی سزا قتل جاری ہوگی۔ ۲- یہ قول صرف مال کے لالچ میں صادر ہوا۔ گستاخی ہرگز مقصود نہ تھی۔ اس لئے یہ صرف فسق کا درجہ تھا امید ہے کہ توبہ کرلی ہوگی اور معاف ہو گیا ہوگا۔

باب مايصيب من الطعام في ارض الحرب

غرض یہ ہے کہ شدید حاجت میں تقسیم اور دارالاسلام میں لانے سے پہلے بھی کھانے پینے کی چیز کھا پی لینے کی گنجائش ہوتی ہے ذخیرہ بنانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

باب الجزية والموادعة مع اهل الذمة والحرب

غرض دو چیزوں کا حکم بیان کرنا ہے بطور لف ونشر مرتب کے۔ ۱- اہل ذمہ کے ساتھ جزیہ کا معاملہ کرنا۔ ۲- اہل حرب کے ساتھ ایک معین وقت تک کے لئے صلح کر لینا یہ دونوں جائز ہیں پھر جزیہ کی وجہ تسمیہ کی دو توجیہیں۔ ان کو جو ہم نے دارالاسلام میں رہنے کی اجازت دی یہ اس کی جزاء ہے۔ ۲- ہم جو مسلمانوں کو ان سے قتال کرنے سے روکتے ہیں یہ اس کی جزاء ہے۔ **من الذين اوتو االكتاب:** سوال جب حکم جزیہ کا عام ہے تو آیت مبارکہ میں اہل کتاب کے لئے جزیہ کا خصوصی ذکر کیوں فرمایا گیا ہے جواب ان کی زیادہ قباحت بیان فرمانی مقصود ہے۔ کہ علم کامل رکھتے ہوئے حق کا انکار کیوں کیا۔ **وكم يذهب الى المسكون:** یہ امام بخاری کے شاگرد امام فربری کا مقولہ ہے کہ امام بخاری نے مسکین کے لفظ کو سکون سے مشتق نہیں مانا جو ضد ہے حرکت کی بلکہ مسکنۃ سے مانا ہے جس کے معنی

احتیاج کے ہیں۔سوال۔ یہاں تو مسکین کا لفظ نہیں ہے پھر یہ تفصیل کیوں بیان فرمائی۔ جواب یہاں وھم صاغرون ہے اور اسی مضمون کو دوسری آیت میں یوں بیان فرما دیا گیا ہے ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ اس مناسبت سے مسکین اور مسکنت کا ذکر فرما دیا اور یہ امام بخاری کی عادت مبارکہ ہے کہ معمولی مناسبت کی وجہ سے بھی بعض دفعہ تفسیر کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں۔ **وماجاء فی اخذالجزیۃ من الیھود والنصریٰ والمجوس والعجم**: یہ ترجمۃ الباب کا جزء ہے اور اس سے مقصود ہمارے امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے قول کی تائید ہے کہ مشرکین عرب کے سوا سب کفار سے جزیہ لیا جاتا ہے البتہ مشرکین عرب کے لئے صرف اسلام یا قتال ہے کیونکہ ان کے لئے اسلام کی حقانیت کا ظہور علی اکمل وجہ ہو چکا ہے۔ امام شافعی و احمد کے نزدیک صرف اہل کتاب سے ہی جزیہ لیا جائے گا اور ان حضرات کے نزدیک مجوسی بھی اس مسئلہ میں اہل کتاب ہی کے حکم میں ہیں۔منشاء اختلاف یہی آیت ہے جو اس باب میں نقل کی گئی ہے قاتلوا الذین لایومنون باللہ ولاباالیوم الآخر ولا یحرمون ماحرم اللہ و رسولہ ولایدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن یدوھم صاغرون ہمارے نزدیک اس آیت مبارکہ کا حکم عام ہے سب کافروں کو شامل ہے اور اہل کتاب کا ذکر اس لئے ہے کہ اہل کتاب کی زیادہ مذمت مقصود ہے کیونکہ وہ علم کامل رکھتے ہوئے بھی حق کا انکار کرتے ہیں یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم البتہ مشرکین عرب اس آیت کی وجہ سے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونھم او یسلمون اس کا مصداق مشرکین عرب قرار دیئے گئے ہیں۔ اہل کتاب کی علمی غلطی تھی۔ اس لئے ان کی علمی مذمت کی گئی کہ قرآن پاک میں جزیہ میں ان کا خصوصی ذکر فرمایا اور مشرکین عرب کی حسی غلطی تھی کہ وحی اور صاحب وحی کا مشاہدہ حسا کرنے کے باوجود بعض نے ایمان سے منہ پھیرا اس لئے ان کی سزا عملی

اختیار فرمائی کہ بلا ایمان زندہ رہنے کی اجازت نہ دی گئی۔ امام شافعی و امام احمد کے نزدیک اہل کتاب کی قید احترازی ہے اور اہل کتاب کے سوا کسی سے جزیہ نہ لیا جائے گا اور ان کے نزدیک مجوسی بھی اہل کتاب ہی میں داخل ہیں۔ ترجیح حنفیہ اور مالکیہ کے قول کو ہے اس باب کی روایت کی وجہ سے عن بجالۃ ولم یکن عمر اخذ الجزیہ من المجوس حتیٰ شھد عبدالرحمن بن عوف ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذھا من مجوس ہجر حنابلہ اور شوافع حضرات یہ توجیہ کرتے ہیں کہ مجوسی بھی اہل کتاب ہی میں داخل ہیں لیکن یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر مجوسی اہل کتاب میں داخل ہوتے تو ان کا ذبیحہ حلال ہوتا اور ان کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح بھی صحیح ہوتا حالانکہ بالا جماع ایسا نہیں ہے۔ **جزیہ کی مقدار میں اختلاف**:۔عندامامنا وفی روایۃ عن احمد بطور جزیہ امیر سے سالانہ چار دینار متوسط مال والے سے دو دینار اور غریب سے ایک دینار لیا جائے گا اور دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے وعندالشافعی سب سے ایک دینار لیں گے وعند مالک سب سے چار دینار لیں گے اور امام احمد سے چار روایتیں ہیں۔۱- ایک تو ہمارے مسلک کے ساتھ گزر گئی۔۲- بادشاہ کی رائے پر ہے۔۳- غریب پر ایک دینار ہے باقی بادشاہ کی رائے پر ہے۔۴- اہل یمن میں سے ہر ایک سے ایک دینار باقی بادشاہ کی رائے پر ہے ولنافی مصنف ابن ابی شیبۃ عن عمر موقوفاً جیسے ہم کہتے ہیں وللشافعی روایۃ ابی داؤد عن معاذ مرفوعاً امرہ ان یاخذمن کل حالم یعنی محتلماً دیناراً۔ جواب۔ ان کے ساتھ صلح کے طور پر یہی طے ہوا تھا۔ یہ عام حکم نہ تھا ولمالک فی البخاری تعلیقاً عن مجاہد مقطوعاً چار دینار اہل شام پر مقرر کئے گئے تھے جواب اسی قول میں یہ بھی تصریح ہے کہ وہ غنی تھے اس لئے یہ ہمارے خلاف نہیں ہے اور امام احمد کی پہلی روایت کی دلیل تو ہمارے ساتھ ہو گئی دوسری روایت کہ بادشاہ کی رائے پر ہے اس کی دلیل یہی روایت ابوداؤد کی عن معاذ مرفوعاً امرہ ان یاخذ من کل حالم یعنی محتلماً دیناراً کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معین فرمانا بادشاہ ہونے کی حیثیت سے تھا نہ

ہونے کی حیثیت سے قیامت تک کے لئے ضابطہ بیان فرمانا مقصود نہ تھا اس لئے ہر زمانہ کا بادشاہ حالات کے لحاظ سے کمی بیشی کر سکتا ہے۔ جواب۔ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک میں دونوں احتمال برابر درجے کے ہوں کہ نبوت کی وجہ سے ہے یا بادشاہ ہونے کی وجہ سے ہے تو نبوت کا لحاظ راجح ہوتا ہے کیونکہ اصل یہی ہے امام احمد کی تیسری روایت کہ اقل ایک دینار ہے۔ زیادہ بادشاہ کی رائے پر ہے اس کی دلیل بھی یہی ابوداؤد ہی کی روایت ہے جواب۔ یہ ایک دینار صلحاً تھا امام احمد کی چوتھی روایت کی دلیل بھی یہی ابوداؤد والی روایت ہے۔ حضرت معاذ والی کہ اہل یمن کی خصوصیت تھی باقی امام کی رائے پر ہے کیونکہ وہ مسکوت عنہ ہے اور ایسے موقعہ میں امام کی رائے پر مدار ہوتا ہے۔ جواب ہو چکا کہ اہل یمن سے اسی پر صلح ہوئی تھی۔

فرقوابین کل ذی محرم من المجوس:. اصل تو یہی ہے کہ ہم ذمیوں کو ان کے دین پر عمل کرنے کی آزادی ہی دیتے ہیں لیکن اگر کوئی بہت ہی قبیح چیز کا اظہار کرے تو ممانعت کی جاتی ہے جیسے اس موقعہ میں مجوسیوں نے محارم سے نکاح شروع کر دیئے تھے جو سب دینوں میں حرام تھے اس لئے اس سے منع فرمایا ورنہ ہم ان کے مخفی معاملات دینیہ میں دخل نہیں دیتے البتہ کفر کی تبلیغ سے لامحالہ روکیں گے یا وہ شعائر کفر نئے جاری کرنے کی کوشش کریں تو اس سے روکیں گے۔ **بعث عمر الناس فی افناء الامصار** افناء کے معنی جماعات کے بھی آتے ہیں اور افناء الناس اخلاط الناس کو بھی کہتے۔ یہاں افناء الامصار سے مراد اخلاط الامصار ہے مختلف قسم کے شہروں میں مسلمانوں کو فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ **فاسلم الھرمزان:.** یہ ہرمزان حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں فارس کے کئی حصوں کا کسرائے فارس یزدجرد کی طرف سے گورنر تھا اور جنگ قادسیہ میں کافروں کے لشکر کے میمنہ کا سردار تھا اور پورے لشکر کفار کا سردار مشہور پہلوان رستم تھا۔ کافروں کا لشکر دو لاکھ تھا اور مسلمانوں کا لشکر ے ہزار اور آٹھ ہزار کے درمیان تھا۔ مسلمانوں کے لشکر کے سردار حضرت سعد بن ابی وقاص تھے کافروں کے ساتھ ۳۳ ہاتھی بھی تھے قادسیہ کوفہ سے ایک دن کی مسافت پر ایک بستی کا نام تھا یہ لڑائی یکم محرم ۱۴ھ کو ہوئی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد آندھی سے فرمائی جس سے کافروں کے خیمے اکھڑ گئے اور رستم کا تخت بھی گر گیا جو کافروں کے لشکر کے اگلے حصہ میں تھا۔ رستم ایک خچر پر سوار ہو کر بھاگا دو مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا آگے دریا آ گیا رستم نے اس میں چھلانگ لگا دی تو ان دو مسلمانوں نے ٹانگوں سے پکڑ کر باہر نکالا اور اس مشہور پہلوان کو قتل کیا اس لڑائی میں تیس ہزار کافروں نے اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں سے باندھ رکھا تھا ان سب کو مسلمان شیروں نے قتل کر دیا اور ان کے علاوہ دس ہزار کافروں کو واصل جہنم کیا اور اس لڑائی کے بعد مسلمان مدائن شہر میں داخل ہو گئے جس میں کسریٰ کا ایک خصوصی محل بھی تھا۔ ھرمزان نے جنگ قادسیہ میں بھاگ کر جان بچائی اس کے بعد ھرمزان اور مسلمانوں کے درمیان ایک اور لڑائی بھی ہوئی پھر ہرمزان نے مسلمانوں سے صلح کر لی پھر ہرمزان نے صلح توڑ دی تو مسلمانوں نے ھرمزان کا تستر نامی شہر میں محاصرہ کر لیا تو ھرمزان نے کہا کہ مجھے اپنے خلیفہ عمر کے پاس لے چلو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مان گئے۔ مدینہ منورہ میں آ کر ھرمزان نے حضرت عمرؓ سے مناظرہ کیا اور پھر بخوشی اپنے بال بچوں سمیت اسلام قبول کر لیا اور پھر حضرت عمرؓ کے ساتھ ہی رہا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کو ابولؤلؤ نے شہید کر دیا پھر بعض لوگوں نے ان پر الزام لگایا کہ حضرت عمرؓ کے قاتل ابولؤلؤ کے ساتھ ان کے کچھ تعلقات تھے۔ اس الزام کی وجہ سے حضرت عبیداللہ بن عمر نے ھرمزان کو قتل کر دیا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ حضرت عمرؓ جہادات میں ھرمزان سے مشورے لیا کرتے تھے۔ ان مشوروں میں سے ایک مشورہ کا ذکر اس زیر بحث حدیث میں ہے۔ **فقال انی مستشیرک فی مغازی ھذہ:.** حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں آپ سے اپنے ان جہادات میں مشورہ لینے والا ہوں وجہ اس کی یہی تھی کہ ھرمزان ان علاقوں سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔ **قال**

نعم مثلها ومثل من فيها: اس عبارت کو دو طرح پڑھا گیا ہے۔ ا۔نعم نون اور عین کے فتحہ اور میم کے سکون کے ساتھ حرف اثبات کہ ہاں میں مشورہ دوں گا آگے مشورہ کا بیان ہے۔ ۲۔نعم نون کے کسرہ عین کے سکون اور میم کے فتحہ کے ساتھ فعل مدح ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے نعم المثل مثلها ومثل من فیها کہ اچھی مثال ہے ان شہروں کی اور ان کے رہنے والوں کی آگے مثال کا بیان ہے سوال اس مثال میں پرندے کے پاؤں کا مصداق نہیں بیان کیا۔ جواب شہرت کی بنا پر چھوڑ دیا کہ ظاہر ہے کہ فارس کا پاؤں ھند تھا اور روم کا پاؤں افرنج تھا جس کو انگلستان کہتے ہیں۔ **وان شدخ الراس:** شدخ کے معنی ہیں ایسی چیز کو توڑنا جو اندر سے خالی ہو۔ **نعرف اباه وامه:** غرض یہ کہ ان کے ماں باپ دونوں اچھے حسب ونسب والے تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔ فلم یندمک: مطلب یہ ہے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت زوال تک جہاد مؤخر کرنے سے شرمندہ نہ ہوئے شاید آپ ان واقعات کو بھول گئے ہیں۔ لیکن میں تو نہیں بھولا اس لئے میں زوال تک تاخیر کرنا اتباعاً للسنۃ اولیٰ سمجھتا ہوں یہ اس لئے فرمایا کہ حضرت مغیرہ زوال سے پہلے لڑائی شروع کرنا چاہتے تھے۔

باب اذا وادع الامام ملك القرية هل يكون ذلك لبقيتهم

غرض یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کا امام کسی کافروں کی بستی کے سردار سے صلح کرلے تو کیا یہ صلح پوری بستی کے لئے شمار ہوگی یا نہ؟ جواب یہی ہے کہ شمار ہوجائے گی۔

باب الوصاة باهل ذمة رسول الله صلى الله عليه وسلم

وصاۃ بفتح الواو معنی وصیت ہوتا ہے غرض یہ ہے کہ اہل ذمہ سے اچھا سلوک کرنے کی شریعت میں بہت تاکید ہے۔

ورزق عيالكم: یہ معنی ہیں کہ ذمیوں سے جو لیا جاتا ہے وہ تمہارے بچوں کے لئے رزق بنتا ہے۔

باب ما اقطع النبي صلى الله عليه وسلم من البحرين وما وعد من مال البحرين والجزية ولمن يقسم الفيئ والجزية

یہاں اقطاع کے معنی زمین کا ٹکڑا دینے کے نہیں بلکہ مال کا حصہ معین کرنے کے ہیں یعنی مال دینا کیونکہ بحرین کی زمین وہاں کے رہنے والوں ہی کے پاس تھی۔ بطور صلح کے اور ان سے جزیہ اور خراج لیا جاتا تھا۔ اس باب کی غرض تین چیزوں کا بیان ہے۔ ا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے بحرین کا جزیہ اور خراج تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ ۲۔اور کیسے اس مال کے آنے سے پہلے بھی وعدے فرمالیا کرتے تھے۔ ۳۔فئی اور جزیہ کا مصرف کیا ہے۔ **دعا النبي صلى الله عليه وسلم الانصار ليكتب لهم بالبحرين:** بحرین کے خراج میں سے حصہ معینہ انصار کے لئے رکھنے کا ارادہ فرمایا۔ بحرین کی زمین دینے کا ارادہ مراد نہیں ہے کیونکہ پیچھے گزر چکا ہے کہ بحرین کی زمین وہاں کے رہنے والوں ہی کے پاس صلحاً رکھی گئی تھی اور ان سے صرف خراج اور جزیہ لیا جاتا تھا۔ **ذلك لهم ماشاء الله:** ذالک کا اشارہ مال کی طرف ہے یا خلافت کی طرف ہے کہ مہاجرین کو تو اللہ تعالیٰ نے بہت سا مال یا خلافت عطا فرمائیں گے۔ **علىٰ ذلك يقولون له:** علیٰ کا تعلق مابعد سے ہے وہ انصار یہی بات بار بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے رہے کہ بحرین کے مال میں سے مہاجرین کو بھی دیجئے۔

باب اثم من قتل معاهداً بغير جرم

غرض یہ ہے کہ بلا جرم ذمی کو قتل کرنا حرام ہے۔ پھر یہ بغیر جرم کی قید اگرچہ حدیث میں نہیں ہے لیکن امام بخاری نے قواعد شرع کا لحاظ فرماتے ہوئے لگائی ہے۔

باب اخراج اليهود من جزيرة العرب

غرض یہ ہے کہ سب کافروں کو جزیرہ عرب سے نکال دینا چاہئے۔ یہود کا خصوصی ذکر اس لئے ہے کہ وہ دعویٰ توحید کا کرتے ہیں۔ جب ان کو بھی نکال دینے کا حکم ہے تو باقیوں کے لئے بطریق اولیٰ نکال

دینے کا حکم ہے اَتجر: اس میں ھمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔

باب اذا غدر المشرکون بالمسلمین هل یعفیٰ عنهم

غرض یہ ہے کہ جب کافر مسلمانوں سے عہد شکنی کریں تو معاف کرنے یا نہ کرنے کا معاملہ امام کی رائے پر ہے۔ **نعم یا اباالقاسم**: یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ سے نہ پکارتے تھے کیونکہ یہ نام پاک ان کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا۔

باب دعاء الامام علی من نکث عهداً

غرض یہ ہے کہ عہد شکنی کرنے والوں پر امام کا بددعا کرنا جائز ہے۔

باب امان النساء وجوارهن

غرض یہ ہے کہ مسلمان عورت ایک یا زائد کسی کافر کو امان دے دیں تو وہ امان بھی معتبر ہے۔

باب ذمة المسلمین وجوارهم واحدة یسعیٰ بها ادناهم

غرض یہ مسئلہ بتلاتا ہے کہ مسلمانوں کا امان دینا ایک ہی ہے ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی کسی کافر کو امان دے دے تو وہ سب کی طرف سے معتبر ہے۔

باب اذا قالوا صبأنا ولم یحسنوا اسلمنا

غرض یہ ہے کہ کافر اگر اسلمنا کہنا نہ جانتے ہوں تو اپنی زبان میں اس کے ہم معنی لفظ بھی کہہ دیں تو وہ بھی معتبر ہے۔ پھر وہ حدیث جس میں صبأنا کہنے کا اور حضرت خالد بن ولید کی اجتہادی غلطی کہ اس کو کافی نہ سمجھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض ہوئے لیکن اجتہادی غلطی ہونے کی وجہ سے قصاص نہ لیا یہ حدیث یہاں صرف ترجمۃ الباب میں اشارتاً بیان فرمادی آگے کتاب المغازی میں غزوۃ الفتح کے باب میں تفصیل سے بیان فرمائیں گے۔ **اذا قال مترس فقد آمنه**: یعنی اگر فارسی میں بھی کہہ دے کہ مت ڈرو تو یہ بھی امن دینا ہے مترس فارسی لفظ ہے اس کے معنی ہیں مت ڈر۔

باب الموادعة والمصالحة مع المشرکین بالمال وغیره واثم من لم یف بالعهد

غرض دو مسئلوں کا بیان ہے۔ ۱- کافروں سے صلح کر لینی جائز ہے۔ ۲- عہد شکنی جائز نہیں ہے پھر اس باب اور آئندہ باب میں فرق یہ ہے کہ اس باب میں کافروں سے عہد شکنی کی مذمت بیان کرنی مقصود ہے اور آئندہ باب عام ہے مسلمان اور کافر دونوں سے عہد شکنی کی مذمت مقصود ہے۔ **اتحلفون وتستحقون قاتلکم**: یہ استفہام انکاری ہے۔ **قسامہ میں اختلاف**: عندامامنا ابی حنیفۃ قسامہ میں مدعی پر قسم نہیں ہے وعندالجمہور اگر علامت یعنی خون یا عداوت یا ایک گواہ موجود ہو تو مدعی قسمیں کھائیں گے ورنہ مدعیٰ علیہ قسمیں کھائیں گے ولنا روایۃ ابی داؤد عن سھل بن ابی حثمۃ مرفوعاً تبرأکم یهود بخمسین یمیناً وللجمهور حدیث الباب عن سھل بن ابی حثمۃ مرفوعاً اتحلفون و تستحقون قاتلکم ترجیح ہمارے مسلک کو ہے ترمذی کی روایت کی وجہ سے عن عبداللہ بن عمرو مرفوعاً البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیه۔ **وهو یتشحط**: ای یضطرب و تڑپ رہے تھے۔ **فعقله النبی صلی اللہ علیه وسلم من عنده**: نبی کریم نے اپنے پاس سے دیت ادا فرمادی تاکہ جھگڑا ختم ہوجائے۔

باب فضل الوفاء بالعهد

غرض وعدہ پورا کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب هل یعفیٰ عن الذمی اذا سحر

غرض یہ ہے کہ ذمی اگر جادو کردے یا کوئی اور تکلیف پہنچائے تو معاف کردینا بھی جائز ہے پھر اس جادو اور زہر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھی ان دونوں کا اثر وحی پر نہ ہوا تھا خیال پر اثر ہوا تھا کہ خیال ہوتا کہ یہ کام کرچکا ہوں لیکن ابھی کیا نہ ہوتا تھا۔

باب مایحذر من الغدر

غرض یہ ہے کہ دھوکہ دینا گناہ ہے۔ **موتان**: موت کی

کثرت کقعاص الغنم: یہ بیماری ایسی ہوتی ہے کہ ناک سے خون یا خون جیسی کوئی چیز پیپ وغیرہ بہتی ہے اور جلدی ہی بکری مرجاتی ہے پھر اس حدیث میں جو چھ نشانیاں مذکور ہیں ان میں سے پانچ پائی جا چکی ہیں۔ ۱- وفاتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ۲- فتح بیت المقدس یہ حضرت عمر کے زمانہ میں ہوا۔ ۳- موت کی کثرت یہ طاعون عمواس کی صورت میں پائی گئی جس میں تین دن ستر ہزار اموات واقع ہوئیں۔ یہ طاعون حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں فتح بیت المقدس کے بعد پایا گیا۔ ۴- کثرت مال یہ حضرت عثمان کے زمانہ میں کثرت فتوحات کی وجہ سے پائی گئی۔ ۵- فتنہ یہ حضرت عثمان کی شہادت اور اس کے بعد کے واقعات تھے۔ ۶- البتہ چھٹی نشانی حدہ نہ خاص قسم کی صلح ابھی نہیں پائی گئی۔

باب کیف ینبذالی اهل العهد

غرض طریقہ بیان کرنا ہے معاہدہ ختم کرنے کا کہ صاف صاف اعلان کردیا جائے کہ اب ہمارا معاہدہ ختم ہے۔

باب اثم من عاهد ثم غدر

غرض یہ ہے کہ معاہدہ کرکے اس کے خلاف کرنا گناہ ہے۔
باب: یہ باب تتمہ ہے گذشتہ باب کا کیونکہ اس میں صلح حدیبیکا ذکر ہے جو ایک معاہدہ تھا اور گذشتہ باب معاہدہ ہی کا بیان تھا۔

باب المصالحة على ثلثة ايام اووقت معلوم

غرض یہ ہے کہ معاہدہ میں مدت مقرر کرنی بھی اچھی ہے۔ مدت تھوڑی ہو یا زیادہ ہو۔ ولا یدعوهم احداً: یعنی کسی کو ساتھ نہیں لے جائیں گے۔

باب الموادعة من غير وقت

غرض یہ ہے کہ مدت مقرر کئے بغیر بھی کافروں سے معاہدہ کر لینا جائز ہے۔

باب طرح جيف المشركين في البئر ولا يوخذ لهم ثمن

غرض یہ ہے کہ کافر کا جسم بیچنا جائز نہیں ہے جیسا کہ ترمذی کی روایت میں ہے عن ابن عباس ان المشركين ارادوا ان يشتروا جسد رجل من المشركين فابى النبي صلى الله عليه وسلم۔ حدثنا عبداللہ بن عثمان: اور بعض نسخوں میں یہاں عبدان بن عثمان ہے۔ عبدان حضرت عبداللہ کا لقب تھا۔

باب اثم الغادر للبر والفاجر

غرض یہ ہے کہ امام کی اطاعت کا معاہدہ کرکے توڑنا حرام ہے خواہ امام نیک ہو یا گنہگار ہو۔ **عن ابی وائل عن عبدالله:** مراد عبداللہ بن مسعود ہیں۔ جہاں مطلق عبداللہ صحابہ میں مذکور ہو تو وہاں اصل یہی ہے کہ عبداللہ بن مسعود ہی مراد ہوتے ہیں جب تک کوئی قرینہ اس کے خلاف نہ پایا جائے۔

كتاب بدأالخلق

ربط ماقبل سے یہ ہے کہ پیچھے احکام تھے اب احوال بیان فرماتے ہیں علی ترتیب التاریخ گویا امام بخاری تاریخ بیان کرنے کی ایک عمدہ بنیاد رکھ رہے ہیں کہ ابتداء عالم سے قرن صحابہ تک کے حالات ترتیب وار بیان فرما رہے ہیں۔ اہمیت کی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مستقلاً کتاب المغازی کے عنوان سے بیان فرمائیں گے۔ **تقدیر عبارت:** ھذا کتاب فی بیان ابتدا خلق العالم واجزاءہ واصنافہ۔ **خالق و خلق میں اهم مذاهب:** چند اہم مذاہب یہ ہیں۔ **اول مذہب:** اہل حق کا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوئی سب مخلوق ہیں اور حادث ہیں اور حدوث کی دلیل تغیر ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ کان اللہ ولم یکن معہ شئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا۔ لا احب الآفلین۔ **دوسرا مذہب:** حکماء کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوئی ھیولیٰ کو بھی قدیم مانتے ہیں۔ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ بغیر کسی چیز کے کسی چیز کا پیدا ہونا ہم کبھی نہیں دیکھتے اس لئے ھیولیٰ کو قدیم کہنا ضروری ہے اسی سے سارا عالم بنا ہے جواب۔ تغیر حدوث کی دلیل ہے اور نہ دیکھنا امتناع کی دلیل نہیں ہے۔ **تیسرا مذہب:** دھریہ کا ہے

کہ یہ عالم بلا صانع پایا گیا ہے اور یہ قول بداہۃً باطل ہے بطور تنبیہ کے چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔ ١- ایک دیہاتی نے کہا تھا البعرۃ تدل علی البعیر ہ والاثر علی المسیر فالارض ذات الفجاج والسماء ذات الابراج کیف لا یدلان علی اللطیف الخبیر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے ایک شعر نقل فرمایا

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

٢- ایک مولوی صاحب وعظ کے لئے گاؤں تشریف لائے صرف ایک بڑی بی چرخہ کاتتی ہوئی نظر آئی۔ سمجھانے کے لئے پوچھا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کی کوئی دلیل معلوم ہے یا نہ بڑھیا نے کہا یہ چرخہ دلیل ہے کیونکہ جب یہ معمولی سا چرخہ خود بخود نہیں چل سکتا تو زمین و آسمان اور زندگی اور موت کا عجیب و غریب نظام خود بخود کیسے چل سکتا ہے۔ ٣- ہمارے امام صاحب نے ایک دہریہ سے مناظرہ کا وقت مقرر فرمایا قصداً کچھ دیر سے پہنچے وجہ پوچھنے پر سمجھانے کے لئے ایک فرضی صورت بیان فرمائی کہ میں ایک عجیب تماشا دیکھنے میں مشغول ہو گیا تھا کہ ایک دریا کے کنارے درخت گرا۔ ہوا سے اس کے ٹکڑے ہوئے پھر اتفاق سے ایک ہوا سے جڑے اور کشتی کی شکل بن گئی اور آندھی سے وہ دریا میں گر گئی اور اس پر مسافر آنے جانے لگے۔ اس دہریے نے کہا کہ یہ تو ناممکن ہے۔ فرمایا تو بس پورے عالم کا خود بخود بننا بھی ناممکن ہے۔ ٤- جنگل میں ایک خوبصورت کوٹھی اور اس کے ارد گرد باغیچہ اور سڑکیں اور فوارہ اور قطار میں پھول اور کسی کمرے میں کھانے کا دستر خوان اور کسی میں سونے کی چارپائیاں اور کسی کمرے میں بیٹھنے کے غالیچے وغیرہ دیکھ کر دو شخص ان کے تیار ہونے کی صورت سوچنے لگے ایک کہے کہ ہوا چلی تھی اس سے مٹی کے ٹکڑے اور اینٹیں بن گئیں پھر ہوا چلی درخت گرے اور ٹوٹے اور چھت کی لکڑیاں بن گئیں پھر ہوا چلی تو اینٹیں اوپر نیچے ہو کر دیواریں بن گئیں پھر ہوا چلی تو کچھ لکڑیاں دیواروں پر آ گئیں اور چھت بن گئی ایسے ہی غالیچے اور برتن اور چارپائیاں اور فوارے اور قطار میں پھول اور سڑکیں بن گئیں دوسرا آدمی کہے نہیں ایسا نہیں ہوا کسی سمجھدار نے نقشہ بنایا سامان جمع کیا۔ راج اور مزدور اور بڑھئی بلائے اور یہ عمدہ مکان اور مالی سے باغیچہ بنوایا۔ ظاہر ہے کہ دوسرے شخص ہی کی بات صحیح ہے اسی طرح دہریہ اور موحد کا حال ہے۔ ٥- حضرت مفتی محمد حسن صاحب نے فرمایا کہ چار پانچ شخص مجھ سے ملنے آئے باتوں باتوں میں ان میں ایک صاحب جن کو ان کے ساتھی شیخ صاحب کہتے اس نے کہا کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہیں میں نے کہا کہ تمہارا بولنا دلیل ہے کیونکہ زبان مختلف جگہوں پر لگتی ہے جب جا کر مختلف الفاظ اور حروف ادا ہوتے ہیں ہم کو تو مخارج کا پتہ بھی نہیں ہوتا یہ ایک کام ہے اس کا کرنے والا یہ بولنے والا تو ہے نہیں کیونکہ اس کو مخارج کا پتہ ہی نہیں یہ کام کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ ٦- طالب علم کمرے سے درس گاہ تک آتا ہے یہ نہیں بتا سکتا کہ کتنے قدم اٹھائے پھر ہر قدم میں کتنی رگیں سکڑیں اور کتنی پھیلیں کون کون سے جوڑوں نے حرکت کی لامحالہ یہ خود ان حرکات و سکنات کا خالق نہیں ہے اس کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں۔ ٧- یہ موٹی بات ہے کہ کاتب کے بغیر کتاب نہیں پائی جاتی عمارت بنانے والے کے بغیر عمارت نہیں بنتی تو یہ اتنا بڑا عالم بنانے والے کے بغیر کیسے بن سکتا ہے۔ ٨- ایک شی اپنے مثل سے پہلے ہوتی رہتی ہے مثلاً ایک انسان اپنے جیسے انسان سے پہلے ہوتا ہے دن دن سے پہلے ہوتا ہے رات رات سے پہلے ہوتی ہے ایسے ہی انسان انسان سے پیچھے ہوتا ہے دن دن سے پیچھے ہوتا ہے رات رات سے پیچھے ہوتی ہے تو یہ تقدم اور تاخر لنفسہ ہوگا یا لغیرہ یعنی اس تقدم کو جاری کرنے والی کوئی ذات اور ہوگی یا یہ خود ہی آگے یا پیچھے ہوگا اگر خود ہی آگے یا پیچھے ہوگا اگر خود ہی شی آگے اور پیچھے ہوتی ہو تو سب انسان پہلے بھی ہو جائیں اور سب پیچھے بھی ہو جائیں حالانکہ ایسا نہیں ہے معلوم ہوا کہ کوئی ذات ان کے علاوہ ہے جو ان چیزوں کو آگے یا پیچھے کرتی ہے وہ صانع ہی تو ہے جو اپنے

ارادہ سے آگے یا پیچھے کرتا ہے۔۹-کوئی چیز مربع یعنی چورس شکل کی ہے کوئی گیند کی طرح گول ہے کوئی انسان لمبا ہے کوئی چھوٹا ہے کسی کا چہرہ خوبصورت ہے کوئی بدشکل ہے۔کوئی کالے رنگ کا ہے کوئی سفید رنگ کا ہے کیا یہ سب خود بخود ہیں اگر یہ خود ان کے اختیار میں ہو تو دنیا میں کوئی کالا ہو نہ کوئی بدشکل ہو لامحالہ یہ سب بنانے والی کوئی الگ ذات قدرت وارادہ والی ہے حکمت والی ہے جو اپنی حکمت وارادہ کی وجہ سے مختلف قسم کی شکلیں بناتی ہے وہی صانع کی ذات ہے۔۱۰- جمادات اینٹ پتھر وغیرہ میں تو حیوٰۃ نہیں ہے وہ اپنی خالص کیسے ہوسکتی ہیں کیونکہ خالق کے لئے تو حیوٰۃ علم۔ارادہ اور قدرت ضروری ہے اس لئے لامحالہ یہ خالق کی محتاج ہیں۔۱۱-انسان نطفہ کی شکل میں مردہ تھا۔پھر حیی قادر عالم ماہر بن گیا لیکن پھر بھی نہ وہ ایک بال پیدا کرسکتا ہے نہ رگ نہ کان نہ آنکھ نہ دل نہ دماغ تو جب علم وقدرت کے زمانہ میں یہ چیزیں نہیں بنا سکتا تو جب نطفہ مردہ تھا اس وقت کیسے اپنے آپ کو پیدا کرلیا معلوم ہوا کہ اس کو کسی اور ذات نے پیدا کیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے قال اللہ تعالیٰ اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفاو شیبۃ یخلق مایشاء وھو العلیم القدیر۔ ۱۲-امام رازی نے ایک دیہاتی سے فرمایا کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہیں اور ایک ہیں اس نے مارنے کے لئے لاٹھی اٹھائی کہ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے معلوم ہوا کہ یہ بات دیہاتیوں کے لئے بھی بالکل بدیھی ہے۔ **چوتھا مذہب**:۔ بعض نے کہہ دیا خالق دو ہیں نور اور ظلمت۔جواب اگر ایک خالق وجود زید کا ارادہ کرے تو دوسرا عدم کا ارادہ کرنے پر قادر ہے یا نہ اگر ہے تو اجتماع ہے نقیضان کا کہ زید موجود بھی ہو اور معدوم بھی ہو اگر قادر نہیں تو وہ خدا ہی نہیں۔ **پانچواں مذہب**:۔خالق ہے تو ایک لیکن وہ انسان کا ہم شکل ہے اور اعضا وجوارح والا ہے جواب پھر ہماری طرح محتاج ہوگا اور حادث ہوگا۔ **چھٹا مذہب**:۔ عیسائیوں کا جو اس آیت میں مذکور ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ. جواب۔ چوتھے مذہب کے جواب کی طرح۔ **ساتواں مذہب**:۔حشویہ کا کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفات مخلوق کے مشابہ ہیں اور قرآن پاک یا حدیث پاک میں ہیں اور واقع میں متشابہات میں سے ہیں یا خلاف ظاہر پر محمول ہیں ان کو بالکل ظاہر پر محمول کرتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کے لئے جہت مانتے ہیں۔جواب لیس کمثلہ شئی۔ **آٹھواں مذہب**:۔ بعض فلاسفہ کا ہے کہ خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں لیکن خلق بالاضطرار اور بالطبع ہے دوسرے لفظوں میں ہر چیز کی طبیعت اس کی خالق ہے۔مثلاً آگ اپنی طبیعت کی وجہ سے جلاتی ہے جواب۔خود طبیعت کا ثبوت بھی خلاف عقل ہے اور اس کا اثر بھی خلاف عقل ہے جو دلائل ثبوت طبیعت کے لئے پیش کرتے ہیں نہایت ضعیف ہیں اور پھر اس کا فعل بلا علم اور بلا قدرت اور بلا ارادہ خلاف عقل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ہی کی خلق سے سب کام ہوتے ہیں۔

باب ماجاء فی قول اللہ وھو الذی یبدؤ الخلق ثم یعید وھوا ھون علیہ

اھون فرمانا مخاطبین کے لحاظ سے ہے ورنہ حق تعالیٰ کے لئے دونوں برابر ہیں۔ **کان اللہ ولم یکن شئی غیرہ وکان عرشہ علی الماء**:۔ کان اللہ میں کان ازلی ہے اور وکان عرشہ علی الماء میں کان حادث ہے کہ جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو پہلے پانی کو پیدا فرمایا پھر عرش کو پیدا فرمایا چنانچہ مرفوعاً ترمذی میں ہے اور امام ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے ان الماء خلق قبل العرش۔

ابن تیمیہ کے مختصر حالات وعقائد

یہ ساتویں صدی کے عالم ہیں۔انہوں نے اور ان کے شاگرد ابن قیم نے اس مقام پر بہت بڑی لغزش کی ہے اور تفرد اختیار کیا ہے کہ حوادث ازل میں نعوذ باللہ موجود تھے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم تھے جواب یہ بداھۃً تناقض ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ جیسے جنت کی نعمتیں غیر متناھی ہیں اور ان میں ابطال تسلسل

کے براھین جاری نہیں ہوتے ایسے ہی ماضی میں بھی چیزیں یکے بعد دیگرے ازل سے اور غیر متناھی درجہ سے آرہی ہیں اور ان میں بھی ابطال تسلسل کے دلائل جاری نہ ہوں گے۔ جواب۔ ماضی کی چیزیں وجود حقیقی میں ہوتی ہیں اور مستقبل کی چیزیں وجود مقدر میں ہوتی ہیں اور فرضی محض ہوتی ہیں۔ موجود مجمع اجزاء نہیں ہوتیں۔ اس لئے ان میں ابطال تسلسل کے دلائل نہیں چل سکتے اور ماضی کی چیزوں میں چل سکتے ہیں۔ پھر ابن تیمیہ کے بہت سے تفردات ہیں۔ مثلاً ۱- یہ عالم قدیم بالنوع ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی نہ کوئی مخلوق ہمیشہ رہی ہے۔ ۲- اللہ تعالیٰ خود بھی نعوذ باللہ محل حوادث ہیں۔ ۳- انبیاء علیہم السلام نعوذ باللہ معصوم نہیں ہیں۔ ۴- اہل نار کا عذاب نعوذ باللہ دائمی نہیں ہے۔ ۵- تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی۔ ۶- روضہ مقدس کے لئے سفر گناہ ہے اس لئے اس میں قصر بھی جائز نہیں۔ ۷- توسل بالذات ناجائز ہے پھر ابن تیمیہ کی کتابوں میں سے چار کتابیں زیادہ مشہور ہیں۔ الجواب الصحیح فی الرد علی من بدل دین المسیح اس میں نصاریٰ کی تردید کی ہے۔ ۲- منہاج السنۃ اس میں شیعہ کی تردید کی ہے۔ ۳- بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول یہ کتاب منہاج السنۃ کے حاشیہ پر چھپی ہوئی ہے اس میں بہت سے مسائل میں ماتریدیہ اور اشعریہ کا رد کیا ہے۔ ۴- کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمان واولیاء الشیطان۔ اس میں بہت سے اولیاء اللہ تعالیٰ پر رد کر دیا ہے کہ بلکہ بعض کو کافر تک کہہ دیا ہے جیسے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کو کافر قرار دے دیا ہے۔ ابن تیمیہ کا طریق ابن حزم ظاہری سے ملتا جلتا ہے جنہوں نے مشہور کتاب الملل والنحل لکھی۔ بعض عقائد میں ابن تیمیہ کا عقیدہ حشویہ کے عقیدہ سے ملتا جلتا ہے۔ یہ حشویہ وہ فرقہ ہے جس کے افراد حضرت حسن بصری کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے جب انہوں نے ان کے عقائد کی کمزوری دیکھی تو ان کو ایک طرف بیٹھنے کا حکم دیا تھا اسی لئے ان کا لقب حشویہ ہوا کیونکہ حشو کے معنی طرف کے ہیں یہ حشویہ اللہ تعالیٰ میں چہرہ اور قدم اور خوشی اور مخلوق جیسا غضب اور حسی طور پر عرش پر بیٹھنا اور حسی طور پر پہلے آسمان پر اترنا مانتے ہیں بلکہ بعض نے تو اللہ تعالیٰ کو نعوذ باللہ جسم ہی قرار دے دیا ہے اور اس کی نسبت امام احمد کی طرف کر دی ہے حالانکہ وہ اس سے بری ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے عقیدہ سے پاک ہیں۔ امام زبیدی فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے شیخ نہ پکڑا تھا اس لئے ایسی غلطیوں میں پڑ گئے۔ حتیٰ کہ ان کے زمانہ کے علماء کا اتفاق ہو گیا کہ ان کو قید کر دینا ضروری ہے چنانچہ اس زمانہ کے بادشاہ نے ان کو قید کر دیا اور قید ہی میں ان کی وفات ہوئی۔ **وکتب فی الذکر کل شئی:** یہاں ذکر سے مراد لوح محفوظ ہے اور اس حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ لوح محفوظ کو حق تعالیٰ نے پانی اور عرش کے بعد پیدا فرمایا اور لوح محفوظ کے ساتھ ہی قلم کو پیدا فرمایا۔ **تقطع:** ۱- تاء کے ساتھ باب تفعل سے ماضی کا صیغہ بمعنی تحول میرے اور اونٹنی کے درمیان سراب حائل ہو گیا تھا۔ ۲- ینقطع مجرد سے مضارع معروف ہے بمعنی ینقطع کہ سراب میرے اور اس کے درمیان ختم ہو رہا تھا۔ دونوں توجیہوں کا حاصل یہی ہے کہ بہت دور چلی گئی۔ **اما شتمہ فقولہ ان لی ولداً:** کیونکہ شتم سے مقصود عیب بیان کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کو نعوذ باللہ صاحب اولاد کہنا عیب بیان کرنا اور تنقیص ہے کیونکہ اس سے نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا اور مرکب ہونا اور حادث ہونا اور محتاج ہونا اور صاحب مثل ہونا لازم آتا ہے اور یہ سب تنقیصات ہیں۔

باب ماجاء فی سبع ارضین

غرض سات زمینوں کے حالات کا بیان ہے۔ پھر سات زمینوں کے وجود کا اثبات تو اس آیت سے ہو رہا ہے جو یہاں نقل فرمائی ہے اللہ الذی خلق سبع سموٰت ومن الارض مثلھن اور ان سات زمینوں میں مخلوق کا ثبوت بھی بعض روایات سے ہے جیسا کہ عنقریب ایک روایت نقل کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ لیکن اس مخلوق کی تفصیل میں چار اہم قول ہیں۔ ۱- یہ تفصیل

مفوض الی اللہ ہے۔ گویا اس مخلوق کی حقیقت کو متشابہات میں سے شمار کیا گیا ہے اور دعوت ایمان کی اسی زمین کے ساتھ مختص ہے جس پر ہم رہتے ہیں کیونکہ کسی نبی کا باقی زمینوں میں سے کسی زمین کی طرف جانا کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ ۲۔ بعض حضرات نے مستدرک حاکم کی روایت کو لے لیا جو حضرت ابن عباس سے موقوفاً منقول ہے فی کل ارض آدم کا دکم ونوح کنوحکم وابراہیم کابراھیمکم وعیسیٰ کعیسکم ونبی کنبیکم اور اس کے معنی یہ کئے کہ عالم مثال ہے۔ تصویروں کی طرح ہے جس قسم کی چیزیں خواب میں اور کشف میں نظر آتی ہیں۔ عالم غیب اور عالم شہادت کے علاوہ ایک تیسرا عالم ہے جس کو عالم مثال کہتے ہیں۔ ۳۔ بعض حضرات نے اسی مذکورہ روایت کو لے لیا اور معنی یہ کئے کہ ان طبقات ارض میں ہادی ہیں جو ہماری زمین کے انبیاء علیہم السلام سے ہدایت لیتے رہے ہیں وہ ہادی ہماری زمین کے انبیاء علیہم السلام کے مشابہ اور ان کے متبع ہیں حقیقی نبی نہیں ہیں۔ ۴۔ بعض حضرات نے اسی روایت کو لے لیا اور وہاں حقیقی نبی مان لئے۔ سوال پھر تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے مثال نہ رہے۔ جواب۔ دوسری زمینوں کے آخری نبی بعض صفات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہیں۔ سب صفات میں ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نہیں ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل البشر ہونے پر کوئی اشکال نہ رہا۔ سوال۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت باقی نہ رہی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان زمینوں میں کوئی نبی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آیا ہو۔ جواب ان زمینوں کے نبی آخر الزمان کا آخری نبی ہونا صرف ان کی اپنی زمین کے لحاظ سے ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا مطلقاً ہے اور سب زمینوں کے لحاظ سے ہے یعنی ان سب زمینوں کے آخری نبی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پہلے ہو چکے ہیں کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔ **الزمان قد استدار کھیئة یوم خلق السموٰت والارض**: زمانہ جاہلیت میں مہینے آگے پیچھے کرتے رہتے تھے ۹ھ میں جب حضرت ابوبکر صدیق کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے لئے بھیجا تھا اس سال بھی حقیقت کے لحاظ سے وہ ذی قعدہ تھا اسی لئے قدرت کے باوجود خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف نہ لے گئے اگلے سال سے حساب درست کر دیا گیا اس لئے ۱۰ھ میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اروی۔ اس سے مراد اروی بنت ابی اویس ہیں۔ **انا انتقص من حقھا شیئاً**: شروع میں استفہام انکاری کا ہمزہ محذوف ہے۔ **فانه یطوقه یوم القیامة من سبع ارضین**: سوال مسند احمد میں ہے ان بین الارض والتی تلیھا خمسمائة ایک انسان کے گلے میں کیسے ڈالی جا سکتی ہیں۔ جواباً اتنا ٹکڑا کاٹ کہ ہر زمین کے اتنے ٹکڑے کے ساتھ ملا کر گلے میں بطور سزا کے ڈالا جائے گا۔

باب فی النجوم

غرض ستاروں کو مؤثر ماننے کا رد کرنا ہے کہ بعض جو ستاروں کو حوادث میں مؤثر مانتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ یہ ستارے بیچارے خود اپنے طلوع وغروب اور تیز اور آہستہ ہونے سے عاجز ہیں یہ بیچارے دوسروں پر کیا اثر ڈالیں گے۔

باب صفة الشمس والقمر بحسبان

غرض سورج اور چاند کا حال بیان کرنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی حساب کے مطابق چلتے ہیں۔ **فانھا تذھب حتی تسجد تحت العرش**: اس سجدہ کی صورت کیا ہوتی ہے یہ ہم نہیں جانتے سجدہ بہرحال کرتا ہے جو بھی اس کی شان کے مناسب ہے۔ **الشمس والقمر مکوران یوم القیامة**: اور مسند بزار اور بعض دوسروں کتابوں میں یہ زیادتی بھی ہے اور فی النار پھر اس کی توجیہ میں دو قول ہیں۔ ا۔ جن لوگوں نے سورج اور چاند کی عبادت کی ہے ان کو ڈانٹنا مقصود ہے خود چاند اور سورج کو عذاب نہ ہوگا جیسے دوزخ کا انتظام کرنے والے فرشتے

دوزخ میں ہوں گے لیکن ان کو عذاب نہ ہوگا۔۲۔ یہ دونوں آگ سے پیدا کئے گئے ہیں اس لیے دوزخ میں اور اپنی اصل میں داخل کر دیئے جائیں گے اور عمدۃ القاری میں ایک روایت یوں منقول ہے عن ابن مسعود مرفوعا تکلم ربنا بکلمتین صیر احداھما شمسا والاخری قمرا وکلاھما من النور ویعادان یوم القیامۃ الی الجنۃ لیکن راجح پہلا قول ہے کیونکہ اس کی تائید آیت سے ہوتی ہے اذا الشمس کورت۔

باب ماجاء فی قولہ تعالیٰ وھو الذی ارسل الریاح بشرا بین یدی رحمۃ

غرض یہ بیان کرنا ہے کہ ہوائیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق چلتی ہیں۔ **فاصفا تقصف کل شئی:**۔ ہوا کی صفات میں سے جو قاصف آیا ہے اس کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ جس چیز پر سے گزرتی اس کو توڑ پھوڑ دیتی ہے۔

باب ذکر الملائکۃ

غرض فرشتوں کا اور ان کی انواع کا ذکر ہے پھر ملائکۃ جمع ہے ملک اور ملک کی اصل میں چار قول ہیں۔ا۔ اصل ملاک ہے ثقل کی وجہ سے ہمزہ چھوڑا گیا ہے۔ جیسے شمائل جمع ہے شمال کی اور یہ ماخوذ ہے ملکۃ بمعنی رسالت سے اور میم زائد ہے۔۲۔ ماخوذ ہے الوکۃ بمعنی رسالت سے پھر لام اور ہمزہ میں قلب واقع ہوا باقی تقریر قول اول والی ہے۔۳۔ ماخوذ ہے ملک بفتح المیم سے جس کے معنی اخذ بالقوۃ کے ہیں اور ملائکۃ میں ہمزہ زائد ہے جیسے طرائق جمع ہے طریقۃ کی۔۴۔ ماخوذ ہے ملک بکسر المیم سے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو موت کا مالک بنایا بعض کو صور کا۔ ایسے ہی اوروں کو۔ اور ہمزہ ملائکۃ میں تیسرے قول کی طرح زائد ہے۔ پھر مصداق میں تین قول ہیں۔ا۔ جمہور مسلمین کے نزدیک ملائکہ اجسام ہیں اور مستقل نوع ہیں ان میں توالد و تناسل نہیں ہے۔ **لا یعصون اللہ** ۔۲۔ عیسائیوں کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ فرشتے بعض صالحین کی روحیں ہیں۔۳۔ حکماء فرشتوں کو جواہر مجردہ مانتے ہیں پھر فرشتوں کی دو قسمیں ہیں۔ا۔ کچھ فرشتے ہمیشہ عبادت میں مستغرق رہتے ہیں یسبحون اللیل والنھار لایفترون۔۲۔ کچھ فرشتے مختلف تدابیر میں مشغول رہتے ہیں قال اللہ تعالیٰ والمدبرات۔ **امرا بین النائم والیقظان** یہ نیند اور بیداری کے درمیان ہونا شروع شروع میں تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے بیدار ہوگئے تھے۔ **حتی اتینا السماء الدنیا**:۔ راجح یہی ہے کہ بیت المقدس سے آسمان کا سفر سیڑھی پر یا فرشتوں کے پروں پر ہوا اور مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک براق پر ہوا۔ **فلما جاوزت بکئی**:۔ موسیٰ علیہ السلام کا یہ رونا حسد کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اپنی امت پر شفقت اور ان کی کوتاہیوں پر افسوس کی وجہ سے رونا آگیا۔ **ھذا الغلام**: غلام جو فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی دو توجیہیں ہیں۔ا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جوانوں کی طرح قوی تھے۔۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ لمبی نہ تھی۔ **مراق البطن**:۔ یہ لفظ اس حدیث کے ابتدائی حصہ میں ہے اس کے معنی پیٹ کے نیچے کے حصہ کے ہیں۔ **سلمت بخیر**: یعنی میں نے اپنے پروردگار کے فریضہ کو قبول کرلیا۔ **موکب**:۔ سواروں کی جماعت جو زینت کے ساتھ تو اس کو موکب کہتے ہیں۔

باب اذا قال احدکم امین والملئکۃ فی السماء فوافقت احداھما الاخری غفر لہ ماتقدم من ذنبہ

غرض یہ ہے کہ کچھ فرشتے امین کہنے پر مقرر ہیں۔ **رفرفا**:۔ بچھونا۔ **فجئث** :۔ پہلے جیم پھر ھمزہ پھر ثاء کے معنی ہیں رعب ڈالا گیا اس کے قریب قریب ایک اور لفظ بھی استعمال ہوتا ہے جیم اور دو ثاءوں کے ساتھ اس کے معنی ہیں میں گر گیا لیکن اس حدیث صرف پہلا لفظ ہی منقول ہے۔ **فلاتکن فی مریۃ من لقاء**:۔ ایسے قادر کی ملاقات میں اور قیامت قائم کرنے میں شک نہ کریں۔

باب ماجاء صفۃ الجنۃ وانھا مخلوقۃ

غرض معتزلہ کا رد ہے جو اس کے قائل ہونے کہ جنت اور دوزخ قیامت کے دن پیدا کی جائیں گی۔

التسنیم یعلو شراب اهل الجنة

یہ تسنیم جنت میں ایک خاص قسم کا پانی ہوگا۔

ختامه طینه مسک: اس آیت کی تفسیر مقصود ہے رحیق مختوم کی طین کی جگہ مشک پر مہر لگائی گئی ہوگی۔ **ومنه وضین الناقة:** اونٹنی کی زین کا اندرونی حصہ جو دوہرا بنا ہوا ہو۔

والکوب مالااذن له ولا عروة اذن سے مراد پانی نکلنے کی جگہ ہے اور عروہ سے مراد پکڑنے کا دستہ ہے۔ **عربا مثقلة:** یہاں مثقل سے مراد ضمہ ہے جو فتحہ کی نسبت ثقیل ہوتا ہے یعنی دوضموں کے ساتھ۔ **عروب:** پسندیدہ۔ **المنضود الموز:** یہ تفسیر ہے وطلح منضود کی کہ تہ بتہ جس چیز کا ذکر ہے وہ کیلے ہیں۔ **واطلعت فی النار فرایت اکثر اهلها النساء:** سوال۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ ہر اہل جنت کی دو بیویاں ہونگی تو اس طرح مردوں سے عورتیں جنت میں دوگنی ثابت ہوگئیں اس لیے دوزخ میں عورتیں مردوں سے کم ہونی چاہئیں اور زیر بحث روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ میں عورتوں کی تعداد امردوں سے زائد ہوگی یہ تعارض ہوگیا۔ جواب ہر جنتی کی جو دو بیویاں ہونگی اور اس زیر بحث روایت میں دنیا کی عورتوں کا ذکر ہے۔ حوریں جنت میں مردوں سے زیادہ ہونگی اور دنیا کی عورتیں جنت میں مردوں سے کم ہونگی دوزخ میں مردوں سے زیادہ ہونگی واللہ اعلم۔ **مجامرهم الالوة:** مجامر کے معنی ہیں انگیٹھیاں جن میں آگ جلائی جاتی ہے اس سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ وقود اور الالوۃ ایک خوشبودار لکڑی ہوتی ہے معنی یہ ہو گئے کہ ان کی انگیٹھیوں میں خوشبودار لکڑیاں جلتی اور سلگتی رہیں گی۔ **لکل امری منهم زوجتان:** سوال۔ ایک روایت میں ہے کہ ہر ایک کے لئے بہتر (۷۲) زوجات ہوں گی اور یہاں والی روایت میں صرف دو ہیں تو یہ بظاہر تعارض ہے۔ جواب۔ ۱- دو جماعتیں ہوں گی ایک جماعت میں سے ہر ایک کے لئے دو زوجہ ہونگی اور دوسری جماعت میں سے ہر ایک کے لئے بہتر (۷۲) زوجات ہوں گی۔ ۲- دو زوجہ خاص صفات کی ہوں گی اور باقی ستر میں یہ خاص صفتیں نہ ہوں گی۔ **سبعون الفااو سبعمائة الف:** یہ اوشک راوی کی وجہ سے ہے راجح سبعون الفا ہے کیونکہ مسند بزار میں عن انس مرفوعا ہے مع کل واحد من السبعین الفا سبعون الفا۔ **لایدخل اولهم حتیٰ یدخل اٰخرهم:** حاصل یہی ہے کہ سب اکٹھے داخل ہوں گے۔ **الغابر فی الافق:** اس کے معنی ہیں الذاھب فی الافق۔

باب صفة ابواب الجنة

غرض جنت کے دروازوں کا حال بیان کرنا ہے۔

باب صفة النار وانها مخلوقة

غرض معتزلہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ جہنم قیامت کے دن پیدا کی جائے گی اس کا رد کر دیا کہ جہنم اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمادی ہے۔ **غسقت عینه:** اس کی آنکھ سے ٹھنڈا پانی نکلا۔ **لیساط:** اس کے معنی ہیں یختلط۔

مارج خالص الی قوله مرج امر الناس اختلط

مارج کے دو معنی آیت میں ہو سکتے ہیں آیت یہ ہے وخلق الجان من مارج من نار۔ ۱- پہلے معنی یہ ہیں خالص۔ ۲- دوسرے معنی ہیں ملی ہوئی یعنی ہوا سے ملی ہوئی آگ سے اللہ تعالیٰ نے جنات کو پیدا فرمایا جیسے انسان کو پانی سے ملی ہوئی مٹی سے پیدا فرمایا۔ انسان میں آگ اور ہوا بھی ہیں لیکن پانی اور مٹی غالب ہیں اور ان دونوں میں سے بھی مٹی غالب ہے۔ پھر امام بخاری نے اس لمبی عبارت میں پہلے معنی صراحۃً بیان فرمائے ہیں اور دوسرے معنی اشارۃً بیان فرمائے ہیں۔ **قیل لاسامة لواتیت فلانا**۔ فلان سے مراد حضرت عثمان ہیں کہ فتنہ ختم کرنے کے متعلق ان سے گفتگو کرو۔

انکم لترون انی لا اکلمه الا اسمعکم

تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہارے سامنے ہی ان سے باتیں کرتا ہوں تمہیں سنا کر ایسا نہیں ہے بلکہ میں تنہائی میں بھی ان سے فتنہ کے بارے میں باتیں کرتا رہتا ہوں۔

ان كان علي اميراً لام محذوف ہے لان کان یعنی امیر ہونے کی وجہ سے میں کسی کو خیرالناس نہیں کہتا جو بات دل میں ہوتی ہے وہی کہتا ہوں کیونکہ ظاہر اور باطن میں فرق کرنے والے کا عذاب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا ہوں۔

باب صفة ابليس وجنوده

غرض ابلیس اور اس کی فوج کے حالات کا بیان کرنا ہے پھر جنات کی نسل کس سے چلی اس میں دو قول ہیں۔۱۔تفسیر جلالین میں ہے کہ ابلیس ابوالجن ہے۔۲۔المبتداءلابی حذیفۃ اسحاق بن بشر القرشی میں ہے عن ابن عباس موقوفاً خلق اللہ سومیا ابا الجن وھوالذی خلق من مارج من نار قال تبارک وتعالیٰ تمن قال اتمنیٰ ان نری ولانریٰ وان نغیب فی الثریٰ وان یصیر کھلنا شاباً فاعطی ذلک پھر اس میں دو قول ہیں کہ جنات آدم علیہ السلام سے پہلے کتنا عرصہ زمین پر رہے۔بعض روایات میں سومیا ہے اور شین ہی راجح ہے تین نقطوں والا۔۱۔ چالیس (۴۰) سال ۲۔ دو ہزار (۲۰۰۰) سال) **مشط**: کنگھی۔**مشاقة**: روئی کا گالا یعنی روئی کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا جو انگلی کی شکل میں بنایا جاتا ہے اور چرخے پر کاتا جاتا ہے۔**وجف طلعة ذكر**: غلاف مذکر خوشے کا۔**ان الفتنة هھنا حيث يطلع قرن الشيطان**: اس فتنہ کے مصداق میں دو قول ہیں۔۱۔حضرت عثمان کو شہید کرنے کا فتنہ۔۲۔روافض کا فتنہ کیونکہ روافض مشرقی بلاد میں پھیلے تھے جیسے عراق خراسان وغیرہ۔**فقال فهل بي جنون**: اس شخص کا خیال تھا کہ تعوذ صرف جنون میں پڑھا جاتا ہے۔اس شخص کے مصداق میں امام نووی نے دو احتمال بیان فرمائے ہیں۔۱۔منافقین میں سے تھا۔۲۔موٹی عقل کے دیہاتیوں میں سے تھا۔**ولم يسلط عليه**: یعنی دعا پڑھنے کی برکت سے شیطان پورا مسلط نہ ہو سکے گا کیونکہ وسوسہ تو آتا ہی ہے۔**فطعن في الحجاب**: حجاب کے مصداق میں دو توجیہیں ہیں۔ ۱۔حجاب سے مراد وہ کھال ہے جو شکم مادر میں بچے پر ہوتی ہے۔

۲۔ وہ کپڑا مراد ہے جس میں بچے کو ولادت کے بعد لپیٹا جاتا ہے۔حدیث پاک کا حاصل یہ ہوا کہ شیطان جب عیسیٰ علیہ السلام تک نہ پہنچ سکا تو مذکورہ حجاب تک جا پہنچا۔سوال۔اس سے تو یہ لازم آیا کہ عیسیٰ علیہ السلام سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ حالانکہ افضلیت تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ جواب۔۱۔ قاضی عیاض نے اشارہ فرمایا ہے کہ یہ شیاطین سے محفوظ رہنے کا حکم سب انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے اور اس حکم میں سب انبیاء علیہم السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شریک ہیں۔۲۔فضیلت جزئی اس معاملہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے اور کلی فضیلت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔کلی فضیلت اصل مقصد میں ہوتی ہے اور جزئی فضیلت کسی خاص صفت میں ہوتی ہے یہاں کلی فضیلت اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔سوال۔اگر انبیاء علیہم السلام پر شیطان کا حملہ مانا جائے تو نعوذ باللہ انبیاء علیہم السلام کا گمراہ ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام تو معصوم ہیں۔جواب یہ شیطان کا حملہ صرف وسوسہ کے درجہ میں ہے سلطان اور غلبہ کے درجہ میں نہیں ہے اور وسوسہ معصوم ہونے کے خلاف نہیں ہے البتہ شیطان کا سلطان اور غلبہ معصوم ہونے کے خلاف ہے اور وہ نیک لوگوں پر شیطان کو حاصل نہیں ہے جیسا کہ ارشاد پاک ہے حق تعالیٰ کا ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔**افيكم الذي اجاره الله من الشيطان على لسان نبيه صلى الله عليه وسلم**: کیا تمہارے اندر یعنی عراق میں وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پناہ دی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پناہ دیئے جانے کو بیان فرمایا ہے اور اس کا مصداق حضرت عمار بن یاسر ہیں جو صفین کی لڑائی میں حضرت علیؓ کے ساتھ شریک تھے اور اسی لڑائی میں شہید کر دیئے گئے تھے۔زیر بحث روایت کے بعد والی روایت میں تصریح ہے کہ مصداق حضرت عمار بن یاسر ہی ہیں پھر حضرت ابوالدرداءؓ کو کیسے معلوم

ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک میں ان کو شیطان سے محفوظ قرار دیا گیا ہے اس کی چار توجیہات ہیں۔ ا- اس حدیث پاک سے حضرت ابودرداء نے استنباط فرمایا یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار کہ ایسا کرنے والا وہی ہوگا جو شیطان سے محفوظ ہو۔ ۲- کسی موقعہ میں حضرت ابوالدرداء کے سامنے اس قسم کے الفاظ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے عمار کو شیطان سے پناہ دے دی ہے۔ ۳- حضرت عمار بن یاسر ان صحابہ کرام میں سے ہیں جو شروع میں ایمان لے آئے تھے اور ان ہی کے بارے میں یہ آیت بھی نازل ہوئی الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان اس سے حضرت ابوالدرداء نے استنباط فرمایا کہ دل میں اطمینان ہونا شیطان سے محفوظ ہونے کی علامت ہے۔ ۴- حضرت عمار بن یاسر کے متعلق ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا مرحبا بالطیب المطیب اس سے حضرت ابوالدرداء نے استنباط فرمالیا کہ ایسا شخص شیطان سے محفوظ ہوتا ہے۔ **فتقر فی اذن الکاھن کما تقر القارورۃ**: یعنی جیسے شیشی میں پانی وغیرہ ڈالنا ہو تو پانی کے برتن کے ساتھ شیشی کو جوڑا جاتا ہے ایسے ہی یہ شیاطین کاھن کے کان کے ساتھ منہ لگا کر بات کرتے ہیں۔ **فصاح ابلیس ای عباد اللہ اخراکم**: یعنی ابلیس نے پکارا کہ اے اللہ کے بندو اپنے سے پیچھے جو لوگ ہیں ان سے لڑو چنانچہ مسلمانوں نے پیچھے آنے والوں سے لڑنا شروع کر دیا مشرک سمجھ کر حالانکہ وہ تو مسلمان ہی تھے۔ اس طرح غلطی سے کچھ مسلمان شہید ہو گئے۔ ان شہید ہونے والوں میں حضرت حذیفہؓ کے والد حضرت یمان بھی تھے۔ **فمازالت فی حذیفۃ منہ بقیۃ خیر حتیٰ لحق باللہ**: اس عبارت کی چار توجیہات کی گئی ہیں۔ ا- اخیر دم تک حضرت حذیفہؓ اپنے والد صاحب کے خطاءً قتل کے لئے دعا اور استغفار فرماتے رہے۔ ۲- اخیر دم تک حضرت حذیفہؓ کو یہ غم رہا کہ ان کے والد صاحب کو ایک مسلمان نے قتل کیا کافر نے شہید نہ کیا۔ ۳- اپنے والد صاحب کے اس طریقہ سے قتل ہونے کے غم کا ثواب عنداللہ اخیر دم تک سوچتے رہے۔ ۴- مسلمان جو اس خاص آزمائش میں پڑے کہ خطا مسلمانوں سے ہی لڑنا شروع کر دیا اس کا غم حضرت حذیفہ کو اخیر دم تک رہا۔ **الرویا الصالحۃ من اللہ**: یعنی اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو خوش کرنے کے لئے ہوتے ہیں تا کہ وہ نشاط سے عبادت کرے ان میں شیطان کا دخل نہیں ہوتا اور اس کا فیصلہ ماہر معتبر ہی کرتا ہے کہ یہ خواب شیطان کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے اسی لئے خواب خیر خواہ سمجھدار ہی کے پاس ذکر کرنا چاہئے۔ **فلیبصق عن یسارہ**: بائیں جانب اس لئے ہے کہ بائیں جانب گھٹیا شمار کی جاتی ہے۔ **انت افظ واغلظ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**: یہ جو دو لفظ ہیں افظ اور اغلظ ان دونوں کے معنی ہیں اخلاق میں زیادہ سخت۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سختی تو صرف کافروں اور منافقوں کے لئے تھی۔ یایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم اور اے عمر آپ کی سختی حد سے آگے بڑھ گئی اور مسلمان مردوں اور عورتوں پر بھی جاری ہوتی ہے۔

باب ذکر الجن وثوابھم و عقابھم

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ جنات بھی موجود ہیں اور ان کو نیکی پر ثواب اور گناہ پر عقاب بھی ہوتا ہے اور وہ انسانوں کی طرح مکلف ہیں۔ بہت سے فلاسفہ اور زنادقہ اور قدریہ سے جنات کے وجود کا انکار نقل کیا گیا ہے۔ یہ انکار باطل ہے کیونکہ قرآن پاک اور احادیث سے جنات کا وجود ثابت ہے صراحۃً باقی ان کا نظر نہ آنا یہ عدم کی دلیل نہیں ہے جیسے ہوا نظر نہیں آتی لیکن موجود ہے لطافت یا کسی اور مانع کی وجہ سے وہ ہمیں نظر نہیں آتے اس لئے نظر نہ آنا عدم کی دلیل نہیں ہے۔ پھر اہل اسلام میں جنات کے بارے میں تین اہم مذاہب ہیں۔ ا- جمہور اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جنات بھی مکلف ہوتے ہیں اور ثواب

وعقاب میں اور دخول جنت اور دخول نار میں انسانوں کی طرح ہیں اور اسی قول کو امام فخر الاسلام نے حنفیہ کا راجح قول قرار دیا ہے۔۲- ہمارے امام ابوحنیفہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ جنات کا ثواب یہی ہے کہ وہ عذاب سے بچ جائیں حضرت انور شاہ صاحب نے اس کی وضاحت یہ فرمائی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے دنیا میں جنات آبادیوں کے کناروں میں رہتے ہیں ایسے ہی نیک جن جنت میں بھی کناروں پر رہیں گے۔ حضرت انور شاہ صاحب نے فرمایا کہ اصل روایت یہی تھی ناقلین نے تصرف کیا اور جنت میں جان کی مطلقاً نفی امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کر دی۔ حضرت انور شاہ صاحب کی اس وضاحت کا لحاظ کیا جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس روایت میں اور آئندہ آنے والے امام مالک کے قول میں فرق باقی نہیں رہتا۔ ۳- فتح الباری میں اسی باب میں امام مالک کا قول یوں منقول ہے کہ جنات میں سے برے دوزخ میں جائیں گے اور نیک جنت کے حواشی و اطراف میں جائیں گے۔ ہماری حنفیہ کی راجح روایت اور جمہور کی متعدد دلیلیں ہیں۔۱- **لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان** اور طمث سے مراد جماع ہی ہے۔۲- **یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰت والارض فانفذوا**۔۳- **ولمن خاف مقام ربہ جنتن**۔۴- **فیومئذ لایسئل عن ذنبہ انس ولا جان**۔ یہ چاروں آیتیں سورہ رحمٰن کی ہیں اور سورہ رحمان میں انسانوں اور جنوں کو صراحۃً بار بار خطاب ہے **فبای الاء ربکما تکذبان** اس خطاب کے ساتھ مذکورہ چار آیتوں میں مکلف ہونے اور جنت میں جانے اور حوریں ملنے کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ جنات کا داخلہ جنت میں انسانوں کی طرح ہوگا۔ امام مالک کی دلیل آخرت کو دنیا پر قیاس کرنا ہے کہ جیسے دنیا میں جنات آبادیوں کے کناروں پر رہتے ہیں ایسے ہی جنت میں بھی رہیں گے جواب یہ ہے کہ نص کی موجودگی میں قیاس سے استدلال نہیں ہوسکتا۔ ہمارے امام صاحب کی ایک روایت کی دلیل یہ آیت ہے **یغفرلکم من ذنوبکم و یجرکم من عذاب الیم**۔ اس میں بھی اچھے جنات کا ثواب مذکور ہے کہ عذاب سے بچ جانا ان کا ثواب ہے۔ اور **واما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا** میں جنات کا دوزخ میں جانا مذکور ہے کیونکہ یہ جنات کی کلام ہے جو اپنے بارے میں فرمارہے ہیں۔ **وانامنا المسلمون و منا القاسطون**۔ جواب یہ ہے کہ جنت میں جانے کی نفی ان آیات میں نہیں ہے بلکہ سکوت ہے اور ہم نے جو آیات ذکر کی ہیں ان میں جنت میں جانے کا اثبات ہے اور ترجیح مثبت زیادۃ کو ہوتی ہے۔

یمعشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم

ان آیتوں سے استدلال یوں ہے کہ ان آیتوں میں یہ بھی ہے **ینذرونکم لقاء یومکم ھذا** اس سے جنات کا عذاب ثابت ہوا اور یہ آیت بھی ہے **ولکل درجات مما عملوا** اس سے ان کا جنت میں جانا ثابت ہوا کہ کیونکہ درجات کا لفظ جنت کے مختلف حصوں پر بولا جاتا ہے۔ **ولقد علمت الجنة انھم لمحضرون ستحضر للحساب** اس سے صاف معلوم ہوا کہ جنات مکلّف ہیں اور ان کا حساب ہوگا۔

باب قولہ عزوجل واذصرفنا الیک نفراً من الجن

اس باب کی دو غرضیں ہیں۔۱- جنات موجود ہیں۔۲- ان کے لئے ثواب وعقاب ہے۔

باب قول اللہ عزوجل وبث فیھا من کل دابة

اس باب کی دو غرضیں ہیں۔۱- سب جانور اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔۲- ترتیب خلق کی یوں ہے کہ پہلے فرشتے پھر جن پھر حیوانات پھر آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ **الجان والافاعی والاساود** جان باریک ہلکا سا سانپ ہوتا ہے۔ الافاعی جمع ہے

أفعیٰ کی بیکالے رنگ کا ہوتا ہے اور انسان پر بہت حملہ کرتا ہے اور اساود جمع ہے اسود کی یہ بہت بڑا سانپ ہوتا ہے اور سب سانپوں میں سے زیادہ مہلک ہوتا ہے۔ پھر بعض نسخوں میں الجان کی جگہ الجنان ہے جیم کے کسرہ اورنون کی تشدید کے ساتھ یہ جمع ہے جان کی۔ **یستسقطان الحبل:** یعنی یہ دونوں قسم کے سانپ حمل پر حملہ کرکے اس کو گرادیتے ہیں۔ فرأنی ابولبابۃ اوزید بن الخطاب:۔ مقصد یہ ہے کہ گذشتہ روایت شک کے ساتھ بھی منقول ہے اور زید بن الخطاب حضرت عمر بن الخطاب کے بھائی ہیں جو جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

باب خیر مال المسلم غنم یتبع بھا شعف الجبال

الجبال:۔ ظاہر بھی ہے کہ غرض یہ ہے کہ بکری برکت والا جانور ہے فتنوں سے بھاگنے کے لئے اس سے استعانت لی جاتی ہے۔ **راس الکفر نحو المشرق:**۔ اس میں اشارہ ہے کہ مجوسی کفار کا کفر بہت شدید ہے یہ فارس میں رہتے تھے اور متکبر تھے ان کے بادشاہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب مبارک پھاڑ دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے کر دی۔ **اذاسمعتم صیاح الدیکۃ فاسئلوا اللہ من فضلہ فانھارات ملکا:**۔ الدیکۃ دال کے کسرہ اور یاء کے فتحہ کے ساتھ جمع ہے دیک کی جس کے معنی مرغ کے ہیں اس ارشاد پاک سے تین باتیں ثابت ہوئیں جن کو مسائل مستنبطہ کہتے ہیں۔ ا- صالحین کی ملاقات کے وقت دعاء قبول ہوتی ہے۔ ۲- رحمت کے فرشتہ کی موجودگی میں دعاء مانگی جائے تو امید ہوتی ہے کہ وہ آمین کہے گا۔ ۳- مرغا فضیلت والا جانور ہے اور بابرکت ہے اور رات کے اوقات کا ماہر ہے ہمیشہ اذان دیتا ہے رات چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔ **وانی لااراھا الاالفار:**۔ ابواسحٰق زجاج اور ابن العربی اس کے قائل ہو گئے کہ بندر جو اس وقت موجود ہیں یہ ان بندروں کی نسل سے ہیں جو اصل میں بنی اسرائیل تھے اور بطور عذاب کے بندر بنا دیئے گئے تھے۔ اور جمہور اس کے قائل ہیں کہ یہ ان کی نسل سے نہیں ہیں۔ ہماری جمہور کی دلیل مسلم شریف کی روایت ہے عن ابن مسعود مرفوعاً ان اللہ لم یھلک قوماً اویعذب قوماً فجعل لہ نسلاً وان القردۃ والخنازیر کانوا قبل ذلک حضرت زجاج اور ابن عربی کی دلیل زیر بحث بخاری شریف کی روایت ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعاً انی لااراھا الاالفار کہ میرا خیال یہی ہے کہ بنی اسرائیل کی جو ایک جماعت گم ہو گئی تھی وہ یہ چوہے ہیں معلوم ہوا کہ عذاب والی امت کی نسل باقی رہتی ہے۔ اس لئے جس جماعت کا بندر بننا قرآن وحدیث میں مذکور ہے ان کی نسل بھی باقی ہے جو ہمارے زمانہ میں موجود ہیں۔ جواب۔ ا- زیر بحث حدیث پاک کے معنی یہ ہیں کہ یہ موجودہ چوہے ان کی جنس سے ہیں یہ معنی نہیں کہ ان کا شخص یا ان کی نسل باقی ہے۔ ۲- یہ ارشاد پاک اس زمانہ پر محمول ہے جبکہ ان کی موت کی اطلاع ابھی نہ دی گئی تھی۔

فقلت افاقرأ التورٰۃ: یہ حضرت ابوہریرہؓ کا ارشاد ہے اور استفہام انکاری ہے کہ میں تو تورٰۃ نہیں پڑھتا کہ اس میں سے نقل کروں اس لئے جو نقل کر رہا ہوں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی نقل کر رہا ہوں۔ **وزعم سعد بن ابی وقاص:**۔ یہ کس کا مقولہ ہے اس میں دو قول ہیں۔ ا- حضرت عروہ کا مقولہ ہے ۲- حضرت عائشہ کا مقولہ ہے۔

باب خمس من الدواب فواسق یقتلن فی الحرم

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ ان پانچ جانوروں کو حرم میں قتل کرنا بھی جائز ہے پھر ان کا نام جو فواسق رکھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ فسق کے معنی حد سے نکلنے کے ہوتے ہیں اور یہ پانچ جانور بھی عام حشرات کے طریقہ سے نکلے ہوئے ہیں کیونکہ یہ انسانوں کو زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ **واجیفوا الابواب:** دروازے بند کر دیا کرو۔ **نزل نبی من الانبیاء تحت شجرۃ:** یہ کون سے نبی تھے اس میں دو قول ہیں۔ ا- حضرت عزیر علیہ السلام ۲- حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ **بجھازہ:**۔ اس کے معنی سامان کے ہیں۔ **فاوحی**

الیہ فھلا نملۃ واحدۃ: اس وحی مبارک کی تفصیل میں تین توجیہیں ہیں۔ ۱- چونٹیوں کو جلانا اس امت میں جائز تھا صرف خاف اولی کرنے پر تنبیہ کی گئی۔ ۲- اس نیت سے انہوں نے جلایا کہ بعد میں کسی انسان کو ان سے تکلیف نہ پہنچے اس لئے اس جلانے کا درجہ اماطۃ الاذیٰ من الطریق جیسا ہے۔ ۳- یہ ضابطہ ظاہر فرمانا مقصود ہے کہ دنیا میں بعض دفعہ بعض کی معصیت کی وجہ سے پوری قوم پر بھی عذاب آ جاتا ہے۔

باب اذاوقع الذباب فی شراب احد کم فلیغمسہ

غرض مکھی کی عجیب وغریب خلقت کا بیان فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے پر میں شفا رکھی ہے جیسے سانپ کے زہر کا تریاق اللہ تعالیٰ نے اسی کے سر میں رکھا ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ پھر وہ مکھی پہلے بیماری والا پر ڈالتی ہے ایسا کیوں کرتی ہے۔ اس کی دو توجیہیں کی گئی ہیں۔ ۱- اس کی طبیعت ہی ایسی بنادی گئی ہے کہ پہلے بیماری والا پر پانی وغیرہ پر پڑتا ہے۔ ۲- اس کو اس موقعہ پر الہام ہوتا ہے جیسا کہ شہد کی مکھی کا الہام قرآن پاک میں مذکور ہے۔ واوحی ربک الی النحل۔

کتاب الانبیاء علیہم السلام

رابط: ۱- پیچھے ذکر کردیا گیا تھا کہ جس ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اسی ترتیب سے امام بخاری ذکر فرمارہے ہیں یعنی پہلے ملائکہ پھر جنات پھر حیوانات پھر انبیاء علیہم السلام۔ ۲- پیچھے مخلوقات کا ذکر تھا اب اشرف المخلوقات کا ذکر ہے اور پھر اشرف المخلوقات میں الاشرف فالاشرف کا ذکر ہے پہلے انبیاء علیہ السلام کا ذکر ہے پھر صحابہ کا اور غرض انبیاء علیہم السلام کے احوال کا بیان ہے۔ پھر غرض اصلی تو انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہی ہے تبعاً حضرت لقمان اور حضرت مریم کا ذکر بھی ہے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ دونوں حضرات امام بخاری کے نزدیک نبی تھے۔ **عدد الانبیاء علیہم السلام**: عدد میں۔ ۱- راجح قول ایک لاکھ چوبیس ہزار کا ہے جیسا کہ صحیح ابن حبان میں حضرت ابوذرؓ سے مرفوعاً وارد ہے۔ ۲- دوسرا قول عدد میں آٹھ ہزار کا ہے جیسا کہ مسند ابی یعلیٰ حضرت انسؓ سے مرفوعاً وارد ہے پھر ابن حبان والی مذکورہ روایت میں یہ بھی ہے کہ ان میں سے تین سو تیرہ رسل ہیں۔ **لفظ نبی کی تحقیق**: اس میں متعدد اقوال ہیں۔ ۱- نبأ بمعنی خبر دینا سے لیا گیا ہے کیونکہ نبی خبر دیتا ہے فعیل بمعنی اسم فاعل ہے۔ ۲- نبأ بمعنی خبر دینا سے لیا گیا ہے اور فعیل بمعنی اسم مفعول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیا ہوا۔ ۳- نبوۃ بمعنی ارتفاع سے لیا گیا ہے کیونکہ نبی کا مرتبہ اونچا ہوتا ہے۔ ۴- نبی کے معنی لغت میں طریق کے بھی آتے ہیں۔ نبی بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ ہوتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے لاتصل علی النبی کہ راستہ پر نماز نہ پڑھ۔

مدار النبوۃ: نبوت کا مدار اللہ تعالیٰ کے اعلام اور وحی پر ہوتا ہے انسان کے علم یا کشف یا جبلت پر مدار نہیں ہوتا۔ اسی لئے نبی کی وفات سے نبوت ختم نہیں ہوتی۔ **نبوۃ کے اصطلاحی معنی**: النبوۃ ھی سفارۃ العبد بین اللہ وبین خلقہ لازاحۃ عللہم فیما یحتاجون من مصالح الدارین۔ **نبی اور رسول میں فرق مختلف اقوال ہیں**۔ ۱- کوئی فرق نہیں۔ مصداق ایک ہے۔ ۲- رسول کے لئے نئی کتاب اور نئی شریعت ضروری ہے نبی عام ہے۔ ۳- رسول کے لئے کم از کم ایک زائد حکم ہونا ضروری ہے۔ نبی سب احکام میں سابق نبی کے تابع بھی ہوسکتا ہے نیا حکم ہو یا نہ ہو نبی کہہ سکتے ہیں اس قول میں بھی نبی عام ہے۔ ۴- رسول کے لئے ضروری ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس آئیں نبی عام ہے جبرئیل علیہ السلام آئیں یا صرف نداء یا خواب کی صورت میں وحی آجائے۔ **نبی کی تعریف**: ھوانسان بعثہ اللہ الی الخلق لتبلیغ احکامہ۔

عصمۃ الانبیاء علیہم السلام: عصمت کے معنی ہیں الزلۃ عن مادۃ المعصیۃ اور معصیت کا مادہ ہے نفس یا شیطان کا غلبہ اور معصیۃ کے معنی ہیں قصداً مخالفت کرنا۔ المعصیۃ ھی المخالفۃ قصداً اور اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کبائر سے معصوم ہوتے

ہیں۔ صغائر میں اختلاف ہوا ہے اور عقل ونقل اس پر بھی جمع ہیں کہ وہ ہر قسم کے نقص وعیب سے بھی پاک ہوتے ہیں اور جمہور فقہا جن میں حنفیہ بھی آ گئے اسی کے قائل ہیں کہ صغائر سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ **دلائل عصمت**:۔ اجماع مذکور کے علاوہ بہت سی آیات بھی عصمت پر دلالت کرتی ہیں بطور نمونہ صرف چند آیات ذکر کی جاتی ہیں۔ ۱- **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ** اگر نبی صغیرہ گناہ بھی کرتا ہو تو لازم آئے گا کہ وہ گناہ بھی اسوہ حسنہ کا مصداق بن جائے اور اس کا بھی ہمیں امر ہو جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ گناہ کا امر نہیں فرماتے۔ ۲- **وانهم عندنا لمن المصطفین الاخیار** ۔ ۳- **ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحا** اور کبیرہ گناہ کے ساتھ اصطفا کیسے جمع ہوسکتا ہے۔ ۴- اگر کبیرہ جائز ہو تو کبائر بھی جائز ہوں گے اور کثرت کبائر والا فاسق اور ظالم ہوتا ہے اور ارشاد ہے **الا لعنة اللہ علی الظالمین** حالانکہ انبیاء علیہم السلام تو مورد رحمت ہوتے ہیں۔ وہ مورد لعنت کیسے ہوسکتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک کیونکہ لعنت کے معنی ہیں ترک رحمت۔ ۵- **اطیعو اللہ واطیعوا الرسول' من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ صغائر صادر ہونے کے شبہ کا جواب**:۔ جو شاذ قول ہے کہ صغائر ہو سکتے ہیں تو اس شاذ قول والوں کو شبہ لگنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ بعض دفعہ انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب وارد ہوا ہے۔ اس شبہ کے متعدد جواب ہیں۔ ۱- یہ بہت نادر ہے اور النادر کالمعدوم۔ ۲- ایسا فعل خطایا نسیانا وارد ہوا ہے اس لئے اس کو گناہ نہیں کہہ سکتے۔ ۳- ایسے افعال کی تاویل بالکل ظاہر ہوتی ہے جو ان افعال کو گناہ سے نکال دیتی ہے۔ ۴- حضرت جنید کا مقولہ ہے حسنات الابرار سیئات المقربین اس لئے انبیاء علیہم السلام کو خلاف اولیٰ پر بھی عتاب ہو جاتا ہے وہ گناہ نہیں ہوتا۔ **بل فعله کبیر هم هذا پر اشکال وجواب**:۔ بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمانا **بل فعله کبیر هم هذا** کذب ہے اور کذب گناہ ہے۔

جواب ۱- میں ان کا بڑا ہوں میں نے یہ کیا ہے۔ ۲- **بل فعله** پر وقف ہے کہ ہاں کیا ہے آگے مبتدا اور خبر ہیں کہ ان کا بڑا یہ ہے۔ اس سے پوچھ لو کس نے کیا ہے۔ کذب نہ رہا۔ ۳- کنایہ کے طور پر فرما دیا کہ میں نے ہی یہ کام کیا ہے جیسے کسی کمرے میں دو شخص رہتے ہوں ایک لکھنا جانتا ہو دوسرا نہ جانتا ہو تو تیسرا آدمی آئے۔ وہاں پڑی ہوئی اچھی لکھائی دیکھے اور پوچھے کہ یہ کس نے لکھ دیا تو لکھنے والا کہے کہ میرے اس ساتھی نے لکھ دیا ہوگا تو کنایہ ہوتا ہے کہ میں نے ہی تو لکھا ہے دوسرا تو کوئی احتمال نہیں ہے۔ اسی طرح یہاں ہے کہ اس بڑے بت کے متعلق تو کوئی احتمال ہی نہیں ہے کہ اس نے سب بتوں کو توڑا ہو اس لئے بالکل ظاہر ہے کہ میں نے ہی یہ کام کیا ہے۔ تو کنایہ ہوا جھوٹ نہ ہوا۔ ۴- اس بڑے نے مجھے غصہ دلایا میں نے گردنیں کاٹ دیں تو یہ بڑا سبب بنا اور سبب ہونے کی وجہ سے نسبت بڑے کی طرف کر دی اس کو اسناد مجازی کہتے ہیں اور اسناد مجازی جھوٹ نہیں ہوتا۔

انی سقیم پر اشکال وجواب

بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام تندرست تھے پھر جو فرمایا انی سقیم تو بظاہر یہ کذب ہے جو گناہ ہے جواب۔ ۱- یہ معنی ہیں کہ احتمال ہے کہ آئندہ بھی بیمار ہو جاؤں کذب نہیں ہے۔ ۲- باری کا بخار ہوا کرتا تھا جو ایک دن چھوڑ کر وقت مقرر پر ہوا کرتا ہے اس لئے ستاروں کو دیکھ کر وقت کا اندازہ لگایا اور فرمایا کہ عادت کے مطابق مجھے تو بخار ہونے والا ہے اس لئے میں تمہارے ساتھ میلے میں نہیں جا سکتا یہ جھوٹ نہیں ہے۔ ۳- میں آئندہ زمانہ میں مرنے والا ہوں۔ سقم سے مراد سقم کامل یعنی موت ہے۔ وہ سمجھے کہ فی الحال بخار وغیرہ ہے یہ توریہ ہوا کہ ایک لفظ کے دو معنی ہیں ایک جلد ذہن میں آنے والے ایک ذرا غور سے ذہن میں آنے والے بولنے والا یہ دور کے معنی مراد لے اور سننے والا قریب والے معنی لے۔ ضرورت کے موقعہ میں یہ جائز ہے جھوٹ نہیں ہے جو گناہ کا شبہ ہو۔ ۴- یہ معنی ہیں کہ مجھے

تمہارے کفر کی وجہ سے غم کی بیماری ہے وہ ظاہری بیماری سمجھے یہ بھی توریہ ہی کی ایک صورت ہے جھوٹ نہیں ہے کہ گناہ کا شبہ ہو۔

خلاف اولیٰ صادر ہونے میں حکمتیں

۱- انبیاء علیہم السلام سے جو خلاف اولیٰ کام صادر ہو جاتے تھے ان میں ایک حکمت یہ تھی کہ اگر کبھی بھی غلطی نہ ہوتی تو جاہل ان کو خدا کہنا شروع کر دیتے۔ خلاف اولیٰ کام ہوئے عتاب ہوا توبہ فرمائی درجہ پہلے سے بھی بہت اونچا ہو گیا۔ ۲- بعض کوئی شرعی مسئلہ عملی طور پر ظاہر فرمانا ہوتا تھا جیسے مثلاً اخیر رات میں نیند کے غلبہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فجر کی نماز قضا ہوئی تو نماز قضا کرنے کا طریقہ ظاہر کر دیا گیا۔

آدم علیہ السلام کی غلطی میں خصوصی مصلحتیں

شیطان نے تکبر کر کے شقاوت کا دروازہ کھولا تو حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آدم علیہ السلام توبہ کریں تا کہ قیامت تک کے لئے توبہ کا دروازہ کھل جائے جو بہت بڑی سعادت ہے۔ ۲- مکلف ہونے کی ابتدا اسی غلطی سے ہوئی اور مکلف ہونا رفع درجات کا ذریعہ ہے مکلف ہونے کی جگہ زمین ہے۔ غلطی ہوئی زمین پر آئے مکلف بنے ترقی فی درجات القرب کا دروازہ کھل گیا۔ ۳- زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونے کا ذریعہ یہی غلطی بنی۔ خلافت زمین پر ہی ظاہر ہوئی تھی انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ ۴- انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا ذریعہ یہی غلطی بنی زمین پر آئے مکلف بنے تو رہنمائی کے لئے رسل کی ضرورت ظاہر ہوئی۔ ۵- رفع درجہ کی حکمت ظاہر ہوئی جو باقی انبیاء علیہم السلام کی غلطیوں میں بھی قدر مشترک ہے۔

اس کی توجیہات کہ آدم علیہ السلام کی غلطی گناہ نہ تھی

۱- نسی ولم نجد لہ عزما یعنی نہی اور عداوت کو بھول گئے اور نسیان میں گناہ نہیں ہوتا۔ ۲- ابلیس نے عجیب وغریب تقریر کی کہ نہی اب ختم ہو چکی ہے جب نہی کی گئی تھی اس وقت اس دانہ کے کھانے پر واقعی قادر نہ تھے کیونکہ نئے نئے جنت میں آئے تھے۔ اب رہتے رہتے مناسبت ہو چکی ہے اس لئے کھانے میں کچھ حرج نہیں اور نہ کھانے میں نقصان ہے کیونکہ اس کے بغیر جنت میں خلود نہیں ہو سکتا پھر آدم علیہ السلام نے ابلیس کو یا تو پہچانا نہیں کیونکہ شکل بدل کر آیا تھا یا وسوسہ کی صورت تھی یا پہچان تو لیا لیکن اس اصول پر عمل فرمایا انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال۔ ۳- ابلیس نے چونکہ بات یوں شروع کی تھی کہ اب آپ کی اپنی بیوی سے جدائی ہونے والی ہے کیونکہ اس دانہ کے بغیر یہاں ہمیشہ رہ نہیں سکتے جب نکلیں گے تو الگ الگ ہو جائیں گے اس جدائی کا صدمہ ایسا ہوا کہ زیادہ غور نہ فرما سکے اور ابلیس کی باتوں میں آ گئے۔ ۴- چونکہ ابلیس نے آتے ہی چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا تھا آدم علیہ السلام نرم دل والے تھے اس کے رونے سے گھبرا گئے اور زیادہ غور نہ فرما سکے اور اس کی باتوں میں آ کر دانہ کھا لیا۔ ۵- ابلیس نے چونکہ قسم کھائی تھی اور آدم علیہ السلام کے ذہن میں یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کوئی شخص جھوٹ بول ہی نہیں سکتا اس لئے اس کی باتوں میں آ گئے اور دانہ کھا لیا۔

باب خلق آدم وذریۃ

اس باب کی غرض آدم علیہ السلام کے حالات کا بیان ہے اور انبیاء علیہم السلام کے حالات میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے حالات ذکر فرمائے کیونکہ وہ اول الرسل اور اول الانبیاء ہیں۔ یہی قول اصح بلکہ یہی صحیح ہے اس کے خلاف صحیح ہی نہیں ہے اور آیت مبارکہ میں جو وارد ہے انی جاعل فی الارض خلیفۃ تو اس میں خلیفہ کے مصداق حضرت آدم علیہ السلام ہی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام زمین تک پہنچانے میں اور جاری کرنے میں وہ اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں۔ سوال۔ حدیث شفاعۃ میں مرفوعاً حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ وہ اول الرسل ہیں جواب نوح علیہ السلام کو اول الرسل فرمانے کے معنی ہیں اول الرسل الی الکفار گویا یہ اولیت اضافی ہے اور آدم علیہ السلام کا اول الرسل ہونا حقیقی ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی

ہے کہ بخاری شریف میں آگے آئے گا کتاب التوحید میں باب قولہ تعالیٰ وجوہ یومئذناظرۃ الی ربھاناظرہ میں نوح علیہ السلام کے متعلق اول نبی بعثہ اللہ فی الارض۔ اس روایت میں بالا جامع بھی توجیہ ہے اول نبی بعثہ اللہ فی الارض الی الکفار ایسے ہی اول الرسل الی الکفار ہے پس معتزلہ کا آدم علیہ السلام کی رسالت کا انکار کرنا تمہید کتاب میں ابوالشکور السالمی کی تصریح کے مطابق یہ انکار معتزلہ کا کفر ہے۔ معتزلہ کی دلیل ایک یہ ذکر کی جاتی ہے کہ اولاد سے پہلے رسالت کی ضرورت نہ تھی جواب۔ آدم علیہ السلام کو شریعت دی گئی تھی تا کہ وہ خود عمل فرما دیں اور حضرت حوا عمل فرما دیں۔ معتزلہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ نعوذ باللہ ان سے عصیان صادر ہوئی اور عاصی اسوہ حسنہ نہیں بن سکتا۔ جواب یہ خطا تھی گناہ نہ تھا۔ لفظ عاصی آدم علیہ السلام پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے جیسے ایک مرتبہ کپڑے سینے والے کو خیاط نہیں کہا جاتا اسی طرح ایک دفعہ غلطی ہو جانے سے نعوذ باللہ نہ عاصی کہہ سکتے ہیں نہ فاسق کہہ سکتے ہیں۔

خلق اللہ آدم وطولہ ستون ذراعاً

اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنا قد آدم علیہ السلام کا عمر بھر میں ہونا تھا وہ شروع میں ہی بنا دیا گیا تھا ان کی اولاد کی طرح نہ تھا کہ پہلے چھوٹا قد ہو پھر آہستہ آہستہ بڑا ہو۔

ان اول زمرۃ یدخلون الجنۃ علی صورۃ القمر لیلۃ البدر

یہ انبیاء علیہم السلام کی پاک جماعت کا حال ارشاد فرمایا گیا ہے۔ یا اللہ ان پاک ہستیوں کے طفیل ہماری بخشش بھی بلا عذاب فرما دے آمین یا رب العالمین۔ **ثم الذین یلونھم علی اشد کوکب دری:** یہ اولیاء اللہ کا حال ہے یا اللہ بلا استحقاق محض اپنے فضل سے ہمیں بھی ان میں داخل فرما دے۔ آمین یارب العالمین۔ **ستون ذراعاً فی السماء** یہاں بمعنی العلو الطول ہے۔ ان کے قد اتنے بڑے ہونگے۔ **کبۃ:** یہ لفظ اس حدیث پاک سے کچھ پہلے ہے اس کے معنی ہیں قلبہ میں نے الٹا

کیا۔ **انہ علی رجعہ لقادر النطفۃ فی الاحلیل:** یہ ایک تفسیر ہے کہ اللہ تعالیٰ نطفہ کو واپس احلیل میں داخل فرمانے پر بھی قادر ہیں گو اس کا وقوع نہیں ہوا کرتا صرف بیان قدرت ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعثت پر قادر ہیں اور اس کا وقوع ہوگا۔ **لولا بنو اسرائیل لم یخنز اللحم:** وادی تیہ میں بنی اسرائیل نے ایک دن سے زائد من وسلویٰ رکھنا شروع کر دیا تو وہ بدبو دار ہونا شروع ہو گیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو گوشت خراب نہ ہوا کرتا۔ **ولولا حواء لم یخن انثیٰ زوجھا** یعنی حضرت حواء نے مشورہ دیا تھا حضرت آدم علیہ السلام کو دانہ کھانے کا اور وہ سبب بنی تھیں اس اجتہادی خطاء کا اس لئے ان کی اولاد میں بھی عورتیں خاوندوں کی غلطیوں کا سبب بنتی رہتی ہیں۔

باب الارواح جنود مجندۃ

تین غرضیں ہیں۔ ۱- ارواح کے حالات کا بیان کرنا۔ ۲- یہ ثابت کرنا کہ بنی آدم اور خود آدم علیہ السلام مرکب ہیں روح اور جسد سے۔ ۳- روح جسم پر مقدم ہے پھر اس باب کا ربط انبیاء علیہم السلام کے ابواب کے ساتھ یہ ہے کہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں ہماری روحیں انبیاء علیہم السلام کی ارواح پر عاشق تھیں۔ پھر جنود مجندہ کے معنی یہ ہیں کہ روحوں کی جماعتیں جمع تھیں اور ان میں اچھے اور برے ملے جلے تھے۔

باب قول اللہ عزوجل ولقد ارسلنا نوحاً الی قومہ

غرضیں باب سے دو ہیں۔ ۱- حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کا بیان۔ ۲- سورہ نوح کی آیات کی تفسیر۔

بتمثال الجنۃ والنار جنت اور دوزخ کی تصویریں دجال کے ساتھ ہوں گی۔ **ھل تدرون لمن یجمع اللہ الاولین والآخرین:** یہاں من بمعنی ما ہے اور باء سببیہ ہے یعنی لای شئی **فیبصر ھم الناظر:** اس لئے کہ پہاڑ اور ٹیلے ہٹا کر ایک میدان بنا دیا جائے گا۔ **فیقول بعض**

الناس :۔ شاید اس حدیث شفاعۃ کبریٰ میں بھی بعض الناس کا مصداق امام ابوحنیفہ ہی ہوں کہ بعض الناس کے مشورہ سے لوگ انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں شفاعت کبریٰ کے لئے حاضر ہوں گے۔ **فیقولون یا نوح انت اول الرسل**:۔ سوال اول الرسل تو آدم علیہ السلام ہیں۔ جواب۔ ۱۔ نوح علیہ السلام ان رسولوں میں سب سے پہلے تھے جو بعثت کے وقت موجود لوگوں کی طرف بھیجے گئے تھے۔ آدم علیہ السلام کی بعثت کے وقت کوئی آدمی آدم علیہ السلام کے سوئی موجود ہی نہ تھا جس کی طرف ان کو بھیجا جاتا۔ ۲۔ کافروں کی طرف وہ پہلے رسول تھے۔ ۳۔ ان لوگوں کی طرف وہ پہلے رسول تھے جو زمین میں پھیلے ہوئے تھے۔ ۴۔ وہ پہلے رسول تھے جو غیر اولاد کی طرف بھیجے گئے۔ ۵۔ وہ ان رسولوں میں سے پہلے تھے جن کی قوم کفر کی وجہ سے ہلاک کی گئی۔ ۶۔ حوکا اول الرسل کیونکہ وہ آدم ثانی تھے بعد میں صرف ان کی اولاد ہی دنیا میں رہی باقی ہلاک کر دیئے گئے یا ان کی نسل آگے نہ چلی اسی لئے ان کو آدم ثانی بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وجعلنا ذریۃ هم الباقین۔

باب وان الیاس لمن المرسلین

غرض حضرت الیاس علیہ السلام کے حالات کا بیان ہے پھر امام بخاری نے دو باب الگ الگ باندھے ہیں ایک حضرت الیاس علیہ السلام کے حالات کے لئے اور ایک حضرت ادریس علیہ السلام کے حالات کے لئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک دونوں الگ الگ ہیں اور یہی جمہور کا قول ہے ابن عربی اس کے قائل ہوئے کہ دونوں ایک ہی ہیں، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ جب دو نام قرآن پاک میں الگ الگ مذکور ہیں تو اصل یہی ہے کہ دو شخص الگ الگ ہیں۔ ابن عربی کی ایک دلیل یہ ہے کہ دونوں کے بارے میں زندہ آسمان پر اٹھایا جانا بعض روایات میں منقول ہے یہ علامت ہے کہ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ جواب اس سے دونوں کے حالات کا ایک جیسا ہونا معلوم ہوا ذات کا ایک ہونا لازم نہ آیا۔ دوسری دلیل ابن عربی کی اس باب کی تعلیق ہے ویذکر عن ابن مسعود وابن عباس ان الیاس ھو ادریس جواب۔ ۱۔ یہ تعلیق صیغہ تمریض سے ہے اور یہ تمریض اور مجہول کا صیغہ علامت کمزور ہونے کی ہوتا ہے۔ ۲۔ اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ الیاس نام کے ایک شخص حضرت نوح علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں جیسے حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں۔ البتہ جو الیاس علیہ السلام نبی ہیں وہ تو نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور بنی اسرائیل میں سے ہیں۔

باب ذکر ادریس علیہ السلام

غرض حضرت ادریس علیہ السلام کے حالات کا بتلانا ہے پھر بعض نسخوں میں ترجمۃ الباب کے بعد یہ بھی ہے وھو جد ابی نوح علیہ السلام اس پر اشکال ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر جو امام بخاری نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد فرمایا یہ علامت ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام بعد کے زمانہ کے ہیں کیونکہ امام بخاری ترتیب وار انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرما رہے ہیں اور یہ عبارت چاہتی ہے مقدم ہوں حضرت نوح علیہ السلام پر جواب۔ ۱۔ ترجمۃ الباب کی ترتیب بعض کے قول پر مبنی ہے اور اس عبارت کا ذکر امام بخاری کی اپنی تحقیق ہے۔ ۲۔ حضرت ادریس علیہ السلام بالا جماع مقدم ہیں حضرت نوح علیہ السلام پر اور ابواب کی ترتیب میں امام بخاری نے ابھی مزید غور کرنا تھا لیکن نہ کر سکے۔ **ویقال جد نوح علیہما السلام**:۔ یہ عبارت بہت کم نسخوں میں ہے پھر جن نسخوں میں ہے تو اس عبارت کی توجیہ یہ ہے کہ حقیقت تو یہ ہے کہ والد کے دادا تھے لیکن والد کا دادا خود اس شخص کا بھی دادا کہلاتا ہے مجازاً اس لئے جد نوح علیہما السلام کہہ دیا گیا۔ **ثم اوخلت**:۔ مفعول محذوف ہے ای اوخلت الجنۃ اور بعض روایات میں یہی مفعول مذکور ہے اور یوں عبارت ہے ثم ادخلت الجنۃ۔

فاذا فیھا جنا بذ اللؤلؤ و اذا ترابھا مسک

اس کے دو معنی کئے گئے۔ ۱۔ سنگریزے موتی تھے یعنی دنیا میں

فرش میں جہاں پتھر استعمال ہوتے ہیں وہاں موتی تھے۔ بجری کی جگہ موتی تھے اور مٹی مشک تھی۔۲-موتیوں کے گنبد تھے۔

باب قول الله عزوجل والى عاد اخاهم هودا

باب کی دوغرضیں ہیں۔۱-حضرت ھودعلیہ السلام کا ذکر مبارک۔ ۲-اس آیت مبارکہ کی تفسیر۔ **اذانذر قومه بالاحقاف**: یہ احقاف ایک وادی کا نام ہے۔خاویہ: گرے ہوئے۔

باب قصة ياجوج و ماجوج

غرض یاجوج ماجوج کے قصہ کا ذکر کرنا ہے اور اس قصہ کے ذکر کرنے سے بھی اصل مقصود حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا ذکر ہے اسی بنا پر یہ باب انبیاء علیہم السلام کے ابواب کے مناسب ہوا۔ پھر امام بخاری کا طرز یہ ظاہر کرتا ہے کہ امام بخاری اس قول کو ترجیح دینا چاہتے ہیں جس میں حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کو انبیاء علیہم السلام میں شمار کیا گیا ہے دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ نبی نہ تھے ایک نیک بادشاہ تھے۔اس تقریر سے ان لوگوں کا رد بھی ہو گیا جو کہتے ہیں کہ قرآن پاک والے واقعہ میں اسکندر یونانی کا ذکر ہے رد کی تفصیل یہ ہے کہ اسکندر یونانی جو عیسیٰ علیہ السلام کا ہم عصر تھا یہ تو مشرک تھا اس کو صرف اس لئے اسکندر کہے تھے کہ اس کی فتوحات بھی اسکندر رومی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی طرح بہت تھیں۔ رد کی صورت یہ اختیار فرمائی امام بخاری نے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر سے پہلے فرمایا کیونکہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر تھے۔حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا نام راجح قول کی بنا پر عبداللہ تھا۔دوسرا قول ہے کہ مصعب تھا تیسرا قول ہے کہ اسکندر ہی نام تھا لقب جو ذوالقرنین ہوا اس کی وجہ میں مختلف اقوال ہیں۔۱-انہوں نے جب اپنی قوم کو حق کی طرف بلایا تو قوم نے قرن راس یمین پر مارا شہید ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے زندہ کردیا پھر دعوت دی تو قرن یساری الراس پر قوم نے مارا پھر شہید ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا اس لئے ذی القرنین علیہ السلام لقب ہو گیا۔۲-زمین کے مغرب و مشرق کے انتہاء تک پہنچے گویا زمین کے قرنین تک پہنچے۔۳-فارس و روم دنیا کے قرنین تھے دونوں کو فتح فرمایا۔۴-ضفیر تین تھیں جس کو اردو میں چوٹی اور پنجابی میں گت کہتے ہیں۔عربی میں قرن کہتے ہیں۔۵-سر پر دو مینڈیاں تھیں یعنی تھوڑے تھوڑے بال بنے ہوئے تھے۔ان کو عربی میں ذوابہ بھی کہتے ہیں اور قرن بھی کہہ دیتے ہیں۔٦-ان کے تاج کے دو کنارے تھے۔۷-سر مبارک میں قرن اور سینگ کی طرح چھوٹے چھوٹے کنارے تھے۔۸-اندھیرا اور روشنی قرنین ہیں دونوں میں سفر فرماتے رہے اس لئے یہ لقب ہوا۔۹-ظاہر اور باطن قرنین ہیں دونوں کا علم دیا گیا تھا اس لئے یہ لقب پایا۔

باب و قول الله عزوجل ويسئلونك عن ذى القرنين

راجح یہاں پر باب کے بغیر ہے جیسا کہ عینی میں لئے گئے بخاری شریف کے نسخہ میں ہے اور جس نسخہ میں یہاں باب ہے تو یہ باب پہلے باب کا بدل ہے۔اور اس کے بعد وقول اللہ عزوجل گذشتہ قول اللہ تبارک وتعالیٰ پر معطوف ہے بہرحال یہ باب گذشتہ باب کا تتمہ ہے اور غرض حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے حالات کا بیان ہے۔

فلذلک فتح اسطاع: یعنی اصل میں استطاع تھا پھر تاء کو حذف کر کے اس کا فتحہ ہمزہ کو دے کر ہمزہ کو قطعی بنادیا گیا۔اسی بنا پر ایک قرأۃ ہے فما اسطاعوا۔ **والد كذاك من الارض مثله**: ای مثل ما مر یعنی زمین سے ملا ہوا اور زمین کے برابر۔ **وتليد**: ای لم یرتفع بلند نہ ہوا۔ **حدب اكمة**: یعنی حدب کے معنی ٹیلا ہیں۔ **مثل البرد المحبر**: سیاہ سفید لکیروں والی چادر کی طرح تھی وہ دیوار۔ **قال رأيته**: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی تصدیق فرمادی کہ تو نے واقعی وہ دیوار دیکھی ہے۔وہ ایسی ہی ہے۔ **ويل للعرب من شرقداقترب**: یہ حضرت عثمان کی شہادت

کی طرف اشارہ شمار کیا گیا ہے اسی لئے عرب کی تخصیص ہے مقصد یہ ہے کہ حضرت عثمان کی شہادت سے فتنے شروع ہو جائیں گے پھر آہستہ آہستہ بڑھتے رہیں گے۔ **مثل هذا وعقد بيده تسعين** :. تسعین کا اشارہ یوں ہوتا ہے کہ دائیں ہاتھ کی سبابہ (مسبہ) کے کنارے کو انگوٹھے (ابہام) کی جڑ پر رکھ دیا جائے اس طرح مسبہ سے گول دائرہ بن جاتا ہے اس لیے معنی یہ ہو گئے اتنا گول سوراخ بن گیا ہے اس دیوار میں جو یاجوج ماجوج کو بند رکھنے کے لیے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے بنائی تھی۔ سوال۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے **وعقد وهيب بيده تسعين** اور زیر بحث روایت میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد فرمانا مذکورہ ہے۔ یہ تعارض ہوا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد کے ذریعہ سے اشارہ فرمایا یا راوی نے اشارہ فرمایا۔ جواب۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف گول دائرہ بنا کر سمجھا دیا کہ دیوار میں سے اتنا سوراخ ہو گیا ہے۔ اسی کو آگے راویوں نے **عقد تسعين** وغیرہ کے ساتھ تعبیر کر کے بیان فرمایا۔ سوال بخاری شریف کی کتاب الفتن میں ابن عیینہ کے بارے میں ہے عقد سفیان تسعین او مائۃ اور مائۃ کا اشارہ بائیں ہاتھ سے خنصر بند کر کے اور باقی چاروں انگلیاں کھول کر ہوتا ہے اور مسلم میں ہے عقد سفیان بیدہ عشرۃ اور عشرہ کا اشارہ یوں ہے کہ دائیں ہاتھ کی سبابہ کے ناخن کے کنارے کو انگوٹھے کی اوپر والی لکیر پر رکھ دیا جائے یہ تعارض پایا گیا کہ اشارہ **تسعين** کا تھا یا **مائة** کا یا **عشره** کا جواب۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دائرہ بنا دیا راویوں نے اسی دائرہ کو بیان کرنے کے لئے کبھی تسعین کبھی مائۃ کبھی عشرہ کی صورت بنائی ان سب میں دائرہ بنتا ہے مقصود دائرہ کا ذکر تھا خاص عدد مقصود نہیں تھا۔

عباراتنا شتى وحسنک واحد
کل الى ذاک الجمال يشير

سوال۔ یہ سب حدیثیں اس مرفوع حدیث کے خلاف ہیں **انا امة امية لانكتب ولانحسب**۔ جواب نفی حساب کی تعیین اور تفصیل کی ہے کہ ہم حساب وغیرہ کی زیادہ تفصیلات سے واقف نہیں ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ثابت ہے وہ اجمالی اشارہ دائرہ کا ہے کہ دیوار میں گول سوراخ ہو گیا۔ حساب کی تفصیل بیان فرمانا مقصود نہیں ہے۔ **من كل الف تسعمائة وتسعة وتسعين** :. غرض یہ ہے کہ جہنم میں زیادہ جائیں گے اور جنت میں بہت کم جائیں گے۔ خاص عدد بیان فرمانا مقصود نہیں۔ **فكبرنا** :. حضرات صحابہ کرام کا یہ اللہ اکبر کہنا تعجب اور خوشی کی وجہ سے تھا۔

باب قول الله عزوجل
واتخذ الله ابراهيم خليلا

ا۔ غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات کا بیان ہے۔ پھر خلیل کے معنی میں اقوال مختلف ہیں۔ ا-**الخليل ماليس في محبته خلل**۔ ٢- **الخليل من محبته تخلل القلب بحيث لايسعه غيره**۔ ٣- **الخلة حب فيه احتياج للحاجات** اسی لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ خلہ نہیں ہو سکتی۔ **الرحيم بلسان الحبشة** :۔ یعنی اواہ حبشہ کی زبان میں رحیم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور عربی میں متضرع یعنی آہ وزاری کرنے والا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ **انكم محشورون حفاة عراة غرلا** :. لفظ غرل جمع ہے اغرل کی جس کے معنی ہیں ایسا شخص جس کے بدن سے کوئی چیز بھی دور نہ کی گئی ہو حتیٰ کہ ختنہ کی کھال بھی دور نہ کی گئی ہو۔ سوال۔ ابو داؤد میں ہے **عن ابى سعيد انه لما حضره الموت دعا بثياب جدد فلبسها ثم قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الميت يبعث في ثيابه التى يموت فيها** اور زیر بحث روایت میں بغیر کپڑوں کے حشر مذکور ہے یہ تو تعارض ہے۔ جواب ا- قبر سے کپڑوں کے ساتھ اٹھیں گے حشر میں کپڑے نہ ہوں گے۔ ٢- کپڑے شہداء کے ہوں گے باقیوں کے نہ ہوں گے۔ ٣- مومنین کا حشر کپڑوں کے ساتھ اور کفار کا بغیر کپڑوں کے ہوگا۔ **واول من**

يكسى يوم القيامة ابراهيم:. ایسا کیوں ہوگا اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ ۱- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے خانہ کعبہ کو کپڑے پہنائے تھے اس لئے اس کے بدلہ میں قیامت میں آپ کو سب سے پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے۔ ۲- حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چونکہ کپڑے اتار کر دنیا میں کافروں نے آگ میں ڈالا تھا اس تکلیف کے بدلہ میں جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں آئی تھی یہ بدلہ دیا جائے گا کہ آپ کو سب سے پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے۔ ۳- چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے زیادہ پردہ کی نیت سے سلوار پہنی تھی اس نیکی کا بدلہ پہلے کپڑے پہننے کی صورت میں قیامت کے دن دیا جائے گا۔ پھر ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے اول من یکسی ابراہیم حلۃ من الجنۃ اس سے وضاحت ہوگئی کہ یہ اولیت مطلقاً کپڑے پہننے کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ جنت کے کپڑے پہننے کے لحاظ سے ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی رحمت سے امید یہی ہے کہ سب مؤمن کپڑوں کے ساتھ ہی قبروں سے اٹھیں گے جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ **فيقال انهم لم يزالوا مرتدين على اعقابهم منذ فارقتهم**:. سوال جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا مرتد ہونا کیسے مخفی رہ گیا۔ جواب موحدین کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ مرتدین کے اعمال نہیں پیش کئے جاتے پھر ان مرتدین کے مصداق میں توجیہات متعدد ہیں۔ ۱- جو اسلام سے مرتد ہوئے **نعوذ باللہ من ذلک**۔ ۲- اعمال صالحہ چھوڑنے والے مراد ہیں۔ ۳- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد جو مرتد ہوئے صرف وہی مراد نہیں ہیں بلکہ قیامت تک مختلف زمانوں میں مرتد ہونے والے مراد ہیں۔ سوال۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو فرمائیں گے اصحابي اصحابي جیسا کہ اسی زیر بحث روایت میں صراحۃً مذکور ہے اس سے اس تیسری توجیہ کی نفی ہوتی ہے کہ قیامت تک کے مرتدین مراد ہیں۔

جواب۔ بعد کے لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علامتوں سے پہچان لیں گے کیونکہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ اس امت کے عصاۃ اور گنہگاروں کو بھی پہلی امتوں کے گنہگاروں سے پہچانا جاسکے گا جیسا کہ اس امت کے صالحین کو پہلی امتوں کے صالحین سے علامات کے ذریعہ قیامت میں پہچانا جاسکے گا۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہچان لینے پر کچھ اشکال نہیں ہے۔ سوال۔ تیسری توجیہ پر یہ اشکال بھی ہے کہ اگر قیامت تک آنے والے مرتدین مراد ہوں تو ان کو اصحابي اصحابي فرمانا مناسب نہیں ہے۔ جواب۔ یہ اصحابي فرمانا ایسا ہی ہے جیسے امام ابوحنیفہ کے مقلدین کو اصحاب ابي حنیفہ کہہ دیا جاتا ہے اگرچہ بہت بعد کے زمانہ میں ہوں۔ پھر کس قسم کے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد یا بعد کے زمانوں میں مرتد ہوئے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایسے لوگ چند قسم کے ہوئے ہیں۔ ۱- موٹی عقل کے بے سمجھ دیہاتی جو اپنی عافیت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ ۲- منافقین۔ ۳- نومسلم مؤلفۃ القلوب جو ابھی تردد میں ہوتے ہیں کہ مضبوطی سے اسلام قبول کریں یا نہ کریں۔ ۴- گنہگار لالچ میں آکر اپنی آخرت برباد کر لینے والے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذرا سا سمجھدار بھی دین کو کچھ نہ کچھ سمجھ لینے کے بعد اس سچے دین کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ **قترة**:. اس کے معنی ہیں سیاہی۔ **فاذا هو بذيخ ملتطخ**:. ذیخ کے معنی ہیں ضبع کثیر الشعر اور ضبع کے مصداق میں تین قول ہیں۔ ۱- بجو ہے جو مردے کھاتا ہے۔ ۲- گفتار اور ہنڈار ہے بجو نہیں ہے۔ یہ ہنڈار بکری جیسا ہوتا ہے نہروں کے کنارے پر ہوتا مردے نہیں کھاتا۔ ۳- بجو اور ہنڈار اور گفتار ایک ہی ہے اور یہی ضبع کا مصداق ہے۔ ان تین قولوں میں سے ہے ہمارے استاد حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے پھر اس حدیث پاک میں جو متلطخ (ملتطخ) کا لفظ ہے اس کی صورت میں چار قول ہیں۔ ۱- گوبر لید سے بھرا ہوا۔ ۲- کیچڑ سے بھرا ہوا۔ ۳- خون سے بھرا ہوا۔ ۴- انسانی پاخانہ

سے بھرا ہوا۔ حاکم کی روایت میں ہے عن ابی ھریرہ فیمسخ اللہ اباہ صبعاً اور ابن منذر کی روایت میں ہے فاذا راہ کذلک تبرامنہ۔ صورت بدلنے سے قرابت کا پہچاننا ختم ہو گیا اس سے ندامت بھی ختم ہو گئی جیسے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح اور ایک روایت میں یوں بھی ہے یوجد بحجرۃ ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فانتزع منہ ابراھیم علیہ السلام۔ **قال اتقاھم**: یعنی زیادہ عزت والا لوگوں میں سے وہ ہے جو عمل میں بڑھ کر ہو۔ **قال فیوسف نبی اللہ**: یعنی اگر تم اکرم الناس نسباً پوچھنا چاہتے ہو جمیع ازمنہ کے لحاظ سے تو یوسف علیہ السلام اور ان کے نسب کی تین پشتیں ہیں کہ مسلسل چار پشتیں نبوت کی ہیں۔ **قال فعن معاون العرب تسالون**: اس زمانہ میں نسب میں سب سے اونچا کون ہے اگر یہ پوچھنا چاہتے ہو جواب یہ ہے کہ جس نسب کو لوگ اشرف سمجھتے ہیں اس کا شریعت میں لحاظ ہے لیکن دارومدار علم پر ہے یعنی عرفی شرافت نسبی ہی معتبر ہے جبکہ اسلام اور علم بھی ساتھ ہو۔ پھر نسب کو معادن سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ جیسے سونے چاندی سے مختلف قسم کی اور مختلف شکل کی چیزیں بن سکتی ہیں ایسے ہی نسب بھی مختلف فضائل علمیہ اور عملیہ قبول کر لیتا ہے۔ **بین عینیہ مکتوب کافر**: صحیح یہی ہے کہ یہ حقیقت پر محمول ہے اور یہ ہر مومن کے لئے حسی علامت ہوگی اس کے دجال ہونے کا مومن خواہ پڑھا لکھا ہو یا نہ ہو یہ علامت پہچان لے گا۔ **فانظر والی صاحبکم**: یعنی صورت اور حلیہ کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ میں ابراہیم علیہ السلام کے بہت مشابہ ہوں۔ **مخطوم بخلبۃ**: موسیٰ علیہ السلام کے اونٹ کی لگام جب میں نے دیکھا تو کھجور کے چھلکے کی تھی۔ تفصیل پیچھے کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔ **بالقدوم**: اس لفظ کو اگر دال کی تخفیف کے ساتھ پڑھا جائے تو دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ۱۔ بڑھئی یعنی لکڑی کا کام کرنے والے کا آلہ جسے تیسہ کہتے ہیں۔ ۲۔ شام میں ایک جگہ کا نام ہے اور اگر اس لفظ کو دال کی تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو پھر ایک ہی معنی ہوں گے یعنی شام میں ایک جگہ کا نام **لم یکذب ابراھیم علیہ السلام الاثلث کذبات**: سوال یہ تو توریہ وغیرہ کی صورتیں تھیں جیسا کہ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے پھر ان کو کذبات کیوں فرمایا۔ جواب۔ مراد یہ ہے کہ کذب کے مشابہ صورتیں تھیں۔ ۲۔ فہم مخاطب کے لحاظ سے کذب تھیں اگرچہ نسبت متکلم کے لحاظ سے کذب نہ تھیں اسی لئے شدید ضرورت میں اور خوش طبعی میں جبکہ مخاطب کو ایذا نہ پہنچے ایسی صورتوں کا استعمال جائز ہے۔ **ثنتین منھن فی ذات اللہ عزوجل**: سوال۔ ایک روایت میں ہے کلھن فی ذات اللہ تعالیٰ یہ تو تعارض ہوا۔ جواب۔ تیسری صورت جس میں بیوی کو بہن فرمایا۔ اس میں اصل مقصد تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہی تھی لیکن ساتھ ساتھ نفس کا نفع بھی تھا اس لئے ایک موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل مقصد کا لحاظ فرمایا تینوں کو ذات اللہ تعالیٰ میں قرار دیا اور دوسرے موقعہ پر نفس کے نفع کے غلط کا لحاظ فرماتے ہوئے صرف پہلی دو کو فی ذات اللہ عزوجل قرار دیا۔ **انما اتیتمونی بشیطان**: کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ شیاطین ہی عادت کے خلاف کام کیا کرتے ہیں۔ **وھو قائم یصلی**: حضرت ابراہیم علیہ السلام کونسی نماز پڑھ رہے تھے دو احتمال ہیں۔ ۱۔ صلوٰۃ الحاجۃ کہ دشمن سے نجات مل جائے۔ ۲۔ صلوٰۃ شکر کہ پتہ چل گیا تھا کہ حضرت سارہ واپس آ رہی ہیں۔ **مھیا**: یہاں تین نسخے ہیں۔ ۱۔ مھیا ۲۔ مھین۔ ۳۔ مھیم تینوں کے معنی ہیں ما حالک و ماشانک اور کہا جاتا ہے کہ اس کلمہ کا تلفظ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے ہی فرمایا تھا۔ **واخدم ھاجر**: یعنی بطور تعظیم کے حضرت سارہ کو حضرت ھاجرہ بطور خادم دیں پھر حضرت ھاجرہ کے نسب میں دو روایتیں ہیں۔ ۱۔ حضرت ھاجرہ کے والد قبط کے بادشاہوں میں سے تھے اور ان

کی حکومت مصر کے علاقہ میں ایک شہر پر تھی جسکو عضن کہتے تھے یہ بادشاہ جس نے حضرت سارہ کو تحفہ دیا اس نے اس بادشاہ پر حملہ کیا اور غالب آ کر اس کو قتل کر دیا اور اس کی بیٹی حضرت ہاجرہ کو قیدی بنا لیا پھر حضرت سارہ کو دے دیا اور حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دے دیں۔۲۔بعض روایات سے یوں ثابت ہو رہا ہے کہ اس بادشاہ نے جس کے ساتھ حضرت سارہ والا قصہ پیش آیا اس نے اپنی ہی بیٹی حضرت ہاجرہ کا نکاح حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا اور لفظ خادم بنانے کا تواضعاً ذکر کیا کہ میں اپنی بیٹی ہاجرہ آپ کی خادمہ بناتا ہوں یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں دیتا ہوں۔ اسی دوسری صورت کو حضرت انورشاہ صاحب نے ترجیح دی ہے۔ **یا بنی ماء السماء**: اہل عرب کو بنی ماء السماء کہتے ہیں کیونکہ ان کے دادا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پرورش ماء السماء یعنی آب زمزم سے ہوئی تھی۔ اسی بنا پر حضرت ابوہریرہ کا قول اس روایت میں منقول ہے۔ **فتلک امکم یا بنی ماء السماء**

باب یزفون النسلان فی المشی

یہاں راجح یہ ہے کہ باب بلاترجمہ ہے اور یہ باب گذشتہ باب کا تتمہ ہے اور گذشتہ باب کی طرح اس میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات ہی ہیں اور اس نسخہ کو اگر لیا جائے جس میں باب کے ساتھ ترجمہ بھی ہے تو مقصد یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے حالات کا تتمہ بھی ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں جو یہ آیت آئی ہے **فاقبلوا الیہ یزفون** اس کی تفسیر بھی مقصود ہے۔ پھر نسلان فی المشی کے معنی ہیں چلنے میں جلدی کرنا۔ **فقال ماھکذا**: کسی نے حضرت سعید بن جبیر سے پوچھا تھا کہ کیا یہ واقعہ صحیح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام ایک دفعہ حضرت سارہ کے پاس قسم کھا کر آئے تھے کہ میں مکہ جارہا ہوں لیکن وہاں سواری سے اتروں گا نہیں تو مکہ آ کر سوار ہی رہے اور مقام ابراہیم علیہ السلام پر پاؤں رکھا اترے نہیں اور واپس آ گئے تو سعید بن جبیر نے فرمایا ماھکذا کہ ایسے ثابت نہیں ہے پھر حدیثی سے مختصر حدیث سنائی۔ **شنة**: خشک اور پرانا مشکیزہ۔ **لم یرفعه**: موقوفاً نقل فرمایا مرفوعاً نقل نہ فرمایا۔ **اتخذت منطقا لتعفی اثرھا علی سارۃ**: سب سے پہلے حضرت ہاجرہ نے ازار بند باندھا اور ازار کو باندھ کر ازار کو نیچے زیادہ لٹکا دیا تاکہ پاؤں کے نشان مٹ جائیں اور حضرت سارہ کو پتہ نہ چلے کہ حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئی ہیں یا نہ۔ **عند دوحة فوق زمزم**: ایک بڑے درخت کے پاس جو زمزم کی جگہ کے پاس اونچائی کی جانب تھا۔ **ورفع یدیه**: معلوم ہوا کہ دعا کے وقت استقبال قبلہ اور رفع یدین انبیاء علیہم السلام کی سنن میں سے ہے۔ **یتلویٰ اوقال یتلبط**: یہ شک راوی ہے دونوں کے ایک ہی معنی ہیں مضطرب۔ **ان کان عندک غواث**: غواث کے معنی امداد کے ہیں جزاء محذوف ہے فاغثنی اور غواث کی غین پر تینوں حرکتیں صحیح ہیں۔ **فقال لها الملک**: اس سے ثابت ہوا کہ فرشتوں کی گفتگو غیر نبی سے بھی ہو سکتی ہے جیسے حضرت مریم کے ساتھ فرشتے کی گفتگو قرآن پاک میں مذکور ہے۔ **فکانت کذلک**: یعنی حضرت ہاجرہ کو ماء زمزم کھانے اور پینے دونوں سے کافی ہوتا رہا۔ **فرأوا طائرا عائفا**: معنی عائف کے ہیں وہ پرندہ جو پانی پر گھومتا ہے اور وہ مرد جو پانی والی زمین پہچانتا ہو۔ **جریا**: اس کے معنی رسول کے ہیں کیونکہ یہ اپنے مرسل کی جگہ جاری ہوتا ہے اور اس کے قائم مقام ہوتا ہے۔ **فالفیٰ ذلک ام اسماعیل وھی تحب الانس**: پس پایا اس اجازت مانگنے نے ام اسماعیل علیہ السلام کو کہ وہ مانوس ہونا چاہتی تھیں۔ **ینشغ لموت**: تیز سانس نکال رہا تھا نشغ کے معنی شہیق کے ہیں وہ سانس جو باہر نکالا جاتا ہے۔ **فقال بعقبه**: اشارہ کیا اپنی ایڑی سے۔ **فانبثق**: زمین پھاڑ کر پانی نکالا۔ **اربعون سنة**: بعض آثار سے ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام نے پہلے بیت اللہ بنایا پھر بیت المقدس بنایا۔ ذکر ابن

هشام فی کتابه التیجان ان آدم لما بنی البیت امره جبریل علیه السلام بالمسیر الی بیت المقدس وان یبنیه فبناه اور زیر بحث حدیث سے معلوم ہوا کہ فاصلہ چالیس سال کا تھا دونوں کی تعمیر کے درمیان پس یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنا کعبہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی بنا بیت المقدس مراد نہیں ہے کیونکہ ان دونوں حضرات کے درمیان تو فاصلہ ایک ہزار سال سے بھی زائد کا ہے۔ **فان الفضل فیه:** فضیلت اسی میں ہے کہ نماز بروقت پڑھی جائے۔ **کما صلیت علی ال ابراهیم:** اس میں تشبیہ ہے خصوصی عنایات میں اور تشبیہ میں یہ ضروری نہیں ہے کہ مشبہ بہ مشبہ سے افضل ہی ہو جیسے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے مثل نوره کمشکوة فیها مصباح۔ پھر خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر مبارک کی مختلف توجیہات ہیں۔ مثلاً ۱- ابراہیم علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دعا فرمائی تھی ربنا وابعث فیهم رسولا منهم۔ ۲- واجعل لی لسان صدق فی الآخرین یہ دعا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور آخرین کا مصداق یہ امت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ حق تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور اس امت میں نماز والے درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اچھا ذکر باقی رکھا۔ ۳- قرآن پاک میں ہے کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ کو خطاب کر کے یہ کہا تھا رحمة الله وبرکاته علیکم اهل البیت انه حمید مجید اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوئی کسی نبی کے لئے ثابت نہیں ہے کہ ان کے گھر والوں کے لئے قرآن پاک میں رحمت اور برکت جمع ہونے کا ذکر ہو اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کا ذکر درود شریف میں کیا جاتا ہے۔ **من کل شیطان و هامة:** یہ لفظ هامة ہر زہریلے جانور پر بولا جاتا ہے۔

باب قول الله عزوجل و نبئهم عن ضیف ابراهیم

غرض ابراہیم علیہ السلام کے بعض حالات کی تفصیل ہے۔

نحن احق بالشک من ابراهیم: اس ارشاد کی مختلف توجیہات ہیں۔ ۱- یہ توجیہ تمہید کے بعد واضح ہو گی وہ تمہید یہ ہے کہ یقین کے تین درجے ہیں ایک علم الیقین سننے سے اور دلائل سے یقین کا درجہ حاصل ہو جائے جس کو شنیدہ بھی کہا جاتا ہے۔ دوسرا درجہ جو اس سے اونچا ہے وہ یہ ہے کہ دیکھ کر کسی چیز کا یقین ہو جائے اس کو دیدہ بھی کہا جاتا ہے اور تیسرا درجہ جو اس سے بھی اونچا ہے کہ خود انسان پر حالت طاری ہو اور وہ خود چکھ لے جیسے حضرت عزیر علیہ السلام پر موت آئی پھر دوبارہ زندہ کئے گئے اس کو چشیدہ بھی کہتے ہیں تو ابراہیم علیہ السلام کو علم الیقین حاصل تھا وہ اس سے ترقی کر کے عین الیقین حاصل کرنا چاہتے تھے یہ تو ایمان اور یقین میں ترقی تھی صرف صورت شک کی تھی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ ہم زیادہ حقدار ہیں کہ ہمیں یہ صورت شک کی ملے یعنی یقین میں ترقی ملے لیس الخبر کالمعاینہ۔ ۲- ہمیں ایسے معاینہ کا زیادہ شوق ہے یعنی سبب ذکر کے مسبب مراد ہے۔ ۳- نحن سے مراد سب انبیاء علیہم السلام ہیں سوائے ابراہیم علیہ السلام کے اور معنی یہ ہیں کہ اگر ابراہیم علیہ السلام کو شک ہوتا تو ہم سب کو ہوتا جب ہم سب کو شک نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کو بھی نہیں ہے۔ ۴- حضرت ابراہیم علیہ اسلام کا سوال ان کی امت دعوت کے انکار قیامت پر مبنی تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ میری امت دعوت کا انکار ان کی امت دعوت سے زیادہ شدید ہے اس لئے ہم اس سوال کے زیادہ مستحق ہیں۔ ۵- حق تعالیٰ نے جو ابراہیم علیہ السلام سے سوال کرایا تھا تو مقصود یہ تھا کہ لوگ دیکھ لیں کہ میرے نبی کی دعا کیسے قبول ہوتی ہے اور یہ دیکھ کر ایمان لے آئیں اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ میں زیادہ حقدار ہوں کہ لوگ دیکھیں کہ میری دعا قبول ہوتی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں اور ایمان لے آئیں۔ **یرحم الله لوطاً لقد کان یاوی الی رکن شدید:** یعنی قوی خاندان کی

تمنا کرنا حضرت لوط علیہ السلام کے اونچے مرتبہ کو دیکھتے ہوئے خلاف اولیٰ تھا۔ **ولو لبثت فی السجن طول مالبث یوسف لاجبت الداعی:۔** اس ارشاد کی مختلف توجیہات ہیں۔ ا۔ صرف حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت بیان فرمانی مقصود ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اپنے بارے میں کچھ بیان فرمانا نہیں ہے یعنی کوئی اور ہوتا تو جلدی قید خانہ سے نکل آتا یوسف علیہ السلام نے نکلنے میں جلدی نہ مچائی بلکہ دینی مصلحت کی خاطر کچھ اور رہنا گوارا فرمالیا۔ ۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بطور تواضع فرمارہے ہیں کہ میں تو کمزور ہوں شاید ایسے موقعہ میں مزید صبر نہ کرسکتا۔ یہ صرف تواضع ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے اور تواضع سے بڑے کی عظمت کم نہیں ہوتی۔ ۳۔ یہاں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تبلیغ کا شوق ذکر فرمارہے ہیں کہ مجھے حق تعالیٰ نے تبلیغ کا اتنا شوق عطا فرمایا ہے کہ ایسے موقعہ میں میں جلدی قید خانہ سے باہر آتا اور تبلیغ میں مشغول ہوجاتا۔

باب قول اللہ عزوجل و اذکر فی الکتاب اسمٰعیل

غرض حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا تذکرہ ہے اور ان کی مدح ہے وعدہ میں سچا ہونے کے لحاظ سے۔

باب قصة اسحاق بن ابراهيم النبي صلى الله عليه وسلم

غرض حضرت اسحاق علیہ السلام کا ہے اور چونکہ امام بخاری کو اس سلسلہ میں اپنی شرط پر حدیث نہیں ملی اس لئے کوئی مسند حدیث اس باب میں نہیں لائے۔

باب قوله تعالیٰ ام کنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت

غرض حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر ہے اور اس آیت کی تفسیر ہے۔

باب ولوطا اذقال لقومه اتاتون الفاحشة

غرض لوط علیہ السلام کا ذکر ہے انہوں نے کیسے اپنی قوم کے عذاب سے نجات پائی۔ **یغفر اللہ للوط ان کان لیاوی الی رکن شدید:۔** اس پاک ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ قبیلہ کے قوی ہونے کی تمنا حضرت لوط علیہ السلام کی اونچی شان کے لحاظ سے خلاف اولیٰ تھی پھر خلاف اولیٰ ہونے کی دو توجیہیں ہیں۔ ا۔ چونکہ فرشتے نوجوان انسانوں کی شکل میں آئے تھے اس لئے حضرت لوط علیہ السلام بہت زیادہ گھبرا گئے کہ اب تو قوم کے لوگ ان سے برا کام کریں گے اس گھبراہٹ میں یہ الفاظ نکل گئے کہ میرا قبیلہ قوی ہوتا تو آج میری امداد کرتا۔ ۲۔ دل میں تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے تھے لیکن مہمانوں کے سامنے یہی عذر پیش فرمایا کہ میں معذور ہوں میرا قبیلہ ایسا نہیں کہ آپ حضرات کو برے کام سے بچا سکے۔

باب قوله تعالیٰ فلما جاء آل لوط المرسلون

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔ **انکرهم ونکرهم واستنکرهم واحد:۔** یعنی ان تینوں لفظوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

باب قول اللہ عزوجل والیٰ ثمود اخاهم صالحا

غرض ان آیات کی تفسیر ہے اور حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ **اماحرث حجر حرام:۔** یعنی اس آیت میں حجر جگہ کا نام نہیں ہے بلکہ حرام کے معنی میں ہے۔ **انتدب لها رجل:۔** اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے قوم کی بات کو ایک شخص نے مان لیا۔ **کابی زمعة:۔** اونٹنی کے قاتل کو قوم میں عزت اور قوۃ مانعہ کے لحاظ سے ابوزمعہ کے ساتھ تشبیہ دی یہ ابوزمعہ جاہلیت میں فوت ہوا تھا اس کا نام اسود بن المطلب تھا۔ **امر هم ان یطرحوا ذلک العجین:۔** تاکہ معذب لوگوں کی جگہ کا پانی قساوت قلبی کا سبب نہ بنے اسی لئے اس پانی سے گوندھے ہوئے آٹے کو بھی گرانے کا حکم دیا۔

باب قوله تعالىٰ ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت

غرض اس آیت کی تفسیر ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر ہے۔ **الكريم ابن الكريم**: کرم کے معنی ہیں کثرت خیر دنیا اور آخرت میں۔

باب قول الله عزوجل لقد كان في يوسف و اخوته ايات للسائلين

غرض ان آیات کی تفسیر اور حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر ہے اور آیات سے مراد یہ ہے کہ ان کے صبر اور امتحان میں بہت نشانیاں ہیں۔ **عليها حمىٰ بنا فض**: بخار سردی سے **بحمدالله لابحمد احد**: یہ بطور ادلال اور ناز کے عرض کیا ورنہ ظاہر ہے کہ اتنا اونچا مقام کہ تہمت دور کرنے کے لئے بہت سی آیات کا قرآن پاک میں اترنا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہونے ہی کی وجہ سے تو تھا۔ **قالت هم اتباع الرسل**: کہ انبیاء علیہم السلام کو گمان ہوا کہ عذاب کی تاخیر سے شاید مومنین مرتد ہو جائیں نعوذ باللہ اور تخفیف والی قرأت کے معنی ہی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو وسوسہ ہوا کہ شاید ہم سے جھوٹ بولا گیا ہے یہ وسوسہ شیطان کا کام ہوتا ہے اس لئے اس میں ذرہ برابر گناہ بھی نہیں ہوتا۔

باب قول الله عزوجل وايوب اذنادىٰ ربه

غرض حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر اور ندا کا ذکر کرنا ہے۔

باب واذكر في الكتاب موسىٰ

غرض موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ذکر ہے۔

باب قول الله عزوجل وهل اتاك حديث موسىٰ

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔ **ويقال مغيثا او معينا**: یعنی یہ الفاظ ردءًا کی تفسیر میں کہے جاتے ہیں۔ **تمتمة**: تاء کے ادا کرنے میں تردد ہو۔ **فأفأة**: فاء کے ادا کرنے میں تردد ہو۔ **الامثل**: اس کے معنی ہیں مستقیم۔ **يقول بدينكم**: یہ طریقتکم کے معنی ہیں اس آیت میں ویذھبا بطریقتکم المثلی یہ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام چاہتے ہیں کہ تمہارا مستقیم دین ختم کر دیں۔ **يعني المصلى**: جمع ہونے کی جگہ۔

باب وقال رجل مومن من ال فرعون

غرض مومن آل فرعون کا ذکر ہے پھر کوئی حدیث اس مضمون کی اپنی شرط پر نہ پائی اس لئے آیت پر اکتفاء فرمایا۔

باب قول الله عزوجل وهل اتاك حديث موسىٰ و كلم الله موسىٰ تكليما

غرض ان آیتوں کی تفسیر ہے۔ **ضرب**: پتلے بدن والا۔ **ربعة**: درمیانے قد والا نہ بہت لمبا نہ بہت چھوٹا۔ پھر ربعۃ مونث کا صیغہ بتاویل نفس ہے۔ **كانما خرج من ديماس**: عیسیٰ علیہ السلام ایسے صاف ستھرے ہیں گویا کہ ابھی حمام سے نکلے ہیں۔ **فاخذت اللبن فشربته فقيل اخذت الفطرت**: اس عبارت کی دو توجیہیں ہیں۔ ۱- گویا اہل اسلام کی تربیت علم دین سے ایسی ہی ہوگی جیسے بچے کی دودھ سے ہوتی ہے۔ ۲- جیسے بدن کے لئے غذا دودھ سے بہتر نہیں ایسے ہی روح کے لئے کوئی غذا اسلام اور علم اسلام سے بہتر نہیں۔ پھر امت تابع ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت کو اختیار فرمایا تو گویا پوری امت نے فطرت کو اختیار فرمالیا۔ **لاينبغي لعبد ان يقول انا خير من يونس بن متى**: اس ارشاد کی مختلف توجیہات ہیں۔ ۱- یہ ارشاد تواضعا ہے کہ میں تو اپنی ذات میں اس قابل نہیں ہوں کہ حضرت یونس علیہ السلام سے اپنے آپ کو بہتر کہہ سکوں اللہ تعالیٰ کچھ دے دیں تو عطا ہے میرا کمال نہیں ہے۔ اس تقریر سے اس حدیث پاک کا تعارض دوسری حدیث پاک سے نہ رہا جس میں یوں آیا ہے انا سید ولد آدم۔ ۲- مقصد صرف یہ ہے کہ ایک آیت کی وجہ سے کسی کو حضرت یونس علیہ السلام

سے بدگمانی نہ کرنی چاہئے کہ نعوذ باللہ ان کا مرتبہ بہت کم ہو گیا بلکہ مجھے بھی مناسب نہیں ہے کہ میں بطور فخر کے کہوں کہ میرا مرتبہ ان سے اونچا ہے وہ آیت یہ ہے **ولاتکن کصاحب الحوت**۔ ۳- مجھے ہر لحاظ سے یونس علیہ السلام سے **افضل** نہ کہو کہ ان کے لئے کوئی بھی جزئی فضیلت باقی نہ رہے کیونکہ ہر نبی کی کوئی نہ کوئی جزئی فضیلت ہوتی ہے۔ ۴- ایسے طریقہ سے میری تعریف کہ کسی نبی کی توہین ہو کفر ہے۔ ۵- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت یہ ارشاد فرمایا تھا اس وقت ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ دیا گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے سردار ہیں۔ ۶- کسی انسان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے آپ کو حضرت یونس علیہ السلام سے **افضل** سمجھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے سوئی کوئی بھی نبی نہیں ہے اور مراد بھی ان تینوں کے سوئی کا حکم بیان کرنا ہی ہے کہ ان تینوں کے سوئی کوئی بندہ اپنے آپ کو حضرت یونس علیہ السلام سے **افضل** نہ سمجھے کیونکہ غیر نبی کسی نبی سے **افضل** نہیں ہوسکتا۔

باب قول اللہ عزوجل
وواعدنا موسی ثلثین لیلۃ

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔ پھر اس آیت مبارکہ میں جو وارد ہے لن ترانی اور یہ وارد نہ ہوا لن اریٰ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں رویہ ہوسکتی ہے۔ دنیا میں کوئی انسان نہیں دیکھ سکتا اور اخیر میں جو یہ وارد ہے **وانا اول المومنین** اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ میں پہلا مومن ہوں اس عقیدہ کے لئے کہ دنیا میں زیارت نہیں ہوسکتی۔

باب طوفان من السیل

غرض یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں قرآن پاک میں جو وارد ہے **فارسلنا علیہم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم ایات مفصلات** تو اس آیت مبارکہ میں طوفان وغیرہ کا مصداق کیا ہے۔ **القمل الحمنان یشبه صغار الحلم**: اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں جو قمل کا لفظ آیا ہے اس سے مراد بڑی بڑی جوئیں ہیں جو چیچڑیوں جیسی تھیں قمل چیچڑی کو کہتے ہیں حمنان چھوٹی جوں کو کہتے ہیں اور حلم جمع ہے حلمۃ کی بڑی چیچڑی کو کہتے ہیں۔

باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیهما السلام

یہاں باب کو دو طرح پڑھا گیا ہے۔ ۱- باب بطور وقف اور یہ باب بلا ترجمہ شمار کیا گیا ہے اس صورت میں یہ تتمہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا اور مابعد الگ جملہ ہے ہذا حدیث الخضر مع موسیٰ علیہما السلام۔ ۲- باب کی اضافت ہے حدیث کی طرف اس صورت میں دونوں حضرات کا قصہ بیان فرمانا مقصود ہے۔ **حضرت خضر علیہ السلام کا درجہ**:۔ تین اہم قول ہیں۔ ۱- نبی تھے یہی جمہور کے نزدیک راجح ہے ۲- اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ ۳- فرشتہ ہیں۔ **ان کے نام کے بارے میں اقوال**:۔ ۱- بلیا ۲- الیسع ۳- ایلیا ۴- ارمیا۔ ۵- خضرون ۶- معمر۔ **حضرت خضر علیہ السلام کے نسب میں اقوال**:۔ ۱- **فی المدار قطنی عن ابن عباس موقوفاً الخضر بن آدم لصلبه ونسئ له فی اجله حتیٰ یکذب الدجال**۔ ۲- **هو ابن قابیل بن آدم**۔ ۳- **هو ابن فرعون معاصر موسیٰ علیه السلام**۔ ۴- **فی النسل السابع من نوح علیه السلام**۔ ۵- حضرت نوح علیہ السلام کی آٹھویں نسل میں ہیں۔ ۶- حضرت اسحاق علیہ السلام کی چوتھی نسل میں ہیں۔ ۷- حضرت الیاس علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ **حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کرنے والے حضرات**:۔ راجح یہی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور بہت سے اہل کشف نے ان کی زیارت کی ہے۔ زیارت کرنے والے بہت سے ہیں۔ مثلاً ۱- حضرت عمر بن عبدالعزیز ۲- ابراہیم بن ادھم ۳- بشر الحافی ۴- معروف کرخی ۵- سری سقطی ۶- جنید بغدادی ۷- ابراہیم الخواص ۸- اس کتاب الخیر الجاری کا مؤلف احقر محمد سرور عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ احقر کے بڑے بھائی مولانا محمد انور جو اس تحریر کے وقت بقید حیات ہیں

انہوں نے بلا واسطہ احقر کو بتلایا کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو فضاء میں معلق دیکھا انہوں نے فرمایا کہ میں خضر ہوں اور مجھے ایک تکوینی کام کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر تم نے یہ کام نہ کیا تو تمہیں سزائے موت دی جائے گی۔ چنانچہ میں نے وہ کام کر دیا احقر محمد سرور عفی عنہ نے پوچھا کہ وہ کام کیا تھا بھائی صاحب نے فرمایا کہ بتلانا مناسب نہیں ہے اور بھائی صاحب نے اپنا دوسرا واقعہ بھی احقر محمد سرور عفی عنہ کو سنایا کہ میں جب حج کرنے گیا تو مسجد حرام میں ہم اخیر شب پہنچے ہمارے معلم صاحب نے بہت بھگا بھگا کر ہمیں عمرہ کا طواف کرانا شروع کرایا میں نے کتاب کھول کر دیکھنا شروع کیا تو معلم صاحب ناراض ہو گئے کہ تم کتاب دیکھ کرتے رہو ہم طواف کر کے جاتے ہیں چنانچہ وہ سب ساتھیوں کو طواف اور صفا مروہ کی سعی جلدی جلدی کرا کے ساتھ لے گئے ہیں اکیلا رہ گیا طواف سے فارغ ہو کر دو رکعت مقام ابراہیم کے پاس پڑھ کر میں نے عاجزی سے دعا کی کہ یا اللہ مجھے تو ملتزم کا پتہ نہیں ہے کہاں ہے۔ اتفاق سے اس وقت مجھے کوئی شخص وہاں نظر نہ آیا اور یہ بہت شاذ و نادر ہوتا ہے کہ کوئی بھی طواف نہ کر رہا۔ میری دعا پر آسمان سے ایک روشن لکیر نیچے آئی اور اس میں سے سرخ چہرہ والے لمبے قد والے خضر علیہ السلام نمودار ہوئے اور گرجدار آواز کے ساتھ ملتزم کی طرف اشارہ فرما کر فرمایا ہذا الملتزم میں خانہ کعبہ کے دروازہ کے پاس جا کھڑا ہوا تو میرا بازو پکڑ کر ملتزم کے سامنے کھڑا کر دیا اور غائب ہو گئے۔ **انما سمی الخضر انه جلس علی فروة بیضاء فاذاهی تهتز من خلفه خضراء:۔** لفظ فروہ کے دو معنی کئے گئے ہیں اس لئے وجہ تسمیہ میں بھی دو قول ہو گئے۔ خالی سخت زمین۔ اب وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ جس خالی زمین پر بیٹھتے تھے وہ سرسبز ہو جاتی تھی اس لئے ان کو خضر علیہ السلام کہا گیا۔ ۲۔ فروہ کے معنی خشک گھاس اب وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ جس خشک گھاس پر تشریف فرما ہوتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرسبز ہو جاتی تھی۔ ۳۔ اس کے علاوہ اسی کے قریب قریب ایک تیسری وجہ تسمیہ حضرت مجاہد سے یوں منقول ہے عمدۃ القاری میں کہ جب نماز پڑھتے تھے تو آس پاس کی جگہ سرسبز ہو جاتی تھی۔ **حضرت خضر علیہ السلام کی وفات کے قائلین۔ ان کے ادلہ مع الاجوبہ:۔** امام بخاری، ابن الجوزی، ابراہیم الحربی اور ابوالحسن المنادی یہ حضرات خضر علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں کہ وفات ہو چکی ہے۔ ۱۔ ان کی دلیل ایک تو حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **وماجعلنا لبشر من قبلک الخلد** جواب یہ ہے کہ خلود کے ہم بھی قائل نہیں ہیں جب نفخ صور ہوگا تو خضر علیہ السلام بھی وفات پائیں گے۔ ۲۔ **فی مسند احمد عن جابر بن عبدالله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل موته بقلیل اوبشهر مامن نفس منفوسته اومامنکم الیوم من نفس منفوسته یاتی علیها ماته سنة وهی یومئذ حیة.** جواب اول جو حضرات اس وقت مجلس میں حاضر تھے صرف ان کے بارے میں ہی یہ ارشاد ہے کیونکہ حضرت سلمان فارسی کی عمر تین سو سال ہوئی اور حضرت حکیم بن حزام کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی احقر محمد سرور عفی عنہ کے استاد حضرت مولانا رسول خان صاحب کی وفات ایک سو تیس سال کی عمر میں ہوئی اور بہت سے لوگوں کی عمر سو سال سے زائد ہوئی۔ جواب ثانی یہ حدیث پاک صرف اس وقت زمین پر موجود لوگوں کے متعلق تھی کہ یہ آج کے بعد سو سال کے اندر فوت ہو جائیں گے اور حضرت خضر علیہ السلام اس وقت سمندر میں تھے۔ جواب ثالث یہ ہے کہ ابلیس تو بالاجماع اس حدیث سے مستثنیٰ ہے ایسے ہی حضرت خضر علیہ السلام بھی اس حدیث سے مستثنیٰ ہیں۔

باب:۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے اور تتمہ ہے گذشتہ ابواب کا جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات ہیں۔ **وان الحجر عداثبوبه:۔** اس حدیث پاک سے چند مسائل مستنبط کئے گئے۔ ۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بغیر کپڑوں کے نہانا جائز تھا صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام خود شرم کی وجہ سے تنہائی میں نہاتے تھے۔ ہماری شریعت میں چونکہ صراحۃً ممانعت ہے اس لئے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ ۲۔ ضرورت کے موقع میں

کپڑوں کے بغیر چلنا جائز ہے۔۳- علاج وغیرہ کی ضرورت کی وجہ سے نظر کرنا چھپانے کی جگہ کی طرف جائز ہے۔۴- حضرات انبیاء علیہم السلام ظاہری اور باطنی نقائص سے پاک ہوتے ہیں۔ ۵ کسی نبی کے بدن میں عیب نکالنا ایذاء پہنچانا ہے جس میں کفر تک کا خطرہ ہے۔۶- حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہوا کہ پتھر پر لاٹھی کے نشان پڑ گئے۔۷- کپڑوں کے بغیر گفتگو جائز ہے۔

باب قوله يعكفون على اصنام لهم

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔ **بختی الکباث**: ہم پیلو چنتے تھے۔ **وهل من نبي الاوقدر عاها**: یعنی نبوت تواضع والوں کو دی جاتی تھی متکبرین آرام طلبوں کو نہ دی جاتی تھی پھر اس حدیث کی مناسبت باب سے کیسے ہے اس میں مختلف قول ہیں۔۱- عکوف علی الاصنام بھی ایک حال ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات میں سے اور بکریاں چرانا بھی ایک حال ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے ضمن میں مذکور ہے۔۲- **عکوف علی الاصنام** ایک گھٹیا حالت ہے اس کے بعد نبوت سے عزت ملی۔ ایسے ہی انبیاء علیہم السلام بکریاں چرانے کے گھٹیا کام میں ہوتے ہیں پھر نبوت سے عزت ملتی ہے۔۳- یہ باب اور اس سے پہلے تین بابوں میں راجح صرف باب بلا ترجمہ ہے اس سے پہلے باب قولہ تعالیٰ وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ ہے اس سے اس حدیث کو مناسبت ہے کہ وہ بھی حال تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور اس حدیث میں حال ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کہ باقی حضرات انبیاء علیہم السلام کی طرح وہ بھی بکریاں چراتے تھے۔

باب واذقال موسىٰ لقومه ان الله يامركم ان تذبحوا بقرة الأيه

اس باب کی غرض اس آیت کی تفسیر بیان فرمانا ہے **صفراء ان شئت سوداء ویقال صفراء کقوله تعالیٰ جمالت صفر**: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ لفظ صفرا اپنے مشہور معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی زرد رنگ اور سیاہ میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے جمالت صفر سیاہ اونٹ جو زردی مائل ہوں۔ بقرہ کے واقعہ میں لفظ صفراء کے دونوں معنی صحیح ہیں اسے مخاطب تو دونوں معنوں میں سے جو چاہے لے لے۔

باب وفاة موسىٰ عليه الصلوٰة والسلام وذكره بعد

غرض دو چیزوں کا بیان ہے۔۱- وفات کا واقعہ ۲- وفات کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہمیشہ احترام سے ہوتا ہے۔ **فلما جاءه صكه**: اس کی دو توجیہیں ہیں۔۱- فرشتہ ایک انسان کی شکل میں آیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر میں داخل ہونے لگا بلا اذن تو غصہ آ گیا اور منہ پر طمانچہ مارا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہ پہچانا کہ فرشتہ ہے کیونکہ امتحان تھا ورنہ فرشتہ جب کسی نبی کے پاس آتا ہے تو نبی اس کو پہچان لیتا ہے۔۲- چونکہ انبیاء علیہم السلام سے جان قبض کرنے سے پہلے مشورہ لیا جاتا ہے اور اس موقعہ میں امتحاناً ایسا نہ ہوا اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ پہچان سکے اور ایسا واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ بھی پیش آیا تھا کہ دو فرشتے انسانی شکل میں دیوار پھاند کر جب آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام ان کو پہچان نہ سکے کہ یہ فرشتے ہیں۔

لا تخيرو ني على موسىٰ: اس عبارت کی مختلف توجیہات ہیں مثلاً۔۱- ایسے طریقہ سے مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کہ ان کی توہین ہو۔۲- ایسے طریقے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کہ ان کی کوئی فضیلت جزئی بھی باقی نہ رہے کیونکہ ہر نبی کی کوئی نہ کوئی فضیلت جزئی ہوتی ہے۔

احتج آدم و موسىٰ: یہ مناظرہ کب ہوا اس میں دو قول ہیں۔۱- دونوں کی وفات کے بعد عالم برزخ میں۔۲- حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لایا گیا۔ عرضت علی الامم: اس کی تین توجیہات ہیں۔۱- کشف میں صورتیں دکھائی گئیں۔۲- معراج میں دکھائی گئیں۔۳- خواب میں دکھائی گئیں۔

باب قول الله عزوجل و ضرب الله مثلاً الى قوله و كانت من القانتين

غرض یہ ہے کہ شدید مجبوری میں کافروں کے ساتھ مل کر رہنے کی بھی گنجائش ہوتی ہے۔اس باب کا ربط ان ابواب سے یہ ہے کہ حضرت آسیہ کا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا تتمہ ہے۔ حضرت آسیہ کے والد کا نام مزاحم تھا اللہ تعالیٰ کے ہاں اونچے مرتبہ والی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے تقریباً سب سے بڑے دشمن کی بیوی تھیں یعنی فرعون کی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آگئے تو حضرت آسیہ مسلمان ہوگئیں۔

باب قوله ان قارون كان من قوم موسىٰ الاية

غرض قارون کا ذکر ہے۔قارون کے بارے میں تین قول ہیں۔۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ابن عم تھا۔۲۔ ابن خالہ تھا۔۳۔عم تھا۔قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حسد کیا اس لئے ہلاک ہوا اس لئے اس کا ذکر الاشیاء تعریف باضدادھا کے قبیل سے ہے۔قال المتنبی

ونذيمهم وبهم عرفنا فضله وبضدها تتبين الاشياء

باب قول الله عزوجل والى مدين اخاهم شعيبا

غرض حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر ہے۔

باب قول الله عزوجل وان يونس لمن المرسلين الى قوله و هو مليم

غرض حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہے اور اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مرسلین میں سے تھے اس کے باوجود جوان کا یہ حال ہوا کہ قرعہ اندازی میں مغلوب ہوئے اور مچھلی کے پیٹ میں رہے تو اس کی وجہ یہ تھی۔ **حسنات الابرار سيات المقربين** کہ خلاف اولیٰ پر بھی پکڑ ہو جاتی ہے۔ **قال مجاهد مذنب:** یعنی صورت کے لحاظ سے گنہگار کے مشابہ تھے۔ جیسے بھول کر روزہ میں کھانے والا قصداً کھانے والے جیسا نظر آتا ہے۔

من غیر ذات اصل :۔ تنے کے بغیر جسے بیل کہتے ہیں۔

ولاتكن كصاحب الحوت: یعنی آپ ان کی طرح نہ ہوں کہ انہوں نے کچھ تنگی محسوس فرمائی اور صبر کامل سے کام نہ لیا اور قوم کے پاس سے نکلنے میں کچھ جلدی کی۔ ابھی قوم سے نکلنے کا صریح حکم نازل نہ ہوا تھا۔ ان کا غالب گمان یہ ہوگیا تھا کہ اب مجھے قوم کے پاس سے جانے کی اجازت ہے اور اب اللہ تعالیٰ کا حکم یہی معلوم ہوتا ہے کہ میں قوم کے پاس سے چلا جاؤں یہ ان کی اجتہادی غلطی تھی۔ جان بوجھ کر گناہ نہ کیا تھا۔ لیکن ان کے اونچے مرتبہ کی وجہ سے اس اجتہادی غلطی پر پکڑ ہوگئی گناہ ہرگز نہ تھا حافظ ابن حجر فرماتے ہیں انما رجع من رجع من الطریق کہ جو ابھی راستہ میں ہوتا ہے وہ تو اس دین کے راستہ کو چھوڑ سکتا ہے اور جو وصول الی اللہ کی منزل مقصود تک پہنچ چکا ہو وہ واپس نہیں آیا کرتا۔ انبیاء علیہم السلام اس منزل تک پہنچ چکے ہوتے ہیں اس لئے وہ گناہ کی طرف نہیں لوٹا کرتے۔ **لايقولن احد كم انى خير من يونس:** وجہ یہ ہے کہ یہ مچھلی کے پیٹ میں جانا حضرت یونس علیہ السلام کے لئے معراج نزول تھا مزید تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

باب قوله و اسالهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔ جمہور مفسرین کی رائے کے مطابق یہ ایلہ بستی تھی بحیرہ طبریہ کے ساحل پر تھی مدین اور کوہ طور کے درمیان واقع تھی اور یہ لوگ توریت کی شریعت پر تھے اور ان کو حکم تھا کہ ہفتہ کا دن عبادت کے لئے فارغ رکھیں جب اس کی مخالفت کی تو جوانوں کو بندر اور بوڑھوں کو خنزیر بنادیا گیا۔

باب قول الله عزوجل وآتينا داؤد زبورا

غرض ذکر کرتا ہے اس بات کا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے زبور عطا فرمائی۔ نبوۃ اور عجیب آواز اور تسخیر جبال اور تسخیر طیور عطا فرمائی۔ **لاتدق المسمار فيتسلسل**

ولا تعظم فيقصم:۔ نہ کیل اتنے پتلے بنائیں کہ حلقے ڈھیلے رہیں نہ کیل اتنے موٹے بنائیں کہ حلقے ٹوٹ جائیں۔ **خفف علی داؤد علیہ السلام القرآن**: یہاں قرآن سے مراد داؤد علیہ السلام کی کتاب ہے جو پڑھی جاتی تھی توریت یا زبور اس حدیث پاک میں ان کی کتاب کو قرآن اس لیے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام کی قرأۃ میں معجزہ ظاہر ہوتا تھا کہ حکم فرماتے تھے کہ میری سواری پر زین کسو خادم کسنے میں مشغول ہو جاتے اور داؤد علیہ السلام پڑھنے میں مشغول ہو جاتے ان کا کام مکمل ہوتے ہوتے وہ اپنی کتاب پوری پڑھ لیتے تھے۔ جس طرح زمین لپیٹی جاسکتی ہے اسی طرح زمانہ لپیٹا جاسکتا ہے لیکن اس لپیٹنے کی تفصیل فوق العقل ہے جو اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل سے شاید کسی کی سمجھ میں آجائے ورنہ عام عقل سے بالا ہے۔ سمجھنے کے لئے اس کی مثال سونے والے اور جاگنے والے کی ہوسکتی ہے کہ کبھی خواب میں چند گھنٹوں میں کئی سال کی باتیں دیکھتا ہے کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے کہ کئی سال کا زمانہ ذرا سا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ میں ہے لبثت یوماً او بعض یوم حالانکہ ایک سو سال گزر گئے تھے ایسے ہی اصحاب کہف کے واقعہ میں۔

باب احب الصلوٰۃ الی اللہ صلوٰۃ داؤد علیہ السلام

غرض حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت کا ذکر ہے۔

باب واذکر عبدنا داؤد ذاالایدانہ اواب

غرض حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات کا بیان ہے دنیا کے بھی بادشاہ تھے اور آخرت کے بھی بادشاہ تھے۔ سلطنت والے بھی تھے اور گدڑی والے بھی تھے کیونکہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے گزارا کرتے تھے۔ **یقال للمرأۃ نعجۃ**: اس عبارت سے اشارہ فرمادیا کہ آیت مبارکہ میں نعجہ سے مراد عورت ہے۔ پھر اس واقعہ کی تفصیل میں چند اہم اقوال یہ ہیں۔ ۱- حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک عورت کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا ان سے پہلے ایک شخص اوریا نے اسی عورت کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا ہوا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو پتہ نہ تھا کہ انہوں نے پہلے سے پیغام بھیجا ہوا ہے لیکن اگر ذرا احتیاط فرماتے اور تحقیق فرماتے تو پتہ چل سکتا تھا۔ یہ تحقیق نہ فرمانا خلاف احتیاط تھا اونچے مرتبہ کی وجہ سے اس خلاف احتیاط کام پر فرشتوں کے ذریعہ سے تنبیہ کی گئی کہ دو فرشتے آئے انہوں نے ایک جھگڑا بطور استعارہ تمثیلیہ فرض کر کے گفتگو فرمائی کہ ایک آدمی کے پاس ننانوے (۹۹) بکریاں ہوں اور دوسرے کے پاس ایک ہو پھر یہ ۹۹ والا دوسرے سے ایک بکری بھی چھینتا چاہے تو یہ کام کیسا ہے۔ فرمایا یہ تو ظلم ہے۔ یہ فرمانے کے بعد سمجھ گئے کہ یہ تو مجھے ہی تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ ۲- ننانوے ازواج مطہرات سے نکاح فرماتے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک اور نکاح فرمانے کا ارادہ فرمایا۔ اس نکاح سے پہلے زیادہ مناسب یہ تھا کہ وحی کا انتظار فرماتے اگر حکم ہوتا تو نکاح فرماتے ورنہ نہ فرماتے جیسا کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کے طلاق دینے کے باوجود اور عدت گزرنے کے باوجود خود نکاح فرمانے میں جلدی نہ فرمائی بلکہ وحی کا انتظار فرمایا۔ وحی نازل ہوگئی فلما قضی زید منها وطراً زوجنكها۔ اس انتظار نہ فرمانے پر حضرت داؤد علیہ السلام کو دو فرشتوں کے ذریعہ سے تنبیہ حق تعالیٰ نے فرمائی۔ ۳- **فی مستدرک الحاکم عن ابن عباس موقوفاً ما اصاب داؤد ما اصابه بعد القدر الامن عجب عجب به من نفسه وذلک انه قال یا رب ما من ساعة من لیل اونهار الاو عابد من آل داؤد یعبدک یصلی لک اویسبح او یکبر وذکر اشیاء فکره الله ذلک فقال یاداؤد لم یکن الابی فلولا عونی ماقویت علیه و جلالی لا کلنک الی نفسک یوما قال یارب فاخبر نی به فاصابته الفتنة ذلک الیوم انتهیٰ** وہ فتنہ یہ ہوا کہ خصمین کے ساتھ مشغول ہو گئے اور تسبیح و تہلیل سے غافل ہو گئے۔ ۴- امتحان یوں ہوا کہ ضروری فیصلہ تھا اس کی طرف پوری توجہ نہ فرمائی اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ ۵- حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے یہ تقریر فرمائی ہے کہ یہاں خلاف اولیٰ پر عتاب ہوا تھا اس لئے کہ عبادت میں مشغول تھے

ایک کی بات سن کر دوسرے کی بات سننے سے پہلے اس کی تائید فرما دی۔ اگر ایسا عدالت کی مجلس میں کرتے تو گناہ تھا لیکن عبادت کی مجلس میں تھے اور اچانک آنے سے وہ بھی دیوار پھاند کر آئے تو گھبرا گئے اس لئے یہ کام خلاف اولیٰ ہو گیا۔

باب قول اللہ عزوجل ووھبنا لداؤد سلیمان

غرض ذکر فرمانا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جن کی سلطنت بطور معجزہ کے ہوا اور پرندوں اور جنات پر بھی تھی اور یہ بہت بڑا معجزہ تھا۔ **و تماثیل**: تصویریں اور یہ ان کی شریعت میں جائز تھیں ہماری شریعت میں جائز نہیں ہیں۔ شاید وجہ فرق کی یہ بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تھا کہ اس شریعت کے زمانہ میں ٹی وی جیسی لعنت جاری ہونے والی تھی جس کی وجہ سے گھر گھر ناچ گھر بن چکا ہے پہلے زمانوں میں یہ لعنت نہ تھی۔ فیصل آباد کا ایک آدمی مرنے کے بعد اپنے پڑوسی کو خواب میں ملا کہ خدا کے لئے میرے گھر سے ٹی وی نکلوا دو۔ لایا تو میں ہی تھا۔ اب میرے بچے دیکھتے ہیں اور میرے بدن پر ہر روز اس کے پرزے گرم کر کے لگائے جاتے ہیں۔ **یمسح اعراف الخیل وعراقیبھا**: کاٹ رہے تھے گردنیں اور ایڑھیاں۔ **عفریت متمر و من انس او جان**: عفریت کا اطلاق انسان پر مجازاً ہوتا ہے بطور استعارہ تصریحیہ کے کہ مشبہ بہ بول کر مشبہ مراد ہوتا ہے انتہائی شریر انسان کو عفریت کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ شریر جن جیسا ہے پھر جنات میں مراتب ہیں ا- ہر جن کو جنی کہتے ہیں۔ ۲- پھر جنات میں سے جو انسانوں سے ملتا ہے اس کو عامر کہتے ہیں۔ ۳ جو جن انسانی بچوں کو چھیڑتا ہے اس کو روح کہتے ہیں۔ ۴- جو جن خباثت میں بڑھ جاتا ہے اس کو شیطان کہتے ہیں۔ ۵- جو اور زیادہ خباثت میں بڑھ جاتا ہے اس کو مارد کہتے ہیں۔ ۶- جو جن مارد سے بھی خباثت میں بڑھ جاتا ہے اس کو عفریت کہتے ہیں۔ **الزبانیہ**: دوزخ کے فرشتوں کو کہتے ہیں اور یہ لفظ زبن بمعنی الدفع سے لیا گیا ہے سپاہیوں کو کہتے ہیں جو مدافعت اور حفاظت کرتے ہیں دوزخ کے فرشتے کافروں کو دوزخ میں دفع کریں گے یعنی دھکے دیں گے اس زبانیہ کا مفرد کیا ہے اس میں متعدد اقوال ہیں۔ ا- زبنی ۲- زابن ۳- زبانی۔ **فقضیٰ به الكبرىٰ**: حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلوں کے متعلق دو قول ہیں۔ ا- حضرت داؤد علیہ السلام نے قیاس سے فیصلہ فرمایا تھا کیونکہ کبریٰ صاحب ید تھی اور بینہ موجود نہ تھے۔ اس صورت میں قول صاحب ید کا معتبر ہوتا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ استحسان کا تھا جو قیاس خفی تھا اور قوت علت کی وجہ سے اس کو ترجیح تھی۔ اگر پہلا فیصلہ وحی سے ہوتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام اس میں کلام نہ فرماتے۔ ۲- دونوں فیصلے وحی سے تھے لیکن دوسری وحی نے پہلی وحی کو منسوخ کر دیا۔

باب قول اللہ عزوجل و لقد اتینا لقمان الحکمۃ

غرض حضرت لقمان علیہ السلام کا ذکر ہے پھر تفسیر قرطبی میں روایت ہے عن ابن عمر مرفوعاً لم یکن لقمان نبیا ولکن کان عبداً کثیرا تفکر حسن الیقین احب اللہ تعالیٰ فاحبہ فمن علیہ بالحکمۃ اس لئے علماء کا اتفاق ہے کہ نبی نہ تھے سوائے حضرت عکرمہ اور حضرت شعبی کے قول کے کہ وہ دونوں حضرات ان کو نبی مانتے ہیں۔ ہماری جمہور کی دلیل تو مذکورہ حدیث ہے ان دونوں حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حکمت نبوت ہی تو ہے خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ کا ان سے کلام فرمانا بھی ثابت ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ ساری تقریر صرف قیاس کے درجہ میں ہے اور مرفوع روایت میں نبوت کی نفی صراحۃً آ گئی تو حدیث کو ہی قیاس پر ترجیح دی جائے گی۔ پھر حکمت کے معنی میں مختلف قول ہیں مثلاً ا- العقل الکامل مع العلم الکامل والعمل الکامل ۲- اصابۃ الرای فی الامور ۳- کمال النفس فی القوۃ العلمیۃ والعملیۃ بقدر الطاقۃ البشریۃ۔

باب قول اللہ تعالیٰ واضرب لھم مثلاً اصحاب القریۃ اذجاءھا المرسلون

غرض اس بستی والوں کا ذکر ہے اور اس بستی کا نام انطاکیہ تھا۔

باب قول اللہ تعالیٰ ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا

حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر اور آیات کی تفسیر مقصود ہے۔
قال ابن عباس مثلا: یہ لفظ سمیا کی تفسیر ہے۔

باب قولہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم اذانتبذت من اھلھا

غرض حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر ہے اور یہ تمہید ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کی۔ یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ نبی نہیں تھیں کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم** اس لئے یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی صرف بعض کا شاذ قول ہے حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق کہ وہ نبی تھیں کیونکہ ان کی طرف وحی ہوئی جواب اس کا یہ ہے کہ یہ وحی ایسی ہی ہے جیسے **اوحیٰ ربک الی النحل** قرآن پاک میں وارد ہوا ہے یہ وحی احکام نہ تھی جو نبوت کے لوازم سے ہے۔ **قال ابن عباس وآل عمران المومنون:** غرض یہ ہے کہ ان آیتوں میں آل ابراہیم اور آل عمران میں عام بول کر خاص مراد ہے پھر آیت کے آل عمران میں عمران کے مصداق دو ہیں اور یہاں دونوں ہی مراد ہیں اور دونوں کے درمیان ایک ہزار آٹھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ ۱۔ عمران بن یصھر جو والد ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے۔ ۲۔ عمران بن ماثان یہ والد ماجد ہیں حضرت مریم علیہا السلام کے۔ **آل یسین:** یعنی ایک آیت مبارکہ میں الیاسین ہے اس کی دوسری قرأت آل یٰسین ہے یہاں بھی آل سے مراد مؤمنین ہیں۔
یقول ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھم المومنون: اس میں قائل حضرت ابن عباس ہی ہیں اور انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی گذشتہ قول کی تائید میں کہ اس آیت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ آل ابراہیم سے مراد مؤمنین ہیں۔

باب واذ قالت الملئکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک

اس باب میں آیت ترجمۃ الباب نہیں ہے اور باب بلا ترجمہ ہے اس لئے یہ باب تتمہ ہے گذشتہ باب کا اور اس میں بھی حضرت مریم علیہا السلام کے حالات ہیں اور ان کی طہارت اور نساء عالمین سے افضل ہونا بیان کیا گیا ہے۔

باب قولہ جل جلالہ واذ قالت الملئکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی بن مریم

غرض یہ بیان کرنا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو بشارت بیٹے کی دی گئی تھی۔

باب قولہ تعالیٰ یااھل الکتاب لاتغلوا فی دینکم

غرض اہل کتاب کی گمراہی کا منشا بیان فرمانا ہے کہ غلو تھا یعنی افراط و تفریط تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہ یہود نے تفریط کی کہ ان کے نسب پر اعتراض کر دیا اور نصریٰ نے افراط کہ ان کو خدا کہہ دیا۔

باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتاب مریم اذانتبذت من اھلھا

غرض اور ربط یہ ہے کہ یہ باب عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے لئے ہے اور تین باب پہلے اسی قسم کا باب تھا اس میں مقصود حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر تھا۔ قرآن پاک میں ہے **وجعلنا ھا وابنھا ایۃ** اس میں اشارہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر قرآن پاک میں تبعا ہے ورنہ ارشاد ہوتا آیتین۔ **لم یتکلم فی المھد الاثلثۃ:** یہ حصر صرف بنی اسرائیل کے لحاظ سے ہے۔ **ذوشارۃ:** حسن و جمال والا۔ **مضطرب:** اس کے معنی میں یہاں دو قول ہیں کہ معنی مراد یہاں کونسے ہیں۔ ۱۔ لمبے قد والے جبکہ بہت زیادہ لمبائی نہ ہو یعنی عام قد سے کچھ زیادہ۔ ۲۔ پتلے بدن والے۔ **رجل:** سیدھے بالوں والے۔ **رایت عیسیٰ و موسیٰ و ابراھیم:** یہاں دو قول ہیں۔ ۱۔ ظاہر محققین کے نزدیک یہاں ملاقات روح مع الجسد سے ہے۔

۲۔ بعض قائل ہوئے کہ یہاں ملاقات فقط روح سے بیان فرمانی مقصود ہے۔ **سبط:.** اس کے وہی معنیٰ ہیں جو پیچھے رجل کے گزرے ہیں سیدھے بالوں والے۔ **کانه من رجال الزط:.** یہ معرب ہے جٹ کا جو کہ ہند میں ایک قبیلہ ہے اور اس لفظ کو زاء کے فتحہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے کیونکہ اس کی اصل جٹ ہے اور وہ فتحہ کے ساتھ ہے۔ **ارانی اللیلته عندالکعبته فی المنام:.** اس حدیث پاک میں اور اس کے بعد والی حدیث پاک میں تو خواب میں دیکھنے کی تصریح ہے اور گذشتہ دو حدیثوں میں معراج میں بیداری میں دیکھنا مراد ہے گذشتہ دو حدیثوں میں سے پہلی میں لیلۃ اسری بی کی تصریح ہے جس سے بیداری میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا صراحۃً ثابت ہوا یہ اشخاص اور اجسام ہی کا دیکھنا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی حیوٰۃ فی القبور المبارکۃ ثابت ہے اور نماز پڑھنا اور حج کرنا اور طواف کرنا ثابت ہے۔ اس حیوٰۃ کے چند دلائل یہ ہیں۔ ۱۔ **قال الحافظ السیوطی حیاۃ النبی صلی اللہ علیه وسلم فی قبرہ هو وسائرالانبیاء معلومته عندنا علماً قطعیاً لما قام عندنا من الادلۃ فی ذلک وتواترت به الاخبار۔** ۲۔ **فی مسند ابی یعلی عن انس مرفوعاً الانبیاء احیاء فی قبور هم یصلون قال المناوی هو حدیث صحیح۔** ۳۔ **فی صحیح مسلم عن انس مرفوعاً مررت بموسیٰ لیلته اسری بی عندالکثیب الاحمرو هو قائم یصلی فی قبرہ** پھر اس عبادت نماز اور حج اور طواف کی ایک توجیہ یہ ہے کہ یہ لذت لینے کے لیے ہے مکلف ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے اسی لیے ہم ان کو طواف فرماتے ہوئے دیکھتے نہیں جیسے ہم فرشتوں کو نہیں دیکھتے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت ہے کہ ان کو عالم برزخ کے اعمال کا بھی ثواب ملتا ہے۔ ۴۔ قرآن پاک سے صراحۃً شہداء کی حیوٰۃ ثابت ہے **ولاتقولوالمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون** اور انبیاء علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں اس لئے انبیاء علیہم السلام کی حیوٰۃ بطریق اولیٰ اور بطور دلالۃ النص ثابت ہوئی۔ ۵۔ ابوداؤد اور نسائی میں روایت ہے اور ابن خزیمہ اور بعض دوسرے ائمہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے **عن اوس بن اوس الثقفی مرفوعاً ان من افضل ایامکم یوم الجمعته فاکثرواعلیٰ من الصلوۃ فیه فان صلوتکم معروضته علی قالو ایارسول اللہ وکیف تعرض علیک صلوٰتنا وقدارمت یعنی بلیت فقال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔** ۶۔ **فی ابن ماجته برجال ثقات عن ابی الدرداء مرفوعاً اکثروامن الصلوۃ علی یوم الجمعته فانه یوم مشهود تشهده الملئکته وان احداً لن یصلی علی الاعرضت علی صلوته حتیٰ یفرغ منها قلت وبعد الموت قال و بعدالموت انااللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔** ۷۔ **نقل السبکی فی کتبه شفاء السقام عن ابی بکر موقوعاً لاینبغی رفع الصوت علی نبی حیا ومیتاً۔** ۸۔ **فی شفاء السقام عن عائشته انها کانت تسمع صوت الوتدیوتد والمسمار یضرب فی بعض الدورالمطیته بمسجد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فترسل الیهم لاتوء ذوا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔** ۹۔ **فی شفاء السقام قالوا وماعمل علی بن ابی طالب مصراعی داره الابالمناصع توقیا لذالک۔** ۱۰۔ **فی شفاء السقام عن عروۃ قال وقع رجل فی علی عند عمر بن الخطاب فقال له عمر بن الخطاب قبحک اللہ لقد آذیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی قبرہ.** دلیل سابع سے لیکر عاشر تک احقر نے تحفۃ القاری سے لی ہیں ان کے طرز سے ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے شفاء السقام سے نقل فرمائی ہیں۔ احقر محمد سرور عفی عنہ نے بلاواسطہ شفاء السقام سے نقل نہیں کیں۔ ۱۱۔ **فی البخاری عن عمر بنؓ الخطاب انه قال لرجلین من**

اهل الطائف لو كنتما من اهل البلد لاوجعتكما ترفعان اصواتكما في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ ان اخیر کی متعدد روایات سے حضرات صحابہ کرام کا عقیدہ بھی بالکل واضح ہو جاتا ہے۔سوال۔ بہت سی آیات وروایت انبیاء علیہم السلام کی موت پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً۔ ا۔ كل نفس ذائقة الموت۔۲۔ انك ميت وانهم ميتون۔۳۔حدیث شریف میں ہے انی امرء مقبوض۔۴۔حضرت صدیق اکبر کا ارشاد من كان يعبد محمداً فان محمداً قد مات جواب امام بیہقی نے دیا کہ شہداء کی طرح انبیاء علیہم السلام پر بھی موت کے بعد دوبارہ حیات دی جاتی ہے۔سوال۔ حدیث شریف میں ہے ما من مسلم يسلم على الارد الله على روحي اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیوۃ باقی نہیں رہتی بلکہ صرف جواب دینے کے لئے تھوڑی سی دیر کے لئے ہوتی ہے پھر ختم ہو جاتی ہے جواب ۔ا۔اس رد کے معنی ہیں اس سلام کرنے والے کی طرف توجہ کرنا۔ نفس حیوۃ تو قبر مبارک میں شروع ہونے کے بعد باقی رہتی ہے۔۲۔ رد کے معنی ہیں رد من رجل الی رجل آخر۔ ومن انسان الی انسان آخر۔۳۔ردنی النطق ہے کہ بولنے کی اجازت دی جاتی ہے۔نفس حیوۃ تو شروع ہونے کے بعد باقی رہتی ہے سوال۔ سلام تو روضہ اقدس پر تقریباً ہر وقت پڑھا جاتا ہے اور حدیث پاک کے مطابق جو دور سے پڑھا جاتا ہے وہ بھی فرشتوں کے ذریعہ سے پہنچایا جاتا ہے تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو توجہ الی اللہ کا تو وقت ہی نہ ملتا ہوگا جو حیوۃ سے اصل مقصود ہے جواب۔ اس اشکال کا مدار فلاسفہ کے اس قول پر ہے النفس لا تتوجه في وقت الى جهتين یہ اصول دنیا میں تو انسانوں کے حق میں مسلم ہے لیکن آخرت میں روح قوی ہو جاتی ہے وہ دو طرف توجہ کر سکتی ہے۔توجہ الی اللہ بھی ہو جو اصل مقصود ہے اور سلام کا جواب دیتے ہوں جو حدیث پاک سے ثابت ہے اس لئے اشکال نہ رہا۔ چوتھی دلیل کا تتمہ۔ انبیاء علیہم السلام کی حیوۃ کے ادلہ میں سے چوتھی دلیل یہ ذکر کی گئی ہے کہ جب شہداء کی حیوۃ قرآن پاک سے ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام کی حیوۃ کے بطور دلالۃ النص ثابت ہوگئی اس کی ایک وجہ تو پیچھے بیان کر دی گئی کہ انبیاء علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں۔۲۔دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ حدیث پاک میں ہے من سن سنة فله اجرها واجر من عمل عليها الى يوم القيامة۔اس لئے قیامت تک جتنے مسلمان شہید ہوں گے سب کا ثواب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا اس لحاظ سے لاکھوں کروڑوں شہیدوں کا ثواب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا۔تو کروڑوں شہیدوں کی حیوۃ کے برابر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیوۃ ماننی پڑے گی۔۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دی گئی اور اس کا اثر وفات تک رہا اس لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید ہیں اور شہید والی حیوۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی تحقیق

حضرت موصوف کی تحقیق یہ ہے کہ نبی کی موت ساتر ہوتی ہے اور شہید کی موت قاطع ہوتی ہے یعنی شہید کی روح تو بدن سے الگ کر دی جاتی ہے اور نبی کی موت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ روح کا پھیلاؤ پورے بدن سے ختم کر کے صرف دل میں روح کو چھپا دیا جاتا ہے۔یہ موت کا انکار نہیں بلکہ موت کی کیفیت میں ان کی یہ رائے ہے۔ چونکہ موت خاص قسم کی ہے اسی لئے ازواج مطہرات کسی اور جگہ نکاح نہیں کر سکتیں اور اسی لئے نبی کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی حضرت موصوف کی اس تحقیق کی تائید دیگر خصوصیات سے ہوتی ہے مثلاً۔ا۔بیہقی میں ہے حضرت عائشہ سے قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا دخل الغائط دخلت على اثره فلا ارى شيئاً الا كنتُ اشُم رائحة الطيب فذكرتُ ذلك له فقال اما علمتِ ان اجساد نانبتت على ارواح اهل الجنة۔۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مشک سے زیادہ خوشبو دار تھا۔۳۔ چالیس اہل جنت کے برابر مردانہ قوت تھی۔۴۔احتلام سے محفوظ تھے۔۵۔ جمائی کبھی نہ آتی تھی۔ جیسے عام آدمی کا منہ نیند کے غلبہ سے کھل جاتا ہے ایسا نہ ہوتا

تھا۔ ۶۔ کبھی قہقہہ نہ فرمایا۔ ۷۔ خواب وحی تھی۔ ۸۔ موت سے پہلے پوچھا گیا کہ دنیا میں اور رہنا چاہتے ہیں۔ ۹۔ پیچھے بھی دیکھتے تھے جیسے آگے دیکھتے تھے۔ ۱۰۔ ارشاد فرمایا **تنام عینای ولا ینام قلبی**۔ صلی اللہ علیہ وسلم جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی خصوصیات ثابت ہیں جن کا تعلق بدن مبارک اور روح مبارک سے ہے تو کسی نقلی قرینہ سے یا طبعی ذوق سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے موت کے بارے میں بھی خصوصیات کا قول اختیار فرمالیا تو یہ کچھ بعید نہیں اور نہ ہی موت کے انکار کو مستلزم ہے۔

قالوا المسیح الدجال :۔ خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دجال کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے طواف کرتے دیکھا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بنائے ہوئے دینی کاموں کو توڑنے کی کوشش کرے گا تو دجال کا پیچھے لگنے سے مقصد عبادت نہ ہوگا بلکہ دینی کاموں کا توڑنا ہوگا پس اس خواب سے یہ لازم نہ آیا کہ دجال مکہ مکرمہ میں داخل ہوگا۔ صرف تعاقب کا ایک نقشہ خواب میں دکھایا گیا ہے۔ **انا اولی بابن مریم** :۔ یہ فرمانا کئی وجوہ کی بناء پر ہے۔ ۱۔ **و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد** ۔ ۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دین کی تائید کے لئے آسمان سے قرب قیامت میں اتریں گے ۔ ۳۔ ان کا زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بالکل قریب گذرا ہے۔ **والانبیاء اولاد علات** :۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام میں اصول توحید رسالت قیامت کے عقیدے ایک ہیں یہ اتحاد اب کی طرح ہے اور فرعی احکام الگ الگ ہیں یہ اختلاف ام کی طرح ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام علاتی یعنی باپ شریک بھائیوں کی طرح ہیں۔ **لیس بینی وبینہ نبی** :۔ یہی راجح ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان اور کوئی نبی نہیں ہے اس لئے مستدرک حاکم میں جو درمیان میں خالد بن سنان کا نبی ہونا مذکور ہے اس کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ اس کی سند ضعیف ہے اور زیر بحث بخاری شریف کی روایت صحیح ہے اس صحیح روایت کے مقابلہ میں مستدرک حاکم کی اس کمزور روایت کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ **ان رجلا من اھل خراسان قال للشعبی فقال الشعبی** :۔ اُس خراسانی نے کیا کہا تھا یہ یہاں مذکور نہیں ہے۔ صحیح ابن حبان میں مذکور ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ہم یہ کہتے رہتے ہیں کہ اپنی ام ولد کو آزاد کر کے اُس سے نکاح کرنے والا اپنی ہی اونٹنی پر سوار ہونے والے کی طرح ہے۔ اس کے جواب میں حضرت شعبی نے یہ حدیث سنائی کہ نہیں اس کا تو دوگنا ثواب ہے۔

باب نزول عیسی بن مریم علیهما السلام

غرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان ہے۔ اور اس نزول میں بہت سی حکمتیں ہیں مثلاً ۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب انبیاء علیہم السلام میں سے قریب ترین ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لئے مناسب ہوا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید فرما دیں۔ ۲۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبشر ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے **و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد** اس لحاظ سے بھی مناسب ہوا کہ وہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید فرمادیں۔ ۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہود نے بہت تفریط کی اور ان کو گرایا حتیٰ کہ ان کے نسب پر اعتراض کیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق افراط کی اُن کو حد سے زائد اونچا قرار دیا اور خدا قرار دیا دونوں کی تردید خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کریں گے۔ ۴۔ دجال مسیح الضلالۃ ہے حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اس کو مسیح الھدایۃ ہی قتل کرے۔ ۵۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ختم ہونے لگے گی تو ان کو زمین پر اتار دیا جائے گا کیونکہ وہ زمین سے پیدا ہوئے ہیں اور جو زمین سے پیدا ہوا ہے اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ زمین ہی میں دفن ہو حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **منھا خلقنٰکم وفیھا نعیدکم و منھا نخرجکم تارۃ اُخری**۔ ۶۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہونے کی دعاء کی تھی اس لئے دیگر مجددین حضرات کی طرح ان کو اسلام کا ایک

مجدہ بنایا گیا ہے۔ ۷۔ چونکہ عیسائیوں نے ان کو خدا کہہ دیا اس لئے وہ اپنی الوھیۃ کے ابطال کے لئے خود اتریں گے۔ ۸۔ حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں حضرت جبریل علیہ السلام نے دم کر دیا تھا تو وہ حاملہ ہوگئی تھیں اس کا حق تعالیٰ نے یہ اثر ظاہر فرمایا کہ طویل عرصہ فرشتوں کی طرح آسمانوں پر رہے اب اپنی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کا اثر ظاہر ہوگا اور اتریں گے۔

واقراوان شتم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته: حضرت ابو ہریرہؓ قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا رہے ہیں اور آیت کی مناسبت سجدہ کی قدر و قیمت والی بات کے ساتھ یہ ہے کہ جب سب اہل کتاب ایمان لے آئیں گے تو سب کے دل میں دین کی قدر بڑھ جائے گی اس لئے سجدہ کی قدر بھی بڑھ جائے گی اور ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی محسوس ہوگا۔ **كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم واما مكم منكم**: اس عبارت کے تین معنیٰ کئے گئے ہیں۔ ۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور اس سے دو باتیں ظاہر ہوں گی ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس امت کے تابع ہونا اور دوسرے اسلام کا قیامت تک باقی رہنا اور آخری اُمت ہونا ان ہی دونوں باتوں سے صحابہ کو خوش کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور استفہام کے ارشاد فرمایا کیف انتم۔ ۲۔ دوسرے معنیٰ یہ کئے گئے کہ مبتداء محذوف ہے **وهو امامكم منكم** کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے امام ہوں گے حال کونہ منکم ای من اهل دینکم کیونکہ وہ حضرت مہدی سے افضل ہوں گے۔ ۳۔ تیسرے معنیٰ بھی حذف مبتداء کے ساتھ ہی ہیں اور امامت سے مراد فیصلے کرنا ہے کہ وہ چونکہ تمہارے دین پر ہوں گے اس لئے وہ فیصلے قرآن پاک کے مطابق کریں گے انجیل کے مطابق نہ کریں گے ان تین معنوں میں سے راجح پہلے معنیٰ ہیں کیونکہ مسند احمد میں حضرت جابرؓ کی حدیث میں الفاظ یوں ہیں **واذا هم بعيسىٰ فيقال تقدم ياروح الله فيقول ليتقدم امامكم فليصل بكم** پھر بخاری شریف کی اس حدیث سے ابن ماجہ کی ایک روایت کا ضعف ظاہر ہوگیا جس میں ہے عن انس **لا مهدى الا عيسىٰ** یعنی اس ابن ماجہ والی روایت میں کسی راوی سے وہم ہوا ہے۔

باب ما يذكر عن بني اسرائيل

غرض بنی اسرائیل کی عجیب و غریب حکایات کا ذکر ہے۔ یوماً راحا آندھی کا دن۔ **بلغوا عني ولو اية**: اس شریعت کے احکام آگے پہنچاؤ معلوم ہوا کہ اس شریعت کے احکام کو آگے پہنچانا فرض ہے پھر ولو ایۃ کے تین معنیٰ کئے گئے ہیں۔ ۱۔ علامۃً ظاہرۃً یعنی صرف فعل ہو یا اشارہ ہو تو وہ بھی آگے پہنچا دو معلوم ہوا کہ اصل مسئلہ کا آگے پہنچانا تو بطریق اولیٰ ضروری ہے۔ ۲۔ آیت قرآنیہ مراد ہے کہ آیت کی حفاظت کا تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا ہوا ہے جب اس کو آگے پہنچانا ضروری ہے تو حدیث پاک کا آگے پہنچانا بطریق اولیٰ ضروری ہے۔ ۳۔ ایک آیت مراد ہے یعنی یہ نہ سوچے کہ جب تک پورا قرآن پاک نہ پڑھ لوں یا حفظ نہ کرلوں آگے نہیں پہنچا سکتا۔ نہیں اگرچہ پورا حافظ نہیں ہوا اگر آگے پڑھ سکتا ہے تو پڑھا دے تاکہ ایک ایک آیت کرکے اور ایک ایک حدیث کرکے سارا دین آگے پہنچ جائے یہ تینوں معنیٰ عینی میں نقل کئے گئے ہیں اور کوئی چوتھے معنیٰ اس حدیث کے ماتحت نہیں نقل فرمائے۔ اس لئے اس حدیث سے یہ نکالنا کہ جاہل کے لئے بھی خطاب عام جائز ہے صحیح نہیں کیونکہ جاہل اگر خطاب عام کرے گا اور کوئی غلطی کرے گا تو اس کا تدارک نہ ہو سکے گا کہ سب کو تلاش کرکے تدارک مشکل ہو جائے گا۔ **وحدثوا عن بني اسرائيل ولا حرج** مقصد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے واقعات کا نقل کرنا عبرت کے لئے مباح ہے البتہ اُن واقعات سے مسائل کا استنباط صحیح نہیں ہے اور لا حرج کے دو معنیٰ کئے گئے ۱۔ ان کے نقل کرنے میں حرج نہیں ۲۔ ان کے

چھوڑنے میں حرج نہیں حضرت انور شاہ صاحب نے ان واقعات کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ا۔ وہ واقعات جو ہماری شریعت کے مطابق ہیں۔ان پر ہم عمل کرلیں گے۔۲۔وہ واقعات جو ہماری شریعت کے موافق نہیں ہیں لیکن صحیح سند سے ثابت ہیں۔ایسے واقعات کی دو توجیہیں ہم کریں گے ایک یہ کہ پہلے ایسا کرنا جائز تھا اب منسوخ ہے دوسری توجیہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنی شریعت میں تحریف کرکے ایسا کیا ہے۔۳۔تیسری قسم اُن واقعات کی ہے جو ہماری شریعت کے خلاف ہیں اور اُن واقعات کا ثبوت کمزور سند سے ہے یا ہمیں سند کی تفصیل معلوم نہیں تو ایسے واقعات کی نہ ہم تصدیق کریں گے نہ تکذیب کریں گے لیکن اجمالی طور پر ایمان لے آئیں گے۔سوال زیر بحث روایت میں تو بنی اسرائیل کے واقعات نقل کرنے کی اجازت ہے اور بعض احادیث میں بیان کرنے اور ان میں نظر کرنے سے ممانعت ہے جواب ۔ا۔ اجازت قصص میں ہے اور ممانعت مسائل کے استنباط سے ہے ۔۲۔پہلے ممانعت تھی کہ احادیث سے خلط نہ ہوجائے۔جب قرآن وحدیث کی تفاصیل سے حضرات صحابہ کرام اچھی طرح واقف ہو گئے اور خلط کا اندیشہ نہ رہا تو نقل کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

ان الیھود والنصری لایصبغون فخالفوھم:۔ اس حدیث پاک کی وجہ سے سر اور داڑھی کے بالوں پر مہندی وغیرہ لگانا مستحب ہے۔البتہ بالکل کالے خضاب میں راجح قول یہ ہے کہ خلاف اولیٰ ہے۔**ھو شکٌ فی ذلک:۔** مسلم شریف میں تصریح ہے کہ یہ شک اسحاق راوی کو ہوا ہے

باب حدیث الغار

غرض کی دو توجیہیں ہیں ۔ا۔ یہ اشارہ فرماتا ہے کہ قرآن پاک میں جو وارد ہوا ہے **ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبا** اس آیت مبارکہ میں اصحاب الرقیم کا مصداق یہی تین حضرات ہیں جن کا ذکر اس حدیث پاک میں ہے کہ غار میں آئے اور اوپر پتھر آ گیا اپنے اپنے نیک عمل کے وسیلہ سے دعا کی تو پتھر ہٹ گیا۔گویا امام بخاری کے نزدیک رقیم بمعنی غار ہے اور مراد ان تین حضرت والی غار ہے ۔۲۔ امام بخاری کی غرض اس باب سے کیا ہے اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ ان تین حضرات کا واقعہ یہاں بیان فرمایا اس بناء پر کہ یہ تین حضرات بھی بنی اسرائیل میں سے ہی تھے جیسا کہ بعض روایات میں صراحتہ بیان فرمادیا گیا ہے۔

الرقیم میں اقوال :۔ا۔اصحاب کہف کی غار ۔۲۔ان تین حضرات کی غار جن کا ذکر زیر بحث روایت میں ہے ۔۳۔ رصاص یعنی سکہ کی تختی جس پر اصحاب کہف کے نام لکھے ہوئے تھے ۔ان کے بادشاہ نے لکھوا کر رکھے تھے تاکہ ان کو پکڑا جاسکے۔۴۔ الرقیم ایک شہر کا نام ہے وہاں ایک غار ہے۔یہ شہر روم کے علاقہ میں ہے ۔اس غار میں اکیس آدمی سوئے ہوئے ہیں۔وہ بھی اصحاب کہف کی طرح زندہ ہیں۔**فانساخت**:۔ اس کے معنیٰ ہیں پتھر پھٹ گیا۔**فیتکنا**:۔ اپنے کن یعنی مکان میں انتظار کریں اور ایک نسخہ میں یہاں ہے فیتکینا یہ لفظ استکانہ سے ہے جس کے معنیٰ ہیں کمزور ہونا کہ والدین دودھ نہ پینے کی وجہ سے کمزور نہ ہوجائیں۔

باب:۔ بلا ترجمہ ہے تتمہ ہے ماقبل کا۔**محدّثون**:۔محدث کے معنی میں دو قول ہیں۔ا۔ **من یلھم من الصواب** ۔۲ **من یتکلم معہ ولا یکون نبیا**۔ **فناء بصلرہ**:۔ اس کے معنیٰ ہیں کہ سینے سے رینگا ۔ال بصدر **یحکی نبیا من الا نبیاء**:۔ اس عبارت کی مختلف توجیہات ہیں۔ا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہی واقعہ ارشاد فرما رہے ہیں اور عجیب ہونے کی وجہ سے امام بخاری نہ بنی اسرائیل کے عجیب واقعات میں ضمناً ذکر فرمایا ہے ۔۲۔ بنی اسرائیل کے کسی نبی کا واقعہ ہے۔۳۔حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ ہے اور عجیب ہونے کی وجہ سے تبعاً بنی اسرائیل کے عجیب واقعات میں امام بخاری نے ذکر فرمایا ہے۔**رغسہ اللہ مالاً**:۔سوال ۔اس قول سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص بعثت کا منکر تھا پھر تو وہ کافر ہوا اور کافر کی بخشش نہیں ہوتی حالانکہ اس شخص کی بخشش آئی

حدیث پاک میں مذکور ہے۔ جواب۔۱۔ بعثت کو ماننا تھا صرف جہالت سے یہ سمجھا کہ شاید یہ تدبیر مجھے بعثت سے مستثنیٰ بنانے کا ذریعہ بن جائے۔۲۔قدر بمعنی ضیق ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگی فرمائی نرمی نہ فرمائی اور معافی نہ دی تو سخت عذاب دیں گے۔ ۳۔عقیدہ ٹھیک تھا صرف گھبراہٹ کی وجہ سے کچھ بے ہوشی سی ہوگئی اس میں اس طرح کہہ دیا۔ اور بے ہوشی کی بات معاف ہوتی ہے۔ **من خشاش الارض** :۔نقطہ والی خاء کے ساتھ ہے اور اس کے معنی حشرات الارض کے ہیں یعنی کیڑے مکوڑے۔ کہ بلی کو کیڑے مکوڑے منہ کھانے دیئے۔

کتابُ المناقب

لفظ مناقب جمع ہے منقبۃ کی پھر مکارم و مفاخر کو مناقب کیوں کہتے ہیں اس میں دو قول ہیں۔۱۔ **لان المکرمۃ لعظمتھا کانھا تنقب الصخرۃ**۔۲۔ **المکرمۃ تنقب قلب الحاسد** پھر یہاں دو نسخے ہیں۔۱۔ کتاب المناقب۔۲۔ باب المناقب دوسرا نسخہ باب والا زیادہ مناسب ہے کیونکہ حقیقت میں یہ باب المناقب کتاب الانبیاء علیہم السلام کا تتمہ ہے اور جو پہلا نسخہ ہے کتاب والا اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو اہتمام کی وجہ سے مستقل کتاب قرار دے دیا۔ پھر غرض اس کتاب المناقب کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل اور معجزات اور حالات کا بیان ہے۔ اسی لئے شروع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک کا ذکر فرمایا پھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل و مناقب ذکر فرمائے جو حقیقت میں تمہید ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی۔ پھر کتاب المغازی کے عنوان سے تاریخ وار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات ذکر فرمائے اور ترتیب تاریخ کے حساب سے رکھی کہ جس واقعہ کو امام بخاری نے مقدم مانا اس کو پہلے ذکر فرمایا اور جس واقعہ کو موخر مانا اس کو بعد میں ذکر فرمایا ان تمام ابواب کو جمع کرنے سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مکمل ہوگئے اور اس طرح سے کتاب الانبیاء کی تکمیل ہوگئی پھر قبائل کا ذکر صلہ رحمی کی نیت سے ہونا چاہئے اسی لئے یہاں امام بخاری نے دو آیتیں اکٹھی ذکر فرمائیں ایک قبائل کی اور ایک ارحام کی۔ اس کی تائید طبرانی کی ایک روایت سے ہوتی ہے **تعلموا من انسابکم ماتصلون بہ من ارحامکم** پھر جو پہلی آیت یہاں نقل فرما رہے ہیں یا یھا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثیٰ وجعلنا کم شعوبا و قبائل لتعار فوا ان اکر مکم عند اللہ اتقاکم اس آیت مبارکہ کا حاصل یہی ہے کہ نسب پر فخر نہ کرنا کیونکہ سب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہا السلام کی اولاد ہیں۔ اور عزت کا دارو مدار تو تقویٰ اور اعمال صالحہ پر ہے اس میں کوشش کرو۔ **وتجدون خیر الناس فی ھذا الشان اشدھم لہ کراھیتہ**:۔ یہاں فی ھذا الشان سے مراد ولایت اور سرداری اور امیر بننا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ امیر بننے کا زیادہ اہل وہی شخص ہوتا ہے جو امیر بننے سے زیادہ نفرت رکھتا ہو۔ اس نفرت کی دو بڑی وجہیں ہیں۔۱۔ لوگوں کے درمیان پورا پورا انصاف کرنا اور ظلم وستم کو ختم کرنا بہت ہی مشقت کا کام ہے۔۲۔ آخرت میں حقوق العباد اور حقوق اللہ چھوڑنے پر سخت مواخذہ کا اندیشہ ہے امیر بننے کے زمانہ میں تعلقات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں اس لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں بڑھ جاتے ہیں اس لئے آخرت میں مواخذہ کا اندیشہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ **تجدون من خیر الناس اشد الناس کراھیۃ لھذا الشان حتیٰ یقع فیہ**:۔ گذشتہ حدیث پاک کے الفاظ مبارکہ سے اس حدیث پاک میں کچھ الفاظ زائد ہیں یعنی حتی یقع فیہ اس لئے اس حدیث کی تفصیل میں چار تقریریں ہیں۔۱۔ خلافت اور امارت کا زیادہ اہل وہی شخص ہوتا ہے جو اس سے ڈرتا رہتا ہے کیونکہ انصاف کرنا مشقت کا کام ہے اور تعلقات بڑھ جانے کی وجہ سے حقوق اللہ اور حقوق العباد بڑھ جاتے ہیں اس لئے آخرت میں مواخذہ سخت

ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے لیکن جب کراھیتہ اور نفرت کے باوجود کندھوں پر بوجھ آہی پڑے تو کراھیتہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خصوصی امداد فرماتے ہیں اور اس امداد کی وجہ سے راحت محسوس کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دین کو بچا لیا اور امیری کی وجہ سے میرے دین کا نقصان نہ ہوا۔ گویا پہلے کراہت تھی پھر اللہ تعالیٰ کی خصوصی امداد کی وجہ سے یہ کراہت ختم ہو جاتی ہے یہ معنی ہیں حتیٰ یقع فیہ کے۔ ۲۔ امیر اور خلیفہ بننے سے پہلے پہلے تو امیری سے نفرت مستحسن ہے لیکن امیر بن جانے کے بعد امیری سے نفرت رکھنا جائز نہیں ہے بلکہ پوری ہمت اور کوشش سے ذمہ داری کو پورا کرے اگر اب بھی کراھیتہ کو باقی رکھے گا تو ہمت اور کوشش نہ کر سکے گا۔ ۳۔ حدیث پاک کا مقصد یہ ہے کہ عام طور پر امارت اور خلافت صالح آدمی کو فاسق و فاجر بنا دیتی ہے کیونکہ حکومت میں اصل فساد ہی ہے الا نادراً۔ ۴۔ حدیث پاک کا مقصد امارت وخلافت کی طلب سے ڈرانا ہے اگرچہ سلطنت کی ذات میں تو فساد نہیں ہے لیکن امیر بننے کے بعد عام طور پر اپنے دین کی حفاظت کے اسباب موافقت نہیں کیا کرتے اور نیک آدمی بھی عموماً فسق وفجور میں پڑ جاتا ہے اس لئے احوط دور رہنا ہی ہے۔

باب

یہ باب بلا ترجمہ ہے اس لئے تتمہ ہے اہمیت قبائل کے لئے۔

الا المودة في القربيٰ:۔ اس آیت والی حدیث کو امام بخاری اس باب میں اس لئے لائے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کے مختلف معانی میں سے اہم ترین معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرما رہے ہیں **قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربيٰ** کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ قریش سے فرما دیں کہ اے قریش میری تمہاری ہر ہر بطن میں رشتہ داری ہے اور تم اس رشتہ داری کا خیال کیا کرتے تھے نبوت کے دعوے سے پہلے اب بھی اس رشتہ داری کا خیال کرو اور صلہ رحمی کرو اور مجھ پر ایمان لے آؤ میں تم سے مال نہیں مانگتا صرف صلہ رحمی مانگتا ہوں کہ صلہ رحمی کے طور پر میری بات غور سے سنو اور سمجھو اور ضد نہ کرو اور اپنی آخرت برباد نہ کرو۔ اور ایمان لے آؤ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ قریش میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونے کو بہت اہمیت حاصل ہے اور اسی اہمیت کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے اور اسی اہمیت کو بیان کرنے کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ ابواب باندھے ہیں۔ **فقال سعيد بن جبير قربى محمد صلى الله عليه وسلم**:۔ اس حدیث پاک کے واقعہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت سعید بن جبیر حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت سعید بن جبیر نے اس آیت کی ایک تفسیر کی طرف اشارہ کیا تو حضرت ابن عباس نے اس کا رد فرما دیا کہ میرے نزدیک راجح تفسیر دوسری ہے اور وہی تفسیر بیان فرمائی جو ابھی اوپر ذکر کر دی گئی ہے۔ پھر اس آیت کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ا۔ جو حضرت سعید بن جبیر نے اشارۃً حضرت ابن عباس کے سامنے ذکر فرمائی کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ مومنین سے فرما دیں کہ میں تبلیغ اور دین پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا صرف یہ حکم دیتا ہوں کہ میرے قریبی رشتہ داروں سے محبت رکھنا۔ ۲۔ جو حضرت ابن عباس نے ذکر فرمائی جس کی پوری تفصیل ابھی گذر چکی ہے۔ ۳۔ خطاب سب انسانوں کو ہے کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سب انسانوں سے فرما دیجئے کہ میں تبلیغ پر کوئی مال نہیں مانگتا البتہ یہ کہتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے قرب سے محبت رکھو اور ثواب آخرت کی تیاری کرو۔ ۴۔ القربیٰ کا مصداق حضرت علی حضرت فاطمہ اور ان کے دونوں بچے ہیں کہ اے مسلمانو! ان سے دوستی رکھو۔ ۵۔ اے مسلمانو قریش کی تعظیم کرو اور قریش سے دوستی رکھو۔ ۶۔ اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والوں سے محبت رکھو۔ **فنزلت عليه الا ان تصلوا قرابته بيني و بينكم**:۔ سوال۔ یہ الفاظ تو قرآن پاک میں نہیں ہیں۔ جواب۔ ا۔ **الا ان تصلوا قرابته بيني و بينكم** کا مضمون نازل ہوا اس تقریر پر الا ان

تصلوا الخ نزلت کا فاعل ہے۔۲۔ نزلت کی ضمیر لوٹتی ہے آیت مذکورہ کی طرف اور آگے الا ان تصلوا یہ اُس آیت مذکورہ کی تفسیر ہے یعنی مذکورہ آیت نازل ہوئی جس کی تفسیر یہ ہے۔

باب مناقب قریش

غرض قبیلہ قریش کے مناقب کا بیان ہے پھر قریش قبیلہ کا مصداق کیا ہے۔ا۔ محققین مورخین کے نزدیک نضر بن کنانہ کی اولاد کو قریش کہتے ہیں۔۲۔ مشہور قول یہ ہے کہ فہر بن مالک بن نضر کی اولاد کو قریش کہتے ہیں پھر فہر کے بارے میں دو قول ہیں۔ا۔ نام فہر تھا اُن کی والدہ محبت اور شفقت سے قریش کہہ دیا کرتی تھی۔۲۔ نام قریش تھا اور فہر لقب تھا کیونکہ فہر اس چکنے پتھر کو کہتے ہیں جو ہتھیلی بھرنے کی مقدار ہو۔ **وھو عندہ فی وفد من قریش** :۔ یہ دونوں جملے محمد بن جبیر سے حال ہیں۔ **انّ عبد الله بن عمرو بن العاص یحدث** :۔ اس انّ کا عامل بلغ ہے۔ پوری عبارت کا مطلب یہ بنا کر جب محمد بن جبیر حضرت امیر معاویہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور قریش کا ایک وفد بھی حضرت امیر معاویہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو حضرت امیر معاویہ کو یہ بات پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بادشہ قحطان قبیلہ کا ہوگا اس پر حضرت امیر معاویہ غضبناک ہو گئے اور یہ حدیث نقل فرمائی **ان ھذا الامر فی قریش لا یعاد یھم احد الا کبہ الله علی وجھہ ما اقاموا الدین**۔ سوال قحطان قبیلہ غیر قریش ہے کیونکہ یہ یمن کا قبیلہ ہے۔ اب حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت معاویہ کی روایات میں بظاہر تعارض ہو گیا۔ جواب۔ا۔ حضرت ابن عمرو کی روایت میں بیان واقعہ ہے اور حضرت امیر معاویہ والی روایت میں بیان استحقاق ہے۔۲۔ قحطانی اس وقت بادشاہ ہوگا جب قریش میں سے کوئی بادشاہ نہ بن سکے گا اور کوئی بادشاہ بننے کے لائق اور اہل نہ رہے گا۔۳۔ جب دین پر عمل کرنے والے کمزور ہو جائیں گے تو قحطان قبیلہ سے بادشاہ بن جائے گا اور اسی طرف اشارہ ما اقاموا الدین کے لفظ میں موجود ہے۔ **وددت انی جعلت حین حلفت عملاً اعملہ فافرغ منہ**:۔ یعنی میں بجائے قسم کھانے کے کوئی عمل متعین کر لیتی کہ اگر میں یہ کام کروں تو مثلاً دس نفل پڑھوں گی یا دو روزے رکھوں گی تو زیادہ اچھا تھا وہ عمل کر لیتی اور فارغ ہو جاتی۔

باب نزل القرآن بلسان قریش

غرض قبیلہ قریش کی ایک بہت بڑی فضیلت کا بیان ہے کہ کتاب اللہ ان کی لغت میں اتری ہیں۔

باب نسبتہ الیمن الی اسماعیل علیہ السلام

غرض یہ ہے کہ یمن قبیلہ اگرچہ قریش سے خارج ہے لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نسب میں داخل ہے۔ **منھم اسلم بن افصیٰ بن حارثہ بن عمرو بن عامر من خزاعتہ**:۔ یعنی یمن قبیلہ میں سے بنی اسلم قبیلہ بھی ہے جس کا ذکر بلافصل آگے مرفوع حدیث آرہا ہے کہ بنی اسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اور یہ بنی اسلم یمن قبیلہ سے ہے معلوم ہوا کہ یمن قبیلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ پھر لفظ من خزاعہ یہ حال ہے اسلم سے کہ یہاں وہ اسلم قبیلہ مراد ہے جو بنی خزاعہ سے ہے کیونکہ افصیٰ ہی خزاعہ ہے۔ اور من خزاعہ کی قید سے دو اسلم قبیلے نکل گئے۔ا۔ اسلم جو مذحج قبیلہ سے ہے۔۲۔ اسلم جو بجیلہ قبیلہ سے ہے۔

باب: یہ باب بلا ترجمہ ہے اس لئے گذشتہ باب کا تتمہ ہے کیونکہ اس میں نسب میں احتیاط کرنے کی تاکید ہے۔

باب ذکر اسلم و غفار و مزینتہ وجھینتہ و اشجع

اس باب میں ان قبیلوں کی فضیلت بیان فرمانی مقصود ہے کیونکہ انھوں نے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی تھی جیسا کہ اس باب کی پہلی حدیث میں اشارہ موجود ہے۔

باب ذکر قحطان

قحطان یمن کے اب ہیں۔ان سے یمن قبیلہ شروع ہوا ہے۔

باب ما ینهی عنه من دعوة الجاهلیته

غرض عصبیت سے منع کرتا ہے کہ اپنے خاندان کے لوگوں کا ساتھ دے خواہ وہ حق پر ہوں یا ناحق پر ہوں۔

باب :۔اس کے معنی ہیں جمع ہو گئے۔**فکسع** :۔خوش طبعی سے دوسرے کے مقعد پر ہاتھ یا پاؤں ماردیا۔

باب قصته خزاعه

غرض بنی خزاعہ کا قصہ بیان فرمانا ہے۔**قصته اسلام ابی ذر باب قصته زمزم** :۔غرض حضرت ابوذر کے اسلام کا اور زمزم کا قصہ بیان فرمانا ہے۔بعض نسخوں میں یہاں یہ قصہ نہیں ہے اور نہ ہونا ہی راجح ہے کیونکہ حضرت ابوذر کے اسلام کا ذکر حضرت ابوبکر اور حضرت سعد وغیرہ کے ذکر کے بعد آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

باب جهل العرب

زمانہ جاہلیہ کا ذکر مقصود ہے بعض نسخوں میں یہاں یوں ہے باب قصہ زمزم و جہل العرب یہ صحیح نہیں ہے۔کیونکہ اس باب میں زمزم کا بالکل ذکر نہیں ہے۔

باب من انتسب الی آبائه فی الاسلام والجاهلیة

غرض رد کرنا ہے اس شخص کا جو نسب کے ذکر کو مطلقاً قبیح قرار دیتا ہے کیونکہ ممانعت صرف فخر اور تکبر کے طور پر ذکر کرنے سے ہے بلا فخر صرف تعارف کے لئے ذکر کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور اس کی دلیل اس باب کی مرفوع روایات ہیں جن میں نسب کا ذکر موجود ہے۔

باب ابن اخت القوم ومولی القوم منهم

غرض یہی مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ ابن اخت اور مولی یہ دونوں اسی قوم میں سے شمار ہوتے ہیں۔

باب قصته الحبش و قول النبی صلی الله علیه وسلم یا بنی ارفدة

غرض حبش کا ذکر ہے اور حبش حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حام کی اولاد بلا واسطہ میں سے ایک ہیں یہ سات بھائی تھے۔۱۔ السند .۲. الهند .۳. الزنج .۴. القبط .۵. الحبش .۶. النوبته .۷۔کنعان پھر باب کے عنوان میں جو ارفدۃ کا ذکر ہے اس میں دو قول ہیں۔۱۔ارفدۃ حبش کی والدہ تھیں۔۲۔ارفدہ بنی حبش میں سے کسی دادا کا نام تھا۔

باب من احب ان لا یسب نسبه

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ جائز ہے کہ کوئی شخص یہ پسند کرے کہ کوئی میرے نسب کو برا بھلا نہ کہے۔**وعن ابیه قال ذهبت** یعنی ہشام کے والد سے منقول ہے جو حضرت عروۃ بن الزبیر تھے۔**ینافح**:۔مدافعت کرتے تھے۔

باب ما جاء فی اسماء رسول الله صلی الله علیه وسلم

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ناموں کا ذکر ہے۔**لی خمسته اسماء** :۔سوال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک تو اور بھی بہت سے ہیں جواب ۔۱۔ یہ پانچوں میرے ساتھ خاص ہیں۔باقی اوروں پر بھی بولے جاسکتے ہیں۔۲۔یہ پانچ نام زیادہ عظمت والے ہیں۔۳۔یہ پانچ نام پہلی امتوں میں مشہور تھے۔۴۔ پانچ کا عدد راوی نے بڑھایا ہے اصل حدیث صرف ناموں کا ذکر تھا۔**یمحوا الله بی الکفر** :۔اس کے مختلف معنی کئے گئے ہیں۔۱۔ جزیرہ عرب سے کفر میری وجہ سے مٹا دیا جائے گا۔۲۔اکثر شہروں سے کفر میری وجہ سے مٹا دیا جائے گا جیسا کہ قرب قیامت میں ہوگا۔۳۔جمیع بلاد سے کفر کی عزت کو مٹا دیا جائے گا۔**وانا العاقب** :۔اس کے معنی یہ ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اخیر زمانہ میں مبعوث ہوئے ہیں۔

باب خاتم النبيين

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا بیان ہے یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وجود اور نبوت دونوں کے لحاظ سے اخیر میں ہیں اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت ہے سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تو قرب قیامت میں آسمان سے نزول فرماویں گے وہ بھی نبوت اور وجود دونوں میں اخیر میں ہوگئے۔ جواب ان کو نبوت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مل چکی اور اب ان کا اترنا ایک مجدد اور دین کا ایک بڑا خادم ہونے کی حیثیت سے ہوگا نبوت کی حیثیت سے نہ ہوگا۔ اس لئے وہ صرف وجود میں پیچھے ہوئے وجود اور نبوت کے مجموعہ کے لحاظ سے پیچھے نہ ہوئے۔ **فانا اللبنة وانا خاتم النبیین** سوال۔ اینٹ تو ایک چھوٹی سی چیز ہے اس کے ساتھ تشبیہ سے تو عظمت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر نہیں ہوتی جواب تشبیہ صرف تکمیل میں ہے کہ جیسے ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو اس سے محل کی تکمیل ہو جاتی ہے ایسے ہی مجھ سے نبوت کی تکمیل ہوگئی حجم اور لمبائی چوڑائی تھوڑی ہو یا زیادہ ہو اس کا بیان مقصود نہیں ہے۔

باب وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہاں غرض عمر مبارک کا بیان ہے واقعہ وفات بیان فرمانا مقصود نہیں ہے۔ بعض نسخوں میں یہ باب نہیں ہے اور یہی نہ ہونا زیادہ مناسب ہے کیونکہ اصل محل اس باب کا کتاب المغازی کا اخیر ہے۔ اور وہاں تفصیل سے واقعہ وفات کا آئے گا انشاء اللہ تعالےٰ یہاں صرف بیان عمر کے درجہ میں ذکر کیا گیا ہے پھر اسماء کے ابواب سے اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ پہلی کتابوں میں جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ لکھے ہوئے تھے ایسے ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بھی پہلی کتابوں میں لکھی ہوئی تھی۔

باب کنیته النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کا بیان ہے اور کنیت کے حکم کا بیان ہے کنیت کے حکم میں چار اہم قول ہیں ۱۔ حیاۃ طیبہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت رکھنی منع تھی۔ وفات کے بعد کچھ حرج نہیں ہے۔ ۲۔ نام اور کنیت کو جمع کرنا اب بھی منع ہے۔ ۳۔ کنیت رکھنی اب بھی منع ہے۔ ۴۔ جمع کرنا پہلے بھی جائز تھا اور اب بھی جائز ہے۔ ان اقوال میں سے پہلا قول راجح شمار کیا گیا ہے منشاء اختلاف اس باب کی پہلی روایت ہے۔ **عن انس رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی السوق فقال رجل یا ابا القاسم فالتفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال سموا باسمی ولا تکتنوا بکنیتی**۔ پہلے قول والوں کے نزدیک ممانعت کا منشاء اشتباہ تھا جو وفات کے بعد نہ رہا دوسرے قول والوں کے نزدیک منشاء جمع تھا جواب یہ ہے کہ جمع پر کوئی چیز دال نہیں کہ صرف جمع کی ممانعت تھی اور اب بھی ممانعت ہے تیسرے قول والوں نے ظاہری ممانعت کو لیا جواب اصل احکام میں یہ ہے کہ ہر حکم کسی نہ کسی علت پر مبنی ہوتا ہے چوتھے قول والوں نے اصل اباحت کو لیا اور ممانعت کو تنزیہ پر محمول فرمایا جواب۔ احتیاط اسی میں ہے کہ ممانعت کا اعتبار کیا جائے اور مبیح اور موجب کراہت میں تعارض ہو تو موجب کراہت کو ہی ترجیح ہوتی ہے۔

باب: یہ باب بلاترجمہ ہے اس لئے یہ تتمہ ہے گذشتہ باب کا اور تتمہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ گذشتہ باب نام مبارک اور کنیت مبارکہ کے متعلق تھا اور اس باب کی روایت میں خطاب کا طریقہ بتلایا گیا ہے کہ نام مبارک یا کنیت مبارکہ سے نہ پکارنا چاہئے بلکہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ سے پکارنا چاہئے۔

باب خاتم النبوة

غرض مہر نبوۃ کی صفت کا بیان کرنا ہے یہ مہر کندھوں کے درمیان قلب مبارک کی سیدھ میں تھی اور یہ اہل کتاب میں مشہور تھی اسی لئے اس کا لقب خاتم النبوۃ تھا یعنی ایسی مہر جس سے نبوت جانی جاتی تھی حق تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے **مکتوبا عندھم فی التورٰۃ والانجیل** اور پیچھے ہونے میں شاید یہ اشارہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور سب نبیوں کے اخیر میں ہیں ان کے بعد

اور کوئی نبی نہیں ہے۔ وقع:۔ اس کے معنی ہیں بیار **الحجلته من حجل الفرس الذی بین عینیه** :۔ اس تفسیر پر اشکال ہے دولحاظ سے۔ ا۔ ماتھے کی سفیدی کو غرہ کہتے ہیں تحجیل تو پاؤں کی سفیدی کو کہتے ہیں۔ ۲۔ پھر اس کا تعلق خاتم النبوۃ سے نہیں ہے اس لئے اس موقعہ میں یہ تفسیر مناسب نہیں ہے۔

باب صفته النبی صلی اللہ علیه وسلم

غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خَلق اور خُلق کا بیان ہے۔ **قد شمط**: یعنی سر کے بال کھچڑی تھے کچھ سیاہ اور کچھ سفید تھے۔ **العنفقته**: لب کے نیچے چھوٹی داڑھی کو کہتے ہیں۔ **فاحشاً**: پیدائشی طور پر حد سے نکلنے والا۔ **متفحشا**: کسی طور پر حد سے باہر نکلنے والا۔ **او عر قالفظ**: عرف کے بھی وہی معنی ہیں جو ریح کے ہیں یعنی بو اور یہ او بطور شک راوی کے ہے۔

باب کان النبی صلی اللہ علیه وسلم تنام عینه ولا ینام قلبه

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ نیند کی حالت میں بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک بیدار رہتا تھا تاکہ خواب کی باتیں بھی سمجھ سکیں جو وحی ہوتی تھیں۔ **قبل ان یوحیٰ الیه**: اس عبارت کی دو توجیہیں ہیں۔ ا۔ معراج سے پہلے آپ پر یہ وحی نہ آئی تھی کہ آپ عنقریب معراج کے طور پر آسمانوں پر جانے والے ہیں۔ ۲۔ معراج کا واقعہ نبوۃ سے پہلے کا ہے لیکن اس معنی کے لحاظ سے یہ روایت راوی کا وہم شمار کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ معراج وحی اور نبوت کے بعد ہوا ہے۔ **فتولاہ جبریل**: حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانوس کیا۔

باب علامات النبوۃ فی الاسلام

غرض نبوت کی علامات یعنی معجزات وغیرہ کا بیان فرمایا ہے پھر لفظ معجزات کا اس لئے نہ رکھا کہ علامات کا لفظ معجزات کے علاوہ بہت سی چیزوں کو شامل ہے۔ مثلاً (ا) کرامت جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی تبع سنت امتی سے خرق عادت کے طور پر صادر ہو۔ ۲۔ ارھاصات یعنی وہ خرق عادت باتیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت سے پہلے صادر ہوئی ہوں۔ ۳۔ محاسن اخلاق جو عام آدمی کے لحاظ سے خرق عادت کے درجہ میں تھے۔ ۴۔ محاسن اعمال جو عام آدمی کے لحاظ سے خرق عادت کے درجہ میں تھے۔ **فی الاسلام**: ترجمۃ الباب کے اس لفظ کی دو توجیہیں ہیں۔ ا۔ ارھاصات کو نکالنا مقصود ہے کیونکہ وہ نبوت اور اسلام سے پہلے پائی گئیں۔ ۲۔ قید واقعی ہے احترازی نہیں ہے اور اس لفظ سے ارھاصات خارج نہیں ہوتیں کیونکہ ارھاصات کا وقوع اگرچہ اسلام سے پہلے ہوا لیکن ان کا علامت حقیقۃ اسلام بننا یہ نبوۃ اور ظہور اسلام کے بعد ہی ہوا اس لئے وہ بھی علامات نبوۃ میں داخل ہیں اور فی الاسلام کے باوجود داخل ہی رہیں۔ **عدد الصحف**: حضرت آدم علیہ السلام پر ۱۰ صحیفے نازل ہوئے حضرت شیث علیہ السلام پر ۵۰ حضرت ادریس علیہ السلام پر ۳۰۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ۱۰ کل صحیفے ۱۰۰ نازل ہوئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا رسول ہونا اور ان کی عمر:۔ حضرت آدم علیہ السلام اپنی اولاد کی طرف رسول تھے اور بلا واسطہ حضرت آدم علیہ السلام کے چالیس بچے ہوئے بیس مرد اور بیس عورتیں ہر دفعہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر میں دو اہم قول ہیں۔ ا۔ ایک ہزار سال ۲۔ ۹۶۰۔

معجزہ کی تعریف:۔ **امر خارق للعادۃ مقرون بالتحدی موافق المدعوی سالم من المعارضۃ**:۔ **معجزہ اور جادو اور کہانت میں فرق**:۔ یہ فرق کئی وجوہ سے ہے۔ ا۔ نبی کی ہر خبر سچی ہوتی ہے اور کاھن وغیرہ کی کوئی سچی کوئی جھوٹی ۲۔ نبی کا ہر امر عدل پر مبنی ہوتا ہے اور نبی کا ہر عمل صالح ہوتا ہے اور ساحر و کاھن کے امر اور عمل غلط ہوتے ہیں۔ ۳۔ معجزہ اسباب کو توڑنے والا ہوتا ہے اور جادو وغیرہ میں اسباب خفیہ ہوتے ہیں۔ ۴۔ سحر اور کہانت کسبی چیزیں ہیں معجزہ بلا کسب ہوتا ہے ۵۔ ساحر اور کاھن کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور اس کے مثل یا اس سے اعلیٰ کرتب دکھایا جاسکتا ہے۔ نبی کا مقابلہ

نہیں کیا جا سکتا۔ ۶۔ ایک نبی کا معجزہ دوسرے کسی نبی کے معجزہ کو توڑنے والا نہیں ہوتا اور ساحر کا سحر بعض دفعہ دوسرے ساحر کے سحر کو توڑنے والا ہوتا ہے۔ **ظهور المعجزات**:۔ معجزات کا ثبوت قرآن پاک سے بھی ہے اور احادیث متواترہ سے بھی ہے پھر تواتر کی چونکہ چار قسمیں ہیں تو معجزات کے اثبات میں بھی بعض معجزات کا اثبات ایک قسم سے ہے بعض کا دوسری قسم سے بعض کا باقی اقسام سے اور یہ بات ہم تک پہنچ چکی ہے کہ ایک ذات پاک زمین ہی پر رہتی تھی اُس نے یہ پاک دعویٰ فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے اس دعوے پر بعض نے اُس پاک ذات کی بات کو مان لیا اور بعض نے مخالفت کی اور اللہ تعالیٰ نے اُس ذات پاک کی امداد فرمائی اور غلبہ نصیب فرمایا اور اس کے دشمنوں کی سزا دی اور اُس کی زبان پاک پر عمدہ علوم کو ظاہر فرمایا۔ ان سب باتوں کا ظہور ملوک سابقہ اور فلاسفہ سابقہ ارسطو افلاطون وغیرہ سے کہیں زیادہ روشن اور واضح ہے اس طرح سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اظہر من الشمس ہے۔ **اہم مشترک معجزات کی انواع**:۔ جو معجزات تقریباً سب جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے درمیان مشترک رہے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ انبیاء علیہم السلام بتلاتے رہے کہ دیکھو ہماری امداد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی ہے اور ہمیں نہ ماننے والے ہلاک ہونے والے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوگیا۔ ۲۔ انبیاء علیہم السلام کے مخالفین کو خرق عادت طریقوں سے ہلاک کیا گیا ہے جیسے فرعون کا غرق ہونا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے کافروں کا طوفان نوح علیہ السلام سے غرق ہونا۔ ۳۔ انبیاء علیہم السلام کی پاک زبانوں سے ایسے احکام مخلوق تک پہنچائے گئے اور ایسے عقائد اور اخلاق خلق کو سکھائے گئے جو شاہد عدل تھے کہ یہ پاک ہستیاں سراپا صدق ہیں اور دجال و کذاب نہیں ہیں اور ایسی پاک ذات کی طرف سے بھیجی ہوئی ہیں جو منبع علم و حکمت ہے اور جو مخلوق پر رحمت و شفقت صادر ہونے کا سرچشمہ ہے اور جو مخلوق کی اعلیٰ درجہ کی

بھلائی اور منفعت کا ارادہ رکھتی ہے۔ جل جلالہ و عم نوالہ و سبحانہ عما یصفون۔ **معجزہ اور کرامت میں فرق**:۔ ۱۔ نبی پر معجزہ کا اظہار واجب ہوتا ہے۔ ولی پر کرامت کا اظہار واجب نہیں ہوتا بلکہ اظہار سے منع کیا جاتا ہے صرف نادراً گنجائش ہوئی ہے جیسے حضرت عمر نے منبر پر فرمایا یا ساریۃ الجبل اے ساریہ پہاڑ کو لازم پکڑ اور جیسے حضرت خالد بن الولید نے ایک موقعہ میں زہر پی لی تھی یہ دکھانے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر موت نہیں آتی۔ مخلوق کی ہدایت کی مصلحت کی وجہ سے ان کرامتوں کو ظاہر کرنا جائز بلکہ مستحب ہوگیا تھا۔ ۲۔ کرامات اگرچہ معجزات کی جنس سے ہوتی ہیں لیکن معجزات بڑی علامتیں ہوتی ہیں کیفیت کے لحاظ سے بھی اور کمیت کے لحاظ سے بھی جیسے بعض بزرگوں کا ہوا میں اڑنا بطور کرامت کے واقع ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کا ہوا میں اڑنا بطور معجزہ کے تھا۔ تو اس تخت کا اڑنا کم اور کیف کے لحاظ سے ایک آدمی کے اڑنے سے بہت بڑا تھا۔ ۳۔ معجزات اور ان کے آثار نبی کی وفات کے بعد بھی باقی رہتے ہیں جیسے طوفان نوح علیہ السلام کی خبر آج تک باقی ہے غرق فرعون اور ابراہیم علیہ السلام کی آگ کی خبر آج تک باقی ہے انشقاق قمر اور معراج کی خبر آج تک باقی ہے۔ کرامات کا یہ مقام نہیں ہوتا۔ **انواع المعجزات**:۔ ۱۔ الاخبار بالغیب پھر اس کی تین قسمیں ہوتی ہیں ماضی بعید کی خبریں مثلاً آدم علیہ السلام اور ابلیس اور نوح علیہ السلام کے واقعات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے حالانکہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے لکھے تھے کہ تاریخ کی کتابیں گھر میں چھپا رکھی ہوں اور پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سنا دیتے ہوں۔ اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رابطہ تاریخ دانوں سے تھا۔ کہ اُن سے معلوم کر کے یہ باتیں یاد کر لی ہوں لامحالہ یہ باتیں وحی سے بتلاتے تھے دوسری قسم آئندہ کی باتیں جو دنیا میں ہونے والی تھیں مثلاً **فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارہ** کہ تم ہرگز قرآن پاک کی سورت جیسی

سورت نہ لاسکو گے۔ چنانچہ آج چودہ سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا آج تک قرآن پاک کی سورتوں جیسی سورت کوئی نہ لا سکا تیسری قسم آخرت کی باتیں کہ قیامت کی باتوں کی تردید نہ ہو سکی کہ قرآن وحدیث میں جو قیامت کے واقعات مذکور ہیں ان میں سے کوئی غلط ہے اور فلاں آسمانی کتاب سے اس کی غلطی ثابت ہوتی ہے ۔۲۔ معجزات کی دوسری قسم وہ معجزات ہیں جن کا تعلق اجرام علویہ سے ہے۔ مثلاً معراج انشقاق قمر وحی کی حفاظت کے لئے شہاب ثاقب کا شیاطین پر گرنا۔۳۔ وہ معجزات جن کا ظہور فضاء میں ہوا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے فوراً بادلوں کا آجانا اور بارش برسانا اور زیادہ بارش ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعاء فرمانا حوالینا ولا علینا اور بادلوں کا گول حوض کی شکل میں درمیان سے پھٹ جانا کہ مدینہ منورہ پر بارش نہ ہو۔ باقی ہوتی رہے۔ ایسے ہی غزوہ خندق میں ہوا سے کافروں کے پاؤں کا اکھڑ جانا فارسلنا علیھم ریحاً وجنوداً لم تروھا۔۴۔ حیوانات میں معجزات ظاہر ہونے جیسے ایک اونٹ نے شکایت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ میرا مالک مجھے کھانے کو کم دیتا ہے اور کام زیادہ کراتا ہے جیسا کہ ابوداؤد اور مسلم میں منقول ہے۔۵۔ کھانے پینے کی چیزوں میں معجزات کا ظہور ہوا جیسے تھوڑے پانی کا زیادہ ہو جانا۔۶۔ بعض معجزات پتھروں میں ظاہر ہوئے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے عن انس قال صعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدا ومعہ ابو بکر و عمر و عثمان فرجف بھم فقال اسکن و ضربہ برجلہ فلیس علیک الا نبی او صدیق او شھیدان ایسے ہی صحیحین کی روایت میں ہے عن جابر بن سمرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ سلم قال انی لا عرف حجراً بمکتہ کان یسلم علی ایسے ہی ترمذی میں اور مستدرک حاکم میں حضرت علی سے روایت ہے قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکتہ فخرجنا فی بعض نواحیھا فما استقبلہ شجرہ لا جبل الا وھو یقول السلام علیک یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے ہی غزوہ بدر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹی پھینکنا بھی آیا ہے جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی و ما رمیت اذرمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ ۷۔ فرشتوں کا تائید کرنا قرآن پاک میں اذ تستغیثون ربکم انی ممد کم بالف من الملئکتہ مرد فین اور یہ واقعہ غزوہ بدر کا ہے اس کے علاوہ غزوہ خندق کے متعلق قرآن پاک میں ہے فارسلنا علیھم ریحاً و جنو داً لم تروھا ایسے ہی غزوہ حنین کے متعلق قرآن پاک میں ہے۔ وانزل جنوداً لم تروھا و عذب الذین کفروا وذلک جزاء الکفرین ۔اور ہجرت کے واقعہ کے متعلق قرآن پاک میں ہے ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ واید ہ بجنود لم تروھا۔۸۔ حق تعالیٰ کی خصوصی حفاظت اس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے واللہ یعصمک من الناس اور اسی طرح دوسری آیت میں ہے انا کفیناک المستھزئین ۔۹۔ دعاء کا قبول ہونا اور اس کی مثالیں بہت ہیں مثلاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء پر حق تعالیٰ نے فوراً بارش شروع فرمادی اور ایک ہفتہ بعد دعاء سے مدینہ منورہ پر سے بادل ہٹ گئے ۔۱۰۔ دشمنوں کی ہلاکت جیسا کہ بدر کے واقعہ میں لڑائی سے ایک دن پہلے فرما دیا تھا کہ کل یہاں فلاں کافر مرا پڑا ہوگا اور یہاں فلاں کا فر مرا پڑا ہوگا۔ اور اسی طرح ہوا۔ ایہ:۔ یہ اسم فعل ہے ھیھات کے معنیٰ میں ہے۔ یعنی پانی بہت دور ہے۔ **انھا مؤ تمتہ**:۔ ایسی عورت کو کہتے ہیں جس کی اولاد یتیم ہو چکی ہو۔ **تنض** :۔ اور ایک نسخہ میں نون کی جگہ باء ہے تبض دونوں کے معنیٰ ہیں پھوٹ رہی تھی **ذلک الصرم** :۔ وہ بستی **فرأیت الماء ینبع من تحت اصابعہ** :۔ یہ ایسا عجیب و غریب معجزہ تھا کہ جس کی مثال انبیاء سابقین علیہم السلام میں نہیں ملتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے نیچے سے پانی اچھل رہا تھا۔ **فجھش الناس** :۔ لوگوں نے جلدی کی۔

ولاثتنی مجھ پر لپیٹ دیا۔ **ثم قال ائذن بعشرۃ** :۔صرف دس کو اجازت کیوں دی دو توجیہیں ہیں۔ا۔ تا کہ کھلانا آسان ہو جائے ۔۲۔ برتن دس سے زیادہ کی گنجائش نہ رکھتا تھا۔ **کنا نعد الآیات برکتہ وانتم تعدونھا تخویفاً**۔ معجزات میں برکت اور تخویف کے لحاظ سے دو توجیہیں ہیں۔ا۔ ابتداء اسلام میں معجزات میں غلبہ تخویف کفار کا تھا پھر ظہور غلبہ اسلام کے بعد غلبہ برکت کا ہو گیا اور مومنین کے دلوں کو مضبوط کرنے کا غلبہ ہو گیا۔۲۔ بعض نشانیاں برکت کے لئے ہیں جیسے کھانے کا زیادہ ہونا اور پانی کا زیادہ ہونا اور بعض نشانیاں تخویف کے لئے ہیں جیسے زلزلہ سورج گرہن اور چاند گرہن ۔ **وابو بکر و ثلثہ**: یہاں ثلثہ مرفوع ہے اصل عبارت یوں ہے وانطلق ابو بکر و ثلثہ ۔ **یاغنثم** :۔اس کے معنی ہیں یا جاہل۔ **کصوت العشار**: یہ جمع ہے عشراء کی دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں ۔ **لا تقوم الساعتہ حتیٰ تقاتلوا حوزا و کرمان** :۔یہ دونوں جگہوں کے نام ہیں جن کو مسلمان فتح کر چکے ہیں۔ **لم اکن فی شئی احرص علیٰ ان اعی الحدیث منی فیھن**: یعنی جتنا میں ان تین سالوں میں حدیث یاد کرنے پر حریص تھا اتنا کسی زمانہ میں حدیث یاد کرنے پر حریص نہ تھا۔ گویا مفضل بھی حضرت ابو ہریرہ ہی ہیں ان تین سالوں کے لحاظ سے اور مفضل علیہ بھی حضرت ابو ہریرہ ہی ہیں باقی عمر کے لحاظ سے **وھو ھذا البارز**: راء کے کسرہ کے ساتھ اسم فاعل کا صیغہ نکلنے والا مراد جنس ہے جہاد کے لئے نکلنے والے۔ **وقال سفیان مرۃ وھم اھل البازر**: ۔اس میں زاء کا فتحہ ہے اور یہ عجمی لفظ بازار سے لیا گیا ہے۔ کہ جو سوق کو بازار کہتے ہیں ان سے تم جہاد کرو گے اور اس حدیث پاک میں جو اشارہ ہے وہ اوپر سے نیچے ہاتھ کو ترچھا لانا ہے یعنی تلوار چلانا اور جہاد کرنا **فاین دعار طیئی** :۔ یہ لفظ دعار جمع ہے داعر کی جس کے معنی ہیں مفسد **قد سعروا البلاد**: شہر جلادے یعنی بہت فتنہ برپا کیا۔

رعامھا:۔ وہ پانی جو بکری کے ناک سے بہتا ہے۔ **لا تقوم الساعتہ حتی یقتتل فئتان دعوا ھما واحدۃ** :۔ اس کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ا۔ دونوں کا دین ایک ہوگا ۔۲۔ دونوں میں سے ہر ایک کہتا ہو گا کہ میں حق پر ہوں ۔ پھر اس کا مصداق جنگ صفین قرار دیا گیا ہے جو حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان ہوئی ان میں سے ایک حق پر تھے اور دوسرے کی خطا اجتہادی تھی۔ اور اس میں سکوت اولیٰ ہے۔ **یمرقون من الدین**: اس کے دو معنی کئے گئے ہیں ایمان سے نکل جائیں گے ۔۲۔ امام کی اطاعت سے نکل جائیں گے ۔ **رصافہ**: وہ پٹھا جو نصل پر لپیٹا جاتا ہے جہاں وہ لکڑی میں داخل ہوتا ہے۔ گویا تیر کے جوڑ پر لپیٹا ہوا پٹھا۔ **قذذہ** :۔اس کا مفرد قذۃ ہے ایک پر ضبا بتہ :۔ **دمندا قروا فلان**: یہاں حرف نداء محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے اقرایا فلان فروۃ وہ کھال جو پہنی جاتی ہے۔ **انفض** :۔ میں پہرہ دوں گا۔ **قعب** :۔ دودھ کے لئے پیالہ فارتطمت تحت زمین میں گھوڑا دھنس گیا۔ **رایتُ فی یدی سوارین من ذھب**: دونوں ہاتھ بمنزلہ دو شہروں کے تھے ایک صنعا جو اسود عنسی کا شہر تھا اور دوسرا یمامہ جو مسیلمہ کذاب کا شہر تھا اور سواران یعنی کنگن موٹی چوڑیاں خود ان دونوں کذابوں کی صورت مثالیہ تھی اور ان کا سونے سے بنا ہوا ہونا اشارہ تھا ان کی ان باتوں کی طرف جو یہ کرتے تھے جن کی وجہ سے لوگ دھوکے میں آجاتے تھے اور ان کے پیچھے لگ جاتے تھے **یخرجان بعدی**: ۔میرے ظہور کے بعد ظاہر ہوں گے۔ **انی ھززتُ سیفا فانقطع صدرہ**: سیف کا مصداق مومنین ہیں جو دین کی امداد کرتے ہیں۔ اور تلوار کو ہلانا یہ مومنین کا استعمال کرنا ہے کافروں کے ساتھ لڑنے میں اور تلوار کے اگلے حصے کا ٹوٹنا یہ بعض صحابہ مثلاً حضرت حمزہ وغیرہ کا شہید ہونا ہے غزوہ احد میں۔ **ورائیت فیھا بقراً** :۔یعنی گائے میں نے خواب میں دیکھی جو ذبح ہو رہی تھی ۔ یہ بھی وہی بعض مسلمانوں کا غزوہ

احد میں شہید ہوتا ہے۔ **والله خير** :۔ یعنی یہ الفاظ مبارکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں سنے۔ان الفاظ مبارکہ کی تعبیر میں اقوال مختلف ہو گئے۔ا۔اللہ تعالیٰ کا معاملہ شہداء کے ساتھ اُن کے دنیا میں رہنے سے بہتر ہے۔۲۔اللہ تعالیٰ کی فتوح اور ثواب جو بدر ثانیہ کے بعد حاصل ہوئیں وہ بہتر تھیں اس نقصان سے جو غزوہ احد میں ظاہری طور پر مسلمانوں کو برداشت کرنا پڑا۔۳۔واللہ خیر کا تعلق خواب سے نہیں ہے بلکہ یہ جملہ مستانفہ ہے لیکن یہ تیسرا قول ضعیف شمار کیا گیا ہے کیونکہ آگے حدیث پاک میں واللہ خیر کی تعبیر مذکور ہے واذاالخير ما جاء الله به من الخيرو ثواب الصدق الذي اتا نا الله بعد يوم بدر۔

ولعل الله ان يصلح به بين فئتين من المسلمين :۔ اس حدیث پاک سے شیعہ کے دوعقیدوں کی تردید ہوگئی۔ا۔شیعہ حضرت امیر معاویہ کونعوذ باللہ اسلام سے خارج شمار کرتے ہیں اس حدیث میں اُن کے اسلام کی تصریح ہے کیونکہ فئتین من المسلمین ارشاد فرمایا ہے اسی بات کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت حسن کو تو شیعہ مانتے ہیں تو ان کا صلح کر لینا حضرت امیر معاویہ سے خود اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت حسن ان کو دائرہ اسلام سے خارج نہ مانتے تھے ورنہ لازم آتا کہ نعوذ باللہ مسلمانوں کی سلطنت ایک کافر کے حوالے کر دی۔۲۔شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کی مخالفت کفر ہے اس کی صراحتہً تردید ہوگئی کہ حضرت امیر معاویہ نے مخالفت فرمائی اس کے باوجود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مومن قرار دیا **اما انها سيكون لكم الا نما ط** :۔ دو باتیں ثابت ہوئیں۔ا۔اخبار بالغیب بطور معجزہ ۲۔نمدوں کا استعمال جائز ہے۔**ضرب الناس بعطن** :۔ اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ کو عطن کہتے ہیں۔

باب قول الله يعرفونه كما يعرفون ابناء هم

غرض اور ربط یہ ہے کہ توراۃ اور انجیل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات اتنی زیادہ بیان فرمادی گئی تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی یہودی اور عیسائی علماء پہچان لیتے تھے کہ یہی نبی آخر الزمان ہیں صلی اللہ علیہ وسلم قال الله تعالىٰ اولم يكن لهم آيته ان يعلمه علماء بني اسرائيل۔

باب سوال المشركين ان يريهم النبي صلى الله عليه وسلم ا يته فاراهم انشقاق القمر

غرض معجزہ انشقاق قمر کا بیان فرمانا ہے اور یہ واقعہ قرآن پاک سے بھی ثابت ہے اور حدیث متواتر سے بھی ثابت ہے۔سوال بعض ملحد اعتراض کرتے ہیں کہ یہ ایک عجیب واقعہ ہے اور عجیب واقعہ کو لوگ بہت نقل کیا کرتے ہیں اس کو بہت زیادہ لوگوں نے نقل نہیں کیا۔جواب چونکہ یہ رات کے وقت واقع ہوا جبکہ اکثر لوگ سوئے ہوئے تھے اس لئے انھوں نے توجہ نہ کی جیسے چاند گرہن کا پتہ بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے۔حضرت تھانوی نے تاریخ سے ایک ہندو راجہ کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ وہ اپنے محل میں سیر کر رہا تھا کہ اس نے چاند کا دو ٹکڑے ہونا دیکھا۔اور تحقیق کرائی تو معلوم ہوا کہ عرب کے ایک شخص کے اشارہ سے ایسا ہوا ہے۔اور اب تو یہ بات مشاہدہ سے بھی ثابت ہوگئی ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوئے ہیں اور دوبارہ چاند کو جوڑا گیا ہے۔اور وہ اس طرح کہ امریکہ نے چاندگاڑی وغیرہ کے ذریعہ سے جو چاند تک آدمی پہنچائے ہیں انھوں نے مشاہدہ کیا ہے کہ پورے چاند کے درمیان ایک لکیر موجود ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں چاند کے دو ٹکڑے کئے گئے ہیں اور پھر دوبارہ ان دونوں ٹکڑوں کو جوڑا گیا ہے اور ان چاند پر جانے والوں نے اس لکیر کا نام بھی اسی قسم کا رکھا ہے جس کے معنیٰ ہیں اہل عرب کی کھائی یا اہل عرب کی لکیر کیونکہ اہل عرب کی وجہ سے دو ٹکڑے ہوئے تھے سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم.

باب : یہ باب علامات النبوۃ کا تتمہ ہے۔ **حتى يا تيهم امر الله وهم ظاهرون** :۔ بعض نے اس حدیث سے یہ استدلال کر لیا کہ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا

ہے کہ اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا۔ کیونکہ اس حدیث پاک میں ہے کہ قیامت تک دین غالب رہے گا اور غلبہ دین کے بقاء سے اور علم دین کے بقاء سے اور اجتہاد فی الدین کے بقاء سے ہے اس لئے اجتہاد بھی قیامت تک باقی رہے گا جواب اس کا یہ ہے کہ دین کا بقاء علم دین پر تو موقوف ہے اجتہاد فی الدین پر موقوف نہیں۔ **مسئلته الا جتهاد و التقليد**: اس مسئلہ میں ہمارے اہل السنۃ والجماعۃ کے سات دعوے ہیں۔ ۱۔ پہلی چار صدیوں میں بعض پر تقلید واجب تھی اور بعد میں سب پر تقلید واجب ہے۔ کیونکہ اجتہاد کے معنیٰ ہیں قرآن اور حدیث اور قواعد عقلیہ صحیحہ اور قواعد عربیہ صحیحہ کی امداد سے ایسے اصول مرتب کرنا جن کی امداد سے قیامت تک پیش آنے والے مسائل کو قرآن وحدیث سے نکالا جاسکے اور نصوص کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ واضحہ غیر متعارضہ۔ ۲۔ غیر واضحہ۔ ۳۔ واضحہ متعارضہ۔ پہلی قسم میں نہ اجتہاد کی ضرورت ہے نہ تقلید کی بلکہ بلا واسطہ قرآن و حدیث پر عربی لغت جاننے والا عمل کرسکتا ہے اور ایسے مسائل عموماً مشہور ومعروف ہوتے ہیں جیسے نماز کا فرض ہونا۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج کا فرض ہونا۔ چوری ڈاکہ۔ زنا سود کا حرام ہونا وغیرہ نصوص کی باقی دو قسموں میں اگر مجتہد ہے تو اپنے اجتہاد کی وجہ سے خفاء کو دور کرے گا۔ تو تعارض اٹھالے گا اور اگر مجتہد نہیں ہے تو مخفی نص پر بھی عمل نہیں کرسکتا اور متعارض نصوص پر بھی عمل نہیں کرسکتا کیونکہ متعارض نصوص میں سے ہر ایک پر عمل کرنا محال ہے دونوں کو چھوڑ دے تو سارا دین چھوٹ جاتا ہے کیونکہ اکثر اعمال میں اجتہادی اختلاف اور تعارض نصوص موجود ہے اور ظاہر ہے کہ پورے دین کو چھوڑنا اس آیت کے خلاف ہے ایحسب الا نسان ان یترک سدی لامحالہ غیر مجتہد کے ذمہ مجتہد کی تقلید ہے تا کہ اس کی رائے کے مطابق خفاء کو دور کرے اور تعارض کو اٹھائے اور ان دونوں قسم کی نصوص پر عمل کرے اب غیر مجتہد چار صدیوں کے بعد سب ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ چار صدیوں کے بعد نہ ۹ سال کی بچی درجہ اجتہاد کو پہنچتی ہے۔ نہ ۱۲ سال کا بچہ اجتہاد کے درجہ تک پہنچتا ہے۔ اور ۹ سال کی بچی بالغ ہوسکتی ہے اور ۱۲ سال کا بچہ بالغ ہوسکتا ہے اب وہ عمل کیسے کریں ظاہر ہے کہ تقلید کریں البتہ شروع کی چار صدیوں میں بعض حضرات بالغ ہونے کے کچھ عرصہ بعد یا بالغ ہوتے ہی درجہ اجتہاد کو پہنچ جاتے تھے تو ان کے ذمہ صرف یہ تھا کہ جب تک درجہ اجتہاد کو نہ پہنچیں تقلید کریں جب پہنچ جائیں تو اجتہاد کریں پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ پہلی چار صدیوں میں بعض پر اور بعد میں سب پر تقلید واجب ہوئی۔ ۲۔ دوسری دلیل اسی دعوے کی کہ ہم سب درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے نہیں اور ہم پر تقلید واجب ہے اور پہلی چار صدیوں میں بعض درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے نہ ہوتے تھے اور ان بعض پر تقلید واجب ہوتی تھی یہ ہے کہ جب خیر القرون میں حضرات صحابہ کرام دونوں قسم کے تھے۔ بعض درجہ اجتہاد کو پہنچے بعض نہ پہنچے تو آج کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہم سب یقیناً درجہ اجتہاد کو پہنچ چکے ہیں۔ سنن ابی داؤد میں ہے **عن جابر قال خرجنا في سفر فا صاب رجلا منا حجر فشجه في راسه ثم احتلم فسال اصحابه فقال هل تجدون لي رخصته في التيمم قالوا ما نجد لک رخصته وانت تقدر على الماء فاغتسل فمات فلما قد منا على النبي صلى الله عليه وسلم اخبر بذلک فقال قتلوه قتلهم الله تعالىٰ الا سئلوا اذلم يعلموا فانما شفاء العي السوال** یہ دو تین صحابی جنھوں نے فتویٰ دیا کہ سر کا دھونا ضروری ہے درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے نہ تھے۔ ان پر تقلید واجب تھی **انما شفا العي السوال** پھر بھی تقلید نہ کی اور اجتہاد کیا تو ایک صحابی کی موت کا ذریعہ بن گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شدید ناراض ہوئے اسی طرح سنن ابی داؤد میں ہے **عن ابي سعيد الخدري قال خرج رجلان في سفر فحضرت الصلوة وليس معهما ماء فيتمما صعيدا طيبا فصلّيا ثم وجد الماء في الوقت فاعاد احدهما الصلوة ولم يعد**

الآخر ثم اتيا رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرا ذلک له فقال للذى لم يعد ا صبت السنة واجزا تک صلوتک وقال للذى توضا واعاد لک الا جر مرتين جس نے نماز دہرائی وہ غلطی پر تھا لیکن کسی سے بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہ ہوئے کیونکہ دونوں درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ پس جب صحابی بعض درجہ اجتہاد تک پہنچے ہوئے نہ تھے تو آج کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ہم سب یقیناً درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہیں۔ پس غیر مجتہد کے ذمہ تقلید ہے۔ ۳۔ تیسری دلیل حق تعالےٰ کا ارشاد ہے لعلمه الذين يستنبطونه منهم کہ غیر مجتہد صحابہ کے ذمہ ہے کہ وہ صحابہ میں سے ان کو جہاد کی خبریں پہنچائیں جو درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہیں تو وہ مجتہدین جان لیں گے کہ اس خبر کو مشہور کرنا مناسب ہے یا نہ اس آیت سے بھی صاف معلوم ہوا کہ سب صحابہ درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے نہ تھے۔ ۴۔ اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الا مر منكم ان اولى الامر سے مراد یا تو بادشاہ اور اس کے ساتھی حکام ہیں یا فقہاء ہیں اگر حکام ہیں تو حکام کے ذمہ بھی بالا تفاق واجب ہے کہ اگر وہ مجتہد نہیں ہیں تو فقہاء کا اتباع کریں۔ دونوں تفسیروں سے یہی ثابت ہوا کہ فقہاء کی تقلید ضروری ہے اور منکم سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سب مجتہد نہیں ہیں۔ ۵۔ لو كنا نسمع او نعقل ما كنا فى اصحاب السعير معلوم ہوا کہ نجات کے دو ہی راستے ہیں۔ خود عاقل و مجتہد ہو یا عاقل و مجتہد کی بات سن کر اس کو مانے اور عمل کرے یہی تقلید ہے۔ دعویٰ ۲: ۔ تقلید شخصی ضروری ہے وجہ۔ ۱۔ واتبع سبيل من اناب الىّ اصل مفرد کا صیغہ ایک کے لئے ہی ہوتا ہے۔ ۲۔ حدیث پاک میں صحابہ کرام کے متعلق ارشاد ہے بايهم اقتديتم اهتديتم کہ کسی ایک صحابی کا اتباع نجات کے لئے کافی ہے۔ ۳۔ دو کی تقلید سے لازم آتا ہے کہ کسی ایک اصول کے مطابق اس نے قرآن وحدیث پر عمل نہیں کیا جو ضروری تھا مثلاً مفہوم مخالف سے سینکڑوں مسائل متفرع ہوتے ہیں جو ایک کی تقلید نہیں کرتا اس نے ایک دن میں پچاس مسئلے مفہوم مخالف کو حجت مان کر لئے اور پچاس حجت نہ مان کر لئے کسی ایک اصول کے لحاظ سے وہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے والا نہ رہا۔ بعض غیر مقلد کہہ دیتے ہیں کہ ہم اصول نہیں مانتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تو آپ نماز کو فرض بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ نماز کا فرض ہونا بھی تو اصول کی بناء پر ہے وہ اصول یہ ہے الامر للوجوب اور اقيموا الصلوة میں امر ہے اس لئے نماز واجب بمعنی فرض ہے۔ اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہم اصول کو نہیں مانتے۔ اسی طرح جو دو اماموں کی تقلید کرتا ہے اس پر لازم آتا ہے کہ ایک دن میں وہ پچاس دفعہ اپنا اصول بدلتا ہے مثلاً خبر واحد ہمارے نزدیک ایسی ہے کہ اس سے قرآن پاک پر زیادتی نہیں ہوسکتی شوافع حضرات کے نزدیک زیادتی ہوسکتی ہے اس اصولی اختلاف سے بھی سینکڑوں مسائل نکلتے ہیں اب جو شخص تقلید شخصی نہیں کرتا اس نے مثلاً ایک دن میں ایک سو عمل کئے جن کا تعلق خبر واحد سے زیادتی کے جواز وعدم جواز سے ہے اب ان صاحب کو کچھ پتہ نہیں کہ میں خبر واحد سے زیادتی کر رہا ہوں یا نہ اس نے ایک دن میں پچاس باتوں میں حنفیہ کا قول لیا پچاس کاموں میں شوافع کا لیا گویا پہلے خبر واحد سے قرآن پاک پر زیادتی کو جائز کہا پھر پانچ منٹ کے بعد ناجائز کہہ دیا کسی ایک اصول کے مطابق بھی قرآن وحدیث پر عمل کرنے والا نہ بنا گویا تارک قرآن وحدیث بن گیا اور جو صرف حنفی فقہ پر عمل کر رہا ہے اس نے زیادتی کو ناجائز کہا۔ پس کوئی خرابی لازم آئی اور جس نے صرف امام شافعی کی تقلید کی اسی نے صرف جائز کہا بس۔ کوئی خرابی لازم نہ آئی اس لئے تقلید شخصی ضروری ہے۔ ۴۔ چوتھی دلیل تقلید شخصی کے واجب ہونے کی یہ ہے کہ اگر تقلید شخصی نہ کی جائے تو بعض دفعہ خلاف اجماع لازم آجاتا ہے مثلاً گھر سے نکلتے وقت بیوی کو ہاتھ لگالیا تو کہے گا حنفی مسلک پر میرا وضو نہیں ٹوٹا راستہ میں کانٹا چبھ گیا تو کہے گا کہ اگرچہ خون بہہ گیا ہے۔ لیکن شافعی مسلک کے لحاظ سے میرا وضو نہیں ٹوٹا

اب جا کر جو نماز پڑھی یا پڑھائی بالا جماع نہ ہوئی۔ ۵۔ دو اماموں کو تقلید کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک مسجد کے دو دروازے ہوں ایک سے داخل ہو کر پھر باہر نکلے اور دوسرے سے داخل ہو جائے۔ مقصد اتباع سنت ہے ہر امام اسی کی کوشش کرتا ہے اس لئے ایک امام کا اتباع کافی ہے۔ دوسرے امام کے اتباع کی کیا ضرورت ہے۔ ۶۔ دو اماموں کا اتباع کرنا بیک وقت دو گھوڑوں پر یا دو کاروں پر یا دو بسوں پر سوار ہونے کی طرح ہے۔ جب نجات کے لئے ایک امام کا اتباع کافی ہے تو بیک وقت دو اماموں کا اتباع غلط طریقہ ہے۔ دعویٰ ۔۳۔ چار صدیوں کے بعد اجتہاد کرنے والا کوئی پیدا نہ ہوا۔ اس کی دلیل۔ ا۔ علماء کا اجماع ہے جو تتبع اور تلاش کے بعد واقع ہوا ہے۔ اکابر علماء کی جستجو اور تلاش سے یہ بات بالا تفاق ثابت ہو چکی ہے کہ چار صدیوں کے بعد دنیا بھر میں ایک عالم بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جو درجہ اجتہاد کو پہنچا ہوا ہو اور علماء نے اس کو مجتہد تسلیم کر لیا ہو۔ ۲۔ دوسری دلیل مشاہدہ ہے کہ چالیس سال فقہ اور حدیث پڑھانے والے اقرار کرتے ہیں کہ ہم درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچے۔ اگر تقلید حرام ہو تو بالغ ہونے سے پہلے ہر بچہ اور بچی کا درجہ اجتہاد کو پہنچنا ضروری ہے آپ ہمیں دکھا دیں کہ ۹ سال کی کونسی بچی درجہ اجتہاد کو پہنچی ہوئی ہے اور ۱۲ سال کا کونسا بچہ درجہ اجتہاد کو پہنچا ہوا ہے۔ کوئی ایک دو حدیث کی کتابیں پڑھنے والا اگر اپنے آپ کو مجتہد سمجھتا ہے تو وہ علماء کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرے وہ فیصلہ کر دیں گے کہ جناب کتنے پانی میں ہیں

بما صاحب نظرے گوہر خود را　　عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

دعویٰ ۔۴۔ ہمارے علاقوں میں حنفیت کے سوا چارہ نہیں کیونکہ دوسرے مسالک کے مفتی نہیں ملتے۔ شام میں حنفی اور شافعی دونوں قسم کے مفتی حضرات موجود ہیں۔ مصر میں مالکیہ کے مفتی ہیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں چاروں فقہوں کے مفتی مل جاتے ہیں۔ دعویٰ ۔۶۔ چار صدیوں میں اجتہاد پائے جانے میں حکمت تھی۔ اگر قرآن وحدیث میں معانی مختلفہ اور ظاہرا تعارض نصوص اور ناسخ ومنسوخ کا مخفی رہنا اور بہت سی حدیثوں کے متعلق ضعیف اور قوی ہونے کا اختلاف نہ ہوتا تو سارا دین صرف قدوری جیسی ایک کتاب میں بند ہو کر رہ جاتا۔ نہ فقہ کی کتابوں کے انبار ہوتے نہ دلائل نہ طلب علم کی ضرورت ہوتی نہ فضیلت علم ظاہر ہوتی۔ نہ علماء کی فضیلت ثابت ہوتی نہ علم کی وسعت ہوتی نہ مدارس ہوتے اس لئے حق تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا فرما دیئے کہ اجتہاد ہو اور اجتہاد میں اختلاف ہو اور یہ سب چیزیں ثابت ہو جائیں دعویٰ ۔۷۔ چار صدیوں کے بعد اجتہاد بند ہونے ہی میں حکمت تھی۔ ورنہ دین میں اجتماعیت اور اتفاق واتحاد ختم ہو جاتا ہر شخص کا اپنا مسلک ہوتا۔ اور ایک شہر میں ہزار ہزار مسلک ہوتے اور اسلام کی اجتماعی عظمت و شوکت ظاہر نہ ہوتی۔ **غیر مقلدین کی دلیلیں اور جواب**:۔ ا۔ واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما الفينا عليه اباء نا ۔ یہ مقلد بھی قرآن وحدیث کو چھوڑ کر ائمہ کا اتباع کرتے ہیں۔ جواب۔ ہمارے آباء یعنی حضرات مجتہدین اور مشرکین کے آباء واجداد میں دو فرق ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے آباء جاہل تھے۔ ہمارے مقتداء علم وتقوی کے پہاڑ ہیں۔ دوسرے وہ صریح دلائل اور صریح آیات ومعجزات کو چھوڑ کر آباء کے اقوال لیتے تھے۔ ہم صریح آیات میں تو تقلید کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے صرف تعارض اور آیات واحادیث کے معانی مخفی ہونے کی صورت میں تقلید کرنے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ ہم نہ خود تعارض اٹھا سکتے ہیں نہ مخفی آیات واحادیث کے معانی خود سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے تقلید کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔ ۲۔ غیر مقلدین کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ہم تو کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں یہ لکھا ہے اور تم اس کے مقابلہ میں کہتے ہو کہ ہمارے امام نے یوں کہا ہے بتلاؤ کس کا قول اقوی ہے۔ جواب۔ تم قرآن وحدیث میں اپنی رائے پر عمل کرتے ہو اور ہم قرآن وحدیث کے معنی سمجھنے میں بڑے درجہ کے علماء ومجتہدین کی رائے پر عمل کرتے ہیں مقابلے تمہاری رائے اور امام ابوحنیفہ کی رائے کا ہے تم میں تو قرآن وحدیث کے اردو ترجمہ پڑھنے کی بھی

آج کل کے مجتہد نے یہ کیا کہ جب اکیلا نماز پڑھتا تھا تو آرام سے پڑھتا تھا اور جب کبھی امام بن جاتا تو بہت ہل ہل کر اور بدن کو ہلا ہلا کر پڑھتا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو جناب اردو ترجمہ والی مشکوٰۃ شریف اٹھا لائے اس میں حدیث پاک تو یوں تھی **فمن ام قوماً فلیخفف** کہ تم میں سے کوئی کسی قوم کا امام بنے تو وہ ہلکی نماز پڑھائے یعنی بہت لمبی نہ پڑھائے وہ مجتہد صاحب ترجمہ یوں پڑھتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی کسی قوم کا امام بنے تو وہ ہل کے نماز پڑھائے۔ ایک جلد ساز بھی مجتہد تھے ہر کتاب میں جو جلد بننے آتی کانٹ چھانٹ کرتے ایک شخص نے قرآن پاک جلد بنانے کے لئے دیا اور تاکید کر دی کہ اس میں کوئی کانٹ چھانٹ نہ کرنا لیکن جب جلد تیار ہوئی تو علامہ وقت جلد ساز صاحب فرماتے ہیں کہ صرف چھاپے کی دو تین غلطیاں ٹھیک کی ہیں ایک یہ کہ تمہارے قرآن پاک میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے نام کے ساتھ کفر کا لفظ غلطی سے چھپ گیا تھا ما کفر سلیمان میں نے ٹھیک کر دیا ما مسلمان سلیمان دوسرے خر موسیٰ صعقا۔ چھپ گیا تھا۔ حالانکہ خرا گدھا تو عیسیٰ علیہ السلام کا تھا اس لئے میں نے ٹھیک کر دیا خر عیسیٰ اور تمہارے قرآن پاک میں کافروں کے نام فرعون اور ہامان لکھ دیئے گئے تھے میں نے کہیں تمہارا نام لکھ دیا کہیں اپنا نام لکھ دیا یہ ہے تمہاری رائے کا حال اور ہمارے ائمہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک وغیرہ علم کے پہاڑ تھے جن کے سامنے قرآن وحدیث کے مضامین دو دو نے چار کی طرح واضح تھے۔ ۳۔ غیر مقلدوں کی تیسری دلیل یہ ہے کہ دیکھو شاہ ولی اللہ جیسے بڑے درجے کے علماء غیر مقلد تھے جن کے تم شاگرد ہو۔ جواب۔ یہ غلط ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ غیر مقلد تھے وہ پکے حنفی تھے ان کی نگرانی میں عالمگیری حنفی فتویٰ کی کتاب تیار ہوئی تھی لیکن وہ حنفی ہونے کے ساتھ ساتھ جہاں تک ہو سکے دوسرے فقہاء کے اقوال کا بھی لحاظ فرماتے تھے اور یہ مستحب ہے جبکہ اپنے مذہب کے لحاظ سے مکروہ تحریمی لازم نہ آئے۔ ایسے ہی مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی حنفی تھے لیکن دوسرے فقہاء کی بھی رعایت فرماتے رہتے تھے کسی نے پوچھا حضرت آپ قراءت خلف الامام کے مسئلہ میں کیسے دوسرے فقہاء کے اقوال کی رعایت فرما سکتے ہیں حنفی مسلک میں پیچھے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور شافعی مسلک میں فرض ہے۔ فرمایا میں تو ہمیشہ امام ہی بنتا ہوں۔

وھم بالشام: یہ الفاظ موقوفاً ہیں مرفوعاً ثابت نہیں ہیں کہ حضرت معاذ فرما رہے ہیں کہ وہ دین پر رہنے والی جماعت شام میں ہوگی پھر حضرت معاویہ جو حوالہ دے رہے ہیں کہ دیکھو مالک بن یخامر یہ بھی فرما رہے ہیں وھم بالشام کہ وہ دین پر قائم رہنے والی جماعت شام میں ہوگی تو گویا حضرت امیر معاویہ اپنا حق پر ہونا ثابت فرمانا چاہتے ہیں اس پر یہ اشکال ہے کہ اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک تو حضرت علی حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہ کی غلطی اجتہادی تھی جواب یہ ہے کہ حضرت معاذ کی تفسیر کا تعلق قرب قیامت سے ہے کہ قرب قیامت میں جو جماعت حق پر ہوگی وہ شام میں ہوگی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شام میں دمشق میں اتریں گے۔

باب فضائل اصحاب النبی ﷺ

غرض حضرات صحابہ کرام کے فضائل کا بیان فرمانا ہے اس پر اجماع امت ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاک ہستیاں اعلیٰ درجہ کی عادل تھیں روایت میں بھی اور شہادت میں بھی بہت سے دلائل ان پاک ہستیوں کی فضیلت میں وارد ہیں مثلاً۔

۱۔ **محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم** الایۃ حق تعالیٰ خود حضرات صحابہ کرام کی مدح فرما رہے ہیں۔ جن کی اللہ تعالیٰ مدح فرما دیں ان پر اعتراض کرنے والے کا منہ کالا۔ **وکذالک جعلنا کم امۃ وسطاً** یہاں وسط بمعنی خیار کے ہے اور اس آیت کا اولی مصداق حضرات صحابہ کرام ہیں۔ ۲۔ **یوم لایخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ نورھم یسعیٰ بین ایدیھم وبایمانھم**۔ ۴۔ حدیث پاک ہے **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** رواہ رزین اس میں اقتداء کا حکم ہے اور ظاہر ہے کہ فاسق کا اقتداء نہیں ہوتا

بلکہ عادل کا اتباع ہوتا ہے پھر اس حدیث پاک کی سند میں گو محدثین نے کچھ کلام کی ہے لیکن کثرت طرق کی وجہ سے اس حدیث پاک کا درجہ حسن کا شمار کیا گیا ہے۔ ۵۔ صحیحین میں مرفوع روایت ہے خیر القرون قرنی اور خیریت بلا عدالت کیسے ہو سکتی ہے اس لحاظ سے بھی عدالت کا اعلیٰ مقام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ثابت ہے۔ ۶۔ فی مسند بزار ورجالہ ثقات عن جابر مرفوعا ان اللہ اختار اصحابی علی الثقلین سوی النبیین والمرسلین۔ ۷۔ خود عقل اور قیاس عادل گواہ ہے ان پاک ہستیوں کی عدالت وعظمت بیان کرنے کے لئے کیونکہ ان پاک ہستیوں نے اپنی جانیں اور اپنے مال دین مبین کی نصرت میں خرچ کر دیئے اس لئے ان پاک ہستیوں پر اعتراض کرنے والا اپنے آپ پر اعتراض کرنے والا ہے۔

؎ حملہ برخود مے کنی اے سادہ مرد　　ہمچو آں شیرے کہ برخود حملہ کرد

ایک خرگوش نے ایک شیر سے کہا کہ اس کنویں میں شیر رہتا ہے اس کو ختم کرو اس نے جھانک کر دیکھا تو اپنا عکس نظر آیا اس پر حملہ کر دیا اور ہلاک ہو گیا۔ بس ان پاک ہستیوں کی عدالت قرآن' حدیث' اجماع اور قیاس سے ثابت ہے اور ان حضرات کا آپس میں اختلاف اجتہادی ہے۔ پس جب حق تعالیٰ نے ہم پر فضل فرمایا ہے کہ ان پاک ہستیوں کے خون سے ہمارے ہاتھ نہیں رنگے تو ہمیں ہوش کرنی چاہئے ہم اپنی زبانوں کو ان پاک ہستیوں کی برائیوں کا ذکر کر کے کیوں گندا کریں۔ ہم کیوں کسی صحابی کی برائی کریں۔ ہم کوئی قاضی ہیں ثالث ہیں ہم نے ان میں سے کسی کو سزا دینی ہے کہ ہم بحث کریں کہ نعوذ باللہ فلاں کی یہ غلطی تھی فلاں کہ یہ غلطی تھی پس سکوت سکوت ہی مناسب ہے۔ ان حضرات کی عدالت کا انکار حقیقت میں قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس کا انکار ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مربی اور مزکی اور مصلح ہونے کا انکار ہے پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی اصلاح نہ فرما سکے نعوذ باللہ وہ حقیقت میں نبوت ہی کے منکر ہیں کیونکہ اصلاح ہی تو مقصد تھا نبوت کا جب نعوذ باللہ اپنے زمانہ کے لوگوں کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح نہ فرما سکے بقول ان معترضین کے تو بعد والوں کی کیا اصلاح فرمائیں گے۔ نعوذ باللہ من ذلک اگر ان احمق معترضین کے قول کے مطابق قرن صحابہ شر القرون ہے تو پھر خیر کس صدی میں ہوگی اس لئے حضرات صحابہ کرام پر اعتراض کرنے والے دین کے دشمن اور قرآن وحدیث کے منکر ہیں۔ ۸۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عدالت پر اجماع امت خود مستقل دلیل ہے۔ ۹۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جماعت کا تزکیہ فرمایا ہے۔ ۱۰۔ اگر وہ عادل نہ ہوں گے تو عادل کون ہوگا۔ ۱۱۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عدالت کا انکار اس کو مستلزم ہے کہ دین کا فائدہ کوئی حاصل ہی نہیں کر سکا۔ ۱۲۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عادل نہ ماننا قرن اول کو شر القرون قرار دیتا ہے جو باطل ہے۔ ۱۳۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پاک ہستیوں پر جرح کرنے سے لازم آئے گا کہ قرآن پاک اور حدیث کا نقل ہو کر آگے پہنچنا صحیح نہ ہو۔ ۱۴۔ اس جرح سے معجزات کا ثبوت نہ ہو سکے گا۔ ۱۵۔ اس جرح سے لازم آئے گا کہ سینکڑوں سالوں سے دنیا ساری اندھیرے میں ہے اور قیامت تک اندھیرے میں ہی رہے گی کیونکہ یہ آخری دین ہے اور قیامت تک رہنے والا ہے جب نعوذ باللہ یہ ثابت ہی نہیں ہے تو پوری دنیا نعوذ باللہ اندھیرے میں ہی ہے۔ ۱۶۔ تواتر سے سلف و خلف سے ثابت ہے کہ وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مخالفت سے ڈرتے تھے اور ان کی قوی محبت رکھتے تھے اور ان کے اتباع سے محبت رکھتے تھے۔ **عدالت کے معانی مختلفہ:**۔ ۱۔ الانصاف فی المعاملات وایصال الحقوق الی مستحقیہا اسی معنیٰ کے لحاظ سے بادشاہ کو بھی عادل کہا جاتا ہے۔ ۲۔ فسق وعصیان کے مقابلہ میں تقویٰ کو عدالت کہتے ہیں۔ ۳۔ عصمت یعنی گناہ ہونا محال ہو جائے۔ ۴۔ حفاظت کہ گناہ کا ارتکاب نہ ہو اگرچہ ممکن ہو یہ درجہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت سے حاصل ہوتا ہے۔ **اللھم احفظنا اللھم احفظنا اللھم احفظنا** اور شیخ اکبر نے جو اپنی کتاب

فتوحات مکیہ میں امام مہدی کو معصوم کہہ دیا ہے وہ بمعنی محفوظ ہی ہے۔
۵۔ التجنب عن تعمد الکذب فی الروایة و التحراف فیها اور یہ محدثین کی اصطلاح ہے اور بعض حضرات کے نزدیک یہ پانچویں معنیٰ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں پائے جاتے ہیں لیکن راجح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عدالت میں یہ ہیں کہ ان پاک ہستیوں میں چوتھے معنیٰ اور پانچویں معنیٰ دونوں جمع ہیں اور اگر شاذ و نادر کسی صحابی سے کوئی گناہ ہوا ہے مثلاً زنا یا شراب پیا تو اس نے موت سے پہلے بلکہ گناہ کے فوراً بعد توبہ کر لی ہے اور ظاہر ہے کہ ہر توبہ کرنے والے کو معافی مل جاتی ہے اس لئے ایسے صحابی بھی پاک صاف ہی فوت ہوئے ہیں۔ عدالت کے تیسرے معنیٰ انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت ہے اور فرشتوں کی خصوصیت ہے اور دوسرے معنیٰ بہت سے مومنین کاملین میں پائے جاتے ہیں۔ پس تاریخ میں جو بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اعتراض مذکور ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تاریخوں کو مدون کرنے والے کافر ہیں یا شیعہ ہیں پس قرآن پاک اور احادیث کے مقابلہ میں ان تاریخ والوں کے اعتراض کا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اگر کسی صحابی سے کوئی اجتہادی غلطی ہوئی ہے تو وہ عنداللہ تعالیٰ معاف ہے۔ ایک اشکال: مسند احمد اور معجم طبرانی وغیرھما میں سند جید کے ساتھ عن الحارث ابن ضرار اس آیت مبارکہ کا شان نزول ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا یوں مذکور ہے آئندہ عبارت کا اکثر حصہ روایت باللفظ ہے الجائی کان صحابیا وھو الولید بن عقبة بن ابی معیط اخو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لامہ بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الحارث بن ضرار الخزاعی لیقبض ماکان عندہ مما جمع من زکوٰۃ قومہ فلما بلغ بعض الطرق فرق منہ لما کانت لبینھما شحناء فی الجاھلیة فرجع واتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان الحارث منعنی الزکوٰۃ واراد قتلی فبعث الیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بعثاً فصادفوہ فی الطریق متوجھاً الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبروہ الخبر فقال والذی بعث محمد اصلی اللہ علیہ وسلم بالحق مارایتہ بتہ ولااتانی فلما دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال منعت الزکوٰۃ واردت قتل رسولی فقال لاوالذی بعثک بالحق مارایتہ ولارانی ولا اقبلت الاحین احتبس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خشیتہ ان یکون سخطةمن اللہ ورسولہ فنزل یاایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا الی قولہ سبحانہ حکیم بظاہر اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ایک صحابی کو فاسق قرار دے رہے ہیں تو اس جزئی واقعہ سے قاعدہ کلیہ ٹوٹ گیا الصحابۃ کلھم عدول کیونکہ منطق کا اصولی ہے کہ سالبہ جزئیہ سے موجبہ کلیہ ٹوٹ جاتا ہے۔ جواب:۔ صاحب روح المعانی علامہ آلوسی نے اس کے دو جواب اپنی کتاب الاجوبتہ العراقیة علی الاسئلتہ الایرانیتہ میں دیئے ہیں وہ دونوں بلفظہ نقل کئے جاتے ہیں۔ ا۔ لایعکر علی العدالة التی ندعیھا لھم اعنی مامات من ابتلی بما یفسق الاتائباً عدلاً ببرکة نور الصحبة فلایرد ایضاً صلوتہ اباالناس الصبح وھو سکران حین دلی کوفتہ من قبل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وشربہ الخمر قبل ذلک حتی جلدہ علیہ بعد ثبوتہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما ھو مخرج فی الصحیحین۔ ۲۔ وقیل ' ای فی شان نزول الآیة المذکورہ ' ان القوم لما احسوا بقدومہ خرجوا یتلقونہ وعلیھم السلاح فظن انھم خرجوا یقاتلونہ فرجع وقال ماقال بناءً علی ظنہ فاخبارہ انما کان عما فی ذھنہ علی نحو قول ذی الیدین (ای قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم مخاطباً لذی الیدین) کل ذلک لم یکن ومثلہ لایعد کذبا بل ھو صدق مطابق للواقع لکن بحسب الاعتقاد فلایفسق بہ حقیقةً انما قیل لہ فاسق مجازاً عدد الصحابة:۔ حضرات صحابہ کرام رضی

اللہ تعالےٰ عنہم کی گنتی میں تین اہم قول ہیں۔ا۔ساٹھ ہزار ۲۔۱۲۰ ہزار ۳۔۱۵۰ ہزار یعنی ڈیڑھ لاکھ یہ تیسرا قول ہی راجح ہے کیونکہ یہ مثبت زیادہ ہے پھر ان میں سے احادیث نقل کرنے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پانچ ہزار شمار کیے گئے ہیں۔**حجیته اقوال الصحابة:** ا۔ **والسبقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه** ۔معلوم ہوا کہ مہاجرین وانصار کا اتباع کرنے والوں سے اللہ تعالےٰ راضی ہو چکے ہیں ۲۔**اولئك حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون** حضرات صحابہ کرام کو حزب اللہ اور مفلح قرار دیا معلوم ہوا کہ ان جیسا کام کرنے والے اور ان کی پیروی کرنے والے بھی کامیاب ہیں۔۳۔دارقطنی میں حضرت ابن عمر سے مرفوعا وارد ہے اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم اور کثرۃ طرق کی وجہ سے یہ روایت درجہ حسن تک پہنچی ہوئی ہے۔۴۔**في الترمذي عن عبد الله بن عمر و مرفوعاً و تفترق امتي على ثلث و سبعين ملةً كلهم في النار الا ملةً واحدة قالوا من هي يا رسول الله قال ما انا عليه واصحابي .۵. روى احمد والترمذي وابو داؤد عن عرباض بن سارية رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعاً عليكم بسنتي و سنته الخلفاء الراشدين** اور بعض روایتوں میں من بعدی بھی ہے اس سے خلفاء اربعہ کی پیروی کا واجب ہونا ثابت ہوا۔۶۔**اقتدوا بالذين من بعدي ابي بكر و عمر** اس سے حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اتباع کا واجب ہونا ثابت ہوا سوال حضرات صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی رائے میں تو تناقض رہا ہے جواب جیسے اخبار آحاد کا تناقض دور کیا جاتا ہے مختلف مرجحات سے ایسے ہی اقوال صحابہ کا تناقض بھی مختلف مرجحات سے دور کیا جاسکتا ہے۔**انواع اقوال الصحابة:** ا۔جب قول صحابی پھیل جائے اور کوئی دوسرا صحابی اس کی مخالفت نہ کرے تو وہ حکم میں اجماع کے ہوجاتا ہے ۲۔صحابہ میں اختلاف ہو اور کسی ایک صحابی کا قول ایسا ہو کہ وہ رائے اور اجتہاد سے نہ ہوسکتا ہو تو وہ **عند ابي حنيفة و مالك** حکم میں مرفوع روایت کے ہے اور یہی قول جمہور علماء کا ہے پھر بعض نے یہ قید لگائی ہے کہ وہ صحابی ایسے ہوں جو اسرائیلیات میں سے نہ لیتے ہوں جیسے حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ یہ حضرات بنی اسرائیل سے لی گئی روایات بیان نہ فرمایا کرتے تھے اور دیگر بعض علماء نے یہ قید بھی نہیں لگائی کہ اسرائیلیات میں سے نہ لیتے ہوں بلکہ حکم عام رکھا کہ قول صحابی غیر قیاسی حکم میں مرفوع کے ہے ۳۔ تیسری قسم قول صحابی کی یہ ہے کہ ایسے معاملہ میں قول صحابی وارد ہوا ہو کہ اس میں رائے کا دخل ہوسکتا ہو اور پھر وہ قول صحابی ہو بھی مرفوع روایت کے خلاف تو ایسے قول کے چھوڑنے پر اتفاق ہے ۴۔ چوتھی قسم قول صحابی کی یہ ہے کہ معاملہ ایسا ہو کہ رائے کا اس میں دخل ہوسکتا ہو اور مرفوع روایت کے خلاف نہ ہو تو بعض فقہائے نے اسے لے لیا ہے اور اسی میں احتیاط ہے کیونکہ سماع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احتمال موجود ہے اور بعض فقہاء نے ایسے قول صحابی کو نہیں لیا۔**فضائل صحابہ کا اجمالی ذکر:** روافض نے کہہ دیا کہ نعوذ باللہ حضرت علی کی بیعت جو صحابہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد نہ کی تو نعوذ باللہ سب کے سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم مرتد ہوگئے حتی کہ شیعہ میں ایک فرقہ ہے کاملیہ اس نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت نہ کی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ ان سے قتال واجب ہوگیا تھا اس واجب کو چھوڑنے کی وجہ سے نعوذ باللہ حضرت علی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مرتد ہوگئے۔شیعہ شنیعہ کی یہ سب باتیں انتہائی گستاخانہ ہیں۔اہل السنۃ والجماعت کا اجماع ہے کہ جو لوگ کندہ حنیفہ فزارہ بنی اسد اور بنی بکر بن وائل میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد نعوذ باللہ مرتد ہوگئے تھے یہ نہ تو انصار میں سے تھے نہ فتح مکہ سے پہلے ہجرت کرنے والوں میں

سے تھے اور مہاجرین کا مصداق شریعت کی اصطلاح میں وہی حضرات ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت فرمائی اور اس پر بھی اہل السنۃ والجماعت کا اجماع ہے کہ بدری صحابہ اور قزمان کے سوئی غزوہ احد میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اور بیعت رضوان میں شریک ہونے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب جنتی ہیں اور قزمان کا استثناء ایک روایت میں مذکور ہے۔ اور اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک یہ حدیث بھی ثابت ہے کہ اس امت میں سے ستر ہزار جنت میں بلا حساب داخل ہوں گے جن میں سے ایک حضرت عکاشہ بن محصن بھی ہوں گے اس حدیث کے مصداق میں ظاہر یہی ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم ہی میں سے ہوں گے۔ پھر اسی حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ ان ستر ہزار میں سے ہر ایک ستر ہزار کی سفارش کرے گا اور اہل السنۃ والجماعت اس کے بھی قائل ہوئے ہیں کہ عشرہ مبشرہ یا ازواج مطہرات کو کافر کہنے والا خود کافر ہے اور اس کے بھی قائل ہوئے کہ ہم سب کے دل میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے مشہور بزرگان سے محبت ہونی چاہئے۔ مثلاً الحسن بن الحسن وعبداللہ بن الحسن وعلی بن الحسین زین العابدین ومحمد بن علی بن الحسین المعروف بالباقر وجعفر بن محمد المعروف بالصادق وموسیٰ بن جعفر علی بن موسیٰ الرضا رحمہم اللہ تعالےٰ۔ اور اہل السنۃ والجماعت اس کے بھی قائل ہوئے ہیں کہ مشہور تابعین اور صحابہ وتابعین کے تبعین سے بھی محبت ہونی چاہئے۔ **اضمام**: اس کے معنیٰ ہیں لوگوں کی جماعت اور اس کے لئے اس مادہ سے مفرد نہیں ہے۔

باب مناقب المهاجرين و فضلهم

باب کی غرض حضرات مہاجرین رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے فضائل کا بیان فرمانا ہے۔ پھر مہاجرین کے مصداق میں دو قول ہیں ۱۔ من هاجر من مكته الى المدينة قبل مكته. ۲. من هاجر من مكته الى المدنية قبل فتح مكته او امن يوم الفتح. پھر ہجرۃ اور نصرۃ کے لحاظ سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقسیم میں دو قول ہیں پہلا قول تین قسموں والا ہے۔ ۱۔ **من هاجر قبل الفتح. ۲. الا نصار اى الاوس والخزرج حلفاء هم ومواليهم. ۳. من اسلم بعد الفتح يوم الفتح بعده** دوسرا قول پانچ قسموں والا ہے۔ ۱. **سباق المهاجرين** ۲. **سباق الا نصار.** ۳. **بقيته المهاجرين.** ۴. **بقية الا نصار**۔ ۵۔ بقيته الصحابته **الآ تنصرو لا فقد نصره الله الى قوله ان الله معنا**: اس آیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خصوصی فضیلت کا ذکر ہے حضرت صدیق اکبر کے بہت فضائل ہیں مثلاً ۱۔ ایمان میں باقی حضرات صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم پر سبقت لے جانا۔ ۲۔ بہت زیادہ دین کی امداد کی اپنی جان سے بھی اور اپنے مال سے بھی۔ ۳۔ مسلمانوں میں بہت زیادہ خیرات فرمانے والے تھے۔ ۴۔ اسلام کی دعوت دوسروں تک پہنچانے میں باقی صحابہ کرام پر سبقت لے گئے کیونکہ حضرت صدیق اکبر کی دعوت پر حضرت عثمانؓ حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت عثمان بن مظعون وغیرہ مسلمان ہوئے جو کہ خود اکابر صحابہ ہیں۔ ۵۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ میں بھی اور بعد میں بھی کافروں کے جھگڑے حضرت صدیق اکبر نمٹایا کرتے تھے۔ ۶۔ حضرت علی نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کوفہ کی منبر پر اعلان فرمایا جبکہ ان پر کوئی خوف نہ تھا اور پھر شیعہ تو ان کو معصوم بھی مانتے ہیں اور وہ اعلان یہ تھا خیر الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر الصدیق سوال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی خلافت کے ابتدائی دنوں میں یہ بھی فرمایا تھا اقیلونی اقیلونی فلست بخیر کم جواب پہلا یہ ہے کہ اقالہ بعد عقد کے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ خلافت لازم ہونے کے بعد یہ کلام فرمائی جبکہ سب صحابہ حضرت صدیق اکبر کو اپنا سردار مان چکے تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بہتر تو وہی ہوتا ہے جو اپنے آپ کو کمتر سمجھے حتی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لا تفضلو نی

علیٰ یونس بن متّٰی ۔۷۔آگے ایک باب چھوڑ کر بخاری شریف میں ای باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے عن ابن عمر موقوفاً کنا نخیر بین الناس فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنخیر ابا بکر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان رضی اللہ عنھم ۔۸۔ آگے دو باب چھوڑ کر بخاری شریف میں ہی باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذاً خلیلاً ہے اس کی پہلی روایت میں ہے عن ابن عباس مرفوعاً لو کنت متخذا من امتی خلیلا لا تخذ ت ابا بکر ۔۹۔ عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثه علی جیش ذات السلاسل فاتیته فقلت ای الناس احب الیک قال عائشته فقلت من الرجال فقال ابوھا یہ روایت بخاری شریف میں ہی ہے آگے تین باب چھوڑ کر باب میں چوتھی روایت ہے ۔۱۰۔اسی بلا ترجمہ باب کی باقی ۱۱۶ احادیث بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فضائل سے لبریز ہیں ۔۱۱۔ متدرک حاکم کی ایک روایت میں ہے کہ ان کا نام اللہ تعالےٰ نے صدیق رکھا ہے علی لسان جبریل ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث اور یہ صدیق کا لقب اتنا اونچا مقام ہے کہ اس لقب والے شخص اور نبی کے درمیان کوئی اور درجہ نہیں ہوتا ۔۱۲۔ قرآن پاک میں ہے ثانی اثنین اذ ھما فی الغار حق تعالےٰ حضرت صدیق کو یار غار قرار دے رہے ہیں ۔۱۳۔ قرآن پاک میں ہے اذیقول لصاحبه گویا حق تعالےٰ حضرت صدیق اکبر کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی مصاحب قرار دے رہے ہیں ۔۱۴۔ حق تعالےٰ کا ارشاد ہے وسیجنبھا الا تقی الذی یوتی ماله یتزکی بالاجماع یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق اور آپ کی مدح میں نازل ہوئی ہے اس میں آپ کو اتقی قرار دیا گیا ہے اور قرآن پاک میں یہ بھی ہے ۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ۔ معلوم ہوا کہ آپ اکرم المومنین عند اللہ ہیں ۔۱۵۔ مرفوع حدیث پاک میں ارشاد ہے انه امن الناس علیّ فی ماله و نفسه و صحبته ۔۱۶۔ مسجد کے اردگرد باقی صحابہ کے دروازے جو مسجد میں کھلتے تھے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بند کرا دئیے کہ دوسری طرف راستہ بناؤ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا دروازہ باقی رہنے دیا۔ ۱۷۔اپنی مرض وفات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود بعض کے دوسرا مشورہ دینے کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ہی اپنی جگہ مقرر فرمایا اور بہت سی نمازیں انھوں نے مرض وفات میں پڑھائیں ۔۱۸۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیث مرفوع کے مطابق جنت کے سب دروازوں سے پکارا جائے گا کہ یہاں سے داخل ہو جائیں ۔۱۹۔ مجلس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب بیٹھا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بائیں طرف بیٹھا کرتے تھے۔ باقی حضرت ذرا ہٹ کر بیٹھا کرتے تھے ۔۲۰۔ فی الترمذی عن ابن عمر مرفوعاً قال لا بی بکر انت صاحبی علی الحوض و صاحبی فی الغار۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سدوا الابواب الا باب ابی بکر

امام بخاری کی غرض اس حدیث پاک کا بیان ہے اور یہاں یہ حدیث تعلیقا بیان فرمائی ہے اور کتاب الصلوۃ میں یہی حدیث اسنادا بھی بیان فرمائی ہے ۔ پھر یہ حدیث پاک مرض وفات کے زمانہ کی ہے جبکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو امامت کا بھی حکم دیا تھا اس لئے اس میں خلافت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اس لئے بعض حضرات نے اس حدیث کے معنی یہ کئے ہیں سدوا ابواب طلب الخلافة الاباب خلافته ابی بکر سوال مسند احمد اور نسائی میں ہے عن سعد بن ابی وقاص قال امر نا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسد الا بواب الشارعته فی المسجد وترک باب

علی جواب ۔۱۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ والی حدیث سند کے لحاظ سے اقوی ہے ۔۲۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ والی حدیث متاخر ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک روایت میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا شکایت کرنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منقول ہے انک اخرجت عمک وادخلت ابن عمک فقال ما فعلتہ عن امری اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ حضرت حمزہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت صدیق اکبر والی روایت کا واقعہ مرض وفات کا ہے ۔۳۔ پہلے حضرت علی والی حدیث میں دروازے بند کرنے کا حکم تھا چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آنے کی غرض سے بند نہ کی گئی تھیں پھر کھڑکیوں کے بھی بند کرنے کا حکم حضرت ابوبکر والی حدیث میں دے دیا گیا اس لحاظ سے بھی تعارض نہ رہا اور آخری حکم وہی بنا جو حضرت صدیق اکبر والی حدیث میں ہے ۔ **الا باب ابی بکر**: طبرانی کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے فانی رأیت علیہ نورا پس اس نور میں اشارہ خلافت کی طرف پایا گیا۔

باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ

غرض حضرت صدیق اکبر کی فضیلت کا بیان ہے اور یہاں بعدیت سے مراد شرافت کی بعدیت ہے زمانی بعدیت نہیں ہے اور شرافت کی بعدیت ثواب کے لحاظ سے ہوتی ہے اور یہ سمع اور توقیف سے ہی معلوم ہو سکتی ہے حضرات صحابہ کرام نے یہ چیز اقوال وقرائن سے معلوم کی اور ہم نے اقوال منقولہ سے معلوم کی۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنتُ متخذا خلیلا قالہ ابو سعید

غرض یہ ہے کہ خلہ محبت کے مقامات میں سے سب سے اونچا ہے اس لئے اس حدیث پاک سے حضرت صدیق اکبر کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سب لوگوں سے زیادہ پیارا ہونا ثابت ہوا کہ وہ احبّ الناس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ **لو کنتُ متخذا خلیلا لا تخذ تہ خلیلا و لکن اخوۃ الا سلام افضل**: سوال ۔ اس روایۃ کے شروع کے حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلۃ اخوۃ سے افضل ہے اور آخری حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اخوت سب سے افضل ہے اس لئے اخوت خلۃ سے بھی افضل ہے جواب ۔۱۔ یہ روایت بالمعنیٰ ہے ۔ ان الفاظ کے ساتھ محفوظ نہیں ہے ۔۲۔ معنی یہ ہے کہ پہلے خلۃ کا درجہ ہے پھر اخوۃ اسلام باقی تعلقات سے افضل ہے اور تیسرا درجہ باقی تعلقات کا ہے گویا اخوۃ کی افضیلت اضافی ہے کہ خلۃ کے ماسویٰ سے افضل ہے ۔ سوال اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر کا اسلام افضل ہے حالانکہ اسلام میں تو سب مسلمان برابر ہیں ۔ جواب نفس اسلام میں سب برابر ہیں کمال اسلام کے لحاظ سے حضرت صدیق کا درجہ اونچا ہے ۔ **اما الذی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذاً من ھذہ الا متہ خلیلاً لا تخذ تہ انزلہ ابا یعنی ابا بکر**: حضرت عبداللہ بن الزبیر کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق جن کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد وارد ہے کہ اگر میں امت میں سے خلیل پکڑتا تو ان کو پکڑتا ان ابوبکر صدیق کا فتویٰ یہ ہے کہ دادا بمنزل آب کے ہے وراثت کے احکام میں اما الذی کی خبر ہے انزلہ ابا اور انزلہ میں فاء محذوف ہے

باب: یہ باب بلاترجمہ ہے اس لئے تتمہ ہے ماقبل کا اور اس میں اشارہ ہے اثبات خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف ۔ یعنی ایسی روایات ہیں جن میں اشارے خلافت بلافصل کے ملتے ہیں ۔ **ان لم تجد ینی فاتی ابابکر** سوال اس حدیث پاک سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر کو اپنے بعد خلیفہ قرار دے دیا تھا اور اس کے معارض ہے حضرت عمر کا قول جو انہوں نے اپنی مرض وفات میں فرمایا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خلیفہ مقرر نہ فرمایا تھا جواب ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قول کا مطلب یہی ہے کہ صراحتہ یہ نہ فرمایا تھا کہ میرے بعد ابوبکر کو خلیفہ بنا لینا اور

زیر بحث روایت میں صرف اشارہ ہی تو ہے تصریح نہیں ہے۔ اس لئے تعارض نہ رہا۔ غامر: اس کے معنی ہیں خاصم **فهل انتم تار کولی صاحبی**: دو دفعہ اپنی طرف نسبت فرمانا یعنی دو دفعہ یائے متکلم کا استعمال فرمانا حضرت صدیق اکبر کی عظمت ظاہر فرمانے کے لئے ہے۔ **فانی اومن بذلک وابو بکر و عمر بن الخطاب رضی الله عنهما**: یعنی تصدیق بلا تردد و بلا تعجب میں بھی کرتا ہوں اور اگر یہ دونوں حضرات سنیں تو وہ بھی میری طرح ہی ایمان لے آئیں یہ بات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں حضرات کی مجلس میں عدم موجودگی میں بھی فرماتے رہتے تھے۔ **وفی نزعه ضعف**: اس کمزوری کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ ا۔ اشارہ ہے روت کے فتنہ کی طرف کیونکہ ارتداد کے اس فتنہ کا مقابلہ بہت مشکل تھا۔ ۲۔ ضعف کا مطلب یہ ہے کہ ان کا زمانہ خلافت چھوٹا ہوگا اس لئے فتوحات کم ہوں گی اس فتوحات کی کمی کو ضعف سے تعبیر فرمایا۔ ۳۔ ضعف کا مصداق تو قلت فتوحات ہی ہے لیکن قلت فتوحات کی وجہ سے مشغولی ہے فتنہ ارتداد میں۔ ۴۔ حضرت صدیق اکبر کی شان بہت بلند تھی اس شان کو دیکھتے ہوئے فتوحات کا کم ہونا اور فتنہ ارتداد کا مقابلہ کرنا ضعف کے درجہ میں ہوگا۔ یعنی جتنی اونچی شان ہے اس شان کے لحاظ سے فتوحات کم ہوں گی اور اس شان کے لحاظ سے اس فتنہ کا جس طرح سے مقابلہ ہونا چاہئے اس سے کچھ کم ہوگا اور جتنی قوت استعمال فرمانی چاہئے۔ اس سے کچھ کم استعمال فرمائیں گے۔

والله يغفر له: اس کی دو توجیہیں کی گئی ہیں۔ ا۔ اشارہ فرما دیا کہ ان کی وفات جلدی ہو جائے گی جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب ہونے کی طرف اشارہ فرما دیا گیا تھا ان آیات میں فسبح بحمد ربک واستغفره انه کان توابا۔ ۲۔ اس ضعف کی وجہ سے کوئی گناہ نہ ہوگا کیونکہ یہ ضعف غیر اختیاری ہے **انک لست تصنع ذلک خیلاء**: یعنی کسی وقت آپ کے ازار کا ٹخنوں سے نیچے ہو جانا آپ کے اختیار سے نہیں ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اگر نیت تکبر کی نہ ہو تو قصداً ٹخنے ڈھانپنا بھی جائز ہے بلکہ معافی صرف اسی صورت میں ہے کہ غیر اختیاری طور پر ایسا ہو جائے اور علم کے بعد ٹھیک کر لے پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت بھی ذکر فرما دی کہ آپ تکبر سے خالی ہیں اور آپ میں عبدیت کامل ہے۔ **فقال ابو بکر ما علی هذا الذی یدعی من تلک الا بواب من ضرورة**: یعنی یہ پکارا جانا ضرورت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ مولائے کریم کا احسان عظیم اور انعام و تکریم ہے فضل و عطاء ہے احترام و اکرام ہے اللهم ارزقنا وانعم علینا بهذا یا ارحم الراحمین پھر اس حدیث پاک میں جنت کے آٹھ دروازوں میں سے چار کا ذکر ہے۔ ۱۔ باب الصلوۃ ۲۔ باب الجهاد ۳۔ باب الصدقة ۴۔ باب الصیام اور اسی کا دوسرا نام باب الریان بھی ہے تر و تازگی کا دروازہ۔ باقی چار دروازے کون کون سے ہوں گے۔ ۵۔ بعض شارحین نے ظناً و احتمالاً باب الحج کا ذکر فرمایا ہے گو کسی حدیث پاک میں مذکور نہیں ہے۔ ۶۔ باب المتوکلین اسی کو الباب الایمن بھی کہتے ہیں۔ ۷۔ باب الکاظمین الغیظ اور اس کے متعلق مسند احمد میں ایک حدیث ہے۔ ۸۔ باب الذکر یا باب العلم اور اس کی طرف ترمذی شریف کی ایک حدیث پاک میں اشارہ موجود ہے۔ پھر جس شخص کو کئی دروازوں سے پکارا جائے گا وہ کیسے داخل ہوگا اس میں مختلف احتمال بیان فرمائے گئے ہیں۔ ا۔ جس باب کا عمل اس شخص میں غالب ہوگا اسی باب سے داخل ہوگا۔ ۲۔ اس شخص کے اجسام مثالیہ بنائے جائیں گے ایک ایک باب میں سے ایک ایک جسم مثالی داخل ہو جائے گا۔ اجسام مثالی تصویریں ہوتی ہیں۔ ۳۔ اس شخص کے اعمال کو جسموں کی شکل میں ظاہر کیا جائے گا اور وہ اعمال ان مختلف دروازوں سے گذریں گے۔ ہر عمل اپنے مناسب دروازے سے گذرے گا۔

وارجوان تکون منهم یا ابا بکر: وجہ ظاہر ہے کہ حضرت صدیق اکبر جامع الکمالات تھے۔ **وقال عمر**

والله ما كان يقع في نفسي الا ذاك وليبعثه الله :۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد میں فرمایا کہ خدا کی قسم میرے دل میں یہی تھا کہ آپ کی وفات ابھی نہیں ہوئی اور اللہ تعالیٰ اس بے ہوشی سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھائیں گے ۔ **فنشج الناس يبكون**: لوگوں نے ہچکیاں لے کر رونا شروع کر دیا۔ **فاخذ عمر بيده فبايعه و بايعه الناس**: مسایرہ کی شرح مسامرہ میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ اس بیعت خاصہ کے دوسرے دن یا تیسرے دن لوگ بیعت عامہ کے لئے جمع ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھی پیغام بھیجا اور وہ بھی تشریف لے آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ايها الناس ان الذى رايتم منى لم يكن حرصاً على ولا يتكم ولكن خفت الفتنه والا ختلاف وقدرددت امر كم اليكم فولو امن شئتم فقالوا لا نقيلك وقال ابو بكر هذا على بن ابى طالب لا بيعته لى فى عنقه وهو بالخيار فى امره الا فانتم بالخيار جميعاً فى بيعتكم ايا ى فان رأيتم لها غيرى فانا اول من يبايعه فقال على رضى الله عنه لا نرى لها احداً غيرك فبا يعه هو و سائر المتخلفين فتم بذلك اجماع الصحابته على بيعته وقال على والزبير ما غضبنا الا لا نا اخرّ نا عن المشورة وانا لنرى انّ ابا بكر احق الناس بها بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم وانه لصاحب الغار و ثانى اثنين وانا لنعرف شرفه وسنّه ولقد امره رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يصلى بالناس وهو حيى انتهىٰ اور اسی کے قریب قریب نقل کیا ہے امام حاکم نے حضرت ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں اور اس حدیث کے متعلق ابن کثیر فرماتے ہیں اسنادہ جید اس لمبی حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت علیؓ کی ناراضگی ایسی تھی جیسے ایک دوست دوسرے دوست سے ناراض ہوتا ہے جب یہ دیکھتا ہے کہ اس کی توجہ میری طرف کم ہوگئی ہے۔ **سوال**: بخاری شریف کی بعض روایات میں ایسی عبارت ہے جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر بیعت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی وفات کے بعد فرمائی تھی اور ان کی وفات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد ہوئی تھی۔ **جواب**: امام بیہقی نے اپنی تصنیف کتاب الاعتقاد میں اس کا جواب ان لفظوں میں دیا ہے والذى روى ان عليا لم يبايع ابا بكر فى ستة اشهر ليس من قول عائشة انما هو من قول الزهرى فادرجه بعض الرواة فى الحديث عن عائشة فى قصة فاطمة رضى الله عنهم وحفظه معمر بن راشد فرواه مفصلا وجعله من قول الزهرى منقطعا وقد روينا فى الحديث الموصول عن ابى سعيد الخدرى و من تابعه من اهل المغازى ان عليا بايعه فى بيعة العامة بعد البيعة التى جرت فى السقيفة (اى سقيفة بنى ساعدة) ويحتمل ان عليا بايعه فى بيعة العامة كما روينا فى حديث ابى سعيد الخدرى وغيره ثم شجر بين فاطمة وابى بكر كلام بسبب الميراث اذا لم تسمع من رسول الله صلى الله عليه وسلم فى باب الميراث ما سمعه ابو بكر وغيره فكانت معذورة فيما طلبته وكان ابو بكر معذوراً فيما منع فتخلف على عن حضور ابى بكر حتى توفيت ثم كان منه تجديد البيعة والقيام بواجبها كما قال الزهرى انتهىٰ بلفظه امام الحرمين کا قول اس بارے میں یوں منقول ہے ما تخرص (اى قال بالخرص) به الروافض فى ذلك (اى فى تاخير بيعة على) فهو كذب صريح انتهىٰ ۔ واقعہ کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سقیفہ بنی ساعدہ کے مشورہ میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ وہ بہت غمگین تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اور اس مشورہ کے لئے بلانے کا اہتمام نہ کیا گیا تھا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما بلا دعوت خود بخود تشریف لے گئے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ڈر سے خلافت جلدی سے قبول فرمائی تھی کہ ان کو خوف تھا فتنہ کا اور ارتداد کا اور حضرت علی

رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بھی باقی حضرات کے ساتھ بیعت فرمائی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مطیع رہے اور غزوہ بنی حنیفہ میں بھی حضرت علی تشریف لے گئے اور اس غنیمت میں ان کو ایک لونڈی بھی ملی۔ **روایۃ غدیر خم:۔** شیعہ میں ایک روایت حدیث غدیر خم کے نام سے مشہور ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی کے موقعہ پر غدیر خم جگہ پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تھا اور اس میں ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم موجود تھے اور اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت کی تصریح فرمادی تھی۔ اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے اس کے مختلف جواب دیئے گئے ہیں۔ ۱۔ یہ روایت باطل محض اور محال محض ہے کیونکہ ذخیرہ احادیث میں یہ منقول نہیں ہے کسی نے بھی اس کو نقل نہیں کیا اور خود حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بھی تو اس حدیث کو پیش کر کے مخاصمہ نہیں فرمایا اور اگر شیعہ یہ کہیں کہ ایک لاکھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس حدیث کو چھپالیا تو یہ جواب بالکل باطل و مہمل ہے کیونکہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ ایک لاکھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے نعوذ باللہ کتمان حق کیا اتنے بڑے کتمان حق کو دیکھ کر تو ہر دشمن اسلام کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ قرآن پاک کا مثل پایا گیا تھا صحابہ نے کتمان حق کیا۔ نعوذ باللہ مسیلمہ کذاب کے ہاتھ پر بڑے بڑے معجزات ظاہر ہو گئے تھے صحابہ کرام نے نعوذ باللہ کتمان حق کیا۔ دین کا ایک مسئلہ بھی ثابت نہ ہو سکے گا۔ ۲۔ جب آپ یہ حدیث بھی نقل کرتے ہیں کہ ایک لاکھ صحابہ نے سنی اور پھر وہ نعوذ باللہ جھوٹ پر اتفاق کرنے والے بھی بن گئے اور دوسری طرف آپ خود یہ حدیث بیان بھی کرتے ہیں تو یہ صریح تعارض ہے جب چھپانے پر اتفاق ہو گیا تو وہ وہیں ختم ہو گئی یہ ختم ہوتا اور آپ تک پہنچ جانا اجتماع ضدین اور تعارض ظاہر ہے اس لئے اس روایت کا کوئی اعتبار نہیں۔ ۳۔ یہ واقعہ غدیر خم اگر ثابت ہے تو خبر واحد ہے اور شیعہ کے نزدیک خبر واحد معتبر ہی نہیں ۔ ۴۔ شاید خبر غدیر خم اُن لوگوں کا تقیہ ہو جنہوں نے یہ خبر نقل کی ہے گویا تقیہ کا مذہب اختیار کر کے شیعہ سوفسطائیہ میں داخل ہو چکے ہیں وہ کوئی چیز بھی ثابت نہیں کر سکتے ہر چیز میں تقیہ اور جھوٹ کا احتمال موجود ہے۔ ۵۔ خبر غدیر خم دو حال سے خالی نہیں ظاہر تھی یا مخفی تھی اگر ظاہر تھی تو اس پر عمل کیوں نہ ہوا اور اگر مخفی تھی تو نہ آپ تک پہنچ سکتی تھی نہ ہم تک۔ ۶۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع حضرت صدیق اکبر کی بیعت پر اس روایت کو رد کرتا ہے اگر ایسا ہوتا تو سب حضرات حضرت صدیق اکبر کی بیعت پر کیسے جمع ہو جاتے۔ ۷۔ اس نص میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نص اہل تواتر تک پہنچائی ثانی یہ کہ نہ پہنچائی دونوں احتمال باطل ہیں اس لئے یہ روایت باطل ہے اول احتمال کئی وجوہ سے باطل ہے اولاً اس لئے باطل ہے کہ جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم خود خلافت کے اپنے لئے خواہش مند نہ تھے اور تقریباً سبھی ایسے ہی تھے سوائے چند ایک کے تو انہوں نے کیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع چھوڑ دیا اور عذاب الیم کے مستحق بن گئے حالانکہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے ثانیاً حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ بالاجماع بہادر تھے اور شیعہ کے نزدیک حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کمزور تھے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک بہادر ایک کمزور آدمی سے ڈر جائے۔ اور حق کو چھپالے۔ ثالثاً حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متبعین بڑی عظمت والے تھے جیسے حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ حضرت زبیرؓ جنہوں نے بقول شیعہ حضرت ابو بکر پر تلوار بھی نکالی تھی۔ تو ایسے متبعین کی موجودگی میں حضرت علی کو ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔ رابعاً۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالٰی عنہ بنی اُمیہ کے سردار تھے اور شیعہ کے نزدیک ان کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے شدید بغض تھا۔ اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بہت برانگیختہ کیا تھا کہ تم اپنا حق ضرور امامت کا مانگو پس جب ان کی حمایت بھی حاصل تھی تو حضرت علی نے کیوں اس حدیث کو چھپالیا۔ خامساً بعض انصار نے اس موقعہ میں مشورہ کے طور پر یہ بھی فرمایا تھا من

امیر دمنکم امیر اگر یہ نص موجود ہوتی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خلاف اس کو ضرور ذکر فرماتے جب وہ بطور مشورہ کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خلاف باتیں ذکر فرما رہے ہیں تو یہ بات حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ والی بھی ضرور ذکر فرماتے۔اور اگر احتمال ثانی لیا جائے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث پاک اہل تواتر تک نہ پہنچائی تو یہ احتمال بھی باطل ہے کئی وجہ سے اولاً اس لئے باطل ہے کہ اس سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نعوذ باللہ خیانت ظاہر ہورہی ہے کہ جو حدیث اہل تواتر تک پہنچانی تھی وہ اہل آحاد تک پہنچائی نعوذ باللہ من ذلک ثانیاً یہ احتمال اس لئے باطل ہے کہ خبر واحد سے بالا جماع قطعی مسائل ثابت نہیں ہوتے ثالثاً شیعہ کے نزدیک خبر واحد عملیات میں بھی معتبر نہیں ہے تو پھر یہ مسئلہ جو اُن کے نزدیک جزو ایمان ہے اور قطعی ہے اس میں خبر واحد کیسے معتبر ہوسکتی ہے۔یعنی مسئلہ امامت۔۸۔

آٹھواں جواب اہل السنۃ والجماعۃ حدیث غدیر خم کا یہ دیتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جب نصوص خفیہ کو بھی ہمیشہ ذکر فرمایا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایسی نص جلی کو چھپالیا ہو اور ذکر نہ فرمایا ہو معلوم ہوا کہ اس روایت کی بالکل کسی درجہ میں کوئی اصل نہیں ہے۔سوال۔اگر یہ روایت کسی درجہ میں بھی ثابت نہ تھی تو شیعہ کے درمیان کیسے مشہور ہوگئی حتیٰ کہ شیعہ اس شرق و مغرب میں بیان کرتے پھرتے ہیں۔جواب۔امام رازی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب معالم اصول الدین میں لکھا ہے کہ اس خبر کو ابن الراوندی نے وضع کیا پھر شیعہ نے اس کو قبول کر کے مشہور کر دیا کیونکہ وہ اس مسئلہ میں بہت زیادہ منہمک تھے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کا مسئلہ شروع میں پانچ چھ آدمیوں نے مشورہ کر کے گھڑا اور یہود نصریٰ نے اس خبر کو لے کر مشہور کر دیا۔**فما كانت من خطبتهما من خطبته الا نفع الله بها**: وجہ یہ کہ حضرت عمرؓ کے خطبہ میں منافقوں کو ڈرانا تھا اور اس کی بھی ضرورت تھی اور حضرت صدیق اکبرؓ کے خطبہ میں اظہار حق اور اظہار حقیقت اور اصل واقعہ کا بیان تھا اور اس کی بھی ضرورت تھی۔ **عن محمد بن الحنفیه**: یہ محمد بن علی بن ابی طالب ہیں۔حضرت ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں جنگ یمامہ میں حضرت علیؓ جب شریک ہوئے تو بطور غنیمت کے حصہ کے ان کو خولہ حنفیہ ملی تھیں ان سے یہ محمد بن علی پیدا ہوئے تھے اور یہ اپنی والدہ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے محمد بن الحنفیہ کہلاتے تھے اس سے اس کی بھی تائید ہوئی کہ حضرت علی حضرت صدیق کے ماتحت لڑائیوں میں شریک ہوتے تھے اور حضرت ابوبکر کے حکم پر اپنی جان بھی قربان کرنے کے لئے حاضر رہتے تھے اور آج شیعہ اپنی جہالت اور حماقت اور اسلام دشمنی کی وجہ سے ان دونوں حضرات کو ایک دوسرے کا دشمن ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وخشیت ان یقول عثمان: اس عبارت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محمد بن الحنفیہ کی رائے یہ تھی کہ حضرت علی حضرت عثمان سے افضل ہیں۔**قال ما انا الا رجل من المسلمین**: حضرت علی کا اس وقت یہ فرمانا تواضعاً تھا کیونکہ حقیقت یہی تھی کہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت علی خیر الناس فی ذلک الوقت تھے۔**و توسط قفها**: یعنی کنویں کی منڈیر کے درمیان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماتے۔

قال سعید بن المسیب فاولتها قبورهم: اس سے معلوم ہوا کہ تعبیر کا تعلق خواب کے علاوہ بیداری کے واقعات سے بھی ہوتا ہے۔

باب مناقب عمر بن الخطاب ابی حفص القرشی العدوی رضی اللہ عنہ

غرض حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مناقب کا بیان ہے۔آپ کے چند اہم مناقب یہ ہیں ۱۔آپ کا لقب فاروق ہے اور یہ لقب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے استعمال فرمایا تھا یا حضرت جبریل علیہ السلام نے یا اہل کتاب نے وجہ یہ تھی کہ جس دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول فرمایا اس دن حق اور باطل کا فرق بالکل واضح ہوگیا اور مشرکین نے بھی کہہ دیا

انصف القوم الیوم منا اور یہ آیت بھی نازل ہوئی یاایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین۔۲۔ مستدرک حاکم میں ہے عن ابن مسعود موقوفاً ما استطعنا ان نصلی عند الکعبۃ ظاہرین حتی اسلم عمر۔۳۔ فی مستدرک حاکم وابی داؤد ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ۔۴۔ روایات کثیرہ سے ثابت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کے مطابق شیطان حضرت عمر سے ڈرتا تھا اور بھاگتا تھا۔۵۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محدَّث تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثرت سے الہامات ہوتے رہتے تھے۔۷۔ لوکان بعدی نبی لکان عمر۔ **انا بالرمیصاء**:۔ یہ حضرت انس کی والدہ محترمہ کا نام ہے۔ **خشفۃ**: اس کے معنی ہیں حرکت۔ **فقالوا لعمر**:۔ انبیاء علیہم السلام کی خواب وحی ہوتی ہے۔ اس لئے وحی سے ثابت ہوگیا کہ حضرت عمر فاروق جنتی ہیں اور شیعہ کے خرافات کا جواب ہوگیا۔ اصول الدین میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت عمر کو خلیفہ بنایا اور کسی صحابی نے اس پر انکار نہ فرمایا اور الصواعق المحرقۃ میں حافظ ابن حجر مکی جو اس کتاب کے مصنف ہیں فرماتے ہیں اخرج ابن عساکر عن یسار بن حمزۃ قال لما ثقل ابوبکر اشرف علی الناس من کوۃ فقال ایھا الناس انی قد عہدت عہداً افترضون بہ فقال الناس رضینا یا خلیفۃ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فقام علیؓ فقال لانرضی الا ان یکون عمر قال فانہ عمر انتھی بلفظہ اسی کتاب الصواعق المحرقۃ لابن حجر المکی میں یہ بھی ہے ثم کان یکتب (ای عمر) من خلیفۃ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ھذا یطول فقالوا امر ناک علینا وانت امیرنا قال نعم انتم المومنون وانا امیرکم فلقب امیر المومنین انتھی **عبقریا**:۔ ای کاملا **یفری فریہ**:۔ ان کی طرح کام کرتا ہو۔ **عتاق الزرابی**: عمدہ قالیچے۔ یہ سورہ رحمن کے اخیر کی آیت کی تفسیر ضمناً کردی متکئین علی رفرف خضر وعبقری حسان یہاں قالیچہ والے معنی مراد نہیں ہیں۔ **الزرابی الطنافس لھا خمل**:۔ یعنی زرابی ان بستروں کو کہتے ہیں جن کے کنارے پر دھاگے بھی ہوں۔ **ایہ**:۔ اس بات کو چھوڑ کوئی اور بات کرو۔ **حتی انتھی**:۔ ای حتی مات۔ **ما من نبی ولا**

محدَّث:۔ آیت یوں ہے **وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی** تو اس آیت میں جو حضرت ابن عباس نے ولا محدث کا ذکر فرمایا تو اس کی مختلف توجیہات ہیں۔۱۔ بطور قیاس اور تفسیر کے محدّث کا لفظ ذکر فرمایا۔۲۔ منسوخ قرأت ذکر فرمائی۔۳۔ شاذ قرأت ذکر فرمائی **مناقب عثمان بن عفان**:۔ غرض حضرت عثمان کے مناقب کا بیان فرمانا ہے پھر حضرت عثمان کا جو لقب ذوالنورین تھا اس کی وجہ تسمیہ میں اقوال مختلف ہیں۔۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے فرمادیا پھر ان کی وفات کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم کا نکاح بھی حضرت عثمان سے فرمادیا اور کسی اور شخص کے بارے میں معلوم نہیں ہوا کہ اس کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں۔۲۔ آپ کا عہد خلافت نور نبوت اور نور ولایت کے لئے جامع تھا اور عہد شیخین میں نور نبوت تھا اور عہد علی میں نور ولایت تھا۔۳۔ ہر رات میں نفلوں میں ایک قرآن پاک ختم فرماتے تو اس میں ایک نور قیام اور دوسرا نور قرآن ہوتا تھا اس لئے آپ ذی النورین تھے۔ **فحفرھا عثمان** سوال بعض روایات میں خریدنے کا ذکر ہے جواب خریدا تھا پھر کھودا تھا۔ **فجلدہ ثمانین**:۔ شراب پینے کی وجہ سے **لا نفاضل بینھم**:۔ اس کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔۱۔ ان تین حضرات کا تفاضل بہت مشہور تھا باقیوں کا اتنا مشہور نہ تھا۔۲۔ حجت ہے کرنے میں کہ ان تین کی فضیلت ثابت ہے مرفوعاً نہ کرنے میں حجت نہیں ہے کیونکہ وہاں عدم دلیل ہے۔۳۔ ان تین حضرات کے فضائل بیان کرنے کی ہم پوری کوشش کرتے تھے تاکہ ان کے فضائل سب کو معلوم ہوجائیں باقی میں ہم کوشش نہ کرتے تھے کیونکہ اس کی کوئی شدید ضرورت نہ تھی۔

باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان وفیہ مقتل عمر بن الخطاب

غرض وفات عمر وخلافت عثمان کا واقعہ بیان فرمانا ہے۔ **ما فیھا کبیر فضل**: ہم نے کچھ زیادہ خراج مقرر نہیں کیا۔ **لا وعن**

ارا مل اهل العراق لا يحتجن الى رجل بعدى اس کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ ا۔ راستوں کی حفاظت کا ایسا انتظام کردوں گا کہ حفاظت کے لئے ساتھ محافظ نہ لے جانا پڑے گا۔ ۲۔ میں ان کو ایسے ٹکڑے زمین کے دے دوں گا کہ خرچ میں کسی کی محتاج نہ رہیں گی۔ ۳۔ میں ان کا وظیفہ بیت المال میں مقرر کردوں گا پھر وہ خرچ میں کسی کی محتاج نہ رہیں گی۔ **کذبت**:۔ اس کے معنی یہاں ہیں اخطأت۔ **ما اجد احق بهذا الامر من هو لاء النفر**:۔ یہاں هذا الامر کا اشارہ امر خلافت کی طرف ہے۔ عشرہ مبشرہ میں سے چھ کے نام ذکر کردیئے باقی چار میں سے دو تو خود حضرات شیخین ہیں اور تیسرے حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح وفات پاچکے تھے اور چوتھے سعید بن زید کو چھوڑ دیا کیونکہ حضرت عمر کے قریبی رشتہ دار تھے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بھی اختیار فرمایا کہ صاف نام کسی ایک کا نہ لیا۔ اور حضرت صدیق اکبر کا طریقہ بھی اختیار فرمایا کہ چھ کا نام لے دیا۔ البتہ یہ بھی منقول ہے کہ اگر ابوعبیدۃ بن الجراح زندہ ہوتے تو پھر مجھے ان کے مقرر کردینے میں کوئی تردد نہ ہوتا۔ **کهيئته التعزية له**:۔ یعنی عبداللہ بن عمر کی دلجوئی اور تسلی کے لئے فرمادیا کہ صرف مشورہ میں ان کو بھی شریک کرلینا باقی خود ان کو خلیفہ بننے کا حق نہ ہوگا۔ **و جباة المال**:۔ مال کو جمع کرنے والے۔ **واقعه شهادت عثمان**:۔ حضرت عثمان کو شہید کرنے کے لئے ایک ہزار یا چار ہزار باغی مدینہ منورہ آئے تھے۔ اور مدینہ منورہ میں ۷۰ ہزار افراد ان کا مقابلہ آسانی سے کرسکتے تھے لیکن حضرت عثمان نے اپنی خاطر کسی ایک کا ایک قطرہ خون بہانا بھی پسند نہ فرمایا اور سب کو اپنے پاس سے اٹھادیا۔ مسند احمد میں ہے عن ابی سعید مولیٰ عثمان ان عثمان اعتق عشرین مملوکا ودعا بسراويل فشدها عليه ولم يلبسها في جاهلية ولا اسلام وقال اني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم البارحة في المنام ورأيت ابا بكر وعمر وانهم قالوا لي اصبر فانك تفطر عندنا القابلة ثم دعا بمصحف فنشره بين يديه فقتل وهو بين يديه یعنی حاصل یہ ہے کہ حضرات صحابہ مہاجرین اور انصار نے اپنی امداد پیش کرنے میں کوتاہی نہ فرمائی کہ ہم امام اہل حق کی حفاظت کے لئے حاضر ہیں۔ لیکن حضرت عثمان نے ان کی امداد لینے سے انکار فرمادیا اور ان کو وصیت فرمائی کہ اپنے ہاتھوں کو روکیں اور فتنہ کا دروازہ کھولنے کی بجائے اپنی جان کی قربانی دے دی کہ مسلمانوں کا خون نہ بہے اور یہ قربانی دینا آپ کا اختیاری فعل تھا۔ ایسا کرنے پر کسی نے مجبور نہ کیا تھا پھر ایک قول یہ ہے کہ محمد بن ابی بکر نے آپ کی داڑھی مبارک سے آپ کو پکڑا تھا اور کنانہ نے ذبح کردیا تھا اور بہت سے صحابہ کرام کے لئے یہ عذر بھی تھا امداد کی کمی میں کہ ایک جھوٹا خط مشہور ہوچکا تھا جو مروان کی طرف منسوب تھا اس کی وجہ سے بعض صحابہ کی اجتہادی خطا ہوگئی تھی کہ امداد کرنے کو ضروری نہ سمجھا تھا اور یہ اجتہادی غلطی ایسی ہی تھی جیسی بعض صحابہ سے اس وقت ہوئی جب ان حضرات نے حضرت علی سے لڑائی کی۔ اور پھر ان حضرات کا خیال یہ نہیں تھا کہ حضرت عثمان کو شہید ہی کردیا جائے گا اور معاملہ اس حد تک پہنچ جائے گا۔ پھر شہید کرنے کے واقعہ میں راجح یہ ہے کہ محمد بن ابی بکر داخل ہوئے حضرت عثمان کے پاس اور آپ کی داڑھی مبارک کو پکڑا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ کے والد صاحب دیکھتے تو ان کو اس صورت سے تکلیف ہوتی تو ان کا ہاتھ پیچھے ہٹ گیا اور پھر دو آدمی داخل ہوئے۔ انہوں نے آپ کو شہید کردیا اور بھاگتے ہوئے جس طرف سے آئے تھے اسی طرف کو واپس چلے گئے اور آپ کی اہلیہ محترمہ نے بلند جگہ سے اعلان فرمادیا کہ امیر المومنین کو شہید کردیا گیا ہے۔ احقر مولف کہتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ **مناقب علي بن ابي طالب**:۔ غرض حضرت علیؓ کے مناقب کا بیان ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کو زیادہ مشہور ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی مخالفت بہت کی گئی تھی اس لئے اہل حق نے اہتمام فرمایا آپ کے مناقب کی تشہیر کا تاکہ یہ بات ثابت ہوجائے کہ ان اختلافات میں آپ ہی

حق پر تھے۔ ورنہ مناقب چاروں خلفاء کے بہت زیادہ ہیں آپ کے دست مبارک پر بیعت اواخر ذی الحجہ ۳۵ھ میں ہوئی اور اہل شام کے سوئی سب مسلمانوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی تھی۔ اور حضرت علی باغوں میں چھپتے رہے ہیں بیعت سے بھاگتے ہوئے اور جو آپ کو ملتے تھے ان کو واپس کرتے رہے ہیں۔ لیکن لوگوں نے آپ کو بیعت کے لئے مجبور کر دیا تا کہ زیادہ فتنہ سے حفاظت ہو جائے طبرانی میں ہے عن علی موقوفا ولولا الخشیۃ علی الدین لم اجبھم (ای للبیعۃ) انتھی۔ **یدوکون**:۔ سوچتے رہے۔ **لیا خذنَّ الرایۃ غداً رجل یحبہ اللہ ورسولہ**:۔ اس حدیث خیبر سے شیعہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی خلافت بلافصل کے مستحق تھے جواب یہ ہے کہ اس سے خلافت بلافصل ثابت نہیں ہوتی کیونکہ قرآن پاک میں ہے فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اور اس آیت کا مصداق وہ حضرات ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر کے ساتھ مل کر مرتدین سے جہاد فرمایا اس کے علاوہ احادیث میں حب کا لفظ حضرت عائشہ حضرت خدیجہ حضرت فاطمہ حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم حضرت زینب حضرت حسن حضرت حسین کے لئے۔ ثابت ہے تو کیا یہ سب حضرات خلافت بلافصل کے مستحق قرار دیئے گئے ہیں ہرگز نہیں نہ اس کا کوئی قائل ہوا اور نہ ہی یہ ممکن ہے کیونکہ صریح تعارض ہے کہ خلافت بلافصل کا مستحق تو صرف ایک شخص ہی ہو سکتا ہے ایک سے زائد کو مستحق کہنا صریح تعارض و تناقض ہے۔ **حدیث البغض**:۔ بعض احادیث میں حضرت علی سے بغض پر وعید ہے اس سے شیعہ استدلال کر کے حضرت امیر معاویہ اور حضرت عائشہ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں ہم جواب یہ دیتے ہیں کہ ان میں خوارج حروریہ کی مذمت ہے جو دنیا کی خاطر حضرت علی سے لڑے حضرت عائشہ تو صرف حضرت عثمان کے قصاص کا مطالبہ فرما رہی تھیں ان کی مذمت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان میں حضرت علی سے بغض اور دشمنی نہ تھی صرف ایک مطالبہ اور مشورہ اور رائے پیش کی تھی۔ اس کو بغض نہیں کہہ سکتے یہ تو خیر خواہی ہے کہ قصاص کا معاملہ بہت اہم ہے اگر اس کی طرف توجہ نہ کی گئی تو کل کو آپ کی جان بھی خطرہ میں پڑ سکتی ہے اور حضرت عائشہ کو احادیث میں جنت کی بشارت دی جا چکی ہے۔ اس لئے بھی ان پر بدگمانی جائز نہیں ہے۔ **اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی**:۔ شیعہ اس سے حضرت علی کے لئے خلافت بلافصل ثابت کرتے ہیں جواب۔ ۱۔ یہ تو خلافت فی اہل تھی حیاۃ میں کہ غزوہ تبوک میں جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے اور حضرت علی کو مدینہ منورہ ہی میں رہنے کا حکم فرمایا تو انھوں نے عرض کیا اتخلفنی مع الذریۃ فقال اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ جیسا کہ نسائی اور ابن ماجہ میں تفصیل موجود ہے۔ ۲۔ مختلف اسفار میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حضرات کو اپنا خلیفہ مدینہ منورہ میں بنا کر چھوڑا ہے جیسے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اور حضرت عثمان اور دیگر حضرات اس لئے اگر اس خلافت کو وفات کے بعد خلافت بلافصل کی دلیل بنایا جائے تو صریح تناقض ہے کہ حضرت علی کو خلیفہ بلافصل قرار دیا ہے۔ یا حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو یا حضرت عثمان کو یا دوسرے حضرات کو کیونکہ وفات کے بعد خلیفہ بلافصل تو ایک ہی ہو سکتا ہے کئی تو نہیں ہو سکتے۔ ۳۔ اسی غزوہ تبوک ہی میں امامت صلوۃ کے لئے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر فرمایا تھا اور باقی انتظامات میں حضرت علی کو خلیفہ بنایا تھا تو خاص اسی سفر کے واقعہ میں بھی خلافت کی کمی بلکہ تناقض لازم آ گیا کہ اصل خلیفہ حضرت ابن ام مکتوم ہیں یا حضرت علی ہیں۔ اس لحاظ سے بھی استدلال شیعہ کا صحیح نہیں ہے۔ ۴۔ غزوہ تبوک رجب ۹ھ میں ہوا اس کے بعد ذی الحجہ ۹ھ میں حضرت صدیق اکبرؓ کو امیر حجاج بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ بھیجا اور بعد میں حضرت علیؓ کو چند اعلانات کے لئے پیچھے بھیجا کیونکہ اہل عرب بادشاہ کے قریبی رشتہ دار کا اعلان مانتے تھے جب حضرت علی

حضرت ابوبکر پاس پہنچے ہیں تو حضرت ابوبکر نے پوچھا امیر ام مامور تو حضرت علی نے عرض کیا مامور اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز بھی پڑھتے رہے تو یہ واقعہ چونکہ بعد کا ہے اس لئے اس کو ناسخ کہا جائے گا۔ تبوک والے واقعہ کے لئے۔ شیخین کی روایات میں مذکور ہے کہ بدر کے قیدیوں کے متعلق جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا تو حضرت ابوبکر نے فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دینے کا مشورہ دیا اور حضرت عمر نے قتل کا مشورہ دیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مثلک یا ابابکر کمثل ابراہیم اذا قال فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم ومثل عیسیٰ اذا قال ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم ومثلک یا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا اور مثل موسیٰ اذ قال ربنا اطمس علیٰ اموالھم واشدد علی قلوبھم فلا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم تو جیسے حضرت علی کو حضرت عیسیٰ اموالھم واشدد علی قلوبھم فلا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم تو جیسے حضرت علی کو حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ ذکر فرمائی ایسے ہی حضرات شیخین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ ذکر فرمائی ایسے ہی حضرات شیخین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ بیان فرمائی ان میں سے کسی سے بھی خلافت بلافصل ثابت نہیں ہوتی۔

حدیث الموالاۃ: حدیث پاک میں مرفوعاً ثابت ہے من کنت مولاہ فعلی مولاہ اس سے بھی شیعہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی خلافت بلافصل کے مستحق تھے جواب۔ ا۔ اس میں صرف حضرت علی سے محبت رکھنے کی ترغیب ہے خلافت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ۲۔ اس حدیث پاک کا شان ورود یہ ہے کہ جب حضرت علی یمن کے والی تھے تو بعض حضرات نے ان کی کچھ شکایت کی تھی اس پر یہ ارشاد فرمایا تھا اس لئے مقصد یہ ہوا کہ ان کی شکایت مناسب نہیں ہے۔ خلافت سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ ۳۔ حضرت علی کو اس حدیث پاک کا علم تھا پھر بھی انھوں نے کبھی اس سے خلافت بلافصل پر استدلال نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ خود حضرت علی کے نزدیک بھی اس حدیث پاک کا خلافت سے تعلق نہیں ہے۔ خلفاء اربعہ کے لئے ترتیب خلافت کے ادلہ:۔ ا۔ اجماع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہی ترتیب ثابت ہوئی۔ ۲۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض الایۃ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ اسی ترتیب سے پورا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور نہیں کرسکتا۔ اس لئے یہی ترتیب اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ تھی۔ ۳۔ اس ترتیب سے چاروں حضرات کو خلافت میں حصہ مل گیا۔ اگر بالفرض حضرت علی کو ہی بلافصل خلیفہ بنادیا جاتا تو باقی تین حضرات تو بالکل محروم رہ جاتے کیونکہ حضرت علی کی وفات ان چاروں میں سب سے اخیر میں ہوئی ہے۔ ۴۔ اسی ترتیب سے ان چاروں حضرات سے تمکین دین واقع ہوئی اور ان چاروں حضرات نے پوری ہمت سے دین کو مضبوط فرمایا اس سے ان حضرات کی فضیلت اسی ترتیب سے ثابت ہوتی ہے پس جب واقعات سے ترتیب فضیلت ثابت ہوگئی تو ترتیب فضیلت سے استحقاق خلافت بھی اسی ترتیب سے ثابت ہو گیا۔ ۵۔ جیسا کہ نبوۃ اس زمانہ کے افضل ترین شخص کو دی جاتی ہے ایسے ہی خلافت نبوۃ بھی اس زمانہ کے افضل ترین کو دی جاتی ہے جبکہ وہ واقعی خلافت نبوت ہو اور ان چاروں حضرات کی خلافت خلافت نبوت تھی۔ ۶۔ شیعہ میں سے فرقہ راوندیہ اس کا قائل ہوا کہ حضرت عباس احق للخلافت تھے اور باقی شیعہ کا قول ہے کہ حضرت علی احق بالخلافۃ تھے اور ہم کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر احق بالخلافۃ تھے جب حضرت علی حضرت عباس دونوں نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت فرمائی تو حضرت ابوبکر کی خلافت پر اجماع منعقد ہوگیا۔ سوال یہ تقیہ تھا جواب اگر اس معاملہ میں تقیہ مانا جائے

تو خوارج کا مذہب ثابت ہو جائے گا جو کہتے تھے کہ حضرت علی نے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک پر بیعت کی تھی اس میں ظاہر خلاف باطن تھا اس لئے تقیہ کی توجیہ باطل ہے۔ ۷۔ قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونهم او یسلمون فان تطیعوا یؤتکم الله اجرا حسنا وان تتولوا کما تو لیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما۔ اب داعی خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ حق تعالے کا ارشاد ہے لن تخرجوا معی ابدا ولن تقاتلوا معی عدوا ۔ لامحالہ داعی خلیفہ ثالث میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ہی ہیں اس لئے ان دونوں حضرات کی اطاعت کا وجوب قرآن پاک سے ثابت ہو گیا پھر اولی باس شدید کا مصداق ایک قول میں مسیلمہ کذاب کے ساتھی ہیں دوسرے قول میں اہل روم ہیں تیسرے قول میں اہل فارس ہیں۔ قتال جمل یا قتال صفین والے مصداق نہیں بن سکتے کیونکہ اس میں یہ بھی وارد ہے۔ تقاتلونهم او یسلمون اور اہل جمل اور اہل صفین پہلے سے مسلمان تھے پس جب داعی واجب الاطاعۃ ہے تو وہ خلیفہ حق ہے اور روم اور فارس کا قتال حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں شروع ہوا اور حضرت عمر کے زمانہ میں مکمل ہوا۔ ۸۔ بعض احادیث میں اسی ترتیب سے خلافت کے اشارے موجود ہیں اگرچہ تصریح خلافت کی نہیں ہے ان میں سے ایک حدیث میزان ہے عن ابی بکرۃ ۔ ۹۔ ایک حدیث الدلو والنزع من البئر ہے ۔ ۱۰۔ ایک حدیث وہ ہے جس میں صدقات حضرات شیخین کو دینے کا حکم فرمایا ہے ۔ ۱۱۔ دخلت انا وابوبکر وعمر ۔ ۱۲۔ آمنت انا وابوبکر وعمر ۔ ۱۳۔ ما من نبی الا ولہ وزیران ۔ ۱۴۔ ھما کالسمع والبصر منی ۔ ۱۵۔ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر ۔ ۱۶۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف بیٹھا کرتے تھے اور حضرت عمر بائیں طرف کھڑے ہو جایا کرتے تھے مزید تفصیل قرۃ العین فی تفضیل الشیخین للشاہ ولی اللہ الدہلوی میں ہے۔ کیا حضرت ابوبکر کی خلافت پر نص موجود ہے :۔ اس میں تین قول ہیں پہلا قول موجود ہے دلیل ۱۔ فی البخاری ان امرأۃ قالت یارسول اللہ ارأیت ان رجعت فلم اجدک کانھا تعنی الموت قال فاتی ابا بکر۔ ۲۔ صحیح حدیث میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعائشۃ فی مرضہ الذی توفی فیہ لقد ھممت ان ابعث الی ابیک واخیک واکتب کتابا واعھد عھدا کیلا یقول قائل انا احق او یتمنی متمن ویابی اللہ ورسولہ والمومنون الا ابا بکر ۔ ۳۔ حدیث حذیفۃ مرفوعا اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر دوسرا قول کہ حضرت ابوبکر کی خلافت پر نص موجود نہیں ہے اس کی دلیل ۔ ۱۔ قول عمر ان استخلف فقد استخلف من ھو خیر منی یعنی ابا بکر وان اترک فقد ترک من ھو خیر منی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۲۔ عن عائشۃ اذ سئلت من کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستخلفا لو استخلف قالت ابوبکر اس روایت میں لو سے معلوم ہوا کہ استخلاف نہ فرمایا تھا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ خلافت ابی بکر نص خفی سے ثابت ہے اس کے ادلہ متعدد ہیں ۔ ۱۔ فی البخاری مرفوعا رایت کانی علی قلیب انزع منھا فاخذھا ابن ابی قحافۃ فنزع ذنوبا او ذنوبین وفی نزعہ ضعف واللہ یغفر لہ ثم اخذھا ابن الخطاب فاستحالت غربا فلم ار عبقریا من الناس یفری فریہ حتی ضرب الناس بعطن ۔ ۲۔ فی البخاری مرفوعا مروا ابا بکر فلیصل بالناس ۔ ۳۔ فی البخاری مرفوعا لا یبقین فی المسجد خوخۃ الا سدت الا خوخۃ ابی بکر ۔ ۴۔ فی ابی داؤد عن ابی بکرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم من رای منکم رؤیا فقال رجل انا رایت کان میزانا انزل من السماء فوزنت انت وابوبکر فرجحت ثم وزن ابوبکر وعمر فرجح ابوبکر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فرأیت الکراھیۃ فی وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ۵۔ فی ابی داؤد عن جابر انہ کان یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اری اللیلۃ رجل صالح ان ابا بکر نیط (علق) برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونیط عمر بابی بکر ونیط عمر بابی بکر ونیط عثمان بعمر قال جابر فلما قمنا من عند رسول اللہ علیہ وسلم قلنا اما الرجل الصالح فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما نوط

بعضهم بعض فهم ولاة هذا الامر الذی بعث الله به نبیه۔ ۶۔ فی ابی داؤد عن سمرة بن جندب ان رجلا قال یا رسول الله (صلی الله علیه وسلم) رأیت کان دلوا ادلی من السماء فجاء ابوبکر فاخذ بعراقیها جمع عرقوة وهی الخشبة المعروضة علی الدلو) فشرب حتی تضلع فشرب شربا خفیفا ثم جاء عمر فاخذ بعراقیها فشرب حتی تضلع ثم جاء عثمان فاخذ بعراقیها فشرب حتی تضلع ثم جاء علی فاخذ بعراقیها فانتشطت (فاضطربت) فانتضح (فرش) علیه منها شیء۔ ۷۔ فی ابی داؤد عن سعید بن جمهان عن سفینة مرفوعا خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم یؤتی الله ملکه من یشاء قال سعید قال سفینة امسک مدة ابی بکر سنتان وعمر عشر وعثمان اثنتا عشر وعلی کذا قال سعید قلت لسفینة ان هولاء (یعنی بنی مروان) یزعمون ان علیا لم یکن بخلیفة فقال کذبت استاه بنی زرقا یعنی بنی مروان او هذا اللفظ ابی داؤد اور مسند احمد میں یوں ہے وعلی ستة پھر ان تین قولوں میں تطبیق یہ ہے کہ مذکورہ ادلہ میں سے ہر ایک کو الگ الگ دیکھیں تو نص خفی ہے لیکن جب سب ادلہ کو جمع کر لیں اور ساتھ آیت استخلاف بھی ملا لیں تو نص جلی بن جاتی ہے اور نفی استخلاف کا مطلب یہ ہے کہ جیسے بادشاہوں میں متعارف ہے کہ ایک شخص کو ولی عہد نامزد کر کے اس کو مشہور کر دیتے ہیں یہ صورت نہ ہوئی تھی اور سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع انہی نصوص کو ولی عہد نامزد کر کے اس کو مشہور کر دیتے ہیں یہ صورت نہ ہوئی تھی اور سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع انہی نصوص کو یاد کرانے کے لیے تھا۔

شیعہ کے دلائل حضرت علی کی افضلیت پر مع الاجوبہ:۔

شیعہ کی پہلی دلیل ۔۱۔ اسلام لانے میں حضرت علی سب پر مقدم تھے اس لئے سب صحابہ سے افضل تھے جواب۔ پہلا قال ابوحنیفة الاورع ان یقال اول من اسلم من الرجال الاحرار ابوبکر ومن الصبیان علی ومن النساء خدیجة ومن الموالی زید ومن العبید بلال انتهی پھر اولیت حقیقیہ میں اقوال مختلف ہیں۔ پہلا قول حضرت ابوبکر ہیں کیونکہ ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے مخاطبا لابی بکر الست اول من اسلم الحدیث دوسرا قول مائی خدیجہ تیسرا قول حضرت زید چوتھا قول حضرت بلال پانچواں قول خباب بن الارت چھٹا قول حضرت علی اتنے اقوال کے ہوتے ہوئے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ثعلبی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ سب سے مقدم ایمان لانے میں حضرت خدیجہ تھیں تیسرا جواب یہ ہے کہ نفس اولیت اگر دیکھیں تو وہ حضرت خدیجہ کو حاصل ہوئی اور اگر اولیت موثرہ فی الفضیلۃ کو دیکھیں تو وہ حضرت صدیق اکبر کو حاصل ہوگی کیونکہ حضرت خدیجہ حضرت زید حضرت بلال حضرت علی یہ سب حضرات تابع تھے اور حضرت ابوبکر رئیس تھے ذو وجاہت تھے مستقل تھے اور ایمان لائے بلا تاخیر بلا طلب معجزہ طوعاً بلا اخفاء جبکہ حضرت علی اپنے والد ابوطالب سے اپنا ایمان چھپاتے تھے۔ چوتھا جواب حضرت علی کا ایمان لازمی تھا اور حضرت صدیق کا ایمان متعدی تھا اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مبلغ بھی تھے چنانچہ حضرت ابوبکر کے دست مبارک پر حضرت عثمان بن عفان حضرت زبیر حضرت طلحہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمن بن عوف جیسے جلیل القدر صحابہ جو عشرہ مبشرہ میں سے بھی ہیں ایمان لائے اسی لئے امام دارقطنی کے شاگرد ابوطالب عشاری حنبلی کی کتاب جزء فضائل ابی بکر میں ایک روایت ہے عن ابن عمر قال لما ولی علی ابن ابی طالب قال له رجل یا امیر المومنین کیف تخطاک المهاجرون والانصار الی ابی بکر رضی الله عنه وانت اکرم منقبة واقدم سابقة فقال له ویحک ان ابابکر سبقنی الی اربع لم اوتهن ولم اعتض منهن الی مرافقة الغار والی تقدم الهجرة وانی امنت صغیرا وامن کبیرا والی اقام الصلوٰة انتهی ۔۲۔ شیعہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت علی شجاعت میں حضرت ابوبکر سے بڑھے ہوئے تھے جیسا کہ غزوہ بدر غزوہ احد غزوہ احزاب اور غزوہ حنین کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ جواب پہلا یہ ہے کہ شجاعت سے مقصود اعانت فی الدین اور نصرت دین ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس نصرت دین میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا مقام بہت اونچا تھا اور وہ اس میں حضرت علی پر سبقت لے جا

چکے تھے کیونکہ ان دونوں حضرات نے اپنی جان اور مال اسلام پر خرچ کیا اور ہجرت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی دین کی نصرت کے لئے مجاہدات فرمائے اور اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی دونوں حضرات نے نصرت دین فرمائی اور حضرت صدیق اکبر کی استقامت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن اور فتنہ ارتداد اور فتنہ منع زکوۃ اور جیش اسامہ کو روانہ کرنے کے موقعہ پر روز روشن کی طرح ظاہر ہوگئی دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت شاھانہ تھی اور حضرت ابوبکر کی شجاعت وزیرانہ تھی اور حضرت علی کی شجاعت سپاہیانہ تھی حضرت ابوبکر غزوات میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوتے تھے اور قدم قدم پر مشورہ دیتے تھے اور تدبیریں ذکر فرماتے تھے اس لئے شجاعت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر کا مقام سب سے اونچا تھا۔ شیعہ کی تیسری دلیل یہ ہے کہ مرفوعاً ثابت ہے اقضاکم علی اور حضرات صحابہ ان کی طرف بہت سے واقعات میں رجوع کرتے تھے غلطی کے بعد حتیٰ کہ عمر فاروق نے فرمایا لولا علی لھلک عمر اور بعد کے فضلاء نے بھی سب علوم میں حضرت علی کی طرف سند بیان کی ہے۔ جواب۔ ۱۔ قضاء کا منصب صدیقیت اور فاروقیت اور محدثیت کے منصب سے بہت نیچے ہے پس علم وحکمت میں پہلا مقام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور دوسرا حضرت ابوبکر کا تیسرا حضرت فاروق کا تھا جو محدث بھی تھے اور ان کی رائے کے مطابق کئی معاملات میں قرآن پاک بھی نازل ہوا۔ ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں صدق تو قرآن پاک میں آیا ہے۔ قضاء کا لفظ نہیں آیا۔ ۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کرنے کا موقعہ حضرت صدیق اکبر کو حضرت علی سے زائد ملا ہے اور اصل علم یہی تعلیم من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ۴۔ حضرت ابوبکر کی عادت سکوت کی تھی اور حضرت علی کی عادت تکلم کی تھی اس لئے ظہور حضرت علی کے علوم کا زیادہ ہوا گو علمی مقام حضرت ابوبکر کا اونچا تھا۔ ۵۔ صحابہ کرام کا رجوع حضرت ابوبکر کی طرف ظاہر ہوا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقعہ پر اور فتنہ ارتداد کے موقعہ پر اور حضرت اسامہ کے لشکر کو روانہ کرنے کے موقعہ پر ان سب واقعات سے حضرت ابوبکر کی اعلمیت ظاہر ہوتی ہے۔ ۶۔ صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں اختیار دیا اس بندہ نے آخرت کو اختیار کرلیا اس پر حضرت ابوبکر رونے لگے تو ہمیں تعجب ہوا بعد میں جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات جلدی ہوگئی تو اس وقت ہمیں اس ارشاد کی تفصیل معلوم ہوئی کہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کی طرف اشارہ فرمایا تھا وکان ابوبکر اعلمنا۔ ۷۔ حضرت ابوبکر وحضرت عمر نے شریعت کے قواعد کی بنیاد رکھی ہے اور قیاس اور اجماع کو شروع فرمایا قضاء کے معنیٰ تو صرف ذہن کا جلدی منتقل ہونا ہے۔ اس کا درجہ دین کی بنیاد رکھنے اور اس پر فروع کو تفریع بٹھانے اور علوم کی تنقیح کرنے سے بہت نیچے ہے۔ پھر اب ہمارے زمانہ کی قضاء تو تقلیدی ہے اور حضرت علی کے زمانہ کی قضاء اجتہادی تھی یہ دونوں تاسیس قواعد شرح سے بہت نیچے ہیں یہ تاسیس حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ہی کا کام تھا۔ ۸۔ اقضاکم علی فضیلۃ جزئیہ ہے جیسے اقراءکم ابی۔ اعلمکم بالحلال والحرام معاذ افرضکم زید (بن ثابت) لکل امۃ امین وامین ھذہ الامۃ ابوعبیدۃ بن الجراح ان لکل نبی حواریا وحواریی الزبیر خذوا ربع العلم من ھذہ الحمیراء (عائشہ) اور فضیلت کلیہ حضرات شیخین کے فضائل سے معلوم ہوتی ہے۔ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر۔ سیدا کھول اھل الجنۃ ابوبکر وعمر۔ ما سلک (عمر) فجا الا سلک الشیطان فجا غیرہ۔ رویا قمیص واللبن اور ان کی تعبیر دین اور علم۔ ۹۔ حضرت علی کی طرف علوم کی نسبت حقیقت میں حضرات شیخین ہی کی طرف ہے کیونکہ حضرت علی نے حضرات شیخین ہی سے تو علوم لئے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے کہ قراءتوں کی نسبت سات اور دس قراء حضرات کی طرف ہے حالانکہ سب سے پہلے کتابی شکل میں قرآن پاک کو جمع کرنے والے حضرت عمر

کے مشورہ سے حضرت ابوبکر ہیں اس لئے علوم کی نسبت جو حضرت علی کی طرف ہے یہ حقیقت میں حضرات شیخین ہی کی طرف ہے۔ پھر فقہاء کے علوم کا مدار اجماعیات عمر اور قضایا شیخین پر ہے پھر جو کتابیں حدیث کی امھات السنۃ القدیمۃ کے درجہ میں ہیں جیسے مسند امام اعظم موطا مالک کتاب الآثار محمد اور مسند الشافعی یہ کتابیں شیخین کی روایتوں سے بھری ہوئی ہیں کہ کیا فرمایا اور کیا ان کے سامنے ہوا اور کیا ان کے زمانہ میں ہوا اور ان بنیادی حدیث کی کتابوں میں حضرت علی کی روایتیں کم ہیں پس قراءات' فقہ اور حدیث کی اصل بنیاد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات شیخین کے زمانہ پر ہے۔۱۰۔ حضرت علی حضرات شیخین کی مجلس میں کثرت سے حاضر رہتے تھے اور ان سے علم حاصل فرماتے تھے اور حضرات شیخین نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل فرمایا تھا۔۱۱۔ سب سے پہلے اصول فقہ کو تہذیب کے ساتھ مدون فرمانے والے امام شافعی ہیں اپنی تصنیف کتاب الام کے مقدمہ میں اور یہ مقدمہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی کلام سے ماخوذ ہے ۔ ایسے ہی متکلمین حضرات نے اہل السنۃ والجماعۃ کے مذاہب مرتب فرمائے ایمان بالقدر کے متعلق اور اسماء حسنیٰ کے متعلق اور صفات باری تعالےٰ اور عذاب قبر اور رویۃ باری تعالےٰ اور شفاعت کے متعلق ان سب کی بنیاد بھی ان روایتوں پر ہے جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے منقول ہیں اور ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء للشاہ ولی اللہ میں ایک رسالۃ التصوف منقول ہے۔ جو حضرت عمر کی طرف منسوب ہے۔۱۲۔ حافظ ابن تیمیہ نے ایک مرفوع روایت نقل فرمائی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا اذا اتفقتما علی امر لم اخالفکما اس سے حضرات شیخین کے علم اور قرب نبی کا اندازہ ہوتا ہے۔۱۳۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی حضرات شیخین امر ونہی فرمالیتے تھے اور ان دونوں کے سوئی کسی کو بھی ایسا کرنے کی جرأت نہ تھی۔۱۴۔ حضرت ابن عباسؓ حضرات شیخین کے قول پر فتویٰ دیتے تھے کتاب وسنت کے بعد اور باقی سب حضرات کے اقوال پر ان دونوں حضرات کے قول کو مقدم قرار دیتے تھے کتاب وسنت کے بعد۔۱۵۔ فی مصنف ابن ابی شیبۃ عن عمر کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیمر فی الامر عند ابی بکر من امر المسلمین وانا معہ **شیعہ کی چوتھی دلیل:** یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی ازھد الناس تھے اس لئے خلافت بلافصل کے مستحق تھے جواب۔۱۔ حضرات شیخین کے بعد ازھد کہنا صحیح ہے۔ ابو طالب عشاری نے اپنی کتاب جزء فضائل الصدیق میں نقل کیا ہے عن ابی الحجاف لما بویع ابوبکر رضی اللہ عنہ اغلق بابہ ثلثۃ ایام یخرج الیھم فی کل یوم فیقول ایھا الناس قد اقلتکم بیعتکم فبایعوا من احببتم فکل ذلک یقوم الیہ علی بن ابی طالب فیقول لانقیلک ولانستقیلک وقد قدمک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن ذا یؤخرک۔۲۔ زہد کی دو قسمیں ہیں۔ زہد الاولیاء یہ ہے ترک دنیا یہ حضرت علی میں تھا اور دوسری قسم ہے زہد الانبیا کہ ہر ایک کا حق ادا کیا جائے یہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور اسی کا عکس حضرت ابوبکر اور حضرت عمر میں تھا۔۳۔ اس لحاظ سے بھی حضرات شیخین کا زہد بڑھا ہوا تھا کہ حضرات شیخین بہت زیادہ احتیاط فرماتے تھے حتیٰ کہ مختلف اطراف کے عامل اور گورنر اپنے رشتہ داروں میں سے نہ بناتے تھے حضرت علیؓ میں اس اونچے درجہ کی احتیاط نہ تھی۔۴۔ حضرت ابوبکر کے زہد کا مقام اتنا اونچا تھا کہ اسلام سے پہلے وہ بہت بڑے مالدار تھے اور وفات کے وقت فقیر تھے اور ترکہ بہت ہی تھوڑا چھوڑا اور حضرت علی ابتداء اسلام میں محتاج اور وفات کے وقت مالدار تھے حتیٰ کہ ۱۹ ام ولد چھوڑیں اور ۳۴ افراد اولاد میں سے چھوڑے اور اتنا مال چھوڑا کہ سب اولاد کے گذارے کے لئے کافی تھا۔ اس لئے حضرت ابوبکر کے زہد عالی کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ **شیعہ کی پانچویں دلیل:**۔ حضرت علی کے لئے قرابت تھی۔ اخوت تھی۔ وجوب محبت ونصرت تھی خصوصاً

حدیث غدیر کی وجہ سے جواب۔۱۔رشتہ داری کی وجہ سے خلیفہ بنانا دنیا کے بادشاہوں کا طرز ہے۔دین میں خلافت کا مدار تقرب الی اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔یعنی تقوے پر ہے جیسا کہ حضرت طالوت کے واقعہ میں اور آیت استخلاف میں مذکور ہے۔علم ۔قوت جسمانیہ اور عمل صالح۔۲۔اگر نفس قرابت کا لحاظ ہو تو سب سے قریبی حضرت عباس ہیں اور اگر قرابت ولادت کو لیا جائے تو حضرت فاطمہ پھر حضرت حسن پھر حضرت حسین پھر حضرت علی آتے ہیں اور اگر مصاہرت کا لحاظ کیا جائے تو حضرت عثمان ذوالنورین ہیں اگر چہ ان کی دونوں اہلیہ محترمہ فوت ہوگئی تھیں لیکن فوت ہونے سے فضیلت میں کمی نہیں آتی جیسے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فوت ہونے سے حضرت علی کی فضیلت میں کمی نہ آئی۔باقی رہی حدیث غدیر تو اس کا جواب پیچھے گذر چکا ہے۔

شیعہ کی چھٹی دلیل:۔ حضرت علی اعبدھم تھے اشرفہم خلقاً تھے اطلقہم وجہاً تھے افصحہم لساناً تھے اسدھم رأیاً تھے جواب۔۱۔یہ سب کچھ حضرات شیخین کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ تھا مثلاً قیام لیل ہی کو لیجئے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی مواظبت قیام لیل میں احادیث میں منقول ہے بخلاف حضرت علی کے جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت علی سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں رات کے وقت تشریف لائے اور فرمایا الا تصلیان فقلت انفسنا بید اللہ فاذا شاء اللہ ان یبعثنا بعثنا فانصرف حین قلت ذلک ولم یرجع الی شیئا ثم سمعتہ وھو مول یضرب فخذہ وھو یقول وکان الانسان اکثر شیء جدلا۔۲۔مسلمانوں کا انتظام یہ متعدی طاعت ہے یہ عبادت سے بہتر ہے جو لازمی طاعت ہے حسن خلق اور سداد رای یہ دونوں حضرات شیخین کے بعد مسلم ہیں کیونکہ حضرات شیخین کے لئے پوری امت کی محبت مسلم ہے اور حضرت علی سے بہت سے حضرات نے مخالفت بھی کی ہے۔اسی طرح سداد رای کی برکات شیخین کے زمانہ میں ظاہر ہوئیں کہ امت متفق رہی اور حضرت علی کے زمانہ میں انتشار پیدا ہو گیا طلاقۃ وجہ اور خوش طبعی تو خلافت کے لئے مضر ہے کیونکہ ہنسی مذاق کی کثرت سے رعب ختم ہو جاتا ہے اور خلافت وانتظام میں کچھ رعب کی بھی ضرورت ہوتی ہے جیسے حضرت عمر فاروق کا رعب اور دبدبہ مشہور تھا۔باقی رہی فصاحت تو اس کا خلافت سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔**شیعہ کی ساتویں دلیل:۔** قوت نفسانیہ اور قوت بدنیہ حضرت علی کی زیادہ تھی جواب۔اس کا خلافت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔**صدیقیت اور محدثیت میں فرق:۔** صدیقیت کی علامات یہ ہیں۔۱۔صدیق کی شان یہ ہے کہ وہ نبی کی خبر کی ایسی تصدیق کرتا ہے کہ گویا خبر وہ خود دے رہا ہے اور اس چیز کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے پھر جیسا بھی مطالبہ ہوتا ہے اس کے مطابق وہ اپنے نفس اور مال کو خرچ کرتا ہے گویا کہ وہ فانی فی النبوت ہوتا ہے۔۲۔تعبیر رویا میں مہارت بھی علامات صدیقیت میں شمار کی گئی ہے۔۳۔ایک علامت تقدم فی الایمان ہے کہ بالکل ابتداء میں نبی پر ایمان لاتا ہے۔۴۔بلا طلب معجزہ وبلا رویۃ معجزہ ایمان لے آتا ہے۔۵۔گویا نبی کی روح اس کی زبان پر بولتی ہے اور محدثیت کی علامتیں یہ ہیں۔۱۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر موقعہ میں اصلح کا القاء اس پر ہوتا ہے۔۲۔وحی (قرآن) اس کی رائے کے مطابق نازل ہوتی ہے۔۳۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دودھ پی کر سیراب ہو کر باقی حضرت عمر کو دیا یہ بھی ان کے محدث ہونے کی علامت تھی۔**الامساک من مشاجرات الصحابۃ:۔** اس پر اجماع ہے کہ حضرات صحابہ کرام کا اختلاف ایسے طریقہ سے بیان کرنا جس سے کسی ایک صحابی کی اونچی شان میں گستاخی لازم آئے منع ہے حق تعالیٰ نے جب ہمارے ہاتھوں کو ان پاک ہستیوں کے خون سے رنگنے سے محفوظ رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو کیوں ان پاک ہستیوں کی گستاخی سے ملوث کریں۔طبرانی میں ہے عن ابن مسعود مرفوعا اذا ذکر اصحابی فامسکوا اور ابن عدی نے نقل فرمایا حضرت عائشہؓ سے مرفوعا شرار امتی اجرأھم علی اصحابی۔**سبب المخالفۃ بینھم مع**

لحاظ کمال ادبھم: . اب ڈرتے ڈرتے پوری احتیاط اور ادب کے ساتھ اجمالی طور پر کچھ سبب اختلاف ذکر کر رہا ہوں تا کہ ناظرین کے دل میں اگر کوئی وسوسہ ان پاک ہستیوں کے بارے میں کبھی آیا ہو تو وہ صاف ہو جائے اور کسی قسم کی بدگمانی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے متعلق بھی باقی نہ رہے اور جن کافروں اور بے دینوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تاریخی واقعات کو غلط رنگ میں پیش کر کے سادہ لوح مسلمانوں کے دل میں ان پاک ہستیوں کی عظمت کم کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے ان کا ناپاک منہ بند ہو جائے یا اللہ ذکر حق باخلاص عمدہ الفاظ میں ذکر کرنے کی توفیق نصیب فرما آمین ۔ یا رب العالمین ۔ سبب اختلاف میں دو اہم قول ہیں۔ ۱۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ کی رائے یہ تھی کہ حضرت علیؓ کی بیعت اور متابعت اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ پہلے حضرت عثمان کے ورثہ کو قاتلین پر قدرت دی جائے پھر وہ قصاص لے لیں یا معاف کر دیں اور حضرت علی کی رائے یہ تھی کہ قاتلین پر قابو اسی وقت پایا جا سکتا ہے جبکہ سب لوگ میرے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لیں پھر حضرت عثمان کے ورثہ اور قاتلین میرے پاس مقدمہ لائیں۔ ۲۔ سبب اختلاف میں دوسرا اہم قول یہ ہے کہ حضرت علی نے خیال فرمایا کہ باغیوں نے قتل شبہ کی بناء پر کیا ہے کیونکہ انہوں نے کچھ چیزیں دیکھیں اور ان چیزوں کو صحیح سمجھ لیا اور یہ سمجھ لیا کہ اجتہادی خطا کی وجہ سے جو قتل ہو اس پر پکڑ نہیں ہے خصوصاً جبکہ خطا ظاہر ہونے پر تو بہ بھی کر لی ہو۔ ان دونوں قولوں میں سے راجح پہلا قول شمار کیا گیا ہے۔ پھر جنگ جمل کا واقعہ یوں پیش آیا کہ جب حضرت علی اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے پیغامات ایک دوسرے کی طرف بھیجے اور صلح پر اتفاق کر لینے کا ارادہ فرمالیا اور یہ طے فرمالیا کہ جب خلافت پختہ ہو جائے گی تو حضرت عثمان کے قاتلین کو ضرور تلاش کریں گے تو حضرت عثمان کے قاتلین کو اس صلح اور اتفاق کی اطلاع مل گئی تو ان قاتلین نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر یہ سمجھے کہ حضرت علی نے ہم پر حملہ کر دیا پس مدافعت کے طور پر ان حضرات نے لڑائی شروع کر دی۔ حضرت علی نے یہ خیال فرمایا کہ میرے لشکر پر حملہ کر دیا گیا ہے تو انھوں نے اپنی جان بچانے کے لئے لڑائی شروع فرمادی اسی طرح سے غیر اختیاری طور پر غیر ارادی طور پر یہ لڑائی شروع ہوگئی اور حضرت عائشہ نے کسی سے لڑائی نہ فرمائی اور نہ ہی لڑائی کے ارادہ سے نکلی تھیں وہ تو صرف مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے نکلی تھیں اور یہ خیال فرمایا کہ میرا نکلنا مسلمانوں میں صلح کا سبب ہو گا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ میرا نہ نکلنا ہی اولیٰ تھا۔ نہ انھوں نے کسی کو قتل کیا نہ لڑائی کا حکم فرمایا اور بعد میں حضرت عائشہؓ جب اپنے اس نکلنے کو ذکر فرمایا کرتی تھیں تو رویا کرتی تھیں حتیٰ کہ آنسوؤں سے دوپٹہ گیلا ہو جاتا تھا اور اسی طرح اکابر صحابہ اس لڑائی پر شرمندہ ہوئے حتیٰ کہ حضرت علی حضرت طلحہ اور حضرت زبیر بھی اس لڑائی پر نادم ہوئے کتاب الاعتقاد میں امام بیہقی فرماتے ہیں وروی ان علیا بعث الی طلحۃ یوم الجمل فاتاہ فقال نشدتک اللہ ھل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ قال نعم قال فلم تقاتلنی قال لم اذکر قال فانصرف طلحۃ ثم روی انہ حین رمی بایع رجلا من اصحاب علی ثم قضی نحبہ فاخبر علی بذلک فقال اللہ اکبر صدق اللہ ورسولہ ابی اللہ ان یدخل الجنۃ الا وبیعتی فی عنقہ و(روی) ان علیا بلغہ رجوع الزبیر بن العوام فقال اما واللہ ما رجع جبنا ولکنہ رجع تائبا وحین جاء ابن جرموز قاتل الزبیر قال لیدخل قاتل ابن صفیۃ النار سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لکل نبی حواری وحواریی الزبیر انتھی اصول الدین کے صفحہ ۲۸۹ پر امام عبد القاہر البغدادی فرماتے ہیں اجمع اصحابنا علی ان علیا رضی اللہ عنہ کان مصیبا فی قتال اصحاب الجمل وفی قتال اصحاب معاویۃ انتھی استاد محترم حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی اپنی تصنیف تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری میں زیر بحث حدیث کے ما تحت حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی جلد اول صفحہ ۲۳۶ سے

مکتوب نمبر ۲۵۱ کو ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں ان منشاء اثارة ھذہ الفتنۃ ھو قتل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وطلب القصاص من قتلتہ فان طلحۃ وزبیراً انما خرجا اولاً من المدینۃ بسبب تاخیر القصاص ووافقھم الصدیقۃ (ای عائشۃ الصدیقۃ) فی ھذا الامر فوقع حرب الجمل التی قتل فیھا ثلثۃ عشر الفا من الصحابۃ وقتل فیھا طلحۃ والزبیر اللذان ھما من العشرۃ المبشرۃ ثم خرج معاویۃ من الشام وصار شریکا لھم فوقع حرب الصفین ۔ صرح الامام الغزالی ان تلک المنازعۃ لم تکن لامر الخلافۃ بل کانت لاستیفاء القصاص فی بدأ خلافۃ علی وھذا ابن حجر ھذا القول من معتقدات اھل السنۃ وقال الشیخ ابو شکور السالمی الذی ھو من اکابر علماء الحنفیۃ ان منازعۃ معاویۃ لعلی کانت فی امر الخلافۃ فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لمعاویۃ اذا ملکت الناس فارفق بھم رواہ ابن ابی شیبۃ واحمد والطبرانی عن ابی ہریرۃ بمعناہ فحصل لمعاویۃ الطمع فی الخلافۃ من ھذا الکلام ولکن کان وقت خلافۃ علی والتوفیق بین ھذین القولین ھو ان منشاء المنازعۃ یمکن ان یکون اولا تاخیر القصاص ثم بعد ذلک یقع فی طمع الخلافۃ وعلی کل الاجتھاد وقع فی محلہ فان (کان) خطأ فدرجۃ واحدۃ من الثواب وللمحق درجتان (لعل الاخ) ان الطریق الاسلم فی مثل ھذہ المواطن السکوت عن ذکر ما شجر بینھم کما تقدم من قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ذکر اصحابی فامسکوا انتھی ۔ **اقضوا کما کنتم تقضون** :۔ حضرت علی جب عراق تشریف لائے تو فرمایا کنت رأیت مع عمران تعتق امہات الاولاد وقد رأیت الان ان یسترققن فقال عبیدۃ رأیک یومئذ فی الجماعۃ احب الی من رأیک الیوم فی الفرقۃ فقال اقضوا کما کنتم تقضون ائمہ اربعہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ ام ولد مرنے کے بعد آزاد ہوتی ہے ۔ **فانی اکرہ الاختلاف** :۔ سوال ۔ حدیث پاک میں تو مرفوعاً اختلاف امت کو رحمت قرار دیا گیا ہے ۔ جواب ۔ یہاں وہ اختلاف مراد ہے جو لڑائی جھگڑے کی طرف لے جائے ۔ **ان عامته ما یروی علیٰ علیؓ ن الکذب** :۔ ایک روایت میں عن علی بھی آیا ہے یعنی شیعہ جو خلافت شیخین کی باتیں نقل کرتے ہیں حضرت علی سے وہ جھوٹ ہیں ۔ **حدیث الثقلین** :۔ طبرانی میں ہے عن زید بن ثابت مرفوعاً انی تارک فیکم خلیفتین کتاب اللہ حبل ممدود ما بین السماء والارض وعترتی اھل بیتی وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یہ حدیث صحیح ہے اس کے دو معنیٰ ہیں ۔۱۔ اگر تم کتاب اللہ کے اوامر و نواہی کو پکڑو گے اور اس وقت جو میری اولاد ہدایت یافتہ موجود ہے ان کی طرح ہدایت اختیار کرو گے تو گمراہ نہ ہو گے ۔۲۔ قرآن پاک اور قیامت تک میری اولاد کے علماء و صلحاء یعنی جن میں علم و عمل دونوں ہوں یہ ہدایت کا ذریعہ ہوں گے ۔ اہل بیت کی تخصیص اس لئے ہے کہ سید علماء کا اثر دوسروں سے زیادہ ہوتا ہے دلوں پر ۔ **مناقب جعفر بن ابی طالب** :۔ غرض حضرت جعفر بن ابی طالب کے مناقب کا بیان ہے یہ حضرت علی کے حقیقی بھائی ہیں حضرت علی سے دس سال بڑے تھے قدیم الاسلام ہیں ۔ ذو ہجرتین ہیں ۔ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر مدینہ منورہ کی طرف یہی سبب بنے تھے حضرت نجاشی کے خفیہ اسلام کا جب یہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے ایسی حالت میں کہ ان کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دو پر عطا فرمائے جن سے جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے تھے اس لئے ان کا لقب ذوالجناحین ہو گیا ۔ **ذکر عباس بن عبد المطلب** :۔ سوال ۔ امام بخاری نے یہاں مناقب کی جگہ صرف ذکر کا لفظ رکھا ۔ یہ تو مناسب نہ تھا ۔ جواب چونکہ اس باب کی روایات میں صرف حضرت عمر کا ذکر ہے کہ وہ حضرت عباس کی تعظیم فرماتے تھے اس کے علاوہ کوئی خصوصی منقبت مذکور نہیں ہے ۔ اس لئے مناقب کی جگہ امام بخاری نے صرف ذکر کا لفظ درج فرمایا ۔ **مناقب قرابه رسول الله صلی الله علیه وسلم** :۔ غرض قرابت کے مناقب کا بیان ہے اور لفظ قرابت نسب اور نکاح دونوں کے رشتوں کو شامل ہے پھر شیعہ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودة فی القربیٰ حضرت علی حضرت

فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ان کا یہ کہنا کذب ہے اس لئے کہ ۔۱۔ یہ آیت مکی ہے اور حضرت فاطمہ کا نکاح بدر کے بعد ہوا تھا اور ولادت حضرت حسن کی ۳ھ کی ہے اور حضرت حسین کی ۴ھ کی ہے۔ ۲۔ اگر شیعہ کی بات ٹھیک ہوتی تو الفاظ یوں ہوتے الا المودۃ لذی القربیٰ۔ **ارقبوا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم فی اھل بیتہ**:۔ حضرت ابوبکر کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اہل بیت کی محبت یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی محبت ہے۔ **مناقب الزبیر بن العوام**: غرض حضرت زبیر کے مناقب کا بیان ہے۔ حضرت زبیر سولہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کا ذکر مسند احمد اور ترمذی میں ہے کہ یہ دس صحابہ جنتی ہیں ہر ایک کا نام لے کر فی الجنۃ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب جہادات میں شریک ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ فتح مصر میں بھی شریک ہوئے حضرت علی کے زمانہ میں حضرت عائشہ کے ساتھ تھے جنگ جمل میں اور جنگ جمل سے واپس جارہے تھے کہ وادی السباع جگہ میں ابن جرموز نے شہید کر دیا حالانکہ حضرت علی نے فرمایا ہوا تھا کہ جو واپس جارہا ہو یا بھاگ رہا ہو اس کو قتل نہ کرنا اور قتل کر کے جب ابن جرموز نے آ کر خبر دی حضرت علی کو کہ میں نے حضرت زبیر کو جبکہ وہ واپس جا رہے تھے قتل کر دیا ہے تو حضرت علی نے فرمایا قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر قاتل ابن صفیۃ بالنار اس حدیث کو سن کر اس کو چاہئے تھا کہ روتا اور توبہ کرتا لیکن ابن جرموز غصہ میں آگیا اور کہا ان قاتلنا کم فنحن فی النار وان قاتلنا لکم فنحن فی النار اس قول سے معلوم ہوا کہ وہ منافق تھا یا فاسق تھا چنانچہ یہ کہہ کر اس نے خودکشی کر لی۔ **ذکر طلحۃ بن عبید اللہ**:۔ غرض حضرت طلحہ کا ذکر ہے۔ مناقب کے لفظ کی جگہ ذکر کے لفظ کی وجہ پیچھے گذر چکی کہ ان کی شرط پر مناقب کی زیادہ روایتیں نہ تھیں اس لئے لفظ مناقب نہ استعمال فرمایا حضرت طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے بھی تھے اور اُن آٹھ حضرات میں سے بھی تھے جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور ان چھ میں سے بھی تھے جن کے نام حضرت عمر نے خلافت کے لئے ذکر فرمائے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی تو ان سے راضی تھے اور ان پانچ میں سے بھی ہیں جو حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بالکل شروع میں مسلمان ہوئے ان کو طلحۃ الخیر اور طلحۃ الجود بھی کہا جاتا تھا جنگ جمل میں حضرت عائشہ کا ساتھ دیا اور اسی میں ۳۶ھ میں شہید ہوئے۔ لڑائی کے بعد حضرت علی حضرت طلحہ کے بدن مبارک کے پاس کھڑے ہو کر اتنا روئے کہ آنسوؤں نے داڑھی مبارک کو تر کر دیا پھر فرمایا انی لارجوان اکون انا وانت ممن قال اللہ تعالیٰ ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین۔ **مناقب سعد بن ابی وقاص الزھری**:۔ غرض حضرت سعد کے مناقب کا بیان ہے ان کا لقب تھا فارس الاسلام اور مستجاب الدعوات یہ دونوں ان کے لقب تھے۔ **لقد رایتنی وانا ثلث الاسلام**:۔ یہ ان کا اپنا خیال تھا کہ وہ تیسرے اسلام لانے والے ہیں راجح یہ ہے کہ وہ ساتویں اسلام لانے والے تھے جیسا کہ حافظ ابن عبد البر نے اپنی کتاب الاستیعاب میں ذکر فرمایا ہے۔ **ما سالم احد الا فی الیوم الذی اسلمتُ فیہ**:۔ یہ بھی اُن کے اپنے علم کے لحاظ سے ہے ورنہ ان سے پہلے چھ حضرات اسلام لا چکے تھے جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا۔ مالہ خلط:۔ ہم ایسی مینگنیاں کرتے تھے جو ایک دوسرے سے ملی ہوئی نہ ہوتی تھیں کیونکہ بالکل خشک ہوتی تھیں۔

باب ذکر اصھار النبی صلی اللہ علیہ وسلم منھم ابو العاص بن الربیع

غرض اصھار کا ذکر ہے اور اصھار کہتے ہیں ان رشتہ داروں کو جو بیوی کی وجہ سے ہوں یا بیٹی کی وجہ سے ہوں۔

باب مناقب زید بن حارثہ:۔ غرض حضرت زید کے مناقب کا ذکر ہے۔ یہ نبی پاک کے منہ بولے بیٹے تھے اور ان کا نام مبارک

قرآن پاک میں مذکور ہے یہ غزوہ موتہ میں ۸ھ میں شہید ہوگئے تھے۔

باب ذکر اسامته بن زید

غرض حضرت اسامہ کا ذکر ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے تھے اور پیارے کے بیٹے تھے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے اور حضرت حسن کے لئے اکٹھی دعاء فرمایا کرتے تھے اور دونوں کے لئے دعاء کے الفاظ بھی ایک ہی ہوتے تھے۔ **وکانت حاضنته النبی صلی اللہ علیہ وسلم**۔ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی آزاد شدہ لونڈی تھیں اور انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں پالا تھا۔ دودھ پلانا ثابت نہیں ہے۔

باب مناقب عبد اللہ بن عمر بن الخطاب

غرض حضرت ابن عمر کے مناقب کا بیان ہے

باب مناقب عمار و حذیفته

غرض حضرت عمار اور حضرت حذیفہ کے مناقب کا بیان ہے۔ پھران دونوں حضرات کا اکٹھا ذکر اس لئے فرمایا کہ حضرت ابوالدرداء نے ان دونوں حضرات کی ثناء اکٹھی بیان فرمائی تھی۔ سوال حضرت ابوالدرداء کے ذکر میں تو حضرت ابن مسعود بھی تھے پھران کے لئے الگ باب کیوں باندھا۔ جواب ابن مسعود کے لئے الگ حدیث بھی مل گئی تھی اس لئے ان کے لئے الگ باب باندھا۔ سوال جب حضرت حذیفہ کا ذکر یہاں ہوگیا تو پھر مناقب کے اخیر میں ان کے لئے دوبارہ باب کیوں باندھا جواب اس باب میں مقصود حضرت حذیفہ کے والد ماجد کا ذکر ہے۔ الیس فیکم اومنکم صاحب السواک اوالسواد حضرت ابن مسعود کو صاحب سواد اس لئے قرار دیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا تھا اذنک ان ترفع الحجاب وتسمع سوادی (ای شخصی) اور ایک روایت میں ہے وتسمع سراری حتی انھاک (ماتکلم سرا) یعنی یہ فرمایا ہوا تھا کہ جب تمہیں پتہ چل جائے کہ میں اندر موجود ہوں تو آنے کی اجازت ہے یا جب میری آہستہ آہستہ باتیں کرنے کی آواز سن لو تو آنے کی اجازت ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حضرت ابن مسعود ازواج مطہرات اور محرم عورتوں پر بھی داخل ہو جاتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کھانس کر آجایا کرو اگر ضرورت ہوگی تو اس وقت منع کر دوں گا۔

باب مناقب ابی عبیدة بن الجراح

غرض حضرت ابو عبیدہ کے مناقب کا بیان ہے۔ ان کا نام عامر بن عبد اللہ بن الجراح ہے انھوں نے غزوہ بدر میں اپنے کافر باپ کو قتل کر دیا تھا اور غزوہ احد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے حضرات میں سے تھے اور عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ **ذکر مصعب بن عمیر**: یہ باب بعض نسخوں میں متن میں ہے اور بعض نسخوں میں حاشیہ پر ہے۔ اس باب میں مقصود حضرت مصعب بن عمیر کا ذکر مبارک ہے۔ سوال اس باب میں حدیث کیوں نہ لائے۔ جواب۔ ا۔ اس حدیث پر کفایت فرمائی جو ان کے متعلق کتاب الجنائز میں لا چکے ہیں۔ ۲۔ کوئی ایسی حدیث جو بطور مناقب کے ذکر کرسکیں امام بخاری نے اپنی شرط پر نہ پائی۔

مناقب الحسن و الحسین: غرض حضرت حسن اور حضرت حسین کے مناقب کا بیان ہے۔ سوال دونوں کے لئے الگ الگ باب کیوں نہ باندھا جواب۔ دونوں حضرات کے مناقب ایک جیسے تھے اور اکثر احادیث میں دونوں حضرات کا ذکر اکٹھا ہے اس لئے ایک ہی باب میں دونوں حضرات کا ذکر فرمایا۔ حضرت حسن کی خلافت چھ ماہ تھی ان چھ ماہ کی وجہ سے ۳۰ سال خلافت راشدہ کے پورے ہوگئے۔ جب حضرت علی شہید کر دیئے گئے تو اسی دن چالیس ہزار حضرات نے حضرت حسن کے ہاتھ پر بیعت کی اور کوفہ میں قیام فرمایا جب حضرت معاویہ ایک بڑا لشکر لے کر لڑنے کے لئے آئے تو حضرت حسن نے اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے خلافت چھوڑ دی اور معاملہ حضرت معاویہ کے سپرد کر دیا تا کہ امت پر شفقت ہو ایسا کرنے سے حضرت معاویہ کی خلافت پختہ ہوگئی اور ایسے ہی ان کے بعد بنی امیہ کے خلفاء کی خلافت بھی پختہ ہوگئی۔ پھر خلافت بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی پھر دوسروں

کی طرف منتقل ہوئی جب حضرت معاویہ کی وفات ہوئی تو حضرت حسین کا اقدام یزید کی خلافت کو دفع کرنے کے لئے تھا کیونکہ ابھی خلافت تام نہ ہوئی تھی اس لئے اس اقدام کو بغاوت نہیں کہہ سکتے۔ اس وقت صرف اہل شام نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اہل حرمین نے ابھی بیعت نہ کی تھی اگرچہ حضرت حسین کے اقدام کی گنجائش تھی لیکن محمد بن حنفیہ نے حضرت حسین کو اس اقدام سے منع فرمایا تھا اور حضرت ابن عباس اور بعض دوسرے حضرات نے بھی منع فرمایا تھا لیکن حضرت حسین نے اہل عراق پر اعتماد فرمالیا جنہوں نے خط لکھ کر حضرت حسین کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی تھی۔ لیکن ابھی راستہ ہی میں تھے کہ شہید کر دیئے گئے حالانکہ حضرت حسین نے فرمادیا تھا کہ میں نے خلافت کو چھوڑا مجھے یا تو اپنے شہر کی طرف واپس جانے دو یا سرحد تک جانے دو یا لوگوں کے متولی یزید کے پاس جانے دو اور اس حالت میں ایسی نرمی کرنی ہی مناسب تھی جیسا کہ حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ ان الحجاج عذاب فلا تدفعوا عذاب اللہ بایدیکم ولکن علیکم بالا ستکانۃ والتضرع فان اللہ تعالیٰ یقول و لقدا خذنا ھم بالعذاب فما استکانوا لربھم وما یتضرعون۔ ینکت :۔ ناک میں درخت کی شاخ ڈال رہا تھا۔ بالوسمتہ :۔ ایک قسم کا خضاب ہے۔

باب مناقب بلال بن رباح

غرض حضرت بلال کے مناقب کا بیان ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام حمامہ تھا حضرت ابوبکر نے ان کو پانچ اوقیہ سے خرید کر آزاد فرمادیا تھا۔

باب مناقب ابن عباس

غرض حضرت ابن عباس کے مناقب کا ذکر ہے آپ کا لقب ترجمان القرآن اور سید المفسرین ہے۔

باب مناقب خالد بن الولید

غرض حضرت خالد بن الولید کے مناقب کا بیان ہے آپ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان مسلمان ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا لقب سیف اللہ رکھا۔ حضرت عمر کی خلافت میں حمص میں بلا شہادت فوت ہوئے حالانکہ بہت تمنا تھی شہادت کی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تلوار توڑی نہیں جاسکتی۔

باب مناقب سالم مولی ابی حذیفتہ

غرض حضرت سالم کے مناقب کا بیان ہے۔ **مناقب عبد اللہ بن مسعود** :۔ غرض حضرت ابن مسعود کے مناقب ذکر فرمانا ہے۔ متقدمین اہل اسلام میں سے تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے بھی پہلے مسلمان ہوگئے تھے ان کے القاب صاحب الوسادہ صاحب الطھور صاحب النعلین ہیں۔ **ذکر معاویۃ**: غرض حضرت معاویہ کا ذکر مبارک ہے۔ آپ کب اسلام لائے اس میں دو قول ہیں۔ ۱۔ صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے۔ ۲۔ صلح حدیبیہ کے دن اسلام لائے دونوں قولوں پر اپنا اسلام اپنے والدین سے چھپائے رکھا اور فتح مکہ کے موقعہ پر ظاہر فرمایا۔ سوال۔ امام بخاری نے لفظ مناقب یہاں استعمال کیوں نہ فرمایا۔ جواب جیسے حضرت عباس اور حضرت اسامہ کے احوال میں مناقب کا لفظ چھوڑا ایسے ہی یہاں چھوڑا ظاہر یہی ہے کہ امام بخاری کو ان کی شرط پر ایسی روایات نہ ملیں۔ جو اعلیٰ مناقب پر مشتمل ہوں اس لئے صرف لفظ ذکر درج فرمایا۔ حضرت معاویہ کے چند مناقب یہ ہیں۔ ۱۔ صحابی ہونا ہی بہت بڑی منقبت ہے۔ ۲۔ آپ کاتب وحی بھی تھے۔ ۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ حضرت معاویہ کی ہمشیرہ تھیں۔ ۴۔ خلفاء راشدین کے بعد سب بادشاہوں سے افضل و بہتر تھے اس پوری امت میں۔ ۵۔ بنی عباس کے دار الخلافۃ مدینۃ السلام کی مساجد کے دروازوں پر لکھا ہوا تھا۔ خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی ثم معاویہ خال المومنین رضی اللہ عنہم۔ ۶۔ فی الترمذی وقال الترمذی انہ حدیث حسن مرفوعا اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا۔ ۷۔ فی مصنف ابن ابی شیبۃ عن معاویۃ موقوفا مازلت اطمع فی الخلافۃ منذ قال لی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ملکت فاحسن۔ ۸۔ حضرت عمر نے آپ کو شام کا عامل اور گورنر مقرر فرمایا تھا۔ ۹۔ حضرت عثمان نے بھی اس گورنری کو باقی رکھا۔ ۱۰۔ جب حضرت حسن نے خلافت آپ کے سپرد کر دی تو آپ بالا جماع خلیفہ بن گئے۔ ۱۱۔ آپ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور اور حضرت ام حبیبہ سے احادیث حاصل فرمائیں اور آگے امت تک پہنچائیں۔ ۱۲۔ آپ سے احادیث حاصل کرنے والوں میں حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت عبد اللہ بن الزبیر حضرت ابو سعید خدری حضرت ابو امامہ اور دیگر صحابہ اور تابعین ہیں۔ ۱۳۔ آپ کی احادیث صحاح ستہ میں بھی ہیں مسند احمد میں بھی ہیں اور دوسرے ائمہ حدیث نے بھی لی ہیں۔ ۱۴۔ آپ سے حضرت علی کی مذمت پوری عمر میں کبھی بھی منقول نہیں بلکہ مسند احمد میں حضرت علی کی مدح منقول ہے۔ ۱۵۔ آپ کے زمانہ خلافت میں بہت سی فتوحات ہوئی ہیں۔ **یزید کو ولی عہد بنانا:** ۔ یزید کو ولی عہد بنانے میں حضرت امیر معاویہ معذور تھے کیونکہ یزید اپنے والد صاحب پر یہی ظاہر کرتا تھا کہ میں عادل ہوں صالح ہوں یہاں تک کہ حضرت معاویہ نے یہی خیال فرمایا کہ دوسرے صحابہ کرام کی اولاد سے یزید ہی خلافت کے لئے زیادہ مناسب ہے اور یہ خیال فرمایا کہ جو یزید کو برا کہتا ہے وہ صرف حسد کی بنا پر ایسا کرتا ہے اور اگر حضرت معاویہ پر یزید کا فسق ظاہر ہو جاتا تو وہ کبھی اس کو اپنا ولی عہد نامزد نہ فرماتے۔ حضرت معاویہ فتنہ اور اختلاف سے ڈرتے تھے اور اس پر اجماع ہے کہ افضل کی موجودگی میں بھی اگر مفضول کو خلیفہ بنا دیا جائے تو یہ خلافت صحیح ہے۔ **مناقب فاطمة** :۔ غرض حضرت کے مناقب کا بیان ہے آپ کی ولادت نبوت سے ساڑھے سات سال پہلے ہوئی تھی جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے پھر جن پانچ عورتوں کے بارے میں پانچ قول پائے جاتے ہیں کہ یہ تمام عورتوں سے افضل ہیں تو بعض حضرات نے ان پانچوں قولوں کو اس طرح جمع فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ افضل ہیں علم کے اعتبار سے اور حضرت خدیجہ افضل تقدم فی الاسلام اور اعانت فی المصائب کے لحاظ سے اور حضرت فاطمہ افضل ہیں قرابت کے لحاظ سے اور حضرت مریم افضل ہیں اس لحاظ سے کہ ان کا ذکر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہے۔ قرآن پاک میں حتیٰ کہ بعض ان کے نبی ہونے کے قائل بھی ہو گئے گو راجح یہی ہے کہ کوئی عورت نبی نہ ہوئی اور حضرت آسیہ افضل ہیں اس لحاظ سے کہ ان کا ذکر قرآن پاک میں مدح کے ساتھ ہے۔ **فضل عائشة**: غرض حضرت عائشہ کی فضیلت کا بیان ہے آپ کے القاب میں سے حمیرا بھی ہے آپ کی اور حضرت مریم کی براءت کا منکر کافر ہے۔ **تقدمين على فرط صدق**:۔ آپ ان دو حضرات کے پاس جا رہی ہیں جو صادق فرط ہیں۔ اور آپ کے لئے جنت میں جگہ بنانے والے ہیں۔

باب مناقب الانصار

غرض حضرات انصار کے مناقب کا ذکر ہے انصار کا مصداق اوس اور خزرج ہیں اور ان کے حلفاء ہیں اور انصار جمع ناصر کی ہے جیسے اطہار جمع طاہر کی ہے یا جمع نصیر کی ہے جیسے اشراف جمع شریف کی ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لولا الهجرة لكنت من الانصار

غرض اس حدیث پاک کا بیان ہے اور اس حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ ہجرت کے بعد نصرۃ کا بہت اونچا مقام ہے۔

باب اخاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین المهاجرین والانصار

غرض مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت کا بیان ہے۔

باب حب الانصار غرض انصار کی محبت کی اہمیت کا بیان ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للانصار انتم احب الناس الی

غرض اس حدیث پاک کا بیان فرمانا ہے سوال ایک حدیث پاک

میں مرفوعاً حضرت ابوبکر کو احب الناس فرمانا مذکور ہے یہ بظاہر تعارض ہے جواب مجموعہ کے لحاظ سے انصار احب الناس ہیں اور اشخاص کے لحاظ سے حضرت ابوبکر احب الناس ہیں **مُثلاً**:۔ قائما۔

باب اتباع الانصار

اتباع ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ ہے انصار کے حلفاء امراد ہیں اور باب کی غرض انصار کے اتباع کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب فضل دور الانصار

یہاں حذف مضاف ہے اہل الدور یعنی قبیلے اس لئے غرض انصار کے قبائل کی فضیلت ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للانصارا صبر واحتیٰ تلقو نی علی الحوض

غرض اس حدیث پاک کا بیان ہے۔

باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصلح الانصار والمھاجرہ

غرض اس حدیث پاک کا بیان ہے۔ علی اکتادنا:۔ یہ جمع ہے کتد کی کندھے اور پشت کے درمیان کی جگہ کو کہتے ہیں۔

باب ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ

غرض انصار کی فضیلت بیان فرمائی ہے اس آیت کے ذریعہ سے۔ اصبحی سراجک:۔ اپنے چراغ کو جلالو۔

باب قول النبی اللہ علیہ وسلم اقبلوا من محسنھم وتجاوزوا عن مسیئھم

غرض اس حدیث پاک کا بیان ہے **کرشی**:۔ اوجری۔ **وعیبتی**:۔ کپڑے رکھنے کا برتن ٹرنک وغیرہ۔ **متعطفا**:۔ اوڑھنے والے تھے۔

باب مناقب سعد بن معاذ

غرض حضرت سعد بن معاذ کے مناقب کا بیان ہے یہ سردار ہیں قبیلہ اوس کے جیسا کہ حضرت سعد بن عبادۃ سردار ہیں قبیلہ خزرج کے **اھتزالعرش لموت سعد بن معاذ**:۔ عرش رحمٰن نے حرکت کی خوشی کے اظہار کے لئے کہ ان کی روح عرش کی طرف آ رہی ہے اور بعض روایات میں اھتز از سریر ہے یعنی وہ چارپائی جس پر جنازہ اٹھایا جاتا ہے تطبیق یہ ہے کہ دونوں نے حرکت کی تھی جیسے زمین اور آسمان صالحین کی موت کے وقت روتے ہیں۔ **بین ھذین الحیین ضغائن**:۔ ضغائن جمع ہے ضغینۃ کی اس کے معنی ہیں حقد یعنی کینہ۔ دلی دشمنی۔ پھر حضرت جابر کے اس ارشاد کی دو توجیہیں کی گئی ہیں۔ ا۔ حضرت سعد بن معاذ اوس قبیلہ کے ہیں اور حضرت براء خزرج قبیلہ کے ہیں اور دونوں قبیلوں میں رنجش رہتی ہے شاید اسی رنجش کی وجہ سے عرش سے مراد حضرت براء نے سریر لیا ہو کہ عرش رحمٰن مراد نہیں عرش انسان یعنی سریر مراد ہے چارپائی جس پر جنازہ رکھا جاتا ہے۔ لیکن یہ پہلی توجیہ باطل قرار دی گئی ہے اس لئے کہ حضرت براء بھی اوس قبیلہ کے ہیں۔ ۲۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اوس وخزرج میں کچھ دشمن ضرور ہے لیکن میں خزرجی ہونے کے باوجود حدیث میں عرش سے مراد عرش رحمٰن ہی لے رہا ہوں تو حضرت براء اوس قبیلہ سے ہونے کے باوجود عرش سے عرش انسان کیوں مراد لے رہے ہیں لیکن عذر حضرت براء کی طرف سے یہ ہے کہ وہ فضیلت کا انکار نہیں کرنا چاہتے بلکہ ان کی تحقیق ہی یہ ہے کہ یہاں سریر ہی مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر کی بھی پہلے یہی تحقیق تھی کہ اس حدیث میں عرش رحمٰن مراد نہیں بلکہ عرش انسان اور سریر انسان مراد ہے کیونکہ حضرت ابن عمر کا قول منقول ہے لایھتز العرش لاحد لیکن بعد میں حضرت ابن عمر نے رجوع فرمالیا تھا اور یقین فرمالیا تھا عرش رحمٰن ہی مراد ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف سے عذر یہ ہے کہ انہیں شبہ ہوا کہ حضرت براء حضرت سعد بن معاذ کی فضیلت کو قصداً چھپانا چاہتے ہیں اس لئے حضرت سعد بن معاذ کی حمایت فرمائی۔

باب منقبت اُسید بن حضیر و عباد بن بشر

غرض ان دونوں حضرات کی منقبت کا بیان فرمانا ہے۔ **ان رجلین خرجا** :۔ رجلین کے نام آئندہ دو روایتوں میں آ رہے ہیں۔

باب مناقب معاذ بن جبل

غرض حضرت معاذ کے مناقب کا بیان ہے۔

باب منقبت سعد بن عبادة

غرض حضرت سعد بن عبادہ کی منقبت کا بیان فرمانا ہے۔

باب مناقب ابی بن کعب

غرض حضرت ابی بن کعب کے مناقب ذکر فرمانا ہے۔

باب مناقب زید بن ثابت

غرض حضرت زید بن ثابت کے مناقب کا ذکر ہے **کلھم من الانصار** :۔ بطور تحدیث بالنعمۃ اپنے قبیلہ کا ذکر فرما دیا دوسرے قبیلوں کی نفی مقصود نہیں ہے۔

باب مناقب ابی طلحته

غرض حضرت ابوطلحہ کے مناقب کا ذکر ہے۔

باب مناقب عبد الله بن سلام

سلام کے لام کی تخفیف ہے غرض حضرت عبداللہ بن سلام کے مناقب کا بیان ہے ان کا نام جاہلیت میں حصین تھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھ دیا اور ان کی کنیت ابو یوسف تھی اور یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ **لا ادری قال مالک ادفی الحدیث** :۔ یہ عبداللہ بن یوسف راوی کا مقولہ ہے کہ آیت کا ذکر امام مالک نے خود فرمایا ہے۔ یا حدیث مسند میں ہے۔ **منصف** چھوٹا خادم **وصیف** :۔ اس کے معنی بھی چھوٹا خادم ہی ہیں۔

باب تزویج النبی صلی الله علیه وسلم خدیجة وفضلها

تزویج بمعنی تزوج ہے اور بعض نسخوں میں تزوج ہے غرض حضرت خدیجہ کی فضیلت اور نکاح کا ذکر ہے۔

باب ذکر جریر بن عبد الله البجلی

غرض حضرت جریر کا ذکر ہے۔

باب ذکر حذیفته بن الیمان العبسی

غرض حضرت حذیفہ کا ذکر ہے اور اصل مقصد اُن کے والد صاحب کا ذکر ہے جیسا کہ پیچھے بتلایا جا چکا ہے۔

باب ذکر هند بنت عتبته بن ربیعته

غرض حضرت ھند کا ذکر ہے۔

باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل

غرض زید بن عمرو بن نفیل کا واقعہ بیان فرمانا ہے۔ سوال جب زید بن عمرو صحابہ میں سے نہیں ہیں تو ان کا ذکر یہاں صحابہ کے تذکرہ کے ساتھ مناسب نہ تھا جواب بعثت سے پہلے ان کی ملاقات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور جنتی ہونا بھی مرفوع حدیث میں مذکور ہے تو امام ذھبی نے ان کو بھی صحابہ میں شمار فرمایا ہے۔ امام بخاری کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے ان کو حضرات صحابہ میں ذکر فرما دیا۔ **بلدح** :۔ ایک وادی کا نام ہے۔ جو مکہ مکرمہ اور تنعیم کے درمیان ہے۔ **فابیٰ ان یا کل منھا** :۔ زید بن عمرو نے کھانے سے انکار کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تناول فرمانا بھی ثابت نہیں ہے۔ سوال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ میں کیوں نہ سب کو منع فرمایا کھانے سے جواب ابھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنی شروع نہ ہوئی تھی کیونکہ یہ واقعہ بعثت سے پہلے کا ہے۔

باب بنیان الکعبته

غرض تعمیر کعبہ کے واقعہ کا بیان ہے اور اس وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۲۵ سال تھی

باب ایام الجاهلیته

غرض ایام جاہلیت کا ذکر ہے اور ایام جاہلیت کے مصداق میں دو قول ہیں۔ ۱۔ مدت فترۃ وحی ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بعثت تک کا زمانہ **فکسا ما بین الجبلین** :۔

سیلاب نے احاطہ کیا جیسا کہ کپڑا احاطہ کرتا ہے۔ **قال سفيان:** مراد ابن عیینہ ہیں **يقول ان هذا الحديث له شان:**۔ حضرت عمرو راوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث لمبی تھی یہاں مختصر مذکور ہے **كنت في اهلك ما انت مرتين:**۔ اس عبارت کے مختلف معنی کیے گئے ہیں۔ ا۔ دو مرتبہ کہتے تھے کہ جیسے تم پہلے اپنے عزیزوں میں تھے اب بھی ہو کیونکہ ان میں سے بعض میں یہ مشہور تھا کہ مرنے والا اُلو پرندے کی شکل میں دوبارہ عزیزوں میں آجاتا ہے۔ اسی کما انت۔ ما موصولہ ہے۔ ۲۔ دو مرتبہ کہتے تھے کہ تم اپنے عزیزوں میں شرافت والے تھے اب تمہارا کیا حال ہے۔ ما استفہامیہ ہے۔ ۳۔ مرتین کا لفظ مقولہ میں داخل ہے اور ما نافیہ ہے کہ پہلے تو تم اپنی قوم اور اپنے عزیزوں میں تھے اب دوبارہ ان میں نہ آؤ گے۔ **القسامة في الجاهلية:**۔ غرض یہ ہے کہ قسامہ کی صورت زمانہ جاہلیت میں بھی تھی۔ اسلام نے اس کو باقی رکھا۔ بعض نسخوں میں یہ سرخی نہیں ہے اور اس سرخی کا نہ ہونا ہی اولیٰ ہے کیونکہ اس پہلی لمبی حدیث میں تو قسامہ کا ذکر ہے اس کے بعد اس باب کی باقی احادیث میں قسامہ کا ذکر نہیں ہے۔ **اشد به عروة جو القي:**۔ بوری کا دستہ باندھ لوں۔ جو الق بوری بالضم مفرد ہے اور جوالق بالفتح جمع ہے۔ **ما حال الحول ومن الثمانية والا ربعين عين تطرف:**۔ ایک سال میں وہ ۴۸ سب کے سب مرگئے۔ **في دخولهم في الاسلام:**۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں جو جنت بعاث ہوئی اور اس میں تفرق ہوا۔ موتیں واقع ہوئیں اس سے کفار کا تکبر کچھ ٹوٹا اور یہ تکبر ٹوٹنا اسلام میں داخل ہونے کا ذریعہ بن گیا۔ **ليس السعي ببطن الوادي بين الصفاء والمروة سنته:**۔ یہ صرف حضرت ابن عباس کا اجتہاد ہے۔ **ولا تقولوا الحطيم:**۔ یہ حضرت ابن عباس کی رائے ہے کہ اس کو حطیم نہ کہو کیونکہ یہ نام بھی زمانہ جاہلیت کی نشانی ہے۔ لیکن جمہور نے اس نام پر انکار نہیں فرمایا پھر وجہ تسمیہ میں ایک قول تو یہی ہے جو حضرت ابن عباس نقل فرما رہے ہیں۔ ا۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں کوئی معاہدہ کرتے تھے اور کوڑا یا جوتا یا کمان حطیم میں ڈال دیتے جب تک وہ گل سڑ نہ جاتا عہد کو باقی سمجھتے۔ ۲۔ دوسری یہ ہے کہ حطیم بمعنی حاطم نہیں ہے جیسا کہ پہلی وجہ تسمیہ میں تھا بلکہ حطیم بمعنی محطوم ہے توڑی ہوئی چیز یعنی تعمیر میں اور چھت ڈالنے میں چھوڑی ہوئی جگہ۔ ۳۔ حطیم بمعنی محطوم فیہ یعنی ایسی جگہ جس میں لوگ ایک دوسرے کو توڑتے ہیں بھیڑ کی وجہ سے۔

باب مبعث النبي صلى الله عليه وسلم

غرض اور ربط یہ ہے کہ کتاب بدأ الخلق میں ابتداء عالم کے حالات تھے پھر کتاب الانبیاء علیہم السلام میں انبیاء علیہم السلام کے حالات تھے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پھر کتاب للمناقب تمہید تھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی اور اس میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مناقب کے ساتھ ساتھ کچھ ذکر جاہلیت بھی تھا اور کچھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ولادت سے نبوت تک کے تھے اب یہاں سے کتاب المغازی تک نبوت سے ہجرت تک کے حالات ہیں۔ اور پھر کتاب المغازی میں ہجرت سے لے کر وفات تک کے حالات ہیں اس طرح سے امام بخاری نے تاریخ اسلام بالمعنی الاعم اور تاریخ اسلام بالمعنی الاخص کی بنیاد رکھی۔ اسلام بالمعنی الاعم ہر زمانہ کے اہل حق کے دین کو کہتے ہیں اور اسلام بالمعنی الاخص ہمارے مذہب کا علم ہے۔ جیسا کہ شروع میں حدیث ہرقل میں دونوں معنوں کی تفصیل گزر چکی ہے۔ **محمد بن عبد الله صلى الله عليه وسلم:**۔ بعض حضرات اس کے بھی قائل ہوئے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے کم از کم تین حضرات کا نام یاد کرنا واجب ہے۔ **ابن عدنان:** عدنان کے بعد اجداد کے نام میں اختلاف کثیر ہے اس لئے امام بخاری نے چھوڑ دیا۔

باب ذكر ما لقي النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه من المشركين بمكته

غرض ان تکلیفوں کا بیان فرمانا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو اور حضرات صحابہ کرام کو مکہ مکرمہ میں شروع اسلام میں پہنچیں۔ **والذئب علی غنمه:** بھیڑیئے کا خطرہ تو ہوگا انسانوں کا خطرہ نہ ہوگا پورا امن ہوگا

باب اسلام ابی بکر ن الصدیق

حضرت ابوبکر کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرنا مقصود ہے

باب اسلام سعد

غرض حضرت سعد کے اسلام کا بیان فرمانا ہے۔

باب ذکر الجن

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ جنات میں سے بھی بعض صحابہ ہیں۔ **یعنی عبد الله:** مراد عبداللہ بن مسعود ہیں۔

باب اسلام ابی ذر

غرض حضرت ابوذر کے اسلام لانے کا واقعہ بیان فرمانا ہے۔ **اسلام سعید بن زید:** غرض حضرت سعید بن زید کے اسلام لانے کا واقعہ بیان فرمانا ہے۔ **ولو ان احدا ن ارفض للذی صنعتم بعثمان لکان:** اور اگر احد پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو بعید نہیں شہادت عثمان کی وجہ سے۔

باب اسلام عمر بن الخطاب

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ حضرت عمر ایک غیبی آواز کی وجہ سے مسلمان ہوئے تھے۔ **الا کان کما یظن:** حضرت عمر کسی کے بارے جیسا خیال ظاہر فرماتے وہ ویسا ہی نکلتا تھا یعنی حضرت عمر محدث تھے والمحدث ھو الذی یلقی فی نفسہ شیء فیخبر بہ حدسا و فراسۃ **لقد اخطا ظنی او ان هذا علی دینه فی الجاهلیته او لقد کان کاهنهم** دو دفعہ او ہے اور کل تین احتمال مذکور ہیں۔ ۱۔ میرا خیال اس شخص کے جاہلیت پر باقی رہنے کا غلط ہے اور یہ اسلام بھی لا چکا ہے اور پہلے کاھن بھی نہیں رہا۔ ۲۔ اس وقت یہ جاہلیت کے دین پر ہے۔ ۳۔ اس وقت تو مسلمان ہو چکا ہے لیکن زمانہ جاہلیت میں کاھن رہ چکا ہے۔ پھر تحقیق کے بعد معلوم ہوگیا کہ ان تین احتمالوں میں سے تیسرا ٹھیک تھا۔ **فقال ما رایت کا لیوم استقبل به رجل مسلم:** پس کہا اس شخص نے اور ان کا نام حضرت سواد بن قارب ہے رضی اللہ عنہ اور وہ مسلمان ہو چکے تھے یہ عبارت تین طرح پڑھی گئی ہے ہر ایک کی تقدیر عبارت الگ الگ ذکر کی جاتی ہے۔ ۱۔ استقبل مجہول کا صیغہ اور رجلا مسلما منصوب تقدیر عبارت یہ ہے ارایت یوما کالیوم رایت رجلا مسلما استقبل فی ھذا الیوم بہ ای بمثل ھذا الکلام القبیح کہ میں تو مسلمان ہو چکا ہوں پھر میرے سامنے جاہلیت کا ذکر کلام قبیح ہے۔ ۲۔ رجل مسلم مرفوع اور استقبل معروف تقدیر عبارت یوں ہے ما رایت یوما مثل ھذا الیوم حیث استقبل بہ ای فیہ رجل مسلم مثل ھذا الکلام القبیح۔ ۳۔ استقبل مجہول اور رجل مسلم مرفوع تقدیر عبارت یہ ہے ما رایت یوما مثل ھذا الیوم حیث استقبل بہ ای فیہ رجل مسلم کلاما قبیحا پھر حضرت سواد بن قارب کا مسلم ہو چکے ہونا اس مکالمہ کے وقت تو یہاں صراحۃً مذکور ہے لیکن حضرت عمر کا اس مکالمہ کے وقت مسلم ہو چکے ہونا گو صراحۃً مذکور نہیں ہے لیکن قرائن سے احقر محمد سرور عفی عنہ کا اندازہ یہی ہے کہ وہ بھی اس مکالمہ کے وقت مسلمان ہو چکے تھے۔ **جالتنی:** یعنی وہ جن عورت آئی جو پہلے مجھے کچھ خبریں سنایا کرتی تھی۔ **ابلا سها:** اس کے معنی ہیں حیرت۔ **ان کاسها:** رد کیا جانا فرشتوں کی کلام سننے سے کہ وحی کی وجہ سے جنات پر سختی کر دی گئی تھی وہ فرشتوں کی باتیں نہ سن سکتے تھے۔ **ولحوقها بالقلاص واحلا سها:** کہ اب اونٹوں کے ساتھ اور ان کے ٹاٹوں کے ساتھ ہی رہیں گے و بمعنی مع ہے اور احلاس منصوب ہے کیونکہ اب کاہنوں کے پاس تو جا ہی نہ سکیں گے کیونکہ فرشتوں کے پاس جانے میں سختی کر دی گئی ہے اس لئے اب شہروں میں نہ جا سکیں گے اب جنگلوں ہی میں رہنا پڑے گا۔ **یا جلیح:** کھلا دشمن۔ **امر نجیح:** ای امر ذو نجاح یعنی کامیابی والا کام۔ **ما نشبنا:** ہم نہ ٹھہرے۔ پھر اس واقعہ کو اس باب میں

اس لئے بیان فرمایا کہ یہ غیبی آواز کا واقعہ حضرت عمرؓ کے اسلام کا سبب ہوا۔ **سمعتُ سعید بن زید:** یہ حضرت عمرؓ کے بہنوئی ہیں فاطمۃ بنت الخطاب کے خاوند ہیں۔ **ولو ان احداً انقض لما صنعتم بعثمان لکان محقوقاً ان ینقض:** اگر احد پہاڑ غم سے ٹوٹ جائے اور مرجائے تو مناسب ہے کہ تم نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔

باب انشقاق القمر

غرض معجزہ انشقاق قمر بیان فرمانا ہے انبیاء سابقین کے معجزات زمین ہی سے تعلق رکھتے تھے نبی پاک کے معجزات کا تعلق علوی اجرام سے بھی تھا۔ سوال۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ اجرام علویہ ٹوٹ نہیں سکتے اور وہ خرق والتیام کو قبول نہیں کرتے۔ جواب جس ذات نے ان کو پیدا کیا ہے وہ جوڑ توڑ پر بطریق اولیٰ قادر ہے۔

باب هجرة الحبشه

مکہ مکرمہ سے حبشہ صحابہ کرام کی ہجرت بیان فرمانا مقصود ہے اور یہ دو دفعہ ہوئی پہلی دفعہ ۵ھ نبوت میں ۱۱ مرد اور ۴ عورتیں مکہ مکرمہ سے حبشہ ہجرت فرما گئے اور کچھ عرصہ بعد ۸۲ مرد اور ان کے علاوہ کچھ عورتیں اور بچے مکہ مکرمہ سے حبشہ ہجرت فرما گئے۔

باب موت النجاشی

غرض حضرت نجاشی کی وفات کا بیان ہے۔ اور نجاشی لقب تھا حبشہ کے ہر بادشاہ کا سوال۔ ان کی وفات تو ےھ یا ۸ھ یا ۹ھ میں ہوئی ہے اس لئے یہاں ذکر مناسب نہ تھا کیونکہ یہاں تو قبل الھجرۃ کے واقعات ہیں جواب۔ ہجرت حبشہ کا ذکر تھا تبعاً شاہ حبشہ کی وفات کا ذکر فرما دیا۔

باب تقاسم المشرکین علی النبی صلی الله علیه وسلم

غرض اس قطع تعلقی کا بیان ہے جو مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی۔ **باب قصۃ ابی طالب:** غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا خواجہ ابو طالب کا واقعہ بیان کرنا ہے ان کی وفات ۱۰ھ نبوت میں ہوئی شعب سے نکلنے کے بعد ان کا نام عبد مناف تھا۔

هو فی ضحضاح من نار: ضحضاح کے معنی ہیں ٹخنوں تک پانی۔ یہاں بطور استعارہ تصریحیہ کے ٹخنوں تک آگ مراد ہے اور یہ حدیث دلیل ہے ان کے کفر پر مرنے کی ایک روایت جو ان کے اسلام کی ذکر کی جاتی ہے اگر وہ روایت صحیح بھی ہو تو اس بخاری شریف کی روایت کی برابری نہیں کر سکتی۔

باب حدیث الاسراء

غرض اسراء کا بیان ہے۔ پھر اسراء اور معراج میں یہ فرق ہے کہ اسراء کہتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک جانے کو اور معراج کہتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانوں پر جانے کو معراج کے لغوی معنی سیڑھی کے ہیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اوپر جانا بھی ایک سیڑھی کے ذریعہ سے ہوا تھا۔ سوال یہاں امام بخاری نے اسراء اور معراج کو دو بابوں میں بیان فرمایا اور کتاب الصلوٰۃ میں باب یوں باندھا باب کیف فرضت الصلوٰۃ لیلۃ الاسراء اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسراء اور معراج ایک ہیں۔ جواب راجح یہ ہے کہ اسراء اور معراج ایک ہی رات میں واقع ہوئے اس لئے کتاب الصلوٰۃ کا باب دونوں کے اکٹھے ہونے پر دلالت کرنے والا رکھ دیا اور دونوں کا واقعہ الگ الگ ہے کہ پہلے اسراء کا تحقق ہوا پھر اُسی رات معراج کا تحقق ہوا اس لحاظ سے یہاں دو باب الگ الگ رکھ دیئے پھر حکمت بیت المقدس لے جانے کی یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی برکت بھی حاصل ہو جائے جس کی طرف اکثر انبیاء علیہم السلام نے ہجرت فرمائی ہے اور اسی زمین میں حشر قائم ہوگا۔ پھر اسراء اور معراج کے متعلق تین قول ہیں۔ ۱۔ معراج اور اسراء ایک رات میں واقع ہونے یہی صحیح ہے اور اسی پر جمہور ہیں۔ ۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایک رات میں اسراء واقع ہوا اور ایک دوسری رات میں معراج

واقع ہوا۔ ۳۔ اولاً اسراء اور معراج اکٹھے خواب میں واقع ہوئے اور یہ بیداری کے لئے تمہید تھے پر دونوں اکٹھے بیداری میں واقع ہوئے پھر انبیاء علیہم السلام سے جو ملاقاتیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف آسمانوں میں ایک خاص ترتیب سے ہوئی ہیں اس ترتیب کی حکمت یہ ہے کہ سب سے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے اس لئے ملاقات ہوئی کہ وہ جد اولیٰ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دوسرے آسمان پر ملاقات ہوئی کیونکہ ان کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قرب ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ پھر تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کیونکہ یہ امت حضرت یوسف علیہ السلام کی شکل پر جنت میں داخل ہوگی پھر چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کیونکہ ان کے بارے میں قرآن پاک میں ہے ورفعناہ مکانا علیا اور چوتھا آسمان سات آسمانوں کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے بلند اور معتدل ہے جیسے ہار میں درمیان کا موتی بڑا اور عمدہ شمار کیا جاتا ہے۔ پھر پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تاکہ وہ اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قریب رہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درجہ چونکہ تکلم مع اللہ کی وجہ سے اونچا تھا اس لئے وہ ان سے ایک درجہ اونچے آسمان پر ملے یعنی چھٹے آسمان پر اور سب سے اوپر ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کیونکہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الانبیاء ہیں راجح ترتیب یہی ہے جو اوپر ذکر کی گئی حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی دوسرے آسمان پر ملے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خالہ زاد بہن حضرت مریم علیہا السلام کے صاحبزادے ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے قریبی رشتہ دار ہیں پھر اس ترتیب کو یاد کرنے کی آسانی کے لئے بقول حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ایک لفظ یاد کر لینا کافی ہے اعیاھما اس میں ہر آسمان کے نبی کے نام کا پہلا حرف ہے حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کا ہمزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عین حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قریبی رشتہ کی وجہ سے الگ یاد کر لیا جائے حضرت یوسف علیہ السلام سے یا حضرت ادریس علیہ السلام سے الف حضرت ہارون علیہ السلام سے ھاء حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے الف اور اگر زیادہ بامعنیٰ لفظ یاد کرنا ہو تو اعیاھم یاد کر لیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سب انبیاء علیہم السلام کو تھکا دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام مبارک الگ یاد کر لیا جائے۔ **فجلا اللہ لی بیت المقدس**:۔ تین چیزیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ ا۔ تجلی۔ ایک جھلک دکھانا۔ یہ مبدا انکشاف ہے اس سے اجمالی علم تو آجاتا ہے تفصیلی علم کا آنا ضروری نہیں ہے کبھی آتا ہے کبھی نہیں آتا۔ جیسے معراج کی روایات میں ہے تجلت لی کل شی۔ ایک جھلک دکھائی گئی اس سے تفصیلی علم لازم نہیں آتا اسی لئے قیامت میں فرشتے کہیں گے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مرتدین کے بارے میں لا تدری ما احدثوا بعدک معلوم ہوا قیامت کے موقعہ میں بھی علم ما کان وما یکون کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ ہوگا۔ ۲۔ عرض۔ جیسے ارشاد ہے ثم عرضھم علی الملئکۃ یہ بھی تجلی کے قریب قریب ہی ہے۔ ۳۔ علم یہ انکشاف تام کا نام ہے وعلم آدم الاسماء کلھا۔

باب المعراج

غرض واقعہ معراج کا بیان فرمانا ہے۔ **فقلت للجارود وھو الی جنبی ما یعنی بہ**:۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جارود سے کہا جو کہ میرے قریب ہی تھے یہ کہا کہ ما یعنی بہ کہ حضرت انسؓ اس عبارت سے کیا مراد لیتے ہیں فشق ما بین ھذہ الی ھذہ۔ **لثغرۃ نحرہ**:۔ راس الصدر یعنی سینہ کے اوپر کا کنارہ یہی معنیٰ قص کے ہیں جو آگے مذکور ہے۔ **الی شعرتہ**:۔ اس کے معنیٰ ہیں موئے عانہ یعنی زیر ناف بال۔ **قال ھی رؤیا عین**:۔ حضرت ابن عباسؓ کی غرض یہ ہے کہ معراج کا واقعہ خواب کا نہیں ہے بلکہ بیداری کا ہے۔ حضرت انور شاہ صاحب کشمیری نے

فرمایا کہ لغت عرب میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جو بیداری میں غیب کی چیزیں دیکھنے میں استعمال کیا جاتا ہو اس لئے رؤیا کا لفظ استعمال کر لیا جاتا ہے جس کے معنی خواب میں دیکھنے کے ہوتے ہیں اسی لفظ کو بیداری میں غیب کی چیزیں دیکھنے میں استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ یہ معنی رؤیا کے حقیقی معنی کے قریب ہیں توراۃ میں لفظ رویا کثرت سے مشاہدات انبیاء علیہم السلام میں استعمال ہوا ہے ایسے ہی کشف کا لفظ ہے اس کے معنی وضاحت کے ہیں پھر بیداری میں غائب چیزوں کو ان آنکھوں سے دیکھنے میں استعمال ہوتا ہے اور اس معنی کے لئے بھی لغت عرب میں الگ لفظ نہیں ہے۔ پس لفظ رویا اور لفظ کشف دونوں اس لحاظ سے ایک جیسے ہیں۔

باب وفود الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکتہ و بیعتہ العقبتہ

غرض بیعۃ عقبہ کا بیان فرمانا ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے موسم حج میں منیٰ میں لی انصار سے اور انصار کا مصداق اوس و خزرج اور ان کے حلیف ہوتے ہیں۔ **فبایعتہ علی ذلک** امام بخاری اور قاضی عیاض اور بعض دیگر حضرات کے نزدیک اس حدیث میں جو بیعت تفصیلاً مذکور ہے یہ بیعت عقبہ ہی ہے جو ہجرت سے پہلے ہوئی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ بیعت فتح مکہ کے بعد اور سورہ ممتحنہ کے نزول کے بعد ہے۔ پھر بیعت عقبہ چونکہ جمرہ عقبہ کے پاس ہوئی تھی اسی گھاٹی میں جس کی وجہ سے جمرہ عقبہ کو جمرہ عقبہ کہتے ہیں اس لئے اس بیعت کا نام بھی بیعۃ العقبہ ہو گیا گویا بیعت کا نام اور جمرہ عقبہ کا نام ایک ہی گھاٹی کی وجہ سے ہے اور عقبہ کے معنی پہاڑی راستہ کے ہیں بیعت عقبہ دو دفعہ ہوئی دونوں دفعہ موسم حج میں ہوئی بیعت عقبہ اولیٰ میں بارہ صحابہ نے جو انصار میں سے تھے اور ان میں حضرت عبادہ بن الصامت بھی تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ایمان کی بیعت اختیار فرمائی اور اس کے بعد والے سال میں انصار میں سے ستر (۷۰) حضرات کو سعادت نصیب ہوئی کہ وہ اسی عقبہ میں موسم حج میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے یہ بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے۔

باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ و قدومہ المدینتہ وبناء و بہا

غرض حضرت عائشہؓ کے نکاح اور رخصتی کا بیان فرمانا ہے پھر تزویج کے لفظ کی دو توجیہیں ہیں۔ ۱۔ بمعنی التزوج ہے جیسے تقدیم بمعنی تقدم آتا ہے۔ ۲۔ تزویجہ لنفسہ لیا تھا۔ **تمرق**:۔ تقطع۔ بال گر گئے۔ **وانی لا نھج**:۔ میرا سانس پھولا ہوا تھا۔

باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ الی المدینتہ

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ کرام کی ہجرت الی المدینہ کا بیان فرمانا ہے۔ **وضعت الحرب** اثبت آپ نے ثابت کی۔ **رسل**:۔ تازہ دودھ۔ **رضیفھما**:۔ وہ دودھ جس میں گرم پتھر ڈال کر اس کے ثقل کو کم کیا گیا ہوتا کہ ہضم ہو جائے **الثان**:۔ غبار۔ **اولی**:۔ چڑھا۔ **اکم**:۔ ۱۔ ٹیلا ۲۔ **قلعہ مبیضین یزول بھم السراب**:۔ سفید کپڑوں والے کہ سراب ان سے چھپ گیا تھا۔ **مربداً للتمر**:۔ کھجوروں کا کھلیان جس میں کھجوریں توڑ کر ڈالی جاتی تھیں۔ **ھذا الحمال لا حمال خیبر ھذا ابر ربنا و اطھر**:۔ بوجھ تو یہ ہے اس کے مقابلہ میں خیبر سے کھجوروں کا بوجھ لانا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اے پروردگار یہ زیادہ نیکی کا کام ہے اور زیادہ پاکی کا کام ہے۔ **غیر ھذہ الا بیات**:۔ یہ صرف امام زہری کی رائے ہے ورنہ اور شعر بھی ثابت ہیں۔ **وانا متم**:۔ میں حمل کی مدت پوری کرنے والی تھی۔ **مسلحتہ لہ**:۔ ان کے لئے باہتھیار محافظ بنے ہوئے تھے۔ **یخترف لھم**:۔ پھل چن رہے تھے۔ **ان اباک واللہ خیر من ابی**:۔ حضرت ابوموسیٰ نے جو فرمایا وہ بھی ٹھیک تھا لیکن حضرت عمر کا مقام تواضع میں زیادہ اونچا تھا۔ **اشمط**:۔ کچھ بال سفید کچھ سیاہ جس کو اردو میں کھچڑی کہتے

ہیں۔**فما لونها**: زیادہ سرخ ہوگیا رنگ اس کا۔**و ما ذا با لقلیب قلیب بدر من الشیزی تزین بالسنام**: شیزی لکڑی کے پیالے جن کی زینت کوہان کے گوشت سے ہو مطلب یہ ہے کہ قریش کے سردار یہاں دفن ہوگئے اور وہ سردار نہ رہے جوان پیالوں میں شراب پیتے تھے اور کوہان کا گوشت کھاتے تھے۔ **اصداء**:۔ہڈیاں۔**هام**:۔کھوپڑیاں۔**فاعمل من وراء بحار فان الله لن یترک**: اگر تو بالفرض سمندر سے پار جا کر بھی عمل صالح کرتا رہے گا تو مولائے کریم کمی نہ فرمائیں گے۔

باب مقدم النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه الی المدینته

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مدینہ منورہ پہنچنے کو بیان فرماتا ہے۔**فما قدم حتیٰ قرات سبح اسم ربک الا علی**: اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورت مکی ہے سوال ایک روایت میں ہے کہ **وذکر اسم ربه فصلی** ۲ھ میں صلوۃ العید اور صدقہ فطر میں نازل ہوئی جواب نازل تو مکہ مکرمہ میں ہوئی لیکن ۲ھ میں یہ بتلایا گیا کہ صلوۃ العید اور صدقہ فطر بھی اس کے مصداق ہیں۔**مصبح** :۔ا۔صبح موت دیا جاتا ہے ۲۔صبح کے وقت کہا جاتا ہے صبحک اللہ بالخیر لیکن باقی دن میں موت اچانک آجاتی ہے۔**مجنته** :۔ایک چشمہ کا نام ہے **شامته وطفیل** :۔دو پہاڑیوں کے نام ہیں جو مکہ مکرمہ کے قریب تھیں۔ **بالجحفة** :۔مدینہ منورہ سے یہ جگہ سات منزل دور تھی اور سمندر سے چھ میل دور تھی اس وقت یہودی وہاں رہتے تھے اب اہل مصر کی میقات ہے۔**یجمع رعاع الناس**: موسم حج تو گھٹیا لوگوں کو بھی جمع کر لیتا ہے اس لئے یہاں آپ کچھ نہ کہیں وجہ یہ تھی کہ کسی نے کہہ دیا تھا کہ حضرت ابو بکر کی بیعت اچانک ہوگئی تھی اب حضرت عمرؓ کے بعد ہم فلاں کو خلیفہ بنائیں گے۔اس کے متعلق حضرت عمرؓ کچھ موسم حج میں فرمانا چاہتے تھے تو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے مشورہ دیا کہ یہاں کچھ نہ کہیں مدینہ منورہ جا کر کچھ فرما دیں۔**من نسائهم** :۔ای من نساء الانصار **ان عثمان بن مظعون طارلهم فی السکنیٰ** :۔حضرت عثمانؓ بن مظعون کا قرعہ ہمارے نام پر نکل آیا۔وہ مہاجرین میں سے تھے۔ **وما ادری والله وانا رسول الله ما یفعل بی**:۔ اس ارشاد پاک کی مختلف توجیہات ہیں۔ا۔وحی کے بغیر کسی چیز کا جزم اور یقین نہ کرنا چاہیے۔۲۔اظہار تواضع ہے کہ اللہ تعالےٰ خصوصی انعام نہ فرمائیں تو میں کسی قابل نہیں ہوں۔۳۔تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔۴۔اللہ تعالےٰ کے مستغنی ہونے کی طرف توجہ فرمانی مقصود ہے اگرچہ یقین تھا کہ انجام اچھا ہوگا۔۵۔اس میں یہ بیان ہے کہ مجھے یقین نہیں کہ میری شفاعت امت کے حق میں قبول ہوگی یا نہ لیکن بعد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دے دی گئی تھی کہ شفاعت قبول ہوگی۔۶۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ مجھے اپنے جنت کے گھر کا علی التعیین پورا پورا علم نہیں کہ مجھے کون سا گھر دیا جائے گا۔

باب اقامته المهاجر بمکته بعد قضاء نسکه

غرض مہاجرین کے لئے اقامتہ مکہ کا مسئلہ بیان فرماتا ہے۔ فتح مکہ سے پہلے تو مہاجرین کے لئے اقامتہ مکہ حرام تھی۔اور فتح مکہ کے بعد تین دن کے اقامت کی اجازت دی گئی البتہ غیر مہاجرین کے لئے اقامتہ مکہ جائز تھی۔

باب: یہ باب بلا ترجمہ ہے اس لئے تتمہ ہے ماقبل کا اور بعض نسخوں میں یہاں باب کا ترجمہ بھی ہے اور وہ ترجمہ یہ ہے باب التاریخ ومن این ارخوا التاریخ اس ترجمہ کے لحاظ سے غرض تاریخ کی مشروعیت کا بیان ہے اور تاریخ کی ابتداء کا بیان ہے۔پس اہم مراتب تاریخ کے ۹ ہیں۔ا۔ہبوط آدم علیہ السلام۔۲۔طوفان نوح علیہ السلام۔۳۔نار ابراہیم علیہ السلام۔۴۔زمان یوسف علیہ السلام۔ ۵۔خروج موسیٰ علیہ السلام من مصر۔۶۔زمان داؤد علیہ السلام۔ ۷۔زمان سلیمان علیہ السلام۔ ۸۔ ولادت عیسیٰ علیہ السلام۔ ۹۔ہجرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی ہجرت سے اسلامی تاریخ

شروع کرنے پر حضرات صحابہ کرام کا اتفاق ہوا کیونکہ عقلی احتمال چار تھے۔۱۔ولادت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔۲۔وفات۔۳۔بعثت۔۴۔ہجرت۔ پہلے احتمال کو نہ لیا گیا کیونکہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ مشابہت تھی دوسرے احتمال کو اس لئے نہ لیا گیا کہ اس سے مسلمانوں کو غم ہوگا۔باقی دو احتمالوں میں سے چوتھے کو تیسرے پر ترجیح اس لئے ہے کہ اس میں عظمت اسلام کا ظہور ہے پھر پہلا مہینہ محرم کا رکھا گیا کیونکہ۔۱۔اس میں ہجرت واقع ہوئی تھی۔ ۲۔اس مہینہ میں حج سے فارغ ہوکر حاجی واپس جاتے ہیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم امض لا صحابی ھجر تھم و مرثیتہ لمن مات بمکتہ

غرض اس دعاء اور اس مرثیہ کا بیان پھر مرثیہ کے مختلف معانی آتے ہیں۔۱۔دل کی نرمی۔۲۔رونا۔۳۔کسی کے محاسن بیان کرنا۔۴۔غمگین ہونا یہاں یہ چوتھے معنیٰ مراد ہیں۔

باب کیف اخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ

غرض مواخاۃ کی کیفیت کا بتلانا ہے۔پھر مواخاۃ میں دو احتمال ہیں۔۱۔مکہ مکرمہ میں ایمان کی وجہ سے جو بھائی چارہ پیدا ہوا تھا وہ بھی مواخاۃ تھی۔۲۔مدینہ منورہ میں انصار اور مہاجرین میں بھائی چارہ مقرر فرمایا تھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک ایک انصار کے حضرات میں سے ایسا تھا کہ اس کے ساتھ ایک ایک مہاجر کو ملا دیا تھا اس باب میں یہی دوسری مواخاۃ مراد ہے۔

باب: یہ باب بلا ترجمہ ہے اس لئے تتمہ ہے ماقبل کا۔

باب ایتان الیھود النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قدم المدینتہ

غرض یہ ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود آئے تھے امتحان کی نیت سے اس کا بیان فرمانا مقصود ہے۔**لو امن بی عشرۃ من الیھود لا من بی الیھود**:۔سوال دس سے تو زائد یہودی ایمان لائے ہیں۔ جواب دس خاص احبار مراد ہیں جو مدینہ منورہ میں تھے وہ سب ایمان نہ لائے ان میں سے صرف دو ایمان لائے حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت عبداللہ بن صوریا اس لئے سب یہود ایمان نہ لائے۔

باب اسلام سلمان الفارسی

غرض حضرت سلمان فارسی کے اسلام لانے کا بیان ہے۔

تداولہ بضعتہ عشرمن رب الی رب:. یعنی ان کو پکڑ کر غلام بنالیا گیا تھا اور دس سے زائد مالکوں نے ان کو یکے بعد دیگرے بیچا۔

رام ھُر مز:. یہ فارس میں ایک جگہ کا نام ہے۔**فترۃ بین عیسیٰ علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم ستما ئتہ سنتہ**:. فترۃ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ارسال رسل کو بند کر دیا گیا تھا پھر ایک روایت میں مرفوعاً وارد ہے انا اولی الناس بعیسی بن مریم لیس بینی و بینہ نبی۔اس سے امام کلبی کی نقل کی ہوئی اس روایت کی تردید ہوگئی کہ ان دونوں حضرات کے درمیان چار نبی آئے ہیں تین بنی اسرائیل میں سے اور ایک عرب سے خالد بن سنان العبسی پھر کلبی والی اس روایت کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔۱۔یہ حضرات نیک لوگ تھے نبی نہ تھے۔۲۔ خالد بن سنان نبی تھے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھے۔ ۳۔چار حضرات نبی تو تھے لیکن صرف عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی تبلیغ کے لئے نبی بنائے گئے تھے مستقل شریعت والے نہ تھے۔

ذکر معاویہ:. بعض نسخوں میں یہاں یہ الفاظ ہیں امام بخاری کو حضرت معاویہ کے مناقب میں سے کسی منقبت کے متعلق کوئی حدیث اپنی شرط پر نہ ملی اس لئے ذکر کا لفظ رکھا چند مناقب ذکر کئے جاتے ہیں۔۱۔کاتب وحی تھے۔۲۔زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ کے بھائی ہیں۔۳۔مدینۃ السلام جو کہ بنی عباس کے خلفاء کا دار الخلافۃ تھا اس کی مساجد کے دروازوں پر لکھا ہوا تھا

خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ ثم علیؓ ثم معاویہؓ خال المومنین وجہ یہی کہ حضرت ام حبیبہؓ ام المومنین ہیں۔ اس لئے ان کے بھائی حضرت معاویہؓ خال المومنین ہوئے۔ ۴۔ کبھی حضرت علیؓ کی برائی نہ کی نہ کوئی گناہ کا عمل منقول ہے کہ کیا ہو ۔۵۔ ان سے اکابر صحابہ جیسے حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو سعیدؓ خدری حضرت عبداللہؓ بن الزبیر اور اکابر تابعین جیسے حضرت سعیدؒ بن المسیب اور حضرت عروۃ بن الزبیر اور حضرت ابن سیرین وغیرہ نے روایتیں لی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن کل الصحابۃ اجمعین۔

کتاب المغازی

احقر محمد سرور عفی عنہ کو ۱۴۰۹ھ میں سب سے پہلے مولائے کریم نے بخاری شریف جلد ثانی پڑھانے کا موقعہ بلا استحقاق محض اپنے فضل سے عطا فرمایا پھر اگلے سال جلد اول پڑھانے کا موقعہ بلا استحقاق محض اپنے خصوصی فضل وکرم سے عطا فرمایا الحمد للہ علیٰ ذلک اس لئے کتاب المغازی کی ابتداء میں پہلے بھی دعاء کی اب بھی کرتا ہوں کہ یا اللہ محض اپنے فضل سے اخلاص ومحنت سے پڑھانے کی اور خود سمجھنے کی توفیق نصیب فرما اور قبول فرما اور نجات بلا عذاب کا ذریعہ بنا گو احقر ہر لحاظ سے گھٹیا ہے لیکن حق تعالیٰ نے تو طیرا ابابیل سے ہاتھیوں کے لشکر کو ختم فرمادیا اور ایک لنگڑے مچھر سے خدائی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے نمرود کو قتل کروادیا وہ ناک کے راستے نمرود کے دماغ میں گھس گیا اور چکر لگانے لگا ڈنڈے مارنے والے مقرر کئے کیونکہ ڈنڈا مارنے سے وہ مچھر کچھ دیر کے لئے بیٹھ جاتا تھا اور نمرود کو سکون مل جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک خادم نے ایسا ڈنڈا مارا کہ نمرود کا سر پھٹ گیا اور مر گیا تو جیسے طیراً ابابیل نے چھوٹے ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بڑا کام کیا تھا اور مچھر نے چھوٹا ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی قوت سے بڑا کام کیا تھا کیا عجب کہ احقر جیسے چھوٹے آدمی سے تدریس بخاری علی احسن وجہ کا کام حق تعالیٰ لے لیں حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ میں ایک واعظ کی مجلس میں گیا صرف وعظ میں اثر رہا دوسری مرتبہ موقعہ ملا تو واپس میں راستہ میں بھی اثر رہا تیسری مرتبہ موقعہ ملا تو گھر پہنچنے کے بعد بھی اثر باقی رہا اور گناہ کے اسباب ختم کردیئے چونکہ حضرت ابو سلیمان دارانی بڑے درجہ کے بزرگ ہوئے ہیں اور جن کا وعظ سنا تھا وہ معمولی واعظ تھے اس لئے کسی نے یہ واقعہ سن کر فرمایا عصفورۃ صادت النعامۃ یا اللہ جیسے ان تین واقعات میں صرف آپ کی امداد سے معمولی چیزوں کو بڑے کاموں کی توفیق ہوئی اس طرح اس احقر کو بھی دین مبین کی عمدہ خدمت کی توفیق نصیب فرمایئے آمین۔ یارب العالمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

کتاب المغازی کا ربط:۔ ۱۔ پیچھے کتاب الجہاد تھی۔ جہاد میں چونکہ ایک بڑا مقصد شہادت بھی ہے۔ اس لئے موت کی مناسبت سے ابتداء تخلیق کا ذکر فرمایا کتاب بدء الخلق میں پھر کتاب الانبیاء اور مناقب صحابہ میں دو بڑے درجے کے مجاہدین کا ذکر فرمایا اب کتاب المغازی میں واقعات جہاد ہیں ۔۲۔ دوسرا ربط یہ ہے کہ کتاب الجہاد کے اختتام تک ایمان کے بعد احکام تھے اب کتاب بداء الخلق سے احوال شروع ہوتے ہیں تاریخ کے طرز پر کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین وآسمان پیدا فرمائے پھر فرشتے پھر جنات پھر دواب پھر آدم علیہ السلام پھر یکے بعد دیگرے مخلوق میں انبیاء علیہم السلام ارسال فرمائے حتیٰ کہ اخیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ مناقب صحابہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مبارکہ کا ہی حصہ ہیں چنانچہ مناقب صحابہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل النبوۃ اور بعد النبوۃ ہجرت تک کے حالات آگئے اب کتاب المغازی میں ہجرت سے وفات تک کے حالات کا بیان ہے ۔ اس طرح سے امام بخاری نے کتاب بداء الخلق اور کتاب الانبیاء علیہم السلام اور کتاب المناقب اور کتاب المغازی میں ترتیب وار زمین وآسمان کی تخلیق سے لے کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک کی تاریخ بیان فرما کر اسلام تاریخ کی بنیاد رکھی ہے۔

فضائل جہاد:۔ پیچھے صحیح بخاری کے متن میں کتاب الجہاد میں

گذر چکے۔ **مقاصد جہاد**: ا۔ مظلوم کی طرف سے انتقام لینا کیونکہ سب سے پہلے جو اذن جہاد نازل ہوا۔ اس میں ارشاد ہے۔ **اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر** اور مظلوم کی طرف سے بدلہ لینا شرعاً اور عقلاً اور طبعاً مستحسن ہے۔ شریعت عقل پر مقدم ہے اور عقل طبع پر مقدم ہے۔ اور شریعت جامع ہے حکمت اور شجاعت اور عفت کے لئے انسان میں تین قوتیں ہیں عقل غضب شہوت پھر عقل کی کمی حماقت ہے حد سے زائد استعمال کرنا جزبرہ کہلاتا ہے درمیانہ درجہ حکمت ہے غضب کے معنی ہیں مرضی کے خلاف چیز کو دور کرنے کی خواہش۔ اس کی کمی جبن اور بزدلی ہے حد سے زائد کہ مثلاً میں منارے سے گر جاؤں تو کچھ نہ ہو گا تہور کہلاتا ہے درمیانہ درجہ شجاعت ہے۔ شہوت کے معنی مرضی کے مطابق چیز کو حاصل کرنے کی خواہش۔ اس کی کمی کو خمود اور جمود کہتے ہیں حد سے زائد استعمال کرے تو فسق و فجور کہتے ہیں درمیان درجے کا نام عفت ہے تو شریعت حکمت اور شجاعت اور عفت کا مجموعہ ہے۔ طبع یعنی نفس کی حقیقت یہ ہے کہ غضب اور شہوت کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ حاصل یہ ہوا کہ شریعت کا مقام طبع اور عقل دونوں سے اونچا ہے لیکن یہاں شرع اور عقل اور طبع تینوں جمع ہیں اور تینوں کے نزدیک مظلوم کی طرف ظالم سے بدلہ لینا مستحسن ہے۔ پس کفار مغرب کا اعتراض کہ جہاد میں خون بہا کر ظلم کیا جاتا ہے غلط ہے کیونکہ قتل برا ہے لیکن قصاص مستحسن ہے جہاد قصاص کے درجہ میں ہے۔ ۲۔ جہاد میں دوسری حکمت یہ ہے کہ جہاد کافروں پر عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک تو آسمان سے ہی عذاب نازل ہوتا رہا۔ جہاد کا حکم نہ تھا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جہاد نازل ہوا اور جہاد کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے باغیوں کو سزا دی گئی اور باغی کو سزا دینا عقلاً بھی مستحسن ہے۔ ۳۔ **وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ و یکون الدین للہ** فساد کرنے والے کافر ناسور کی طرح ہیں بدن انسان پر جہاد جراح کے علاج اور اپریشن کی طرح ہے اور مسلمان صرف جراح اور اپریشن کرنے والے ہیں ۴۔ **ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذوفضل علی العالمین** یعنی کفار مفسدین کے غلبہ کو ختم کرنا مقصود ہے۔ اور تیسرے مقصد میں ازالہ فساد تھا اور اب چوتھے مقصد میں ازالہ غلبہ مفسدین ہے اس لئے دونوں میں فرق ہے۔ ۵۔ اعلاء کلمۃ اللہ لیکن اس کی صورت یہ ہے کہ لوگوں کے ایمان لانے میں جو لوگ رکاوٹ بنتے ہیں ان سے جہاد کیا جاتا ہے۔ یہ صورت نہیں ہے جیسا کہ کافر اعتراض کرتے ہیں کہ بزور شمشیر لوگوں کو مسلمان ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے اور اس کی ہمارے پاس کئی دلیلیں ہیں کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے تھے ان پر شمشیر کس نے چلائی تھی مکی زندگی میں تو مسلمان ہونے والوں کو سخت تکلیفیں دی جاتی تھیں جیسے وہاں پھیلا ایسے ہی بعد میں پھیلا دوسری دلیل یہ ہے کہ ایمان تو دل کی صفت ہے جبراً زبان سے کچھ کہلوایا جا سکتا ہے دل کو تلوار سے بدلا نہیں جا سکتا تیسری دلیل یہ ہے کہ اسلام میں اجازت ہے کہ کافر ذمی بن کر ہمارے ملک میں رہیں۔ معلوم ہوا کہ ہم کافروں کو کفر کے ساتھ زندہ رہنے کی اجازت دیتے ہیں اور ان کی حفاظت ہم پر واجب ہو جاتی ہے اس لئے یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے چوتھی دلیل مشاہدہ ہے کہ ہمیشہ اپنی مرضی سے کافر مشرف باسلام ہوتے رہے ہیں چنانچہ ہندوستان میں کچھ لوگ تو مسلمان تاجروں کی دیانت تقویٰ اور صفائی معاملات کو دیکھ کر مسلمان ہوئے اور کچھ اولیاء اللہ کے دینی کمالات اور روحانیت اور تعلق مع اللہ کے انوار کو دیکھ کر مسلمان ہوئے۔ ۶۔ اہل حق کی حفاظت کے لئے بھی جہاد کیا جاتا ہے۔ ۷۔ بعضوں کو زنجیروں کے ذریعہ سے جنت میں لے جانا مقصود ہوتا ہے کہ جہاں میں کافر قید ہو کر آئیں اہل اسلام کے گھروں میں رہ کر اسلام کے کمالات و انوار محسوس کریں اپنی خوشی سے مسلمان ہو جائیں جبر نہیں کیا جاتا بلکہ نرم سلوک کی ہمیشہ تاکید کی جاتی ہے کہ بھائیوں کی طرح گھر میں رکھیں اگر بخوشی مسلمان ہو

جائیں تو جنت میں چلے جائیں۔ ۸۔ جہاد کے سفر میں ثواب اعمال صالحہ کا بڑھ جاتا ہے۔ مسلمانوں کو بیزائد ثواب دینا مقصود ہے۔ ۹۔ شہادت سے گناہ معاف کرانے مقصود ہیں۔ ۱۰۔ شہادت سے حیات ابدیہ حاصل کرنی مقصود ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ ۱۱۔ ثواب جہاد حاصل کرنا مقصود ہے کیونکہ جہاد بہت بڑی عبادت ہے۔ ۱۲۔ شہادت سے بلند مرتبہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں حاصل کرنا مقصود ہے۔ ۱۳۔ مشقت کی وجہ سے جہاد کا خصوصی ثواب حاصل کرنا مقصود ہے۔ ۱۴۔ صبر کے موقعے چونکہ جہاد میں بہت ہیں اس لئے صبر کا خصوصی ثواب حاصل کرنا مقصود ہے۔

جہاد کے بعض آداب:۔ ۱۔ ثابت قدم رہنا یایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا ۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری اطاعت کرنا کیونکہ مومن کی فتح اس سے ہے کثرۃ الرجال والسلاح سے نہیں ہے۔ واطیعوا اللہ ورسولہ ۔ ۴۔ آپس میں جھگڑا نہ کیا جائے اور یہ چیز تواضع سے حاصل ہوتی ہے اس لئے تواضع پر دینی ترقی کا دارومدار ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تنازعوا۔ ۵۔ صبر کرنا قال تعالیٰ واصبروا اور صبر کے چھ اسباب قرآن پاک میں یکجا جمع ہیں وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون پہلا سبب بشر میں ہے کہ مصیبت میں اور پھر صبر میں ثواب اتنا زیادہ ہے کہ قیامت کے دن جب مصیبت والوں کو اونچے درجات ملیں گے تو راحت سے دنیا میں رہنے والے تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالیں قینچیوں سے کاٹی جاتیں آج ہمیں یہ درجے تو مل جاتے اور حضرت ابن عباس سے ان کے والد کی وفات پر سب سے زیادہ سکون ایک دیہاتی کے شعروں سے ہوا۔

اصبر نکن بک صابرین فانما　　صبر الرعیۃ بعد صبر الراس

خیر من العباس اجرک بعدہ　　واللہ خیر منک للعباس

دوسرا سبب الصابرین کے جمع کے صیغہ میں ہے کہ اکیلے ایک آدمی پر مصیبت آتی تو برداشت مشکل تھی اب یہ سوچ لے گا کہ سب پر مصیبت آتی رہتی ہے مرگ انبوہ جشنے دارد ایک عورت نے ایک عالم سے کہا دعا کرو میرا بیٹا زندہ ہو جائے فرمایا ایسے گھر سے تھوڑا آٹا لاؤ جس گھر میں کوئی فوت نہ ہوا ہو گئی گھروں میں گئی سب گھروں سے تین تین چار چار موتوں کے حالات سن کر آئی تو تسلی ہو گئی تیسرا سبب کلمہ اذا میں ہے جو یقین کے لیے آتا ہے کلمہ اذا میں اللہ تعالیٰ نے تقدیر کے مسئلہ کی طرف اشارہ فرما دیا کہ یہ مصیبت تو تقدیر میں لکھی تھی اور ضرور ہی آنی تھی کوئی تدبیر اس میں کامیاب نہ ہو سکتی تھی تقدیر کا مسئلہ کچھ مشکل تھا اس لئے بظاہر بیان نہ فرمانا چاہئے تھا لیکن دو حکمتوں کی وجہ سے قرآن و حدیث میں بیان فرمایا گیا پہلی حکمت لکیلا تاسوا علی ما فاتکم اگر تقدیر کا مسئلہ معلوم نہ ہوتا تو ہمیشہ پریشان رہتا کہ والد صاحب کو مثلاً فلاں دوا مل جاتی تو بچ جاتے فلاں ڈاکٹر کو دکھاتے تو بچ جاتے۔ دوسری حکمت ولا تفرحوا بما اتکم کہ راحت میں حد سے زیادہ خوش نہ ہو جو فخر اور تکبر تک جا پہنچے بلکہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور تقدیر میں بھی لکھ دیا کہ یہ نعمت ملے میرا اس میں کمال نہیں ہے۔ چوتھا سبب قالوا انا للہ میں ہے کہ مصیبت میں دو غم ہوتے ہیں ایک عقلی اور ایک طبعی انا للہ میں عقلی کا ازالہ ہے کہ ہمارے والد کو کون ہے ہم سے جدا کرنے والا اس شبہ پر سوچو کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں کوئی شخص اپنی الماری کی ایک کتاب کو ایک خانہ سے اٹھا کر دوسرے خانہ میں رکھ دے تو کسی اجنبی آدمی کو اعتراض کا حق نہیں ہوتا پانچواں سبب ہے وانا الیہ راجعون کو معنی سوچ کر پڑھنا تاکہ طبعی غم بھی دور ہو جائے کہ اکٹھے رہنے کی وجہ سے طبعاً جدائی کا غم ہے ازالہ فرما دیا کہ سوچو کہ یہ جدائی عارضی ہے ہم بھی وہاں ہی جانے والے ہیں جہاں ہمارے والد مثلاً گئے ہیں اسی لفظ راجعون میں چھٹا سبب بھی صبر حاصل کرنے کا مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ رجوع کہتے ہیں جہاں سے آئے ہوں وہاں واپس جانے کو معلوم ہوا کہ آخرت

ہمارا اصلی وطن ہے اور دنیا میں ہم مسافر ہیں اور سفر میں کچھ تکلیف بھی ہو تو عارضی ہونے کی وجہ سے وہ تکلیف بہت ہلکی لگتی ہے اور برداشت کرنی آسان ہوتی ہے اس تصور سے بھی صبر آسان ہو جاتا ہے۔ یہ چھ سبب تو اکٹھے قرآن پاک میں مذکور ہیں ایک ساتواں سبب قریب ہی مذکور ہے ان اللہ مع الصابرین کہ مصیبت میں سوچا کرو کہ صبر کرنے سے معیت حق تعالے مل جائے گی اور آٹھواں صبر کا سبب سلف کا کلام میں یوں مذکور ہے کہ مصیبت میں سوچا کرو۔

خدا گر بحکمت بند درے
بفضلش کشاید درے دیگرے

ان سب اسباب کا لحاظ کر کے اے میرے روحانی بچو بے صبری اور گناہ سے بچو اے بچو بچو وفقکم اللہ تعالے **کتاب المغازی کی تقدیر عبارت اور لفظی تحقیق**:۔ تقدیر عبارت یہ ہے ھذا کتاب فی بیان مغازی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور لفظ مغازی جمع ہے مغزیٰ کی اور یہاں یہ مصدری معنیٰ میں ہی ہے البتہ بعض دفعہ یہی لفظ ظرفی معنیٰ میں بھی استعمال ہو جاتا ہے یہاں بہر حال مصدری معنیٰ میں ہی استعمال ہوا ہے۔ پھر مغزیٰ اور غزوہ کے اصل لغوی معنیٰ قصد کے ہیں یہاں مراد ہے قصد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکفار للقتال اور یہ مغزیٰ کے شرعی معنیٰ ہیں۔ پھر غزوہ اور سریہ میں فرق یہ ہے کہ جس جہاد میں خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے ہوں اس کو غزوہ کہتے ہیں ورنہ سریہ کہتے ہیں لیکن احادیث میں ایک دوسرے کی جگہ یہ الفاظ استعمال ہو جاتے ہیں غزوہ کی جگہ سریہ اور سریہ کی جگہ غزوہ استعمال ہو جاتا ہے پھر غزوہ اور غزو میں یہ فرق ہے کہ تاء لگنے سے معنیٰ ہو جاتے ہیں ایک دفعہ کی لڑائی۔ **غزوات اور سرایا کی تعداد**:۔ راجح یہ ہے کہ غزوات ۱۹ اور سرایا ان سے دوگنے یعنی ۳۸ ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ غزوات ۲۶ اور سرایا ۴۷ ہیں لیکن پہلا قول راجح شمار کیا گیا ہے اور بعض نے یہ تطبیق بھی دی ہے کہ ایک سفر کے دو جہادوں کو بعض راویوں نے ایک ہی شمار کر لیا اور بعض راویوں نے دو شمار فرمایا اس لئے تعداد کے ذکر کرنے میں فرق ہو گیا۔ **کتاب المغازی کے ابواب کی ترتیب**:۔ امام بخاری نے کتاب المغازی کے ابواب کو علم تاریخ کی طرح ترتیب وار بیان فرمایا ہے یعنی جس ترتیب سے وقوع ہوا اسی ترتیب سے باب باندھے ہیں۔ اور حضرات محدثین میں سے یہ امام بخاری کا خصوصی طرز ہے دوسرے محدثین حضرات ترتیب وقوعی کا اہتمام نہیں فرماتے۔ **مدار روایات مغازی**:۔ امام بخاری نے مغازی کی روایات کا مدار محمد بن اسحٰق بن یسار المدنی پر رکھا ہے جنہوں نے حضرت انسؓ کی زیارت کی ہے کتاب المغازی کے مصنف ہیں وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے مسائل میں امام بخاری نے اس صحیح میں ان کو بطور استشھاد لیا ہے اور امام بخاری نے اپنی کتاب جزء القراء خلف الامام میں بھی ان کی روایت کو لیا ہے اور امام مسلم نے متابعات میں ان کی روایت لی ہے اور امام نسائی امام ابوداؤد امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے ان سے روایات لی ہیں۔ امام محمد بن اسحٰق کے علاوہ اسلامی مورخین میں سے واقدی اور موسیٰ بن عقبہ سے بھی امام بخاری نے اپنی اس کتاب المغازی میں روایات لی ہیں۔

باب غزوۃ العشیرۃ او العسیرۃ

جہاد کی سب سے پہلی آیت یہ شمار کی گئی ہے **اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر**۔ اور اس مغازی کے پہلے باب کی غرض اس غزوہ عشیرہ کا بیان ہے۔ امام بخاری نے او کے ساتھ دو لفظ ذکر فرمائے یہ او شک کے لئے ہے امام نووی نے العسیر بغیر تاء کے بھی ذکر فرمایا اور ان سب میں راجح العشیرۃ ہے پھر عسیرہ کے معنیٰ ہیں مافیہ قلۃ الاذیۃ جس میں مشقت تھوڑی تھی اور العشیرہ جگہ کا نام ہے ینبع جگہ کی جانب واقع تھی **اول ما غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الابواء ثم بواط ثم العشیرۃ**:۔ الابواء ایک جگہ کا نام ہے جو کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے اور مدینہ منورہ سے زیادہ قریب ہے۔ یہ سب سے پہلا جہاد تھا۔

اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود نکلے تھے ہجرت کے تقریباً بارہ ماہ بعد صفر ۲ھ میں ہوا اور مدینہ منورہ میں حضرت سعد بن عبادہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ قریش اور بنی ضمرہ پر حملہ فرمانا تھا۔ بنی ضمرہ نے صلح کر لی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی کے واپس تشریف لے آئے۔ بواط :۔ قبیلہ جھینہ کے پہاڑوں میں سے ایک کا نام بواط ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً ۳۶ میل دور واقع ہے۔ ۲۔ ربیع الاول ۲ھ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ایک قافلہ سے جہاد فرمانے کے لئے مدینہ منورہ سے نکلے السائب بن عثمان بن مظعون کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو سو سوار تھے۔ اور جھنڈا اس جہاد میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے اٹھایا ہوا تھا۔ قریش کے اس قافلہ میں امیہ بن خلف بھی تھا اور قریش کے سو مرد تھے اور پانچ سو اونٹ تھے بواط پہاڑ کے پاس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول کے آخر اور جمادی الاولیٰ کے کچھ دن قیام فرمایا پھر بغیر لڑائی کے واپس تشریف لے آئے۔ **العشیرۃ** :۔ اس مقام پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا ۲ھ میں جمادی الاولیٰ میں اور کچھ دن جمادی الاخریٰ میں ارادہ تھا کہ قریش کا جو قافلہ شام کی طرف جا رہا ہے اس پر حملہ کیا جائے اس میں جھنڈا حضرت حمزہ کے ہاتھ میں تھا وہاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح فرمائی بنی مدلج قبیلہ سے اور ان کے حلفاء سے جو بنی ضمرہ قبیلہ کے تھے پھر بغیر لڑائی کئے واپس تشریف لے آئے اور اس سفر میں حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ چھوڑا تھا۔ **فایھم کانت اول** :۔ اور ترمذی شریف کی روایت میں سب احسن یہ محاورات کے زیادہ قریب ہے سوال اصحاب سیر نے غزوہ عشیرہ سے پہلے تین غزوے ذکر کئے ہیں جن میں سے دو یہاں بخاری شریف میں بھی مذکور ہیں جواب۔ ۱۔ حضرت زید بن ارقم ان تین کے بعد اسلام لائے تھے۔ ۲۔ یہ تین چھوٹے چھوٹے تھے۔ ۳۔ یہ تین مشہور نہ تھے اس لئے حضرت زید بن ارقم کو معلوم نہ ہوئے۔

باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل ببدر

بعض نسخوں میں قتل ماضی مجہول کا صیغہ ہے لیکن راجح مضارع کا صیغہ ہے تاکہ روایت جو اس باب میں ہے باب اس کے مطابق ہو جائے اور روایت میں واقعہ سے پہلے اطلاع دینا مذکور ہے جو اخبار بالغیب ہونے کی وجہ سے معجزہ ہے اسی معجزہ کے اظہار کے لئے خبر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دی تھی اور اسی معجزہ کا بیان باب کا مقصد ہے **الصباۃ** :۔ یہ جمع ہے صابی کی جو ہٹنے والا ہو اپنے دین سے دوسرے دین کی طرف۔ **لا منعنک ماھو اشد علیک منہ طریقک** :۔ دو طرح پڑھ سکتے ہیں ۱۔ طریقک منصوب اس صورت میں یہ بدل ہوگا ما کا۔ ۲۔ طریقک مرفوع اس صورت میں یہ خبر ہوگی مبتدا محذوف کی ای ھو طریقک **انھم قاتلوک** :۔ ۱۔ اے امیہ مسلمان تجھے قتل کر دیں گے۔ ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تجھے قتل کر دیں گے اور جمع کا صیغہ تعظیماً ہے ۔۳۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی تجھے قتل کر دیں گے کیونکہ یہ قتل کا سبب بنیں گے۔ **قتلہ اللہ عزوجل ببدر** :۔ اللہ تعالیٰ نے امیہ کا قتل مقدر فرما دیا حضرت بلال مؤذن کے ذریعہ سے بدر میں۔

باب قصتہ غزوۃ بدر

غرض غزوہ بدر کے واقعہ کا بیان ہے۔ لفظ باب مضاف ہے تقدیر عبارت یہ ہے ھذا باب قصۃ غزوۃ بدر معنی یہ ہیں ھذا باب فی بیان واقعۃ غزوۃ بدر **وقول اللہ تعالیٰ** :۔ یہ قول کا لفظ مجرور ہے اور عطف ہے قصہ پر **لقد نصرکم اللہ ببدر** :۔ یہ بیان بطور منت کے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا مسلمانوں پر کہ باوجود عدد کی اور ہتھیار کی قلت کے اسلام کو غلبہ نصیب فرمایا۔ **ببدر** :۔ اس جگہ کو بدر اس لئے کہتے تھے۔ ۱۔ کہ یہاں ایک کنواں تھا ایک آدمی کا جس کا نام بدر بن الحارث تھا۔ ۲۔ یہ کنواں بدر کی طرح گول تھا اس لئے اس کنویں کو بدر کہتے تھے۔

۳۔ اس کنویں کا پانی صاف تھا اور اس میں سے بدر کا چاند صاف نظر آتا تھا۔ اس بدر جگہ میں سال میں ایک دفعہ بازار بھی لگا کرتا تھا **وانتم اذلۃ**:۔ کیونکہ صحابہ کرام کی گنتی بھی کم تھی۔ ہتھیار بھی کم تھے اور سواریاں بھی کم تھیں۔ **فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون**:۔ ثابت قدم رہ کر تقویٰ اختیار کرو اور اگر ایسا کرو گے تو تمہیں احد میں ایسی نعمت دی جائے گی جس پر تم شکر کرو گے یہاں شکر کا اطلاق شکر کے سبب نعمت پر کیا گیا ہے۔ **الن یکفیکم ان یمد کم ربکم بثلاثۃ الاف من الملئکۃ منزلین**:۔ مسلمانوں کو اطلاع پہنچی تھی کہ کرز بن جابر مشرکین مکہ کی امداد کے لئے آنا چاہتا ہے تو مسلمانوں کو یہ شاق گذرا اس پر یہ آیت نازل ہوئی الن یکفیکم ان یمدکم ربکم الایۃ پھر جب کرز کو مشرکین کی شکست کی اطلاع پہنچی تو وہ امداد کو نہ آیا تو اللہ تعالےٰ نے بھی فرشتے نہ بھیجے لیکن راجح یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرشتے پہلے ایک ہزار بھیجے پھر تین ہزار کر دیے پھر پانچ ہزار کر دیئے۔ **بخمسۃ الاف من الملئکۃ مسومین**:۔ فرشتوں کی نشانیاں کیا تھیں اس میں مختلف اقوال ہیں۔ ۱۔ بدر میں کالی پگڑیاں تھیں اور احد میں سرخ۔ ۲۔ زرد پگڑیاں تھیں کیونکہ حضرت زبیر کی پگڑی زرد تھی۔ ۳۔ بدر میں سفید اور حنین میں سرخ پگڑیاں تھیں۔ ۴۔ گھوڑے فرشتوں کے سیاہ سفید تھے چتکبرے اور پگڑیاں زرد تھیں۔ ۵۔ گھوڑوں کے کانوں پر اور ماتھوں پر سفید اون تھی۔ **فینقلبوا خائبین**:۔ یعنی جو امید لے کر آئے تھے مسلمانوں کو شکست دینے کی وہ حاصل نہ کر سکے۔

سوال:۔ قافلہ پر حملہ کرنا تو ایک قسم کا ڈاکہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے یہ کیوں اختیار فرمایا۔ جواب:۔ کوئی حکومت اور کوئی قوم اس بات کی اجازت نہیں دیتی ہے کہ دشمن ان کی زمین میں سے یا زمین کے ملحقات میں سے گذرے۔ قریش گزرنا چاہتے تھے اس لئے ان کو سزا دینی ضروری تھی۔ **وقال وحشی قتل حمزۃ طعیمۃ بن عدی بن الخیار یوم بدر**:۔ یہ وحشی بیٹے ہیں حرب کے یہ مولیٰ ہیں طعیمہ کے یا مولیٰ ہیں جبیر بن مطعم بن عدی کے جب حضرت حمزہ نے طعیمہ کو قتل کر دیا بدر میں تو جبیر نے حضرت وحشی سے کہا اگر تم حمزہ کو میرے چچا کے بدلے قتل کر دو تو تم آزاد ہو چنانچہ غزوہ اُحد میں حضرت وحشی نے جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ کو شہید کر دیا۔ پھر بخاری شریف کی اس عبارت میں ابن الخیار کا لفظ کسی راوی کا وہم ہے صحیح نام ہے عدیم بن نوفل۔

باب قول اللہ تعالےٰ اذ یستغیثون ربکم الآیۃ

غرض ان آیات کی تفسیر ہے۔ **اذ یغشیکم النعاس**:۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا النعاس فی القتال امنۃ من اللہ وفی الصلوٰۃ وسوسۃ من الشیطان۔ **فثبتوا الذین امنوا**:۔ تثبیت کی صورت میں چند قول ہیں۔ ۱۔ شاباش کہنا۔ ۲۔ تکثیر سواد کہ دیکھنے میں زیادہ لگیں اس سے بھی دشمنوں کا حوصلہ پست ہوتا ہے۔ ۳۔ ساتھ مل کر کافروں سے لڑائی کرنا اس تیسرے قول پر بعد والا ارشاد فاضربوا فوق الا عناق اسی تثبیت کی وضاحت ہوگی۔ **فوق الا عناق**:۔ اس کے مصداق میں دو احتمال ہیں۔ ۱۔ جہاں جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ گردن کا اوپر کا حصہ۔ ۲۔ سر مراد ہیں۔ **کل بنان**:۔ اس کے مصداق میں بھی دو احتمال ہیں۔ ۱۔ انگلیوں کے کنارے۔ ۲۔ سب جوڑ **احبُّ الی مما عدل بہ**:۔ اس ما کے مصداق میں فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے تین احتمال بیان فرمائے ہیں۔ ۱۔ ایسا ثواب کا کام۔ ۲۔ ایسا دنیا کا کام۔ ۳۔ دونوں احتمال ایسا ثواب کا یا دنیا کا کام **اللھم انشدک عھدک**:۔ اے اللہ میں آپ سے وعدہ کا پورا ہونا مانگتا ہوں۔ **اللھم ان شئت لم تعبد**:۔ اے اللہ اگر ہمیں آج شکست ہو گئی تو آپ کی عبادت نہ ہوگی کیونکہ میں آخری نبی ہوں تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی عبادت نہ ہو۔ اس لحاظ سے یہ دعاء بھی ختم نبوت کی ایک دلیل ہے۔ **فاخذ ابو بکر بیدہ فقال حسبک**:۔ سوال بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر کو اللہ تعالےٰ کے وعدہ پر زیادہ بھروسہ تھا اسی لئے دعاء ختم کرنے کا مشورہ دیا حالانکہ نبی کا توکل غیر نبی سے

زیادہ ہوتا ہے جواب ۔ا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت حضرات صحابہ پر زیادہ تھی اس لئے اس عاجزانہ ومسکینانہ دعاء سے صحابہ کی تسلی فرمائی کیونکہ صحابہ کرام یہ جانتے تھے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مستجاب الدعوات ہیں ۔۲۔ حضرت ابوبکرؓ کا قول اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء قبول فرمالی ہے ۔اسی لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **سیهزم الجمع ویولون الدبر** ۔۳۔ کیفیات اوران کی کمی بیشی غیر اختیاری حالات ہوتے ہیں ان پر درجات کی کمی بیشی کا مدار نہیں ہوتا ۔۴۔ حضرت ابوبکر کو جو کچھ بھی حاصل ہوا یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی تو حاصل ہوا ۔۵۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات صحابہ کا فکر زیادہ تھا اس لئے یہ توکل کی کمی نہ تھی فکر کی زیادتی تھی ۔ پھر اس قسم کی دعاء غزوہ بدر کے علاوہ غزوہ احد میں بھی منقول ہے اور یہ دعاء غلبہ حال پر مبنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہماری عبادت کے محتاج نہیں ہیں اور یہ غلبہ حال انبیاء علیہم السلام میں بہت کم ہوتا ہے اور اولیاء اللہ میں کثرت سے ہوتا رہتا ہے ۔

باب: یہ باب بلا ترجمہ ہے اس لئے تتمہ ہے ماقبل کا ۔

باب عدة اصحاب بدر

غرض اصحاب بدر کی گنتی کا بیان ہے ۔ سوال ۔ اس روایت میں تو یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کو غزوہ بدر میں چھوٹا شمار کیا گیا اس کے برخلاف ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر کو غزوہ احد میں چھوٹا شمار کیا گیا ۔ جواب دونوں موقعوں میں حضرت ابن عمر کو چھوٹا شمار کیا گیا ۔ چنانچہ ایک روایت میں حضرت ابن عمر سے صراحۃً منقول ہے کہ مجھے بدر اور احد میں چھوٹا شمار کیا گیا **نیفا علی ستین:** لفظ نیف کا اطلاق دس سے کم پر ہوتا ہے ۔ پھر شرکاء بدر صحابہ کرام کی پاک ہستیوں کی تعداد میں اقوال مختلف ہیں ۳۰۵ '۳۰۶ '۳۱۴ '۳۱۵ '۳۱۷ '۳۱۹ '۳۱۹ ۔ پھر وجہ اختلاف اور تطبیق یہ ہے کہ حقیقۃً شریک ہونے والے تو ۳۰۵ حضرات ہیں ان کے علاوہ چند قسم کے حضرات حکماً شریک ہوئے ا۔ صغر کی وجہ سے ساتھ جانے کی اجازت نہ ملی ۔۲۔ حاجت کی وجہ سے راستہ سے واپس آگئے ۔۳۔ خدمت کی پانی پلایا ۔ لڑائی میں شریک نہ ہوئے ۔۴۔ حضرت ابولبابہ کو مدینہ منورہ انتظامات کے لئے اپنا نائب بنا کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا ۔۵۔ حضرت عاصم بن عدی کو اہل عالیہ کے انتظامات کے لئے اپنا نائب بنا کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا ۔۶۔ اپنی حاجات کی وجہ سے بعض حضرات مدینہ منورہ رہ گئے اگرچہ جانا چاہتے تھے ۔۷۔ بعض حضرات کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوس بنا کر بھیجا تھا اس لئے وہ لڑائی میں شریک نہ ہو سکے ۔۸۔ بعض کی ہڈی راستہ میں ٹوٹ گئی اس مجبوری سے وہ واپس تشریف لے گئے ۔۹۔ بعض حضرات کی وفات راستہ میں ہوگئی ۔۱۰۔ حضرت عثمان کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کی تیمارداری کے لئے مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم فرمایا وہ حضرت عثمانؓ کی اہلیہ محترمہ تھیں اس لئے وہ حقیقۃً شریک نہ ہوئے حکماً ہوئے کیونکہ اصل مقصود تو اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے ۔ اب ان انواع مذکورہ میں سے بعض نے بعض کو لیا بعض نے سب کو لیا بعض نے کسی کو بھی نہ لیا اور حقیقی شرکاء کی گنتی ۳۰۵ ذکر فرمادی **انهم كانوا عدة اصحاب طالوت:** بنی اسرائیل پر عمالقہ کا بادشاہ جالوت غالب آگیا اور ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا ۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں حضرت اشمویل علیہ السلام نبی ہوئے تو بنی اسرائیل نے ان سے بادشاہ مقرر فرمانے کی درخواست کی انہوں نے دعاء مانگی ایک عصا اور ایک سینگ میں تیل دیا گیا کہ جو آنے والا اس لاٹھی کے برابر ہو اور تیل اس کے آنے پر خشک ہو جائے وہ بادشاہ ہوگا ۔ حضرت طالوت گدھے پر پانی لوگوں کو پلایا کرتے تھے ۔ ان کا گدھا ایک دفعہ گم ہوگیا اس کو تلاش کرتے کرتے حضرت اشمویل علیہ السلام کے پاس آئے انہوں نے حضرت طالوت کو ناپا تو اس

عصا کے برابر نکلے دیکھا تو سینگ میں تیل خشک ہو گیا بعد میں بنی اسرائیل کی تسلی کے لئے متبرک صندوق ان کے گھر کے سامنے پہنچا دیا گیا۔ ۸۰ ہزار میں سے ۳۱۰ سے کچھ زائد نہر پر سے گزر سکے حضرت داؤد علیہ السلام بھی ان مجاہدین میں تھے ایک پتھر نے ان سے عرض کیا مجھے رکھ لو میں جالوت کو قتل کروں گا۔ ۴۰ سال حضرت طالوت کی حکومت رہی اور کہا گیا ہے کہ ان کو نبی بھی بنا دیا گیا تھا لیکن راجح یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام جوان کی وفات کے بعد بادشاہ بنے تھے ان پر نبوت اور بادشاہت جمع ہوئی تھیں۔

باب دعاء النبي صلى الله عليه وسلم على كفار قريش

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کفار قریش پر بددعاء کا بیان فرمانا ہے اور بعض نسخوں میں یہ باب نہیں ہے۔

باب قتل ابى جهل

ایک نسخہ میں یہ باب نہیں ہے اور ایک نسخہ میں یوں ہے باب قتل ابی جہل وغیرہ یہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس باب میں قتل ابی جہل کے علاوہ بھی بعض واقعات جہاد مذکور ہیں پس غرض اس قتل کا اور بعض واقعات جہاد کا بیان فرمانا ہے۔ وبہ رمق:۔ بقیہ روح جو حلق میں اٹکی ہوئی تھی۔ **هل اعمد من رجل قتلتموه** لفظ اعمد کے یہاں مختلف معانی کیے گئے ہیں:۔ ۱۔ اعجب۔ ۲۔ اغضب۔ ۳۔ اهلک۔ ۴۔ ازید۔ ۵۔ افضل ان پانچوں معنوں میں سے جو بھی لیں تقدیر عبارت میں تین قول ہیں۔ ۱۔ لیس حالی اعجب من حال رجل قتلہ قومہ یعنی مجھ پر کوئی عار نہیں کیونکہ عار اس وقت ہوتی جبکہ میری قوم کا غیر کوئی مجھے قتل کرتا اور تمہارے لئے بھی کوئی فخر نہیں ہے۔ کیونکہ تم نے اپنی قوم میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے اور ساری قوم شجاعت میں برابر ہے۔ ۲۔ دوسری تقدیر عبارت یہ مانی گئی ہے لا افضل منی قتل الیوم۔ کہ آج جتنے قتل ہوئے ہیں ان میں مجھ سے افضل کوئی نہیں۔ ۳۔ تیسری تقدیر عبارت یہ بھی مانی گئی ہے کہ یہاں دو جملے ہیں بل کان ذلک الاعمد اور پھر اعمد سے پہلے همزہ استفہام کا محذوف ہے صرف جملے دو ہو گئے دوسرے جملے کے پھر وہی دو معنیٰ ہیں جو پہلی تقدیر عبارت اور دوسری تقدیر عبارت میں کئے گئے۔ **قد ضربه ابنا عفراء**:۔ مسلم شریف اور بخاری شریف کتاب الجہاد میں حضرت معاذ بن عمرو کا بھی ابوجہل کا پاؤں کاٹنا اور گرانا آتا ہے تطبیق یہ ہے کہ حضرت معاذ بن عمرو نے پاؤں کاٹ کر گرایا پھر حضرت معاذ بن عفراء اور حضرت معوذ بن عفراء نے حملہ کر کے شدید زخمی کیا پھر لڑائی کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود نے گردن کاٹی۔ **هل فوق رجل قتلتموه**:۔ اس کے وہی معنیٰ اور تقدیر عبارت ہے جو گذشتہ حدیث پاک میں اعمد من رجل کے ذکر کئے گئے ہیں۔ **قال احمد بن يونس انت ابو جهل**:۔ یعنی پہلے دو ہمزوں کے ساتھ نقل کیا گیا تھا اس روایت میں انت میں ایک ہمزہ ہے۔ **ابنا عفراء**:۔ یعنی حضرت معاذ بن عفراء اور حضرت معوذ بن عفراء حتیٰ برد اور مسلم شریف کی روایت میں ہے حتیٰ برک کہ زمین پر گر گیا اور مسلم شریف والے الفاظ کو ترجیح دی گئی ہے معنیٰ کے لحاظ سے کیونکہ لڑائی کے بعد ابوجہل کا حضرت عبد اللہ بن مسعود سے گفتگو کرنا ابھی دو روایتوں میں گذرا ہے اور ایک روایت میں یہ گفتگو بھی لڑائی کے بعد منقول ہے کہ ابوجہل نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے کہا کہ میری گردن نیچے سے کاٹنا کہ جب سر جمع ہوں تو میرا سر اونچا نظر آئے گویا ابوجہل کا تکبر فرعون کے تکبر سے بھی بڑھ کر تھا کیونکہ فرعون کا تکبر تو مرتے وقت ٹوٹ گیا تھا چنانچہ اس نے کہا تھا آمنتُ انه لا اله الا الذی آمنت به بنو اسرائیل وانا من المسلمین گو یہ ایمان اس کے کام نہ آیا کیونکہ جب آخرت کی چیزیں نظر آنی شروع ہو جائیں تو ایمان معتبر نہیں ہوتا۔ یہ ایمان بھی ایسے ہی وقت میں تھا۔ اس کو حالت یاس کہتے ہیں اس سے پہلے جو حالت یاس ہوتی ہے اس میں توبہ

اور ایمان معتبر ہو جاتے ہیں انا اول من یجثو بین یدی الرحمٰن للخصومتہ یوم القیامتہ:. یہ اولیت اس امت کے مجاہدین کے لحاظ سے ہے کیونکہ یہ اسلام میں پہلی مبارزۃ تھی۔ حمزۃ وعلی وعبیدۃ:. حضرت علیؓ نے ولید سے لڑائی کی اور اسے قتل کر دیا۔ حضرت حمزہ نے عتبہ سے یا شیبہ سے لڑائی کی اور اسے قتل کر دیا حضرت عبیدہ کے گھٹنے میں زخم آیا۔ حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے حضرت عبیدہ کی امداد فرمائی اور تیسرے کافر کو بھی قتل فرما دیا پھر سفر سے واپسی پر صفراء کے مقام پر حضرت عبیدہ کی اسی گھٹنے کے زخم کی وجہ سے شہادت واقع ہو گئی۔ کان ینزل فی بنی ضبیعتہ:. اس بناء کا ان کو ضبیعی کہتے تھے۔وھو مولیٰ لبنی سدوس :۔اسی لئے ان کو سدوسی کہتے تھے۔ کاتبتُ اُمیتہ بن خلف :۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرمارہے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف سے معاہدہ کیا تھا کہ تم مکہ میں میری حفاظت کرنا میں تمہاری حفاظت کروں گا اور اس معاہدہ میں رشتہ دار اور دوست بھی داخل تھے۔ فذکر قتلہ وقتل ابنہ:. اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ یوم بدر میں ایک پہاڑ کی طرف نکلا تا کہ میں اس کی حفاظت کروں جبکہ لوگ سو گئے حضرت بلال نے ان کو دیکھ لیا پس حضرت بلال نے انصار کی ایک جماعت کے پاس کھڑے ہو کر پکارا لا نجوت ان نجا امیۃ تو ایک جماعت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہ کے نشان قدم پر روانہ ہو گئی۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ جب ہمیں خطرہ ہوا کہ یہ ہمیں پکڑ لیں گے تو میں نے امیہ کے ایک بیٹے کو پیچھے چھوڑ دیا تا کہ وہ اس میں مشغول ہو جائیں اور ہم بھاگ جائیں وہ اسے قتل کر کے پھر ہمارے پیچھے آ پہنچے اور امیہ بھاری بدن کا تھا تیز بھاگ نہ سکتا تھا تو میں نے کہا تو زمین پر گر جاوہ گر گیا تو میں اس کے اوپر گر گیا تا کہ اس کی حفاظت کر سکوں تو میرے نیچے سے تلواریں مار کر اسے قتل کر دیا حضرت

بلال اس امیہ کے غلام تھے بہت تکلیف پہنچاتا رہا۔ حضرت ابوبکر نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ کسی نے اسی وجہ سے یہ شعر کہا۔

ہنیئاً زادک الرحمٰن فضلاً

فقد ادرکت ثارک یا بلال

قرا والنجم فسجد بھا:. سورہ نجم والے واقعہ کو یہاں لانے کی مناسبت یہ ہے کہ اگر آخری دو باب نہ مانے جائیں تو پھر یہ روایت باب عدۃ اصحاب بدر کا حصہ بنے گی تو اس صورت میں مناسبت ظاہر ہے کہ امیہ بن خلف کو جس نے پورا سجدہ نہ کیا تھا بدر میں قتل کیا گیا تھا اور اگر آخری باب میں اس روایت کو شمار کیا جائے اور باب یوں مانا جائے باب قتل ابی جہل وغیرہ تو پھر بھی مناسبت ظاہر ہے اور یہ واقعہ غیرہ میں آجائے گا اور اگر صرف یہ مانا جائے باب قتل ابی جہل تو پھر گزشتہ روایات کا تتمہ شمار کی جائے گی یہ روایت اور ایسے ہی اگر قتل ابی جہل والا باب نہ مانا جائے اور اس روایت کو بددعا والے باب میں شمار کیا جائے تو پھر بھی یہ روایت گزشتہ روایات کا تتمہ شمار کی جائے گی وسجد من معہ:۔یعنی جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم کے اخیر کی آیتیں پڑھیں اور آخری آیت میں سجدہ آیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا تو اس مجلس میں جتنے مشرک بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا سوائے ایک بوڑھے کے پھر اس کی مختلف توجیہات ہیں کہ مشرکین نے کیوں سجدہ کیا۔ ا۔ علامہ جلال الدین محلی نے تفسیر جلالین میں ایک روایت نقل کی ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی افرایتم اللات والعزی و منات الثالثہ الا خری تو شیطان نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جیسی آواز بنا کر پڑھ دیا تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجی۔اور یہی معنیٰ علامہ محلی کے نزدیک اس آیت کے ہیں وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطٰن فی امنیتہ لیکن جمہور ائمہ کے نزدیک یہ روایت معلول ہے اور اصول ثابتہ فی

الدین کے خلاف ہے کہ اگر شیطان نبی جیسی آواز بنا کر پڑھ سکتا ہے یا نبی کی زبان پر جاری کر سکتا ہے جیسا کہ بعض نے یہ معنیٰ بھی کئے ہیں کہ شیطان نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہ مذکورہ الفاظ جاری کر دیئے تھے تو اس صورت میں وحی سے امان اٹھ جائے گا۔ اس لئے یہ روایت معلول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور آیت کے معنیٰ صرف یہ ہیں کہ شیطان لوگوں کے دلوں میں نبی کی تلاوت کے بارے میں وساوس ڈالتا ہے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ نبی کی زبان پر جاری کرتا ہے یا نبی جیسی آواز بنا کر تلاوت کرتا ہے۔۲۔ دوسری توجیہ کافروں کے سجدہ کرنے کی یہ کی گئی ہے کہ بتوں کا نام سن کر وہ کافر خوش ہو گئے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کر لیا۔۳۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ تجلی قہری نے مجبور کر دیا ان کو سجدہ کرنے پر سوائے امیہ بن خلف کے کہ وہ کفر میں ایک مضبوط درخت کی طرح تھا اور باقی شاخوں کی طرح تھے آندھی کا اثر شاخوں پر ہوتا ہے درخت پر نہیں ہوتا۔ **یوم الیرموک** :۔ جنگ یرموک حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانہ میں ہوا ۱۵ھ میں ہوئی ہرقل کے لشکر کے ساتھ اس میں کافروں کا امیر لشکر ماہان ارمنی تھا اور مسلمان لشکر کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح تھے اس میں سو بدری صحابی شریک ہوئے اور لڑائی میں چار ہزار مسلمان شہید ہوئے اور ایک لاکھ پانچ ہزار کافر مارے گئے اور چالیس ہزار کافر قید ہو کر آئے۔ **فاقمناه بیننا ثلاثته الاف** :۔ حضرت عروہ کی وراثت تقسیم کرتے وقت اس تلوار کی قیمت ہم نے تین ہزار لگائی **واخذه بعضنا**:۔ اس بعضنا کا مصداق حضرت عثمانؓ بن عروہ ہیں **کان سیف الزبیر محلّی بفضته**:۔ جنت کے نمونہ کے طور پر تھوڑی سی چاندی تلوار میں لگائی جائز ہے جو ہاتھ کو نہ لگے جیسے چار انگل ریشم کی پٹی لگائی مردوں کے لئے بطور نمونہ جنت کے جائز ہے لیکن یہ نمونہ ہی ہو زائد نہ ہو حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا کہ ایک شخص بطور نمونہ کے پورا ایک پیڑا ہی کھا گیا اور ایک نے بطور نمونہ کے پانچ پیسے کی شکر کھا لی پھر ایک پیسہ کی خریدی۔ **ثم رجع مقبلا**:۔ یعنی حملہ کر کے پھر واپس مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ **فضربوه ضربتین علی عاتقه بینهما ضربته ضربها یوم بدر**:۔ سوال اس حدیث پاک میں یہ ہے کہ حضرت زبیرؓ پر بدر کی ایک ضرب کا نشان باقی تھا اور گذشتہ روایت سے پہلے جو روایت ابھی گذری ہے اس میں یہ تھا کہ بدر کی دو ضربوں کے نشان باقی تھے یہ تو بظاہر تعارض ہے جواب یہاں ایک نشان یرموک کی ضربوں کے نشان کے درمیان بتلانا مقصود ہے اور ایک روایت چھوڑ کر جو گذشتہ روایت میں بدر کے دو نشان مذکور ہیں ان میں سے ایک تو یہی تھا جو یرموک کے نشانوں کے درمیان تھا اور دوسرا کچھ فاصلہ پر علیحدہ تھا۔ سوال اس حدیث میں یرموک کی دو ضربوں کا ذکر ہے اور گذشتہ سے گذشتہ میں یرموک کی ایک ضرب مذکور ہے۔ جواب۔ ۱۔ ایک ضرب کا نشان مٹ گیا تھا۔۲۔ ایک ضرب چھوٹی تھی اس لئے گذشتہ روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے **وهو ابن عشر سنین** :۔ سوال بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت بارہ سال کے تھے جواب یہاں جو دس سال مذکور ہے تو اس میں کسر کو حذف کر دیا گیا ہے یعنی دہائی سے زائد کو حذف کر دیا گیا ہے **باربعة و عشرین رجلا**:۔ آگے حضرت براء کی حدیث میں تفصیل آئے گی کہ کل کافر غزوہ بدر میں ۷۰ مارے گئے تھے ان میں سے جو بڑے بڑے سردار تھے صرف وہ قلیب بدر میں ڈالے گئے تھے۔ اس لئے یہاں ۲۴ کا ذکر ہے جو قلیب بدر میں ڈالے گئے تھے۔ **من صنادید قریش** :۔ یہ جمع ہے صندید کی عظیم شجاع سردار کو کہتے ہیں۔ **طوی** :۔ اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں پتھر لگا کر قابل استعمال بنا لیا گیا ہو۔ **مخبث** :۔ ایسے ساتھی لینے والا جو خبیث ہوں **علی شفته الرکی**:۔ سوال ایک ہی کنویں کو اس حدیث میں طوی بھی کہا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں کہ استعمال کے لیے اس میں پتھر لگائے جا چکے ہوں اور الرکی بھی کہا گیا ہے

جس کے معنی ہیں کہ گڑھا ہوا اندر پتھر ابھی نہ لگائے گئے ہوں یہ تو تعارض ہے۔ جواب پہلے آباد تھا پھر بے آباد ہو گیا تھا اس لئے طوق کہنا مجازاً ہے ماسبق کے لحاظ سے۔ **الیسرّ کم** :۔ یہ فرمانا کس لئے تھا دو قول ہیں۔ا۔ اتحرہ امقصود تھا تا کہ عظمت اسلام اور شوکت اسلام ظاہر ہو۔۲۔ توبیخ اور ڈانٹنا مقصود تھا کہ دوسروں کو عبرت ہو۔ **ما انتم باسمع لما اقول منهم** :۔ اس حدیث کی مناسبت باب سے کیسے ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر بد دعاء والا باب اور باب قتل ابی جہل نہ مانے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ حدیث باب عدة اصحاب بدر میں ہے اس لئے مناسبت باب سے ظاہر ہے کہ اس میں بدر میں شریک ہونے والے مسلمانوں اور کافروں کا ذکر ہے اور اگر باب قتل ابی جہل وغیرہ مانا جائے یعنی غیرہ کا لفظ بھی زیر بحث باب میں مانا جائے تو پھر بھی مناسبت ظاہر ہے کیونکہ غیرہ میں یہ واقعہ بھی ہے۔ اور اگر وغیرہ کی زیادتی نہ مانی جائے تو پھر یہ روایت اس باب میں معمولی مناسبت کی بناء پر لائی گئی جس کو استیناس کہتے ہیں ایسے ہی اگر باب قتل ابی جہل والا باب نہ مانا جائے اور اس روایت کو بد دعاء والے باب میں شمار کیا جائے تو پھر بھی معمولی مناسبت کی بنا پر اس روایت کا یہاں لانا شمار کیا جائے گا۔ **قال قتادہ احیاهم الله حتیٰ اسمعهم** :۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول سماع موتی کی نفی پر مبنی ہے اور اہل السنۃ والجماعت کے دونوں قول حضرات صحابہ کرام کے زمانہ سے چلے آرہے ہیں۔ا۔ نفی۔۲۔ اثبات۔ ہمارے اکابر دیوبند نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ فی الجملہ سماع ہے یعنی بعض مردے بعض وقتوں میں سنتے ہیں سب مردے ہمیشہ سنتے ہوں ایسا نہیں ہے۔ مثبتین حضرات کی ایک دلیل تو یہی قلیب بدر والی حدیث ہے جبکہ اس کو اپنے ظاہر اور عموم پر رکھا جائے دوسری دلیل حدیث پاک کی یہ دعاء ہے السلام علیکم یا دار قوم مومنین نفی فرمانے والے حضرات کی دلیل حق تعالے کا ارشاد ہے انک **لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعا اذا ولوا** مدبرین اس کا مثبتین حضرات یہ جواب دیتے ہیں کہ۔ا۔ مطلق سماع کی نفی نہیں ہے بلکہ سماع نافع کی نفی ہے کیونکہ کافروں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس کی تائید اس لفظ سے ہوتی ہے اذا ولو امدبرین کیونکہ مردے تو نہیں بھاگتے اور کافروں سے سماع نافع کی نفی ہے نفس سماع کی نفی نہیں ہے۔۲۔ اسماع کی نفی ہے سماع کی نفی نہیں ہے اور ہمارے اکابر چونکہ سماع فی الجملہ کے قائل ہیں اس لئے کوئی دلیل بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔ **قال النار یوم بدر** :۔ اس حدیث کی باب سے مناسبت کیا ہے اس کی وہی مفصل تقریر ہے جو گذشتہ حدیث پاک میں گذری۔ **وهل ابن عمر** :۔ یہ لفظ دو طرح پڑھ سکتے ہیں۔ا۔ وہل حا کے کسرہ کے ساتھ ای غلط لفظاً و معنی۔۲۔ وہل ھاء کے فتحہ کے ساتھ ای نسی۔ **انه یعذب بخطیئته** :۔ یعنی میت کو اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور اسی زمانہ میں لوگ رو رہے ہیں اور اس کی تعریفیں کر رہے حضرت عائشہ صدیقہ تعارض اٹھا رہی ہیں جو بظاہر ایک حدیث اور ایک آیت میں ہو رہا ہے حدیث پاک یہ ہے ان المیت لیعذب ببکاء اهله علیه اور آیت مبارکہ یوں ہے **ولا تزر وازرة وزر اخریٰ**۔ اس تعارض کو اٹھانے کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ا۔ ایک یہی جبکہ یہ کافروں کے ساتھ خاص کی جائے کہ کافروں کے عذاب اور ان پر رونے کا زمانہ ایک ہے یہ معنی نہیں ہیں کہ رونا سبب ہے عذاب کا اس لئے حدیث آیت کے خلاف نہیں ہے۔۲۔ حدیث پاک اسی شخص کے متعلق ہے جس نے نوحہ کا حکم دیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد خوب نوحہ کرنا تا کہ پتہ چلے کہ کوئی بڑا آدمی فوت ہوا ہے تو یہ شخص اپنے اس حکم کی وجہ سے عذاب پاتا ہے۔۳۔ گھر والوں کی عادت تھی نوحہ کی اس کو منع کرنے کا موقعہ ملا پھر بھی منع نہ کیا تو یہ بھی اسی حکم میں ہے کہ گویا نوحہ کرنے کا خود حکم کیا۔ اور یہ حکم سبب بنا عذاب قبر کا۔۴۔ جب رونے والی عورتیں نوحہ میں جھوٹی تعریفیں اور مدحیں کرتی ہیں تو فرشتے اس میت کو کہتے ہیں کہ اکنت هکذا اس سے اس میت کو کچھ

شرمندگی ہوتی ہے اسی کو عذاب کے لفظ کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے۔۵۔ پہلی توجیہ کی طرح اور حدیث کفار اور مسلمین دونوں سے متعلق ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ والی توجیہ اس پر بھی محمول ہوسکتی ہے۔۶۔ جب میت کو بتلایا جاتا ہے کہ تجھ پر یوں نوحہ ہو رہا ہے تو اس کو افسوس ہوتا ہے کہ یہ کیوں ایسا غلط کام کر رہی ہیں اسی کو عذاب کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے۔۷۔ ایک خاص یہودی کے متعلق حدیث پاک وارد ہوئی ہے کہ اس کو تو اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور یہ عورتیں اس پر نوحہ کر رہی ہیں زمانہ ایک ہے سببیت نہیں ہے اور یہ توجیہ بھی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ایک روایت میں منقول ہے۔ **قالت وذاک مثل قوله:**۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرما رہی ہیں کہ گذشتہ قول کی طرح قلیب بدر والے قول کو بھی ابن عمر نے ظاہر پر محمول کیا ہے حالانکہ یہ ظاہر پر محمول نہیں ہے دونوں قول حضرت ابن عمر کے نزدیک ظاہر پر محمول ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ کے نزدیک خلاف ظاہر پر محمول ہیں۔۱۔ ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ۔۲۔ انھم یسمعون ما اقول۔ **انما قال انهم الآن ليعلمون:**۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی غرض یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صرف یہ فرما رہے تھے کہ ان کو پتہ چل گیا ہے کہ میں جو کچھ کہا کرتا تھا وہی ٹھیک تھا یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ اس وقت میری بات سن رہے ہیں اس کا جواب۔۱۔ امام بیہقی نے یہ دیا ہے کہ علم سماع کی نفی نہیں کرتا یعنی جیسے علم ثابت ہوسکتا ہے ایسے ہی حق تعالیٰ کی قدرت سے سماع بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ ابن عمر کے قول کا رد نہ ہوا جو علم بصورت سماع مانتے تھے۔۲۔ امام اسماعیلی نے یہ جواب دیا ہے کہ اگر حضرت عائشہ صدیقہ الفاظ کی روایت کے لحاظ سے اعتراض فرما رہی ہیں کہ الفاظ یسمعون ثابت نہیں ہیں لیعلمون ثابت ہیں تو یہ اعتراض کافی نہیں ہے کیونکہ الفاظ یسمعون بھی ابن عمر کے نزدیک ثابت ہیں اور اگر معنی کے لحاظ سے اعتراض فرما رہے ہیں کہ یسمعون بمعنی لیعلمون ہے تو پھر بھی اعتراض کافی نہیں ہے کیونکہ اثبات علم سے سماع کی نفی نہیں ہوتی علم بھی ہے سماع بھی ہے۔۳۔ اس حدیث سے ایک چھوڑ کر پہلی حدیث میں جو حضرت عمرؓ کا عرض کرنا مذکور ہے یارسول اللہ ماتکلم من اجساد لا ارواح لھا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ماانتم باسمع لما اقول منھم یہ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی تاویل کی نفی کرتا ہے۔ **ثم قرأت انک لا تسمع الموتى:**۔ اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔۱۔ سماع نافع کی نفی ہے۔۲۔ اسماع کی نفی ہے۔ سماع کی نفی نہیں ہے کہ آپ قادر نہیں ہیں اللہ تعالیٰ قادر ہیں کہ ان کو زندہ کردیں اور سنادیں جیسا کہ حضرت قتادہ کا قول بھی گذرا ہے احیاھم اللہ حتی اسمعھم۔ **تقول حين تبوؤا مقاعدهم من النار:**۔ یہ حضرت عروہ کا قول ہے وہ حضرت عائشہ صدیقہ کے قول اور حضرات مثبتین سماع موتی کے قول کے درمیان تطبیق دینا چاہتے ہیں کہ قرار فی النار سے پہلے سماع ہے بعد میں نہیں لیکن اس حدیث کے بعد جو حدیث آرہی ہے اس میں صراحۃً مذکور ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تکلم کے وقت سماع کی نفی فرمارہی ہیں اس لئے یہ تطبیق یہاں جاری نہیں ہوسکتی۔ بہرحال ہمارے اکابر کے قول سماع فی الجملہ کے لئے ان دلائل میں سے کوئی بھی معترض نہیں اور مثبتین کے لئے وہ روایات بھی مؤید ہیں جن میں قبر میں سوال جواب کے وقت روح کا عود فی الجسم مذکور ہے اور یہی جمہور کا قول ہے صرف شاذ قول ہے کہ اکیلی روح سے سوال جواب ہوتا ہے۔

باب فضل من شهد بدراً

غرض ان صحابہ کی خصوصی فضیلت کا بیان فرمانا ہے جو غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت کبریٰ سے بہرہ ور ہوئے۔ **ويحك:**۔ دو قول ہیں۔۱۔ شفقت کے اظہار کے لئے یہ کلمہ استعمال فرمایا۔۲۔ ڈانٹنے کے لئے یہ کلمہ استعمال فرمایا۔ **او هبلت:**۔ ہمزہ استفہام کا ہے اور صیغہ دو طرح پڑھا گیا ہے۔۱۔ معروف اور معطوف علیہ محذوف ہے فقدت تقدیر عبارت مع المعنی یوں ہوئی افقدت و ثکلت۔۲۔ مجہول اور معطوف علیہ جنت محذوف ہے تقدیر عبارت

مع المعنی یوں ہوگئی اجنت وغلبت۔ **او جنة واحدة هي** اس میں ھی مبتدا موخر ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے الہ درجة ناقصة وھی جنة واحدة۔ **و انه في جنة الفردوس**:۔فردوس کے معنی باغ کے ہوتے ہیں اور یہ لفظ کس زبان کا ہے دو قول ہیں ا۔عربی ۲۔رومی یہ ایسی جنت ہے کہ یہاں سے جنت کے سب درجوں کو نہریں جاتی ہیں اور حدیث پاک میں ہے الفردوس ربوة الجنة واوسطھا وافضلھا **حجزتها**:۔اس کے معنی ہیں۔تہہ بند باندھنے کی جگہ لیکن مراد یہاں مطلق باندھنے کی جگہ ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ اس نے عقاص سے خط نکالا جو بالوں کے باندھنے کی جگہ ہے **ان لا اکون**:۔یہاں دو اہم نسخے ہیں ا۔ان لا اکون ۲۔الا ان اکون دونوں کا مال ایک ہی ہے۔ **اردت ان تكون لي عند القوم يد**: بعض حضرات نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ حضرت حاطب کی نیت یہ تھی کہ اہل مکہ لڑائی سے پہلے پہلے مسلمان ہو جائیں لیکن یہ توجیہ ضعیف قرار دی گئی ہے کیونکہ اگر یہ ارادہ ہوتا تو حضرت حاطب اس کو ضرور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر دیتے بلکہ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی مکہ مکرمہ جانے کا اعلان فرما دیتے اور چھپانے کا بہت زیادہ جو اہتمام فرمایا یہ اہتمام نہ فرماتے۔ **قد خان الله ورسوله**:۔حضرت عمرؓ کا دوبارہ عرض کرنا کہ یہ جھوٹا ہے اس پر مبنی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حاطب کی تاویل پر اعتماد نہ فرمایا۔ **لعل الله اطلع الى اهل بدر**:۔یہاں لعل یقین ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ **فقد غفرتُ لكم**:۔یہ معافی آخرت کے لحاظ سے ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے ایک بدری صحابہ کو شراب پینے کی وجہ سے حد لگائی تھی۔ پھر اس میں دو قول ہیں کہ یہ معافی گذشتہ گناہوں کی تھی یا گذشتہ اور آئندہ سب گناہوں کی آخرت میں معافی تھی راجح یہی ہے کہ یہ معافی گذشتہ گناہوں کی تھی یا گذشتہ اور آئندہ سب گناہوں کی آخرت میں معافی تھی راجح یہی ہے کہ معافی عام تھی اور یہ اہل بدر کی خصوصیت تھی اور ماضی کا صیغہ تحقیق وقوع کے لئے ہے کہ معافی یقیناً ملے گی کوئی شک نہیں ہے معافی ملنے میں یہ معنی نہیں ہیں کہ ماضی کے گناہ صرف ہم نے معاف کئے آئندہ جو گناہ کرو گے پکڑے جاؤ گے۔ **فدمعت عینا عمر**:۔احقر محمد سرور عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ آنسو خوشی کے ہیں کیونکہ حضرت عمرؓ خود بھی بدری صحابی ہیں۔

باب:۔یہ باب بلا ترجمہ ہے اور تتمہ ہے ما قبل کا اور اس میں غزوہ بدر کی متفرق چیزوں اور واقعات کا بیان ہے۔ **اذا اكثبوكم فارموهم واستبقوا نبلكم**: جب تم سے کافر قریب آ جائیں تو ان کو پتھر مارنا اور تیروں کو جہاں تک ہو سکے بچانے کی کوشش کرنا کیونکہ تیر تھوڑے تھے۔ **يعني اكثر و كم**:۔راوی نے جو اکثبوکم کی یہ تفسیر کی ہے تو اس تفسیر کو لغت کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔ **والحرب سجال**:۔جیسے ڈول لوگ باری باری استعمال کرتے ہیں ایسے ہی ہم لڑائی میں باری باری کھینچتے ہیں کبھی تم جیت گئے کبھی ہم جیت گئے۔ **و اذا الخير ما جاء الله به من الخير بعد** نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ایک گائے ذبح ہوتی دیکھی اور بہت سا مال دیکھا اس کی تعبیر کا ایک حصہ یہاں مذکور ہے تعبیر کا حاصل یہ تھا کہ گائے کا ذبح ہونا تو مسلمانوں کی احد کی مصیبت تھی اور مال جو دیکھا وہ اس مال کی طرف اشارہ تھا جو احد کے بعد ملا اور جو بدر کا ثواب ملا۔

جد عاصم بن عمرؓ بن الخطاب:۔یہاں جد سے مراد ابو امی ہیں جس کو ہم نانا کہتے ہیں۔ **بالهداة**:۔یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ اور اس کی طرف نسبت حدوی ہوتی ہے۔ **ورجل آخر**:۔یہ حضرت عبداللہؓ بن طارق تھے **فابیٰ ان يصحبهم**:۔دوسری روایتوں میں تصریح ہے کہ ان کو شہید کر دیا۔ **فدرج**:۔ای ذھب۔

واقتلهم بددا:۔ان کو قتل کر دیجئے اس حال میں کہ وہ متفرق ہوں۔ **اوصال شلو ممزع**:۔ٹکڑے ٹکڑے ہونے والے اعضاء کے جو ممزع ٹکڑے ٹکڑے ہونے والے۔شلو

کے معنی عضو کے ہیں اوصال کے معنی جوڑ کے ہیں۔ **واخبر اصحابه یوم اصیبوا خبر هم:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کو ان صحابہ کے شہید ہونے کی خبر دے دی بطور معجزہ کے جس دن ان کو شہید کیا گیا اور امام بیہقی کی کتاب دلائل الاعجاز میں یہ بھی ہے کہ حضرت خبیبؓ نے تمنا کی تھی کہ میرا اسلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا جائے حق تعالیٰ نے ان کی تمنا کو پورا فرمایا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت خبیب کا سلام پہنچا دیا۔ **وکان قتل رجلا عظیماً:** نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عاصمؓ نے عقبہ بن ابی معیط کو یوم بدر میں قتل کیا تھا جب کہ عقبہ قید ہو کر آیا تھا باقی قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ **فبعث الله لعاصم مثل الظلّة من الدبر:** امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد دبر کی تفسیر میں منقول ہے زنابیر یعنی بھڑ اور ایک قول یہ بھی بعض کا منقول ہے کہ اس کا مصداق نحل یعنی شہد کی مکھیاں تھیں۔ امام ابو یوسفؒ نے ایک روایت یہ بھی نقل فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کے خبیبؓ کو کون لکڑی سے اتار کر دفن کرے گا۔ جو ایسا کرے گا اس کو جنت ملے گی حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ تشریف لے گئے جس دن بدن مبارک کے پاس پہنچے اس دن شہادت کو چالیس دن گذر چکے تھے۔ ابھی تک بدن نرم تھا۔ ہاتھ زخم پر تھا خون ٹپک رہا تھا۔ واپس لا رہے تھے تو کافروں نے تعاقب کیا مجبوراً گھوڑے سے گرا دیا زمین پھٹی اور وہاں دفن ہو گئے۔ لقب بلیع الارض ہوا زمین کا نگلا ہوا۔ اس خون سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ **رجلین صالحین قد شهدا بدراً:** امام زہری نے انکار کیا تھا ان دونوں حضرت کے بدری ہونے سے اس لئے امام بخاری یہاں اس لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا نقل فرما رہے ہیں جو غزوہ تبوک کے بیان میں آئے گی تا کہ امام زہری کے اس قول کی تردید ہو سکے۔ **ان سعید بن زید بن عمرو بن نفیل وکان بدریا:** ان کو اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو شام کے راستہ کی طرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ کی جاسوسی کے لئے بھیجا تھا اس لئے یہ دونوں حکماً شریک بدر ہوئے اسی لئے ان کو بدر کی تقسیم میں سے حصہ بھی دیا گیا۔

باب شهود الملئكة بدرا

غرض یہ بیان فرماتا ہے کہ بدر میں فرشتے بھی شریک ہوئے تھے اور فرشتوں کی شرکت قرآن پاک اور حدیث پاک دونوں سے ثابت ہے اور حضرات صحابہ پہچانتے تھے کہ کس کافر کو انسانوں نے قتل کیا ہے اور کس کافر کو فرشتوں نے قتل کیا ہے کیونکہ جس کافر کو فرشتوں نے قتل کیا تھا اس کی گردن اور ہاتھوں کی انگلیوں کے کناروں پر ایسا نشان تھے جیسے آگ سے داغ لگایا گیا ہو کیونکہ حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا تھا **فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم کل بنان**۔ **کان رافع من اهل العقبة:** ہجرت سے پہلے بعض اہل مدینہ انصار حج کے موقعہ میں مکہ مکرمہ حاضر ہوتے رہے اور چھپ کر منی کی ایک گھاٹی میں جو جمرہ عقبہ کے پاس تھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام کی اور نصرت دین کی بیعت کرتے رہے ان کو اہل عقبہ کہتے ہیں پہلے سال چھ حضرات نے بیعت فرمائی تھی دوسرے سال ۱۲ نے اور تیسرے سال ۷۰ نے حضرت رافع تینوں میں شریک ہوئے۔ **ما یسرّنی انی شهدت بدراً بالعقبة:** حضرت رافع کی اجتہادی رائے یہی تھی کہ شہود عقبہ کا درجہ شہود بدر سے اونچا ہے کیونکہ بیعت عقبہ ہجرت اور نصرت اسلام کا سبب تھی لیکن جمہور کے نزدیک شہود عقبہ کا کوئی الگ درجہ نہیں ہے اور ترتیب مراتب یوں ہے۔ ا۔ خلفاء اربعہ علی ترتیب الخلافۃ کہ سب سے اونچا مقام انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کا ہے پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ پھر حضرت علیؓ ۲۔ عشرہ مبشرہ۔ ۳۔ اہل بدر۔ ۴۔ اہل بیعت رضوان۔ ۵۔ من امن قبل الفتح۔ ۶۔ من امن قبل حجۃ الوداع۔ ۷۔ بقیۃ الصحابۃ۔ ۸۔ تابعین۔ ۹۔ تبع تابعین۔ ۱۰۔ بقیۃ المسلمین۔

باب: یہ باب تتمہ ہے باب من شہد بدراً کا کیونکہ باب

شہود الملئکۃ بدرا بھی باب من شہد بدرا ہی کا تتمہ ہے۔ **ولم یترک عقبا**: کوئی اولاد وغیرہ وارث نہ چھوڑی ۔ **حدث بعدک امر نقض**:۔ آپ کے سفر پر جانے کے بعد نسخ واقع ہوا ہے۔ **مدجج**: اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے ہتھیاروں سے ڈھکا ہوا یا اپنے آپ کو ڈھانپنے والا۔ **اباذات الکرش**: کرش کے تین معنی آتے ہیں ۔۱۔ اوجڑی ۔۲۔ عیال ۔۳۔ جماعت ۔ یہاں لقب میں تینوں احتمال ہیں۔ **تمطات فکان الجهدان نزعتها وقد انثنی طرفاها**: نیزے کو (آنکھ سے) کھینچا۔ کھینچنے میں بہت مشقت ہوئی اس کے کنارے مڑ گئے **شارف**:۔ بوڑھی اونٹنی **الغوائر**: گھاس ڈالنے کے لئے بورے **فلم املک عینی**: وجہ ۱۔ حضرت فاطمہ کے ولیمہ کا حق تلف ہوا ۲۔ غصہ کی شدت کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر آنسو آ گئے ۔ **النواء**:۔ یہ جمع ہے ناویہ کی بمعنی موٹی۔ **ثمل**:۔ نشہ میں بے ہوش۔ **کبّر علی سهل بن حنیف**: دو احتمال ہیں ۔۱۔ چھ تکبیریں کہیں ۔۲۔ پانچ تکبیریں کہیں۔ اور مستدرک حاکم میں ہے التفت الینا فقال انہ من اہل بدر اس روایت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مشہور یہی تھا کہ جنازے پر چار تکبیریں ہوتی تھیں جیسا کہ صراحۃ منقول ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں چار تکبیروں پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا تھا لیکن حضرت علیؓ کا اجتہاد تھا کہ کسی کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے ایک یا دو تکبیریں زائد کہنی بھی جائز ہیں۔ **النفدة**:۔ یہ لفظ اوپر والی عبارت سے پہلے ہے اس کے دو معنی کئے گئے ہیں ۔۱۔ ٹھیک ٹھیک نقل فرمایا ہے ابن اصبہانی نے ۔۲۔ ابن اصبہانی نے یہ روایت لکھ کر میرے پاس بھیج دی یعنی تحمل کی صورت مکاتبہ ہوئی ہے سماع من الشیخ یا قراءۃ علی الشیخ وغیرہ نہیں ہوئی ہیں۔ **فصدقه**:۔ یعنی یہ سند صرف پچھلی سند کی تاکید کے لئے ہے۔ **وکان من اکبر بنی عدی**: یعنی یہ راوی عبد اللہ بن عامر بنی عدی قبیلہ کے سرداروں میں سے تھے۔ **ان رافعا اکثر علی نفسه**:۔ حضرت رافع نے اپنے آپ پر ذمہ داری کا بوجھ بڑھا لیا ہے ممانعت تو مزارعت سے ہے کہ پیداوار کا حصہ بطور کرایہ کے لیا جائے یہ ممانعت کو عام قرار دے رہے ہیں کہ نقد کے عوض میں بھی زمین کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے۔ **نهیٰ عن قتل جنّان البیوت**: جنان میں نون کی تشدید ہے یہ جمع ہے جان کی اس کے معنی ہیں ۔۱۔ سفید سانپ ۔۲۔ پتلا سانپ ۔۳۔ چھوٹا سانپ ۔ ان تین معنی میں یہ لفظ مشترک ہے پھر ممانعت کی صورت یہ ہے کہ جب گھر میں سوراخ سے سانپ نکلے تو اس کو تین دفعہ کہا جائے چلے جاؤ اگر نہ جائے تو مار دیا جائے پھر اس ممانعت میں چار قول ہیں۔ بیوت مدینہ منورہ میں صرف ممانعت ہے ۔۱۔ سب شہروں کے گھروں میں ممانعت ہے ۔۳۔ سب گھروں میں ممانعت ہے ۔۴۔ صرف اس سانپ کو مارنے کی ممانعت ہے جو سفید ہو اور اپنے چلنے میں ٹیڑھا نہ ہو بلکہ سیدھا چلے۔ ان چار قولوں میں سے پہلے قول کو امام مالک علامہ سیوطی اور حضرت گنگوہی نے ترجیح دی ہے کیونکہ مدینہ منورہ میں کثرت سے جنات سانپ کی شکل میں رہتے ہیں۔ **ان رجالا من الانصار استاذنوا**:۔ اس روایت کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ یہ اجازت مانگنے والے حضرات بدری صحابہ تھے اور حضرت عباسؓ بدر کے قیدیوں میں سے تھے۔ **فلو غیر اکّار قتلنی**:۔ جن انصار نے ابو جہل کو زخمی کیا تھا ان کی تحقیر کرنی چاہتا ہے ابو جہل ۔ کیونکہ اکار کہتے ہیں کھیتی کا کام کرنے والے کو انصار کا کام زیادہ تر کھیتی باڑی کا تھا سوال ۔ پیچھے ابو جہل کا قول خوشی کے اظہار کا گذرا ہے کہ میری قوم نے ہی قتل کیا ہے یہاں اس کے خلاف

ہے جواب۔۱۔ وہ اتجاہ کے لحاظ سے تھا کہ گردن کاٹنے والے ابن مسعود ہیں۔۲۔ وہ خوشی کا اظہار غلبہ کے لحاظ سے تھا کیونکہ مسلمانوں کے حاکم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو قریش میں سے تھے۔ **وذلک اوّل ماوقر الا یمان فی قلبی:۔** سوال یہ موقعہ ہے بدر کا یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبیر اس موقعہ میں مسلمان ہوئے اور ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے یہ بظاہر تعارض ہے۔ جواب دل میں ایمان بدر کے موقعہ میں آیا لیکن اظہار فتح کے موقعہ پر کیا۔ **فی ھولاء النتنی:۔** نتنی کے معنی بدبودار چیز کے ہیں یہ اس آیت کا مضمون ہے انما المشرکون نجس۔ **لترکتھم لہ:۔** کیونکہ مطعم بن عدی نے وہ کاغذ پھاڑا تھا جس میں قریش نے مقاطعہ بنی ہاشم سے لکھا تھا اور اس کی وجہ سے بنی ہاشم تین سال تکلیف میں رہے تھے اس کے علاوہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس تشریف لائے تھے تو مطعم بن عدی نے آپ کو پناہ دی تھی۔ یہ مطعم بن عدی غزوہ بدر سے کچھ پہلے کفر ہی کی حالت میں نوے سال سے کچھ زائد کی عمر میں فوت ہو گیا تھا۔ **ثم وقعت الثالثۃ:۔** اس سے مراد ابو حمزہ خارجی کا حملہ ہے مروان بن محمد بن مروان بن الحکم پر جو ۱۳۰ھ میں ہوا۔ **طباخ:۔** اس کے اصلی معنی موٹاپے کے ہیں مراد قوۃ ہے۔ **وھو یلقیھم:۔** اور دوسرے نسخہ میں ہے یلقیھم یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈالنے کا حکم دے رہے تھے۔ **ما انتم باسمع لما قلت منھم:۔** یہ منھم متعلق ہے اسمع کے اور اس سے معلوم ہوا کہ اس تفصیل اور اس کے متعلق کے درمیان فصل جائز ہے۔ **فجمیع من شھد بدرا الخ:۔** یہ کس کا مقولہ ہے دو احتمال ہیں۔۱۔ امام بخاری کا مقولہ ہے۔۲۔ موسیٰ بن عقبہ کا مقولہ ہے ایسے ہی آگے جو عبارت ہے وکان عروۃ اس میں بھی دونوں احتمال ہیں۔ پھر مثبت زیادۃ کو ترجیح ہے اس لئے قریش میں سے بدری صحابی سو ہونا راجح ہے اور چونکہ بعض نسخوں میں فجمیع من شھد بدراً سے پہلے قال ابو عبداللہ بھی ہے اس لئے ان دونوں کلاموں میں امام بخاری کا مقولہ ہونا راجح ہے۔

الحمدللہ چوتھی جلد ختم ہوئی

الخیر الجاری شرح صحیح البخاری جلد پنجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب تسمیة من سمی من اهل بدر فی الجامع

یہ باب گذشتہ ابواب کا تتمہ ہے کیونکہ اس میں اجمال ہے گذشتہ ابواب کا اور مراد جامع سے یہی صحیح بخاری ہے۔ غرض ان حضرات کی فضیلت کا ذکر ہے تاکہ لوگ ان کے لئے خصوصی دعا فرمائیں اور لمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں قیل ان الدعاء عند ذکر هم فی البخاری مستجاب۔ **کان فی النظارة:** یہ بدر کا پانی دیکھ رہے تھے قتال کے لئے نہ آئے تھے ان کو حبان بن العرقة نے قتل کر دیا اور یہ بدر میں انصار میں سے سب سے پہلے شہید ہوئے **هلال بن امیة الانصاری:** یہاں تک ۴۴ بدری صحابہ کے نام مبارک ذکر فرمائے ان کے ذکر کے بعد بھی دعا قبول ہوتی ہے جیسا کہ اوپر نقل کیا گیا اور بعض حضرات نے سب کے نام بھی جمع فرمائے ہیں ان کے ذکر کے بعد بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

باب حدیث بنی النضیر

غرض بیان ہے غزوہ بنی نضیر کا یہ مدینہ منورہ کے قریب قبیلہ یہودیوں کا تھا ان سے مسلمانوں کا معاہدہ تھا لیکن انھوں نے خود ہی معاہدہ توڑ دیا تھا۔ **فی دیة الرجلین:** یہ فی تعلیلیہ ہے جیسے حق تعالیٰ کے ارشاد میں ہے فذلک الذی لمتننی فیه۔ **وما ارادوا من الغدر برسول الله صلی الله علیه وسلم:** غزوہ بنی نضیر کی تفصیل یہ ہے کہ بنی عامر اور بنی نضیر اور بنی ضمرہ یہ تینوں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے۔ ایک دفعہ بنی عامر کے دو آدمی سایہ میں آرام کرنے آئے وہاں عمرو بن امیہ ضمری تھا۔ پوچھا کس قبیلہ کے ہو انھوں نے بتلا دیا کہ بنی عامر قبیلہ کے ہیں اس کو پتہ نہ تھا کہ یہ قبیلہ بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیف ہے۔ جب وہ دونوں سو گئے تو ان دونوں کو اس نے قتل کر دیا۔ اس سے دیت لینے میں بنی نضیر سے امداد لینے کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کو ساتھ لے کر بنی نضیر کے ہاں تشریف لے گئے وہ صحابہ یہ تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت سعدؓ بن معاذ حضرت سعدؓ بن عبادہ حضرت اسید بن حضیرؓ۔ یہ سب حضرات ایک دیوار کے پاس تشریف فرما تھے کہ بنی نضیر نے عمرو بن جحاش کو مقرر کیا کہ وہ اوپر سے بڑا پتھر گرا کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو شہید کر دے۔ وحی سے اطلاع کر دی گئی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور پیغام بھیجا کہ دس دن میں یہاں سے نکل جاؤ ورنہ قتل کر دیے جاؤ گے عبداللہ بن ابی منافق نے بنی نضیر کو جانے سے روک دیا اس لئے انھوں نے پیغام بھیجا کہ ہم نہیں جاتے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۵ یا ۲۳ یا ۲۵ دن محاصرہ فرمایا صحابہ کرام کے ساتھ مل کر پھر یہ بنی نضیر نکلنے کے لئے تیار ہو گئے اور چونکہ لڑائی نہ ہوئی تھی اس لئے یہ مال فیٔ بن گیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں آ گیا یہ بنی نضیر کچھ شام میں چلے گئے کچھ خیبر میں چلے گئے اور دو حضرات ان میں سے مشرف باسلام ہو گئے حضرت یامین بن عمیر اور ابوسعید بن وھب اس لئے ان دونوں حضرات کا مال نہ چھینا گیا۔

وجعله ابن اسحق بعد بئر معونة واُحُد: اور یہی قول راجح ہے۔ **فکان بعد ذلک یرد علیهم:** انصار کا ایک آدمی تھا وہ اپنی کھجوروں کے درختوں کے پھل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔ جب قریظہ اور نضیر فتح ہو گئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کھجوریں

واپس فرمادیں کہ اب مجھے ضرورت نہیں رہی کیونکہ دینے والے نے پھل دیئے تھے درختوں کی ذات نہ دی تھی۔

سراۃ بنی لؤیّ: قریش کے سردار اس کا مصداق مسلمان بھی ہوسکتے ہیں اور مشرکین مکہ کے سردار بھی ہوسکتے ہیں۔

حریق بالبویرۃ: بُویرہ جگہ کا نام ہے۔

ابو سفیان بن الحارث: یہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے یہ نبی پاک کے چچازاد بھائی تھے کیونکہ حارث عبد المطلب کے بیٹے تھے۔ **ادام اللہ ذلک**: سوال ابوسفیان نے زمانہ کفر میں بنی نضیر کی آگ کی تائید کیسے کر دی یہ تو مسلمانوں کی تائید ہوگئی۔ جواب۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ بنی نضیر کی آگ اتنی زیادہ بھڑ کے کہ مدینہ منورہ بھی جل جائے نعوذ باللہ من ذالک۔

ایُّنا منها بنزُہ: ہم میں سے کون برائی سے دور ہے۔

ایّ ارَضَینا تضیر: اس میں لفظ اَرْضَینا تثنیہ کا صیغہ ہے۔ اور تضیر کے معنی تضرر کے ہیں اور ایک روایت میں آخری لفظ نضیر ہے بمعنی تروتازہ کیونکہ نضارۃ سے مشتق ہے جس کے معنی تروتازگی کے ہیں۔ کہ ہم دونوں کی زمینوں میں سے کس کی زمین تروتازگی والی ہے۔ **قال فحدثت هذا الحدیث عروۃ بن الزبیر**: اس قال کے فاعل حضرت ابن شہاب زہری ہیں۔

باب قتل کعب بن الاشرف

غرض کعب بن الاشرف کے قتل کے واقعہ کا بیان ہے۔ یہ واقعہ ۳ھ ماہ رمضان المبارک میں پایا گیا۔ یہ کعب بن الاشرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہجو کرتا تھا اور مسلمانوں کے خلاف کافروں کی امداد کرتا تھا۔ بدر پر بہت روتا تھا اور شعر کہتا تھا۔ اگرچہ یہ ذمی تھا لیکن کافروں کی مدد کرنے کی وجہ سے اس نے خود ہی ذمی ہونے کا معاہدہ توڑ دیا تھا اس لئے ضابطہ کے مطابق اس کا قتل جائز ہوگیا تھا۔ **وسقاً**: یہ ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

وحدثنا عمرو غیر مرۃ: یہ سفیان بن عیینہ کا مقولہ ہے۔

قائل بشعرہ: میں اُس کے بالوں کو کھینچنے والا ہوں گا۔ یعنی جب میں اِس کے بال کھینچوں گا تو تم حملہ کر کے اُسے قتل کر دینا۔

متوشحا: کپڑے اور ہتھیار پہن کر اترا۔

باب قتل ابی رافع

غرض ابو رافع کے قتل کے واقعہ کو بیان فرمانا ہے۔ اور قتل کی وجہ خود متن بخاری شریف کی مسند حدیث میں مذکور ہے۔

وراح الناس بسرحهم: لوگ اپنے چرنے والے مویشی لے آئے۔ ان میں بکریاں اونٹ گائے سب داخل ہیں۔

الاغالیق: چابیاں۔ **ظُبَۃ السیف**: تلوار کی نوک۔

النجاءَ: جلدی سے چلے جاؤ۔ **فتلطفت**: میں باریک تدبیر سوچ رہا تھا۔ **فی کُوَّۃ**: ایک آلہ میں چابیاں رکھ دیں۔ سوال پچھلی روایت میں تھا کہ ایک کیل میں لٹکا دیں۔ یہاں ہے کہ آلہ میں رکھ دیں یہ بظاہر تعارض ہے۔ جواب کیل آلہ کے اندر تھا۔ تعارض نہ رہا۔ **فانخلعت رجلی**: پاؤں میں موچ آ گئی۔ سوال گذشتہ روایت میں تھا کہ ہڈی ٹوٹ گئی یہاں ہے کہ موچ آ گئی یہ تو بظاہر تعارض ہے۔ جواب۔ ا۔ دونوں تکلیفیں واقع ہوئی تھیں ایک روایت میں ایک کا ذکر ہے دوسری روایت میں دوسری تکلیف کا ذکر ہے۔ ۲۔ دونوں روایتوں میں صرف یہ مراد ہے کہ پاؤں کو تکلیف ہوگئی تھی۔ **اَحْجُلُ**: ایک ٹانگ پر چلتا تھا۔

فقمتُ امشی مابی قَلَبَۃ: قلبہ کے معنی تکلیف کے ہیں۔ سوال۔ یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قتل کی جگہ ہی میں تکلیف ختم ہوگئی تھی اور گذشتہ روایت میں یہ مذکور ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پھیرنے سے تکلیف ختم ہوئی تھی یہ تو بظاہر تعارض ہے۔ جواب۔ کچھ تکلیف قتل کی جگہ ختم ہوئی اور باقی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پھیرنے سے ختم ہوئی۔

باب غزوۃ اُحُد

غرض غزوہ احد کا بیان فرمانا ہے۔ یہ غزوہ ۱۱ شوال سنہ ۳ھ میں واقع ہوا اُحد پہاڑ مدینہ منورہ سے ایک فرسخ سے بھی کم فاصلہ پر واقع

تھا۔ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اور پرانا میل انگریزی میل سے ایک فرلانگ بڑا ہوتا ہے اور فرلانگ میل کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے اور انگریزی میل ۱۶۰۶ کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے یعنی تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے۔اس پیارے پہاڑ کا احد اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں توحد ہے یعنی یہ پہاڑ باقی پہاڑوں سے الگ تھلگ واقع ہے۔ ایک روایت کے مطابق جنت کے اندر دروازے کے قریب ہوگا اور ایک روایت کے مطابق باب جنت کا ستون بنے گا۔

هذا جبريلُ: یہ حدیث پاک بہت سے نسخوں میں یہاں نہیں ہے اور یہ حدیث اسی سند کے ساتھ باب شهود الملئكة میں گذر چکی ہے اور اس میں یوم احد کی جگہ یوم بدر ہے اس لئے یہاں یوم احد کا لفظ کسی راوی کا وہم شمار کیا گیا ہے۔

صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على قتلى احد: اس حدیث پاک سے حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔سوال۔میت پر تین دن کے بعد نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی جبکہ دفن کرنے کے بعد تین دن گذر چکے ہوں اور یہاں آٹھ سال کے بعد نماز جنازہ پڑھنی منقول ہے۔جواب۔ا۔یہ خصوصیت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی۔۲۔یہاں لفظ صلّی سے مراد دعاء ہے لیکن یہ توجیہ بعید ہے صلّی کا لفظ قرآن وحدیث میں نماز ہی میں بولا جاتا ہے۔

يهد بُها: چُن رہا ہے یعنی دنیا ہی میں بدلہ نیکی کا وصول کر رہا ہے شاید آخرت میں کچھ کمی ہو جائے یہ غلبہ حالی ہے آخرت میں کمی نہیں ہوتی۔**ما اَجِدُ:** یہ لفظ چار طرح پڑھا گیا ہے۔ا۔ما اَجِدُ میں کوشش کرتا ہوں باب ضرب یضرب۔۲۔ما اَجُدُ میں کوشش کرتا ہوں۔باب نصر ینصر۔۳۔ما اَجِدُ میں پاتا ہوں وجدان سے۔۴۔ما اُجِدُ جو میں مبالغہ کرتا ہوں باب افعال سے۔

فمنهم من قضٰى نحبه: اس آیت کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ا۔لیلۃ العقبۃ میں جو اسلام اور نصرۃ پر وعدہ کیا تھا اس کو پورا کر دیا۔۲۔نہ بھاگنے کا بعض نے وعدہ کیا تھا اس کو پورا کر دیا۔ان دونوں تفسیروں میں نحب کے معنی وعدہ کے ہیں۔۳۔ بعض نے نذر مانی تھی کہ شہید ہونے تک لڑتا رہوں گا اس کو پورا کر دکھایا اس تفسیر پر نحب بمعنی نذر ہے۔

باب اذهمت طائفتان منكم ان تفشلا

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔

خرقاء: دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ا۔عقل اور علم سے خالی۔ ۲۔ایسی لڑکی جس میں نہ نرمی ہو نہ تدبیر وسیاست ہو نا تجربہ کار ہو۔

فَيُبْلِرُ: ڈھیر لگادو۔**اُغْرُوا:** وہ دائنین جو کافر تھے غصہ میں آگئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کریں گے کہ قرضہ معاف کر دو یا کم کر دو اور وہ نہ کم کرنا چاہتے تھے نہ معاف کرنا چاہتے تھے۔

ترک ست بنات: یہ لفظ اوپر کے دو لفظوں سے پہلے ہے۔سوال پیچھے ایک روایت میں ۹ بیٹیاں مذکور تھیں جواب۔ا۔ تین شادی شدہ تھیں ان کا ذکر یہاں نہ فرمایا۔۲۔چھ شادی شدہ تھیں یہاں ان کا ذکر فرمایا۔**ومعه رجلان ليقاتلان:** یہ جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام تھے۔جیسا کہ مسلم شریف کی روایت میں تصریح ہے۔

نثل لى النبى صلى الله عليه وسلم كنانة: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے اپنے تیر نکال کر دیئے کہ لڑائی میں یہ میرے تیر استعمال کرو۔

لسعد بن مالک: حضرت سعد بن ابی وقاص ہی مراد ہیں مالک ابی وقاص کا نام تھا۔**عن حديثهما:** ان دونوں حضرات نے خود اپنا واقعہ حضرت ابوعثمان کو بتلایا تھا سوال۔ حضرت مقداد کا بھی تو ساتھ ہونا پیچھے مذکور ہوا ہے جواب۔ ا۔حضرت مقداد اس حملہ کے بعد حاضر ہوئے۔۲۔بعض مقامات میں صرف یہی دو تھے۔۳۔بعض حالات میں صرف یہی دو تھے۔ ۴۔مہاجرین میں سے صرف یہی دو تھے۔

رايت يد طلحة شلاء: امام حاکم اپنی کتاب اکلیل میں نقل فرماتے ہیں کہ ۳۵ یا ۳۹ زخم ہوئے تھے اور سبابہ اور ساتھ

والی انگلی شل ہوگئی تھی۔مجوّب: ڈھال بنانے والے۔

بحجفة: ڈھال. **خلخل:** پاؤں کا زیور۔ **تنقزان:** اچھلتی تھیں۔**ولقد وقع السیف:** قال ابن عباس النعاس فی القتال امنة من الله وفی الصلوة وسوسة من الشیطان.

ای عباداللہ اُخراکم: ابلیس نے کافروں سے کہا پیچھے دیکھو۔جب دیکھا تو رامی اتر چکے تھے جگہ خالی تھی تو واپس آگئے۔اور آگے اور پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کیا۔

فاذا ھو بابیه الیمان: ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں عورتوں کے ساتھ کمزوری کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا لیکن بعد میں آگئے اور لوگ ان کو کم جانتے تھے۔مسلمانوں نے ہی غلطی سے شہید کردیا پھر ان کی دیت دی گئی جو حضرت حذیفہ نے خیرات کر دی اس لئے ان کے درجے بلند ہوئے اور لوگوں نے عزت بھی کی۔**بصُرتُ علمتُ:** روایت میں بصُر حذیفہ آیا تھا اور زیادہ ابصرآتا ہے اس لئے امام بخاری نے معنی کردیئے کہ بعض ابصر اور بصُر میں فرق کرتے ہیں بعض نہیں کرتے۔

باب قول اللہ تعالیٰ
ان الذین تولوا منکم الا یة

غرض اس آیت میں مبارکہ کی تفسیر ہے بعض نے اس آیت کو بدر کے متعلق کہا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔امام بخاری بھی احد کے واقعات ہی میں اس پاک آیت کو ذکر فرمارہے ہیں۔

باب اذتصعدون الآیه

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔

فاصابکم غمّاً بغم: اس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔۱۔تم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو غم پہنچایا کہ گھاٹی میں کھڑے رہنے کا حکم دیا تھا نافرمانی کی کہ اُتر آئے اس کے بدلہ میں ہم نے تم کو غم پہنچایا کہ شکست دلوادی اس صورت میں باء بدلیت کے لئے ہے۔۲۔باء علیٰ کے معنیٰ میں ہے۔غم پر غم پہنچایا یعنی بہت زیادہ غم پہنچایا۔۳۔باء علیٰ کے معنیٰ میں ہے معنی یہ ہیں کہ ایک غم پر دوسرا غم پہنچایا پہلا شکست کا دوسرا مشرکین کے پہاڑ پر چڑھ کر جھانکنے کا۔۴۔باء علیٰ کے معنیٰ میں ہے کہ ایک غم پر دوسرا غم دیا اور پہلا غم غنیمت اور فتح فوت ہونے کا ہے اور دوسرا غم مشرکین کے پہاڑ پر چڑھ کر جھانکنے کا ہے۔

لکیلا تحزنوا علی ما فاتکم ولا ما اصابکم:
تین تفسیریں کی گئی ہیں۔۱۔لا زائدہ ہے۔۲۔لکیلا ذرا دور سے متعلق ہے ولقد عفا عنکم ہم نے معاف کردیا تاکہ غم نہ ہو۔۳۔ہم نے دنیا میں سزا دے دی تاکہ تم گناہ سے پاک ہوجاؤ اور تمہارا غم ہلکا ہو جائے کیونکہ سلیم الطبع کو سزامل جانے سے سکون ہوجاتا ہے کہ اچھا ہوا گناہ سے پاک ہوگیا۔یہ تین تفسیریں اس لئے کی گئی ہیں کہ ظاہر کے لحاظ سے اشکال ہوتا ہے کہ غم پہنچایا تاکہ تم غمگین نہ ہو یہ تو اجتماع ضدین ہے اب ان تین توجیہوں کے بعد یہ اشکال نہ رہا۔

باب قوله تعالیٰ ثم انزل علیکم الا یة

غرض اس نعاس کی وضاحت ہے جو اس آیت مبارکہ میں مذکور ہے۔

باب لیس لک من الا مرشیء الا یة

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔اس آیت مبارکہ میں لام الی کے معنیٰ میں ہے ای لیس الیک من الامر شیء پھر دو اہم تفسیریں کی گئی ہیں۔۱۔ان کی اصلاح اور عذاب میں سے کچھ بھی آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔۲۔ان کی فتح وشکست میں سے کچھ بھی آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔پھر **اویتوب علیھم** میں او بمعنیٰ حتی ہے اور **فانھم ظالمون** کا تعلق **اویعذبھم** سے ہے کہ وہ عذاب کے مستحق ہیں۔پھر اس آیت مبارکہ کے شان نزول میں پانچ اہم قول ہیں۔۱۔اس باب کے شروع میں جو تعلیق ہے اس کی تفصیل مسلم شریف میں یوں ہے عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کسرت رباعیته یوم احد وشج جبینه حتی سال الدم علیٰ وجھه قال کیف یفلح قوم فعلوا ھذا بنبیھم وھو یدعوھم الی ربھم اور زیربحث باب میں جو تعلیق ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اس فرمانے پر یہ آیت

نازل ہوگئی لیس لک من الامر شئی ۔۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی ایک قوم پر لعنت فرمائی تھی اُس وقت یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی ۔۳۔ مسلمانوں میں سے جو حضرات غزوہ احد میں بھاگ گئے تھے ان میں حضرت عثمان بھی تھے ان کو برا کہنے کا ارادہ فرمایا تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ۔۴۔ کچھ اصحاب صُفہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجے تھے اور ان کو عُصَیّہ اور ذکو ان قبیلوں نے شہید کیا تھا۔ چالیس دن اُن پر قنوت نازلہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

۵۔ جب غزوہ احد میں کافروں نے حضرت حمزہ کا مثلہ کیا تھا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کو دیکھ کر فرمایا کہ میں بھی مثلہ کروں گا۔ اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

وعن حنظلة بن ابی سفیان: اس روایت کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ اس باب میں جو تعلیق سب سے پہلے بیان کی گئی ہے اس میں اُسی کی تفصیل ہے کہ یہ تین حضرات غزوہ احد کے موقعہ پر کافر تھے ان کے خلاف بددعا فرمانے کا ارادہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تو آیت نازل ہوگئی اور تینوں حضرات بعد میں مسلمان ہوگئے۔

باب ذکر ام سلیط

غرض ان صحابی عورت کا ذکر مبارک ہے یہ بیعت بھی ہوئی تھیں اور غزوہ احد میں شریک بھی ہوئی تھیں۔

تَزْفِرُ لنا القِرَبَ: تین معنی کئے گئے ہیں۔۱۔ مشکیزوں کی سلائی فرماتی تھیں۔۲۔ مشکیزے اٹھاتی تھیں۔۳۔ مشکیزے کمر پر اٹھاتی تھیں۔

باب قتل حمزة: غرض حضرت حمزہ کے غزوہ احد میں شہید ہونے کا واقعہ کا بیان فرمانا ہے۔

كانّه حَمِيت: گویا کہ وہ گھی کا مشکیزہ ہیں۔ بھاری بدن کے تھے حضرت وحشی اس لئے گھی کے مشکیزہ کے ساتھ تشبیہ دی۔

وعبيد الله معتجز بعمامته: حضرت عبید اللہ نے پگڑی سر پر باندھی ہوئی نہ تھی بلکہ سر اور منہ پر لپیٹی ہوئی تھی کہ حضرت وحشی کو پاؤں اور آنکھوں کے سوا حضرت عبید اللہ کا باقی بدن نظر نہیں آرہا تھا چہرہ بھی نظر نہ آرہا تھا۔ **استرضع له:** میں دودھ پلانے والی اُس بچے کے لئے تلاش کر رہا تھا اُس بچے کے قدم تمہارے قدموں جیسے تھے گویا پچاس سال کے بعد صرف قدم دیکھ کر پہچان لیا۔ **سباع:** ایک کافر کا نام تھا۔

ام انمار: یہ نام ہے۔

مقطعة البظور: یعنی تم ختنہ کرنے والی عورت کے بیٹے ہو بظر ایک گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے جو ختنہ کرتے وقت کاٹ دیا جاتا ہے۔ یہ لفظ بطور ملامت کے حضرت حمزہ نے فرمایا۔

اَتحادّ: اس کے معنی ہیں کہ کیا تم ضد کرتے ہو۔

فاضعها في ثُنّته: عانہ میں نیزہ مارا یعنی وہ جگہ جو پیشاب کی جگہ کے اوپر ہوتی ہے۔ **فكان ذاك العهد به:** یہ کنایہ ہے موت سے۔

لا يهيج رسولا: ایلچی سے ناراض نہیں ہوتے۔

جمل اورق: گندم گونی رنگ والا اونٹ:

باب ما اصاب النبی صلی الله علیه وسلم من الجراح یوم احد

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے کا واقعہ کا بیان ہے غزوہ احد میں۔ **اشتد غضب الله علی رجل يقتله رسول الله صلى الله عليه وسلم:** اس رجل کا مصداق اور اس حدیث پاک کا شان ورود یہ ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد میں زخمی ہو گئے تو اُبی بن خلف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اور اُس نے یہ قسم کھائی کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دوں گا اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلکہ میں اُسے قتل کردوں گا اور فرمایا کذاب این تفر اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی درع کے دامن پر حملہ فرمایا وہ گر پڑا اور بیل کی طرح چیخا اس کو اٹھا کر لے گئے ایک دن کے اندر فوت ہو گیا تو فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اشتد غضب اللہ علی رجل یقتلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سبیل اللہ۔

باب: بعض نسخوں میں یہاں باب نہیں ہے اور جن نسخوں میں ہے تو پھر وہ تتمہ ہے گذشتہ باب کا۔

باب الذين استجابوا لله والرسول

اس باب کی غرض اس آیت مبارکہ کا شان نزول بتلانا ہے اور ربط اس باب کا ان ابواب سے یہ ہے کہ شان نزول کا تعلق غزوہ احد سے ہے۔

باب من قتل من المسلمين يوم احد

غرض شہداء احد کا ذکر ہے۔ **ولم يصل عليهم:** شہید پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے یا نہ یہ مسئلہ کتاب الجنائز میں گذر چکا ہے۔ **حتى رفع:** یعنی ان کا جسم مبارک نماز کے لئے یا دفن کرنے کے لئے اٹھالیا گیا۔ **ورائيت فيها بقرا:** اور ایک روایت میں ہے بقرا تذبح اور اس خواب مبارک کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔ **اذا غطى بها رجليه:** منصوب بنزع الخافض ہے علی رجلیہ۔ **يهدبها:** پھل چن چن کر کھا رہا ہے۔

باب احد يحبنا: غرض احد پہاڑ کی ایک خصوصی فضیلت کا بیان ہے کہ وہ ہم سے محبت رکھتا ہے اس محبت کی دو توجیہیں ہیں ۱۔ احد پہاڑ والے ہم سے محبت رکھتے ہیں ۲۔ خود احد پہاڑ میں اللہ تعالیٰ نے محبت پیدا فرمادی ہے واللہ علی کل شئی قدیر۔

لابتيها: لفظ لابۃ کے معنی پتھریلی زمین کے ہوتے ہیں۔

باب غزوة الرجيع ورعل وذكوان وبئر معونة وحديث عضل والقارة وعاصم بن ثابت وخبيب واصحابه

غرض غزوۃ الرجیع اور غزوہ بئر معونہ کا ذکر ہے۔ رجیع جگہ کا نام ہے چونکہ اس جگہ کے قریب یہ غزوہ ہوا اس لئے اس کا نام غزوۃ الرجیع ہوا۔ پھر امام بخاری کے الفاظ سے جو یہاں ترجمۃ الباب میں ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ غزوۃ الرجیع اور غزوۃ بئر معونہ ایک غزوہ کے دو نام ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ غزوۃ الرجیع میں دس صحابہ کرام تشریف لے گئے تھے ان میں حضرت عاصم اور حضرت خبیب بھی تھے اور ہمارے مخالف اس میں قبیلہ عضل اور قبیلہ قارہ کے کافر تھے ان دونوں قبیلوں کا ذکر صحیح بخاری میں تو نہیں ہے البتہ کتاب المغازی لابن اسحق میں ہے اور غزوہ بئر معونہ میں ستر حضرات قراء تشریف لے گئے تھے اور ان کی لڑائی قبیلہ رعل وذکوان کے ساتھ ہوئی تھی اور یہ دونوں واقعے غزوہ احد کے بعد جلدی ہی پیش آئے تھے اور اکٹھے ہی پیش آئے تھے زمانہ ایک تھا واقعے الگ الگ تھے اور دونوں واقعوں کی خبر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی رات وحی سے دی گئی تھی پھر غزوۃ الرجیع کی صورت یہ پیش آئی تھی کہ قبیلہ عضل اور قبیلہ قارہ کے چند آدمی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ چند قراء حضرات ہمارے ساتھ آپ بھیج دیں جو ہمیں اسلام کے احکام سکھائیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دس حضرات کو ساتھ بھیجا اور ان میں سے حضرت عاصم کو ان کا سردار بنایا یہاں تک کہ جب الرجیع مقام تک پہنچے تو انہوں نے عہد شکنی کی اور چیخ کر ھذیل قبیلہ کو بلایا اور ان میں سے اکثر کو شہید کر دیا جیسا کہ روایات میں تفصیل آرہی ہے۔ **وهو جد عاصم بن عمر بن الخطاب:** یعنی حضرت عاصم بن ثابت حضرت عاصم بن عمر کے ماں کی طرف سے دادا تھے جس کو ہم نانا کہتے ہیں۔ **وكان عاصم قتل عظيما من عظمائهم:** اس عظیم سے مراد عقبہ بن ابی معیط ہے جس کو بدر میں پکڑ لیا گیا تھا لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عاصم نے قتل کر دیا تھا۔ **من الدبر:** ہمارے امام ابوحنیفہ کی تحقیق ہے کہ دبر سے مراد یہاں زنابیر ہیں زنبور کی جمع جس کو اردو میں بھڑ اور تتیا کہتے ہیں اور پنجابی میں بھونڈ کہتے ہیں دوسرے حضرات نے اس کا مصداق شہد کی مکھیاں قرار دیا ہے۔ **هو ابو سروعة:** یہ کنیت ہے عقبہ بن الحارث کی۔ **بعث النبي صلى الله عليه وسلم سبعين رجلا لحاجة:** یہ حاجت تھی دعوت اسلام کی۔ **اهل السهل:** جنگل والے۔ **اهل المدر:** شہر والے۔ **فطعن عامر:** عامر کو طاعون کی

بیاری ہوگئی۔**وھو رجل اعرج**: صحیح عبارت یوں ہے ھو ورجل اعرج کسی کاتب نے غلطی سے واو کو ھو سے پہلے کردیا ہے۔ **قال بالدم**: اس کے معنی ہیں فعل بالدم یعنی نیزہ لگا تھا وہاں سے خون لے کر اپنے چہرہ اور سر پر چھڑک دیا۔**یارسول اللہ الصحبة**: اصل عبارت یوں ہے اترید الصحبة اور جواب کی اصل عبارت یوں ہے نعم ارید الصحبة۔**وھی الجدعاء**: یعنی جس کا کان کٹا ہوا ہو۔واقع میں اس اونٹنی کا کان کٹا ہوا نہ تھا صرف لاڈ پیار کی وجہ سے یہ اُس کا نام رکھا ہوا تھا۔**فیدلج الیھما**: اخیر رات میں آتا تھا۔**ثم لیسرح**: پھر اونٹ چرانے چلا جاتا تھا۔**یُعْقِبانه**: دونوں حضرات باری باری اپنے پیچھے بٹھاتے تھے۔**فقتل عامر بن فُھیرة یوم بئر معونة**: یہی عبارت ترجمۃ الباب کا محل ہے۔**اُسِر عمرو بن اُمیة الضَّمْری**: ان کو عامر بن طُفیل نے قتل نہ کیا بلکہ قید کیا غلام بنایا پھر اپنی ماں کی طرف سے آزاد کیا کیونکہ اس کی ماں کے ذمہ ایک غلام کا آزاد کرنا تھا اس لئے ان ستر میں سے یہ بچ گئے۔**سمّی به منذراً**: ان شہید ہونے والے ستر حضرات میں عروہ اور منذر نام کے بھی دو صحابی تھے اس لئے حضرت زبیر نے بعد میں اپنے دو بچوں کے نام عروہ اور منذر رکھے۔**وبینھم و بین رسول اللہ صلی علیه وسلم عھد قبلھم**: اس عبارت میں جو قبلھم ہے اس کی دو تقریریں ہیں ۱۔قِبَل بمعنی جانب پھر یہ مفعول فیہ ہے بعث کے لئے ۲۔قبلھم پھر یہ قریب کے متعلق ہے کہ ان حضرات کے جانے سے پہلے ان سے عہد تھا۔سوال۔جب ان سے عہد تھا تو ان سے لڑنے کے لئے ستر حضرات کا لشکر کیوں بھیجا جواب۔ ان کی امداد کے لئے ان کے مخالفین سے لڑنے کے لئے یہ لشکر بھیجا تھا لیکن انھوں نے عہد شکنی کی اور شہید کردیا۔

باب غزوة الخندق وھی الاحزاب

غرض غزوہ خندق کی تفصیل ہے۔**قال موسیٰ بن عقبة**: یہ بھی مغازی کے بیان میں مشہور ہیں ۱۴۱ھ میں وفات ہوئی امام بخاری نے اپنی کتاب المغازی میں زیادہ تر محمد بن اسحٰق اور موسیٰ بن عقبہ کی روایات پر اعتماد فرمایا ہے۔**کانت فی شوال سنة اربع**: دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا۔غزوہ احد کے فوراً بعد غزوہ حمراء الاسد ہوا پھر سریہ ابی سلمة پھر سریۂ عبداللہ بن انیس اور بعث الرجیع حضرت خبیب والا واقعہ اور بئر معونة ستر قراء والا واقعہ پھر غزوہ بنی نضیر پھر غزوۂ ذات الرقاع پھر غزوہ بدر آخرۃ جس کو غزوہ بدر صغریٰ بھی کہتے ہیں پھر غزوۂ دومۃ الجندل پھر غزوہ خندق۔ اس غزوہ خندق میں مشرکین ۲۴ دن یا ۲۷ دن ٹھہرے رہے لڑائی زیادہ نہ ہوئی۔تیراندازی ہوتی رہی حضرت سعد بن معاذ زخمی ہوئے۔**علی اکتادنا**: کندھے اور پشت کے درمیان کے حصہ کو کتد کہتے ہیں۔**فیصنع لھم باھالة سنخة**: پکائے جاتے تھے وہ جو بو والی چربی میں۔**وھی بشعة فی الحلق**: بد ذائقہ گلا پکڑنے والی غذا۔**کدیة شدیدة**: سخت زمین۔**فعاد کثیبا اھیل او اھیم**: پس ہوگئی وہ ریت بہنے والی اھیل اور اھیم کے ایک ہی معنی ہیں بہنے والی۔**والعجین قد انکسر**: گندھا ہوا آٹا نرم ہوگیا۔**ولا تضا غطوا**: بھیڑ نہ کرنا۔ **فجعل یکسر الخبز**: شروع ہوئے روٹیاں توڑتے تھے۔ الخبز کا الف لام جنس کے لیے ہے یعنی جتنے صحابہ کمرے میں آجاتے ان کے سامنے روٹیاں توڑ کر رکھ دیتے تھے۔**واجن**: پالتو۔**سوراً**: ایک بنائی ہوئی چیز حبشی زبان کا لفظ ہے بمعنی الصنیع ۲۔دوسرا قول یہ ہے کہ فارسی زبان کا لفظ ہے عرس کے معنی میں ایک خوشی کی چیز۔**فقالت بک وبک**: ای فعل اللہ بک کذا وکذا۔**لغط**: ابل رہی تھی بھرا ہوا ہونے کی وجہ سے یعنی اس میں کچھ بھی کمی نہ آئی۔**قالت ذلک یوم الخندق**: قریش مکہ دس ہزار کا لشکر لائے خندق کھودی گئی تین ہزار مسلمان مقابلہ کے لیے نکلے درمیان میں خندق تھی۔تیراندازی ہوئی چند گھوڑا سوار کافروں نے ایک طرف سے جہاں خندق کچھ چھوٹی تھی عبور کرلی

اور چھلانگیں لگا کر مسلمانوں کی طرف آ گئے۔ ان کافروں میں سے عمرو بن عبدود نامی کافر سے حضرت علیؓ نے مبارزت فرمائی اکیلے اکیلے کی لڑائی کو دو لشکروں کے درمیان مبارزت کہتے ہیں۔

حضرت علیؓ نے اس کافر کو قتل کر دیا پھر نوفل بن عبداللہ نامی کافر سے حضرت زبیرؓ نے مبارزت فرمائی اور اس کافر کو قتل کر دیا باقی کافر واپس بھاگ گئے ۲۳ یا ۲۷ دن کافر ٹھہرے رہے پھر آندھی چلی جس سے کافر اکھڑ گئے اور بھاگ گئے جس کو حق تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں بیان فرمایا ہے **فارسلنا علیهم ریحا و جنودا لم تروها**۔

غمر: مٹی سے چھپا دیا۔

یرتجز بکلمات ابن رواحة:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابن رواحہ کے اشعار پڑھنے کی ایک نظیر یہ بھی ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے خلیفہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب کا یہ شعر جب پڑھتے تھے تین دفعہ پڑھتے تھے۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آ جا اب تو خلوت ہو گئی

حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں تو صرف صاحب قال تھا۔ حضرت یعنی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی صاحب حال تھے یعنی دین رگ و ریشہ میں رچا ہوا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ کی محبت کے جوش میں میرا یہ شعر پڑھتے تھے۔

عن ابن عمر قال دخلت علی حفصة: اس روایت کو یہاں دو وجہ سے ذکر کیا گیا۔ ۱۔ گذشتہ روایت میں یہ مذکور تھا کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا اول یوم شہدتہ ھو یوم الخندق۔ اور اب یہ روایت حضرت ابن عمر ہی کے ایک اہم واقعہ کے بیان میں ہے۔ ۲۔ اس روایت میں اس عبارت میں غزوہ خندق کا اشارۃً ذکر ہے من قاتلک واباک علی الاسلام کہ اے معاویہ آپ سے اور آپ کے والد سے حضرت علی نے غزوہ احد اور غزوہ خندق میں اسلام پر لڑائی کی تھی۔

ونسوا تها تنطف:۔ اصل لفظ ہے نوسا تھا بطور قلب کے بھی استعمال میں آ جاتا ہے نسوا تھا معنی یہ ہیں کہ جب حضرت ابن عمر اپنی ہمشیرہ حضرت حفصہ سے ملنے گئے تو ان کی مینڈھیاں ٹپک رہی تھیں کیونکہ وہ غسل کر کے ابھی ابھی تشریف لائی تھیں۔

فلم یجعل لی من لا مر شيء: دو معنی:۔ ۱۔ امر خلافت میں سے مجھے کچھ نہیں دیا گیا۔ ۲۔ مجھے مشورہ میں خصوصی طور پر شریک نہیں کیا گیا۔ یہ حضرت ابن عمر کی شان کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ وہ امر خلافت کی کبھی بھی امید رکھنے والے نہ تھے۔

خطب معاویة: حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان جنگ صفین ہو چکی تھی اور اب آئندہ جھگڑا ختم کرنے کے لیے اجتماع ہو رہا تھا تو حضرت ابن عمر نے حضرت حفصہ سے مشورہ کیا کہ اس اجتماع میں میں شرکت کروں یا نہ تو حضرت حفصہؓ نے بہت تاکید سے مشورہ دیا کہ آپ ضرور شریک ہوں تاکہ فساد مٹے۔ پھر اجتماع میں یہ ہوا کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو موسیٰ کو اور حضرت معاویہ نے حضرت عمرو بن العاص کو اپنا اپنا حکم بنایا تھا حضرت ابو موسیٰ اور حضرت عمرو بن العاص نے یہ طے کیا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ دونوں کو معزول کر دیا جائے اور مجلس شوریٰ قائم کی جائے وہ دوبارہ نیا خلیفہ مقرر کرے چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق حضرت ابو موسیٰ نے دونوں کو معزول کر دیا لیکن حضرت عمرو بن العاص نے یوں اعلان کر دیا کہ میں حضرت معاویہ کو باقی رکھتا ہوں اس اختلاف پر لوگ متفرق ہو گئے اور حضرت معاویہ نے خطاب فرمایا اس خطاب کا یہاں ذکر ہے۔ **فلیطلع لنا قرنه**:۔ قرن سے مراد سر ہے مقصد یہ ہے کہ اپنی رائے پیش کرے۔ **فلنحن احق به منه و من ابیه**:۔ دو معنی کیے گئے۔ ۱۔ کنایہ حضرت ابن عمر اور حضرت عمر سے ہے لیکن یہ اجتہادی غلطی اور تقاضائے بشریت ہے۔ حضرت عمر فاروق سے حضرت معاویہ کیسے افضل ہو سکتے ہیں۔ ۲۔ دینی فضیلت تو حضرت ابن عمر اور حضرت عمر کی ہی ہے لیکن سیاسی فضیلت مجھے حاصل ہے یہ بھی اجتہادی غلطی ہی ہے۔ **قال حبیب بن مسلمة فهلا اجبته**:۔ حضرت حبیب اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں یہ حضرت حبیب اگرچہ

حضرت امیر معاویہ کے حامی تھے لیکن اس موقعہ میں حضرت ابن عمر ہی کی تائید فرمائی۔ **قال عبد اللّٰہ فحللت حبوتی:۔** وہ عمامہ جس سے حضرت ابن عمر نے اپنی پنڈلی اور کمر کو باندھ رکھا تھا اور آرام سے بیٹھے ہوئے تھے اس کو کھولا اور کھڑے ہو کر حضرت علی کی حمایت میں کچھ کہنے کا ارادہ فرمایا۔ **من قاتلک و اباک علی الاسلام:۔** مراد حضرت علی ہیں کیونکہ انہوں نے غزوہ احد اور غزوہ خندق میں حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد حضرت ابو سفیان سے لڑائی کی تھی جبکہ یہ دونوں حضرات ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے کیونکہ فتح مکہ کے موقعہ میں یہ دونوں حضرات مسلمان ہوئے۔ **قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم الاحزاب نغزوھم و لا یغزوننا:۔** یہ بہت بڑی پیشین گوئی تھی کہ اب ہم ان پر حملہ کریں گے وہ کافر ہم پر حملہ نہ کریں گے مراد مشرکین مکہ ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا یہ بہت بڑی پیشین گوئی اور معجزہ ہے کہ غزوہ خندق کے بعد اسی دن فرمایا اور ایسا ہی ہوا۔

من یاتینا بخبر القوم: اس قوم سے مراد بنی قریظہ ہیں۔

حواری الزبیر:۔ حواری کے معنی ناصر کے ہیں یہاں یاء کی طرف اضافت ہے اور وہ یاء متکلم تخفیفاً گرگئی ہے اور اس کے قائم مقام یاء پر کسرہ پڑھا جاتا ہے لیکن فتحہ پڑھنے کی بھی گنجائش ہے۔

فلاشی بعدہ:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے کل شئی ھالک الا وجھہ

باب مرجع النبی صلی اللّٰہ علیہ من الاحزاب و مخرجہ الی بنی قریظۃ و محاصرۃ ایاھم

۲۳ ذی قعدہ ۵ھ کو تین ہزار لشکر کے ساتھ بنی قریظہ کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ فرمایا ان میں ۳۶ گھوڑ سوار بھی تھے ۱۵ دن محاصرہ فرمایا۔ **فاخرج الیھم:۔** حضرت جبریل علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ کا حکم نقل فرمایا کہ بنی قریظہ کی طرف نکلیں اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی قریظہ کے یہود نے احزاب مکہ کی اعانت کی تھی اس لیے ان کا جو معاہدہ تھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ ختم ہو گیا۔ **موکب جبریل:۔** زینت والی جماعت راکبین کو موکب کہتے ہیں جس کو آج کل جلوس کہتے ہیں۔ **لایصلین احد العصر الافی بنی قریظۃ:** سوال مسلم میں یہاں عصر کی جگہ ظہر کا لفظ ہے تعارض ہو گیا جواب۔ ۱۔ اس جانے والی جماعت میں سے بعض نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی اس لیے ان کو تو عصر کے متعلق فرمایا کہ بنی قریظہ میں جا کر پڑھنا اور بعض نے ابھی ظہر کی نماز بھی نہ پڑھی تھی ان کو فرمایا کہ تم ظہر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھنا۔ ۲۔ دو جماعتیں بھیجی تھیں ایک ظہر سے پہلے اور ایک عصر سے پہلے ظہر کے بعد۔ ۳۔ بعض راویوں کو غلط یاد ہو گیا پھر غلطی ظہر والوں کو لگی یا عصر والوں کو یہ دونوں احتمال برابر درجے کے ہیں۔ **کان الرجل یجعل للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم النخلات:** یہاں کھجوروں کا پھل مراد ہے کہ انصار کے کسی آدمی نے ان کھجوروں کا پھل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مقرر کیا ہوا تھا۔ جب قریظہ اور نضیر فتح ہو گئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو انصاری کے اس پھل کی ضرورت نہ رہی۔ **یقول لک کذا:۔** فرماتے تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کہ کھجوروں کے پھل کے بدلے میں اے ام ایمن تم مجھ سے اتنی چیز لے لو انہوں نے انکار کیا تو بڑھاتے گئے یہاں تک کہ جتنا بدلہ پہلے ذکر کیا تھا اس کا دس گنا کر دیا۔ **فرد الحکم الی سعد:۔** کیونکہ بنی اوس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ ہمارے سردار سعد بن معاذ کو فیصلہ کرنے والا بنا دیں۔ **قد وضعت الحرب:۔** اے اللہ آپ نے ہمارے اور قریش کے درمیان لڑائی ختم فرما دی ہے۔ **فانفجرت من لبتہ:۔** سینہ کے پاس جو جانور کو ذبح کرنے کی جگہ ہوتی ہے وہاں سے خون بہہ پڑا۔ **فلم یر عھم الا الدم:۔** مسجد والوں کو نہیں خوف زدہ کیا مگر خون نے۔ **یغذوا جرحہ دما:۔** ان کا زخم بہہ رہا تھا خون کے لحاظ سے۔ سوال مسجد میں تو

خون بہنا اچھا نہیں ہے۔ جواب یہاں مسجد نبوی مراد نہیں ہے۔ جب بنی قریظہ کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ فرمایا تو ایک جگہ عادت مبارکہ کے مطابق نماز کے لیے مقرر فرمادی تھی اسی کو اس روایت میں مسجد کہا جارہا ہے۔ مسجد نبوی مراد نہیں ہے۔ **ھاجھم:** مجھ میں ان کے ساتھ شریک ہوجائیں۔

باب غزوة ذات الرقاع

اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع کیوں کہتے ہیں۔ ۱۔ جس جگہ یہ لڑائی ہوئی تھی وہاں ایک درخت تھا جس کے پتے اور پھل اور پھول مختلف رنگوں کے تھے جیسے پیوند کپڑے پر لگے ہوں اس لیے اس درخت کو ذات الرقاع کہتے تھے اور اس کی وجہ سے لڑائی کا بھی یہی نام ہوگیا۔ ۲۔ وہاں ایک پہاڑ مختلف رنگوں کے پتھروں والا تھا اس لیے پہاڑ کا نام ذات الرقاع تھا۔ ۳۔ اس لڑائی میں مختلف قبیلے شریک ہوئے تھے اور ہر قبیلے کے سردار کا الگ جھنڈا وہاں ہوتا تھا جہاں سردار ہوتا کہ اس سے پوچھنا آسان ہو تو اس طرح لشکر میں بہت سے جھنڈے ہوگئے جو کپڑے کے پیوند کی طرح تھے۔ ۴۔ حضرات صحابہ کرام کو اس لشکر میں کافی چلنا پڑا تھا اس لیے بہت سے حضرات کے پاؤں میں زخم ہوگئے تھے اور ان پر کپڑے باندھنے پڑے تھے اس لیے اس غزوہ کا یہ نام ہوا۔ اس لڑائی کے لیے جاتے۔ وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نائب کسے بنایا تھا اس میں دو قول ہیں۔ ۱۔ حضرت ابوذر غفاری۔ ۲۔ حضرت عثمان یہ لڑائی کب ہوئی تین اہم قول ہیں۔ ۱۔ ۴ھ میں ۲۔ غزوہ خندق سے پہلے اور غزوہ بنی نضیر کے بعد اور یہ دوسرا قول جمہور کے نزدیک راجح ہے۔ ۳۔ غزوہ خیبر کے بعد ۷ھ میں یہی راجح ہے امام بخاریؒ کے نزدیک پھر کتنے حضرات صحابہ کرام شریک ہوئے اس میں تین قول ہیں۔ ۱۔ ۴۰۰ ۲۔ ۷۰۰ ۳۔ ۸۰۰
اس غزوہ میں پندرہ دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں رہے۔

وھی غزوة محارب خصفة: یہاں اضافت باپ کی طرف ہے اصل یوں ہے محارب بن خصفة اس کے بعد جو ہے من بنی ثعلبة اس میں راجح یوں ہے وبنی ثعلبة کیونکہ محارب اور ثعلبہ دو قبیلے الگ الگ ہیں۔ **فنزل نخلاً:** یہ نخل ایک جگہ ہے جو مدینہ منورہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے۔ **وھی بعد خیبر لان اباموسیٰ جاء بعد خیبر:** اور حضرت ابوموسیٰؓ غزوہ ذات الرقاع میں شریک تھے۔ سوال۔ جب یہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خیبر سے پیچھے واقع ہوا تو امام بخاری کو چاہئے تھا کہ اس کو اپنی اس کتاب میں ذکر بھی غزوہ خیبر کے بعد ہی کرتے۔ پہلے کیوں ذکر فرمایا جواب یہ غزوہ خیبر سے پہلے ذکر کرنا یہ امام بخاری کے شاگرد نقل کرنے والے کاتبین کی طرف سے ہوا ہے ظاہر یہی ہے کہ امام بخاری نے غزوہ خیبر کے بعد ہی ذکر کیا ہوگا۔ **فی غزوة السابعة:** اصل میں غزوہ موصوف ہے اور یہاں اضافت موصوف کی صفت کی طرف ہورہی ہے۔ **بذی قرد:** یہ جگہ مدینہ منورہ سے ایک دن کے سفر کے فاصلہ پر ہے۔ **یوم القرد:** اس غزوہ میں کافروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں پر حملہ کردیا تھا اس لئے لڑائی ہوئی یہ واقعہ غزوہ ذات الرقاع سے الگ ہے۔ یہاں امام بخاری نے صلوٰۃ الخوف کے بیان کے لئے مذکورہ غزوہ کے ساتھ ہی تبعاً بیان فرمادیا ہے اور بیان بھی دو دفعہ کیا ہے ایک یہاں ایک دو روایت چھوڑ کر پہلے بیان کیا ہے وقال ابن عباس کے عنوان سے۔ **واتموا لا نفسھم ثم سلم بھم:** یہ مالکیہ اور حنابلہ کی صلوٰۃ الخوف کی راجح صورت ہے۔ **فی غزوة بنی انمار:** بنی انمار کی رہائش بنی ثعلبہ کی رہائش کے قریب ہی تھی اس لئے امام بخاری کی تحقیق میں یہ غزوہ اور غزوہ ذات الرقاع ایک ہی ہے اسی لئے یہ روایت یہاں ذکر فرمائی ہے۔ **ثم یرکعون ویسجدون سجدتین:** اس روایت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ امام اپنی دوسری رکعت پڑھتے ہی فوراً سلام پھیرے یا انتظار کرے اور طائفہ ثانیہ کے ساتھ سلام پھیرے اس لئے یہ روایت شوافع کی راجح صورت پر بھی محمول ہوسکتی ہے کہ امام فوراً سلام پھیرے اور مالکیہ وحنابلہ کی راجح صورت پر بھی محمول ہوسکتی ہے کہ امام انتظار کرے اور

طائفہ ثانیہ کے ساتھ سلام پھیرے۔ **وقام هولاء فقضوا رکعتهم**: یہ روایت حنفیہ کی راجح دونوں صورتوں پر محمول ہے۔ تفصیل صلوٰۃ الخوف میں گزر چکی ہے۔ **العضاة**: ہر بڑا کانٹے والا درخت۔ **فاذاعنده اعرابی**: اس کا نام غورث بن الحارث نقل کیا گیا ہے۔ **صلتاً**: بمعنی مصلوتا نیام سے نکالی ہوئی۔ **وللقوم رکعتان**: یہ صورت منسوخ ہے پہلے ایک ہی نماز دو دفعہ فرض کی نیت سے جائز تھی پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا تھا۔ **وقاتل فیها محارب خصفة**: اس عبارت میں قاتل کے فاعل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ **وهی غزوة المریسیع**: یہ جگہ کا نام ہے۔ **فشامه**: واپس نیام میں ڈال دی۔

باب حدیث افک

واقعہ افک غزوہ بنی مصطلق میں پیش آیا اس واقعہ کی حکمت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر وحلم کو ظاہر کرنا تھا۔ **بمنزلة النجس والنجس**: دو لغتوں کا بیان کرنا مقصود ہے اور افک زیادہ مشہور ہے اور یہ مصدر ہے بمعنی کذب۔ **افکهم وافکهم**: یہ دونوں شاذ قرأتیں ہیں اور یہ دونوں فعل ہیں پوری آیت یوں ہے بل ضلوا عنهم وذلک افکهم و ما کانو ایفترون۔ **اوعی لحدیثها**: زیادہ یاد کرنے والا۔ **واثبت له اقتصاصاً**: زیادہ مضبوط بیان کرنے کے لحاظ سے۔ **قافلین**: اس حال میں کہ ہم لوٹ رہے تھے۔ **من جزع ظفار**: ظفار جگہ کے سفید موتیوں سے بنا ہوا۔ **لم یهبلهن ولم یغشهن اللحم**: عطف تفسیری ہے عورتوں پر گوشت چڑھا ہوا نہ تھا بلکہ وہ دبلی پتلی تھیں۔ **السلمی ثم الذکوانی**: پہلے سلمی مشہور تھے پھر ذکوانی مشہور ہوگئے بنی سلیم شاخ ہے بنی ذکوان کی۔ **وهوی**: اس کے دو معنی آتے ہیں۔ ۱- جلدی کی۔ ۲- اترا یہاں دونوں معنوں میں سے ہر ایک ہوسکتا ہے۔ **موغرین**: یہ جمع کا صیغہ بھی پڑھ سکتے ہیں اور تثنیہ کا بھی پڑھ سکتے ہیں ہم سخت گرمی میں داخل ہونے والے تھے۔

وان کبر ذلک: سب سے زیادہ شور مچانے والا والذی تولی کبره۔ **حین نقهت**: جب میں بیماری سے اٹھی۔ **المناصع**: یہ جمع سے لیا گیا ہے جس کے معنی واضح ہونے اور ظاہر ہونے کے ہیں مناصع کے معنی ہوگئے ظاہر ہونے کی جگہیں یعنی کھلی جگہیں۔ **ای هنتاه**: دو معنی۔ ۱- یاهذه۔ ۲- یابلهاء ای بھولی بھالی۔ **اولقد تحدث الناس**: معطوف علیہ محذوف ہے القد تکلم الناس ولقد تحدث الناس۔ **وقال اسامة اهلک**: مرفوع ومنصوب دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں ھی اھلک یاالزم اھلک۔ **لم یضیق الله علیک**: حضرت علیؓ نے یہ بات کسی بغض کی وجہ سے نہ کہی تھی بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی دور کرنے کے لئے کہی تھی کہ عورتوں کی آپ کے لئے کیا کمی ہے آپ بریرہ سے تحقیق کرلیں اور اس تحقیق کے مطابق عمل کریں۔ **قلص دمعی**: میرے آنسو خشک ہوگئے۔ **مارام**: جدا نہ ہوئے۔ **من البرحاء**: مشقت سے۔ **احمی سمعی وبصری**: میں اپنی آنکھ اور کان کو غلط دیکھنے اور سننے سے محفوظ رکھتی ہوں میں وہی کہوں گی جو دیکھا یا سنا غلط نہ کہوں گی ای احفظ سمعی من ان اقول سمعت ولم اسمع واحفظ بصری من ان اقول ابصرت ولم ابصر۔ **تسامینی**: میرے برابر کی تھیں۔ **تحارب لها**: تعصب کرتی تھی اور اپنی بہن کی خاطر میرے خلاف باتیں کرتی تھی۔ **ما کشفت من کنف انثیٰ قط**: کنف کہتے ہیں اس کپڑے کو جو ستر کی جگہ پر پہنا جاتا ہے کنایہ جماع سے ہے کہ آج تک میں نے جماع نہیں کیا نہ حلال نہ حرام پھر بعض نے کہہ دیا کہ حضرت صفوان بن المعطل عنین تھے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں ان کی اہلیہ محترمہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی شکایت کی تھی کہ یہ مجھے رات کو زیادہ دیر نماز پڑھنے سے روکتے ہیں اور نفلی روزے رکھنے سے روکتے ہیں اور حضرت صفوان نے اس شکایت کا جواب دیا تھا کہ یہ رات کو نفلی نماز

بہت زیادہ لمبی کردیتی ہیں میں زیادہ صبر نہیں کرسکتا اور بہت زیادہ نفلی روزے رکھتی ہیں میں صبر نہیں کرسکتا یہ دلیل ہے کہ وہ مؤمنین نہیں تھے۔ پھر حضرت عائشہؓ کی برأت مسئلہ قطعیہ ہے کیونکہ قرآن پاک میں آچکا ہے اس لئے اس کا انکار کفر ہے شیعہ میں سے فرقہ امامیہ بھی اس کا قائل ہے کہ برأت کا انکار ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔ **ثم قتل بعد ذلک فی سبیل اللہ:**۔ ارمینیہ کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے جو حضرت عمرؓ کی خلافت میں ۱۹ھ میں واقع ہوئی۔ **کان علی مسلما فی شانہا:**۔ یہاں تین نسخے ہیں۔ ا۔ مسلما اسم فاعل بمعنی ساکت۔ ۲۔ مسلما اسم مفعول بچائے ہوئے اس معاملہ میں زیادہ مشغول ہونے سے۔ ۳۔ مسیئا خلاف اولیٰ کام کرنے والے اولیٰ یہ تھا کہ حضرت اسامہ کی طرح حضرت عائشہ کی برأت صاف لفظوں میں کرتے۔ یہ تیسرا نسخہ مرجوح ہے کیونکہ ظاہری معنی ہیں برا کام کرنے والا۔ اس لئے یہ نسخہ اگر لیں گے تو یہ معنی کریں گے خلاف اولیٰ کام کرنے والے اس کی کچھ تفصیل آگے صحیح بخاری کے متن میں بھی ہے۔ **فراجعوہ فلم یرجع:**۔ بعض حضرات نے امام زہری سے کہا تھا کہ آپ ولید بن عبدالملک کے پاس دوبارہ جائیں اور ان کو مسلماً کی جگہ مسیئا کا لفظ سنائیں لیکن امام زہری نے ان کی بات نہ مانی اور فرمایا کہ مجھے مسلما کے لفظ میں شک نہیں ہے کہنے والے ناصبیہ تھے یعنی حضرت علیؓ کے مخالف۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ مسیئا والا نسخہ صحیح نہیں ہے۔ ناصبیہ کا مقصد بنی امیہ کا قرب حاصل کرنا تھا اس مسیئا کے لفظ اللہ تعالیٰ بھلا کریں امام زہری کا کہ انہوں نے ناصبیہ کا ساتھ نہ دیا اور مسلماً کے لفظ پر ہی قائم رہے۔ **وعلیہ کان فی اصل العتیق کذلک:**۔ یعنی حضرت ہشام راوی نے حفظاً تو علیہ کا لفظ نہیں بیان فرمایا تھا اور مذکورہ روایت حفظاً تھی لیکن ان کی پرانی کاپی میں علیہ کا لفظ بھی تھا یہ علیہ کا لفظ فلم یرجع کے بعد ہے اور علیہ کی ضمیر ولید بن عبدالملک کی طرف لوٹتی ہے کہ ناصبیہ نے امام زہری کو بھیجنا چاہا لیکن وہ دوبارہ ولید بن عبدالملک کے پاس مسیئا کا لفظ بتانے تشریف نہ لے گئے۔ پھر فراجعوہ والی عبارت بعض نسخوں میں صحیح بخاری کے متن میں ہے اور بعض نسخوں میں حاشیہ پر ہے۔ **ولجت:**۔ اس کے معنی ہیں دخلت۔ **وعلیھا حمی بنافض:**۔ وہ بخار جو سردی لگ کر ہو۔ **اذ تلقونہ بالسنتکم:** یہ قرأت عشرہ میں سے نہیں ہے بلکہ شاذ ہے۔ **ینافح:** اس کے معنی ہیں یخاصم۔ **حصان رزان لاتزن بریبۃ:** (حضرت عائشہ صدیقہؓ) عفیفہ ہیں وقار والی ہیں نہیں تہمت لگائی جاتیں کسی تہمت کے ساتھ۔ **وتصبح غرثیٰ من لحوم الغوافل:**۔ اور صبح کرتی ہیں (غیبت سے) خالی پیٹ (کیونکہ غیبت کرنے والا تو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے) غافل عورتوں کے گوشت سے (جو گناہ کے تصور سے بھی غافل ہیں)۔

باب غزوۃ الحدیبیۃ

اس باب کی چوتھی روایت میں ہے ونحن نعد الفتح بیعۃ الرضوان اس کی وجہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ فتح مکہ کا مقدمہ تھی۔ **رکوۃ:**۔ چمڑے کا چھوٹا برتن جس سے وضو کیا کرتے تھے اور صوفیہ حضرات اس کو اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ **فجعل الماء یفور من بین اصابعہ:**۔ اس روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ چمڑے کے چھوٹے برتن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیاں رکھ دی تھیں اور ان کے درمیان سے پانی نکل رہا تھا اور گذشتہ روایت میں ہے کہ پانی میں اپنا تھوک مبارک ملا کر کنویں میں ڈال دیا تھا اس سے کنویں میں پانی بہت زیادہ آگیا تھا بظاہر ان دو روایتوں میں تعارض ہے اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ صلح حدیبیہ ہی کے سفر میں ایک دفعہ رکوہ میں انگلیاں رکھی تھیں اور ایک دفعہ کنویں میں پانی ڈالا تھا دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ پہلے رکوہ میں انگلیاں ڈالیں اور سب نے وضو فرمالیا پھر کنویں میں پانی ڈال دیا اور اس پانی کو بھی استعمال کرتے رہے۔ **کانوا خمس عشرۃ مائۃ:**۔ سوال۔ ابھی چودہ سو گزرا ہے یہ تو تعارض ہے جواب۔

عدد قلیل عدد کثیر کے خلاف نہیں ہوتا۔ پندرہ سو میں چودہ سو بھی تو تھے۔ **کانت اسلم ثمن المهاجرين**:۔ اور بنی اسلم ایک سو تھے اس لئے بیعت رضوان میں شریک ہونے والے مہاجرین آٹھ سو تھے۔ **کحفالة التمر**:۔ حفالہ کے اور حثالہ کے ایک ہی معنی ہیں ہر چیز کا ردی حصہ اسی حدیث پاک کے مضمون کو ایک درجہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے اس شعر میں بیان فرمایا ہے۔

تھے جو نوری وہ گئے افلاک پر
رہ گیا میں مثل تلچھٹ خاک پر

يعني موضع الاشعار:۔ کہ زمین کے کس حصہ میں اشعار فرمایا حضرت علی بن المدینی فرما رہے ہیں کہ سفیان بن عیینہ نے پہلے بہت دفعہ اشعار کی جگہ نقل فرمائی پھر بھول گئے۔ **ماينضجون كراعاً**: تین معنی کئے گئے۔ ۱-ان کے پاس پائے نہیں ہیں کہ پکا کر کھا سکیں۔ ۲- کنایہ ہے کہ ان کے پاس کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ ۳-ان کا چھوٹا ہونا بیان کرنا مقصود ہے کہ اتنے چھوٹے ہیں کہ خود کچھ پکا نہیں سکتے۔ **وخشيت ان تاكلهم الضبع**: ۱-مشہور جانور ہے جو مردے کھاتا ہے بچے بھی کھا جاتا ہے۔ مقصد بچوں کا چھوٹا ہونا ظاہر کرنا ہے کہ اتنے چھوٹے ہیں کہ ضبع سے بھی اپنی حفاظت نہیں کر سکتے۔ ۲-ضبع قحط کو بھی کہتے ہیں کیونکہ بعض دفعہ اتنے زیادہ آدمی قحط میں مر جاتے ہیں کہ بعضوں کو دفن کرنے میں دیر لگ جاتی ہے اور ضبع جانور ان کو کھانا شروع کر دیتے ہیں جب قحط والے معنی لیں گے تو مقصد یہ ہوگا کہ میں ڈرتی ہوں کہ قحط بچوں کو نہ کھا جائے اور وہ قحط سے نہ مر جائیں۔ **ثم قال مرحباً بنسب قريب**:۔ ۱-بنی غفار قریب ہے قریش سے۔ ۲- تیرا باپ مشہور ہے پس تو ہمارے علم سے قریب ہے مقصد یہ ہے کہ ہم نے تجھے پہچان لیا ہے۔ **ظهير**:۔ اس کے معنی ہیں قوی۔ **ثم اصبحنا نستفيئ سهما نهما فيه**:۔

یہ دونوں محاصرہ کر کے غنیمت لائے لیکن چونکہ لڑائی نہ ہوئی تھی اس لئے ہم نے وہ مال لے لیا جو یہ دونوں لائے تھے کیونکہ جو مال بغیر لڑائی کے آئے وہ بیت المال میں جمع ہوتا ہے گویا ان دونوں نے بغیر کسی دنیوی فائدہ کے اسلام کی سربلندی کے لئے مشقت اٹھائی اس لئے ان کی بیٹی کو بہت ملنا چاہئے۔ یقیناً تو نہیں غالباً یہ فتح خیبر میں ہوا کیونکہ اس میں چند قلعے فتح ہوئے تھے۔ **ثم انسيتها بعد**:۔ یعنی گذشتہ روایت میں ثم اتیتھا کی جگہ یہ عبارت ہے اور اکثر نسخوں میں ثم انسیتھا والی عبارت نہیں ہے۔ **فانتم اعلم**:۔ یہ بطور تحکم اور استہزاء کے فرمایا مقصد یہ کہ تم نہیں جانتے۔ **فعميت علينا**:۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا کہ بعض حضرات اس درخت کے نیچے نماز پڑھتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے اس درخت کو کٹوا دیا یہ بھلا دیا جانا یا کٹوا دینا اس لئے تھا کہ لوگ اس کی پوجا نہ شروع کر دیں۔ **اللهم صل علىٰ آل ابي اوفي**:۔ غیر نبی کے لئے صلوٰۃ کا لفظ استعمال کرنا بعض کے نزدیک حرام بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی بعض کے نزدیک مباح اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ راجح مکروہ تحریمی والا قول ہے کیونکہ اس لفظ سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ نبی ہے اور شبہ دلیل ظنی ہے اس لئے مکروہ تحریمی ہے اور حرام کہنے والوں کی دلیل بھی یہی ہے کہ سننے والے کو شبہ ہوتا ہے کہ کہنے والا غیر نبی کو نبی کہہ رہا ہے اس لئے اس طرح کہنا حرام ہے جواب یہ دلیل چونکہ قیاس ہے جو کہ ظنی ہے اس لئے حرام کی جگہ مکروہ تحریمی ہی کہہ سکتے ہیں۔ قول اباحت کی دلیل ایک تو آیت ہے **خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم بها وصل عليهم ان صلوتك سكن لهم** جواب یہاں صلوۃ کے معنی دعا کرنے کے ہیں یہ معنی نہیں ہیں کہ لفظ صلوۃ استعمال کریں۔ قول اباحت کی دوسری دلیل زیر بحث روایت ہے جو ابوداؤد میں بھی آتی ہے عن عبداللہ بن ابی اوفی مرفوعاً فقال اللھم صل علی آل ابی اوفی۔ جواب۔ یہ نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلم کی خصوصیت تھی ہر ایک کو ایسا کہنے کی اجازت نہیں ہے اور ابو داؤد کی روایت کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ اس میں ایک راوی اسود بن قیس مجہول ہے کراہت تنزیہی والے قول کی دلیل یہ ہے کہ دلیلیں ممانعت کی بھی ہیں اباحت کی بھی ہیں دونوں کو جمع کرنے سے کراہت تنزیہی نکلتی ہے۔ جواب۔ اصول یہ ہے کہ جب اباحت اور کراہت میں تعارض ہو تو ترجیح کراہت کو ہوتی ہے۔**لما کان یوم الحرة:**۔ یہ یوم الحرہ والی لڑائی یزید اور اہل مدینہ کے درمیان ۶۳ھ میں ہوئی تھی۔**لیس للحیطان ظل:**۔ عنداحمد جمعہ زوال سے پہلے بھی صحیح ہے وعندالجمہور صحیح نہیں ہے ہماری جمہور کی دلیل فی ابی داؤد عن انس مرفوعاً یصلی الجمعۃ اذا مالت الشمس ولاحمد ھذا الحدیث عن سلمۃ بن الاکوع مرفوعاً کنا نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ ثم تصرف ولیس للحیطان ظل تستظل فیہ جواب یہ صرف جلدی پڑھنے میں مبالغہ ہے گویا کہ سایہ نہ تھا یہ توجیہ ضروری ہے تاکہ ہماری دلیل اور اس روایت میں تعارض نہ ہو۔**انک لاتدری ما احدثنا بعدہ:**۔ ۱- حضرت براء کا یہ فرمانا تواضع کی بنا پر ہے۔ ۲- بہت سے فتنے آچکے ہیں جن میں مسلمانوں کی آپس میں لڑائیاں بھی ہیں اس لئے ڈر لگتا ہے کہ ہم سے کوئی غلطی نہ ہو گئی ہو۔**ھنیئاً مریئاً:**۔ دونوں لفظ خوشی کے اظہار کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں ھنیأ کے معنی ہیں کہ مبارک ہے اس لئے کہ گناہ سے پاک ہے اور مریئا کے معنی ہیں کہ خوشگوار ہے کیونکہ عیب سے خالی ہے۔**ثم رجعت فذکرت لہ:**۔ میں دوبارہ حضرت قتادہ کے پاس گیا اور ان کو یہ حدیث دوبارہ سنائی۔**واما ھنیئاً مریئاً فعن عکرمۃ:**۔ یعنی یہ دونوں لفظ حضرت عکرمہ سے مرسلا ہیں۔**اوتوا بسویق فلاکوہ:**۔ یہ لوک سے ہے منہ میں پھیر کر مزے لینا۔**اذا اوترت من اولہ فلاتوتر من آخرہ:**۔ اس روایت سے بھی نقض وتر کی تردید ہوتی ہے عنداسحاق نقض وتر مشروع ہے عندالجمہور مشروع نہیں ہے نقض وتر کی صورت یہ ہے کہ رات کو وتر پڑھنے کے بعد اگر جی چاہے مزید مزے لینے کو اور نفل پڑھنے کو تو وتر جو پڑھ چکا ہے ان کو توڑ دے یعنی ایک رکعت پڑھے اس نیت سے کہ وتر تین کی جگہ چار ہو جائیں اور نفل بن جائیں پھر نفل پڑھ لے پھر اخیر میں وتر پڑھ لے منشا اختلاف ابو داؤد کی روایت ہے عن طلق بن علی مرفوعاً لاوتران فی لیلۃ جمہور کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ دوبارہ وتر نہ پڑھے نہ پہلے توڑے بس ایک دفعہ ہی وتر ہیں جو پڑھ لئے اب صرف نفل پڑھ لے اور امام اسحاق کے نزدیک معنی یہ ہیں کہ چونکہ دو دفعہ وتر ہو نہیں سکتے اور وتر اخیر میں ہونے چاہئیں اس لئے اگر پہلے وتر پڑھ لئے ہیں تو ایک رکعت پڑھ کر ان کو توڑے پھر اخیر میں پڑھے جمہور کے قول کو ترجیح ہے تین وجہ سے۔ ۱- اس روایت کے راوی حضرت طلق بن علی نے جب یہ فرمایا تھا لاوتران فی لیلۃ تو پہلے وتر توڑے نہ تھے۔ ۲- فی الترمذی عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین۔ ۳- زیر بحث روایت عن ابی جمرۃ قال سالت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ وکان من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اصحاب الشجرۃ ھل ینقض الوتر قال اذا اوترت من اولہ فلاتوتر من اخرہ۔**نزرت:**۔ اس کے معنی ہیں الححت تو نے بہت اصرار کیا۔**سفیان:**۔ یہاں ابن عیینہ مراد ہیں۔**وقد جمعوا لک الاحابیش:**۔ ۱- وہ جماعتیں جو ایک قبیلہ کی نہ ہوں یہاں مراد بنو قارہ اور بنو حارث ہیں جو اپنے بال بچے چھوڑ کر مکہ کی طرف روانہ ہوئی تھیں قریش مکہ کی امداد کے لئے کیونکہ تحبش کے معنی جمع ہونے کے ہیں۔ ۲- ہیں تو یہی قبیلے لیکن ان کو احابیش اس لئے کہتے ہیں کہ ایک پہاڑ کا نام تھا حبشی اس کے قریب ان قبیلوں نے قریش کی امداد کرنے کی قسم کھائی تھی۔**فان یاتونا کان اللہ عزوجل قد قطع عینا من المشرکین والاترکناھم محروبین:** یہ مشکل عبارت ہے اس کی پانچ تقریریں ہیں۔ ۱- ہم اچانک ان احابیش کی اولادوں پر حملہ

کردیں ان احابیش کا لشکر اگر واپس اپنے گھروں کو آ گیا تو جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے جاسوس کو ان احابیش مشرکین سے محفوظ رکھا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ اس لڑائی میں بھی ہماری امداد فرما دیں گے والا ترکنا ھم محروبین یعنی اگر وہ احابیش اپنے گھروں کو واپس نہ آئے تو ہم ان کا سب کچھ چھین کر ان کے مال و اولاد ختم کر دیں گے اور وہ احابیش محروب و مسلوب ہو جائیں گے۔۲۔ بعض نسخوں میں یہاں عینا کی جگہ عنقا ہے جس کے معنیٰ جماعت کے ہیں اس صورت میں مذکورہ عبارت کے معنیٰ یوں ہو جائیں گے کہ فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے لوگو مجھے مشورہ دو کیا تم یہ رائے رکھتے ہو کہ ہم اچانک احابیش کی اولادوں پر حملہ کر دیں۔ حملہ کی وجہ سے اگر یہ احابیش ہم سے لڑنے کے لیے اپنے گھروں کو واپس لوٹ آئیں تو جیسے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی ایک جماعت کو غزوہ بدر میں ہمارے ہاتھوں کاٹا ہے اور ختم کیا ہے اب بھی اللہ تعالیٰ ہمیں ان احابیش پر فتح دیں گے اور اگر وہ احابیش اپنے گھروں کو لوٹ کر نہ آئے تو ہم ان احابیش کے گھروں کا سب کچھ چھین لیں گے اور یہ محروب و مسلوب ہو جائیں گے۔۳۔ جب ہم ان احابیش کے گھروں پر حملہ کریں گے تو اگر یہ احابیش اپنے گھروں کو بچانے کے لیے واپس آ گئے تو ہم ان احابیش کو اللہ تعالیٰ کی امداد سے ختم کر دیں گے گویا اللہ تعالیٰ ان احابیش کو جو اہل مکہ کے جاسوس ہیں بالکل کاٹ کر رکھ دیں گے والا ترکنا ھم محروبین کہ اگر احابیش سب کے سب ہمارے ہاتھوں نہ بھی مارے گئے تو اہل مکہ کم از کم محروب و مسلوب ہو جائیں گے کیونکہ یہ احابیش اہل مکہ سے الگ ہو جائیں گے۔۴۔ اور اگر عینا کی جگہ عنقا ہو تو ساری تقریر یہی تیسری ہوگی کیونکہ یہی احابیش عین بھی ہیں اہل مکہ کے عنق بمعنیٰ جماعت بھی ہیں۔۵۔ اگر وہ احابیش ہم سے لڑنے گھروں کو واپس آ جائیں گے تو ہم یہ سمجھیں گے کہ کان اللہ عزوجل قد قطع عینا من المشرکین کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بھیجے ہوئے جاسوس کو ان تک پہنچنے سے روک دیا ہے گویا کہ ہم نے جاسوس بھیجا ہی نہیں اور اگر وہ گھروں کو نہ آئے تو پھر ہم ان کے گھروں کا صفایا کر دیں گے اور وہ احابیش محروب و مسلوب ہو جائیں گے **لما کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:** ایک معین مدت کی مصالحت کا معاہدہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا۔ **ابی سھیل ان یقاضی:** سہیل نے انکار کیا کہ صلح کرے بغیر اس شرط کے کہ کافروں میں سے ایمان لا کر اگر کوئی مدینہ منورہ جائے گا تو اسے واپس کیا جائے گا اور مسلمانوں میں سے نعوذ باللہ مرتد ہو کر کوئی مکہ مکرمہ جائے تو واپس نہ کیا جائے گا۔ **وامعضوا:** غضبناک ہوئے۔ **وھی عاتق:** تین معنیٰ آتے ہیں۔۱۔ شابہ نوجوان۔۲۔ قریب البلوغ۔۳۔ غیر شادی شدہ۔ **کان یمتحن:** نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان مہاجر عورتوں کا امتحان یوں لیتے تھے کہ ہجرت کا سبب پہلے خاوند سے نفرت تو نہیں۔ زمین بدلنا اور جگہ بدلنا اور سیر کرنا تو نہیں اور دنیا کی طلب تو نہیں صرف اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی ہجرت کا سبب ہے نا۔ **یایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک:** بخاری شریف کے دوسرے نسخہ میں یہاں یہ آیت ہے یایھا الذین امنوا اذا جاءکم المومنات مھاجرات اور یہی راجح ہے کیونکہ یا ایھا النبی والی آیت تو فتح مکہ میں نازل ہوئی تھی جب مرد بیعت کر چکے اور عورتیں بیعت ہونے آئیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صفا کے اوپر کے حصہ میں تشریف فرما ہوئے اور نیچے کے حصہ میں حضرت عمر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عورتوں کو بیعت فرماتے رہے پس زیر بحث روایت میں آیت بدل کر لکھ دینا یہ بخاری شریف کو نقل کرنے والے کسی کاتب کی غلطی ہے۔ **وعن عمہ:** اس کا عطف شروع روایت میں عن عمہ پر ہے وہاں بھی اور یہاں بھی عن عمہ سے مراد ابن شہاب زہری ہیں۔ **ان ابابصیر فذکرہ بطولہ:** دوسری

روایت میں حضرت ابوالبصیر کا واقعہ تفصیل سے مذکور ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسلمان ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی وجہ سے واپس فرمادیا جن دو مشرک آدمیوں کے ساتھ واپس جارہے تھے ان میں سے ایک کی تلوار حیلہ سے چھین لی اور اسے قتل کردیا دوسرا بھاگ کر مدینہ پہنچا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے کہ تم تو لڑائی کرانا چاہتے ہو اس پر حضرت ابوالبصیر سمندر کے کنارے چلے گئے اب جو صاحب ایمان قبول فرماتے وہ ان کے ساتھ مل جاتے اب یہ ایک بڑی جماعت بن گئی اور کافروں کے قافلوں کو لوٹنا شروع کردیا اس پر مشرکین مکہ نے خود ہی کہا کہ ہم یہ شرط ختم کرتے ہیں کہ جو مسلمان ہو اس کو مکہ مکرمہ واپس کردیا جائے۔ **یستلئم**:۔ ہتھیار باندھ رہے تھے۔ **ان ابن عمر اسلم قبل عمر**:۔ حاصل حدیث کا یہ ہے کہ لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ ابن عمر حضرت عمر سے پہلے ایمان لائے تھے اس کی حقیقت صرف یہ ہے صلح حدیبیہ کے موقعہ میں بیعت رضوان حضرت ابن عمر نے اپنے والد صاحب سے پہلے کرلی تھی اسلام پہلے نہیں لائے تھے۔ **فاذا الناس محدقون**:۔ لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا احاطہ کررہے تھے اس حدیث کی وجہ سے اشکال ہوتا ہے کہ گذشتہ حدیث سے تو معلوم ہوا تھا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے کو کسی سے گھوڑا لانے کے لیے بھیجا تھا تو راستہ میں حضرت ابن عمر نے دیکھا کہ لوگ بیعت ہو رہے ہیں تو بیعت ہو گئے پھر گھوڑا لائے پھر والد صاحب سے بیعت کا ذکر کیا تو وہ بھی بیعت ہو گئے اور اب اس حدیث میں یوں آگیا کہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو رہے ہیں تو اپنے بیٹے کو تحقیق کرنے بھیجا انہوں نے جا کر دیکھا کہ لوگ بیعت ہو رہے ہیں تو وہ بھی بیعت ہو گئے پھر والد صاحب کو آکر بتلایا تو وہ بھی بیعت ہو گئے تو ان دونوں حدیثوں کے واقعے ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور متعارض ہیں جواب یہ ہے کہ پہلے یہی فرمایا تھا بیٹے کو کہ جاؤ گھوڑا لے آؤ وہ جانے ہی لگے تھے کہ لوگوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا احاطہ کرتے دیکھا تو بیٹے سے فرمایا کہ یہ بھی دیکھو کہ احاطہ کیوں کر رہے ہیں حضرت ابن عمر احاطہ کی وجہ معلوم کرنے گئے تو بیعت ہو گئے پھر گھوڑا لے آئے اور آکر والد صاحب کو احاطہ بتلائی تو والد صاحب بھی بیعت ہو گئے۔ **من صفین**:۔ یہ جگہ کا نام ہے اس جگہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان لڑائی ہوئی تھی حضرت معاویہؓ چاہتے تھے کہ پہلے حضرت عثمانؓ کا قصاص لیا جائے پھر کچھ اور کیا جائے اور حضرت علیؓ پہلے خلافت کے معاملات مضبوط کرنا چاہتے تھے اجتہادی اختلاف تھا جمہور کے نزدیک حضرت علیؓ کی رائے اولیٰ تھی اور حضرت امیر معاویہؓ کی غلطی اجتہادی تھی زیادہ بحث خلاف ادب ہے کیونکہ اس میں کسی صحابی کی توہین کا اندیشہ ہے۔ **یوم ابی جندل**:۔ یہ لفظی تحلل ترجمہ ہے کیونکہ یوم ابی جندل یوم حدیبیہ ہی کو کہتے ہیں کیونکہ حضرت ابوجندل مسلمان ہو کر میدان حدیبیہ میں آئے تھے اور معاہدہ کی وجہ سے ان کو واپس کردیا گیا تھا۔ **لرددت**:۔ یوم حدیبیہ میں میرا نہ لڑنا کوتاہی اور کمزوری کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اطاعت کی وجہ سے تھا ایسے ہی اب صفین وغیرہ میں میرا شریک نہ ہونا کمزوری کی وجہ سے نہ تھا بلکہ احتیاط اور تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ **وما وضعنا اسیافنا علی عواتقنا**:۔ جب بھی ہم کندھے پر تلوار اٹھاتے تھے لڑنے کے لیے تو وہ تلواریں مشکل کام کو آسان کردیتی تھیں۔ **یفظعنا**:۔ اس کے معنی ہیں یفزعنا گھبراہٹ میں ڈالتا تھا۔ **ھذا الامر**:۔ امر صفین۔ **خصماً**:۔ مشکیزہ کی جانب یعنی ہم مشکیزہ کی ایک جانب ٹھیک کرتے ہیں تو دوسری جانب سے پانی بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ معاملہ ہمارے قابو میں نہیں آتا۔ **وفرۃ**:۔ سر کے بال کانوں کی لو تک۔

باب قصۃ عکل وعرینۃ

یہ دو قبیلے ہیں ان کا قصہ بیان کرنا مقصود ہے۔

تکلموا بالاسلام:۔ کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا اظہار کیا۔ **اھل ریف:**۔ کھیتی باڑی کرنے والے۔ **واستو خموا المدینة:**۔ مدینہ منورہ کی آب وہوا کو اپنے لئے ناموافق پایا۔ **بذود:**۔ تین سے دس تک اونٹوں کو ذود کہتے ہیں۔ **فاین حدیث انس فی العرنیین:**۔ مقصد یہ تھا کہ عرنیین کا واقعہ بھی قسامہ کے مشابہ ہے۔ سوال۔ عرنیین کے واقعہ میں قسامہ کی طرح قسمیں جاری نہ فرمائی تھیں بلکہ لوٹ یعنی علامت پائی جانے کی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص لیا تھا اس سے بظاہر حنفیہ کے خلاف جمہور کی تائید ہوتی ہے کیونکہ جمہور کے نزدیک اگر علامت ہو تو قصاص ہو سکتا ہے جبکہ علامت کے ساتھ مدعی حضرات کی قسمیں بھی ہوں حنفیہ کے نزدیک قسامہ میں صرف مدعا علیہ حضرات سے قسمیں ہوتی ہیں۔ جواب عرنیین والے واقعہ میں کوئی اشتباہ نہ تھا اور معلوم تھا کہ کس نے قتل کیا ہے۔ قسامہ میں اشتباہ ہوتا ہے اس لیے عرنیین کے واقعہ کا قسامہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

باب غزوة ذی قرد

یہ ایک پانی کا نام ہے جو مدینہ منورہ اور خیبر کے درمیان تھا اور اس راستہ پر واقع تھا جو مدینہ منورہ سے شام کو جاتا تھا یہ غزوہ ربیع الاول سنہ ۶ ھ میں پیش آیا۔ قرد کے لغوی معنی ہیں روی اون۔ **لقاح:**۔ یہ جمع ہے لقحہ کی دودھ دینے والی اونٹنی۔ ان اونٹنیوں پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا چرواہے کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی کو قید کر لیا۔ **قبل خیبر بثلاث:**۔ کہ یہ غزوہ ذی قرد غزوہ خیبر سے تین سال پہلے ہوا لیکن راجح یہی ہے کہ ایک سال پہلے ہوا کیونکہ غزوہ خیبر جمادی الاخری ۷ ھ میں ہوا۔ **قبل ان یوذن بالاولیٰ:**۔ یہاں اولیٰ سے مراد فجر کی نماز ہے۔ **اندفعت علی وجھی:**۔ میں سیدھا بھاگا دائیں بائیں نہ دیکھا۔ **الیوم ایوم الرضع:**۔ یہ جمع ہے راضع کی اس شخص کو کہتے ہیں جو فقیر کے ڈر سے اپنی بکری کے تھن کو منہ لگا کر دودھ پئے کہ کہیں فقیر دودھ دوہنے کی آواز سن کر دودھ نہ مانگ لے۔ **استلبت:**۔ میں نے چھین لیں۔ **قد حمیت القوم الماء:**۔ میں نے ان کو پانی نہیں پینے دیا۔ **فاسجح:**۔ باب افعال سے ہے نرمی کر سجاحت کے معنی سہولت کے ہوتے ہیں۔

باب غزوة خیبر

مدینہ منورہ سے شام کو جائیں تو راستہ میں چند قلعے آتے تھے ان کا نام خیبر تھا راجح یہ ہے کہ یہ غزوہ ۷ھ میں ہوا۔ بعض نے ۶ھ میں بھی مانا ہے۔ قوم عمالیق کا ایک آدمی خیبر نام کا یہاں اترا تھا اس کے نام پر یہ نام ہوا۔ **ھنیاتک:**۔ اصل میں مبہم چیز کو کہتے ہیں جیسے کہیں فلاں بن فلاں یہاں مراد اشعار ہیں۔ **یحدو بالقوم:**۔ حدو کے معنی ہیں اونٹوں کو چلانے کے لیے نظم پڑھنا وہ نظم سن کر زیادہ چلتے ہیں۔ سب سے پہلے نضر بن نزار نے نظم پڑھی تھی وہ اونٹ سے گر گیا اور ہاتھ ٹوٹ گیا تھا اس لیے پڑھا وایداہ وایداہ۔ **فاغفر فداء لک ما ابقینا:**۔ یہ ما موصولہ ہے دو معنیٰ کیے گئے ہیں۔ ۱۔ اے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں وہ حقوق معاف فرما دیں جو ہم نے چھوڑے ہیں۔ ۲۔ یا اللہ آپ ہمارے گناہ معاف فرما دیں جو ہم نے کمائے ہیں۔ **اتینا:**۔ کہ جب ہمیں حق کی امداد کے لیے پکارا جاتا ہے تو ہم آ جاتے ہیں اور ایک نسخہ میں اس کی جگہ ابینا ہے پھر معنیٰ یہ ہیں کہ جب ہمیں غیر حق کی طرف بلایا جاتا ہے تو ہم انکار کر دیتے ہیں۔ **عولوا علینا:**۔ ہمیں امداد کے لیے پکارتے ہیں۔ **وجبت:**۔ جنت ثابت ہوگئی یا شہادت ثابت ہوگئی۔ **لولا امتعتنا به:**۔ آپ کیوں نہیں دعا فرماتے کہ کچھ دن اور زندہ رہ جائے۔ **مشیٰ بھا:**۔ اس میں بھا ضمیر کے مرجع میں چار احتمال ہیں۔ ۱۔ ارض۔ ۲۔ مدینہ۔ ۳۔ حرب۔ ۴۔ خصلت۔ **نشاء بھا:**۔ بڑا ہوا اور جوان ہوا اور ایک نسخہ میں ہے مشابھا پھر یہ حال ہوگا۔ **بمساحیھم:**۔ یہ جمع ہے مسحاۃ کی کسی۔ **ومکاتلھم:**۔ یہ جمع ہے مکتل کی ٹوکرا۔ **والخمیس:**۔

لشکر کے پانچ حصے ہوتے ہیں میمنہ میسرہ۔ مقدمہ ساقہ اور قلب۔ **فجعل عتقها صداقها:** عندامامنا ابی حنیفۃ والجمہور لونڈی کا عتق مہر نہیں بن سکتا وعند احمد بن سکتا ہے لنا ان البیہقی عن رزینۃ مرفوعاً واعتق عارزینۃ ولاحمد ہذا الحدیث عن انس مرفوعاً فجعل عتقھا صداقھا جواب ہماری روایت مثبت زیادت ہے اور منشاء اختلاف یہی واقعہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ سے جب نکاح فرمایا تو عتق کے علاوہ کسی چیز کو مہر بنایا یا نہ جمہور کے نزدیک حضرت رزینہ کو مہر بنایا امام احمد کے نزدیک عتق ہی کو مہر قرار دیا۔ **فرأی طیالسة:** چادریں دیکھیں چونکہ ان چادروں کا رنگ یہود کی چادروں جیسا تھا اس لیے حضرت انس نے فرمایا کہ یہ تو اس وقت خیبر کے یہودی معلوم ہوتے ہیں۔ **رجل یحبه الله ورسوله:** اس سے شیعہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی خلافت بلافصل کے مستحق تھے جواب۔ ا۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوا کہ حضرت علی اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں لیکن اس محبوب ہونے میں اور بھی بہت سے حضرات شریک ہیں ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیله صفاً کانهم بنیان مرصوص. فیه رجال یحبون ان یتطهروا واللہ یحب المطهرین ۔۲۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے محبوب ہونے سے افضلیت بھی مان لی جائے تو خلافت بلافصل تو پھر بھی ثابت نہ ہوئی کیونکہ خلافت اور امامت تو غیر افضل کی بھی صحیح ہے جیسے حضرت شمویل علیہ السلام کی زندگی ہی میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادشاہت اور خلافت حضرت طالوت کو دی گئی ۔۳۔ اسی باب میں آگے روایت آئے گی یعنی جس میں حضرت علی کا حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت فرمانا بھی مذکور ہے اس میں عن عائشہ یہ بھی وارد ہے وتشہد علی فعظم حق ابی بکر اس میں تصریح ہے کہ حضرت علی بھی حضرت صدیق اکبر کو ہی افضل سمجھتے تھے صرف برادرانہ رنجش یہ تھی کہ جب خلافت کے متعلق مشورہ ہوا تو اس وقت حضرت علی کو مشورہ میں شریک کیوں

نہ کیا گیا اور اس مسئلہ میں حضرت صدیق اکبر معذور تھے کہ بہت جلدی میں سقیفہ بنی ساعدہ جانا پڑا جہاں انصار خلافت طے کرنے کے لیے جمع ہو چکے تھے حضرت علی غسل اور کفن کے انتظامات میں مشغول تھے اگر جلدی سے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر نہ پہنچتے تو غلط فیصلہ ہو سکتا تھا جو انتشار کا سبب بنتا اس لیے حضرت صدیق اکبر معذور تھے ۔۴۔ اگر حضرت علی کے قلب مبارک میں خلافت کے متعلق کوئی خیال تھا بھی تو جب حضرت صدیق اکبر کے دست مبارک پر بیعت فرمائی تو حضرت علی کی رائے بدل گئی سوال حضرت علی نے بطور تقیہ کے بیعت فرمائی۔ جواب۔ یہ آپ کی مسلم شجاعت کے خلاف ہے۔ **یدوکون:** یہ دوک سے ہے جس کے معنی اختلاط کے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام نے رات اختلاط اور اختلاف میں گذاری کہ دیکھیں صبح کس کو یہ فضیلت ملتی ہے۔ **انفذ علی رسلک:** سیدھے جاؤ۔ **صنع حیسا:** حلوہ بنایا جو کھجور اور گھی اور پنیر سے بنایا جاتا تھا۔ **فی نطع صغیر:** چھوٹے دسترخوان پر۔ **یحوی لها:** کوہان کے گرد چادر لپیٹ لیتے تھے۔ **کانت فیمن ضرب علیها الحجاب:** یعنی حضرت صفیہ لونڈی نہ رہی تھیں بلکہ آزاد فرما کر نکاح فرمایا تھا کیونکہ پورا پردہ حرہ کیا کرتی تھیں۔ **وطالها خلفه:** نیچے بچھانے کی چیز درست فرمائی۔ **فاستحییت:** کہ مجھے حریص سمجھیں گے۔ **نهی عن متعة النساء:** شیعہ متعہ کو اب بھی جائز سمجھتے ہیں کہ صرف ایک دو دن کے لیے نکاح کر لیا جائے لفظ تمتع کے ساتھ اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک متعہ بالا جماع حرام ہے۔ لنا۔ا۔ فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک هم العادون کہ منکوحہ اور لونڈی کے سوا نفع اٹھانا حرام ہے اور متعہ والی عورت نہ لونڈی ہے نہ منکوحہ ہے اس لیے حرام ہے۔۲۔ یہ زیر بحث روایت عن علی مرفوعاً نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر ان کا استدلال اس آیت سے ہے۔ فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن جواب

یہاں لغوی معنی مراد ہیں نفع اٹھانا کیونکہ اس آیت سے پہلے بھی اور پیچھے بھی نکاح کی تصریح موجود ہے۔ **ورخص فی الخیل:** عندامام ابی حنیفۃ ومالک مکروہ ہے وعند شافعی واحمد بلا کراہت جائز ہے۔لنا۔ ا۔ **والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ** اگر کھانا جائز ہوتو حق تعالیٰ یہاں کھانے کا ذکر ضرور فرماتے کیونکہ انعامات کے ذکر میں بڑی نعمت کا چھوڑنا اور چھوٹی نعمت سواری اور زینت کا ذکر کرنا بلاغت کے اصول کے خلاف ہے معلوم ہوا کہ کھانا جائز نہیں ہے۔ ۲۔ فی ابی داؤد عن خالد بن الولید مرفوعاً نھی عن اکل لحوم الخیل والبغال والحمیر لھماھذ االحدیث عن جابر بن عبداللہ مرفوعاً ورخص فی الخیل جواب ترجیح موجب کراہت کو ہے۔ **اذالقی الخیل اوقال العد وقال لھم ان اصحابی یا مرونکم ان تنتظر وھم:** اس کے چار معنی کیے گئے ہیں۔ ا۔ جب وہ بھاگتے ہوئے دشمن سواروں کو یا بھاگتے ہوئے دشمن کو ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ٹھہرو میرے ساتھی تم سے لڑنے آرہے ہیں۔ ۲۔ صرف الخیل والی روایت کے یہ معنی بھی ہیں کہ جب وہ اپنے مسلمان سواروں سے ملتے ہیں تو انہیں کہتے ہیں کہ ذرا ٹھہرو پیچھے پیدل آنے والے مسلمان بھائیوں کو بھی ساتھ ملا لو۔ ۳۔ صرف الخیل والی روایت کے یہ معنی بھی ہیں کہ اپنے مسلمان سواروں کا حوصلہ بڑھانا مقصود ہوتا ہے کہ جب ان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ حوصلہ رکھو عنقریب امداد آجائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۴۔ الخیل اور العدو دونوں روایتوں کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ دشمن خواہ لڑنے والے ہوں یا بھاگنے والے ہوں ان پر رعب ڈالنے کے لیے جب ان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہماری امداد آرہی ہے۔ **فقسم لنا:** یہ اشعری حضرات اگرچہ لڑائی کے بعد پہنچے تھے لیکن غنیمت دارالاسلام میں لانے سے پہلے پہنچے تھے اس لیے ان کو بھی شریک فرمایا۔ **سھم عائر:** جس کا چلانے والا معلوم نہ ہو۔ **اخبرنی زید عن ابیہ:** یہ زید بن اسلم ہیں جو حضرت عمر کے آزاد شدہ غلام تھے۔ **لولا ان اترک الناس ببانا:** ای شیئا واحداھو الفقر کہ اگر عامۃ المسلمین پر فقر کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اس زمین کو ایسے ہی غانمین میں تقسیم کرتا جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین غانمین میں تقسیم فرمائی تھی لیکن اب عامۃ المسلمین کے فائدہ کے لیے غانمین کی اجازت سے اس زمین کو وقف کرتا ہوں کہ اس کی آمدنی قیامت تک مسلمان کھاتے رہیں۔ **بعض بنی سعید:** اس سے مراد ابان ہے۔ **ابن قوقل:** یہ حضرت نعمان بن قوقل ہیں جو بدر میں شریک ہوئے اور احد میں شہید ہوئے۔ **واعجبا:** یہ تعجب کے اظہار کے لیے ہے جیسے واسیداہ کہا جاتا ہے۔ **لوبر:** پہاڑی بلے کو وبر کہتے ہیں۔ **تدلی:** ای نزل اتر آیا۔ **قدوم الضان:** ا۔ بلا ہمزہ دونوں لفظوں کا مجموعہ ایک پہاڑ کا نام ہے۔ ۲۔ ہمزہ کے ساتھ۔ بھیڑ کا کنارہ۔ **ان حزم خیلھم للیف:** ان کے گھوڑوں کی پیٹیاں چھال کی تھیں یعنی کھجور کے چھلکوں کی تھیں۔ **تحدرمن راس ضال:** بیری کے درخت سے اتر آیا۔ اس روایت میں یہ آگیا کہ حضرت ابوہریرہ نے حضرت ابان کو دینے سے منع کیا اور گذشتہ روایت میں اس کا عکس ہے جواب یہ ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے کو دینے سے منع کیا تھا۔ حضرت ابوہریرہ نے اس لیے منع کیا کہ ابان نے ابن قوقل کو غزوہ احد میں قتل کیا تھا اور حضرت ابان نے اس لیے منع کیا کہ حضرت ابوہریرہ کمزور تھے۔ **لم یوذن بھا ابابکر:** کیونکہ اسی کی حضرت فاطمہ نے وصیت فرمائی تھی کیونکہ وہ بہت زیادہ پردہ میں دفن ہونا چاہتی تھیں اور شاید اس لیے بھی حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی طرف خصوصی پیغام نہ بھیجا ہو کہ خیال فرمایا کہ ان کو خود ہی اطلاع ہو جائے گی اور یہ کسی روایت میں نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر کو بالکل اطلاع نہ ہوئی اور آپ نے نماز جنازہ نہ پڑھی ظاہر یہی ہے کہ نماز جنازہ پڑھی ہے۔ **ولم یکن یبایع تلک الا**

شهر: ۱۔ یہ نفی حضرت عائشہ کے اپنے علم کے درجہ میں ہے ورنہ حضرت ابوسعید کی روایت سے ثابت ہے کہ حضرت علی نے شروع ہی میں بیعت فرمائی تھی اور ترجیح مثبت زیادت کو ہوتی ہے۔ ۲۔ اطاعت کرنا اور بغاوت نہ کرنا یہی تسلیم خلافت کے لیے کافی ہوتا ہے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھنا صرف ان اہل حل وعقد ہی پر واجب ہوتا ہے جو مشورہ خلافت کی مجلس میں موجود ہوں سب مسلمانوں پر واجب نہیں ہوتا۔ مستدرک حاکم میں ہے عن عبدالرحمٰن بن عوف قال خطب ابوبکر فقال واللہ ما کنت حریصاً علی الامارۃ یوماً ولا لیلۃ قط ولا کنت راغباً فیھا ولا سالتھا اللہ سراً ولا علانیۃ ولکن اشفقت من الفتنۃ ای لو اخرت الی اجتماعھم اور صحیح ابن حبان میں ہے اور انہوں نے اس روایت کو صحیح بھی قرار دیا ہے عن ابی سعید ان علیاً بایع ابابکر فی اول الامر سوال۔ فی مسلم عن الزھری ان رجلا قال لہ لم یبایع علی ابابکر حتی ماتت فاطمۃ قال ولا احد من بنی ھاشم۔ جواب۔ ۱۔ اس روایت کو امام زہری نے سند سے بیان نہیں فرمایا اس لیے امام بیہقی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ۲۔ پہلے شروع میں بیعت فرمائی تھی پھر وراثت نہ ملنے سے لوگوں میں جو شبہ سا اختلاف کا ہو گیا تھا اس کے ازالہ کے لیے دوبارہ بیعت فرمائی۔ **کنا نری لقرابتنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیباً:** خلافت کا مشورہ کرنے میں ہمیں کیوں شریک نہ کیا۔ اصل وجہ یہ تھی کہ جلدی جانے کی ضرورت تھی اور حضرت علی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل وغیرہ کے انتظام میں مشغول تھے اور انصار نے خلافت کا مشورہ شروع کر دیا تھا حضرات شیخین کو اطلاع ملی تو جلدی سے تشریف لے گئے کہیں انصار جلدی میں کسی کے ہاتھ پر بیعت نہ کر لیں اور انتشار اور فتنہ نہ شروع ہو جائے اس مجبوری میں حضرت علی کو بلانے کا انتظار نہ کیا گیا۔

باب استعمال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اهل خیبر

اس باب کی غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ خیبر فتح فرمانے کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو عامل بنا کر بھی بھیجا تھا تاکہ وہاں کے پھل تقسیم کرے۔ **استعمل رجلا علی خیبر:** ان کا نام سواد بن غزیہ تھا۔ **جنیب:** ایک بہت عمدہ قسم کھجور کی۔ **الجمع:** ۱۔ ایک ردی قسم کھجور کی۔ ۲۔ کئی قسم کی کھجوریں ملی جلی۔

باب معاملة النبی صلی اللہ علیہ وسلم اهل خیبر

غرض اس معاملہ کا بیان ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کے بارے میں اہل خیبر سے فرمایا۔

باب الشاة التی سمت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بخیبر

غرض اس زہر والی بکری کا ذکر ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کی طرف سے خیبر میں بطور ہدیہ کے دی گئی تھی۔

باب غزوة زید بن حارثة

اس غزوہ کا بیان مقصود ہے جو حضرت زید بن حارثہ کی سرداری میں ہوا علامہ عینی نے ایسے غزوے سات شمار فرمائے ہیں جو ان کی سرداری میں ہوئے ۱۔ اہل نجد سے۔ ۲۔ بنی سلیم سے۔ ۳۔ قریش کے قافلہ سے۔ ۴۔ بنی ثعلبہ سے۔ ۵۔ بنی جذام سے۔ ۶۔ وادی القریٰ سے۔ ۷۔ بنی فزارہ سے۔

باب غزوة القضاء

اور بعض نسخوں میں ہے باب عمرۃ القضاء غزوہ اس لئے قرار دیا گیا کہ اس میں لڑائی کا اندیشہ تھا اور قضاء نام کیوں رکھا گیا ۱۔ گذشتہ سال جو عمرہ واجب ہو گیا تھا احرام باندھنے کی وجہ سے اس کی قضاء نام کیوں رکھا گیا۔ ۱۔ گذشتہ سال جو عمرہ واجب ہو گیا تھا احرام باندھنے کی وجہ سے اس کی قضاء مقصود تھی۔ ۲۔ مقاضاۃ معاہدہ کو بھی کہتے ہیں یہ عمرہ معاہدہ پر مبنی تھا جو ایک سال پہلے مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان ہوا تھا۔ پہلی وجہ تسمیہ کو راجح قرار دیا گیا ہے۔ **ولیس یحسن یکتب:** یہ لکھنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور معجزہ کے تھا۔ **قال زید ابنة اخی:** کیونکہ حضرت حمزہ اور حضرت زید کے درمیان مواخاۃ بنادی تھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ **انها ابنة اخی**

من الوضاعة: کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حمزہ کو حضرت ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا۔ **الاماحبوا:** اور ایک روایت میں تین دن کی تصریح ہے۔ **استنان عائشة:** مسواک کرنا۔ **تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم میمونة و هو محرم:** یہ مسئلہ کتاب الحج میں گزر چکا ہے۔

باب غزوة موتة من ارض الشام

غرض غزوہ موتہ کا بیان ہے یہ سریہ ۷ھ یا ۸ھ ہوا راجح ۸ھ ہے موتہ ہمزہ کے ساتھ اور ہمزہ کے بغیر واو کے ساتھ دونوں طرح منقول ہے یہ جگہ کا نام ہے جو بیت المقدس سے دو دن کے سفر پر ہے لڑائی کی وجہ یہ ہوئی کہ ہرقل کے ماتحت بصری کا حاکم شرجیل بن عمرو تھا اس کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر کو ایلچی بنا کر بھیجا اس نے ان کو قتل کر دیا ان کے سوا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایلچی کو قتل نہیں کیا گیا اس پر تین ہزار کا لشکر دے کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو جو متبنّی بھی تھے بھیجا اور یہ فرمادیا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب کو سردار بنالیں اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ کو سردار بنالیں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا سردار بنالیں۔ ہرقل کو پتہ چلا تو اس نے ایک لاکھ کا لشکر بھیجا جب یہ تینوں حضرات یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے تو حضرت خالد بن الولید نے جھنڈا لے لیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں وحی سے بتلا رہے تھے کہ اب فلاں شہید ہو گیا اب فلاں شہید ہو گیا جب حضرت خالد بن الولید نے جھنڈا لیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی۔ اللھم انہ سیف من سیوفک فانت تنصرہ۔ حضرت خالد بن الولید نے یہ حکمت عملی اختیار فرمائی کہ فوج کے میمنہ کو میسرہ کر دیا اور میسرہ کو میمنہ کر دیا اور مقدمہ کو ساقہ اور ساقہ کو مقدمہ بنادیا رومی یہ سمجھے کہ امداد آگئی ہے وہ گھبرا گئے اور ان کی فتح شکست سے بدل گئی بھاگ کھڑے ہوئے اور بے شمار قتل ہوئے اور ہمیں بہت سی غنیمت ملی اسی لیے حضرت خالد بن الولید کا لقب سیف اللہ ہوا۔

بضعا وتسعین من طعنة ورمیة: سوال۔ گذشتہ روایت میں ہے خمسین بین طعنة وضربة یہ تو تعارض ہوا جواب ۱۔ خمسین میں پشت والے زخم شمار نہ فرمائے تھے۔ ۲۔ خمسین میں تیر کے زخم نہ شمار فرمائے تھے صرف نیزے اور تلوار کے شمار فرمائے تھے۔ ۳۔ عدد قلیل عدد کثیر کے منافی نہیں ہوتا۔

وعیناه تذرفان: آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔

مستنبطات: ۱۔ صرف موت کی خبر دینا منع نہیں ہے۔ منع صرف نوحہ کے ساتھ خبر دینا ہے۔ ۲۔ بادشاہ شرط کے ساتھ امیر بنادے تو یہ بھی صحیح ہے جیسے یہاں فرمایا کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب کو امیر بنالینا۔ ۳۔ کسی لشکر میں بادشاہ یکے بعد دیگرے کئی امیر بھی مقرر کردے تو جائز ہے۔ ۴۔ شدید مجبوری میں بادشاہ کی اجازت کے بغیر بھی امیر بن جانے کی گنجائش ہے جیسے حضرت خالد بن الولید امیر بنے۔ ۵۔ امیر کے فوت ہونے پر یا شہید ہونے پر فوراً دوسرا امیر بنانا واجب ہے۔ ۶۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی دور ہونے کی صورت میں اجتہاد جائز تھا جیسے حضرات صحابہ کرام نے اجتہاد سے حضرت خالد بن الولید کو اپنا سردار بنایا۔ ۷۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی جب چاہتے تھے وقتاً فوقتاً غیب کی خبریں پہنچا دیتے تھے۔ ۸۔ حضرت خالد بن الولید کو بہت بڑی فضیلت اس جہاد میں ملی کہ سیف اللہ کا لقب ملا اپنے سے ۳۳ گنا لشکر پر فتح نصیب ہوئی۔ ۹۔ الحرب خدعة کی تائید ہوئی۔ ۱۰۔ اگر کافر مسلمانوں کو ذلیل کریں تو بدلہ لینا اور اس ذلت کو دور کرنا قابل اہتمام ہے جیسے اس جہاد میں اس ذلت کا بدلہ لیا گیا کہ ہمارے ایلچی کو کافروں نے قتل کیا۔ ۱۱۔ کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن اللہ کا مصداق پایا گیا۔ **من صائر الباب:** اور ایک نسخہ میں ہے من شیر الباب دونوں کے معنی ہیں دراز یعنی دروازے کی لکڑی کے درمیان پتلے پتلے سوراخ لکیر کی شکل میں۔ **یا ابن ذی**

الجناحین:. وہ یہ تھی کہ مرفوعاً وارد ہو چکا تھا۔ رأیت جعفرا یطیر فی الجنۃ۔ پھر اڑنے کی صورت کیا تھی۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی شکل کے ساتھ ہی اڑنے کی قوت عطا فرمائی۔ ۲۔ آپ کے دونوں بازو جہاد میں شہید ہو گئے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی طرح بازو عطا فرمائے تھے۔ ۳۔ اڑنے کی کیا صورت تھی یہ متشابہات میں سے ہے۔ **صعیفۃ:.** چوڑی تلوار۔ **یمانیۃ:.** اصل میں یاء نسب مشدد تھی تخفیفاً ایک یاء گرا کر اس کے عوض الف دیا گیا۔ **صبرت:.** اس تلوار نے صبر کیا اور نہ ٹوٹی۔ **انت کذلک:.** سوال اس حدیث میں تو حضرت عبداللہ بن رواحۃ کی اس بیماری کا ذکر ہے جو غزوہ موتہ سے پہلے پائی گئی اس لئے اس روایت کا ذکر غزوہ موتہ میں مناسب نہیں۔ جواب حضرت عبداللہ بن رواحہ کا تذکرہ مقصود ہے جو غزوہ موتہ میں امیر بنے پھر شہید ہوئے اس مناسبت سے یہاں اس روایت کو ذکر فرمایا۔

باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامۃ بن زید الی الحرقات من جهینۃ

اس جہاد کا تذکرہ مقصود ہے اور الحرقات یہ بنی جہینہ ہی کا ایک قبیلہ تھا۔

باب غزوۃ الفتح

غرض فتح مکہ کا بیان ہے چونکہ مشرکین مکہ نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا تھا اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کا لشکر لے کر تشریف لائے اور مکہ مکرمہ اللہ تعالیٰ نے فتح فرما دیا۔

باب غزوۃ الفتح فی رمضان

فتح مکہ کا وقت بتلانا مقصود ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ۱ رمضان ۸ھ بروز بدھ فتح کے لئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے۔

الیٰ حنین:. مناسبت باب سے یہ ہے کہ حنین فتح مکہ کے بعد ہوا نیز گذشتہ حدیث کی وضاحت بھی مقصود ہے۔

باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح

غرض اس جگہ کا بیان ہے جہاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اسلام کا جھنڈا گاڑا تھا۔ **عند حطم الخیل:** تنگ راستہ جہاں گھوڑے ایک دوسرے کو کاٹیں یعنی گھوڑوں کو بھیڑ ہو اور سب گھوڑے وہاں سے گزریں تاکہ حضرت ابوسفیان کے دل میں اسلام کی عظمت زیادہ ہو اور خوشی ہو اور اسلام مضبوط ہو۔ **جندا یوم الذمار:.** ۱۔ یہ ہلاکت کا دن ہے کاش میں اپنے رشتہ داروں کو ہلاکت سے بچالوں یہ بات عاجزی اور ذلت کے موقعہ میں کہی جاتی ہے۔ ۲۔ یہ حفاظت کا دن ہے۔ اے عباس آپ کے ذمہ میری حفاظت ہے۔ **یرجع:** گلے میں آواز لوٹا رہے تھے یعنی بہت خوشنما بنا کر پڑھ رہے تھے۔ **اقتلہ:.** یہ عبداللہ بن خطل تھا جو اسلام لایا پھر مرتد ہوا نعوذ باللہ من ذالک پھر اس نے ایک شخص کو قتل کیا اور اس کی دو گانے والی عورتیں تھیں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتی تھیں اور راجح یہی ہے کہ اس کو حضرت ابوبرزہ نے قتل فرمایا اور ساعت حلت کے اندر اندر ہی قتل فرما دیا جو یوم الفتح میں طلوع فجر سے عصر تک تھی۔ **لایبدی الباطل ولا یعید:.** ۱۔ نہ اولاً غالب ہوگا دلائل کے لحاظ سے نہ ثانیاً۔ ۲۔ باطل نہ اہل باطل کو دنیا میں نفع دے گا نہ آخرت میں۔ ۳۔ باطل سے مراد ابلیس ہے نہ اس نے پہلے کسی کو پیدا کیا نہ وہ دوبارہ اٹھائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی نے پہلے پیدا کیا وہی دوبارہ اٹھائیں گے۔

باب دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلیٰ مکۃ

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ فتح مکہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں کس جانب سے داخل ہوئے تھے۔

باب منزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ فتح مکہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں قیام فرمایا تھا۔

باب:. ما قبل کا تتمہ ہے پہلی روایت کی مناسبت یہ ہے کہ سورہ نصر میں فتح مکہ کے متعلق جو حکم ہے اس پر کیسے عمل فرمایا اس طرح

کہ یہ الفاظ رکوع اور سجدہ میں پڑھتے تھے سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی۔ **بخربة**:۔ فتح کے ساتھ سرقہ اور ضم کے ساتھ بمعنی فساد۔ **بیان مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمكة زمن الفتح**:۔ غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں کتنا قیام فرمایا۔ **تسعة عشر يوماً**:۔ سوال یہ روایت گذشتہ روایت کے خلاف ہے کیونکہ گذشتہ روایت میں مکہ مکرمہ دس دن ٹھہرنا مذکور ہے اور اس روایت میں ۱۹ دن۔ جواب۔ گذشتہ روایت کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے اور زیر بحث روایت کا تعلق فتح مکہ سے ہے۔ باب۔ ماقبل کا تتمہ ہے۔ **قد مسح وجهه**:۔ صحابی ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ زیارت کو سمجھتا ہو یا کوئی حدیث حاصل کی ہو۔ حضرت عبداللہ بن ثعلبہ میں یہ بات پائی گئی۔ **وكانما يغرى في صدري**:۔ گویا کہ میرے دل میں اتر جاتی تھی۔ **تلوم**:۔ ایک تاء حذف کی گئی ہے۔ انتظار کرتے تھے فتح مکہ کا اسی بنا پر یہ روایت فتح مکہ کے ابواب کے مناسب ہو گئی۔ **وللعاهر الحجر**:۔ کنایہ ہے اس سے کہ زانی کے لئے ناکامی اور محرومی ہے۔ **فلقيت معبداً**:۔ راجح ابو معبد ہے جیسا کہ آئندہ روایت میں آرہا ہے ان کا نام مجالد تھا اور کنیت ابو معبد تھی۔ **فان وجدت شيئاً ولا رجعت**:۔ شیئاً سے مراد جہاد یا قدرة علی الجهاد ہے اس سے پہلے یہ بھی ہے فاعرض نفسک اس کے معنی ہیں آگاہ کن نفس خود را وآگاہ باش حاصل معنی یہ ہوئے کہ اپنے دل میں غور وفکر کرلو۔ **ولكن جهاد ونية**:۔ یعنی ہجرت کی نیت رکھے کہ جب ضرورت ہوگی کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب قول اللہ عزوجل ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم

اور بعض نسخوں میں قول اللہ تعالیٰ سے پہلے غزوہ حنین بھی ہے پھر آیت مبارکہ میں یوم سے پہلے موطن محذوف ہے تاکہ مکان کا عطف مکان پر ہو زمان کا عطف مکان پر نہ ہو کیونکہ شروع آیت یوں ہے

لقد نصركم الله في مواطن كثيرة و يوم حنين پھر حنین مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے جو کہ مکرمہ سے دس سے کچھ زائد میل دور ہے۔ **ثم وليتم مدبرين**:۔ مراد یہ ہے کہ چند کے سوا سب بھاگ کھڑے ہوئے ان چند نہ بھاگنے والوں میں خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے ۱۰ رمضان ۸ھ کو فتح مکہ کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے نکلے۔ فتح مکہ سے فارغ ہوتے ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنی ہوازن بہت سے قبیلوں کے ساتھ حملہ کی تیاری کر رہے ہیں چنانچہ شوال ۸ھ میں ۱۲ ہزار کے لشکر کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نکلے کافروں کا امیر مالک بن عوف النظری تھا۔ صبح کے غلس میں کافروں نے جو چھپے بیٹھے تھے ایک دم تیروں اور تلواروں سے حملہ کر دیا مسلمان ایک سو یا اسی کے سوا سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ نہ بھاگنے والوں میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عباسؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ اور حضرت ابوسفیان اور حضرت ایمن بن ام ایمن اور حضرت اسامۃ بن زیدؓ وغیرہ تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سفید خچر پر سوار فرما رہے تھے۔

انا النبي لا كذب   انا ابن عبدالمطلب

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا تو انہوں نے مسلمانوں کو آواز دی تو کچھ مسلمان لوٹ آئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان سے مٹھی مٹی کی مانگی۔ انہوں نے دی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مٹھی کافروں کی طرف پھینکی سب کافروں کی آنکھوں اور منہ میں پڑی پھر کافروں نے آسمان سے آوازیں جیسے طشتری پر زنجیر رگڑتے ہیں اور فرشتے چیونٹیوں کی شکل میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان اترے اس پر کافر بھاگ کھڑے ہوئے کچھ مارے گئے کچھ پکڑے گئے فرشتے پانچ ہزار یا آٹھ ہزار یا سولہ ہزار تھے۔ سرخ پگڑیوں کے ساتھ تھے۔ چھ ہزار کافر قیدی ہوئے اس کے علاوہ اونٹ بیس ہزار بکریاں ۴۰ ہزار سے زائد چاندی چار ہزار اوقیہ غنیمت میں آئی۔ بیس دن کے بعد

بقیہ ہوازن مسلمان ہوئے اور مسلمانوں سے اجازت لے کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سب قیدی چھوڑ دیئے بلکہ بعض قیدیوں کو سوسو اونٹ بھی دیئے اور ارشاد فرمایا کہ اگر مالک بن عوف مسلمان ہوجاتا تو اسی کو دوبارہ امیری دے دی جاتی وہ بھاگ گیا تھا یہ سن کر واپس آ گیا اور سچا مسلمان ہوا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سو اونٹ بھی دیئے اور سرداری بھی دی۔ **اذا عجبتکم کثرتکم**: تم نے اپنی کثرت پر فخر کیا جو اللہ تعالیٰ نے پسند نہ فرمایا۔ **قال قبل ذلک**: یعنی صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں بھی شریک ہوئے ایمان کی حالت میں اور یہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ ہیں ان کے والد صاحب بھی صحابی تھے جنہوں نے اپنا صدقہ عبداللہ کے ہاتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا یہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ کوفہ میں سب سے اخیر میں ۸۶ھ میں وفات پانے والے ہیں اور امام ابوحنیفہ کی پیدائش میں راجح قول ۸۰ھ کا ہے آپ نے ان کا زمانہ پایا ہے اور زیارت کی ہے کیونکہ چھ سال کی عمر تک اپنے شہر کے صحابی کی زیارت نہ کی ہو یہ محال ہے اور ایک قول میں تو امام ابوحنیفہ کی پیدائش ۷۰ھ کی ہے اس قول کے لحاظ سے تو تابعی ہونا اور بھی ظاہر ہے۔ **فرشقتھم**: تیر مارے۔ سوال یہاں بظاہر جواب سوال کے مطابق نہیں ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ اے براء بن عازب کیا آپ غزوہ حنین میں بھاگے تھے اور جواب یہ دیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہ بھاگے تھے جواب۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال یہ تھا کہ کیا سب بھاگ گئے تھے اور سب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں اور پھر اگلی روایت میں تو الفاظ ہی یہ ہیں اولیتم اس لئے جواب سوال کے مطابق ہوگیا۔ **نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بغلة**: خچر زیادہ نہیں بھاگتی اس لئے اس پر سوار ہونا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی کی دلیل ہے اور پھر نیچے اتر آنا مزید ثابت قدمی کی دلیل ہے۔ **استانیت**: میں نے تمہارا انتظار کیا **ھذا الذی بلغنی عن سبی ھوازن**: یہ مقولہ امام زہری کا ہے۔

لاھا اللہ: اس کے معنی ہیں لا واللہ اور ھا قسمیہ ہے بمعنی واو قسمیہ۔ **یختله**: دھوکا دینا چاہتا تھا۔ **اصیبغ**: چڑیا جیسا ایک چھوٹا سا پرندہ۔ **خرافاً**: باغ۔

باب غزوة اوطاس

اوطاس جگہ کا نام ہے اور باب کی غرض غزوہ اوطاس کی تفصیل بتلانا ہے۔ اس غزوہ کا واقعہ یہ ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حنین میں فتح عظیم نصیب فرمائی تو کچھ ہوازن کے لوگ وادی اوطاس میں جمع ہوئے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کے چچا حضرت ابو عامر کی سرداری میں لشکر اوطاس بھیجا ان کی سرکوبی کے لئے چنانچہ لڑائی ہوئی اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

فنزا منه الماء: گھٹنے میں سے پانی نکلا۔

باب غزوة الطائف

یہ ایک بڑا شہر ہے جو مکہ مکرمہ سے تین دن یا دو دن کے فاصلہ پر ہے۔ وجہ تسمیہ میں دو اہم قول ہیں۔ ۱۔ لدمون بن عبید بن مالک نے اپنے ابن عم عمر کو قتل کیا۔ حضرموت میں اور بھاگ آیا اور مسعود بن معتب ثقفی کو دیکھا جو کہ لنگڑا رہا تھا اور مالدار تھا تو لدمون نے مسعود سے معاہدہ کر لیا کہ ہم ایک دوسرے کا نکاح کرا دیں گے اور لدمون نے کہا کہ میں تمہارے مال سے تمہارے شہر کے گرد فصیل بناؤں گا کہ کوئی اہل عرب حملہ نہ کر سکے چنانچہ بنا دی تو اصل میں تو اس فصیل کا نام طائف ہے پھر پورے شہر کا نام طائف ہوگیا۔ ۲۔ امام سہیلی نے نقل فرمایا (جیسا کہ عینی میں ہے) کہ **طاف علیھا طائف من ربک وھم نائمون** کہ جبریل علیہ السلام نے اس زمین کو اٹھا لیا **فاصبحت کالصریم** **وھو اللیل** کہ وہ رات کی طرح کالی اور بے آباد ہو گئی پھر اس جگہ کو خانہ کعبہ کا طواف کرایا اور اس جگہ رکھ دیا جہاں اب طائف ہے اصل میں یہ زمین صنوران میں تھی جو صنعاء سے ایک فرسخ دور تھا اسی لئے طائف میں پانی اور درخت ہیں آس پاس نہیں ہیں اور یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے اٹھائے جانے کے کچھ بعد کا ہے پھر غزوہ طائف کی تفصیل اس باب کی غرض ہے اور وہ تفصیل اس باب کی روایات میں ہے حاصل یہ ہے کہ فتح حنین کے بعد تقسیم غنائم سے پہلے طائف کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ فرمایا ۱۵ یا ۱۷ یا ۲۰ یا ۳۰ یا ۴۰ دن مختلف روایات ہیں اور کچھ لڑائی بھی ہوئی پھر بغیر فتح فرمائے واپس تشریف لے آئے۔ **مخنث**: ۱-نون کے کسرہ کے ساتھ زیادہ فصیح شمار کیا جاتا ہے۔ ۲-نون کے فتح کے ساتھ زیادہ مشہور ہے۔ عورتوں جیسے بدن والا مرد اپنی کلام کی نرمی میں جس کو ہم ہجڑا کہتے ہیں۔ **لایدخلن ھولاء علیکن**: کیونکہ یہ غیر اولی الاربۃ من الرجال میں داخل نہیں ہے۔ **ھیت**: یہ اس مخنث کا علم ہے اور دونوں طرح منقول ہے ھاء کے کسرہ کے ساتھ اور ھاء کے فتح کے ساتھ اور بخاری شریف کے بعض نسخوں میں یہاں لفظ ھنب ہے جس کے معنی احمق کے ہوتے ہیں۔ **حدثنا سفیان الخبر کله**: یعنی سفیان بن عیینہ نے پوری حدیث سنائی اور دوسرے نسخہ میں ہے کله بالخبر اس کے معنی یہ ہیں کہ عن کی جگہ بھی اخبرنا یا اخبرنی ہی کے الفاظ ہیں۔ **وکان تسور حصن الطائف**: دیوار پھاند کر آگئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے اور دیوار پھاندے بغیر نکلنا مشکل تھا ان کے ساتھ کچھ اور حضرات بھی جو پہلے طائف میں غلام تھے دیوار پھاند کر آئے تھے اور پکے مسلمان ہوئے۔ **ثالث ثلثة و عشرین**: سوال۔ حضرت موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں لکھا ہے کہ صرف حضرت ابوبکرۃ ہی مسلمان ہوئے تھے۔ جواب۔ ۱-صحیح بخاری کی روایت سند کے لحاظ سے اقویٰ ہے اس لیے اسی کو ترجیح ہے۔ ۲- پہلے صرف حضرت ابوبکرۃ آئے باقی بعد میں آئے۔ **جعرانة**: دو طرح پڑھا گیا ہے۔ ۱-جعرانۃ بسکون العین وتخفیف الراء۔ ۲-جعرانۃ بکسر العین وتشدید الراء۔ **الاتنجزنی ما وعدتنی**: ۱-ان اعرابی سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خصوصی وعدہ فرمایا ہوا تھا اس کا وہ مطالبہ کر رہے تھے۔ ۲-عمومی وعدہ تھا کہ طائف سے واپس آ کر جعرانہ میں غنیمت تقسیم کریں گے اب وہ دیہاتی اسی وعدہ کو یاد کرا رہا

تھا کہ اب جلدی تقسیم فرما دیں۔ **ابشر**: ۱-خوش ہو جاؤ کہ اب میں تقسیم کرنے لگا ہوں۔ ۲-خوش ہو جاؤ کہ تم نے اب تک صبر کیا تمہیں اس صبر کا بہت ثواب ملے گا۔ **لما افاء اللہ**: یہ فیئی سے ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں کیونکہ یہ مال اصل میں مسلمانوں ہی کا ہے کافر عارضی طور پر غالب آ گئے اب اصل مالک کی طرف لوٹ آیا۔ **فی المولفة قلوبھم**: ۱-کافر جن کے ایمان لانے کی امید ہو کہ کچھ مال لے کر خوش ہو جائیں اور اسلام کی حقیقی دولت حاصل کرنے کی توفیق ہو جائے۔

۲۔ ایسے مسلمان جن کے خادم اور ماتحت جن کو اتباع کہا جاتا ہے بہت سے ہوں تو ان مسلمانوں کو مال و دولت دی جاتی تھی کہ ان اتباع کو جو کافر ہیں ان کو شوق پیدا ہو کہ ایمان کے بعد بھی دنیا سے ہم محروم نہ ہو جائیں گے بلکہ بہت کچھ ملے گا ایسے مسلمانوں کو مولفۃ القلوب کہا جاتا تھا۔ ۳۔ جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں ان کی امداد کی جاتی تھی کہ غریبی اور تنگدستی کی وجہ سے کہیں گھبرا کر ایمان کی دولت سے محروم نہ ہو جائیں اور دوبارہ کفر کے اندھیروں میں نہ چلے جائیں۔ **ولم یعط الانصار شیئاً**: سوال۔ جب انصار جہاد میں شریک تھے تو ان کو ان کا حصہ کیوں نہ دیا گیا۔ جواب۔ ۱-حنین کی غنیمت عام جہادات کی غنیمت سے مستثنیٰ قرار دی گئی تھی اور اس کے لیے خصوصی حکم نازل ہوا تھا۔ جواب۔ ۲۔ یہ انصار کو نہ دینا صرف خمس میں سے تھا۔ اصل غنیمت عام اصول کے مطابق تقسیم فرمائی تھی۔ **لو شئتم قلتم جئتنا کذا و کذا**: اس کی تفصیل مسند احمد میں ہے عن انس مرفوعا افلا تقولون جئتنا خائفا فامناک وطریدا فآویناک ومخذولا فنصرناک قالوا بل المن علینا للہ ولرسولہ اور یہ فرمانا تواضعاً تھا ورنہ اصل احسان تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ان پر تھا۔ **مایمنعکم ان تجیبوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**: کہ تم نے مجھ پر اعتراض کیوں کیا کہ اہل مکہ کو دیا ہمیں نہ دیا۔ **والناس دثار**: وہ لباس جو شعار کے اوپر

پہنا جاتا ہے۔اس کو دثار کہتے ہیں۔**والطلقاء:** اس سے مراد اہل مکہ ہیں کیونکہ ان کو فتح مکہ کے موقعہ میں قید سے آزاد کیا گیا تھا اور قیدی نہ بنایا گیا تھا اور ان سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا لاتثریب علیکم الیوم ایک روایت کے مطابق غزوہ حنین میں دو ہزار اہل مکہ شریک ہوئے تھے۔**لم یخلط بینھما:** دونوں آوازیں صاف تھیں۔

غزوہ حنین میں حکمتیں اور فوائد

ا۔اذا عجبتکم کثرتکم ۔عجب اور خود پسندی کو ختم کرنا۔ ۲۔خود پسندی کا علاج فرمانے کے بعد پھر حق تعالیٰ نے احسان فرمایا اور فتح بھی عنایت فرمادی تا کہ اہل مکہ کو ہوازن سے خطرہ نہ رہے۔۳۔اللہ تعالیٰ نے بنی ہوازن کے دل میں ڈالا کہ سب مال اسباب اور اولاد لے چلو لڑنے کے لیے تا کہ مسلمانوں کو خوب غنیمت ملے۔۴۔اہل مکہ کو خوب غنیمت ملی اس سے ان کا اسلام پختہ ہوا کیونکہ حب مال انسان میں فطرتی چیز ہے۔۵۔جب بنی ہوازن کے بچے اور عورتیں واپس ہوئے تو اس سے ان کا اسلام مضبوط ہوا اور ان کو بہت خوشی نصیب ہوئی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اضافہ ہوا۔۶۔انصار کو کم دے کر ان کے ایمان کی عظمت کا ظاہر فرمانا مقصود تھا۔۷۔انصار کو سمجھانے کا طریقہ اور اتمام حجت کا طریقہ ہمیں بتلا دیا۔۸۔انصار کی کمال اطاعت ظاہر ہوئی کہ انہوں نے اف نہ کی۔۹۔انصار نے واقعہ کی حقیقت بلا تکلف بیان فرمادی کہ ہمارے کچھ نوجوانوں سے غلطی ہوئی ہے اور انہوں نے کچھ اعتراض کی باتیں کی ہیں۔ ۱۰۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کا اونچا درجہ ظاہر فرمادیا کہ وہ میرے پیارے ہیں۔۱۱۔بڑوں کو چاہیے کہ وہ چھوٹوں کو سمجھائیں۔۱۲۔اظہار عتاب ضرورت کے موقعہ میں مستحسن ہے۔ ۱۳۔ترغیب تو بہ مستحسن ہے۔۱۴۔انصار نے معذرت چاہی اور ثابت ہوا کہ غلطی والے کا معذرت چاہنا مستحسن ہے اگر کوئی معقول وجہ ہو تو بیان کردے۔۱۵۔جو مناسب طریقہ سے معذرت چاہے تو اس کو معاف کر دینا چاہیے جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرمادیا۔۱۶۔پیشین گوئی اور اخبار بالغیب کا معجزہ ظاہر ہوا کہ تم پر ترجیح ظاہر ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔۱۷۔بیت المال کی تقسیم میں حسب ضرورت کمی بیشی ہوسکتی ہے۔۱۸۔غنی کو بھی مصلحت کی وجہ سے کچھ دیا جاسکتا ہے۔۱۹۔دنیا کا حق مانگنے کی گنجائش ہے جیسے ہوازن نے مانگا۔۲۰۔ضرورت کے موقعہ میں وعظ کہنا چاہیے۔۲۱۔وعظ خصوصی بھی ہوسکتا ہے جس میں کسی کو آنے کی اجازت ہو کسی کو نہ ہو۔۲۲۔دنیا فوت ہونے پر تسلی دینی چاہیے۔۲۳۔ہدایت ملنے پر۔اتفاق ملنے پر۔غنی پر شکر کرنا چاہیے۔۲۴۔اللہ تعالیٰ کا اور پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ماننا چاہیے۔۲۵۔آخرت کو دنیا پر ترجیح حاصل ہے۔

باب السرية التي قبل نجد

سری کے معنی نفیس کے ہیں کیونکہ عموماً سریہ لشکر میں سے عمدہ ہوتا ہے۔نجد کے لغوی معنی بلند جگہ کے ہوتے ہیں۔یہاں نجد کا مصداق وہ بلند حصہ ہے جو عراق اور حجاز کے درمیان واقع ہے۔امام بخاری نے گو اس سریہ کو غزوہ حنین کے ذکر کے بعد ذکر کیا ہے لیکن راجح یہ ہے کہ یہ سریہ شعبان ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے واقع ہوا نجد میں ارض محارب کی طرف حضرت قتادہ کو پندرہ (۱۵) حضرات کا سردار بنا کر بھیجا گیا جو ۲۰۰ اونٹ دو ہزار (۲۰۰۰) بکریاں اور بہت سے قیدی لائے ۱۵ دن مدینہ منورہ سے باہر رہے خمس نکالا گیا اور باقی اہل سریہ پر تقسیم کیا گیا اور باب کا مقصد اسی سریہ کا بیان ہے۔

باب بعث النبي صلى الله عليه وسلم خالد بن الوليد الى بني جذيمة

باب کی غرض اس واقعہ کا بیان ہے۔بنی جذیمہ شاخ ہے بنی کنانہ کی ان کی طرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید کو ۳۵۰ حضرات کے ساتھ شوال ۸ھ کو فتح مکہ کے بعد اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا تھا لڑائی مقصود نہ تھی۔یہ چھوٹا سا لشکر صرف احتیاطاً ساتھ کر دیا تھا۔

باب سرية عبدالله بن حذافة

غرض اس سریہ کا بیان ہے اور اس سریہ کی بس یہی تفصیل متداول کتب حدیث میں منقول ہے جو اس زیر بحث باب کی حدیث میں آ گئی۔ **ادخلوها**: ان کی غرض صرف امتحان تھا حقیقۃً جلانا مقصود نہ تھا۔ **بعث ابی موسیٰ ومعاذ بن جبل الی الیمن قبل حجۃ الوداع**: غرض اس واقعہ کا بیان ہے۔ **مخلاف**: ایک بڑا حصہ جس کو آج کل صوبہ کہتے ہیں۔ **الی عمله**: مضاف محذوف ہے الی موضوع عمل۔ **احدث به عهداً**: ملاقات کرتا تھا۔ **اتفوقه تفوقاً**: تھوڑے تھوڑے وقفے سے پڑھتا ہوں۔ **وتطاوعا**: ایک دوسرے کو خوش رکھنا۔ **وضرب فسطاطاً**: اس ضرب کے فاعل حضرت ابو موسیٰ اشعری ہیں۔ **ومكثنا بذلك حتى استخلف عمر رضي الله تعالىٰ عنه**: ہم ایک سفر میں حج اور عمرہ کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت عمر خلیفہ بنے انہوں نے ایک سفر میں دونوں کا کرنا ممنوع قرار دیا لیکن یہ ممانعت تنزیہی تھی۔ **لقد قرت عين ام ابراهيم**: سوال۔ یہ لفظ اگر نماز میں مقتدی کہے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے تو حضرت معاذ نے اس شخص کو نماز کے اعادہ کا حکم کیوں نہ دیا۔ جواب۔ ۱۔ اس وقت ان کی تحقیق یہی تھی کہ یہ الفاظ ناقض صلوۃ نہیں ہیں۔ ۲۔ حکم اعادہ کا فرمایا لیکن راوی نے اختصار کیا ہے اعادہ کا ذکر نہیں کیا۔ ۳۔ یہ الفاظ اس شخص نے سلام کے بعد اسی جگہ بیٹھے بیٹھے کہے تھے۔

باب بعث علي بن ابي طالب

غرض اس واقعہ کا بیان ہے۔

من شاء منهم ان يعقب معک فليعقب جو چاہے ان میں سے کافروں کو سزا دینے کے لیے یعنی جہاد کرنے کے لیے تمہارے ساتھ چلا جائے ومن شاء فلیقبل اور جو چاہے مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور وطن واپس آ جائے۔ **فان له في الخمس اكثر من ذلك**: سوال۔ حضرت علی نے خمس میں سے جاریہ کیسے لے لی۔ جواب۔ حضرت علی بھی تو رعیہ میں داخل ہیں جن کے لیے خمس ہوتا ہے تو انہوں نے اپنا حصہ لے لیا۔ سوال۔ استبراء یعنی ایک حیض گزارے بغیر اس جاریہ سے وطی کیسے کر لی۔ جواب۔ ۱۔ وہ نابالغہ تھی یا غیر شادی شدہ تھی اور ایسی کے ساتھ بلا استبراء بھی وطی ان کے نزدیک جائز تھی جیسا کہ بعض صحابہ کا مذہب اسی طرح منقول ہے۔ ۲۔ قبضہ کے بعد ایک حیض گزر گیا تھا اور استبراء مکمل ہو گیا تھا اس کے بعد وطی فرمائی تھی۔ **مقروظ**: مدبوغ رنگا ہوا۔ **لم تحصل من ترابها**: وہ سونا ایسا تھا کہ ابھی تازہ تازہ کان سے نکالا ہوا تھا اس لئے مٹی سے ملا ہوا تھا ابھی مٹی سے الگ کیا ہوا نہ تھا۔ **الرمیه**: بمعنی مرمیہ مطلب یہ کہ تیر شکار میں سے نکل کر پار ہو جائے اور تیر پر خون کا نشان نہ ہو۔ **ابن يقيم علىٰ احرامه**: باب سے مناسبت یہ ہے کہ حضرت علی یمن سے حج کے لئے آئے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ میں۔ **بسعاية**: ان کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس لینے بھیجا تھا تو وہ خمس لے کر آئے۔ **غزوة ذي الخلصة**: غرض اس غزوہ کا بیان ہے۔ مکان کا نام خلصۃ تھا اور اس میں جو بت رکھا ہوا تھا اس کا نام ذوالخلصۃ رکھا تھا۔ **والكعبة الشامية**: سوال۔ اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالخلصہ کا نام کعبہ یمانیہ بھی تھا اور کعبہ شامیہ بھی تھا حالانکہ کعبہ شامیہ تو مکہ مکرمہ والے کعبۃ اللہ کا نام تھا جواب یہاں الکعبہ مبتدا ہے اور الشامیہ خبر ہے کہ اصل کعبہ تو کعبہ شامیہ تھا اور یہ جملہ ترکیب میں حال واقع ہو رہا ہے۔ **ولاحمس**: یہ احمس حضرت جریر کا قبیلہ تھا۔ **جمل اجرب**: ۱۔ خارش والے اونٹ کی طرح بے رونق اور بدصورت ہو گیا۔ ۲۔ خارش والے اونٹ کی طرح کالا ہو گیا۔ **غزوة ذات السلاسل**: اس غزوہ کا بیان مقصود ہے وجہ تسمیہ۔ ۱۔ کافروں نے پاؤں میں زنجیریں ڈال رکھی تھیں کہ مرجانا ہے بھاگنا نہیں ہے۔ ۲۔ وہاں کے پانی کا نام السلسل یہ جگہ مدینہ منورہ سے دس

دن کے فاصلہ پر تھی سنہ ۸ھ یا ۷ھ میں ہوا۔ **بلی وعذرۃ وبنی القین:** یہ قبیلوں کے نام ہیں۔ **علی جیش ذات السلاسل:** اس غزوہ کا واقعہ یوں ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنی قضاعہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہو رہے ہیں تو ان کی سرکوبی کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص کو ۳۰۰ کا لشکر دے کر بھیجا پھر ان کے امداد مانگنے پر دوسو کا لشکر حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح کی سرداری میں بطور امداد بھیجا ان دوسو میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے اس طرح حضرت عمرو بن العاص کو ایک فضیلت جزئی ملی کہ ان کی سرداری میں حضرات شیخین نے جہاد فرمایا۔

باب ذهاب جرير الى اليمن

غرض اس واقعہ کا بیان ہے اور یہ جانا ذی الخلصۃ کی طرف جانے کے علاوہ ہے۔ **ذا کلاع:** ان کے بارے میں تین اہم روایتیں ہیں۔ ۱- یہ اپنی قوم کے سردار تھے اور زمانہ جاہلیت میں غلطی یہ بھی کر چکے تھے کہ نعوذ باللہ خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا لیکن بعد میں توبہ کی توفیق ہوئی اور مسلمان ہو گئے اور وفد کی صورت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صحابی ہونے کی فضیلت سے مشرف ہوئے اور ایک قول میں غلاموں کے دس ہزار خاندانوں کو آزاد کیا اور ایک قول میں بارہ ہزار خاندانوں کو آزاد کیا اور ان کی طرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھی بھیجا تھا کہ مسلمہ کذاب اور اسود عنسی کے خلاف مسلمانوں کی امداد کریں۔ ۲- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف حضرت جریر کو بھیجا تو یہ مسلمان ہو گئے اور ان کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے لیکن مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ ۳- حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ پھر ان کی وفات ۳۷ھ میں جنگ صفین میں ہوئی اور یہ حضرت امیر معاویہ کی طرف سے لڑنے آئے تھے۔ زیر بحث حدیث کے الفاظ سے بظاہر اسی تیسرے قول ہی کی تائید ہوتی ہے۔ **ذا عمرو:** ان کے بارے میں دو اہم قول ہیں۔ ۱- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ہی مشرف باسلام ہو گئے تھے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے اور صحابی ہونے کی فضیلت سے مالا مال ہوئے۔ ۲- مسلمان ہوئے اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن ابھی راستہ ہی میں تھے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ **وانی مخبرک خبرا:** اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتب سابقہ پڑھتے تھے اسی لئے فرما رہے ہیں کہ جب تک مشورہ سے خلافت بناؤ گے بھلائی پر رہو گے پھر لڑائی اور بادشاہت شروع ہو جائے گی اس کی تائید مرفوع روایت سے ہوتی ہے جو مسند احمد اور سنن اربع میں ہے عن سفینۃ الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تصیر ملکا۔

باب غزوة سيف البحر

اس غزوہ کا بیان مقصود ہے اور سیف بکسر السین ساحل کو کہتے ہیں۔ **ابو عبیدۃ بن الجراح:** ان کا نام کیا تھا۔ ۱- عامر بن الجراح۔ ۲- عبداللہ بن عامر بن الجراح عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور بدری صحابی ہیں۔ ۵۸ سال کی عمر میں طاعون میں اردن میں ۱۸ھ میں حضرت عمرؓ کی خلافت میں وفات پائی اور وہاں ہی ان کی قبر مبارک ہے حضرت معاذ بن جبل نے نماز جنازہ پڑھائی رضی اللہ تعالیٰ عنھما وعن کل الصحابۃ اجمعین۔ **مزودی تمر:** مزود اس تھیلے کو کہتے ہیں جس میں زاد رکھا جاتا ہے۔ **الظرب:** چھوٹا پہاڑ۔ **الخبط:** سلم کے ورق اور سلم ایک کانٹے دار درخت ہوتا ہے جس کے پتوں سے چارا لگا جاتا ہے۔ **ثابت الینا بلوث** آئے اور پہلے کی طرح مضبوط ہو گئے۔ **جزائر:** جمع ہے جزور کی بمعنی اونٹ۔ **قال انحر:** کہنے والے ان کے والد ہیں۔ **نہیت:** روکنے والے حضرت ابوعبیدہ ہیں۔ **حج ابی بکر بالناس فی سنۃ تسع:** سوال۔ غزوات میں حج کا ذکر تو مناسب نہیں۔ جواب۔ مناقب سے لے کر یہاں تک اصل ذکر سیرت کا ہے اس میں

احوال نبوت علامات رسالت۔ احوال صحابہ خصوصیہ ہجرت جہادات ذکر فرمائے اب سیرت کے آخری حالات ہیں ان آخری حالات میں واقعہ وفات اور حج ابی بکر وغیرہ مذکور ہیں۔ **وفد بنی تمیم:**۔ یہاں سے امام بخاری وفدوں کا ذکر شروع کر رہے ہیں جو عام الوفود یعنی ۹ھ میں آئے اور اپنے اپنے قبیلوں کا اسلام ظاہر کیا اور و روایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کا مصداق پایا گیا۔ **باب:**۔ تتمہ ہے۔ ماقبل کا **عیینۃ بن حصن:**۔ محرم ۹ھ میں گئے اامرد اامور تیں اور ۳۰ بچے قید کر کے لائے۔

باب وفد عبدالقیس

اس وفد کا بیان مقصود ہے۔ **خشیت ان افتضح:**۔ یہ ان اکثرت کی جزاء ہے کہ اگر زیادہ یہ شربت پیوں تو ڈر ہوتا تھا کہ میں نشہ کی وجہ سے مجلس میں ذلیل نہ ہو جاؤں۔ سوا۔ اس باب کی پہلی اور دوسری روایت میں بظاہر تعارض ہے پہلی روایت میں پانچ چیزیں ہیں اور دوسری میں چار چیزیں مذکور ہیں۔ صوم رمضان کا ذکر نہیں ہے جواب۔ ۱۔ دو دفعہ گفتگو ہوئی۔ پہلی دفعہ چار زیادہ اہم کا ذکر فرمایا اور دوسری دفعہ پوری پانچ کا ذکر فرمایا پہلے ایمان میں چار چیزیں اجمالاً پھر چاروں تفصیلاً۔ ۲۔ راوی سے ایک چیز نسیاناً چھوٹ گئی دوسری روایت میں۔ **الیمامۃ:**۔ یمن کا بڑا شہر۔

احدھما العنسی:۔ اسود عنسی کے متعلق دو اہم قول ہیں۔ ۱۔ اس نے نبوت کا دعویٰ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیا تھا اس قول پر یخرجان من بعدی بالکل ظاہر ہے۔ ۲۔ دوسرا قول جس کو راجح شمار کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کا قتل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک رات پہلے ہوا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں نے اطلاع دی چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح حضرات صحابہ کرام کو اطلاع فرما دی اور پیغام لانے والے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک دن بعد پہنچے۔ اسود عنسی کا شور تین ماہ رہا۔ یہ کاہن تھا ایک یا دو جن اس کے قبضہ میں تھے لوگوں کو کرتب دکھایا کرتا تھا۔ نبوت کا دعویٰ بھی کیا۔ اس کی موت کا واقعہ یوں پیش آیا کہ صنعاء یمن کا ایک بڑا شہر تھا اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا عامل باذان جب فوت ہوا تو اسود عنسی کے جن نے اس کو خبر دے دی تو اس نے آ کر صنعاء پر قبضہ کر لیا اور اس کی بیوی مرزبانہ سے نکاح کر لیا۔ حضرت فیروز اور ان کے ساتھیوں نے بیوی کی امداد سے اسود عنسی کو قتل فرمایا۔ بیوی نے شراب پلا دی حضرت فیروز نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں بیعت ہونا چاہتا ہوں اس نے ہاتھ بڑھایا تو حضرت فیروز نے اس کو قتل کر دیا۔ دوسرے قول پر یخرجان من بعدی کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان دونوں کا تذکرہ میرے بعد ہوگا۔ **والآخر مسیلمۃ:**۔ باب سے مناسبت یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب وفد بنی حنیفہ میں مدینہ منورہ آیا تھا اور آ کر کہا تھا کہ اب ہم آپ کی حکومت مان لیتے ہیں لیکن آپ کے بعد میں آپ کا خلیفہ ہوں گا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات نہ مانی واپس جا کر اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور حضرت صدیق اکبر کے زمانہ خلافت میں وحشی بن حرب اور ایک انصاری نے اسے قتل کیا اور یہ جو ارشاد فرمایا یخرجان من بعدی اس کی ایک توجیہ تو ابھی اسود عنسی کے واقعہ میں گزری کہ ان دونوں کا تذکرہ میری وفات کے بعد بہت ہوگا اس کے علاوہ مسیلمہ کذاب کے واقعہ میں دو توجیہیں بالکل ظاہر ہیں۔ ۱۔ میرے بعد سے مراد ہے میرے غلبہ کے بعد اور غلبہ ہوا فتح مکہ میں اور یہ توجیہ اسود عنسی کے واقعہ میں بھی جاری ہوتی ہے۔ ۲۔ مسیلمہ کذاب کا شور میری وفات کے بعد ہوگا اور یہ توجیہ اسود عنسی کے متعلق پہلے قول پر تو ہو سکتی ہے دوسرے قول پر مناسب نہیں۔ **صاحب صنعاء وصاحب الیمامۃ:** یہ دونوں یمن میں بڑے شہر ہیں پہلے میں اسود عنسی نے اور دوسرے میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں۔ **جثوۃ:**۔ ٹیلا مٹی کا۔ **طفنا بہ:**۔ لپائی کرتے تھے۔ **ننصل:**۔ نیزوں کے کناروں سے لوہا اتار دیتے تھے رجب

کے احترام میں تاکہ لڑائی نہ کرسکیں آگے اسی کی وضاحت ہے۔ **فلما سمعنا بخروجه:**۔ یہاں خروج سے مراد ظہور سے ہے بصورت فتح مکہ۔**قصة الاسود العنسي:**۔ غرض اس قصہ کا بیان ہے۔**وهي ام عبدالله بن عامر:** بنت الحارث مسیلمہ کی بیوی تھی اور مسیلمہ کے مرنے کے بعد انہوں نے حضرت عبداللہ بن عامر سے نکاح کرلیا تھا اس نکاح سے جولڑکا پیدا ہوا اس کا نام بھی عبداللہ ہی رکھا گیا اس لئے ان کو ام عبداللہ بن عامر کہہ دیتے تھے اصل میں ان کا نام تھا ام عبداللہ بن عبداللہ بن عامر دوسری توجیہ یہ بھی ہے کہ مراد ہے ام اولاد عبداللہ بن عامر یہ بنت الحارث مسیلمہ کے مدینہ منورہ آنے کے وقت یمامہ میں تھی لیکن اس کی ملک میں ایک مکان مدینہ منورہ میں تھا اس لئے مسیلمہ کذاب اپنی بیوی کے مکان میں آکر ٹھہرا۔ **خليت بيننا وبين الامر:**۔ ای تخلیت کہ اب آپ اکیلے بادشاہ رہیں پھر میں اکیلا بادشاہ رہوں آپ کی وفات کے بعد اور دوسرے نسخہ میں یوں ہے خلینا بینک وبین الامر اس کے معنی ظاہر ہیں کہ ہم نے اب حکومت آپ کے لئے چھوڑ دی۔ پھر مسیلمہ کذاب نے واپس جا کر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ **ففظعتهما:**۔ اس کی تفسیر اس کے فوراً بعد واؤ تفسیریہ سے فرما دی فکر ھتھما۔**قصة اهل نجران:**۔ غرض ان کا قصہ بیان فرمانا ہے مکہ مکرمہ سے یمن کی طرف جائیں تو مکہ مکرمہ سے سات دن کے سفر پر ۷۳ بستیاں عیسائیوں کی تھیں ان کو نجران کہتے تھے کہ تیز گھوڑ سوار ایک دن میں ان تمام بستیوں کو طے کرسکتا تھا۔**قصه عمان والبحرين:**۔ ان دونوں جگہوں کا حال بتلانا مقصود ہے یمن کے ایک حصہ کو عمان کہتے ہیں اور بصرہ اور عمان کے درمیان کی جگہ کا نام بحرین ہے۔

باب قدوم الاشعريين واهل اليمن

غرض ان کے آنے کا حال بیان فرمانا ہے۔

لما قدم ابو موسيٰ:۔ جب حضرت ابوموسیٰ کوفہ امیر بن کر تشریف لائے حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں۔

اكرم هذاالحي من جرم:۔ اس قبیلہ کا بہت احترام فرمایا من بیانیہ ہے۔ اکرم کے فاعل حضرت ابوموسیٰ ہیں۔

تغفلنا:۔ ہم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم سے غفلت کو غنیمت سمجھ لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قسم کو بھول گئے ہیں اور بھول کر قسم کے خلاف کرلیا ہے۔

اجل:۔ ہاں مجھے اپنی قسم یاد ہے اور میں بھولا نہیں ہوں۔

الفدادين عند اصول اذناب الابل: پہلی دال کی شد کے ساتھ زور سے آواز نکالنے والے۔ اونٹوں والے کسانوں کی عادت تھی کہ اونٹوں کی دموں کے پاس آواز نکالتے تھے۔ ۲- پہلی دال کی تخفیف کے ساتھ۔ ہل والے کیونکہ اونٹوں والے کسان اونٹوں کی دموں کے پاس ہل باندھتے تھے۔ دونوں صورتوں میں مقصد یہ ہے کہ عموماً کھیتی باڑی کرنے والے دین سے غافل ہوتے ہیں۔

من حيث يطلع قرنا الشيطان: یہ دونوں قبیلے مدینہ منورہ سے مشرق کی طرف واقع ہے۔**ارق افئدة والين قلوباً:** فواد غلاف قلب کو کہتے ہیں اس لئے اس کے مناسب رقیق ہے اور قلب مغز کو کہتے ہیں اس لئے اس کے مناسب لین اور نرمی ہے۔**الايمان يمان والحكمة يمانية:**۔ یعنی اہل یمن کے دل ایمان اور حکمت کے معادن ہیں کانیں ہیں خزانے ہیں۔**والفتنة ههنا ههنا يطلع قرن الشيطان:**۔ یعنی اہم ترین فتنہ خروج دجال کا مشرق کی طرف سے شروع ہوگا۔**في قومک و قومه:**۔ مقصد یہ ہے کہ تیری قوم سے اے زید بن حدیر اس کی قوم بہتر ہے کیونکہ اس کی یعنی علقہ کی قوم نخع ہے اور بعض روایات میں نخع کی مدح آئی ہے اور تمہاری قوم اے زید بن حدیر بنی اسد ہے اور بعض روایتوں میں ہے کہ بنی جہینہ بہتر ہے بنی اسد اور بنی غطفان سے اسی روایت کے شروع میں جو یا ابا عبدالرحمن ہے یہ کنیت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود کی۔**قصة دوس:**۔ قبیلہ دوس کا ذکر کرنا مقصود

ہے۔**من دارة الکفر نجت**: ۔ اے رات باوجود درازی اور مشقت کے (میرا شکریہ) تو نے دار الکفر سے نجات دی۔**فلا ابالی اذاً**: ۔ ۱- آپ کی زبان مبارک سے اتنی تعریفیں ہی میرے لئے بہت بڑی سعادت ہے مزید تعریفوں کی ضرورت نہیں۔۲-اب مجھ پر غیر کو مقدم بھی کر دیں تو پرواہ نہیں۔

باب حجة الوداع

غرض حجۃ الوداع کا بیان ہے حضرت انور شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے وجہ معلوم نہیں ہوئی کہ امام بخاری نے حجۃ الوداع کو غزوہ تبوک سے پہلے کیوں ذکر فرمایا جبکہ غزوہ تبوک ۹ ؁ھ میں ہوا اور حجۃ الوداع ۱۰ ؁ھ میں ہوا۔**یراہ قبل و بعد**: ۔ حضرت ابن عباس کے نزدیک وقوف عرفات سے پہلے بھی حلال ہونے کی اجازت تھی اور بعد بھی یعنی جبکہ تمتع کرنے والا ہو اور ھدی ساتھ نہ ہو۔**احججت**: ۔ کیا آپ نے حج اکبر یا حج اصغر کا احرام باندھ لیا ہے **فغلت راسی**: ۔ میرے سر سے جوں تلاش کی۔**وماندری ماحجة الوداع**: ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا ذکر فرمایا تھا لیکن ہمیں یہ پتہ نہ چلا کہ کس کو رخصت کرنے کی طرف اشارہ فرمایا۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیتیں فرما کر اشارہ فرمادیا کہ میں رخصت ہو رہا ہوں لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں وفات کے بعد آئی۔**حجة الوداع**: ۔ اس سے پہلے مبتدا محذوف ہے۔ھی حجۃ الوداع۔**وبمکة اخری**: ۔ یہ شبہ کا جواب ہے شبہ یہ کہ شاید پوری زندگی میں ایک ہی حج فرمایا ہو جواب دیا کہ مکی زندگی میں اور بھی کئے بہت سے جن کی گنتی معلوم نہیں۔**قال محمد احسبه**: ۔ یعنی محمد بن سیرین جو راوی ہیں انہوں نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ روایت میں واعراضکم کا لفظ بھی تھا۔**فی حجة الوداع**: ۔ مقصد یہ ہے کہ اوپر کی روایت میں مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فی حجۃ الوداع کا لفظ بھی روایت میں منقول ہے۔**عن عامر بن سعد**: ۔ یعنی سعد بن ابی وقاص۔**رثی له**: ۔ اسی رق ورحم شفقت کا اظہار فرمایا اور یہ مقول امام زہری کا ہے۔**اخلف بعد اصحابی**: ۔ کیا میں مدینہ منورہ جانے سے اور اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جاؤں گا۔**انک لن تخلف**: ۔ اس کے دو معنی ہیں۔۱-اگر تم پیچھے رہ بھی گئے تو نیکی سے درجے بلند ہوں گے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔۲-اشارہ فرمایا کہ ابھی تمہاری موت نہیں آ رہی اور تم دنیا میں ابھی رہو گے اور اس زندگی میں اگر اخلاص سے نیکی کرو گے تو درجے بلند ہوں گے۔**لعلک تخلف**: ۔ امید ہے کہ تمہاری زندگی ہوگی اس میں تصریح فرمادی کہ ابھی موت نہ آئے گی اور مکہ مکرمہ میں نہیں رہ جاؤ گے بلکہ زندہ رہ جاؤ گے۔

باب غزوة تبوک

غرض غزوہ تبوک کا بیان ہے تبوک ایک چشمہ تھا جو مدینہ منورہ سے شام کی طرف ۱۴ دن کے سفر کے فاصلہ پر تھا۔تبوک سے آگے دمشق ۱۱ دن کی مسافت پر ہے اور کہا گیا ہے کہ اصحاب ایکہ اسی مقام تبوک میں رہتے تھے پھر لفظ تبوک میں مشہور غیر منصرف ہونا ہے علمیت اور تانیث کی وجہ سے لیکن بخاری شریف کی ایک روایت میں تبوکا بھی آیا ہے جو بتاویل مکان مذکر شمار کرنے کی وجہ سے ہے یا بتاویل موضع۔پھر یہ غزوہ تبوک وہ آخری غزوہ ہے جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شرکت فرمائی یہ رجب ۹ ؁ھ میں واقع ہوا اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تھی کہ ہرقل نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے شام میں بہت سے قبیلوں کو ساتھ ملا کر فوجیں تیار کی ہیں اور بلقاء جگہ تک فوجوں کا مقدمہ آ چکا ہے اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جانا ہے وہاں کی تصریح فرما کر تیاری کا حکم دیا کیونکہ دور کا سفر تھا جبکہ عام عادت مبارکہ صرف توریہ کرنے کی تھی کہ ایک لڑائی میں جانا ہے سخت گرمی تھی۔اپنا خلیفہ محمد بن مسلمہ کو بنایا اور کہا گیا ہے کہ حضرت علی کو بنایا اور بعض روایات میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو اپنی جگہ چھوڑنے کا ذکر ہے اس تعارض میں تطبیق یہ ہے کہ نماز کی امامت کے لئے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مقرر فرمایا اور گھر کی عورتوں اور بچوں کے انتظامات کے لئے حضرت علی کو اور باقی انتظامات

کے لئے حضرت محمد بن مسلمہ کو مقرر فرمایا۔ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو عبداللہ بن ابی اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ منورہ ہی میں رہا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیس ہزار کا لشکر تھا جس میں دس ہزار گھوڑ سوار تھے بعض نے چالیس ہزار اور بعض نے ستر ہزار کا لشکر ذکر فرمایا ہے تطبیق غزوہ بدر کی طرح ہے کہ بعض نے تبعاً جانے والوں کو بھی شمار کیا اور بعض نے نہ کیا تبوک کے میدان میں پہنچ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۰ دن وہاں قیام فرمایا۔ کافر واپس چلے گئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ منورہ واپس روانہ ہوگئے اور رمضان ۹ھ میں واپس مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ امام بیہقی نے سند حسن کے ساتھ عبدالرحمن بن غنم سے مرسلاً نقل کیا ہے کہ یہود نے کہا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو باقی نبیوں کی طرح شام میں رہیں سفیر فرمایا تبوک میں وحی نازل ہوئی **وان کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منہا واذ الایلبثون خلفک الاقلیلا سنۃ من قدارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحویلا** رجوع کا حکم نازل ہوگیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ آئے۔ **وھی غزوۃ العسرۃ:** یہ لقب اس آیت سے ماخوذ ہے لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ۔ وجہ یہ تھی کہ پانی' سواریاں اور کھانے کی چیزیں کم تھیں اور گرمی سخت تھی۔ **الحملان**: سواری **ووافقۃ و ھو غضبان ولا اشعر:** جب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص پر ناراض تھے اور مجھے پتہ نہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں۔ **سویعۃ:** یہ تصغیر ہے ساعۃ کی جس کے اصل معنی زمانہ کا ایک حصہ ہیں پھر دن رات کے چوبیسویں حصہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ **لستۃ العبرۃ:** سوال اس سے پہلے قرینین دو دفعہ ہے کہ یہ جوڑی لے لو یہ جوڑی لے لو یہ تو کل چار اونٹ ہوئے راوی نے چھ اونٹ کیوں فرمایا۔ جواب۔ ۱- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ھذین القرینین دو دفعہ نہیں بلکہ تین دفعہ فرمایا تھا۔ راوی نے تیسری دفعہ کا ذکر چھوڑ دیا ہے اس لئے چھ اونٹ شمار کرنا صحیح ہے۔

۲- قرینین جو دوسرا ہے اس میں چار اونٹ تھے ان چاروں کو قرینین شمار کیا گیا ہے اور اس طرح بھی شمار کر لیا جاتا ہے اس طرح سے بھی کل چھ اونٹ ہو جاتے ہیں۔ **واستخلف علیا:**۔ اس سے شیعہ نے استدلال کیا ہے کہ حضرت علی بلا فصل خلافت کے حق دار بن گئے تھے کیونکہ نبوت کے سوا سب چیزوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنا خلیفہ مقرر فرما دیا تھا۔ جواب۔ یہ تو سفر پر جانے کی وجہ سے استخلاف تھا اس سے وفات کے بعد استخلاف ثابت نہیں ہوتا۔

باب حدیث کعب بن مالک

غرض حضرت کعب بن مالک کا واقعہ بیان فرمانا ہے۔ **یرید الدیوان:**۔ یہ تفسیر امام زہری نے فرمائی ہے۔ **تفارط الغزو:**۔ مجھ سے غزوہ فوت ہوگیا۔ **رجلا مغموصاً علیہ النفاق:**۔ ایسا شخص جس پر منافق ہونے کی تہمت لگی ہوئی تھی۔ **حبسہ برداہ و نظرہ فی عطفیہ:**۔ اس کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ ۱- بردین کے معنی چادریں اور عطفین کے معنی بدن کے دو کنارے کہ ان میں عجب اور خود پسندی ہے نفس کی وجہ سے اور لباس کی وجہ سے اس لئے وہ غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوئے۔ ۲- بردین کے معنی چادریں اس کے بعد بھی عطف تفسیری ہے کیونکہ عطف کنایہ ہوتا ہے چادر سے حاصل یہ ہوا کہ اس کی دو چادروں نے اس کو روک دیا پھر چادر بول کر کنایہ خوبصورتی اور تروتازگی سے ہے حاصل یہ ہوا کہ خود پسندی جوان کو ان کی شکل وصورت کی وجہ سے تھی اس نے ان کو جہاد کی دولت سے محروم کر دیا۔ **زاح عنی الباطل:**۔ میں نے جو ارادہ جھوٹ بولنے کا کیا تھا وہ ختم ہوگیا۔ **مازالوا یونبوننی:**۔ ہمیشہ رہے مجھے شدید ملامت کرتے تانیب کے معنی ہیں اللوم العنیف سخت ملامت۔ **صارخ اوفیٰ علی جبل سلع:**۔ چیخنے والا جو چڑھ گیا تھا سلع پہاڑ پر یہ حضرت صدیق اکبرؓ تھے یا بنی اسلم قبیلہ کے کوئی آدمی تھے اور تطبیق یہ ہے کہ دونوں

حضرات نے چیخ کر خوش خبری سنائی تھی۔ **وانما ھو تخلیفہ ایانا:** ۔ یعنی آیت میں جو لفظ ہے **و علی الثلثۃ الذین خلفوا** اس کے یہ معنی نہیں کہ جہاد سے پیچھے چھوڑے ہوئے بلکہ اس کے معنی ہیں توبہ قبول ہونے میں پیچھے چھوڑے ہوئے کیونکہ ان تین حضرات کی توبہ پچاس دن کی قطع تعلق کی سزا کے بعد قبول ہوئی تھی۔ پھر ان حضرات کی توبہ کے قبول ہونے میں جو دیر کی گئی تھی تو اس سے ان حضرات کا اونچا مقام ظاہر ہوتا ہے کہ اتنے مقرب ہونے کے باوجود جہاد سے پیچھے کیوں رہے جبکہ حکم سب کو نکلنے کا تھا ورنہ عام ضابطہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر توبہ کرنے والے کی توبہ فوراً قبول فرما لیتے ہیں یہ ان کا فضل اور کرم اور احسان اور انعام اور رحمت اور شفقت ہے ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ **فوائد الحدیث:** ۔ ۱-رجب میں غزوہ کے لئے تشریف لے گئے حالانکہ رجب اشہر حرم میں داخل ہے اس سے معلوم ہوا کہ اشہر حرم میں لڑائی سے ممانعت کراہت تنزیہیہ کے درجہ میں ہو چکی تھی۔ ۲-جہاد کے لئے جس طرف جانا ہو اس کی تصریح جائز ہے۔ ۳-جب مسلمانوں کا بادشاہ سب کو جہاد میں شامل ہونے کا حکم دے دے تو جہاد سب پر فرض عین ہو جاتا ہے۔ ۴-اہل حرب سے مال چھین لینا بغیر جہاد کے بھی جائز ہے جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے موقعہ میں کفار قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمایا تھا اور اس کا ذکر اس حدیث میں ضمناً ہے۔ ۵-اس امت کے لئے مال غنیمت حلال ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے یرید عیر قریش۔ ۶-اس حدیث میں اہل بدر کی فضیلت بھی مذکور ہے وہ بھی ثابت ہوئی۔ ۷-اس حدیث میں اہل عقبہ کی فضیلت بھی مذکور ہے وہ بھی ثابت ہوئی۔ ۸-امام کا اتباع ضروری ہے۔ ان تین حضرات پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ ہوا یہ متابعت امام چھوڑنے کی وجہ سے تھا۔ ۹-بلا مطالبہ بھی قسم کھانی جائز ہے جیسے حضرت معاذ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلا مطالبہ قسم کھائی تھی۔ ۱۰-اگر کوئی بھلائی فوت ہو جائے تو اس پر افسوس کرنا مستحسن ہے جیسا کہ حضرت کعب بن مالک نے کیا۔ ۱۱-اہل بدعت اور اہل ذنوب خصوصاً اعلانیہ گناہ کرنے والوں سے قطع تعلق جائز ہے۔ ۱۲-بطور سزا کے پکڑ لینا یا چھوڑ دینا امام کی رائے پر ہوتا ہے جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کو چھوڑ دیا بعض پر مواخذہ فرمایا۔ ۱۳-سزا کے طور پر بیوی سے الگ رہنے کا حکم بھی دینا امام کے لئے جائز ہے۔ ۱۴-سفر سے واپس آنے والے کے لئے مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں آ کر دو رکعت پڑھے جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک سے واپسی پر بھی کیا اور اس حدیث میں مذکور ہے۔ ۱۵-امام کی موجودگی میں بھی کسی آنے والے کی طرف لوگ متوجہ ہو جائیں اور اس کا استقبال کرلیں تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت طلحہ نے حضرت کعب بن مالک کا استقبال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اٹھ کر کیا۔ ۱۶-بلا تدقیق بھی عذر قبول کرنے کی گنجائش ہے جیسا کہ بہت سوں کے بارے میں ہوا۔ ۱۷-اپنی غلطی پر رونا مستحب ہے جیسے ان تین حضرات میں سے ہلال بن امیہ کے متعلق بہت زیادہ رونا اس حدیث میں نقل کیا گیا ہے۔ ۱۸-اگر آنکھ چرا کر پاس والے کو نماز میں دیکھ لے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی جیسے حضرت کعب بن مالک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے۔ ۱۹-سچ بولنے کی فضیلت ظاہر ہوئی کیونکہ سچ ہی کی وجہ سے ان تینوں حضرات کی توبہ قبول ہوئی۔ ۲۰-سلام اور اس کا جواب بھی کلام میں داخل ہے اسی لئے جب کلام کی ممانعت ہوئی تو حضرات صحابہ نے سلام اور سلام کا جواب بھی چھوڑ دیا۔ ۲۱-دوست کے باغ میں داخل ہونے کے لئے صریح اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ۲۲-کنایہ میں نیت کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی جیسے حضرت کعب نے اپنی اہلیہ سے فرمایا تھا الحقی باہلک اور نیت طلاق کی نہ کی تو طلاق نہ ہوئی۔ ۲۳-امام کی اطاعت قریبی دوست کی دوستی سے زیادہ اہم ہے اسی لئے حضرت ابو قتادہ نے اطاعت امام کی اور حضرت کعب سے گفتگو نہ

کی۔۲۴- بیوی کو خاوند کی خوب خدمت کرنی چاہیے جیسے حضرت ہلال بن امیہ کے اہلیہ نے اپنے خاوند کی خدمت کرنے کی اجازت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے لی۔۲۵- گناہ کا خطرہ ہو تو دنیا کا فائدہ چھوڑ دینا ضروری ہے جیسے حضرت کعب نے بیوی کی خدمت چھوڑ دی کہ خطرہ تھا کہ وطی میں مشغول نہ ہو جائیں جوان دنوں میں گناہ تھی۔۲۶- کسی کاغذ کو جلاتے میں ضمناً اگر اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا نام جل جائے تو گناہ نہیں ہوتا جیسے حضرت کعب نے ملک غسان کا خط جلا دیا اگرچہ اس میں اللہ تعالیٰ کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔۲۷- تکلیف دور ہونے پر اور نعمت ملنے پر خوشخبری سنانا مستحب ہے۔۲۸- اہم امور میں لوگوں کا امام کے پاس جمع ہوا مستحسن ہے۔۲۹- رعایا کی خوشی میں امام کا شریک ہونا مستحسن ہے۔۳۰- غم دور ہونے پر صدقہ کرنا مستحسن ہے۔۳۱- جب صبر مشکل ہو تو سارا مال خیرات کرنا منع ہے۔۳۲- خوشخبری دینے والے کو لباس دینا مستحسن ہے۔۳۳- عاریۃً کپڑے وغیرہ لے کر استعمال کرنا جائز ہے۔۳۴- آنے والے کے لئے کھڑا ہونا اور مصافحہ کرنا مستحسن ہے۔۳۵- سچ وغیرہ نیکیوں پر دوام مستحسن ہے۔۳۶- سجدہ شکر مستحب ہے۔۳۷- گناہ کو بہت برا سمجھنا چاہئے اور اتنا غم ہونا چاہئے کہ گویا زمین تنگ ہو گئی۔ **ضاقت علیهم الارض بما رحبت**۔۳۸- جو دین میں قوی ہوتا ہے اس پر پکڑ بھی سخت ہوتی ہے گھبرانا نہ چاہئے۔۳۹- عبرت کے لئے اپنی غلطی کا اظہار جائز ہے جیسے حضرت کعب نے اپنا واقعہ سنایا۔۴۰- اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو تعریف جائز ہے جیسے حضرت کعب نے فرمایا رجلین صالحین۔۴۱- مرگ انبوہ جشنے دارد۔ جب معلوم ہوا دو حضرات اور میرے جیسے ہیں تو کچھ تسلی ہو گئی۔۴۲- گناہ کی وجہ سے کسی سے سلام چھوڑ دینا بھی جائز ہے۔۴۳- سزا کے طور پر سلام کا جواب نہ دینا بھی جائز ہے جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب کے سلام کا جواب چھوڑ دیا تھا۔۴۴- اللہ ورسولہ اعلم کہنا کلام کرنے میں داخل نہیں ہے۔

باب نزول النبی صلی اللہ علیه وسلم الحجر

غرض اس نزول کا بیان ہے۔ حجر قوم ثمود کی رہائش گاہ تھی جو مدینہ منورہ اور شام کے درمیان واقع تھی۔ **قنع راسه:** سر مبارک کپڑے سے ڈھانپ لیا۔ **لاصحاب الحجر:** ۱- ان صحابہ کرام سے فرمایا جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجر میں سے گزر رہے تھے۔۲- لام عن کے معنی میں ہے اصحاب الحجر کے متعلق ارشاد فرمایا۔۳- لام عند کے معنی میں ہے اصحاب حجر کی قبروں کے پاس سے گزرتے وقت فرمایا۔ پھر یہ ارشاد کب واقع ہوا تین احتمال ہیں ۱- تبوک کو جاتے وقت۔۲- واپسی پر ۳- دونوں دفعہ۔ **باب:** غزوہ تبوک کے حالات کا تتمہ ہے۔ **هذه طابة:** یہ مدینہ منورہ کے ناموں میں سے ہے۔

باب کتاب النبی صلی اللہ علیه وسلم الی کسریٰ و قیصر

غرض ان خطوط کا بیان ہے۔ کسریٰ لقب تھا فارس کے ہر بادشاہ کا بعض مظفر اس کا نام ابرویز بن ہرمز بن انوشیرواں تھا اور قیصر روم کے بادشاہ کا لقب تھا اس وقت کے بادشاہ کا نام ہرقل تھا۔ **باصحاب الجمل:** حضرت عائشہ جمل پر سوار تھیں ان کی رائے تھی کہ پہلے حضرت عثمانؓ کا قصاص ہو پھر کچھ اور ہو اور حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ پہلے انتظامات ٹھیک ہونے چاہئیں اس کو جنگ جمل کہتے ہیں۔ **بنت کسری:** اس کا نام بوران تھا اس کی بہن بھی بادشاہ بنی اس کا نام ازرمیدخت تھا۔ **لن یفلح قوم ولوا امرهم امرأة:** علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے نکلا کہ عورت نہ خلیفہ بن سکتی ہے نہ قاضی بن سکتی ہے۔ **قال سفیان مرة:** ابن عیینہ مراد ہیں۔ یہاں غزوہ تبوک سے واپسی پر استقبال مراد ہے جیسا کہ آئندہ روایت میں تصریح ہے اسی مناسبت سے اس روایت کو یہاں لائے ہیں۔

باب مرض النبی صلی اللہ علیه وسلم و وفاته

غرض مرض الوفاۃ اور پھر وفات کا بیان ہے۔ **الم**

الطعام: اس کی صورت کیا تھا۔ ۱- پیٹ میں درد تھی۔ ۲-لذت ذوق میں کمی آ گئی تھی۔ اوان: بمعنی وقت پھر یہ لفظ ۱- مرفوع ہے۔ ۲-مبنی ہے فتحہ پر۔ ابھری: اس کا مصداق کیا ہے چار قول ہیں۔ ۱-دل میں چھپی ہوئی رگ۔ ۲-وہ رگ جس کے ساتھ دل لٹکایا گیا ہے اس رگ کے ٹوٹنے سے انسان مرجاتا ہے۔ ۳-ابھران دل کی دو بڑی رگوں کو کہتے ہیں۔ ۴-دل کے قریب پشت میں رگ ہوتی ہے۔ من فلک السم: یہ لفظ سم سین کے فتحہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ پڑھنا صحیح ہے زہر اور اس سے مراد وہ زہر ہے جو یہودی عورت زینب بنت الحارث نے بکری کے گوشت میں بھر کردی تھی ایام خیبر میں۔ لا ینبغی عند نبی تنازع: دو احتمال ہیں۔ ۱-مقولہ ابن عباس ۲-مقولہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ کتاب العلم والی روایت میں یوں ہے لاینبغی عندی التنازع۔ اھجر: سوال۔ ھجر کے معنی تو بہکی بہکی باتیں کرنا ہیں یعنی غلط سلط اور بے تکی کی باتیں کرنا اس لئے ھجر کی نسبت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا جائز نہیں ہے لا ینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحی یوحیٰ اور حدیث مرفوع میں ہے لااقول فی الغضب والرضا الاحقا جواب۔ ۱-اس مجلس میں بعض نو مسلم بھی تھے انہوں نے کم سمجھی کی وجہ سے ایسا کہہ دیا تھا۔ ۲-یہ استفہام انکاری ہے۔ ۳-یہاں ھجر کے صرف یہ معنی ہیں کہ ایسی بات جس کی مراد سمجھ میں نہ آئی ہو۔ بہکی بہکی باتوں والے معنی یہاں مراد نہیں ہے۔ فذھبوا یردون علیه: اور ایک روایت میں یردو بغیر نون کے ہے اور یہ بھی ایک لغت ہے کہ بعض بغیر ناصب اور جازم کے بھی نون گرا دیتے ہیں پھر ایک روایت میں علیہ کی جگہ عنہ ہے اور علی اور عن دونوں کے حاصل معنی یہی ہیں کہ کتابت کے متعلق مشورہ عرض کرنے لگے تھے کہ آپ تکلیف میں ہیں اس وقت نہ لکھائیں طبیعت ذرا ٹھیک ہو جائے پھر لکھائیں اور امر استحبابی تھا ورنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ فرماتے۔ فالذی انافیه خیر مماتدعونی الیه: اب میں مراقبۃ اللہ میں ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی زیارت کا تصور کر رہا ہوں اور زیارت کی تیاری میں ہوں اور تم مجھے ترک کتابت کی طرف بلا رہے ہو گویا اب میں کتابت اور ترک کتابت دونوں سے اونچی حالت میں ہوں۔ واوصاھم بثلاث: یعنی مرض وفات ہی میں اسی دن لکھائے بغیر زبانی تین وصیتیں فرمائیں۔ من جزیرۃ العرب: لمبائی میں عدن سے عراق تک اور چوڑائی میں جدہ سے شام تک۔ سکت عن الثالثة اوقال فنسیتھا: اس عبارت کے قائل حضرت سفیان بن عیینہ ہیں کہ استاد جی نے بیان ہی نہ فرمایا یہ بیان تو فرمایا لیکن میں بھول گیا پھر وہ تیسری چیز کیا تھی مختلف اقوال ہیں۔ ۱-قرآن پاک پر عمل کرنا۔ ۲-حضرت اسامہ کے لشکر کو تیار کرنا۔ ۳-لاتتخذ واقبری وثنا یعبد کیونکہ موطا امام مالک میں اخراج عن جزیرۃ العرب کے ساتھ اس کا ذکر ہے۔ ۴- الصلوۃ و ماملکت ایمانکم۔ بنحو ماکنت اجیزھم: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم دیا کرتے تھے۔ قد غلبه الوجع: یہ نعوذ باللہ رد وحی نہیں ہے بلکہ باب مراجعہ سے ہے کہ دوبارہ وضاحت حاصل کر کے عمل کرنا مقصود تھا جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں پچاس نمازیں فرض ہونے پر دوبارہ کمی کی درخواست پیش کی اور جیسے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا انی اخاف ان یکذبون۔ اخذته بحة: ہچکی لگ گئی بحہ کے معنی ہوتے ہیں کہ گلے میں کوئی چیز اٹک جائے جس سے بولنے میں کچھ فرق پڑ جائے۔ فی الرفیق الاعلیٰ: ۱- جنت۔ ۲-انبیاء علیہم السلام۔ ۳-الملئکۃ۔ ۴-اللہ تعالیٰ۔ ۵-جنت کی نعمتیں۔ ۶-اس کا مصداق وہ ہے جو اس آیت مبارکہ میں ہے من النبیین و الصدیقین والشھداء والصالحین فی بمعنی مع بھی آتی ہے یہاں بھی بعض توجیہات میں ایسا ہی ہے پھر سب سے پہلا کلمہ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں مائی حلیمہ کے پاس تلفظ فرمایا تھا اور اللہ اکبر تھا اور سب سے آخری کلمہ جو

پاک زبان سے صادر ہوا وہ فی الرفیق الاعلیٰ تھا۔ **فابدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصرہ:**۔ اور بعض نسخوں میں ہے فامدہ دونوں کے معنی ہیں طولہ ای طول الیہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی طرف زیادہ دیر تک دیکھا۔ **طیبة:**۔ میں نے عمدہ بنایا یعنی نرم کیا۔ **حاقنتی:**۔ سینہ کا اوپر کا حصہ۔ **ذاقنتی:**۔ ٹھوڑی۔ **ثم قضیٰ:**۔ وصال واقع ہوا۔ **بالمعوذات:**۔ ۱- آخری دو سورتیں اور جمع فوق الواحد ہے۔ ۲- مع سورۃ الاخلاص اور معوذات کا اطلاق تغلیبا ہے۔ ۳- وہ دعائیں مراد ہیں جن میں شیطان اور بیماریوں اور آفتوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔ **مسح عنه بیده:**۔ ہاتھ پر دم کر کے پورے بدن پر پھیر لیتے تھے۔ **لابرز قبرہ:**۔ ہم اس قبر مبارک والے کمرے میں آنے کی ہر ایک کو کھلی اجازت دیتے۔ **سبع قرب:**۔ اس سے معلوم ہوا کہ سات کے عدد میں برکت ہے اس سے زہر کا اثر کم ہوگا۔ **اعهد:**۔ میں وصیت کروں گا لوگوں کو۔ **فاذا اغتم:**۔ جب دل گھبراتا۔ **عبد العصا:**۔ کنایہ فرما رہے ہیں حضرت عباس کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اے علی تم عبد العصا ہو جاؤ گے یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کسی اور کے تابع بن جاؤ گے جو خلیفہ وقت ہوں گے اور پھر تمہاری پہلے جیسی عزت نہ رہے گی اور بعد الثلاث حضرت عباس کا اندازہ تھا خاندانی تجربہ کی وجہ سے کہ اب وفات میں تقریباً تین دن رہ گئے ہیں۔ **فیمن هذا الامر:**۔ امر سے مراد خلافت ہے۔ **لا اسالها:** ضمیر امر کی طرف لوٹتی ہے بتاویل خلافت۔ اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی خلافت کا ذکر نہ فرمایا تھا اگر کسی موقعہ میں بھی اس کا ذکر فرمایا ہوتا تو حضرت علی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس کا ذکر فرماتے۔ **سحری:**۔ مابین ثدیین۔ **رکوة:**۔ لوٹے جیسا چمڑہ کا برتن۔ **علبة:**۔ بضم العین وسکون اللام چمڑے کا برتن جس میں دودھ دوہتے ہیں۔ **لایجمع اللہ علیک موتتین:**۔ ۱- یہ رد تھا حضرت عمر کا کیونکہ انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عنقریب اللہ تعالیٰ اٹھائیں گے تا کہ ان لوگوں کے ہاتھ کاٹیں جنہوں نے کہا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں پھر کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ وفات ہوگی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کا رد فرما دیا حضرت ابوبکرؓ نے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر دو موتیں دنیا میں نہیں آئیں گی بلکہ صرف ایک موت ہی آنی تھی اور وہ آ چکی۔ ۲- قبر میں کافر کی روح بدن میں ڈالی جاتی ہے پھر نکالی جاتی ہے اور مومن کو سوالات کے جواب کے بعد کہا جاتا ہے نم کنومة العروس یہ نیند بھی ایک قسم کی موت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ دوسری موت نہ آئے گی۔ ۳- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر موت جیسی مشقت دوبارہ نہ آئے گی اور آپ ﷺ قبر اور قیامت کے احوال سے محفوظ رہیں گے۔ ۴- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر تو موت آ چکی اب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ پر موت نہ آئے گی کیونکہ یہ بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی موت ہے۔ **وعمر بن الخطاب یکلم الناس:**۔ مسند احمد میں ہے عن عائشہؓ فقال عمر لا یموت رسول اللہ ﷺ حتی یفنی المنافقین۔ **فاخبر فی سعید بن المسیب:**۔ یہ کلام امام زہری کی ہے۔ **عقرت:**۔ ۱- مجہول کا صیغہ ہے عقرت بمعنی هلکت۔ ۲- معروف کا صیغہ ہے عقرت بمعنی تحیرت۔ ۳- معروف کا صیغہ ہے بمعنی سقطت۔ ۴- یہ لفظ معروف کا صیغہ ہے فاء کے ساتھ عفرت میں مٹی میں مل گیا یعنی گر گیا۔ **تلاها ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدمات:**۔ سوال۔ آیت تو یوں نہیں ہے جواب۔ ۱- ایسی آیت تلاوت فرمائی جس کے معنی یہ بنتے ہیں۔ ۲- ایک روایت میں یوں ہے تلا ها علمت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدمات۔ **لددناه:**۔ ہم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر اور آپ ﷺ کے اختیار کے بغیر منہ

کی ایک جانب میں دوا ڈال دی۔ **فدعا بالطست:** تھوکنے کے لئے بڑا برتن منگوایا۔ **فانحنث:** انحناث کے معنی ہوتے ہیں۔ ۱۔ ایک طرف جھکنا ۲۔ بدن کا ڈھیلا ہونا۔ یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ **اوصیٰ بکتاب اللہ:** سوال۔ اس حدیث پاک میں وصیت کی نفی بھی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت نہیں فرمائی اور اثبات بھی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی وصیت فرمائی یہ تو تعارض ہوا۔ جواب۔ ۱۔ جو وصیت معہود و مشہور ہے جس کو وصیت حقیقیہ کہہ سکتے ہیں اس کی نفی ہے اور وصیت بمعنی امر بطور صنعت مشاکلہ کے اس کا اثبات ہے اور صنعت مشاکلہ یہ ہوتی ہے کہ ایک معنی کو ایسے لفظ سے ذکر کرنا جو اس کے لئے وضع کیا گیا نہ ہو بوجہ مجاورت اور پڑوس کے یہاں امر فرمانا تھا اوصی فرما دیا کیونکہ پڑوس میں یعنی سوال میں وصیت کا ذکر تھا۔ ۲۔ نفی ہے مال اور خلافت کی وصیت کی کہ صراحۃً خلافت کا ذکر نہیں فرمایا گو اشارات موجود تھے اور اثبات ہے کتاب اللہ کی وصیت کا کہ قرآن پاک پر پورا پورا عمل کرنا۔ سوال۔ جواب حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کا سوال کے مطابق نہیں کیونکہ سوال یہ تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی یا نہ اور آپ کے پہلے جواب کے مطابق حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے جواب دیا کہ امر فرمایا قرآن پاک پر عمل کرنے کا۔ گویا سوال تھا وصیت کا اور جواب دیا امر کا یہ تو سوال گندم جواب جو بن گیا کہ سوال کچھ اور ہے اور جواب کچھ اور ہے جواب۔ امر عام ہے اور وصیت معہود و خاص ہے اور یہ اصول ہے کہ عام کی نفی سے خاص کی نفی ہو جاتی ہے اس لئے امر کی نفی سے وصیت کی نفی ہو گئی اور جواب سوال کے مطابق ہو گیا۔

باب آخر ماتکلم به النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ سب سے آخر میں کونسا کلمہ مبارکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے صادر ہوا۔ **اللهم الرفیق الاعلیٰ:** اس روایت میں رفیق کا لفظ منصوب ہے اس کی دو توجیہیں ہیں۔ ۱۔ اختار محذوف کا مفعول بہ ہے۔ ۲۔ ارید محذوف کا مفعول بہ ہے۔

باب وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس عمر میں ہوئی چنانچہ بعض نسخوں میں مذکورہ عنوان کے بعد یہ بھی ہے وحتی توفی وابن کم۔ **لبث بمکة عشر سنین:** اس روایت مبارکہ میں باب سے مناسبت التزاماً ہے کیونکہ دس سال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رہائش مکہ مکرمہ میں وحی کے ساتھ ہوئی دس سال مدینہ منورہ میں اور چالیس سال وحی سے پہلے گزرے کل ساٹھ سال کی عمر مبارک ہو گئی۔ سوال۔ اسی باب کی دوسری روایت میں عن عائشہ ۶۳ سال عمر مذکور ہے یہ تو تعارض ہوا۔ جواب۔ ۱۔ جس روایت میں ساٹھ سال ہے اس میں کسر کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ ۲۔ ۶۳ سال والی روایت میں وحی کی ابتداء ۴۳ سال سے مانی گئی ہے۔ سوال۔ فی مسلم عن ابن عباس ۶۵ سال عمر وارد ہے اور یہ زیادہ سے زیادہ منقول ہے اس سے زیادہ کسی روایت میں نہیں آئی۔ جواب زیادہ مشہور ۶۳ ہی ہے اس لیے ۶۳ کو ہی ترجیح ہے۔

باب: یہ تتمہ ہے ماقبل کا۔

باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامة

غرض حضرت اسامۃ بن زید والے لشکر کا واقعہ ذکر کرنا ہے جس کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے صرف دو دن پہلے تیار فرمایا تھا کیونکہ وفات پیر کے دن ہوئی اور اس لشکر کو دو دن پہلے ۱۰ ربیع الاول ۱۱ھ بروز ہفتہ تیار فرمایا شام کی طرف جانے کے لیے اور فرمایا کہ جاؤ جہاں تمہارے والد کو قتل کیا گیا کفار سے جہاد کرو۔ شیخین اور حضرت ابو عبیدۃ بن الجراح بھی تیار ہوئے بعض نے حضرت اسامہ پر چھوٹی عمر کی وجہ سے اعتراض کیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعتراض پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا گیا ہے کہ معترض منافق تھے۔ پیر کے دن یہ لشکر روانہ ہونے ہی والا تھا کہ حضرت ام ایمن کا ایلچی لشکر کے پاس پہنچا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ

وسلم پر نزع کی حالت ہے۔ حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ اور حضرت اسامہ حاضر خدمت ہوئے زوال کے بعد انتقال فرمایا۔ جرب کے مقام پر لشکر تیار کھڑا تھا اور وہ واپس آ گیا۔ پھر حضرت صدیق اکبر کی بیعت کے بعد لشکر دوبارہ روانہ ہوا بیس دن تک چلے جس کافر نے مقابلہ کیا اس کو یا تو قتل کر دیا گیا یا قید کر لیا گیا ان ہی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں حضرت زید بن حارثہ کا قاتل بھی قتل کر دیا گیا اور مسلمان کوئی بھی شہید نہیں ہوا۔ بیس دن کافروں پر خوب ہیبت ڈال کر غنیمت تقسیم کی اور واپسی فرمائی کیونکہ مقصد کافروں پر ہیبت ڈالنا ہی تھا وہ پورا ہو گیا واپسی پر حضرت صدیق اکبرؓ اور مہاجرین نے مدینہ منورہ میں استقبال فرمایا۔ ہرقل کو جب اس واقعہ کا پتہ چلا تو اس نے اپنی سرحد پر فوج مقرر کر دی تا کہ پھر ایسا نہ ہو۔ پھر بعد میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے زمانوں میں مسلمانوں کے لشکر آئے اور شام مکمل طور پر فتح ہوا۔

باب: یہ ماقبل کا تتمہ ہے۔ **عن الصنابحی:** عبداللہ بن عسیلہ۔ **دفنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم منذ خمس:** اس حدیث پاک کا تعلق وفات والے باب سے ہے اور وفات والے باب کے بعد دو باب عنوان والے تبعاً ذکر کئے گئے ہیں۔

باب کم غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض غزوات کی گنتی بیان فرمائی ہے۔

کتاب التفسیر

ربط یہ ہے کہ پہلے دعویٰ تھا اب دلیل ہے تفسیر کے لغوی معنی بیان اور اصطلاحی معنی ہیں ھو الکشف عن مدلولات نظم القرآن پھر سب سے پہلے تفسیر میں ائمہ نحو داخل ہوئے امام ابن جریر نے ائمہ نحو سے بہت کچھ لیا ہے اسی لیے ان کی تفسیر عدیم النظیر ہے۔ پھر امام بخاری مفردات القرآن میں ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ کے طرز پر چلتے ہیں اور ان کی کتاب مجاز القرآن سے بہت کچھ لیا ہے مجاز کے معنی ہیں مورد استعمال اس لیے امام بخاری ایک مادہ سے دوسرے مادہ کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اور ایک سورت سے دوسری سورت پہلے کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اس لیے امام بخاری کی کتاب التفسیر در منثور ہے ایسے موتیوں کی طرح ہے جو بغیر دھاگے کے پھیلا دیئے گئے ہوں اور متاخرین کی تفسیر کی طرح نہیں ہے کہ حل مشکلات بھی ہو مسائل بھی ہوں دلائل بھی ہوں۔ امام بخاری زیادہ تر مناسبت والی حدیث نقل کرتے ہیں اگرچہ مناسبت معمولی سی ہو اور امام بخاری کی تفسیر میں تکرار بھی ہے جو بہت میٹھا ہے اور امام مسلم کی صحیح میں مادہ تفسیر کا بہت کم ہے البتہ ترمذی میں تفسیر بہت زیادہ ہے اور صحاح ستہ میں جامع ترمذی تفسیر کے لحاظ سے سب سے زیادہ نافع شمار کی گئی ہے۔ پھر بخاری شریف میں جو تعلیقات ابن عباس ہیں یہ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس والے نسخہ سے لی گئی ہیں اور ابن جریر اور ابی حاتم میں ان کی اسانید ہیں پھر متقدمین کے نزدیک بیان المصداق نقلاً کو تفسیر اور بیان المصداق عقلاً کو تاویل کہتے ہیں اور متاخرین کے نزدیک تاویل کے معنی ہیں صرف الکلام عن الظاہر پھر یہ صرف اگر قواعد عربیہ اور قواعد شرعیہ کے ماتحت ہے تو یہ تاویل مقبول ہے ورنہ مردود ہے۔ **الرحمٰن الرحیم:** رحمۃ کے معنی ہیں حنو اور عطف یعنی رقت قلب لیکن اللہ تعالیٰ میں مجازی معنی مراد ہوتے ہیں۔ انعام علی عبادہ مخلوقہ پھر رحمٰن اور رحیم میں فرق کرنے میں پانچ اہم قول ہیں۔ ۱۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ رحمٰن تو رفیق کو کہتے ہیں شفقت کرنے والا اور رحیم کہتے جو اپنی مخلوق پر رزق کے ساتھ نرمی کرے العاطف علی خلقہ بالرزق۔ ۲۔ رحمٰن کا تعلق پوری مخلوق سے ہے اور رحیم کا تعلق مومنین سے ہے۔ ۳۔ رحمٰن کا تعلق دنیا سے ہے اور رحیم کا تعلق آخرت سے ہے۔ ۴۔ رحمٰن اسے کہتے ہیں جو مانگنے پر دے کہ جب بھی مانگو دے دے اور رحیم وہ ہے کہ نہ مانگنے پر ناراض ہو۔ ۵۔ رحمٰن عبرانی زبان کا لفظ ہے اور ہے اصل میں خاء کے ساتھ پھر عربی میں خاء کی جگہ حاء بغیر نقطہ کے ہو گیا اور رحیم عربی لفظ ہی ہے معنی ایک ہی ہیں۔ **الرحیم والراحم بمعنی واحد:** سوال۔ رحیم کو اگر صفت مشبہ کا صیغہ مانا جائے تو پھر بھی اس میں دوام و ثبوت ہے اور اگر مبالغہ کا صیغہ مانا جائے تو پھر مبالغہ ہے اور راحم تو صرف حدوث پر دال ہے اس لئے دونوں

کے ایک معنی قرار دینا تو صحیح نہ رہا۔ جواب۔ اصل معنی ایک ہیں۔ مبالغہ اور ثبوت کی نفی کرنی مقصود نہیں ہے۔ **وقال مجاهد بالدين بالحساب**:۔ اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ ارایت الذی یکذب بالدین۔ **وعلم ادم الاسماء کلها**:۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کا ایک بڑا مدار علم تھا۔ اس سے علم کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوئی پھر ان سب چیزوں کے نام سکھلانے مراد ہیں جن کی ضرورت زمین پر پیش آنی تھی۔ حقیقۃً سب چیزوں کے نام مراد نہیں ہیں جیسے قرآن پاک میں حضرت بلقیس کے متعلق ہے اوتیت من کل شیئ کیونکہ ظاہر ہے نہ ان کو مرد ہونا دیا گیا تھا نہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت دی گئی تھی پھر حضرت آدم علیہ السلام سے جو اجتہادی غلطی ہوئی اس میں ایک یہ حکمت بھی تھی کہ عبدیت اور تواضع کا کمال پیدا ہو جائے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا عتاب نازل ہوا تو بالکل گفتگو بند کر دی حضرت آدم علیہ السلام نے اور روتے ہی رہے روتے ہی رہے اور یہ پڑھتے رہے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین۔ بخلاف ابلیس کے کہ اس پر جب اللہ تعالیٰ کا عتاب نازل ہوا تو اس نے مناظرہ شروع کر دیا پھر جب حضرت آدم علیہ السلام میں علم اور عبدیت کا ہونا فرشتوں پر ظاہر ہو گیا تو یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ خلافت کے لئے وہی زیادہ حق دار ہیں اور چیزوں کے نام سکھانے میں یہ بھی حکمت تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد جو ان کی پشت میں تھی اس نے بھی ضرورت کی چیزوں کے نام کسی نہ کسی درجہ میں سیکھ لئے یعنی استعداد پیدا ہو گئی بالفعل بعد میں حاصل ہو گئے۔ **فادخلهم الجنة**:۔ سوال یہ جنت میں داخلہ کی شفاعت تو شفاعت صغریٰ ہے حالانکہ ذکر چل رہا تھا شفاعت کبریٰ کا کہ حساب کتاب شروع ہو جائے۔ جواب۔ شفاعت کبریٰ کا ذکر فیوذن تک تھا اس کے بعد شفاعت صغریٰ کا ذکر ہے۔ **یسومونکم یولونکم**:۔ تمہیں قریب کرتے تھے عذاب کے۔ **المن**:۔ عسل تھا یا ترنجبین یعنی شکرا تھا۔ **صمغة**:۔ گوند۔ **والسلوی**:۔ بٹیریا یا بٹیر جیسا پرندہ۔ **الكماة من المن**:۔ جیسے کھمبی خود اگ آتی ہے ایسے ہی یہ من بھی بلامشقت تھا۔ **یخترف**:۔ پھل چن رہے تھے۔ **وماینزع الولد الى ابيه او امه**:۔ کون سی چیز کھینچتی ہے اور مشابہ بناتی ہے باپ کے یا ماں کے۔ **فقرأ هذه الاية من كان عدو الجبريل**:۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہو بلکہ صرف پڑھنا مراد ہے۔ استشہاداً پھر پڑھنے والے میں دو احتمال ہیں۔ ۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۲۔ کوئی راوی پھر عداوت کی وجہ میں تین اہم قول ہیں۔ ۱۔ یہود کے ایک نبی نے فرمایا تھا کہ بخت نصر بیت المقدس کو ویران کرے گا تو یہود نے ایک آدمی بخت نصر کو قتل کرنے کے لئے بھیجا حضرت جبریل علیہ السلام نے اس آدمی کو قتل کرنے سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ دیکھو اگر یہ وہی شخص ہے جس نے بیت المقدس کو ویران کرنا ہے تو تم قتل کرنے پر قادر نہ ہو سکو گے اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو تمہیں قتل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے تو وہ آدمی قتل سے رک گیا اس زمانہ میں بخت نصر نوجوان تھا اور کمزور تھا بعد میں وہی بخت نصر طاقتور ہوا اور اس نے بیت المقدس کو فتح کیا اور ویران کیا اور یہودیوں کو قتل کیا اس وجہ سے یہودی حضرت جبریل علیہ السلام کے دشمن بن گئے۔ ۲۔ یہودی اس لئے حضرت جبریل علیہ اسلام کے دشمن بن گئے تھے کہ وہ ان یہودیوں کے راز نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلاتے تھے۔ ۳۔ یہودی یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تو حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا تھا بنی اسرائیل میں نبوت لانے کو انہوں نے بنی اسماعیل میں جاری کر دی۔ اس عداوت کا ظاہر کرنے والا عبداللہ بن سوریا یہودی تھا۔ **قوم بهت**:۔ یہ جمع ہے بہوت کی زیادہ بہتان لگانے والا۔

باب قوله تعالیٰ ماننسخ من آية او ننسهانات بخیر منها

اس خیر ہونے کی ایک تفسیر حضرت انور شاہ صاحب سے یوں منقول ہے کہ منسوخ التلاوت درجہ اعجاز سے بنسبت محکمات کے کم ہوا کرتی تھیں مطلب یہ ہے کہ چونکہ ان کا نزول وقتی ضرورت کی

بناء پر ہوتا تھا اس لیے ان میں اعجاز نسبۃً کم ہوتا تھا۔ **احدیٰ نساء ہ:** اس سے مراد حضرت ام سلمہ ہیں۔ پھر اسی حدیث پاک میں جو یہ ہے کہ حضرت عمر فرما رہے ہیں۔

وافقتی ربی فی ثلث اس پر اشکال ہوتا ہے کہ ان تین موقعوں کے علاوہ بھی تو موافقت پائی گئی ہے مثلاً ا۔حضرت عمر نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا تھا کہ عبداللہ بن ابی منافق پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔تائید میں وحی نازل ہوئی۔۲۔مشورہ دیا تھا کہ بدر کے قیدیوں کو قتل کیا جائے۔

تائید میں وحی نازل ہوئی۔۳۔مشورہ دیا تھا کہ شراب حرام ہونی چاہیے حق تعالیٰ نے حرام فرمادیا۔اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث پاک میں جو تین کا ذکر ہے اس میں زائد کی نفی نہیں ہے۔ ۲۔دوسرا جواب یہ ہے کہ جس وقت حضرت عمرؓ حضرت انس سے یہ گفتگو فرمارہے تھے اس وقت ابھی تین موقعوں ہی میں موافقت ہوئی ہوگی باقی موقعے بعد میں پائے گئے ہوں گے۔**ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام:** یہ حکم بار بار کیوں ذکر فرمایا اس کی تین اہم توجیہیں ہیں ا۔تاکید مقصود ہے کیونکہ یہ پہلا نسخ تھا۔۲۔مختلف اشخاص کے احوال کی طرف اشارہ ہے ایک وہ شخص جو خانہ کعبہ دیکھ رہا ہے دوسرے وہ شخص جو مکہ مکرمہ میں ہے تیسرے وہ شخص جو کسی اور شہر میں ہے۔۳۔اشخاص مختلفہ کے حالات کی طرف اشارہ ہے ایک وہ شخص جو مکہ مکرمہ میں ہے دوسرے وہ شخص جو کسی اور شہر میں ہے تیسرے وہ شخص جو سفر میں ہے۔**وقلت انا من مات وھو لاید عو للہ ندا دخل الجنۃ:** حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ کس بنا پر فرمایا اس کی ایک توجیہ یہ ہے کہ جب نبی پاک ﷺ نے فرمایا من مات وھو یدعو من دون اللہ ندا دخل النار تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے استنباط فرمایا کہ سبب کی نفی سے مسبب کی نفی ہو جائے گی کیونکہ جنت اور دوزخ کے درمیان واسطہ نہیں ہے پس جب دوزخ میں جانے کا سبب نہ ہوگا تو اور کوئی جگہ جانے کی ہے ہی نہیں سوائے جنت کے۔

اس حدیث پاک کی تفصیل پیچھے بھی الخیر الجاری میں گزر چکی ہے۔**وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین:** ان لوگوں پر جو یہ روزہ کا کام مشقت سے کرتے ہوں فدیہ ہے مسکین کو کھانا کھلانا۔**فنسختھا:** سلف صالحین مطلق کی تقیید اور مجمل کی توضیح کو بھی نسخ سے تعبیر فرمادیتے تھے کیونکہ اس میں بعض جزئیات کا رفع ہوتا تھا اور امام طحاوی نے اس معنی میں نسخ کا لفظ اپنی کتاب میں بہت زیادہ استعمال فرمایا ہے۔**کانو الایقربون النساء رمضان کلہ:** سوال۔یہاں تو پورا رمضان عورتوں کو چھوڑنا ہے اور دوسری روایات میں یہ ہے کہ پہلے یہ حکم تھا کہ روزہ افطار کرنے کے بعد سونے تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت تھی تو عورتوں کو پورا رمضان چھوڑنا تو لازم نہ آیا یہ عورتوں کے بارے میں تعارض پایا گیا۔جواب۔یہاں غالب کا ذکر ہے کہ زیادہ تر صحابہ کرام اس ایک مہینہ میں عورتوں سے الگ ہی رہتے تھے گو بعض حضرات افطار کے بعد سونے سے پہلے مشغول بھی ہو جاتے تھے اس لئے تعارض نہ رہا۔**وکان رجال یخونون انفسھم:** ان رجال میں حضرت عمرؓ بھی داخل تھے کہ ایک دفعہ رات کے وقت گھر تشریف لائے تو اہلیہ سے مشغول ہونے کا ارادہ فرمایا وہ عرض کرنے لگیں کہ میں تو ابھی تھوڑا سا سوگئی تھی اس لئے اب یہ مشغول ہونا جائز نہیں ہے فرمایا تو جھوٹ بولتی ہے اور مشغول ہو گئے یہ اجتہادی غلطی ہے جو مشابہ خیانت کے ہے اور اگر گناہ بھی شمار کیا جائے تو آیت مبارکہ میں جو اسی حدیث میں نقل کی گئی ہے معافی کا اعلان بھی ہے فتاب علیکم وعفا عنکم۔**انک لعریض القفاان ابصرت الخیطین:** اگر تم سفید اور سیاہ دھاگے کو اپنے تکیہ کے نیچے دیکھ لیتے ہو تو تمہارا تکیہ بہت لمبا ہے اور تمہاری گدی یعنی سر کا پچھلا حصہ بہت چوڑا ہے جس کے نیچے اتنا بڑا تکیہ ہے کہ افق کی سیاہی اور سفیدی اس کے نیچے آجاتی ہے غرض یہ ہے کہ یہ سوت کے کالے اور سفید دھاگے مراد نہیں ہیں بلکہ آسمان کے کنارے کی سفید لکیر اور اس کے نیچے سیاہ لکیر مراد ہے اور طلوع فجر مراد ہے۔**ھذا بیۃ حیث**

ترون: حضرت ابن عمرؓ نے نبی پاک ﷺ کے گھروں کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ دیکھو یہ حضرت علی کا مکان نبی پاک ﷺ کے مکانوں کے درمیان ہے۔ مقصد یہ تھا کہ حضرت علی کو نبی پاک ﷺ سے بہت قرب حاصل تھا۔ **نزلت فی النفقة:** یہاں نفقہ سے مراد مجاہدین کا نفقہ ہے کہ مجاہدین پر خرچ کرنا نہ چھوڑو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ **قال رجل برایه ماشاء:** اس رجل سے مراد حضرت عمرؓ ہیں یا حضرت عثمانؓ یا حضرت امیر معاویہؓ ہیں کیونکہ یہ تینوں حضرات تمتع سے منع فرماتے تھے کیوں؟ ا۔ وہ سفر سب کے نزدیک ایک سفر سے بہتر ہیں اس لئے ان حضرات کا روکنا تنزیہا تھا کہ ایک سفر کی جگہ دو سفر کرنے اولیٰ ہیں۔ ۲۔ ان حضرات کا قول شاذ ہونے کی وجہ سے متروک ہے۔ ۳۔ عند الشوافع روکنے کی وجہ یہ تھی کہ افراد تمتع سے افضل ہے لیکن یہ تیسری توجیہ اس لئے مناسب نہیں کہ جب پہلی توجیہ اتفاقی موجود ہے تو اس اختلافی توجیہ کی کیا ضرورت ہے۔ **فی مواسم الحج:** دو توجیہیں ہیں۔ ا۔ یہ الفاظ قراءۃ شاذہ ہے۔ ۲۔ یہ الفاظ بطور تفسیر کے حضرت ابن عباسؓ نے ذکر فرمائے اس دوسری توجیہ کو راجح شمار کیا گیا ہے۔ **تطوف الرجل بالبیت ماکان حلالاً:** اور دوسرے نسخہ میں ہے یطوف الرجل حاصل معنی ایک ہی ہیں اور ما بمعنی مادام ہے یعنی کافی عرصہ سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہے تو جب تک وہ حلال ہے اور حج کا احرام نہیں باندھ رہا تو وقتاً فوقتاً طواف کرتا رہے یا اگر باہر سے عمرہ کا احرام باندھ کر آیا ہے اور عمرہ کر کے اب حلال ہو گیا ہے تو جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اور حج کا احرام نہیں باندھ رہا تو وقتاً فوقتاً طواف کرتا رہے۔ **ما تیسرله من ذلک:** یہاں پوری عبارت یوں ہے فمن تیسر له هدیة من الابل اوالبقر اوالغنم ما تیسر له من ذلک اس عبارت کی چار توجیہیں ہیں۔ ا۔ ما تیسر سے پہلے مبتداء محذوف ہے فهدیه اور مبتدا اور خبر مل کر فمن تیسر کی جزاء ہے۔ ۲۔ ما تیسر سے پہلے خبر مقدم محذوف ہے فعلیه اور فمن تیسر کی جزاء ہے۔ ۳۔ ما تیسر بدل ہے من تیسر کا اور جزاء محذوف ہے فقد یہ ذلک۔ ۴۔ ما تیسر بدل ہے من تیسر کا اور جزاء محذوف ہے فلیفتد ذلک۔ **حتی یقف بعرفات من صلوٰۃ العصر الی ان یکون الظلام:** ا۔ وقت صلوٰۃ عصر مراد ہے۔ ۲۔ صلوٰۃ عصر مراد ہے جو عرفات میں ظہر کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ **حتی ترموا الجمرة:** یہ غایت ہے۔ ا۔ ثم افیضوا کی یا ۔ ۲۔ واکثروا التکبیر کی۔ **حتی اذا استیاس الرسل وظنوا انهم قد کذبوا:** آیت کے بعد جو خفیفۃ ہے اس سے مراد کذبوا کی ذال کی تخفیف ہے اور ذهب بها هناک سے یہ مراد ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سورہ یوسف کی اس آیت کو سورہ بقرہ میں لے گئے اور دونوں کے معنی ایک ہی قرار دیئے سورہ بقرہ والی آیت یہ ہے حتی یقول الرسول والذین امنوا معه متی نصر الله الا ان نصر الله قریب پھر سورہ یوسف والی آیت کے مختلف معنی کئے گئے ہیں۔ ا۔ ہمارے نفسوں نے ہم سے جھوٹ بولا یعنی ہم غلط سمجھ گئے تھے کہ بہت جلدی امداد آئے گی۔ بظاہر یہی مراد ہے حضرت ابن عباسؓ کی کہ دونوں آیتوں کے یہی معنی ہیں۔ ۲۔ سورہ یوسف میں ظنوا میں ظن وسوسہ کے معنی میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو صرف وسوسہ آیا کہ شاید اللہ تعالیٰ کی طرف سے جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے اور وسوسہ معاف ہوتا ہے۔ ۳۔ جو ایمان لا چکے ہیں کہیں وہ بھی مرتد نہ ہو جائیں اور یہی مراد یہاں حضرت عائشہؓ کی ہے۔ اس توجیہ میں کذبوا تشدید سے ہے اور پہلی دو میں کذبوا بغیر شد کے تخفیف سے ہے۔ ۴۔ اضطراب پر تنبیہ ہے کہ اونچی شان والے کا اضطراب یہ شبہ ڈالتا ہے کہ شاید ان کو عذاب آنے میں شبہ ہے۔ واقع میں ان کو شبہ نہیں ہے۔ یہ تخفیف والی قرأت ہی کی عجیب توجیہ ہے اور یہی معنی اس آیت کے ہیں وظن ان لن نقدر علیه۔ **انزلت فی کذا وکذا:** اس حدیث کا ربط باب سے یہ ہے کہ یہاں یہ آیت مراد فاتوا حرثکم انی شئتم اور کذا وکذا اشارہ شان نزول کی طرف ہے جیسا کہ آئندہ روایت میں ہے۔ **عن**

ابن عمر فاتو احرثکم انی شئتم قال یا تیهافی:. بخاری شریف کے سب نسخوں میں یہاں فی کے بعد خالی جگہ ہے اورالجمع بین الصحیحین للحمیدی میں یوں ہے یاتیھا فی الفرج البتہ اسی سند کے ساتھ تفسیر ابن جریر میں ہے یاتیھا فی الدبر شیعہ کہتے ہیں کہ بیوی سے لواطت جائز ہے۔ جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے کہ نا جائز ہے لنافی الطحاوی والطبرانی عن ابن خزیمۃ مرفوعا لا تاتوا النساء فی ادبارھن اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ شیعہ کا استدلال اس آیت سے ہے **فاتوا حرثکم انی شئتم** جواب مراد ہے کیف شئتم اور انی کیف کے معنی میں آتا ہے اور یہاں قرینہ ہے لفظ حرث پھر امام بخاری نے یہاں خالی جگہ کیوں چھوڑ دی۔ ۱۔ ان کو لفظ دبر کا پہنچا تھا لیکن جمہور کے قول کے خلاف ہونے کی وجہ سے یہ لفظ پسند نہ فرمایا اس لیے امام بخاری نے جگہ خالی چھوڑ دی۔ ۲۔ امام بخاری کے نزدیک یہاں جو راوی نے دبر کا لفظ نقل کیا تھا وہ ثابت نہ تھا کیونکہ سعید بن یسار سے عن ابن عمر اسی فعل کے بارے میں منقول ہے۔ اف اویفعل ذلک مسلم۔ ۳۔ روای نے جو دبر کا لفظ نقل کیا تھا یہ امام بخاری کے نزدیک روایت بالمعنی تھی حضرت ابن عمر کی مراد من جھۃ الدبر تھی کہ النسا الشا کر فرج میں ہی جماع کیا جائے کسی راوی نے ان لفظوں سے ذکر کر دیا یاتیھا فی الدبر اس سے غلط معنی کی طرف ذہن جاتا ہے اس لیے امام بخاری نے دبر کا لفظ ہی ذکر نہ فرمایا اس کی تائید نسائی کی روایت سے ہوتی ہے عن نافع عن ابن عمر اس میں ادبار کی اباحت کا ذکر ہے۔ ساتھ موضع حرث کی تصریح بھی ہے پھر قرطبی میں ہے کہ ابن وھب اور علی بن زیاد نے امام مالک سے عرض کیا کہ لوگ مصر میں آپ سے نقل کرتے ہیں کہ بیوی سے لواطت جائز ہے تو فورا تکذیب فرمائی کذبوا علی کذبوا علی ثم قال الستم قوما عربا الم یقل اللہ عزوجل نساء کم حرث لکم وھل یکون الحرث الا فی موضع المنبت۔ **کانت لی اخت:.** اس کی تفصیل آگے ایک سند کے بعد آرہی ہے۔ **قال قد نسختها الآية الاخرىٰ:.** اس قال کے قائل عبداللہ بن الزبیر ہی ہیں۔ **فلم تکتبھا او تدعھا:.** یہ شک راوی ہے دونوں کے معنی ایک ہیں اوتدعھا مکتوبۃ مراد ہے۔ **لااغیر شیئا منه من مکانه:.** غرض یہ ہے کہ منسوخ الحکم کے لیے لازم نہیں ہے کہ وہ منسوخ التلاوت بھی ہو۔ **زعم ذالک عن مجاھد:.** یہ حضرت مجاہد کا اپنا اجتھاد ہے کہ واجب عدت تو چار ماہ دس دن کی ہی ہے بقیہ سال وصیت کے درجہ میں ہے اس میں مدار عورت کی رائے پر ہے اگر وہ چاہے تو وصیت سے جو مکان کی رہائش اس کو ملی ہے اس کو قبول کرلے اور چاہے تو قبول نہ کرے اور نکاح کرلے یا بلا نکاح ہی کسی اور جگہ رہائش اختیار کرلے اس لیے حول والی آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہے ان کے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یہ حول والی آیت ترتیب تلاوت میں چار ماہ دس دن والی آیت کے پیچھے ہے اس لیے ظاہر یہی ہے کہ یہ ترتیب نزولی میں بھی متاخر ہے اس لیے منسوخ نہیں ہے۔ جمہور کی طرف سے اس تائید کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ اکثر یہ ہے کہ ترتیب تلاوت ترتیب نزول کے مطابق ہو کلیہ نہیں ہے یہاں ایسا نہیں ہے حول والی آیت نزول میں مقدم ہے اور منسوخ ہے چار ماہ دس دن والی ناسخ ہے۔ **فتعتد حیث شاء ت:.** جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اس کے لیے بلا عذر خاوند والے گھر سے نکلنا عندنا ما منا ابی حنیفہ و مالک واحمد جائز نہیں ہے وعند الشافعی جائز ہے لنا فی موطا مالک عن فریعہ مرفوعا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لفریعۃ بنت مالک بن سنان وکانت متوفی عنھا امکثی بیتک حتی یبلغ الکتاب اجلہ قالت فاعتددت فیہ اربعۃ اشھر وعشرا وللشافعی قولہ تعالیٰ **فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف** ۔ جواب۔ یہاں یہ ہے کہ اگر عورتیں گھر سے نکل جائیں تو خاوند کے رشتہ داروں کو گناہ نہیں ہوگا اس کو یہ لازم نہیں آتا کہ عورتوں کو بھی گناہ نہ ہوگا اس لیے استدلال صحیح نہیں

ہے۔**ولکن عمه کان لا یقول ذلک:**۔ یہاں عم کا مصداق حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں۔**فقلت انی ابحوی:**۔ میں نے بہت جرأت کر لی کہ کوفہ کے ایک آدمی یعنی عبداللہ بن عتبہ پر جھوٹ باندھ دیا اور میں نے اپنی آواز بلند کی۔**فیصلون لا نفسهم رکعةبعدان ینصرف الامام:**۔ یہ الفاظ مبارکہ حنفیہ والی دونوں راجح صورتوں پر منطبق ہوتے ہیں۔**وسع کرسیه علمه:**۔ یہ حضرت ابن جبیر کی رائے ہے اور جمہور کے نزدیک راجح یہ ہے کہ کرسی ایک جسم ہے۔**فصر هن قطعهن:**۔ یعنی ذبح کرنے کے بعد ان پرندوں کے ٹکڑے کردو لیکن راجح یہ ہے کہ فصرھن کے معنی ہیں املھن یعنی اپنے ساتھ مانوس کرلو کہ تمہاری آواز پر بھاگتے چلے آئیں۔**نحن احق بالشک من ابراهیم:**۔ سوال۔احیاء موتی میں شک تو کفر ہے۔ ابراہیم علیہ السلام تو اس سے پاک تھے۔جواب۔ا۔معنی یہ ہیں کہ اگر ان میں شک ہوتا تو ہم میں ان سے بھی زیادہ ہوتا اور جب ہم میں نہیں ہے تو ان میں بھی نہیں ہے۔۲۔شک اس میں نہیں تھا کہ زندہ کریں گے یا نہ بلکہ اس میں کہ زندہ کرنے کا طریقہ اور کیفیت کیا ہوگی اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔۳۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شک اس میں تھا کہ حق تعالیٰ میری درخواست کو قبول فرمائیں گے یا نہ پھر ان تینوں توجیہوں میں سے جو بھی لیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے آپ کو شک کا زیادہ حق دار ہونا فرمایا یہ تواضعاً تھا ورنہ افضلیت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو عطا فرمائی گئی تھی۔**قال ابن عباس لعمل:**۔ یعنی میری سمجھ میں تو اتنا ہی آتا ہے کہ عمل کی مثال حق تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اس سے زیادہ میری سمجھ میں نہیں آتا اس غرض کرنے پر پھر حضرت عمرؓ نے خود ہی عمل کی وضاحت فرمائی۔**لرجل غنی:**۔ اور ایک نسخہ میں یوں ہے لرجل غنی ای اریدکہ ایسے شخص کا عمل مراد ہے جو پہلے نیکی کرے پھر اتنے معاصی کرے کہ اپنے اعمال صالحہ کو غرق کردے اور ختم کردے۔سوال۔کبیرہ گناہوں سے اعمال صالحہ کا ضائع ہونا تو معتزلہ کا عقیدہ ہے جواب مراد یہ ہے کہ گناہ نیکیوں سے زائد ہوجائیں اس ضابطہ کے مطابق وہ سیدھا جنت میں جانے کا مستحق نہ رہے بلکہ گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں جاسکے۔البتہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں تو سیدھا جنت میں بھی جاسکتا ہے۔**اصراً عهداً:**۔ یعنی ایسے احکام جو برداشت نہ ہوں۔**وان تبدوامافی انفسکم اوتخفوه:**۔ اس آیت کے بارے میں جو اس روایت میں وارد ہے کہ اس کو بعد والی آیت **لا یکلف الله نفسا الا وسعها** نے منسوخ کردیا اس نسخ سے مراد اجمال کی تفصیل ہے کیونکہ اس تفصیل سے کچھ جزئیات نکل گئیں۔ظاہری الفاظ میں غیر اختیاری وساوس پر بھی پکڑ ہونے کا شبہ تھا اس تفصیل سے کہ غیر اختیاری پر پکڑ نہیں ہے یہ شبہ دور ہوگیا گویا غیر اختیاری وساوس مواخذہ کے حکم سے خارج ہوگئے اور منسوخ ہوگئے۔**سوره ال عمران.المومه المطهمة:**۔ لفظ المطہمہ کے معنی تامہ کے ہوتے ہیں۔**واخر متشابهات یصدق بعضه بعضا:**۔ یعنی جو آیتیں ایسی ہوں کہ ایک دوسرے کے مشابہ ہوں معنی کے لحاظ سے یہ بھی ایک معنی کئے گئے ہیں متشابہات کے جو مشہور معنی کے علاوہ ہیں۔**زیغ شک ابتغاء الفتنة:**۔ جن کے دلوں میں شک ہو اور وہ فتنہ تلاش کرتے ہیں۔**والراسخون یعلمون یقولون آمنابه:**۔ حضرت مجاہد کا مسلک وہی تھا جو متاخرین کا ہے کہ راسخین فی العلم بھی متشابہات کے ظنی معنی جانتے ہیں۔**فاولئک الذین سمی الله فا حذروهم:**۔ اس مرفوع حدیث پاک سے متقدمین کے قول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس میں یہ آگیا کہ جو متشابہات کے معانی کے پیچھے پڑتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ زیغ اور کجی اور گمراہی والا قرار دیتے ہیں ان سے بچو۔متشابہات کے معنی راسخ فی العلم بھی عن المتقدمین نہیں جانتے وعندالمتاخرین جانتے ہیں۔منشاء اختلاف

یہ آیت ہے **وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنابہ** کہ متقدمین والراسخون کے واو کو مستانفہ قرار دیتے ہیں اس لیے معنی جاننے والے صرف اللہ تعالیٰ ہیں اور متاخرین اس واو کو عاطفہ قرار دیتے ہیں کہ معنی اللہ تعالیٰ بھی جانتے ہیں اور راسخ فی العلم بھی جانتے ہیں۔ ترجیح متقدمین کے قول کو ہی ہے کیونکہ اسی میں احتیاط ہے پھر یہ اختلاف صرف لفظی ہے اور لفظی اختلاف یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک لفظ کے ایک معنی لے کر اس پر ایک حکم لگائے اور دوسرا شخص اسی لفظ کے دوسرے معنی لے کر اس حکم کے خلاف حکم لگائے یہاں متقدمین کی مراد یہ ہے کہ مراد یقینی معنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور متاخرین کی مراد یہ ہے کہ ظنی معنی راسخ فی العلم بھی جانتے ہیں کہ شاید یہ مراد ہو اور اس اختلاف لفظی کی وجہ یہ ہوئی کی متقدمین کے زمانہ میں کسی نے متشابہات کے معنی معلوم نہ ہونے پر اعتراض نہ کیا تھا اور متاخرین کے زمانہ نے بعض لوگوں نے اعتراض کردیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی لفظ نازل فرمائیں اور اس کے معنی کسی کو معلوم ہی نہ ہوں تو متاخرین نے جواب دیا کہ معنی معلوم ہیں۔ **الامریم وابنہا**: یہ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت جزئی ہے کہ ان کو ولادت کے وقت شیطان نے نہ چھوا۔ **یمین صبر**: صبر کے معنی حبس کے ہوتے ہیں یعنی ایسی قسم جس کے لیے اپنے آپ کو روکے۔ **لقد اعطی بہامالم یعطہ**: قسم کھا کر کہا کہ مجھے اس چیز کی قیمت اتنی ملتی تھی حالانکہ اتنی نہ ملتی تھی۔ سوال۔ گذشتہ روایت میں اسی آیت کا شان نزول کچھ اور ہے۔ جواب۔ ا۔ دونوں واقعوں کے بعد نازل ہوئی۔ ۲۔ گذشتہ روایت کو ترجیح ہے اور یہ روایت اس پر محمول ہے کہ اس موقعہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ صحابی راوی حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے پہلے موقعہ میں یہ آیت نہ سنی تھی اس لیے خیال فرمایا کہ ابھی نازل ہوئی ہے۔ **باشفی**: وہ لوہے کی سلائی جس کے کنارے پر پکڑنے کے لیے لکڑی لگی ہوئی ہو جس سے موچی جوتے میں سوراخ کرتے ہیں سینے کے لیے۔ **اخر الابد**: اس کے معنی ہیں الی اخر الزمان۔ **فحاصوا**: بھاگے۔ **یحنباء**: اس کے معنی ہیں یکب جھکتا تھا۔ **فاتو ابالتوراۃ فاتلو ھاان کنتم صادقین**: سوال اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کو تورات میں تحریف لفظی نہیں ہے۔ جواب۔ وحی سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دے دی گئی تھی کہ اس جگہ تحریف نہیں ہوئی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسری جگہ بھی نہ ہوئی ہو اور چونکہ قرآن پاک میں جابجا تحریف کا ذکر ہے اس لیے دوسرے موقعوں میں یقیناً ہوئی ہے۔ **لہ زبیبتان**: سانپ کی آنکھوں کے پاس دو نقطے۔ **قطیفۃ فدکیۃ**: فدک جگہ کی بنی ہوئی موٹی چادر۔ **یثاورون**: ثور سے ہے جاری اٹھنا یہاں لڑنے کے لیے جلدی اٹھنا مراد ہے۔ **البحیرۃ**: بستی مراد مدینہ منورہ ہے۔ **شرق**: گلے میں کسی چیز کے اٹکنے کو شرق کہتے ہیں مراد حسد ہے۔ **یتاول العفو**: لیتے تھے معافی کو۔ **قد توجہ**: اے ظہر وجہہ ظاہر ہوگیا۔ **یعنی اثنتین وثلاثا واربعاً**: سوال۔ مثنیٰ وثلاث ورباع کے معنی میں تو تکرار ہے یہاں جو بغیر تکرار کے معنی مذکور ہیں یہ تو ٹھیک نہیں۔ جواب۔ شہرت کی وجہ سے تکرار ذکر نہیں فرمایا مقصود تکرار ہی ہے۔ **ولا تجاوز العرب رباع**: یہاں دو قول ہیں۔ ا۔ رباع سے اوپر یہ صیغہ تکرار کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ ۲۔ استعمال ہوتا ہے۔ پہلا قول راجح قرار دیا گیا ہے۔ **ولم یکن لہا من نفسہ شیء**: یتیم لڑکی مال والی کسی کی ولایت میں ہوتی تھی شکل وصورت پسند نہ ہوتی تھی صرف مال کے لالچ میں اس سے نکاح کرلیتے تھے پھر حقوق ادا نہ کرتے تھے اس سے منع کردیا گیا کہ دوسری عورتیں جو پسند ہوں صرف ان سے نکاح کرو دو سے یا تین سے یا چار سے۔ جو پسند نہیں ہے۔ اس سے نکاح نہ کرو۔ **ولکل جعلنا موالی**: عندامامنا

ابی حنیفہ مولیٰ موالاۃ کی وراثت اب بھی باقی ہے جب دوسرے ورثہ نہ ہوں۔ وعند الجمہور اب مولیٰ موالاۃ کی وراثت بالکل باقی نہیں منشاء اختلاف اس آیت کی تفسیر ہے **واو لوا الا رحام بعضھم اولی ببعض** ہمارے نزدیک اس آیت سے صرف تاخیر ثابت ہوتی ہے کہ مولی موالات کا درجہ باقی ورثہ سے بعد ہے اور جمہور کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ اسکی وراثت بالکل باقی نہیں رہی ترجیح ہمارے قول کو ہے اس لیے کہ اولی کا لفظ صرف اولویت پر دال ہے اس پر دال نہیں کہ صرف یہی وارث ہونگے اور مولیٰ موالات وارث نہ ہوگا۔ پھر اس حدیث پاک میں تو یہ ہے کہ **والذین عقدت ایمانکم** ناسخ ہے۔ دوسری روایات میں حضرت ابن عباس سے ہی یہ بھی منقول ہے کہ ناسخ **واو لوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض** ہے اور یہی راجح ہے۔ **ضوء لیس فیھا سحاب:** یہ عبارت بدل ہے شمس سے۔ **ادنی صورۃ:** ا۔ اقرب صورت یعنی اقرب صفت ۲۔ اقرب شان یعنی اقرب تجلی یہ دوسرے معنی راجح ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کل یوم ھو فی شان معلوم ہوا کہ شان بدلتی ہے اور صفت نہیں بدلتی اور قیامت میں بدلنے کا ذکر ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسری صورت میں ان کے پاس آئیں گے۔ یہاں پوری عبارت یوں ہے اتاھم رب العالمین فی ادنی صورۃ من التی راٰوہ فیھا اس سے پہلے کب دیکھا تھا۔ ا۔ یوم الست بربکم میں۔ ۲۔ یہاں رویت سے مراد علم ہے۔ پھر صورت تبدیل کرنے میں حکمت یہ ہے کہ حق تعالیٰ چاہیں گے کہ منافق حق تعالیٰ کو نہ دیکھ سکیں۔ اس لیے پہلے زیادہ پردوں کے ساتھ ظاہر ہوں گے پھر جب منافقین جا چکیں گے تو پھر اسی صورت میں ظاہر ہوں گے جس کو اہل حق پہچان لیں گے۔

قال یحییٰ بعض الحدیث عن عمرو بن مرۃ: مقصد یہ ہے کہ یحییٰ راوی فرمارہے ہیں کہ بعض الحدیث نقل کرنے والے عمرو بن مرہ ہیں عن ابراہیم عن ابیہ عن ابی الضحیٰ عن عبداللہ۔ **قال امسک فاذا عیناہ تذرفان:** نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی کیا وجہ تھی۔ ا۔ ان آیتوں میں یہ مذکور ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں امت کے متعلق گواہی دیں گے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ میری گواہی کی وجہ سے بعض کو عذاب بھی ہوگا۔ اس عذاب کے تصور سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ۲۔ قیامت کے دن کے ہولناک واقعات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگئے اس لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کا تصور فرمایا جبکہ یہ امت پہلے انبیاء علیہم السلام کی صداقت پر گواہی دے گی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کا تزکیہ فرمائیں گے کہ واقعی یہ امت سچی ہے اس خوشی کی بات کا تصور فرمایا اور خوشی سے آنسو آگئے یہ آنسو خوشی کے تھے غم کے نہ تھے۔ **وقال عمر الجبت السحر:** یہاں مراد عمر بن الخطاب ہیں۔ **قلادۃ لاسماء:** اور یہ ہار حضرت عائشہ کے پاس عاریۃً تھا۔ **واولی الامر منکم:** اس آیت مبارکہ میں اولی الامر کا مصداق کیا ہے مختلف اقوال ہیں۔ ا۔ الحکام۔ ۲۔ حضرت ابو بکر وحضرت عمر۔ ۳۔ جمیع الصحابۃ۔ ۴۔ الخلفاء الا ربعۃ۔ ۵۔ المھاجرون والانصار۔ ۶۔ الصحابۃ والتابعون۔ ۷۔ وہ عقلاء جو لوگوں کے انتظامات کرتے ہیں۔ ۸۔ علماء اور فقہاء ۹۔ لشکروں کے سردار۔ ۱۰۔ علم والے اور حفاظ۔ ۱۱۔ جس کے سپرد بھی کوئی کام کردیا جائے۔ یہی قول صحیح قرار دیا گیا ہے اور اسی طرف امام بخاری اس قول میں مائل ہوئے ہیں ذوی الامر۔ **احفظہ:** اس کے معنی ہیں ناراض کیا۔ **بحۃ:** آواز میں تختی آنا اور گلے کا خشک ہونا جس کو ہم ہچکی لگنا کہتے ہیں۔ **کنت انا وامی من المستضعفین:** یہ حضرت ابن عباس کی والدہ محترمہ حضرت لبابۃ بنت الحارث ام الفضل ہیں یہ حضرت خدیجہ کے بعد ہی ایمان لے آئی تھیں اور ان کے خاوند حضرت عباس خفیہ طور پر اسلام لے آئے تھے اور بدر میں کافروں نے ان کو

مجبور کر کے مرضی کے خلاف لڑائی کے لیے نکالا تھا۔ اسی لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے موقعہ میں فرمادیا تھا کہ جس کے سامنے عباس آجائیں تو وہ قتل نہ کرے چنانچہ یہ قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے۔ **بددھم**:۔ متفرق کیا اور جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ **وما نسخھا شیء**:۔ حضرت ابن عباس ہی سے یہ منقول ہے کہ وہ جو قاتل مومن کے متعلق سخت الفاظ استعمال فرماتے تھے یہ صرف زجر اور توبیخا تھے حقیقۃً نہیں فرماتے تھے کہ قاتل مومن مخلد فی النار ہے۔ گویا خلود کی سزا کا مستحق ہے اگر اللہ تعالیٰ معاف نہ فرماویں۔ ۲ قاتل مومن کے بارے میں جو وارد ہے فجزاءہ جھنم خالداً فیھا اس میں خلود سے مراد مکث طویل ہے۔ ۳۔ تیسری توجیہ اسی آیت مبارکہ کے متعلق یہ بھی ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ **قال قرأ ابن عباس السلام**:۔ یہ عبارت یہاں دو دفعہ ہے دونوں میں قال کے فاعل حضرت عطاء ہیں۔ **قال عبدالرحمٰن بن عوف کان جریحاً**:۔ اس عبارت میں قال کے فاعل حضرت ابن عباس ہیں۔

باب ویستفتونک فی النساء

وراثت کے متعلق یہ آیت آخری شمار کی گئی ہے۔

حتیٰ فی العذق:۔ عین کے فتح کے ساتھ کھجور کا درخت اور عین کے کسرہ کے ساتھ کھجور کا گچھا یہاں دونوں میں سے جو بھی لے لیں ٹھیک ہے۔ **فیر غب ان ینکحھا**:۔ شکل پسند نہ ہونے کی وجہ سے نکاح نہ کرتا تھا۔ متولی اپنی ولایت میں بنت کے متعلق مختلف بدعنوانیاں کرتے تھے سب سے منع کیا گیا۔ ۱۔ نکاح کر لیتے مہر پورا نہ دیتے۔ ۲۔ نکاح کر لیتے شکل پسند نہ ہونے کی وجہ سے حقوق ادا نہ کرتے۔ ۳۔ نہ خود نکاح کرتے نہ کسی اور جگہ نکاح کرنے دیتے کہ مال وغیرہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ **لیس بمستکثر منھا**:۔ بیوی سے زیادہ تعلق نہ رکھتا تھا نہ دلی دوستی میں نہ ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں۔ **نفقا سربا**:۔ منافق کے مادہ سے نفق تھا اس لیے یہاں ذکر کر دیا۔ **لقد انزل النفاق علی قوم خیر منکم**:۔ مقصد یہ تھا کہ ڈرتے رہو کہ کہیں ہم بھی منافق نہ بن جائیں بعض ظاہری طور پر صحابی تھے لیکن حقیقت میں منافق تھے۔ پھر توبہ کر کے صحیح صحابی بن گئے۔ **انا خیر من یونس بن متیٰ**:۔ یہ متیٰ والد کا نام ہے۔ معنی یہ ہیں ۱۔ کہ کہنے والا اپنے آپ کو حضرت یونس علیہ السلام سے بہتر نہ سمجھے۔ ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بارے میں فرما رہے ہیں کہ مجھے بہتر نہ کہے یہ تواضعاً فرمایا۔ ۳۔ ایسے طریقہ سے مجھے بہتر نہ کہے کہ ان کی تحقیر ہو۔ ۴۔ جس وقت یہ فرمایا اس وقت ابھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سید ولد آدم ہیں۔ **تکللہ النسب**:۔ اسی طرف کہ نسب نے اس کو ایک طرف کر دیا کہ نہ باپ ہے نہ اولاد ہے۔ **واخر آیۃ نزلت یستفتونک**:۔ سوال سورہ بقرہ کی تفسیر میں گزرا ہے کہ آخری آیت یہ ہے واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ جو ربوا کی آیات کے ساتھ نازل ہوئی تھی اور یہاں یہ آ گیا کہ آخری آیت یستفتونک والی ہے یہ تو تعارض ہے۔ جواب ۱۔ یہاں حضرت براء کی تحقیق ہے اور وہاں حضرت ابن عباس کی تحقیق تھی۔ ۲۔ وہاں احکام ربوا میں آخری آیت کا ذکر تھا اور یہاں وراثت کے احکام میں آخری آیت کا بیان مقصود ہے۔

باب تفسیر سورۃ المائدہ فبنقضھم

اشارہ فرمادیا کہ آیت میں فبما نقضھم میں ما زائدہ ہے۔

دائرہ دولۃ:۔ مراد مصائب کا غلبہ ہے۔ **والافضاء النکاح**:۔ اشارہ ہے وقد افضیٰ بعضکم الی بعض میں مراد جماع ہے۔ ایسی ہی لمستم النساء اور من قبل ان تمسوھن اور واللاتی دخلتم بھن میں بھی جماع ہی کے معنی مراد ہیں۔ **فبی الموت**:۔ یعنی مجھے ایسی شدید تکلیف ہوئی جیسے مرنے والے کو ہوتی ہے۔ **المحاربۃ اللہ الکفربہ**:۔ ۱۔ یہ امام بخاری کا قول ہے کہ یہ آیت مرتدین کے بارے میں ہے جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کیا اور حضرت

سعید بن جبیر اور حضرت حسن بصری سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔
۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت ڈاکوؤں کا حکم بیان کرنے کے لیے ہے خواہ وہ مومن ہوں یا کافر ہوں اور بعض حضرات سے صرف یوں منقول ہے کہ یہ آیت عرنیین کے بارے میں نازل ہوئی یہ تیسرا قول پہلے دونوں قولوں میں سے کسی کی تائید نہیں کرتا کیونکہ عرنیین ڈاکو بھی تھے اور مرتد بھی تھے۔ **فذکروا وذکروا**: ان حضرات نے قسامہ کا ذکر کیا۔ **فقادت بها الخلفاء**: خلفاء نے قسامہ میں قصاص لیا ہے۔ **فما یستبطأ من هولاء**: پس کیا دیر کی جاسکتی ہے ان لوگوں سے جنہوں نے اتنے جرم کیے۔ پس حضرت ابوقلابہ کی رائے یہی تھی کہ قسامہ میں دیت ہے قصاص نہیں ہے اور عرنیین والی حدیث پر قیاس نہیں کی جاسکتا۔ **فرخص لنا بعد ذلک**: حضرت انور شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ شریعت میں اصطلاحی متعہ کبھی بھی جائز نہیں قرار دیا گیا۔ صرف اجازت ہوئی تھی اس کی کہ تھوڑے مہر کے ساتھ نکاح کرلے اور دل میں نیت ہو کہ جلدی طلاق دے دوں گا یہ بھی پھر بعد میں منسوخ ہوگیا۔ یہ صورت متعہ کے مشابہ ہے متعہ نہیں ہے۔ اس تقریر پر اس زیر بحث روایت پر کچھ اشکال نہیں ہے۔ اس کی کچھ تفصیل کتاب النکاح میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ علامہ نووی نے فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود کو پہلے ناسخ کا علم نہ ہوا تھا انتہی عینی میں ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ شروع اسلام میں متعہ کی رخصت تھی مجبوری کے درجہ میں جیسے مردار کھانا جائز ہے اور امام مازری فرماتے ہیں کہ متعہ اول اسلام میں جائز تھا پھر احادیث صحیحہ سے اس کا منسوخ ہونا ثابت ہوگیا اور اس کی حرمت پر اجماع ہوگیا اور صرف مبتدعین کی ایک جماعت اب بھی جواز کی قائل ہے اور وہ منسوخ احادیث سے استدلال کرتے ہیں پس منسوخ میں ان کے لیے استدلال صحیح نہیں۔ **والانصاب**: یہ بت نہ تھے بلکہ پتھر تھے جو بیت اللہ کے قریب ہوتے تھے ان پتھروں کے پاس لات اور عزیٰ کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے اور ان کا خون ان پتھروں پر ڈالتے تھے۔

باب ماجعل اللہ من بحیرۃ

یہ جو الفاظ ہیں بحیرہ، سائبہ وغیرہ ان کے معنی بخاری شریف میں آگے خود آرہے ہیں۔ **واذهبنا صلة**: یہاں او تحسین لفظی کے طور پر ہے کیونکہ مراد قیامت کا دن ہے۔ **وتطليقة بائنة**: امام بخاری پر اعتراض باقی رہتا ہے کہ یہاں تطلیقۃ بائنہ کی مثال ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس میں اسم فاعل اسم مفعول کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اسم فاعل ہی کے معنی میں ہے۔ **والمعنی مید بها**: غلہ دیا ہوا۔ ماد غلہ دیا۔ **متوفیک ممیتک**: یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی موت آئے گی نزول کے بعد۔ **یجر قصبه فی النار**: وہ اپنی انتڑیوں کو کھینچ رہا تھا آگ میں۔ **غرلا**: یہ جمع ہے اغرل کی جس کا ختنہ کیا ہوا نہ ہو۔ **وان تغفر لهم فانک انت العزیز الحکیم**: سوال۔ آیت مبارکہ پر بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ کافر کے لیے تو طلب مغفرت جائز نہیں ہے۔ جواب۔ آیت میں صرف اظہار قدرت ہے طلب مغفرت نہیں ہے۔

اذنبت ذنباً عظیما وانت للعفو اھل
فان عفوت فتفضل وان جزیت فعدل

البسط الضرب: عبارت یوں ہونی چاہیے تھی باسطوا ایدیھم بالضرب پھر بسط کی صورت میں مختلف احتمال ہیں۔ ۱۔ ضرب ۲۔ عذاب ۳۔ جسموں سے روح نکالنے میں شدت ہو۔ پھر یہ بسط کب ہوگی اس میں بھی احتمالات ہیں ۱۔ موت کے وقت ۲۔ قیامت کے دن ۳۔ جہنم میں۔ **ابسلوا اسلموا**: یعنی سپرد کیے گئے ہلاکت کی طرف۔ **وهی الترهات**: یعنی امور باطلہ۔ **الصور جماعة صورة**: مقصد یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں جو وارد ہے یوم ینفخ فی الصور تو اس میں صور جمع ہے صورۃ کی اور معنی ہوں گے

کہ صورتوں میں یعنی جسموں میں روح ڈالی جائے گی لیکن صحیح تفسیر یہ ہے کہ صور ایک سینگ کی شکل کی چیز ہے اور وہ واحد کا صیغہ ہے اسم جمع یا جمع نہیں ہے کیونکہ مسند احمد میں ہے عن عبداللہ بن عمر وقال قال اعرابی یا رسول اللہ ماالصور قال قرن ینفخ فیہ۔ **ترھب خیر من ان ترحم :** تیرا ڈرایا جانا تجھ پر مہربانی سے بہتر ہے۔ **وان تعدل تقسط لا یقبل منھا فی ذلک الیوم :** مقصود اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے وان تعدل کل عدل لا یوخذ منھا مطلب یہ ہے کہ نفس کافرہ قیامت میں اگر پورا انصاف بھی ظاہر کرنا چاہے تو قبول نہیں دوسرے معنی یہ کئے گئے ہیں کہ یہاں عدل سے مراد توبہ ہے کہ اس دن تو یہ قبول نہ کی جائے گی۔ **یقال حسبانا مرامی ورجوما للشیاطین :** حسبان کے معنی شیطان کو تیر مارنے کے آلہ ہیں۔ **فبھدا ھم اقتدہ :** مقصد یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا ہمیں بھی کرنا چاہیے۔ آپ ان کے طریق تبلیغ رسالت اور صبر علی ایذاء المکذبین میں اتباع کریں۔ سوال یہ تو ان کے تابع ہونا ہوا۔ جواب ان کے تابع ہونا نہیں ہے بلکہ ان کی ہدایت کے تابع ہونا ہے۔ اگر ان کے تابع کرنا مقصود ہوتا تو یوں ہوتا فبھم اقتدہ۔ **الحوایاالمبعر :** وہ آنتیں جن میں مینگنی رہتی ہے۔ **اما حجر الیمامۃ فھو منزل :** ایک جگہ کا نام ہے۔ **سورۃ الاعراف۔ یخصفان اخذ الخصاف من ورق الجنہ :** خصاف کے معنی ہوتے ہیں جوڑنا۔ **شرعا شوارع :** مقصود یہ ہے کہ شرع جمع ہے شوارع کی اور وہ جمع ہے شارع کی اور شارع کے معنی ہیں ظاہر۔ **ان رجلا من اصحابک من الا نصار لطم فی وجھی :** بعض نے یہ کہا ہے کہ طمانچہ مارنے والے حضرت صدیق اکبرؓ تھے لیکن چونکہ بخاری شریف کی اس روایت میں انصاری ہونے کی تصریح ہے اس لیے اسی بخاری شریف والی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔ **لاتخیر ونی من بین الانبیاء :** ۱۔ ایسی تخییر سے منع فرمایا جس سے دوسرے کسی نبی کی تحقیر ہو۔ ۲۔ افضلیت کے علم سے پہلے فرمایا تھا۔ ۳۔ تواضعاً فرمایا۔ ۴۔ ایسے طریقہ سے فضلیت نہ بیان کرو جس سے جھگڑا پیدا ہو۔ **اماصاحبکم ھذا فقد غامر :** نیکی میں بڑھ گئے۔ **ھل انتم تار کولی صاحبی :** اصل ہے تارکون لی اور نون کے ساتھ منقول بھی ہے۔ حذف کی وجہ اضافت ہے اگرچہ حرف جار بھی ہے اور اس طرح کا استعمال کلام عرب میں کثرت سے ہے۔ **سورۃ الانفال ھم نفر من بنی عبد الدار :** یعنی ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی یا یہ بھی اس آیت کا مصداق ہیں۔ **ان رجلا جاء ہ :** ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص خارجی تھا کیونکہ خارجی لوگ حضرات شیخین سے محبت کا اظہار کرتے تھے اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے بغض رکھتے تھے۔ **اغتربھذہ الایۃ :** یہاں اغترار کے معنی ہیں خلاف ظاہر معنی کرنا۔ **واری الامر بالمعروف والنھی عن المنکر مثل ھذا :** یعنی دو گناہوں تو امر و نہی نہ چھوڑے۔ **سورۃ البراءۃ :** سوال: بسم اللہ شروع میں کیوں نہ لکھی گئی۔ جواب۔ ۱۔ نازل نہ ہوئی اس لیے نہ لکھی گئی۔ ۲۔ حضرت عثمان نے اپنے زمانہ خلافت میں جب ایک نسخہ کی جگہ سات یا آٹھ نسخے قرآن پاک کے بنا کر پورے عالم میں پہنچانے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت حضرات صحابہ میں اختلاف ہوا کہ سورہ براءت الگ سورت ہے یا سورہ انفال کا حصہ ہے تو حضرت عثمان نے دونوں جماعتوں کے قول کی رعایت فرمائی بسم اللہ نہ لکھی تاکہ سورہ انفال کا حصہ ہونے کا احتمال باقی رہے اور دونوں سورتوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ایک سطر کا چھوڑ دیا تاکہ الگ سورت ہونے کا احتمال بھی باقی رہے تو دونوں فریق خوش ہو گئے اور دونوں کی حجت قرآن پاک کے نسخہ میں ثابت رہی۔ ۳۔ سورہ براءت سورہ بقرہ کی طرح بڑی

سورت تھی۔شروع کا حصہ منسوخ التلاوت ہوگیا اسی میں بسم اللہ بھی تھی اس لیے بسم اللہ کی تلاوت بھی منسوخ ہوگئی۔۲۔بسم اللہ میں کلمات امان کے ہیں رحمٰن ورحیم اور سورہ براءت میں مضامین ہیں رفع امان کے اس لیے بسم اللہ یہاں نہیں رکھی گئی۔**اھوی القاہ فی ھوۃ:.** گڑھے میں ڈالا۔**الخوالف المخالف الذی خلفنی:.** امام بخاری نے دو احتمال بیان فرمائے کہ۔ا۔خالف کی جمع ہے۔۲۔خالفۃ کی جمع ہے پھر وان کان جمع المذکور سے دوسرے احتمال کو ترجیح دی کہ فاعل کی جمع جو فواعل آتی ہے اس کے صرف دو مصداق ہیں عوالک اور فوارس اس لیے خوالف کو خالف کی جمع کہنا غلط ہے۔پھر امام بخاری کی اتنی بات تو ٹھیک ہے کہ خالفۃ کی جمع ہے لیکن یہ دلیل ٹھیک نہیں ہے کہ دو لفظ ہی فاعل کی جمع میں آتے ہیں لفظ تو اور بھی آتے ہیں لیکن خوالف بہرحال ان میں سے نہیں ہے اور یہ خالفۃ کی جمع ہی ہے۔**الجرف ما تجرف من السیول:.** پانی سے کھدی ہوئی جگہ۔**ھار ھائر:.** گرنے والی چیز۔**تاوہ:.** اس کی اصل ہے تاوہ۔**ونحوھا کثیر:.** یعنی اختلاف لفظ مع اتحاد المعنیٰ لغت عرب میں کثیر ہے۔**والزکاۃ الطاعۃ والاخلاص:.** یعنی لفظ زکوٰۃ کے یہ دو معنی آتے ہیں۔**لم اردف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعلی بن ابی طالب:.** یہ سن ۹ ہجری کا واقعہ ہے کہ پہلے حضرت ابوبکر کو حج کے لیے بھیجا پھر حضرت علی کو اعلان کے لیے بھیجا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکہ اہل عرب بادشاہ کے قریبی رشتہ دار ہی کا اعلان معتبر سمجھتے تھے۔**یوم النحر یوم الحج الاکبر من اجل حدیث ابی ھریرۃ:.** مقصد یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں تصریح ہے کہ اعلان یوم النحر میں ہوئے اور قرآن پاک میں اعلان حج اکبر کے دن کرنے کا ذکر ہے اس لیے یوم النحر ہی یوم حج اکبر ہوا۔**مابقی من اصحاب ھذہ الآیۃ الا ثلاثۃ:.** ان تین میں حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت سہیل بن عمرو کا ذکر صحیح ہے اور اب یہ حضرات کفر سے توبہ کر کے مومن مخلص ہو چکے تھے آیت یہ ہے **فقاتلوا ائمۃ الکفر** البتہ اس حدیث میں ثلاثۃ کے مصداق میں ابوجہل بن ہشام اور عتبہ بن ربیعہ کا ذکر صحیح نہیں ہے کیونکہ جس وقت حضرت حذیفہ یہ گفتگو فرما رہے ہیں اس وقت یہ دونوں دنیا سے جاچکے تھے کیونکہ یہ دونوں کفر کی حالت میں غزوہ بدر میں مارے جاچکے تھے۔**ولا من المنافقین الا اربعۃ:.** ان چاروں میں سے کسی کا نام ظاہر نہیں ہوا کیونکہ حضرت حذیفہ کو اخفاء کا حکم تھا۔**یبقرون بیوتنا:.** ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں۔**یسرقون اعلاقنا:.** اس میں اعلاق جمع ہے علق کی دل سے تعلق رکھنے والی چیز یعنی قیمتی چیز۔**اولئک الفساق:.** یعنی یہ نہ کافر ہیں نہ منافق ہیں بلکہ مومن فاسق ہیں۔**بین جمادی وشعبان:.** نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہی تھا کہ اب ان مہینوں کی پوری حفاظت کرنا چنانچہ حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے امت نے اپنے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر پورا پورا عمل کیا آج احقر محمد سرور عفی عنہ شوال ۱۴۱۳ھ میں لکھ رہا ہے کہ چودہ سو سال سے زیادہ ہو چکے ہیں یہ مہینے محفوظ ہیں فالحمد للہ علی ذلک۔**حین وقع بینہ وبین ابن الزبیر:.** یہاں ابن الزبیر سے مراد عبداللہ بن الزبیر ہیں۔جب یزید کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن الزبیر نے خلافت کا دعویٰ کیا اور حضرت ابن عباس کو بیعت کی دعوت دی لیکن انہوں نے قبول نہ فرمائی تو ان دونوں بزرگوں کے درمیان کچھ رنجش رہی اس کا ذکر ہے ان الفاظ میں وقع بینہ وبین ابن الزبیر اور اس کے بعد کی روایت میں بھی ان الفاظ سے اسی بات کا ذکر ہے وکان بینھما شیٔ۔**واین بھذا الامر عنہ:.** خلافت حضرت ابن الزبیر سے دور نہیں ہے یعنی وہ اس کے اہل ہیں۔**واما امہ فذات النطاق:.** نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کی ہجرت کے موقعہ پر

حضرت اسماء نے اپنے ازار کی پٹی جس کو نطاق کہتے ہیں اس کو پھاڑ کر دو حصے کئے تھے ایک زاد باندھنے کے لئے ایک مشکیزہ باندھنے کے لیئے اس لئے حضرت اسماء کا لقب ذات النطاقین اور ذات النطاق ہوا۔ **واماعمة فزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم:** ۔ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد پھوپھی ہیں حضرت زبیر بن عوام بن خویلد کی مجازاً حضرت عبداللہ بن الزبیر کی پھوپھی قرار دیا۔ **ان وصلونی وصلونی من قریب:** ۔ اس عبارت میں حضرت ابن عباس حضرت عبداللہ بن الزبیر پر عتاب ظاہر فرمارہے ہیں اور بنی امیہ کا شکرادا کر رہے ہیں کیونکہ جب حضرت ابن عباس نے اس وقت تک بیعت سے انکار کر دیا تھا جب تک کہ آپ کا اور بنی امیہ کا اتفاق نہ ہو جائے اس پر حضرت عبداللہ بن الزبیر کے ساتھیوں نے حضرت ابن عباس کو محاصرہ میں لے لیا بنی امیہ نے محاصرہ سے نکالا تو حضرت ابن عباس بنی امیہ کے ساتھ طائف تشریف لے گئے اور وہاں ہی ۶۸ھ میں وفات پائی۔ پھر وصلونی من قریب اس لئے فرمایا کہ قریبی رشتہ تھا اس لئے کہ عباس بن عبدالمطلب ابن ہاشم بن عبد مناف ہیں اور امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہیں۔ **وان ربونی ربونی اکفاء اکرام:** ۔ اکفاء کا لفظ فاعل سے بدل ہے یعنی بنی امیہ والے اگر حاکم بنے ہیں عبدالملک مراد ہے تو وہ ہمارے برابر کے ہیں اور کرام یعنی عزت والے ہیں۔ آگے ابن ابی العاص سے مراد عبدالملک ہے اور القدمیۃ بمعنی تقدم ہے یعنی عبدالملک متکبرانہ طور پر بڑھ رہا ہے۔ **وانہ لوی ذنبہ:** ۔ یہ کنایہ بزدلی سے ہے دم پھیر دی ہے یعنی ترقی سے بزدلی کی ہے۔ **لاحاسبن نفسی لہ:** ۔ میں اپنے نفس سے اس کے لئے رعایت طلب کروں گا۔ **لان یربنی بنو عمی:** ۔ میرے حاکم بنیں اور بنو عمی کا مصداق یہاں بنو امیہ ہیں۔ **نتحامل:** ۔ بوجھ اٹھا کر کمائی کرتے تھے۔ **فیحتال احدنا:** ۔ مشقت سے کما کر لاتا تھا۔ **وقدنہاک ربک ان تصلی علیہ:** ۔ حضرت عمرؓ کیسے نہی سمجھے اور پھر اس پر عمل کیوں نہ فرمایا۔ نبی پاک ﷺ نے اس کی تین اہم توجیہات ہیں۔ ۱۔ اس آیت سے حضرت عمرؓ نہی سمجھے **ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین** اور نماز بھی استغفار ہی کے درجہ میں ہے جواب یہ ہے کہ مشرکین غیر منافقین ہیں۔ ۲۔ **استغفرلہم اولا تستغفرلہم ان تستغفرلہم سبعین مرۃ فلن یغفراللہ لہم** معلوم ہوا کہ استغفار عبث ہے اور عبث منہی عنہ ہے اس لئے استغفار اور نماز بھی منہی عنہ ہے جواب۔ فائدہ اگرچہ میت کو نہ تھا لیکن دور کے لوگوں کو تو تھا کہ جو بھی زبان سے ایمان لے آتا ہے اس کی بہت رعایت ہوتی ہے اس لئے یہ نماز عبث محض نہ تھی۔ ۳۔ یہ نہی حضرت عمرؓ کے الہام میں تھی جواب نبی کا اجتہاد غیر نبی کے الہام سے اونچا ہوتا ہے۔ **معنیۃ:** ۔ شفقت کرنے والی ایک نسخہ میں معینۃ بھی ہے اعانت کرنے والی۔ **یحطمکم الناس:** ۔ لوگ روند ڈالیں گے کہ ساری رات آتے جاتے رہیں گے نیند برباد ہو جائے گی۔ **مقتل اھل الیمامۃ:** ۔ اہل یمامہ سے لڑائی ۱۱ھ میں ہوئی یہ مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ لڑائی تھی۔ مسیلمہ کذاب بھی اس میں مارا گیا تھا اور مسلمان بھی اس میں گیارہ سو یا چودہ سو شہید ہوئے تھے ان میں ستر حضرات ایسے تھے جو پورے قرآن پاک کے حافظ تھے۔ **ان القتل قداستحر یوم الیمامۃ:** ۔ یعنی قتل بہت سخت ہوا۔ اہل عرب شدت کو حرارت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور راحت کو ٹھنڈک کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ **وانی لاری ان تجمع القران:** ۔ جمع اول حضرت صدیق اکبر کے حکم سے ہوئی اور جمع ثانی حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں ان کے حکم سے ہوئی دونوں جمعوں میں زیادہ محنت اور مکمل نگرانی حضرت زید بن ثابت کی تھی ان دونوں جمعوں میں کئی لحاظ سے فرق تھا۔ ۱۔ جمع اول میں لغت قریش اور لغت غیر قریش دونوں تھیں اور جمع

ثانی صرف لغت قریش میں تھی کیونکہ غیر قریش میں پڑھنے کی اجازت صرف آسانی کے لئے تھی اصل نزول صرف لغت قریش ہی میں تھا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں سب مسلمان لغت قریش میں پڑھنے پر پورے پورے قادر ہو گئے تھے اس لئے غیر قریش میں پڑھنے کی اجازت کی کوئی ضرورت نہ تھی اور چونکہ اختلاف شروع ہو گیا تھا کہ ہمارا قرآن تمہارے قرآن سے بہتر ہے اس اختلاف کی وجہ سے دوسری لغات کا چھوڑنا واجب ہو گیا تھا اس لئے حضرت عثمان نے صرف لغت قریش پر قرآن پاک جمع کرایا اور سب موجود صحابہ نے حضرت عثمان کی اس مسئلہ میں تقلید فرمائی اس سے تقلید شخصی بھی ثابت ہوئی۔۲- جمع اول کا مقصد تمام حروف قرآن کا یکجا کرنا تھا اور جمع ثانی میں صرف ان آیات کا جمع کرنا تھا جو عرضہ اخیرہ میں پڑھی گئی تھیں اور منسوخ التلاوت کا چھوڑنا مقصود تھا۔۳- جمع اول چند چھوٹے چھوٹے صحیفوں کی شکل میں واقع ہوئی تھی اور جمع ثانی میں مکمل قرآن پاک ایک ہی مصحف کی شکل میں کر دیا گیا تھا۔۴- جمع اول میں صرف ایک نسخہ تیار کیا گیا تھا اور جمع ثانی میں سات یا آٹھ نسخے تیار کئے گئے تھے۔۵- جمع اول میں لکھا ہوا نسخہ حضرت صدیق اکبر کے پاس رہا وفات پر حضرت عمرؓ کے پاس رہا ان کی وفات پر حضرت حفصہ کے پاس رہا اور جمع ثانی میں سات یا آٹھ نسخے بڑے بڑے شہروں میں پہنچا دیئے تا کہ سب نقل کریں اور پوری دنیا میں قرآن پاک آسانی سے پہنچ جائے۔۶- جمع ثانی میں اس کے خلاف جتنے نسخے تھے وہ ضائع کر دیئے گئے تھے اور جمع اول میں ضائع کرنا منقول نہیں ہے۔ **العسب**:۔ یہ جمع ہے عسیب کی کھجور کی موٹی شاخ۔ **لم اجدهما مع احد غیره**:۔ یعنی لکھی ہوئی صرف حضرت خزیمہ کے پاس تھیں اور یہ تصریح دوسری روایات میں ہے کہ حضرت زید نے نبی پاک ﷺ سے دونوں آیتیں سنی ہوئی تھیں اگر سنی ہوئی بھی نہ ہوتیں تو یوں فرماتے عرفتی خزیمۃ انھما من القرآن۔ **سورة یونس تلک ایات یعنی هذا اعلام القران**:۔ دو باتیں بتلانی مقصود ہیں ایک یہ کہ یہاں آیت نشانی کے معنی میں ہے اور دوسرے یہ کہ یہاں ھذہ کا موقعہ تھا لیکن تلک استعمال کیا گیا اس میں مقصود بعد رتبی کو بیان کرنا ہے کہ آیات کا درجہ اتنا اونچا ہے کہ ان کو تلک سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ساتھ ساتھ صنعت التفات بھی ہے کہ غائب کی جگہ حاضر استعمال کیا گیا کمال ظہور کی وجہ سے۔ **ومثله حتیٰ اذا کنتم فی الفلک وجرین بهم المعنی بکم**:۔ یہ آیت اوپر والی آیت کی طرح ہے اس میں صنعت التفات تھی تعظیما کہ آیات اتنی واضح ہیں کہ ان کی غائب بھی حاضر ہیں اور یہاں صنعت التفات ہے تحقیر آ کہ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے خطاب کیا جائے اس لئے ان کو ہم سے تعبیر کیا گیا۔ **سورة هود علیه السلام یثنون صدورهم**:۔ اخنس بن شریق منافق کے متعلق نازل ہوئی اور آگے مسند روایت میں یہ بھی ہے کہ بعض صحابہ غلبہ حیاء کی وجہ سے بول و براز اور جماع کے وقت بھی بدن سے کپڑا ہٹانے سے شرماتے تھے تو ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تو گویا غلو سے بچنے اور اعتدال اختیار کرنے کا حکم ہوا۔ **الجودی جبل بالجزیرة**:۔ باقی پہاڑوں نے تکبر کیا کہ اونچے ہو گئے جودی اور طور اور حراء نے تواضع اختیار کی تو ان تینوں کو باقی سب پہاڑوں پر عزت دی گئی جودی پر کشتی ٹھہری۔ طور پر موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور حراء میں نبی پاک ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ **ورجلة یضربون البیض ضاحیة ضرباً تواصیٰ به الا بطال سجیناً**:۔ بعض پیدل چلنے والے اپنے بدن مضبوط کرنے کے لیے اپنے آپ پر دن کے وقت پتھر سفید تلواروں جیسے سخت مارتے ہیں ایسا مارنا جو سخت ہے جیسا مارنے کی پہلوانوں نے وصیت کی ہے کہ ایسے مارو گے تو بدن سخت ہو جائیں گے۔ اس شعر سے معلوم ہوا کہ سجین بمعنی سخت ہے۔ **سحاء**:۔ بہت بہنے والا۔ **یخفض ویرفع**:۔ اپنی

حکمت سے کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیتے ہیں۔ **الظهری ههنا ان تاخذ معک دابة او دعاء تستظهربه:.** الظہری کا لفظ جو یہاں آیا ہے۔ یہی لفظ ایک اور معنی میں بھی آیا ہے گو وہ معنی آیت میں نہیں ہے یعنی معین واپہ ہو یا برتن ہو۔ **زلفی فمصدر من القربیٰ:.** زلفی مصدر ہے جو مشابہ قربیٰ کے ہے یہ معنی نہیں زلفی قربیٰ سے مشتق ہے۔ **سورة یوسف علیه السلام:.** الاترج لیموں۔ **صواع:** ٹوکری یا زنبیل جیسا بڑا پیالہ جس کی اوپر کی دونوں جانبیں ملی ہوئی ہوں۔ **الجب الرکیة التی لم تطو:.** وہ کنواں جس میں گولائی والے پتھر ابھی نہ لگائے گئے ہوں۔ **والمتکا ما اتکات علیه:.** یہ امام بخاری کی کلام ہے ان لوگوں کا رد ہے جو متکأ بمعنی اترج لیتے ہیں لیکن راجح اترج کے معنی ہی ہیں کیونکہ علامہ عینی نے سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے اترج کے معنی نقل کیے ہیں۔ امام بخاری کی طرف سے یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان تک یہ روایت نہیں پہنچی۔ **ابطل:.** جاء با لباطل۔ **المتک:.** تکیہ کے معنی ہیں بسکون التاء بھی آتا ہے۔ **البظر:.** وہ کھال جو عورت کے ختنہ کے بعد رہ جاتی ہے۔ **متکاء:.** بے ختنہ عورت۔ **المشعوف:.** جو محبت میں بہت دور جا چکا ہو۔ **واحد ها ضغث:.** یہ مشترک ہے۔ ا۔ مالا تاویل لہ بے معنی چیز۔ ۲۔ مٹھی بھر تنکے جن کو جھاڑو کہتے ہیں یہاں سورہ یوسف علیہ السلام میں پہلے معنی مراد ہیں اور حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ میں وخذ بیدک ضغثاً فاضرب به ولا تحنث میں دوسرے معنی مراد ہیں۔ **غاشیة:.** ڈھانپنے والی چیز یعنی عام عذاب اور مجللۃ کے معنی بھی عام کے ہی ہیں۔ **بل عجبت ویسخرون:** سوال۔ اس آیت کو یہاں ذکر کرنا مناسب نہ تھا کیونکہ یہ سورہ یوسف علیہ السلام کی آیت نہیں ہے۔ جواب۔ جیسے حضرت ابن مسعود سے هیت کی جگہ هیئت منقول ہے ایسے ہی حضرت ابن مسعود سے عجبت کی جگہ عجبت منقول ہے کہ حق تعالیٰ یوں فرما رہے ہیں کہ ان کا یہ کام میں انسانوں کے لیے قابل تعجب سمجھتا ہوں۔ **احصت کل شیء:.** سب چیزوں کو ختم کر دیا۔ حصاء سے ہے حصاء اس سال کو کہتے ہیں جس میں خیر نہ ہو۔ **افیکشف عنهم العذاب یوم القیامة:.** معنی یہ ہیں لا یکشف۔ **مضی الدخان:.** یعنی دخان بمعنی قحط گزر چکا ہے۔ **ومضت البطشة:.** کہ بطشہ کا مصداق غزوہ بدر بھی گزر چکا ہے۔ **ولو لبثت فی السجن مالبث یوسف لا جبت الداعی:.** ا۔ تواضعاً فرمایا۔ ۲۔ تبلیغ کے شوق میں فرمایا کہ جلدی قید سے باہر آ کر تبلیغ کرتا۔ **سورہ الرعد. السباخ:.** شور زمین۔ **المعقب:.** پیچھے آنے والا۔ **قارعة واهیة:.** ہلاک کرنے والا۔ **املیتُ اطلتُ من الملیّ:.** اس کے معنی ہیں لمبا زمانہ۔ **ملیاً:** قرآن پاک میں آیا ہے **واهجرنی ملیاً** ای زماناً طویلاً ایسے ہی ملاوہ کے معنی ہیں طویلا۔ اقمت عندہ ملاوۃ من الزمان ای حیناً من الزمان الملامن الارض کے معنی ہے لمبی زمین۔ **سورة ابراهیم. ردوا ایدیهم فی افواههم:.** امام بخاری بتلانا چاہتے ہیں کہ اس کے حاصل معنی یہ ہیں کفوا عما امروا بہ یہ حاصل معنی کیسے نکلے اس کی چند توجیہات ہیں۔ ا۔ کافروں نے غصہ کی وجہ سے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں ڈالے اور کاٹے اور اس طرح اپنی ناراضگی اور غصہ کا اظہار کیا۔ ۲۔ کافروں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کیا کہ ہمارا بس یہی جواب ہے اور کچھ جواب نہیں جو آگے آ رہا ہے وقالو انا کفرنا بما ارسلتم به۔ ۳۔ کافر زبر دستی حضرات انبیاء علیہم السلام کے افواہ مبارکہ پر ہاتھ رکھتے تھے یہ اشارہ کرنے کے لیے کہ آپ خاموش ہو جائیں۔ ۴۔ کافر انبیاء علیہم السلام کے افواہ مبارکہ پر سختی سے ہاتھ رکھتے تھے اور ان کو زبردستی چپ کراتے تھے۔ **هذا مثل کفوا عما امروا به:.** یہ لفظ مثل بھی پڑھا گیا میم کے کسرہ اور ثاء کے

سکون کے ساتھ جس کی چار تقریریں اوپر ذکر کی گئی ہیں اور مثل بھی پڑھا گیا ہے کہ ضرب المثل بن چکی ہے اور حاصل معنی یہی ہیں کفوا عما امروا بہ اور تفصیل کی وہی چار تقریریں ہیں جو اوپر ذکر کی گئی ہیں۔ **بمصرخکم**:۔ امداد کرنے والا۔ **استصرخني**:۔ مجھ سے امداد مانگی۔ **الصراخ**:۔ چیخ۔ **مصدر خاللته**:۔ مقصد یہ ہے کہ یہاں لفظ خلال کی دو توجیہیں ہوسکتی ہیں۔ ا۔ مصدر ہے۔ ۲۔ جمع ہے خلة کی۔ **لایتحات**:۔ پتے جھڑتے نہیں ہیں۔ **ولا ولا ولا**:۔ یہاں جو تین دفعہ ولا ہے اس میں اختصار کے طور پر تین صفتوں کو راوی نے ذکر کیا ہے کہ ایسا بھی نہیں ایسا بھی نہیں دوسری روایتوں میں تفصیل گزر چکی ہے۔ **ولاتؤتی اکلها کل حین**:۔ یہ پانچویں صفت ہے۔ پیچھے تفصیل اس حدیث کی گزر چکی ہے۔ **الم تعلم**:۔ یہ معنی ہیں الم ترالی الذین بدلو نعمة الله کفراً کے۔ حاصل یہ ہے کہ یہاں رویت علمیہ ہے۔ **سورة الحجر. صراط عليّ مستقيم**:۔ حضرت مجاہد اس کے تین معنوں کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ ا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ اپنے راستہ کی دلالت لے رکھی ہے تفضلا نہ استحقاقا اس لیے علی فرمایا۔ ۲۔ یہ تہدید ہے اور ابلیس کو خطاب ہے جیسے کوئی لڑائی میں مخالف کو کہتا ہے طریقک علی تجھے میں ٹھیک کروں گا۔ تجھے ٹھیک کرنے کا طریقہ میرے ذمہ ہے۔ ۳۔ علی بمعنی الی ہے اور اسکی طرف اشارہ حضرت مجاہد کے اس قول میں ہے الحق یرجع الی اللہ۔ **وللاولیاء ایضاً شیع**:۔ دوستوں کو بھی شیعہ کہہ دیا جاتا ہے جمع شیع ہے۔ **بروجاً منازل للشمس والقمر**:۔ ا۔ علم ھیت والے بارہ برج۔ ۲۔ نجوم۔ **لواقح ملاقح ملقحة**:۔ ا۔ بمعنی ملاقح کے ہے جو جمع ہے ملقحہ کی یعنی ہوائیں بادلوں کو مشابہ حاملہ کے بناتی ہیں۔ ۲۔ دوسری توجیہ جو یہاں مذکور نہیں ہے یہ بھی ہوسکتی ہے کہ لواقح جمع ہے لاقحہ کی اور اسم فاعل نسبت کے لیے ہے جیسے لابن اور تامر میں ہوتا ہے

لبن سے تعلق رکھنے والا تمر سے تعلق رکھنے والا ایسے ہی یہاں ہے کہ حمل سے تعلق ہے ہواؤں کا۔ **الصيحة الهلكة**:۔ غرض یہ ہے کہ صیحہ ہلاکت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ **خضعاناً لقوله كا لسلسلة علي صفوان**:۔ اس عبارت سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ا۔ حق تعالیٰ کے لیے صفت کلام ثابت ہوئی۔ ۲۔ حق تعالیٰ کی کلام مسموع بھی ہے۔ **نیفذهم ذلک**:۔ ینفذ اللہ الی الملئکة ذلک الامر یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں تک اپنا حکم پہنچاتے ہیں۔ **زادو الکاهن**:۔ یعنی روایت میں جہاں ساحر کا لفظ ہے اس کے ساتھ والکاھن کا لفظ بڑھایا ہے۔ **وحد ثنا سفیان**:۔ واؤ کی وجہ سے سند متصل ہوگئی یعنی علی بن عبد اللہ نے یہ روایت بھی حضرت سفیان سے نقل فرمائی ہے۔ **سورة النحل . تميد تكفاء**:۔ پلٹیاں کھائے اس آیت کے معنی کرنا چاہتے ہیں والقیٰ فی الارض رواسی ان تمیدبکم کہ پہاڑ اس لیے گاڑ دیے کہ زمین تمہارے ساتھ پلٹیاں نہ کھائے۔ **فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله**:۔ اس آیت کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں ارادہ قراءت مراد ہے۔ **کل شئ لم یصح فهو دخل**:۔ ہر دھوکے کی چیز کو دخل کہتے ہیں۔ **حفدة من ولد الرجل**:۔ یعنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو حفدہ کہہ دیتے ہیں۔ **سورة بني اسرائیل. من العتاق الاول**:۔ لفظ عتاق کے معنی عمدہ کے ہیں اور اول میں یہ بتلا دیا کہ یہ شروع میں نازل ہوئی ہیں یعنی مکی ہیں۔ **وهن من تلادي**:۔ میرے پرانے مال میں سے ہیں یعنی مجھے بہت پرانی یاد ہیں۔ **فسینغضون یهزون**:۔ سر ہلائیں گے تعجب کے طور پر اور استہزاء کے طور پر۔ **حصیرا محبسامحصرا**:۔ مقصد یہ ہے کہ حصیر اور محصر مترادف ہیں دونوں کے معنی ہیں قید خانہ پھر محصر فتح میم سے بھی آتا ہے نصر ینصر سے اور ضم میم سے بھی آتا ہے باب افعال سے دونوں ظرف کے صیغے ہیں۔ **من الاثم خطئت**

بمعنی اخطأت: لفظ من الاثم کا تعلق مابعد سے ہے کہ تعلت اثم کے معنی میں ہے۔ **فوصفهم بها:** یعنی واذهم نجوی میں نجوی مصدر ہے اور اس کا حمل ھم پر مبالغۃ ہے۔ **رفاتا حطاما:** ٹکڑے ٹکڑے۔ **ولی من الذل لم یخالف احداً:** مقصد یہ ہے کہ یہاں ولی بمعنی حلیف ہے۔ **هداک الله للفطرة:** یہاں فطرت سے مراد اسلام ہے کیونکہ اسلام فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے۔ سوال ایک حدیث میں تین پیالے آتے ہیں یہاں دو ہیں۔ جواب۔ ان دو میں تیسرے کی نفی نہیں ہے۔ **قاصفا ریح تقصف کل شیئ:** ای تکسرہ۔ **ضعف الحیاۃ:** غرض امت کو ڈانٹنا ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم تھے۔ **من شکلة:** اس کے معنی ہیں قیدۃ پھر قل کل یعمل علی شاکلة کے مختلف معانی کیے گئے ہیں۔ ۱۔ علی طریقتہ ۲۔ علی نیتہ۔ ۳۔ علی طبیعتہ۔ **صرفنا وجهنا:** ہم نے امثال وغیرہ بیان کیے۔ **املق:** اس کے معنی ہیں صار فقیراً۔ **مقتوراً:** بخیلا۔ اقتر قصرنی الا نفاق۔ **ثائراً:** ای طالبًا للثار ای القصاص۔ **واذا اردنا ان نهلک قریة امرنا مترفیها:** ۱۔ ہم حکم کرتے ہیں۔ ۲۔ ہم زیادہ کرتے ہیں امیروں کو۔ **امر بنو فلان:** ای کثر۔ **حدثنا الحمیدی حدثنا سفیان وقال امر:** یعنی علی بن المدینی نے تو امر میں میم کا کسرہ نقل کیا ہے اور حمیدی نے فتحہ نقل کیا ہے معنی ایک ہی ہیں کثر۔

باب ذریة من حملنا مع نوح

معنی یوں ہیں یا ذریۃ یعنی حرف نداء محذوف ہے۔ **فیبلغ الناس من الغم والکرب ما لا یطیقون:** اس میں الناس مفعول ہے ما لا یطیقون فاعل ہے اور من الغم بیان مقدم ہے ماکا۔ **نفسی نفسی نفسی:** ای لا ارید الا نجاۃ نفسی۔ **دعوتها علی قومی:** مجھے قوم پر بددعاء نہ کرنی چاہیے تھی۔ **کذبت ثلاث کذبات:** واقع میں یہ تو رہے ہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اونچی شان کے لحاظ سے ان سے بھی بچنا ہی اولی تھا جیسا کہ صریح کذب سے بچنا ضروری ہوتا ہے گویا یہ جھوٹ کے مشابہ تھے اس لیے ان کو کذبات کہہ دیا گیا۔ **اول: بل فعله کبیر هم** توجیہات۔ ۱۔ کنایہ تھا کہ میں نے ہی تو کیا ہے اور کون کر سکتا تھا اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک کمرے میں دو شخص رہتے ہوں ایک لکھنا جانتا ہو دوسرا نہ جانتا ہو تو ایک تیسرا شخص آئے اور وہاں پڑی ہوئی کوئی عمدہ تحریر ہو اس کو دیکھ کر کہے کہ کس نے لکھ دی ہے تو لکھنا جاننے والا یوں کہے کہ یہ میرے ساتھی نے لکھ دی ہوگی تو حقیقت میں یہ کنایہ ہوتا ہے کہ میں نے ہی تو لکھی ہے اور کس نے لکھنی تھی۔ ۲۔ حقیقت میں فعلہ پر وقف ہے کہ ہاں میں نے یہ کام کیا ہے کبیرھم ھذا یہ نیا جملہ ہے اس میں جھوٹ نہیں لیکن پوری آیت اکٹھی پڑھنے میں جھوٹ کا شبہ ہوتا ہے۔ ۳۔ کبیرھم کا مصداق خود حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کیونکہ انسان بتوں سے بڑا ہوتا ہی ہے۔ ۴۔ **بل فعله کبیرهم** اس لیے فرمایا کہ یہ بڑا بت ان سب بتوں کو توڑنے کا سبب بنا کیونکہ میں نے ان کی طرف دیکھا اور بڑے کی طرف بھی دیکھا تو مجھے بہت غصہ آیا اس لیے یہ بڑا بت ان سب کو توڑنے کا سبب بنا اور سبب کی طرف نسبت کی ہی جاتی ہے جیسے یاھامان ابن لی صرحا اے ہاھامان تو قلعہ بنا یعنی بنانے کا سبب بن جا کیونکہ ھامان تو فرعون کا وزیر تھا اس نے خود تو قلعہ نہیں بنانا تھا صرف سبب بننا تھا اور انتظام کرنا تھا۔ **ثانی:** دوسرا موقعہ ثلاث کذبات میں سے انی سقیم کا ہے یہ بھی صریح کذب نہ تھا توجیہات۔ ۱۔ سقیم صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس میں حال یا استقبال کے معنی ہوتے ہیں یہاں استقبال کے معنی مراد تھے درجہ احتمال میں کہ احتمال ہے کہ میں کبھی نہ کبھی بیمار ہو جاؤں اور یہ سچ ہے وہ یہ سمجھے کہ شاید حال کے معنی ہیں اور اس وقت ابراہیم علیہ السلام بیمار ہیں۔ ۲۔ سقم سے مراد سب سے بڑی بیماری موت ہے اور معنی یہ ہیں کہ میری کبھی نہ کبھی موت آنے والی ہے۔ ۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باری کا بخار

چڑھا کرتا تھا جو ایک دن چھوڑ کر چڑھتا ہے تو ستاروں کی طرف دیکھ کر وقت کا اندازہ لگایا اور فرمایا کہ مجھے تو تھوڑی دیر میں بخار چڑھنے والا ہے اس لیے میں آپ لوگوں کے ساتھ میلے میں نہیں جاسکتا۔ ۲۔ میں تمہارے کفر کی وجہ سے غمگین ہوں اور مجھے غم کی بیماری ہے۔ وہ سمجھے کہ عام بیماری ہے اسی کو توریہ کہتے ہیں کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں ایک قریب اور ایک بعید مخاطب قریب معنی سمجھے اور متکلم کی مراد بعید معنی ہوں۔ **ثالث:** تیسرا موقعہ یہ تھا کہ ایک جابر بادشاہ کے سامنے اپنی اہلیہ محترمہ کو اپنی بہن فرما دیا تھا کیونکہ وہ بہن بھائی کو کچھ نہ کہتا تھا اور بیوی ہو تو چھیننے کی کوشش کرتا تھا اور نیت فرمائی تھی دینی بہن ہونے کی اور بادشاہ نسبی بہن سمجھا۔ **وقد غفر اللہ لک ماتقدم من ذنبک وماتاخر:** یہ اس لیے ذکر کیا جائے گا کہ سفارش کرنے والے کے لیے مناسب ہوتا ہے کہ وہ خود مواخذہ سے محفوظ و مامون ہو۔ **حمیر:** یہ یمن میں ہے۔ **بصری:** یہ شام میں ہے۔ **یعنی القرآن:** یہاں زبور کو قرآن کہہ دیا گیا ہے کیونکہ قراءت کے معنی جمع کے بھی آتے ہیں۔ تورات اور زبور میں بہت سی چیزیں جمع کی گئی ہیں اس لئے ان کو قرآن کہہ دیا جاتا ہے۔ **حدثنا سفیان:** یہاں سفیان ثوری مراد ہیں۔ **کان ناس من الانس:** اس کے معنی ہیں طائفۃ من الانس۔ **وتمسک ھولاء بدینھم:** وہ انسان گمراہ ہی رہے ان کے معبود مسلمان ہوگئے ان جنات کے مسلمان ہونے پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **زاد الاشجعی:** انہوں نے صرف آیت کی تلاوت کا زائد ذکر فرمایا۔

باب وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس

رویا کا زیادہ استعمال خواب میں ہوتا ہے کبھی کبھی بیداری میں دیکھنے پر بھی ہوجاتا ہے یہاں بیداری میں دیکھنا مراد ہے کیونکہ خواب میں عجیب وغریب چیزیں دیکھنے سے کسی کو تعجب اور فتنہ یعنی مذاق کا موقعہ نہیں ملتا۔ لفظ رویت کا استعمال زیادہ بیداری پر ہوتا ہے کبھی خواب پر بھی اطلاق ہوجاتا ہے کہ خواب میں یوں دیکھا۔ **فضل صلوۃ الجمیع علی صلوۃ الواحد خمس و عشرون درجۃ:** جمیع سے مراد جماعت ہے ۲۵ گنا اور ۲۷ گنا میں جو بظاہر تعارض کا شبہ ہوتا ہے اس کا جواب الخیر الجاری المجلد الثانی ص ۱۶ پر گزر چکا ہے۔ **جثا:** جیم کے ضمہ اور ثاء کی تشدید کے ساتھ جمع ہے جاث کی گھٹنوں کے بل بیٹھنے والا۔

باب ویسئلونک عن الروح

۱۔ اولیٰ روح کے متعلق یہی ہے کہ تکلم نہ کیا جائے کہ اس کی کیا حقیقت ہے بس یہ سمجھا جائے کہ ایک چیز ہے جو موجود ہے حقیقت ہم نہیں جانتے۔ ۲۔ جمہور متکلمین ظنی طور پر یہ احتمال بیان فرماتے ہیں کہ جسم لطیف ہے جو بدن میں اس طرح پھیلا ہوا جیسے پانی سبز لکڑی میں پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ اسی لیے جب مرنے کے بعد بعض روحیں ایک دوسرے کو دیکھتی ہیں تو بالکل بدن جیسی صورت نظر آتی ہے۔ ۳۔ عند بعض المتکلمین ھو عرض بہ البدن حی ۴۔ عن الفلاسفۃ وکثیر من الصوفیہ ھو جوھر مجرد متعلق بالبدن تعلق التدبیر والتصرف لا داخل فیہ ولا خارج عنہ کیونکہ مجرد مکان سے خالی ہوتا ہے۔ **حرث:** کھیتی۔ **مارابکم الیہ:** کس چیز نے شک میں ڈالا ذاھبا الیہ کہ ان کی طرف جاتے ہو۔ **وما اوتیتم من العلم الا قلیلا:** حاصل یہ ہے کہ روح بھی ان کثیر میں داخل سمجھ لو جو مجہول ہیں اس لیے اس کا سوال نہ کرو یہ رازوں میں داخل ہے۔ **سورۃ الکھف اکثر ریعا:** یہ ازکی طعاما کی تفسیر ہے کہ جس کی مقدار زیادہ ہو۔ **اکلھا:** یہ بھی ازکی طعاما ہی کی دوسری تفسیر ہے کہ ایسی چیز لاؤ جس سے پیٹ بھر جائے۔ **الرقیم اللوح من رصاص:** ۱۔ حضرت ابن عباس سے جو یہ تفسیر آگئی تو اس کے مطابق اصحاب الکھف اور اصحاب الرقیم کا مصداق ایک ہی ہے کہ رقیم کے معنی اس تختی کے ہیں جس میں اصحاب کہف کے

نام لکھ کر محفوظ کروائے گئے تھے۔۲۔دوسرا قول یہ ہے کہ اصحاب الرقیم الگ ہیں اور امام بخاری بھی الگ ہی مانتے ہیں چنانچہ امام بخاری نے اصحاب رقیم ان تین حضرات کو قرار دیا تھا جو بارش میں ایک غار میں چھپے اور اوپر پتھر آ گیا تو تینوں نے اپنے اپنے اعمال کے وسیلہ سے دعا مانگی تو آہستہ آہستہ پتھر ہٹ گیا اور نجات مل گئی ایک نے ماں باپ کی خدمت کا ذکر کیا ایک نے زنا سے بچنے کا ذکر کیا اور ایک نے مزدور کی مزدوری میں تجارت کرنے کا اور پورا نفع بعد میں مزدور کو دینے کا ذکر کیا۔**قال الا تصليان**:۔ حضرت علی سے دوسری روایات میں تفصیل ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تہجد کیوں نہ پڑھی تو عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں اٹھایا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے ہوئے تشریف لے گئے وکان الانسان اکثر شئی جدلاً۔ مزید تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔**سراد قها مثل السرادق**:۔ خیمہ کے قریب جو قناتیں زائد صحن بنانے کے لیے لگائی جاتی ہیں ان کو سرادق کہتے ہیں۔ یہاں مراد وہ دھواں ہے جو کافروں کو گھیر کر دوزخ میں لے جائے گا۔**قبلا وقبلا وقبلا**:۔ تینوں میں سے ہر ایک کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ا۔سامنے ۲۔عیاناً ظاہر طور پر۔۳۔اچانک۔۴۔قبلا کے معنی اصنافا کے بھی آتے ہیں۔**ليد حضوا**:۔ تین معنی آتے ہیں۔ا۔ پھسلا دیں۔ ۲۔ فساد مچائیں۔ ۳ باطل کردیں۔**او امضى حقبا**:۔ ا۔زمانہ ۲۔طویل زمانہ ۳۔ اسی سال۔۴۔ستر سال۔**كذب عدو الله**:۔ حضرت ابن عباس سے غصہ میں ذرا سخت لفظ نکل گیا ورنہ حضرت نوف بکالی بھی مومن مخلص تھے۔**على طنفسة خضراء**:۔ چھوٹے بچھونے کو طنفسہ کہتے ہیں۔**على كبد البحر**:۔ اس کے معنی ہیں سمندر کا درمیان لیکن اس روایت کو غریب شمار کیا گیا ہے زیادہ روایات میں خشکی پر ملاقات کا ذکر ہے۔**معابر صغاراً**:۔ چھوٹی کشتیاں۔**في مكان ثريان**:۔ ترمٹی والی جگہ۔**ووتدفيها وتداً**:۔ ایک کیل اس لیے لگا دیا تاکہ کچھ رکاوٹ بن جائے پانی سے۔**انها جارية**:۔ لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حنہ رکھا گیا اس لڑکی سے حضرت شمعون علیہ السلام پیدا ہوئے جن کے زمانہ میں حضرت طالوت نے جالوت سے لڑائی کی۔**سألت ابي**:۔ اس روایت میں ابی کا مصداق حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں۔**سورة كهيعص**:۔ **اسمع بهم وابصر الله يقوله** اس عبارت میں لفظ اللہ مبتداء ہے یقولہ خبر ہے مقصد یہ ہے کہ یہ کافر دنیا میں اندھے ہیں مرنے کے بعد ان کی آنکھیں کھلیں گی اور کان سنیں گے اس وقت ہوش آنے سے فائدہ نہ ہوگا۔**كهيئة كبش املح**:۔ دنبہ کی شکل میں موت اس لئے ہوگی کہ جیسے دنبہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پر فدا ہوا اور ان کی حیوۃ کا ذریعہ بنا ایسے ہی یہ دنبہ ذبح ہو کر سب اہل جنت واہل نار کی زندگی کا سبب ہوگا پھر بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ذبح کریں گے اس میں حکمت شاید یہ ہو کہ ان کا نام حیوۃ سے مشتق ہے پھر املح کے معنی ہوتے ہیں کہ سفیدی زیادہ ہو اور کچھ سیاہی ہو۔سفیدی جنت کے لحاظ سے ہے اور سیاہی دوزخ کے لحاظ سے ہے۔**ليشرئبون**:۔ گردنیں بلند کریں گے تاکہ دیکھ سکیں۔ **وكلهم قدراه**:۔ سب دیکھیں گے اور سب پہچانیں گے حق تعالیٰ کے القاء فی القلب کی وجہ سے۔**سورہ طه تمتمة**:۔ تاء ادا کرنے میں تردد ہو۔**فأفاة**:۔ فاء ادا کرنے میں تردد ہو۔**يقول بدينكم**:۔ تفسیر ہے اس آیت کی **ويذهبا بطريقتكم المثلىٰ** ای بدینکم الامثل ای بدینکم الاعلیٰ تمہارے اچھے دین کو ختم کردیں۔**يعني المصلي**:۔ یہاں تم ائتوا صفا کی تفسیر کرنی چاہتے ہیں کہ لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ پہنچو۔**حشر تني اعمىٰ عن حجتي**:۔ حضرت مجاہد کی تفسیر ہے دلائل سے اندھا حضرت ابن عباس کی تفسیر ہے آنکھوں کا اندھا۔**اعضلهم**:۔ اس کے معنی ہیں افحمهم۔

ضنكاً الشقاء: مختلف معانی کیے گئے ہیں ضنک کے لفظ کے جو اس آیت میں آیا ہے **ومن اعرض عن ذکر فان له معیشة ضنکا** ۔ا۔ بدبختی ۔۲۔ فارسی کے لفظ تنگ سے عربی میں لایا گیا اس لیے یہی معنی ہیں ضیق اور تنگی ۔۳۔ عذاب ۔۴۔ زقوم وغسلین وغیرہ۔ ۵۔ حرام۔ ۶۔ کسب خبیث۔ **فحج آدم موسیٰ:** حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملامت ختم کرنے کے لیے تقدیر کا حوالہ دیا۔ نامناسب کام پر تقدیر کا حوالہ دینے کی دو صورتیں ہیں۔ا۔ حوالہ دینے والا اس وقت مکلف ہو اور گناہوں پر دلیری ظاہر کرنے کے لیے تقدیر کا حوالہ دے جیسے آج کل بعض بے دین دیتے ہیں یہ تو بہت زیادہ قبیح ہے۔۲ مکلف ہونے کا زمانہ ختم ہو چکا ہو یعنی موت آچکی ہو اور موت سے پہلے تقدیر ظاہر ہو چکی ہو اور توبہ بھی موت سے پہلے کر چکا ہو اب صرف دفع ملامت کے لیے کسی انسان کے سامنے تقدیر کا حوالہ دے تو گنجائش ہے۔ یہاں یہی صورت تھی کیونکہ یہ مناظرہ یا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی وفات کے بعد ہوا۔ **سورة الانبياء عليهم السلام هن من العتاق الاول:** عتاق اس مال کو کہتے ہیں جو عمدگی میں انتہا کو پہنچا ہوا ہو۔ ان سورتوں کو عتاق اس لیے قرار دیا کہ ان میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے۔ **وهن من تلادی:** تلاد پرانے مال کو کہتے ہیں مقصد یہ ہے کہ یہ سورتیں مکی ہیں اور ان کو میں نے شروع میں حفظ کیا تھا۔ **خامدین هامدین:** بجھ گئے۔ **فاقول یا رب اصحابی:** مصداق کون ہیں۔ا۔ بعض کم عقل دیہاتی مرتد ہو گئے تھے وہ مراد ہیں۔۲۔ حضرات صحابہ کے بعد کے کچھ لوگ مراد ہیں جنہوں نے بہت گناہ کیے اور ان کو اصحابی فرمانا ایسا ہی ہے جیسے ایک ہزار سال کے بعد کے حنفیہ کو اصحاب ابی حنیفہ کہہ دیتے ہیں۔ **سورة الحج۔ اذا حدث القی الشیطان فی حدیثه:** اس آیت مبارکہ کی **وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته** تین اہم تفسیریں ذکر کی جاتی ہیں۔ا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام خالی ہاتھ ہو جاتے تھے مال سے تو شیطان وسوسہ ڈالتا کہ دنیا کا مال بہت ضروری ہے تمنی کے معنی ہیں سوچا۔۲۔ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا **افرایتم اللات والعزی ومناة الثالثة الاخری** تو شیطان نے نگل میں کھڑے ہو کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جیسی آواز بنا کر پڑھا۔

تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتهن لترتجیٰ

ان الفاظ کو سن کر مشرکین خوش ہوئے کہ آج سے پہلے کبھی ہمارے بتوں کی تعریف نہ کی۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین نے بھی سجدہ کیا۔۳۔ شیطان نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہی شعر اوپر والا جاری کر دیا اس لیے مشرکین نے خوش ہو کر ساتھ سجدہ کیا۔ پہلی تفسیر ہی راجح ہے کیونکہ دوسری اور تیسری تفسیر والی روایات میں جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کی سندیں کمزور ہیں اور عقلاً بھی یہ دونوں واقعے بعید ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور شیطان کی کلام میں فرق ہی نہ ہو سکے اگر ایسا ہوتا تو بہت سے صحابہ نعوذ باللہ مرتد ہو جاتے اور ایک شور مچ جاتا اور بہت سے اکابر صحابہ اس واقعہ کی تفصیل سے بیان کرتے۔ باقی رہی یہ بات کہ ان آیتوں کو سن کر مشرکین نے سجدہ کیوں کیا اس کی دو اہم توجیہیں ہیں۔ا۔ صرف بتوں کا نام سن کر خوش ہو گئے۔۲۔ تجلی قہری ایسی نازل ہوئی کہ جس کی وجہ سے سب نے سجدہ کیا مجبوراً۔ **ثم قال شطرا هل الجنة:** سوال۔ اس حدیث پاک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس امت کو اہل جنت کا ربع قرار دیا پھر ثلث پھر شطر یعنی نصف۔ یہ تو بظاہر تعارض ہے۔ جواب۔ اس امت میں طبقات مختلف ہیں مقربین اور صلحاء اور عامة المومنین اس لیے یہ مختلف حصے قرار دیئے مثلاً مقربین تو ربع ہوں اور صلحاء ثلث ہوں اور عامة المومنین نصف ہوں اہل جنت میں سے اور اس کی تائید سورہ واقعہ کی آیات سے

بھی ہوئی ہے کہ سابقین کے بیان میں۔حق تعالیٰ ارشاد فرمارہے ہیں کہ ثلة من الاولین الاخرین اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہت اونچے درجات میں جو انبیاء علیہم السلام اور اعلیٰ مقربین کے درجات ہیں ان میں اس امت کے لوگ کم ہوں گے وجہ ظاہر ہے کہ اس امت میں ایک ہی نبی ہیں اور اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اس امت میں مان لیں اور خضر علیہ السلام کو نبی مان کر اس امت میں شمار کرلیں تو پھر بھی صرف تین نبی ہوئے اور پہلی امتوں میں ہزاروں کی تعداد میں انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں۔

باب ومن الناس من یعبد الله علی حرف

آیت کے بعد جو امام بخاری فرمارہے ہیں شک یہ لفظ حرف کی تفسیر ہے جو اس باب کی آیت میں وارد ہے یعبد الله علی حرف۔**سورة النور یقال للمستخذی مذعن:**۔ اس آیت کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں وان یکن لهم الحق یاتوا الیه مذعنین کہ جھکنے والے کو مذعن کہتے ہیں۔**سورة انزلنا ها بینا ها:**۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ اختصار فرمادیا طبری میں سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے ہی منقول ہے فرضنا ها بینا ها۔**مافرأت بسلاقط:**۔ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ قرأ بمعنی جمع آتا ہے بسلا میں باء جارہ ہے اور سلی اس باریک کھال کو کہتے ہیں جس میں بچہ ہوتا ہے معنی اس محاورہ کے یہ ہوگئے کہ اس عورت نے کبھی اپنی بچہ دانی کے ساتھ بچے کو جمع نہیں کیا۔**اسحم:**۔ بہت کالا۔**اوعج العینین:**۔ بہت کالی آنکھوں والا۔**خدلج الساقین:**۔ بھاری پنڈلیوں والا۔**وحرة:**۔ چھپکلی جیسا سرخ رنگ کا جانور جس کو بچے سانپ کی خالہ کہتے ہیں۔**فانکر حملها:**۔ سوال۔انکار حمل تو لعان کے لیے کافی نہیں۔جواب۔دوسری روایات میں ہے کہ زنا کی تہمت بھی لگائی تھی۔**ان هلال بن امیة قذف امراته:**۔ سوال۔بعض روایات میں بعض دوسرے حضرات کا واقعہ ہے۔جواب۔دو تین واقعے قریب قریب پائے گئے ان سب کے بعد آیات لعان کی نازل ہوئیں۔**موجبة:**۔ معنی یہ ہیں کہ یہ پانچویں قسم موجب عذاب ہے اگر وہ جھوٹی ہوئی۔**خدلج الساقین:**۔ بھاری پنڈلیوں والا۔**علی عائشه وهی مغلوبة:**۔ موت کی تکلیف کی وجہ سے کچھ بے ہوش سی تھیں۔مدینہ منورہ میں ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں وفات پائی۔**ابنوا اهلی:**۔ تہمت لگائی۔**لا اجد منه قلیلا ولا کثیرا:**۔ ایسی بے ہوش ہوئی کہ جس کام کے لیے نکلی تھی اس کا کچھ یاد نہ رہا۔**حتی اسقطوا الهابة:**۔ صاف صاف بیان کردیا کہ ہم تم سے اس واقعہ کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔**قارفت سوءا:**۔ اگر تو نے براکام کیا ہے۔**سورة الفرقان عتت علی الخزان:**۔ یہ لفظ خزان جمع ہے خازن کی ہوا کے خزانچی فرشتے۔**ولا یقتلون النفس التی حرم الله الا بالحق:**۔ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل عمد کی توبہ بھی معتبر ہے حضرت ابن عباس سے مومن قاتل مومن عمداً کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ا۔یہ توبہ والی آیت صرف اس شخص کے لیے ہے جس نے کفر کی حالت میں مومن کو قتل کیا پھر ایمان لے آیا۔۲۔یہ توبہ والی آیت مومن اور کافر قاتل مومن دونوں کو شامل ہے لیکن منسوخ ہے اور سورة النساء والی آیت ناسخ ہے ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءه جهنم خالداً فیها۔لیکن جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے حضرت ابن عباس کی یہ دونوں روایتیں صرف زجر پر محمول ہیں راجح ان کے نزدیک بھی یہی ہے کہ ہر گناہ سے توبہ قبول ہو جاتی ہے اور کوئی مومن مخلد فی النار نہ ہوگا کبھی نہ کبھی ضرور نکل جائے گا۔**یبدل الله سیئاتهم حسنات:**۔ ا۔توبہ کی برکت سے ملکہ سیئات کو اللہ تعالیٰ ملکہ حسنات سے بدل دیتے ہیں کہ پہلے دن رات گناہوں کا شوق تھا اب دن رات نیکی کا شوق ہوگا۔۲۔قیامت میں بعض مومن گنہگاروں سے خصوصی شفقت کا معاملہ حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل

دیں گے جیسا کہ ایک حدیث پاک میں وارد ہے۔ ۳۔ یہاں سیئات سے ناقص عبادات مراد ہیں جو گناہ کہلانے کے قابل ہیں۔ حق تعالیٰ توبہ کی برکت سے ان کو نیکیوں ہی میں شمار فرمالیتے ہیں۔ **فسوف یکون لزاما:** لزام کے مصداق میں مختلف اقوال ہیں۔ ا۔ قحط ۲۔ مقتولین کو قلیب بدر میں ڈالنا ۳۔ بدر میں قید ہونا کافروں کا۔ **الا یفاع من الارض:** بلند ٹکڑے زمین کے جن کو سطح مرتفع کہتے ہیں اس کا مفرد یافع آتا ہے۔ **واریاع واحد الریعة:** یہ واؤ استینافیہ ہے اریاع کی جمع بھی ریعہ ہی آتی ہے۔ **مصانع کل بناء فھو مصنعة:** مقصد یہ ہے کہ مصانع کا مفرد مصنعہ ہے اور اس کے معنی ہیں بناء۔ **یارب انک وعدتنی ان لا تخزنی:** سوال۔ یہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد صاحب کے لیے شفاعت فرما رہے ہیں حالانکہ کافر کے لیے تو شفاعت کی نفی آتی ہے فما لنا من شافعین۔ جواب۔ اخراج من النار کے لیے کوئی سفارش نہ کر سکے گا تخفیف کے لیے شفاعت ہو سکے گی جیسے خواجہ ابو طالب کے لیے شفاعت ثابت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ **سائر الیوم:** اس کے معنی ہیں فی جمیع الیوم۔ **سورة النمل الصرح کل ملاط:** لفظ صرح کے دو معنی بیان فرمادئے۔ ا۔ کل ملاط ہر عمارت۔ ۲۔ قصر یعنی قلعہ۔ **او تینا العلم یقوله سلیمان:** مقصد یہ ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقولہ ہے لیکن راجح قول دوسرا ہے کہ یہ حضرت بلقیس کا مقولہ ہے یہ دوسرا قول ہی سیاق وسباق کے زیادہ مناسب ہے۔ **البسھا ایاہ:** مقصد یہ ہے کہ تالاب پر شیشے کا فرش لگادیا۔ **سورة القصص ماارید به وجه الله:** ای رضاء اللہ تعالیٰ۔ **لیس فیھا لھب:** یعنی معمولی آگ ہو جو نہ ہونے کے برابر ہو۔ **الحیات اجناس:** مقصد یہ ہے کہ جب جنس ہے۔ ثعبان سب سے بڑے سانپ کو کہتے ہیں۔ جان سب سے چھوٹے

کو کہتے ہیں۔ وہ پہلے چھوٹا تھا پھر بڑا بن گیا الافاعی مطلق سانپوں کو کہتے ہیں جمع افعی کی۔ اسود بڑے سانپ کو کہتے ہیں۔ **بطرت اشرت:** اس آیت کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں وکم اھلکنا من قریة بطرت معیشتھا یعنی سرکشی والی ہوئی زندگی اس کی۔ **ویکان الله:** تنبیہ کا کلمہ ہے خطا پر۔ **سورة العنکبوت وکانوامستبصرین ضللة:** یعنی وہ گمراہ تھے لیکن اپنے آپ کو اہل بصیرت سمجھتے تھے۔

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابدالآباد بماند

سورة الم غلبت الروم. فاخذتھم سنة: معنی یہ ہیں کہ ان پر قحط آیا۔ **جدعاء:** اس کے معنی ہیں کان کٹا یا ناک کٹا۔ **سورة السجدة قیل لسفیان روایة:** یعنی حضرت سفیان بن عیینہ راوی سے عرض کیا گیا کہ آپ یہ روایت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور روایت کے نقل فرمارہے ہیں یا اپنے اجتہاد سے فرمارہے ہیں۔ **قال فای شیئ:** اس کا حاصل یہی ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ فرمارہے ہیں کہ روایت کے سوا اور کوئی احتمال نہیں ہے۔ **ذخراً:** یہ اعددت کا مفعول مطلق ہے اعدادا ذخورا۔ **بله:** چھوڑ دو مذکور فی القرآن والحدیث کو کیونکہ یہ تو بہت کم ہے اس سے جس کا ذکر نہیں کیا۔ **معروفافی الکتاب:** اس عبارت میں اس آیت کی تفسیر ہے الاان تفعلوا الی اولیائکم معروفا مقصد یہ ہے کہ معروفا کا مصداق وہ چیزیں ہیں جو قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ **نزلت فی انس بن النضر:** یہ صحابی غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔ **وتخفی فی نفسک ماالله مبدبه:** ا۔ وحی آچکی تھی کہ آپ کا نکاح حضرت زینب سے کبھی نہ کبھی ہوگا لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ کے ڈر سے اس وحی کو ذکر نہ فرماتے تھے اور نہ ہی ذکر کرنے کا حکم نازل ہوا تھا اس لیے گناہ نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کا عقیدہ باطل کرنے کے لیے ظاہر فرمادیا۔ ۲۔ ایک دفعہ اچانک نظر پڑی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی

تو بلا اختیار میلان ہوا۔ یہ بھی غیر اختیاری تھا اس لیے گناہ نہ ہوا۔ **کنت اغار علی اللاتی وھبن انفسھن:۔** میں بے غیرت ہونے کا عیب لگاتی تھی ان عورتوں پر جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی ذات کا ھبہ کرنا چاہتی تھیں۔ **کان یستاذن یوم المراۃ منا:۔** یعنی اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک کی باری میں دوسری بیوی کے پاس جانا چاہتے تو باری والی سے اجازت لیا کرتے تھے پھر یہ اجازت لینا واجب تھا یا مستحب تھا دونوں قول ہیں۔ **واذا ھو کانہ یتھیأ للقیام:۔** یہ بھی عملی تو ریہ تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو یہ تھے کہ وہ جب کھانا کھا چکے ہیں تو اب اٹھ کر چلے جائیں اور یہ بعید معنیٰ تھے اور خود کہیں جانے کا ارادہ ہو یہ قریب معنیٰ ہیں۔ دیکھنے والے قریب معنیٰ سمجھ رہے تھے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد بعید معنیٰ تھے اسی کو توریہ کہتے ہیں۔ **فتقریٰ حجر نسائہ:۔** ازواج مطہرات کے حجروں کو تلاش کیا یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سب ازواج مطہرات کے ہاں تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے گئے۔ **اسکفۃ الباب:۔** دروازے کی دہلیز۔ **سورۃ سباء فارتفعتا عن الجنتین:۔** وہ دونوں باغ ایسے ویران ہو گئے کہ باغ ہونے سے اٹھ گئے اور ختم ہو گئے دوسرے نسخہ میں ہے عن الجنتین یعنی دونوں کناروں سے اونچے ہو گئے اکھڑ گئے اور جب پانی خشک ہوا تو دونوں باغ خشک ہو گئے۔ **العرم المسناۃ:۔** بند۔ **کالجوبۃ من الارض:۔** یہ اس آیت کی تفسیر ہے وجفان کالجواب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیالے حوض کے برابر تھے چنانچہ ایک پیالہ پر ایک ہزار آدمی کھانا کھاتے تھے۔ **الخمط الاراک:۔** پیلو۔ **الاثل الطرفاء:۔** جھاؤ کا درخت۔ **اذا قضی اللہ الامر:۔** اس امر سے مراد ۱۔ امر شفاعت ہے۔ ۲۔ مطلقاً معاملہ ہے۔ یہی زیادہ مناسب ہے سیاق وسباق سے آیت یہ ہے **ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ حتی اذا فزع عن قلوبھم قالوا ماذا قال ربکم قالوا الحق وھو العلی الکبیر** آیت کے مضمون کا حاصل یہ ہوا کہ جب فرشتے بے ہوش ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے امر کو سن کر تو بتوں کی کیا مجال ہے کہ شفاعت کر سکیں صرف وہ فرشتے جو وحی پر مقرر کیے ہوئے ہیں وہ اس امر کا سماع برداشت کرتے ہیں اور وہ دوسروں کو بھی بتلاتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے۔ **سورۃ یٰسین یتطالبان حثیثا:۔** اس کا تعلق شمس وقمر سے ہے کہ وہ ایک دوسرے کو ایسے طریقہ سے نہیں پکڑ سکتے کہ ایک دوسرے کی روشنی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔ **مرقدنا مخرجنا:۔** ۱۔ قبر مراد ہے کیونکہ دوزخ کے مقابلہ میں قبر کا عذاب آرام کی جگہ محسوس ہوگا یہ تفسیر ہے اس آیت مبارکہ کی **یاویلنا من بعثنا من مرقدنا**۔ ۲۔ دوسری یہ تفسیر یہ کی گئی ہے کہ **بین النفختین** چونکہ موت کی کیفیت اور بے حسی کی کیفیت طاری رہے گی اس لیے اٹھ کر جب عذاب نظر آئے گا تو تمنا کریں گے کہ کاش ہم اسی طرح مردہ ہی رہتے جیسے بین النفختین تھے۔ **سورۃ والصافات یزفون النسلان فی المشی:۔** یعنی وہ چھوٹے قدموں کے ساتھ جلدی جلدی چلتے ہوئے آئے اس کو نسلان کہتے ہیں یہ بھاگنے سے کم ہوتا ہے۔ **سروات:۔** سردار۔ **لشوبا یخلط طعامھم ویساط بالحمیم:۔** یہ تفسیر ہے اس آیت کی **ثم ان لھم علیھا لشوبا من حمیم** شوب اور خلط اور سوط تینوں کے معنی ملانے کے ہیں۔ **سورۃ ص:۔** اس سورت میں ایک اہم واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے امتحان کا ہے اس کی دو اہم تقریریں ذکر کی جاتی ہیں ۱۔ ایک دفعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس بنی اسرائیل نے گفتگو کی کہ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو پورا دن بغیر گناہ کے گزار دے حضرت داؤد علیہ السلام نے دل میں سوچا کہ میں اس پر قادر ہوں اس پر امتحان میں ڈالے گئے کہ عبادت کے دن عبادت کی جگہ ایک پرندہ آ گیا اس کو پکڑ کر جو باہر پھینکا تو اس پرندے کی طرف دیکھ رہے تھے کہ ایک عورت پر نگاہ پڑ گئی اس کو نکاح کا پیغام بھیج دیا پھر آگے دو قول ہیں کہ معلوم تھا کہ اوریا نامی ایک شخص نے حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے پیغام بھیجا ہوا ہے اس لیے حضرت داؤد علیہ السلام کا پیغام

بھیجنا خلاف اولیٰ تھا گو جائز تھا دوسرا قول یہ ہے کہ معلوم نہ تھا لیکن اگر کوشش فرماتے تو معلوم ہو سکتا تھا کہ کسی اور نے پیغام بھیجا ہے یا نہ۔ اس پیغام بھیجنے پر تنبیہ کی گئی اور تنبیہ کی یہ صورت ہوئی کہ دو فرشتے جھگڑے کی فرضی صورت بنا کر آئے کہ ایک کے پاس ۹۹ بکریاں ہوں دوسرے کے پاس ایک ہی بکری ہو وہ اس سے ایک بکری بھی لینا چاہے تو یہ اچھا ہے یا نہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو ظلم قرار دیا بکری کنایہ عورت سے تھی پھر حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ تو مجھے تنبیہ کی گئی ہے اور توبہ فرمائی۔ ۲۔ بیویوں سے امتحان کا کوئی تعلق نہ تھا بلکہ واقعہ صرف یہ تھا کہ عبادت میں مشغول تھے کہ اچانک دو آدمی دیواریں پھاند کر آ گئے کیونکہ دروازے سے پہرہ دار نے آنے نہ دیا تھا آ کر جھگڑا پیش کیا کہ اس کے پاس ۹۹ بکریاں ہیں میرے پاس صرف ایک بکری ہے۔ یہ میری ایک بکری بھی مجھ سے چھینا چاہتا ہے اس کی بات سننے کے بعد یہ چاہیے تھا کہ دوسرے کی بات سن کر کچھ فرماتے لیکن دوسرے کی بات سنے بغیر اس کو ظالم قرار دے دیا داؤد علیہ السلام نے۔ اگر عدالت کے کمرے میں ایسا کرتے تو یہ گناہ تھا لیکن عبادت کے کمرے میں تھے اچانک وہ آ گئے اور آئے بھی دیوار پھاند کر جس سے حضرت داؤد علیہ السلام گھبرا گئے اور گھبراہٹ کی وجہ سے معذور تھے اس لئے یہ کام خلاف اولیٰ تھا۔ غلطی سمجھ میں آنے پر فوراً توبہ فرمائی۔ **القط الصحیفۃ**: جب یہ آیت نازل ہوئی **فاما من اوتی کتابہ بیمینہ** تو کافروں نے بطور استہزاء کہا **ربنا عجل لنا قطنا قبل یوم الحساب** حق تعالیٰ اس کا ذکر فرما رہے ہیں اور صبر کا حکم فرما رہے ہیں۔ **فی عزۃ معازین**: اس آیت مبارکہ کی تفسیر فرما رہے ہیں بل الذین کفروا فی عزۃ وشقاق اس کے معنی ہیں معازین کہ کافر عزت میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ **یمسح اعراف الخیل و عراقیبھا**: اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے **فطفق مسحا بالسوق والاعناق** کہ تلوار مارنی شروع کی گردن اور پاؤں پر یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کر دیا۔ **ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی**: اس کی تین اہم تفسیریں ذکر کی جاتی ہیں۔ ۱۔ مجھے جو بادشاہی دی جائے میرا غلبہ ہونے کے بعد میری زندگی میں کوئی مجھ سے چھین نہ سکے۔ ۲۔ ہوا اور پرندوں پر مجھے جیسی حکومت ملے میرے مرنے کے بعد قیامت تک کسی کو ایسی حکومت نہ ملے۔ ۳۔ مجھے اپنے نفس پر غلبہ دیجئے اور غلبہ ملنے کے بعد شیطان نہ چھین سکے۔ **فاخذتھم سنۃ فحصت کل شیء**: ایسے قحط نے ان کو پکڑا جو ہر چیز کو لے گیا۔ **سورۃ الزمر ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا**: یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر گناہ کو اللہ تعالیٰ بغیر توبہ کے ہمیشہ معاف فرما دیتے ہیں کیونکہ اگر یہ معنی ہوں تو پھر اوامر و نواہی کا کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ مقصد صرف بیان قدرت ہے اور مایوسی کا علاج کرنا ہے کہ گذشتہ گناہوں سے مایوس نہ ہو جاؤ اگر توبہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ سب کو معاف فرما دیں گے آئندہ کے لئے گناہوں کی جرات دلانا مقصود نہیں ہے۔ **تصدیقاً لقول الحبر**: سوال اللہ تعالیٰ کے لئے تو اصبع محال ہے اور محال چیز کی تصدیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے فرما دی۔ جواب ۱۔ اصبع تو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے لیکن اس کی حقیقت کیا ہے یہ متشابہات میں سے ہے۔ ۲۔ کسی مخلوق کی انگلی مراد ہے اس لئے تصدیق صحیح ہے۔ **ابیت**: یہ لا اعلم ہی کے معنی میں ہے۔ **سورۃ مومن۔ یذکرنی حامیم والرمح شاجر**: اس شعر کے شان ورود میں دو واقعے نقل کیے گئے ہیں۔ ۱۔ شاعر نے جب حضرت علی کی طرف سے جنگ جمل میں شرکت کی تو محمد بن طلحہ کو نیزہ مارا تو نیزہ لگنے کے بعد انہوں نے حم پڑھا جو کہ شعار تھا حضرت علیؓ کے ساتھیوں کا اس پر شاعر نے شعر کہا۔

یذکرنی حامیم والرمح شاجر
فھلا تلا حامیم قبل التقدم

کہ حم نے اب پڑھا جبکہ نیزہ ملنے والا تھا شاجر کے معنی ہیں مختلط یعنی لڑائی ہو رہی ہے اور نیزہ لگ چکا ہے۔ میرے سامنے آنے سے پہلے کیوں نہ حامیم پڑھ لیا تاکہ میں سمجھ جاتا کہ تم ہمارے ساتھی ہو اور میں نیزہ نہ مارتا۔ ۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ محمد

بن طلحہ کو جب شاعر نے نیزہ مارا تو انہوں نے یہ آیت تلاوت کی اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ اس پر شاعر نے یہ شعر پڑھا حامیم پڑھنا صرف کنایہ تلاوت سے ہے کسی شعار کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ پھر اس شعر والے واقعے کو یہاں ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ شاعر کے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ حامیم اسم ہے کیونکہ اس پر نصب شاعر نے پڑھی ہے اور رفع نصب جر کا جاری ہونا اسماء کا خاصہ ہے پھر حامیم کے معنی کیا ہیں اور یہ کس کا اسم ہے اس میں متاخرین کے قول پر پھر چند اقوال ہیں کیونکہ متقدمین کے نزدیک تو یہ متشابہات میں سے ہے واللہ اعلم بمرادہ بذلک۔ پس متاخرین جو ظنی معنی کرتے ہیں ان کے اس حم میں یہ قول ہیں۔ ا- اللہ تعالیٰ کا نام ہے اس کے معنی ہیں مفتاح خزائن اللہ تعالیٰ۔ ۲- یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔ ۳- یہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور یہاں بطور قسم کے ذکر کیا گیا ہے جیسے کہا جاتا واللہ۔ ۴- قرآن پاک کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ۵- سورۃ کا نام ہے۔ ٦- اس میں اشارہ ہے حم کی طرف اور اس کے معنی ہیں قضی ما ھو کائن۔

سورۃ حم السجدۃ اعطیا: مقصد یہ ہے کہ ائتیا طوعاً او کرھاً اس کے معنی ہیں اعطیا الطاعۃ اس کے بعد ہے قالتا اتینا طائعین ای اعطینا الطاعۃ ہم نے خوشی سے اطاعت کی **خلق الجبال و الجمال:** یہ جمل کی جمع ہے بمعنی اہل۔ **سمی نفسہ بذلک:** حاصل یہ ہے کہ جن آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ ماضی کا صیغہ آیا ہے اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ یہ نام اللہ تعالیٰ نے ماضی میں رکھے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تاکہ اپنی معرفت مخلوق کو عطا فرمائیں باقی مصداق ان صفات اور معانی ان صفات کے پہلے بھی تھے اور اب بھی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ **قشر الکفریٰ ھی الکم:** یعنی کچھے کے چھلکے کو کم کہتے ہیں۔ **سورۃ حم عسق یذرؤ کم فیہ:** اس کے معنی ہیں یخلقکم۔ **سورۃ الزخرف ای ماکان فانا اول الانفین:** اس آیت مبارکہ کی دوسری تفسیر کرنا چاہتے ہیں۔ ان کان للرحمن ولدفانا اول العابدین۔ ا- پہلی تفسیر یہ ہے کہ ان شرطیہ ہے اور عابدین بمعنی مومنین مطیعین ہے۔ ۲- ان نافیہ اور عابدین بمعنی جاحدین انفین یعنی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے لئے ولد پس میں پہلا انکار کرنے والا ہوں۔ **وقال الرسول یارب:** یہ حضرت ابن مسعود کی قرأت ہے اور دوسرے حضرات کی قرأت یوں ہے وقیل یارب۔ **فی ام الکتاب جملۃ الکتاب:** یعنی ام الکتاب کے معنی ہیں کتاب کے مضمون میں اور دوسرے حضرات کی تفسیر یہ ہے کہ ام الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ **سورۃ حم الدخان بین ظھریہ:** یہاں اس آیت کی تفسیر فرمانا چاہتے ہیں۔ ولقد اخترنا ھم علیٰ علم علی العالمین یعنی ان کے ہم عصروں پر فضیلت دی۔ **یحار فیھا الطرف:** یہ حور کا مصداق ہے کہ آنکھ اس میں حیران ہوگی یہ معنی نہیں ہیں کہ حور حیرت کے مادہ سے ہے کیونکہ حیرت اجوف یائی ہے اور حورا جوف واوی ہے اور عین جمع ہے عینا کی بڑی آنکھ والی۔ **اسود کمھل الزیت:** تلچھٹ زیتون کا وہ کالے رنگ کا ہوتا ہے۔ **استعصوا:** نافرمانی ظاہر کی۔ **انک لجری ء:** تم بڑے جرأت والے ہو کہ عذاب ہٹا ہے تو پھر دوبارہ مشرک بن جاتے ہو۔ **سورۃ حم الجاثیہ مستوفزین علی الرکب:** گھٹنوں کے بل گھبرا کر بیٹھنے والا۔ **یوذینی ابن ادم:** یہ ایسی بات ہے کہ اگر ایسے شخص کے متعلق ہو جس کو تکلیف پہنچ سکتی ہو تو اس کو تکلیف پہنچے اللہ تعالیٰ تکلیف پہنچنے سے پاک ہیں۔ **یسبُّ الدھر وانا الدھر:** ا- دھر کے معنی ہیں مدت عالم پھر اخلاق مدت کثیرہ پر ہوتا ہے یہاں یسب الدھر میں مراد مدبر اللیل والنھار ہے حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ دھر بمعنی مدبر اللیل والنھار کو گالی دیتا ہے اور مدبر اللیل والنھار تو میں ہوں اس لئے گالی مجھے لگتی ہے۔ ۲- دھر اللہ تعالیٰ کے اسماء

میں سے ہے اس لئے دھر کو گالی دینا جائز نہیں ہے پھر جو شخص حقیقۃً زمانہ کی طرف تصرفات منسوب کرے وہ تو کافر ہے ہی جو شخص مجازاً بھی منسوب کرے وہ بھی مشابہ کفار کے ہو جاتا ہے ایسے ہی جو شخص آسمان کی طرف یا آسمان کی کسی وضع یعنی حالت کی طرف حقیقتاً منسوب کرے تو کافر اور مجازاً منسوب کرے تو کافروں جیسا بن جاتا ہے۔**سورۃ الاحقاف اراتیم هذه انما هي توعد:** مقصد یہ ہے کہ اراتیم کے معنی ہیں اخبرونی**فقال له عبد الرحمن بن ابی شیئاً:** کچھ اعتراض کیا اس اعتراض کا حاصل یہ تھا کہ اے مروان تم حضرت معاویہؓ کے بعد یزید کی بیعت کی لوگوں کو ترغیب دے رہے ہو کہ جب حضرت معاویہؓ کا انتقال ہو جائے تو ضرور یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنا یہ طرز تو قیصر وکسریٰ کا ہے کہ باپ بادشاہ ہو تو مرنے کے بعد ضرور اس کا بیٹا ہی بادشاہ بنے۔ اسلام کا طریقہ تو یہ ہے کہ خلیفہ کی وفات کے بعد فوراً اہل حل وعقد جمع ہوں اور جس کو بھی اہل سمجھیں خلیفہ بنادیں پھر وہ موت تک خلیفہ رہتا ہے۔**لهواته:** گلے کے پاس گوشت جسے ہم کوا کہتے ہیں۔**سورۃ محمد۔ اوزارها آثامها:** یہ تفسیر کہ اوزار بمعنی آثام ہے صرف بخاری شریف میں ہے آیت یہ ہے۔ فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارها باقی حضرات نے اوزار بمعنی اسلحے والی تفسیر لی ہے۔**فقامت الرحم فاخذت بحقو الرحمن:** حقو کے لغوی معنی تہی گاہ اور کوکھ کے ہوتے ہیں یعنی پیٹ اور کمر کے دائیں بائیں جو خالی جگہ ہوتی ہے اور کھانا کھانے سے بھر جاتی ہے۔ حضرت انور شاہ صاحب نے فرمایا کہ میرے دل میں جو بات آتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی ظاہر ہوئی تھی جس میں انسانی شکل کے مشابہ شکل ظاہر ہوئی۔ اسی طرح جنت میں جو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی اس زیارت کے متعلق جو احادیث آتی ہیں ان سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ تجلی ایسی ہوگی جو انسانی شکل کے مشابہ ہوگی اسی طرف ایک حدیث پاک میں بھی اشارہ موجود ہے رایت ربی فی صورۃ شاب امرد۔**سورۃ الفتح . السحنة:** اس کے معنی ہیں چہرے کی کھال اور چہرے کی حالت۔**شطاه فراخه:** بچری جس کو آج کل نرسری بھی کہہ دیتے ہیں۔**ولو کانت واحدة لم تقم علیٰ ساق:** اس کی مثال گھاس ہے کیونکہ اس کی ایک ہی شاخ ہوتی ہے اس لئے وہ سیدھی کھڑی نہیں ہوتی بلکہ بیلوں کی طرح زمین پر لیٹ جاتی ہے۔**نزرت:** تو نے الحاح کیا اور جھگڑا کیا۔**انافتحنالک فتحا مبیناً قال الحدیبیه:** مقصد یہ ہے کہ صلح حدیبیہ فتح مکہ کا ذریعہ بنی۔**فرجع فیها:** ۱-خوش آوازی سے پڑھنے والوں کی طرح گلے میں سے آواز پوری خوش آوازی سے نکالی۔ ۲-مد کے موقعہ میں مد کو خوب لمبا کیا لیکن اونٹنی پر سوار ہونے کی وجہ سے اس مد کے کئی ٹکڑے ہو گئے دونوں توجیہوں کا حاصل خوش الحانی اور تحسین الصوت ہی ہے جو بالاجماع مستحسن ہے بشرطیکہ تجوید میں خلل نہ آئے۔**لیغفرلک الله ماتقدم من ذنبک وماتاخر:** فتح کے ساتھ مغفرت کا ذکر اس مناسبت سے ہے کہ دنیا اور آخرت کی نعمتیں جمع ہو جائیں دنیا میں فتح مکہ اور آخرت میں بخشش جیسے سورہ نصر میں فتح کے موقعہ میں استغفار کا حکم ہے کہ دنیا کی نعمت فتح جب نصیب ہو تو آخرت کی نعمت مغفرت کی طرف توجہ کریں۔**بینما رجل من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم یقرأ:** دوسری روایت میں ان کا نام بھی ہے حضرت اسید بن حضیر۔**تلک السکینة تنزلت بالقران:** یعنی فرشتوں کی ایک جماعت ہے اس کا لقب سکینہ ہے وہ جماعت اتری تھی۔**الهموا انفسکم:** اپنی رائے کو یقینی نہ سمجھو۔**سورۃ الحجرات لاتقدموا لاتفتاتوا:** بغیر پوچھے نہ بولو۔**الخیران:** دو شخص جو خیر کثیر والے

تھے۔**ابابکر وعمر**: یہ دونوں علم منصوب اس لئے ہیں کہ ان سے پہلے کانا کا لفظ محذوف ہے۔**ولم یذکر ذلک عن ابیه یعنی ابابکر**: یہ آہستہ بات کرنے والی تفصیل حضرت عبداللہ بن الزبیر نے حضرت عمرؓ کے بارے میں تو ذکر فرمائی ہے اپنے والد یعنی حضرت ابوبکر کے بارے میں ذکر نہیں فرمائی۔عبداللہ بن الزبیر حضرت اسماء بنت ابی بکر کے صاحبزادے ہیں اس لئے حضرت ابوبکرؓ ان کے نانا بنتے ہیں لیکن یہاں نانا کو مجازاً اب کہہ دیا گیا ہے۔**ولکنک من اهل الجنة**: سوال۔ اس حدیث میں حضرت ثابت بن قیس کو جنت کی بشارت دی گئی ہے حالانکہ نام لیکر جنت کی بشارت تو عشرہ مبشرہ کی خصوصیت ہے اور یہ صحابی ان عشرہ میں داخل نہیں ہیں۔ جواب۔ عشرہ مبشرہ حضرات کو ایک ہی دفعہ بشارت دی گئی اکٹھی۔بس صرف یہ خصوصیت ہے باقی آگے پیچھے دوسرے حضرات کو بشارت جنت کی دینا یہ اس کے خلاف نہیں ہے۔ان دس حضرات کی یہ فضیلت ہے کہ ہر ایک کا نام لیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہر ایک کے نام کے ساتھ فی الجنۃ فرمایا ابوبکر فی الجنۃ وعمر فی الجنۃ وعثمان فی الجنۃ وعلی فی الجنۃ الحدیث اور دس کے دس نام اکٹھے لئے اس لئے ان حضرات کا مرتبہ بہت اونچا شمار کیا گیا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دوسرے وقتوں میں بھی کسی اور صحابی کو جنت کی بشارت نہیں دی بلکہ بہت سے حضرات کو دی ہے۔**ما اردت الی او الاخلافی**: اس میں الی والی روایت میں ما بمعنی لم ہے یہ معنی ہو گئے لم اردت الی خلافی کہ آپ نے میری مخالفت کا کیوں ارادہ کیا۔

باب قوله ولو انهم صبروا حتیٰ تخرج الیهم لکان خیر الهم

بہت سے نسخوں میں یہ باب نہیں ہے اور جن نسخوں میں ہے تو اس پر یہ اشکال ہے کہ یہاں باب ہے روایت نہیں ہے۔اس کی دو توجیہیں ہیں۔۱-باب لکھ کر امام بخاری نے حدیث لکھنے کی جگہ چھوڑی تھی کہ بعد میں ملالوں گا لیکن بعد میں کوئی حدیث نہ ملی۔۲-حدیث تو مل گئی تھی لیکن یہاں لکھنے سے پہلے امام بخاری وفات پا گئے۔**سورة ق. وقال قرینه الشیطان الذی قیض له**: دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہاں مراد وہ فرشتہ ہے جو اس پر مقرر کیا ہوا ہے۔**فتقول قط قط**: اس لفظ میں تین لغات ہیں۔۱- قط بفتح القاف وسکون الطاء مع التخفیف۔۲-قط بفتح القاف وکسر الطاء مع التخفیف بلاتنوین۔۳-قط بفتح القاف وکسر الطاء مع التخفیف ومع التنوین۔تینوں کے معنی ہیں انتہی اور یہ اسم فعل ہے۔یہاں یہ مراد ہے حسبی حسبی قد اکتفیت۔**فیضع الرب تبارک وتعالیٰ قدمه علیها**: یہ قدم متشابہات میں سے ہے اس لئے متقدمین حضرات تو صرف یہ فرماتے ہیں اللہ اعلم بمراده بذالک اور متاخرین حضرات مختلف معانی جو ظنی اور احتمالی ہیں یقینی نہیں ہیں بیان فرماتے ہیں مثلاً۔۱-من قدمه للنار من اهل العذاب کہ قدم سے مراد وہ جن اور انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پہلے بھیجیں گے دوزخ میں عذاب کے لئے۔۲-کوئی مخلوق ہوگی جو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اس مخلوق کا قدم دوزخ میں رکھا جائے گا۔۳-کوئی مخلوق ہوگی اس مخلوق کا نام قدم ہوگا۔۴-قدم بمعنی موضع ہے یعنی بعض کافروں کی جگہ کو اللہ تعالیٰ جہنم پر رکھ دیں گے تو وہ کہے گی کہ بس بس کافی ہے۔۵-کوئی عمل جو موجب عذاب ہے وہ جسم کی شکل میں بنا دیا جائے گا اور وہ جہنم میں داخل ہوگا۔۶-نوع من الزجر والتسکین یعنی اللہ تعالیٰ کسی خاص طریقہ سے جہنم کو ڈانٹیں گے اور سکون دلائیں گے کہ اب صبر بھی کر اس سے اس کو صبر آ جائے گا۔۷-آخری جہنمی کا قدم مراد ہے۔۸-اهل جہنم کی تذلیل سے کنایہ ہے یعنی اهل جہنم کی ایسی ذلت ظاہر ہوگی جیسے کسی کو پاؤں کے نیچے رکھنے سے ذلت ظاہر ہوتی ہے۔اس سے جہنم کو سکون ہو جائے گا۔۹-قدم ایک خاص قسم کی تجلی ہوگی جیسے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے یوم یکشف عن ساق یہ تجلی اهل اخلاص اور اهل نفاق میں فرق ظاہر کرنے کے لئے ہوگی قدم والی تجلی

قہر وغضب کی تجلی ہوگی۔ایک تجلی حقوالی یوم یثاق میں ظاہر ہو چکی ہے وہ صلہ رحم کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے تھی ایک تجلی وجہ کی اہل جنت کے لئے جنت میں ظاہر ہوگی یہ تجلی کی انواع میں سب سے اونچی ہوگی اس کے بعد صرف یہ اعلان باقی رہ جائے گا کہ اے اہل جنت اب میں تم سے ہمیشہ راضی رہوں گا کبھی ناراض نہ ہوں گا اور بعض روایات میں الرجل کا لفظ بھی آیا ہے بغیر ضمیر کے یہ مرجوح اور متروک ہے ایک توجیہ اس کی یہ بھی کی گئی ہے کہ الرجل سے مراد معذبین کی جماعت ہے۔**ویزوی بعضها الی بعض:**۔ بلایا جائے گا بعض کو بعض سے**سورة والذاریات. اذاییس ودیس:**۔ یہ لفظ دیس تجل کے وزن پر ہے ماضی مجہول ہے دوس سے جس کے معنی روندنا ہے۔**ففروا الی اللہ من اللہ الیه:**۔ اس کے معنی ہیں من معصیۃ اللہ الی طاعۃ اللہ۔**ولیس فیه حجة لاهل القدر:**۔ یعنی تقدیر کے منکر معتزلہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں وماخلقت الجن والانس الالیعبدون کہ اللہ تعالیٰ صرف خلق خیر ہی کا ارادہ فرماتے ہیں ان کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ ا-خلق شر میں حکمت ہوتی ہے اس لئے وہ خیر ہی خیر ہے البتہ کسب شر قبیح ہے۔۲-تکوینی غایت کا پورا نہ ہونا عیب ہے اور ایسا نہیں ہوتا تشریعی غایت کا پورا نہ ہونا کچھ عیب نہیں جیسے حق تعالیٰ ایمان نماز روزہ کا حکم دیتے ہیں کوئی کرتا ہے کوئی نہیں کرتا اس لئے اللہ تعالیٰ اچھوں کو بھی عبادت کے لئے پیدا فرماتے ہیں اور بروں کو بھی عبادت ہی کے لئے پیدا فرماتے ہیں آگے ان کی غلطی ہے کہ وہ عبادت نہیں کرتے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق شر نہیں ہیں۔۳-اس آیت میں جو مذکور ہے کہ عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے یہ نوع کی غایت ہے پوری نوع میں اگر کوئی نہ کوئی عبادت کرنے والا موجود ہے تو مقصد حاصل ہے اور جب قرب قیامت میں ایسا ہوگا کہ صرف شر ہی شر رہ جائے گا اور سب ایمان اور عبادت کو چھوڑ دیں گے تو اس وقت پوری نوع عبادت سے خالی ہو جائے گی اسی لئے اس وقت دنیا کو ختم کر دیا جائے گا اور قیامت آجائے گی۔**والذنوب الدلو العظیم:**۔ یہ اس آیت کی تفسیر ہے **فان للذین ظلموا ذنوباً مثل ذنوب اصحابهم فلا یستعجلون** اس آیت کی تفسیر میں ذنوب کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ا-بڑا ڈول گناہوں کا۔۲-سجیل ۳-ظرف ۴-عذاب ۵- حظ و نصیب۔**قال غیرہ تواصوا اتوطؤا:**۔ موافقت کی۔**المخر. اصون:**۔ اس کے معنی ہیں شک کرنے والے۔**سورة الطور لم اسمعه زادالذی قالوالی:**۔ حضرت سفیان بن عیینہ فرما رہے ہیں کہ میں نے امام زہری سے بلاواسطہ صرف حدیث کے شروع کا حصہ سنا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مغرب میں سورہ طور کی تلاوت فرما رہے تھے باقی مجھ پر جو اثر ہوا یہ میں نے امام زہری سے بواسطہ دوسرے حضرات کے سنا ہے۔**سورة والنجم. رب الشعری هو مرزم الجوزاء:**۔ مقصد یہ ہے کہ جس ستارے کو قرآن پاک میں شعریٰ کہا گیا ہے اس کا نام مرزم بھی ہے اور وہ جوزاء کے برج میں واقع ہے۔**سامدون البرطمة:**۔ مقصد یہ ہے کہ سامدون کے معنی۔ ا-اعراض کرنے والے ہیں اس کے علاوہ اور معنی بھی کئے گئے ہیں۔۲-غصہ والے ۳-تکبر والے ۴-گانے والے ایسے طریقہ سے کہ الفاظ سمجھ میں نہ آئیں۔ ۵- غافل۔**لقد قف شعری مماقلت:**۔ جو تم نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے تو اس کہنے سے خوف کی وجہ سے میرے بال کھڑے ہو گئے حضرت عائشہ کی تحقیق یہی تھی کہ زیارت نہیں فرمائی۔**اومن وراء حجاب:**۔ اس آیت میں جو حصر ہے **وماکان لبشران یکلمه اللہ الاوحیا اومن وراء حجاب** یہ حصر صرف دنیا کے لحاظ سے ہے۔راجح یہی ہے کہ مکان آخرت میں جا کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے کیونکہ پہلے آسمان کے اوپر مکان

آخرت ہے۔ **رأی رفرفاً اخضر قلسدالافق:.** سبز رنگ کا جوڑا حضرت جبریل علیہ السلام پر دیکھا۔۲- پردہ ۳- بچھونے کا دوہرا کیا ہوا کنارہ۔۴- پرندے دونوں پر جب پھیلے ہوئے ہوں۔ ۵- بچھونا۔ ۶- رفرف وہ چیز ہے کہ جب اس پر اس کا آقا بیٹھ جاتا ہے تو اس کو لے کر وہ چیز اڑ جاتی ہے اور ادھر ادھر جہاں آقا کہتا ہے وہاں جاتی ہے رفرف کے لغوی معنی ہیں طار اس چھٹے معنی کی تائید تفسیر قرطبی کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جو مرفوعا وارد ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بلغ سدرۃ المنتہی جاءہ الرفرف فتناولہ من جبریل وطار بہ الی مسند العرش فذکر انہ قال طاربی یخفضنی ویرفعنی حتی وقف بی بین یدی ربی۔ **ومن قال لصاحبہ تعال اقامرک فلیتصدق:.** ۱- جتنا روپیہ جوئے کے لئے نکالا ہے سارا ہی خیرات کردے۔۲- اس میں سے کچھ خیرات کردے تاکہ آئندہ نصیحت رہے جیسے وطی فی الحیض میں خیرات کا حکم ہے مسلم شریف کی روایت سے اس دوسرے معنی کی تائید ہوتی ہے فلیتصدق بشئ۔ **وسجد معہ المسلمون والمشرکون:.** کافروں نے کیسے سجدہ کر لیا۔۱- تجلی قہری ہوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس سے مشرکین مجبور ہوگئے۔۲- صرف بتوں کا نام سن کر خوش ہوگئے۔۳- شیطان نے نبی پاک جیسی آواز بنا کر بتوں کی تعریف کی تھی۔۴- شیطان نے بتوں کی مدح کے الفاظ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری کردیئے تھے۔

تلک الغرانیق العلیٰ
منہا الشفاعۃ تر تجیٰ

یا یوں تھا وان شفا عتھن لترتجی۔

۵- مشرکین نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنا شروع کیا تھا کہ تم اگر سجدہ کرتے ہو تو ہم بھی تو سجدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اسلام میں یہ پہلا سجدہ تلاوت تھا۔ ۶- اس وقت کافروں پر مسلمانوں کا خوف طاری ہوگیا اس خوف میں یہ سجدہ کیا۔ **سورۃ اقتربت الساعۃ مزدجر متناہ:.** اس آیت کی تفسیر ہے ولقد جاء ھم من الانباء مافیہ مزدجر یعنی اتنی زیادہ ڈانٹ کہ اس سے زیادہ ڈانٹ نہ ہو۔ **مھطعین النسلان الخبب السراع:.** نسلان تیز چلنے کو کہتے ہیں سعی سے کم۔ **فتعاطیٰ فعاطھا بیدہ:.** خود اپنے ہاتھ سے یہ کام کیا۔ **المحتظر کحظار من الشجر محترق:.** درخت کی جلی ہوئی ٹوٹی ہوئی شاخ۔ **سورۃ الرحمٰن بحسبان کحسبان الرحیٰ:.** مقصد گھومتا ہے چکی کے قطب کی طرح یعنی جیسے چکی کے کیل کے ارد گرد چکی گھومتی ہے اسی طرح ہے سورج اور چاند گھومتے ہیں یعنی گھومتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس معنی کے علاوہ بھی چند معانی کئے گئے ہیں۔ ۲- بحساب یعنی سورج اور چاند کی منزلیں ہیں ان پر وہ خاص حساب سے چلتے ہیں۔۳- ان دونوں سے لوگ حساب کرتے ہیں اوقات کا اور مدتوں کا۔۴- حسبان بمعنی اجل ہے یہ دونوں اپنی موت کے وقت تک چلتے رہیں گے۔۵- یہ دونوں دنیا کی موت تک چلتے رہیں گے جب دنیا ختم ہوگی تو ان کا چلنا بھی ختم ہو جائے گا۔ **ھبوراً:.** پنیری چھوٹے چھوٹے پودے۔ **قلعہ:.** وہ لنگر جس کے اٹھانے سے کشتی چلنے لگ جاتی ہے۔ **کمایصنع انفخار:.** پکی ہوئی ٹھیکری کی طرح آدم علیہ السلام کو بنایا گیا۔ **الری:.** تروتازگی۔ **منتن یریدون بہ صل:.** پرانا خشک گوشت اس آیت کی تفسیر ہے خلق الانسان من صلصال کالفخار۔ صل اور صلصل کے ایک ہی معنی ہیں۔ **ومابین القوم و بین ان ینظروا الی ربھم الارداء الکبر علیٰ وجھہ:** یہ حدیث متشابہات میں سے ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے لئے وجہ کا اور اس پر ردا ہونے کا ذکر ہے اس لئے متقدمین کے نزدیک اس کے معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور متاخرین کے نزدیک ظنی طور پر جو معنی نقل کئے گئے ہیں وہ امام قرطبی نے حضرت ابن عباس سے یوں نقل فرمائے ہیں کہ وجہ بول کر ذات مراد ہے جیسے اس

آیت میں ہے ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ **سورۃ الواقعۃ منضود الموز:** یعنی کیلا تہ بتہ ہو گا۔ **ومنہ وضین الناقۃ:** اونٹنی کا تنگ جس سے اونٹنی پر کجاوا کسا جاتا ہے۔ **بمواقع النجوم بمحکم القرآن:** اس میں نجم قسط کے معنی میں ہے کیونکہ قرآن پاک تھوڑا تھوڑا کر کے اترا ہے۔ **والغیت:** یعنی ان یہاں محذوف ہے۔ **عن قلیل:** اس کے معنی ہیں عنقریب۔ **کقولک سقیامن الرجال:** یعنی جیسے کہا جاتا ہے فسقیا من الرجال یعنی سقاک اللہ سقیا حال کونک من الرجال ایسے ہی یہاں ہے **فسلام لک من اصحاب الیمین** یعنی سلام لک حال کونک من اصحاب الیمین۔ **ان رفعت السلام:** مقصد یہ ہے کہ آیت میں اگرچہ لفظ سلام مرفوع ہے پھر بھی دعاء کے معنی ٹھیک ہیں کیونکہ دعا کے معنی نصب کے ساتھ خاص نہیں ہیں یہاں کوئی قرأت نصب کی نہیں ہے۔ **سورۃ الحشر باب وما اتاکم الرسول فخذوہ:** اس باب کی حدیث میں متنمصات کے معنی ہیں چہرے کے یعنی آنکھوں کے اوپر ابرو کے بال اکھاڑنے والی اور متفلجات کے معنی ہیں دانت رگڑ کر ان کے درمیان خالی جگہ کو بڑھانے والی۔ **سورۃ الممتحنۃ فیقولون لو کان ھو لاء علی الحق مااصابھم ھذا:** حضرت مجاہد سے اس آیت کے معنی نقل فرما رہے ہیں ربنا لاتجعلنا فتنۃ للذین کفروا کہ دیکھنے والے لوگ یہ نہ کہیں کہ اگر یہ حق پر ہوتے تو ان کو یہ مصیبت نہ آتی۔ **لاادری الآیۃ فی الحدیث اوقول عمرو:** مقصد یہ ہے کہ اخیر میں جو آیت منقول ہے یہ اصل حدیث میں ہی ہے یا حضرت عمرو بن دینار نے وضاحت کے طور پر خود پڑھی تھی۔ **سورۃ الصف وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی:** یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یوم حشر میں سب سے پہلے قبر مبارک سے نکلیں گے باقی سب لوگ بعد میں اٹھیں گے۔ **واناالعاقب:** بعد میں تشریف لانے والے دنیا میں۔ سوال۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات تو بہت ہیں یہاں صرف پانچ مذکور ہیں۔ جواب۔ کتب سابقہ میں یہی مذکور تھیں۔ **سورۃ الجمعۃ. قرأ عمر فامضواالی ذکر اللہ:** ظاہر یہی ہے کہ یہ بطور تفسیر کے پڑھا ہے کیونکہ یہ لفظ قراءات متواترہ میں بھی نہیں ہیں اور مشہورہ میں بھی نہیں ہیں۔ **وآخرین منھم لما یلحقوابھم:** آخرین کا مصداق ۱- التابعون ۲- العجم ۳- ابناء الصحابۃ ۴- کل من کان بعد الصحابۃ ۵- جمیع من اسلم الی یوم القیامۃ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ایمان لانے والے۔ ۶- فارسی حضرات اور اس حدیث پاک کی وجہ سے اسی چھٹے قول کی تائید ہوتی ہے۔ پھر آیت میں اگرچہ یہ چھ احتمال ہیں لیکن اس حدیث میں تو صرف فارسی ہی مراد ہیں جن کی مدح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ پس اس حدیث پاک میں امام ابوحنیفہ کے لئے بشارت ہے دنیا و آخرت میں اونچے مقام کی اور مدح عظیم ہے۔ سید الاولین والآخرین کی طرف سے کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ فارسی حضرات میں سے کوئی بھی علم فقہ زہد و ورع اور ایثار آخرت میں امام ابوحنیفہ کے مقام کو نہ پہنچ سکا اور اتنے مقلدین آپ کو ملے کہ فقہا وائمہ اسلام میں سے کسی کو بھی نہ ملے اور آپ کے علم اور آپ کے شاگردوں کے علم سے جتنا زیادہ علماء اور عوام نے فائدہ اٹھایا دوسرے کسی فقیہ اور امام سے نہ اٹھایا یہ فائدہ اٹھانا شروالی احادیث کی تفسیر میں بھی ہے مسائل کے استنباط میں بھی ہے اور قضایا میں بھی ہے اور آج تک کی امت کے دوثلث امام ابوحنیفہ کے متبعین ہیں اس حدیث پاک کا مصداق بننے کی وجہ یہ ہے کہ فارسیوں کی مدح فرمائی ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اہل کوفہ بھی فارسی ہیں۔ **ماالردت الی ان کذبک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومقتک:** تم نے ایسی بات کیوں کی

کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جھوٹا قرار دیا اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ **ان اللہ قد صدقک یا زید:** . اے زید بن ارقم اللہ تعالی نے آپ کو سچا قرار دیا ہے اور منافقین کو جھوٹا قرار دیا ہے اس حدیث سے آیت کے معنی بالکل واضح ہو گئے کہ واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون کا تعلق منافقین کی جھوٹی قسموں کے ساتھ ہے اور اس کہنے کے ساتھ ہے کہ ہم نے نہیں کہا ولان رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل۔ اس تقریر پر ان تکلفات کی ضرورت نہ رہی جو صاحب تلخیص نے کئے ہیں کہ کاذبون کا تعلق شہادت سے ہے یا تسمیہ سے ہے یا مشہود بہ فی زعمہم سے ہے۔ **وقولہ خشب مسندہ قال کانو ارجالاً اجمل شیء:** . یہ الفاظ حدیث پاک میں داخل ہیں مدرج نہیں ہیں اور قال کانوا میں قال کے فاعل اللہ تعالی ہیں معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی نے جوان کو خشب مسندہ قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ منافق شکل وصورت کے اچھے تھے۔ پھر تشبیہ دینے کی وجہ میں دو تقریریں ہیں۔ یہ منافقین ان لکڑی کے بتوں کی طرح ہیں جو مشرکین دیواروں میں نصب کرتے تھے کہ صورت اچھی تھی فائدہ کچھ نہیں۔ ۲- جیسے کڑی اکیلی مفید نہیں ہوتی دیوار میں دروازہ کی شکل میں لگائیں یا چھت میں لگائیں تو پھر فائدہ ہوتا ہے ایسے ہی یہ منافقین بلاتوبہ بے کار ہیں البتہ توبہ کر لیں تو کامیاب ہیں۔

باب قولہ سواء علیھم. فکسع

دبر پر ہاتھ یا پاؤں مارا۔ **فانھا منتنۃ:** . یہ کلمہ یاللمہاجرین برا ہے گویا کہ اس سے بدبو آرہی ہے یہ جاہلیت کا پکارنا ہے کہ مہاجر مہاجرین کو پکاریں اور انصار دوسرے انصار کو پکاریں اور لڑائی شروع ہو جائے۔ **ھوالذی یقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا الذی اوفی اللہ لہ باذنہ:** . اس میں ھو کی ضمیر حضرت زید بن ارقم کی طرف لوٹتی ہے کہ اللہ تعالی نے ان کے کان کو پورا کام کرنے والا قرار دیا کیونکہ حضرت زید بن ارقم کی تصدیق میں آیت نازل ہونے سے پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا لعلہ اخطأ سمعک پھر جب ان کی تصدیق نازل ہو گئی تو ارشاد فرمایا وفت اذنک یا غلام۔ **سورۃ الطلاق فضمن لی بعض اصحابہ:** . ابن ابی لیلیٰ کے بعض شاگردوں نے میرے لئے ضمانت دی کہ تو غلطی پر ہے یعنی میری تکذیب کی۔ **وقال ولکن عمہ لم یقل ذلک:** . یعنی فرمایا حضرت ابن ابی لیلیٰ نے کہ عبداللہ بن عتبہ کے چچا عبداللہ بن مسعود نے یہ نہیں کہا۔ **سورۃ لم تحرم:** . شان نزول میں تین قول ہیں۔
ا- عندالبخاری شہد کے واقعہ میں یہ سورت نازل ہوئی تھی۔
۲- عندالنسائی حضرت ماریہ قبطیہ کے واقعہ میں نازل ہوئی تھی۔
۳- بعض کے نزدیک دونوں کے بعد نازل ہوئی اور دونوں واقعے قریب قریب تھے حقیقت کے لحاظ سے بھی قریب قریب تھے کہ دونوں ایک جیسے تھے اور زمانہ کے لحاظ سے بھی قریب قریب تھے۔

ان ابن عباس قال فی الحرام یکفر: . یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہہ دے کہ تو مجھ پر حرام ہے پھر وہ اس کے پاس جائے تو قسم کا کفارہ ادا کرے۔ لیکن راجح قول اور یہی امام ابوحنیفہ کا مسلک بھی ہے کہ اگر اس لفظ سے نیت طلاق کی کرے گا تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر ظہار کی نیت سے کہے گا تو ظہار ہو جائے گا اور اگر کچھ بھی نیت نہ کرے تو ایلاء ہو جائے گا۔ **انی اجد منک ریح المغافیر:** . اس کے معنی ہیں گوند یا بدبو والی سبزی۔ سوال۔ ان ازواج مطہرات سے بعید ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کا ارادہ فرمایا اور جھوٹ بولا۔ جواب۔ مقصد ایذا پہنچانا نہ تھا بلکہ فطرتی غیرت کی وجہ سے ایسا ہوا کہ ایک زوجہ محترمہ کے پاس ہم سے زیادہ کیوں آپ ٹھہرے ہیں اور جھوٹ شاید اس لئے نہ ہو کہ اس شہد میں معمولی سی بو ہو جو مغافیر کی بو کے مشابہ ہو

وکم ذنب مولدہ دلال   وکم بعد مولدہ اقتراب

باب تبتغی مرضاۃ ازواجک اتامرہ

اس کے معنی ہیں اتفکر فیہ۔ **بعجلۃ:** . سیڑھی کے ذریعہ

سے۔ **قرظامصبوبا**: سلم کے پتے جمع کئے ہوئے۔ **اھب معلقة**: کچے چمڑے لٹکے ہوئے۔ **اجتمع نساء النبي صلى الله عليه وسلم في الغيرة عليه**: یعنی غیرت دلانے کے لئے اور کوئی مطالبہ منوانے کے لئے۔ **سورة ن والقلم حرد جد في انفسهم**: اس عبارت میں حرد کے معنی کرتے مقصود ہیں کہ کوشش کے ہیں۔ **عتل بعد ذلك زنيم**: اس آیت مبارکہ میں جو عتل ہے اس کے معنی ہیں فاتک شدید منافق بھی تھا اور بہت زیادہ اچانک قتل کرنے والا بھی تھا اور زنیم کے معنی ہیں ولد الزنا۔ **له زنمة مثل زنمة الشاة**: بعض بکریوں کے گلے یا کان کے پاس کھال لٹکی ہوئی ہوتی ہے اس کھال کو زنمہ کہتے ہیں۔ ولید بن مغیرہ کی بھی چھ چھ انگلیاں تھیں۔ ہاتھوں میں۔ **جواظ**: شور مچانے والا۔

باب يوم يكشف عن ساق

اس آیت مبارکہ میں چونکہ بلا اضافت مذکور ہے اس لئے اس میں تین احتمال ہیں۔ ۱۔ تکشف القيامة عن ساقها ای عن اصلها و کربها وشدتها اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ عن کرب وشدۃ اور ساق کے لغوی معنی اصل کے ہوتے ہیں۔ قیامت اپنی اصل ظاہر کرے گی یعنی شدت اور تکلیف ظاہر کرے گی۔ ۲۔ تکشف جهنم عن ساقها ای عن اصلها وشدتها۔ ۳۔ يكشف العرش عن ساقه ای عن اصله وعظمته اور اس باب کی حدیث مرفوع میں چونکہ اضافت کے ساتھ مذکور ہے۔ يكشف ربنا عن ساقه اس لئے اس میں دو احتمال ہیں۔ عن العظيم من امره ۲۔ عن نوره۔ ان دونوں احتمالوں کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو ابوموسیٰ اشعری سے مرفوعا منقول ہے فی قوله تعالیٰ عن ساق قال يكشف عن نور عظيم يخرون له سجدا۔ **سورة الحاقة۔ الوتين نياط القلب**: اس کے معنی ہیں حبل الورید شہ رگ جب اس کو کاٹا جاتا ہے تو آدمی مرجاتا ہے۔ سوال۔ جب اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ نبی جب جھوٹ بولتا ہے تو اس کو قتل کر دیا جاتا ہے تو دجال نبوت کا دعویٰ بھی کرے گا اس کو کیوں قتل نہ کیا جائے گا جواب یہ آیت مبارکہ تو انبیاء صادقین کے بارے میں ہے جن کی تائید وتصدیق کھلے کھلے دلائل سے ہو چکی ہے اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ جو کچھ کہیں وہ سچ ہے اور جو راز کی باتیں بتلائیں وہ ٹھیک ہیں اور ان پر عمل ضروری ہے وجہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے اب اگر ان حضرات کو بفرض محال جھوٹ بولنے پر نہ پکڑا جائے تو حق اور باطل میں خلط ہو جائے گا بخلاف کذاب و دجال کے کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور اس کی کوئی تصدیق نہیں کی گئی کوئی بات اگر عادت کے خلاف ہوگی تو وہ بھی دعوائے نبوت کے زمانہ میں نہ ہوگی تاکہ سچے ہونے کا شبہ نہ پڑے بلکہ جب وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اس وقت بطور استدراج اور ڈھیل کے بعض باتیں عادت کے خلاف ہوں گی کیونکہ اس کا خدا نہ ہونا تو بالکل ظاہر ہے کیونکہ وہ انسان ہے اور پھر ایک آنکھ والا عیب والا ہے اس کے ماتھے پر کافر لکھا ہوا ہے کوئی شبہ واقع نہیں ہوتا۔ پس جب اس کی تصدیق نہیں کی گئی تو یہ جھوٹ بولنے پر قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ اس کے جھوٹ بولنے سے حق اور باطل کے خلط کا شبہ نہیں ہوگا۔ **طغت على الخزان كما طغى الماء على قوم نوح عليه السلام**: یعنی ہوا کی نگرانی کے لئے جو فرشتے مقرر ہیں یہ ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان فرشتوں کی نگرانی سے نکل گئی جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی حد سے نکلا تھا بامر اللہ۔ **سورة المزمل. منفطربه**: اس کے معنی کر دیئے مثقلة بہ کہ آسمان بہت بوجھ والا ہو جائے گا گویا پھٹنے ہی والا ہے بظاہر منفطرة بها ہونا چاہئے تھا لیکن بتاویل سقف مذکر کا صیغہ استعمال فرمایا گیا۔ **سورة المدثر جاورت بحراء**: غار حرا میں میں نے اعتکاف کیا۔ **جواری**: اعتکافی۔ **فنزلت يايها المدثر**: سوال۔ صحیح بخاری کی ابتداء والی حدیث پاک میں ہے کہ پہلے اقرا باسم ربک الذی خلق والی آیات اتری تھیں اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سورہ مدثر والی آیات اتری

تھیں۔ یہ تو تعارض ہوا۔ جواب ۱۔ اقرأ والی حدیث کو ترجیح ہے۔ ۲۔ یا بعا المدثر کا پہلے ہونا اضافی ہے اکثر آیات سے پہلے نازل ہوئی۔ ۳۔ سورہ مدثر احکام میں سب سے پہلے ہے۔ ۴۔ فترۃ وحی کے بعد سب سے پہلے سورہ مدثر ہے۔ **فجثت:** یہ الجاث سے لیا گیا ہے جس کے معنی خوف اور رعب کے ہوتے ہیں۔ **سورۃ القیامۃ. اولیٰ لک توعد:** یعنی یہ ابو جہل کے لئے دھمکی ہے۔ **سورۃ ھل اتی لم یجر بعضھم:** بعض نے تنوین جاری نہ کی سلاسلا میں بلکہ سلاسل غیر منصرف پڑھا پرانی اصطلاح میں منصرف کو مجری اور غیر منصرف کو غیر مجری کہتے تھے۔ **من قتب اوغبیط:** پالان یا عورتوں کا کجاوا۔ **سورۃ المرسلات' جمالات حبالات:** وہ رسی جس سے کشتی باندھی جاتی ہے۔ **کنا نرفع الخشب بقصر ثلثۃ اذرع اواقل:** ہم تین تین گز کے لکڑی کے ٹکڑوں کو جمع کرتے تھے ان کے نام قصر رکھتے تھے جیسے ٹال میں ہوتے ہیں۔ **سورۃ عم یتساء لون کان الغساق والغسیق واحد:** دونوں کے معنی پیپ کے ہیں بعض نسخوں میں یہ لفظ نہیں ہیں۔ **سورۃ والنازعات. الطامۃ تطم کل شیئ:** یہ اس محاورہ سے لیا گیا ہے طم الفرس طمیما جب کہ بھاگنے میں اپنی پوری طاقت لگادے۔ **سورۃ عبس تصدیٰ تغافل عنہ:** لیکن مشہور معنی متوجہ ہونے کے ہیں یہاں بھی ایک نسخہ میں ہے تصدیٰ اقبل علیہ یہی نسخہ صحیح شمار کیا گیا ہے۔ **سورۃ اذا الشمس کورت. والضنین یضن بہ:** بخل کرے۔ **یزوج نظیرہ من اھل الجنۃ والنار:** یہ تفسیر ہے واذا النفوس زوجت کی۔ حاصل یہ ہے کہ ہر ایک کو اپنی جماعت کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ جنتی کو اہل جنت کی جماعت کے ساتھ اور دوزخی کو اہل جہنم کی جماعت کے ساتھ۔ **سورۃ اذا السماء انفطرت بعثرت ایثرت:** کھودا جائے گا۔ **ومن خفف یعنی فی ای صورۃ شاء:** مقصد یہ ہے کہ جو معنی تشدید کے ہیں فعدلک برابر اور مناسب اعضاء والا بنایا وہی معنی تخفیف والی قرأت کے ہیں قولہ فی ای صورۃ یہ نیا جملہ ہے یعنی کا مفعول نہیں ہے۔ **سورہ ویل للمطففین. بل ران ثبت الخطایا:** یعنی ران کے معنی ہیں گناہوں کا جم جانا۔ **طینۃ التسنیم:** اس شراب کی ملاوٹ ہوگی تسنیم کے ساتھ جو اہل جنت کی شراب کے اوپر آئے گی یعنی جنت عدن سے جو کہ اوپر ہو گی باقی جنتوں میں بارش کی طرح آئے گی باقی جنتیں نیچے ہونگی۔ **فی رشحہ:** پسینہ میں۔ **سورۃ اذاالسماء انشقت. قال ابن عباس لترکبن:** یعنی ایک قرأت باء کے فتح کے ساتھ ہے واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے اس میں خطاب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ **سورۃ الطارق. یتوھج:** چمکتا ہے۔ **سورۃ ھل اتاک حدیث الغاشیہ. عین انیہ بلغ اناھا:** اس کے معنی ہیں بلغ وقتھا۔ **سورۃ والفجر. والعماواھل عمود لایقیمون:** خیموں والے جو ایک شہر میں نہ ٹھہریں۔ خانہ بدوش۔ **اکلالماً السف:** زیادہ پینا جبکہ سیری پھر بھی نہ ہو اور پیاس ختم نہ ہو مقصد یہ ہے کہ تم بچوں اور عورتوں کی وراثت کھا جاتے ہو۔ **السماء شفع:** یعنی آسمان زمین کا جوڑا ہے۔ **سورۃ والشمس وضحاھا. دسا ھا اغواھا:** بے یارومددگار چھوڑ دیا۔ **عارم:** طاقت والا جس کو جبار کہتے ہیں۔ **مثل ابی زمعۃ:** یہ مکہ کا ایک طاقتور شخص تھا جو مکہ ہی میں کفر کی حالت میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا زمعہ بدر میں کافر مارا گیا۔ **سورۃ واللیل اذایغشیٰ. کذب بالحسنیٰ بالخلف:** اس کے معنی ہیں بدلہ مراد آخرت ہے۔ **توھج:** چمکا۔ **محضرۃ:** لاٹھی۔ **سورۃ والضحیٰ. اذا سجیٰ استوی:** درست ہو جائے۔ **تقرأ بالتشدید و**

التخفیف: یعنی ماودعک کی دال میں شد اور بغیر شد دونوں قرأتیں ہیں۔**سورۃ الم نشرح لک' وزرک فی الجاهلیة:** یعنی زمانہ جاہلیت میں جو آپ نے خلاف اولی کام کئے ہیں۔افضل چھوڑ کر فاضل کئے ہیں۔اس توجیہ کے علاوہ بھی دو توجیہیں کی گئی ہیں۔۲- خطا اور سہو مراد ہے۔ ۳-امت کے گناہ جو آپ کو غمگین کرتے ہیں۔**کقوله هل تربصون بنا الاحدی الحسنیین:** وجہ شبہ یہ ہے کہ جیسے مومن کے لئے دو حسنیٰ ہیں ایسے ہی مومن کے لئے دو یسر ہیں۔**سورۃ والتین:** حضرت انور شاہ صاحب نے فرمایا کہ والتین کی واو نحویوں کے نزدیک تو قسم کی واو ہے لیکن میرے نزدیک اولی یہ ہے کہ اسے واو استشہاد کہا جائے کہ یہ چیزیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صداقت پر گواہی دیتی ہیں اور یہ استشہاد جواب قسم کی تائید اور تحقیق کے لئے ہوتا ہے۔**فمایکذبک:** ۱-انسان کو خطاب ہے بطور صنعت التفات کے کہ پہلے انسان کو غائب کے صیغہ سے ذکر فرمایا اب خطاب کے صیغہ سے ذکر فرمایا۔۲- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔**سورۃ اقراء باسم ربک الذی خلق:** حضرت حسن بصری کا قول نقل فرما رہے ہیں کہ بسم اللہ صرف قرآن پاک کے شروع میں لکھنی چاہئے باقی جگہ دو سورتوں کے درمیان صرف لکیر کھینچ دینی چاہئے یہی مذہب ہے قاری حمزہ کا کہ دو سورتوں کے درمیان نہ پڑھی جائے۔**سورۃ لم یکن. اصناف الدین الی المونث:** اس آیت کے متعلق فرما رہے ہیں وذلک دین القیمة گویا اصل عبارت یوں تھی وذلک دین الملة القیمة۔**ان اللہ امر فی ان اقرأ علیک:** تاکہ قرأت کی سند کا اتصال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابی بن کعب تک صاف صاف ظاہر ہو جائے۔۲-تاکہ حضرت ابی بن کعب کا لقب اقرأ ہونے کا ثابت ہو جائے۔ان دو حکمتوں کی وجہ سے حکم دیا تھا اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ حضرت ابی بن کعب کو سورہ لم یکن پڑھ کر سنائیں۔**سورۃ اذازلزلت الارض. نواءً:** دشمنی۔**الفاذة الجامعة:** یکتا ہے اور الفاظ کم اور معانی زیادہ ہیں۔**سورۃ الم تر. من سجیل هی سنک وکل:** سنگ وگل۔**سورۃ لایلاف قریش. لایلاف لنعمتی علی قریش:** مقصد یہ ہے کہ ایلاف کے معنی انعام کے ہیں۔**سورۃ انا اعطیناک الکوثر. حافتاه قباب اللؤلؤ مجوفا:** اس کے کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے خیمے تھے۔**سورۃ اذا جاء نصراللہ. اذا جاء نصر الله والفتح:** یہاں تو فتح سے مراد فتح مکہ ہے لیکن سورۃ الفتح میں انا فتحنا لک فتحا مبینا میں مراد فتح سے صلح حدیبیہ ہے بطور مجاز بالمشارفہ کے کہ آنے والی صفت کو موجود مان کر گفتگو کی جائے جیسے طالب العلم کو مولوی صاحب کہہ دیتے ہیں۔**نعیت له نفسه:** یہاں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارتاً موت کی خبر دی گئی ہے کہ جب مکہ فتح ہو جائے اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے شروع ہو جائیں تو آپ تسبیح وتحمید و استغفار میں مشغول ہو جائیں اور اپنی موت کو قریب سمجھیں اور بعض آیتوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا ذکر صراحۃً بھی ہے۔مثلاً ۱-**وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم.** ۲- **انک میت وانهم میتون**۔**سورۃ تبت یدا ابی لهب. فنزلت تبت یدا ابی لهب وتب وقد تب:** ۱-یہ بطور تفسیر حضرت اعمش نے بڑھا دیا۔ ۲-شاذ قرأت ہے ۳-وقد تب نازل ہوا تھا پھر منسوخ التلاوت ہو گیا۔یہی تین توجیہیں اسی حدیث پاک کے شروع میں ان الفاظ میں ہیں **وانذر عشیرتک الاقربین** ورهطک منهم المخلصین پھر اسی حدیث میں جو صبح هذا الجبل ہے اس کے معنی وجہ الجبل اور اسفل الجبل ہیں۔**مسدلیف المقل:** کل دو تفسیریں کی گئی

ہیں یہاں صرف پہلی ہے۔ ۱-مونج کی رسی یہ دنیا میں مراد ہے کہ اس طرح کانٹے اٹھا کر لاتی ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں ڈالتی ہے۔ ۲- آخرت کا حال اللہ تعالیٰ بیان فرمارہے ہیں جس کے الفاظ حضرت ابن عباس سے موقوفاً منقول ہیں عمدۃ القاری میں سلسلۃ من حدید ذرعھا سبعون ذراعا تدخل من فیھا وتخرج من دبرھا وتلوی سائرھا فی عنقھا۔ **سورة قل هو الله احد . يقال لاينون احد:.** یعنی بعض دفعہ ملانے کی صورت میں بھی احد کی تنوین چھوڑ دی جاتی ہے۔ **الذی انتھیٰ سوددہ:.** کامل سردار یہ صمد کے معنی بیان فرمائے ہیں۔ **سورة قل اعوذ برب الفلق. ابین من فرق وفلق الصبح:.** مقصد یہ ہے کہ فرق اور فلق کے ایک ہی معنی ہیں محاورہ ہے فلان ابین من فرق کہ فلاں شخص صبح سے بھی زیادہ روشن ہے ایسے ہی کہا جاتا ہے کہ فلان ابین من فلق الصبح اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ فلاں شخص صبح سے بھی زیادہ روشن ہے۔ **سالت ابی بن کعب عن المعوذتین:.** چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود ان دونوں سورتوں کو داخل قرآن نہ سمجھتے تھے اس لئے حضرت زر بن حبیش نے حضرت ابی بن کعب سے ان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مرفوعاً دونوں کا جزو قرآن ہونا بیان فرما دیا حضرت عبداللہ بن مسعود نے بھی رجوع فرما لیا تھا کیونکہ ان دونوں کے جزو قرآن ہونے پر اجماع ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں تصریح ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے رجوع فرما لیا تھا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سورتوں کو نماز میں بھی پڑھا ہے پھر تین متواتر قرأتیں۔ امام عاصم کی ۲- امام حمزہ کی۔ ۳- امام کسائی کی اور ایک مشہور قرأت امام خلف کی یہ چار قرأتیں حضرت عبداللہ بن مسعود تک پہنچتی ہیں اور ان چاروں قرأتوں میں بھی باقی قراءات کی طرح معوذتین اور فاتحہ اجزاء قرآن پاک ہیں۔ پس ان میں سے کسی کا خارج از قرآن ماننا غلط فاحش ہے اور اگر کسی سند میں ان میں سے کسی کا خارج قرآن ہونا مذکور ہے تو وہ سند ان اسانید صحیحہ متواترہ و مشہورہ اور اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتماد ہے اور تفسیر قرطبی میں ہے قد روی ان عبداللہ بن مسعود کان لا یکتب الفاتحۃ فی مصحفہ فقیل لہ لم لم تکتب فاتحۃ الکتاب فی مصحفک فقال لو کتبتھا لکتبتھا مع کل سورۃ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود نے جو معوذتین اور فاتحہ کو نہ لکھا تھا اپنے مصحف میں اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ تینوں سورتیں بہت زیادہ یاد ہوتی ہیں اس لئے ان کو قیامت تک محفوظ رکھنے کے لئے لکھنے کی ضرورت ہی نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ تین یا ان میں سے بعض قرآن پاک سے خارج ہوتیں حضرت ابن مسعود کے نزدیک تو حضرت ابن مسعود ان کو نماز میں نہ پڑھتے اور پھر حضرت ابن مسعود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور وہ سب حضرات یہ تینوں سورتیں نماز میں پڑھتے تھے۔ اگر ان کو بالفرض کچھ شک تھا بھی تو اجماع کی وجہ سے شک باقی نہ رہا اس لئے اب یہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان تینوں کو یا ان میں سے کسی کو قرآن پاک سے خارج مانے اگر ایسا کرے گا تو کافر ہو جاوے گا اور اجماع سے پہلے انکار میں اور اجماع کے بعد انکار میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اگر حضرت ابن مسعود کا انکار تھا بھی تو وہ اجماع سے پہلے تھا۔ اب جو انکار کرے گا وہ اجماع کے بعد کرے گا اور کافر ہو جائے گا اور ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ پہلے جو حضرت ابن مسعود مصحف میں لکھنے سے انکار فرمایا کرتے تھے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی رائے یہ تھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مصحف میں لکھنا صحیح نہیں ہے اور ان دونوں سورتوں کے لکھنے کی اجازت ان کو نہ پہنچی تھی جو بھی توجیہ کی جائے جب اجماع پایا گیا تو سب اختلافات ختم ہو گئے پھر جیسے حضرت ابن مسعود کے مصحف میں یہ سورتیں لکھی ہوئی نہ تھیں اسی طرح حضرت ابی ابن کعب کے مصحف میں سورۃ القنوت زائد تھی اور حضرت زید بن ثابت کے مصحف میں معوذتین اور فاتحہ بھی ہے اور سورۃ القنوت

نہیں ہے اور حضرت زید بن ثابت کا مصحف باقی سب مصاحف کے لئے ناسخ ہے کیونکہ حضرت زید بن ثابت عرضہ اخیرہ میں حاضر تھے جس میں حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن پاک کا دور کیا تھا اور روح البیان میں ہے عن محمد بن المنکدر من لم یزعم انھما (ای المعوذتین) من کتاب اللہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین۔ **قیل لی فقلت:۔** یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تو میں نے کہہ دیا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں کے داخل قرآن ہونے میں کچھ شک نہیں۔ **کتاب فضائل القرآن:۔** اس کتاب کا ربط کتاب التفسیر سے یہ ہے کہ فضائل اور تفسیر دونوں کا تعلق قرآن پاک سے ہے۔ **باب کیف نزول الوحی و اول مانزل** سوال: شروع کتاب صحیح البخاری میں باب کیف کان بدا الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ تو تکرار ہوا۔ جواب ۱۔ یہاں وہ آیات بتلانی اصل مقصود ہیں جو سب سے پہلے نازل ہوئی تھیں اور ابتداء کتاب میں کیفیت وحی اور شرائط وحی بتلانی مقصود ہیں۔ ۲۔ یہاں مطلقاً قرآن پاک کے نزول کی کیفیت بتلانی مقصود ہے اور شروع کتاب میں اول قرآن کی کیفیت نزول بتلانی مقصود تھی۔ **فارجوان اکون اکثر ھم تابعاً یوم القیامۃ:۔** چونکہ قرآن میرا معجزہ سب نبیوں کے معجزات سے اونچا ہے اس لئے مجھے امید ہے کہ میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے۔ **اکثر ماکان الوحی:۔** نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر زمانہ میں ابتدائی زمانہ سے وحی زیادہ ہوئی گویا کہ مکہ مکرمہ میں کم اور مدینہ منورہ میں زیادہ ہوئی۔

باب نزل القران بلسان قریش والعرب

غرض اس باب سے یہ ہے کہ قرآن پاک لغت قریش میں نازل ہوا تھا صرف آسانی کے لئے چھ دوسری لغتوں میں بھی پڑھنے کی اجازت دے دی گئی تھی جب حضرت ابوبکرؓ نے قرآن پاک کو جمع فرمایا تو اس میں سب حروف کو سب لغات میں جمع فرمایا تاکہ کوئی شی قرآن پاک میں سے ضائع نہ ہو جائے پھر کثرت فتوح اور انتشار مسلمین کی وجہ سے اور دنیا کے مختلف حصوں میں اسلام پہنچ جانے کی وجہ سے اداء حروف اور قراءات کی وجوہ اور انواع میں اور لغات میں اختلاف واقع ہو گیا حتیٰ کہ بعض نے یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ میرا قرآن تیرے قرآن سے بہتر ہے اس لئے حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ صرف لغت قریش ہی میں کیوں نہ جمع کر دیا جائے کیونکہ باقی چھ لغات کی ضرورت اب نہ رہی تھی چنانچہ اسی کا حکم دے دیا حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ اور حضرت سعید بن العاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو کہ صرف لغت قریش پر قرآن پاک کو جمع کریں اور ان مصحف کو سامنے رکھیں جو حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں تیار کیے گئے تھے اور اس وقت حضرت حفصہ کے پاس تھے حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد سے اور اب اس لکھنے کے کام میں ان سب حضرات کا سردار حضرت زید بن ثابت کو قرار دیا چنانچہ ان حضرات نے چھ مصحف جمع فرمائے اور ان کے سوا باقی سب صحیفوں کو جلا دینے کا حکم دیا اور سب صحابہ ان چھ کو قبول کرنے پر جمع ہو گئے جو صحابہ کاتب وحی تھے وہ بھی جو حافظ تھے وہ بھی باقی سب بھی اور مختلف اطراف میں یہ چھ نسخے بھیج دیئے اور ہر ایک نسخہ کے ساتھ ایک ایک ماہر حافظ قاری کو بھی بھیجا جو اس علاقہ کے لوگوں کو مختلف قراءات متواترہ اور مشہورہ پڑھائے یہ ایسی قراءات ہیں جن کا کتابت بھی احتمال رکھتی ہے حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ وہ اہل مدینہ کو مدنی مصحف پڑھائیں جو مدینہ منورہ میں رکھا گیا تھا حضرت عبداللہ بن السائب کو مصحف کے ساتھ اہل مکہ کو پڑھانے کے لئے بھیجا حضرت مغیرۃ بن ابی شہاب کو اہل شام کے لئے جو مصحف تھا اس کے ساتھ بھیجا اور اس مصحف کا نام شامی ہوا ایسے ہی مدنی اور مکی اور کوفی اور بصری نام ہوئے ان مصاحف

کے جوان علاقوں میں بھیجے اور حضرت ابوعبدالرحمن السلمی کو کوفی مصحف کے ساتھ بھیجا اور حضرت عامر بن عبدقیس کو بصری مصحف کے ساتھ بھیجا اور چھٹے مصحف کو اپنے پاس رکھا اور اس کا نام مصحف امام ہوا باقی پانچ کو امام بھی کہتے تھے۔ سات قراءات متواترہ اور تین مشہور کل دس قراءات یہ سب لغت قریش کے اندر ہی ہیں باقی چھ لغات چھوڑ دی گئیں کیونکہ ان کی ضرورت نہ رہی تھی اور پوری امت نے اور سب حفاظ نے ان ہی چھ مصاحف کو قبول کرلیا جیسا کہ امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں تصریح فرمائی ہے۔ سوال۔ جب حضرات صحابہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے باقی چھ لغات میں قرآن پاک پڑھا تھا تو اب زمانہ عثمان میں کیوں باقی چھ لغات چھوڑ دی گئیں۔ جواب۔ حضرات صحابہ کرامؓ کا اجماع ہوگیا تھا کہ باقی چھ لغات میں پڑھنا واجب نہ تھا صرف آسانی کے لئے تھا۔ باب سے یہاں تک کی تفصیل امام ابن جریر طبری نے بیان فرمائی ہے جن کی پیدائش ۲۲۴ھ کی ہے اور وفات شوال ۳۱۰ھ کی ہے۔ ان کے مناقب میں سے ہے کہ یہ چالیس سال تک متواتر ہر روز چالیس صفحے لکھتے رہے۔ اس امت کا اجماع معصوم ہے اور حضرت علیؓ سے بھی منقول ہے کہ اگر حضرت عثمانؓ یہ جمع قرآن کا کام نہ کرتے تو میں کرتا۔ ابھی پھر اگر حضرات صحابہ کرامؓ ایک حرف بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے لئے ہوئے حروف کے خلاف پاتے تو حضرت عثمانؓ کو قتل کردیتے اور بہت سے صحابہ نعوذ باللہ مرتد ہوجاتے اور اہل کتاب ہم پر اعتراض کرتے کہ تمہارے قرآن میں بھی نعوذ باللہ تحریف پائی گئی حالانکہ ان چیزوں میں سے کوئی بھی نہ پائی گئی۔ الحمد للہ الذی اوفی وعدہ لحفاظۃ القرآن۔

باب جمع القرآن

غرض اس کیفیت کا بیان جو حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جمع قرآن کے لئے پائی گئی کہ کیسے جمع فرمایا تھا پھر دو بابوں کے بعد باب تالیف القرآن آئے گا۔ اس میں آیات کو سورۃ میں جمع کرنے کا ذکر مقصود ہے یا سورتوں کی ترتیب مصحف میں رکھنے کی بیان کرنی مقصود ہے پس جمع القرآن اور تالیف القرآن میں تکرار کا شبہ نہ رہا۔ سوال۔ جب حضرت زید بن ثابت حافظ قرآن تھے تو ان کو حضرت عثمانؓ نے یہ حکم کیوں دیا تھا کہ سب صحف کو جمع کرو۔ جواب۔ ۱- تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ فلاں صحیفہ والی آیت رہ گئی۔ ۲- کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ آیت تو ہمارے صحیفہ میں نہیں ہے یہ کہاں سے لی۔ **واللخاف**: یہ جمع ہے لخفۃ کی۔ سفید پتھر باریک۔ **لم اجدھا مع احد غیرہ**: سوال جب یہ آیت صرف ایک صحابی کے پاس تھی تو تواتر نہ رہا۔ جواب۔ ۱- لکھی ہوئی صرف ایک کے پاس تھی۔ ۲- مجھے صرف ایک آدمی ملا جس نے بلاواسطہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی پھر میں نے تلاش نہ کیا واقع میں اور بھی تھے۔ **ارسلی الینا بالصحف ننسخھا فی المصاحف**: حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے وہ اوراق منگوائے جو اجزاء تھے اس مصحف کے جو حضرت ابوبکرؓ نے لکھوایا تھا۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ صحف اور مصحف میں یہ فرق ہے کہ صحف وہ اوراق تھے جن میں حضرت ابوبکر کے زمانہ میں قرآن پاک لکھا گیا تھا اور وہ الگ الگ سورتیں تھیں۔ البتہ ہر سورت میں آیات کو ترتیب سے لکھا گیا تھا اور سورتوں کی ترتیب قائم نہیں کی گئی تھی جب حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں سورتوں کی ترتیب بھی قائم کردی گئی تو مصحف تیار ہوگئے۔ ابھی حضرت عثمانؓ نے جو مصحف لکھوانے اور باقی ضائع کردینے کا حکم فرمایا تھا۔ یہ حضرات صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرنے کے بعد تھا چنانچہ ابن ابی داؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سوید بن غفلۃ سے نقل فرمایا ہے قال قال علی لاتقولوا فی عثمان الا خیرا فواللہ مافعل الذی فعل فی المصاحف الا عن ملامنا قال ماتقولون فی ھذہ القراءۃ فقد بلغنی ان بعضھم یقول ان قراءتی خیر من قراءتک وھذا یکاد ان یکون کفرا قلنا فما تری قال اری ان نجمع الناس علی مصحف واحد فلا تکون فرقۃ ولا اختلاف قلنا فنعم مارایت (فتح الباری وعمدۃ القاری) وامر بما سواہ۔ **من القرآن فی کل صحیفۃ**

او مصحف ان یخرق: خاء معجمہ اور حاء مہملہ دونوں کے ساتھ یہ لفظ ثابت ہے یخرق اور حرق۔ اس جلانے یا پھاڑنے کی دو توجیہیں ہیں۔ ۱۔ صرف منسوخ التلاوت آیات کو یا تفسیر سے ملی ہوئی آیات کو یا غیر قریش لغات کو یا قراءات شاذہ کو جلایا یا پھاڑ دیا گیا تھا۔ ۲۔ راجح یہ ہے کہ ان نئے لکھے ہوئے مصاحف کے سوا سب موجود مصاحف اور صحف کو ضائع کرنے کا حکم دیا تھا ظاہر الفاظ سے یہی نکلتا ہے اس لئے یہی راجح ہے اور اس ضائع کرنے سے مقصود۔ ۱۔ قرآن پاک کے حروف کو پاؤں کے نیچے آنے سے بچانا مقصود تھا۔ ۲۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ دشمن شک میں نہ ڈالیں کہ دیکھو یہ بھی تو قرآن تھا اس کو کیوں چھوڑ دیا گیا۔

فائدہ: ۱۔ نقطے اور اعراب زیر زبر وغیرہ اور تیس پارے بنانا اور سات منزلیں بنانا اور رکوع مقرر کرنا یہ سب جائز ہے کیونکہ اس میں صرف آسانی مقصود ہے اس سے کسی لفظ میں کمی بیشی لازم نہیں آتی۔ ۲۔ شیعہ کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ ایک قرآن حضرت علیؓ کے پاس موجود تھا جو اس ہمارے قرآن پاک کے خلاف تھا لیکن شیعہ کا یہ قول باطل ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت علیؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں ضرور ظاہر فرماتے اور یہ ظاہر فرمانا صحیح احادیث میں منقول ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

فقدت اٰیة من الاحزاب حین نسخنا المصحف: یہاں مصحف کے لفظ سے بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں یہ آیت گم پائی تھی لیکن صحیح یہ ہے کہ یہاں مصحف صحف ہی کے معنی میں ہے اور یہ گم پانا حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں تھا کیونکہ یہ کہنا ناممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک قرآن پاک ناقص ہی رہا۔

باب کاتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض وحی کے کاتبین کا ذکر فرمانا ہے لیکن چونکہ امام بخاری کو حضرت زید بن ثابت کے سوا باقی کاتبین کی کوئی روایت اپنی شرط پر نہیں ملی اس لئے کاتب مفرد کا صیغہ استعمال فرمایا۔

باب انزل القراٰن علٰی سبعة احرف

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ سات لغات میں سے جس لغت میں چاہے قرآن پاک پڑھ لے پہلے اس کی اجازت تھی پھر سبعۃ احرف کی تفسیر میں چالیس قول ہیں ان میں سے چھ اہم اقوال یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ پوری تفصیل دیکھنی ہو تو علامہ سیوطی کی تالیف الاتقان میں دیکھ لی جائے وہ چھ اہم قول یہ ہیں۔ ۱۔ اور یہ پہلا قول سب سے زیادہ راجح ہے کہ پہلے آسانی کے لئے سات لغات میں قرآن پاک پڑھنے کی اجازت دے دی گئی تھی اگرچہ نزول صرف لغت قریش ہی میں ہوا تھا۔ پھر جب سب نے لغت قریش میں پڑھنا سیکھ لیا تو باقی لغات منسوخ ہو گئیں اور صرف لغت قریش میں پڑھنے کی اجازت باقی رہ گئی اور موجودہ سات متواتر قرا‌ئتیں اور تین مشہور قرا‌ئتیں کل دس قرا‌ئتیں پھر ہر ہر قراءت کی دو دو روایتیں کل بیس روایتیں اور ہر ہر روایت کے چار چار طرق کل اسی (۸۰) طرق یہ سب لغت قریش کے اندر ہی ہیں وہ سات لغات یہ ہیں۔ قریش، ثقیف، طی، ہوازن، ہذیل، یمن اور تمیم۔ ۲۔ دوسرا قول انزل القراٰن علٰی سبعة احرف کی تفسیر میں یہ ہے کہ قریش کی سات شاخیں مراد ہیں جن کو بطون قریش کہتے ہیں کہ ان کی لغات میں پڑھنے کی اجازت تھی۔ ۳۔ سات قرا‌ئتیں مراد ہیں۔ ۴۔ سات اقلیمیں مراد ہیں کہ قرآن پاک کا حکم سات کی سات اقلیموں پر جاری ہوتا ہے یعنی پوری دنیا پر جاری ہوتا ہے۔ دنیا کا جو پرانا آباد حصہ ہے اس کو ربع مسکون کہتے تھے۔ کیونکہ دنیا میں تین حصہ پانی اور سمندر ہے اور ایک حصہ میں خشکی ہے۔ پھر خشکی بھی پہلے ساری آباد نہ تھی کچھ حصہ آباد تھا کچھ بے آباد تھا صرف آباد حصہ کو ربع مسکون کہتے تھے۔ پرانے اہل ہیئت نے اس آباد حصہ کو سات لمبے لمبے حصوں میں تقسیم کیا تھا اس لحاظ سے کہ ان کا موسم تقریباً ایک جیسا رہتا تھا ہر حصے کو اقلیم کہتے تھے مزید تفصیل تصریح وغیرہ ہیئت کی کتابوں میں ہے۔ ۵۔ قرآن پاک میں سات قسم کے معانی و مضامین ہیں۔ امر، نہی،

امثال، وعدہ، وعید، قصص، موعظہ۔ ۲ قرآن پاک میں سات قسم کے معانی ومضامین ہیں۔ امر، نہی، امثال، حلال، حرام۔ **محکم متشابہ. حتیٰ انتھیٰ الی سبعة احرف:.** اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ سات لغات میں پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی لیکن پھر کیا ہوا اس کی دو تقریریں ہیں۔ ا۔ عرضہ اخیرہ میں جب آخری رمضان المبارک میں حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن پاک کا دور کیا تو قریش کے سوئی باقی لغات میں پڑھنے کی اجازت منسوخ کر دی گئی اور اس منسوخ ہونے کا اظہار واعلان حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں کیا گیا جبکہ صرف لغت قریش پر قرآن پاک لکھا گیا اور باقی لغات والے مصاحف کو ضائع کر دیا گیا۔ ۲۔ امت کو اختیار دیا گیا تھا سات لغات میں جیسے کفارہ یمین میں اختیار ہے چاہو تو غلام آزاد کر دو چاہو تو دس مسکینوں کو کھانا کھلا دو چاہو تو دس مسکینوں کو کپڑے پہنا دو پھر امت نے ان چھ لغات میں سے صرف لغت قریش کو اختیار کر لیا تاکہ اختلاف واقع نہ ہو اور جو اختلاف ہو چکا ہے وہ بھی ختم ہو جائے اور امت کا یہ اختیار کرنا ظاہر ہوا حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں اسا وہ سرسے پکڑلوں۔

باب تالیف القرآن

غرض آیات کی ترتیب کا بتلانا ہے۔ آیات کی ترتیب میں تو اجماع ہے کہ سماعی اور توقیفی ہے کہ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمانے سے ثابت ہے اور سورتوں کو ترتیب میں تین قول ہیں۔ ا۔ سب سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے۔ ۲۔ سب کی اجتہادی ہے حضرات صحابہ کے اجتہاد سے ہے۔ ۳۔ سورہ انفال اور سورہ توبہ کی اجتہادی ہے اور باقی سب سورتوں کی توقیفی ہے اور یہ تیسرا قول ہی راجح شمار کیا گیا ہے۔ اذ جاءها عراقی:۔

عراق کے کوئی صاحب تھے ان کا نام شروح میں مذکور نہیں ہے۔

ای الکفن خیر:. یعنی کپڑوں کی گنتی کے لحاظ سے یا رنگ کے لحاظ سے یا کپڑے کی نوع کے لحاظ سے کونسا کفن بہتر ہے۔ **وما یضورک:.** جیسا بھی کفن ہو مرنے کے بعد تجھے اس کا کیا احساس ہوگا۔ **لعلی اؤلف القرآن علیه:.** یہی محل ترجمۃ الباب ہے اسی بات کو بیان کرنے کے لئے اس حدیث کو اس باب میں لائے ہیں پھر حضرت عائشہ نے جو فرمایا کہ وما یضرک آیۃ قرأت کہ جس ترتیب سے بھی پڑھ لو نقصان نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں اور نماز سے باہر جس ترتیب سے بھی پڑھ لو گناہ نہیں ہے سورتوں کی ترتیب کا لحاظ مستحب ہے واجب نہیں ہے پھر یہاں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ سوال جواب حضرت عثمانؓ کی ترتیب والے مصاحف مختلف علاقوں میں پہنچنے سے پہلے پائے گئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ پہنچنے کے بعد پائے گئے پہلا قول صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت یوسف بن ماھک نے ترتیب عثمانی سے پہلے کا زمانہ نہیں پایا اس لئے صحیح یہی ہے کہ اگرچہ حضرت عثمانؓ کا مصحف عراق میں پہنچ چکا تھا لیکن عراق میں ابھی حضرت ابن مسعود کی ترتیب والا مصحف بھی باقی تھا اور انہوں نے اپنی ترتیب سورتوں کی چھوڑنے سے اور اپنے مصحف کو جلانے سے انکار کر دیا تھا اور اس سوال کرنے والے عراقی کے پاس ابن مسعود والی ترتیب والا مصحف موجود تھا اور یہ سائل مصحف عثمانی والی مشہور ترتیب کے ساتھ پڑھنا چاہتے تھے۔ **اذا ثاب الناس الی الاسلام:.** جب لوٹے لوگ اسلام کی طرف اور اسلام کے اعمال سب کے رگ و ریشہ میں خوب سرایت کر گئے۔ **فقام عبدالله ودخل معه علقمة:.** یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود مجلس سے اٹھے اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور ان کے ساتھ حضرت علقمہ بھی گھر میں داخل ہوئے پھر حضرت علقمہ باہر تشریف لائے تو ہم نے ان سے پوچھا۔ **اٰخرھن من الحوامیم حم دخان و عم یتساء لون:.** یہ ترتیب صرف حضرت عبداللہ بن مسعود کی تالیف میں تھی۔

باب کان جبریل یعرض القرآن علی النبی صلی الله علیه وسلم

ایک دوسرے کو قرآن پاک سنانے کا ذکر کرنا مقصود ہے اور اس

کی تفصیل بخاری شریف کے سب سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

باب القراء من اصحاب النبی ﷺ

قراء صحابہ کا ذکر مقصود ہے۔ **فماسمعت رادا یقول غیر ذلک:**۔ یعنی سب نے ان کی بات کو تسلیم فرمالیا۔ **اتجمع ان تکذب بکتاب اللہ وتشرب الخمر:**۔ غرض یہ ہے کہ تو دو گناہ کر رہا ہے۔ ۱-انکار قرآن ۲-شرب خمر۔ **فضر به الحد:**۔ ظاہر یہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اس وقت اس علاقہ کے گورنر بھی تھے اس لئے حد لگائی کیونکہ حد لگانا حکومت کا کام ہوتا ہے۔ **قال اربعة:**۔ غرض یہ ہے کہ مکمل لکھنے والے یہ چار ہیں اگر چہ صرف یاد کرنے والے بہت سے تھے۔ **ابو زید:**۔ ان کا نام سعد بن عبید تھا۔ **لم یجمع القرآن غیر اربعة:**۔ ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ سب قراءات کے ساتھ جمع کرنے والے یہی چار تھے۔ سوال اس روایت میں حضرت ابی بن کعب کی جگہ حضرت ابوالدرداء ہیں۔ جواب۔ ۱- ترجیح گذشتہ روایت کو ہے۔ ۲- یہاں اس سامع کارد مقصود ہے جو یہ کہتا تھا کہ حضرت ابولدرداء نے جمع نہیں فرمایا اور حصر اضافی ہے مبالغۃ کو حضرت الدرداء نے اتنا زیادہ جمع کیا کہ گویا اوروں نے جمع ہی نہیں کیا سوائے ان تین کے۔

باب فضل فاتحة الکتاب

اب یہاں سے بعض سورتوں کے خصوصی فضائل بیان فرمانا چاہتے ہیں۔ **سلیم:**۔ سانپ کے ڈسے ہوئے کو نیک فالی کے طور پر سلیم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو بچالیں۔ **غیب:**۔ اور غیب بھی ایک روایت میں ہے دونوں جمع ہیں غائب کی۔ **ماکنانابنه برقیة:**۔ ہم ان پر تعویذ گنڈے کی تہمت نہ لگاتے تھے یعنی ہمیں پتہ نہ تھا کہ ان کو تعویذ گنڈا کرنا آتا ہے۔ **من قرأ بالآیتین من اخر سورة البقرة:**۔ یعنی امن الرسول سے اخیر سورت تک۔ **کفتاه:**۔ ۱-اس کے وظیفہ کی جگہ کافی ہو جائیں گی۔ ۲- بہت زیادہ ثواب کے لئے کافی ہو جائیں گی۔ ۳- جب سورہ فاتحہ کے ساتھ ملا کر پڑھے گا تو رات کی عبادت سے کافی ہو جائیں گی۔ ۵-سورہ کہف اور آیت الکرسی کی تلاوت نہ کرنی پڑے گی ان کی جگہ بھی دو آیتیں کافی ہو جائیں گی۔ **یحتو من الطعام:**۔ دونوں ہاتھ بھر کر لے جانے لگا۔ **حصان:**۔ عمدہ گھوڑا۔ **تلک السکینة تنزلت بالقرآن:**۔ مصداق میں اقوال مختلف ہیں کیونکہ مختلف حضرات کو جو نظر آیا انہوں نے وہ بیان فرمادیا۔ ۱- ہوا ہے جس کا چہرہ انسان جیسا ہے۔ ۲- ایسی ہوا ہے جس کے دو سر ہیں۔ ۳- ہوا ہے جو بلی جیسی ہے اس کے دو پر بھی ہیں۔ ۴- ایک جانور بلی جیسا ہے اس کی آنکھوں میں شعاع ہے اگر لڑائی کے موقعہ میں ظاہر ہو جائے تو لشکر کافروں کا بھاگ جاتا ہے۔ ۵- ایک سونے کی طشتری ہے جس میں انبیاء علیہم السلام کے دل دھوئے جاتے ہیں۔ ۶- ایک سونے کی طشتری ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات اور اپنی لاٹھی رکھی تھی۔ ۷- اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی ہوئی ایک روح ہے جو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتی ہے۔ ۸- رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی خصوصی۔ ۹- قرآن پاک کی آیات ہیں جن سے سکون نصیب ہوتا ہے۔ ۱۰- کوئی مخلوق ہے جس سے سکون نصیب ہوتا ہے۔ ۱۱- کوئی مخلوق ہے جس سے سکون اور رحمت نصیب ہوتی ہے۔ بامر اللہ اور اس کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں۔ **فزرت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ثلث مرات:**۔ حضرت عمرؓ اپنے آپ کو ملامت فرما رہے ہیں کہ اے عمر تو نے گفتگو میں الحاح کیا اصرار کیا مبالغہ کیا یہ گفتگو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئی تھی۔ **فیه عمرة عن عائشة:**۔ اس راویت میں یوں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث رجلا علی سریۃ وکان یقرأ لاصحابہ فی صلوٰۃ فیختم بقل ھو اللہ احد الحدیث وفی اخرہ اخبروہ ان اللہ یحبہ یہ روایت تفصیل سے صحیح بخاری کی آخری کتاب جو کتاب التوحید ہے اس میں ہے یہاں مختصراً ذکر فرمائی تاکہ تکرار لازم نہ آئے اور بعض

نسخوں میں یہاں مختصراً بھی نہیں ہے۔ **انها لتعدل ثلث القرآن:** اس کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ ۱- اس کا ثواب ایسے قرآن پاک کے ثواب کا تیسرا حصہ ہے جس میں یہ سورت نہ پڑھی جائے۔ ۲- مضامین کے لحاظ سے سورہ اخلاص تیسرا حصہ ہے کیونکہ قرآن پاک میں تین قسم کے مضامین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات، قصص اور احکام اور قل ھو اللہ احد میں آقا کی صفات ہیں۔ ۳- اس سورت کا ثواب تضعیف کے ساتھ لیا جائے اور پورے قرآن پاک کی تلاوت کا ثواب بلا تضعیف لیا جائے تو پھر یہ ثلث قرآن کے برابر ہو جاتا ہے۔ ۴- قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا ذکر بھی ہے صفات کا ذکر بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے افعال مختلفہ کا ذکر بھی ہے اور سورہ اخلاص میں صرف صفات کا ذکر ہے اس لحاظ سے اس کو ثلث کے برابر قرار دیا۔ ۵- اقرار توحید کا ثواب ثلث قرآن کی تلاوت کے برابر ہے اور اس سورت میں بھی اقرار توحید ہے۔ قل ھو اللہ احد اس لئے اس سورت کی تلاوت کا ثواب ثلث قرآن پاک کی تلاوت کے ثواب کے برابر ہے۔ ۶- یہ فضیلت صرف اسی صحابی کی ہے جس کا اس حدیث پاک میں ذکر ہے اور وہ حضرت قتادۃ بن النعمان ہیں وہ تلاوت فرمانے والے ہیں اور سامع حضرت ابو سعید خدری ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ انہوں نے سن کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر فرمایا کہ قتادہ تو بہت تھوڑی تلاوت کر رہے تھے صرف قل ھو اللہ احد والی سورت کو ہی بار بار پڑھ رہے تھے تلاوت کے تھوڑے ہونے کا ذکر مقصود تھا سورت کی تحقیر مقصود نہ تھی۔ ۷- بعض حضرات نے اس حدیث پاک کو کہ سورۃ اخلاص ثلث قرآن کے برابر ہے متشابہات میں سے شمار فرمایا ہے۔ سوال۔ مسند ابن وھب میں ہے عن ابی سعید مرفوعا انها لتعدل ثلث القرآن او نصفه۔ جواب۔ ۱- یہ شک راوی ہے صحیح ثلث ہی ہے۔ ۲- یہ روایت ہی ضعیف ہے۔

باب نزول السكينة والملئكة عند قراءة القرآن

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ تلاوت قرآن پاک کے وقت حق تعالیٰ کے انوار و تجلیات ظاہر ہوتے ہیں اور فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ سوال۔ اس روایت میں سکینہ کا تو ذکر ہے ہی نہیں پھر باب میں سکینہ کا ذکر کیوں فرمایا۔ جواب۔ ۱- امام بخاری یہ اشارہ فرما رہے ہیں کہ اس ظلہ یعنی بادل میں سکینہ تھی۔ ۲- رحمت کے فرشتوں کے ساتھ ہمیشہ سکینہ ہوتی ہے اور سکینہ کے مصداق کے متعلق اقوال مختلفہ عنقریب گزر چکے ہیں۔

باب من قال لم يترك النبي صلى الله عليه وسلم الا ما بين الدفتين

یہ باب شیعہ کے رد کے لئے ہے جو کہتے ہیں کہ بہت سا قرآن پاک نعوذ باللہ ضائع ہو چکا ہے جس میں حضرت علیؓ کے بلا فصل خلیفہ بننے کے حق کا ذکر تھا اس حصہ کو نعوذ باللہ حضرات صحابہ کرام نے چھپا لیا تھا۔ یہ سب حضرات صحابہ کی پاک ہستیوں پر بہتان ہے جو مردود ہے اور باطل محض ہے۔ حضرات صحابہ کرام اس سے پاک ہیں۔ **ماترك الا ما بين الدفتين:** اس کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ ۱- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہوا قرآن پاک وہی چھوڑا تھا جو بعد میں کتابی شکل میں لکھ لیا گیا اور دو گتوں کے درمیان یکجا محفوظ کر لیا گیا۔ ۲- کسی کو خلیفہ بلا فصل بنانے کی وصیت نہیں لکھوائی صرف وہی چیز لکھوائی جو قرآن پاک کی شکل میں دو گتوں کے درمیان محفوظ کر لی گئی۔ ۳- صرف قرآن پاک چھوڑا دنیا کا مال بطور وراثت کے نہ چھوڑا۔ ۴- حدیث قرآن پاک ہی کی شرح ہے اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی علوم چھوڑے جو قرآن پاک میں ہیں جیسا کہ قصیدہ بدء الامالی میں ہے۔

جميع العلم في القرآن لكن　　تقاصر عنه افهام الرجال

باب فضل القرآن على سائر الكلام

غرض یہ ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ ایک مرفوع حدیث آتی ہے لیکن میری شرط پر نہیں ہے اور وہ حدیث امام ابن عدی نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے اس کتاب کا نام کامل ہے عن ابی ہریرۃ

مرفوعا فضل القرآن علی سائر الکلام کفضل اللہ علی خلقہ۔ پھر اس مضمون کے قریب قریب بہت سی احادیث ہیں لیکن امام بخاری وہی لائے ہیں جو ان کی شرط پر ہیں۔ **مثل الذی یقرأ القرآن:۔** اس پہلی مثال میں مومن مخلص مراد ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ آگے فاجر کا ذکر ہے جو عملاً منافق ہوتا ہے۔

باب الوصایة بکتاب اللہ عزوجل

غرض اس وصیت کا بیان ہے جس میں قرآن پاک کی تلاوت اور سمجھنے اور پڑھانے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی تاکید ہے۔

باب من لم یتغن بالقرآن

غرض اس حدیث کا بیان ہے جو ان لفظوں کے ساتھ وارد ہے من لم یتغن بالقرآن فلیس منا اور اس حدیث کو امام بخاری اپنی اس صحیح جلد ثانی کے اواخر میں کتاب الاحکام میں لائیں گے یہاں اس لئے نہیں لائے کہ تکرار نہ لازم آجائے پھر یہاں اسی ترجمة الباب والی حدیث کے دو معنوں کی طرف بھی اشارہ فرما رہے ہیں۔ ۱- استغناء اور اس معنی کی طرف اشارہ آیت میں بھی ہے جو یہاں لائے ہیں اور دوسری مسند حدیث میں بھی ہے جو یہاں لائے ہیں۔ ۲- تحسین صوت اور اس کی طرف اشارہ اس مسند حدیث میں ہے جو یہاں پہلے لائے ہیں۔ **وقال صاحب لہ:۔** حضرت ابوسلمہ راوی کے ساتھی نے فرمایا اور وہ ساتھی حضرت عبدالحمید بن عبدالرحمان ہیں اس کو علامہ زبیدی نے بیان فرمایا ہے۔ **قال سفیان تفسیرہ یستغنی بہ:۔** یہاں ابن عیینہ مراد ہیں۔

باب اغتباط صاحب القرآن

غرض صاحب قرآن کی فضیلت بیان فرمانا ہے کہ اس پر غبطہ کی جاتی ہے کہ دوسرے لوگ بھی اس جیسا بننا چاہتے ہیں۔

باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ

غرض اس حدیث کا بیان ہے۔

ذاک الذی اقعدنی مقعدی ھذا:۔ ذاک کا اشارہ تعلیم قرآن کی فضیلت والی حدیث کی طرف ہے۔ ان **افضلکم من تعلم القرآن او علمہ:۔** یہاں او تنویع کے لئے ہے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کی بڑی فضیلت ہے پھر فقہ سیکھنا اور سکھانا الفاظ قرآن پاک پڑھنے اور پڑھانے سے بھی زیادہ فضیلت کا کام ہے کیونکہ معنی قرآن کا الفاظ قرآن سے بھی افضل ہے اور حدیث الفاظ اور معانی دونوں کو شامل ہے۔

فقد زوجتکھا بما معک من القرآن:۔ اس حدیث پاک سے امام بخاری استنباط فرما رہے ہیں کہ جو شخص قرآن پاک سیکھ لے اور چند سورتیں یاد کر لے اس کی شان بلند ہو جاتی ہے اور وہ نکاح کا اہل بھی ہوتا ہے۔

باب القراءة عن ظهر القلب

غرض حفظ کی فضیلت کا بیان ہے۔

قال سھل مالہ رداء فلھا نصفہ:۔ یہ عبارت مدرج ہے معنی یہ ہیں کہ وہ صاحب آدھی چادر بطور مہر کے دینا چاہتے تھے۔

باب استذکار القرآن و تعاھدہ

غرض یہ ہے کہ قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد اس کا دور کرنا اور کثرت سے تلاوت کرنا بہت ضروری ہے ورنہ بھول جاتا ہے۔

بئس مالاحدھم ان یقول نسیت اٰیة کیت و کیت:۔ غرض یہ ہے کہ یہ الفاظ خلاف ادب ہیں کیونکہ ان سے شبہ ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر کوتاہی کی ہے اور قرآن پاک بھلا دیا ہے۔

باب القرأة علی الدابة

غرض اس شخص کا رد ہے جو جانور پر سواری کرنے کی حالت میں تلاوت کو مکروہ قرار دیتا ہے اور اس باب کی حدیث کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے لتستووا علی ظھورہ ثم تذکروا نعمة ربکم اذا استویتم علیہ۔

باب تعلیم الصبیان القرآن

غرض اس شخص کا رد ہے جو عقل سے پہلے بچوں کی تعلیم کو مکروہ قرار دیتا ہے۔

تو فی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وانا ابن عشر سنین و قدقرات المحکم. سوال اس روایت میں تو عندالوفات حضرت ابن عباس کی عمر دس سال کی مذکور ہے دوسری روایات میں ۱۳ اور ۱۲ اور ۱۵ آئی ہے۔ جواب۔۱۔ یہاں دس سال کا تعلق وقد قرأت المحکم کے ساتھ ہے۔ وفات کے ساتھ نہیں ہے۔۲۔ وفات کے وقت عمر کے ۱۳ سال پورے ہو چکے تھے اور چودھواں شروع تھا اور پندرہ سال کا ذکر جبر کسر ہے کہ تقریبی حساب میں کسر کے بعد والے بڑے عدد کو بھی ذکر کر دیا کرتے ہیں اس وجہ میں پندرہ کا ذکر صحیح ہے اور دس سال کے ذکر میں الغاء کسر ہے کہ دس سال کو لے لیا اور زائد چھوٹے عدد کو چھوڑ دیا پھر اس حدیث میں محکم اور مفصل کو ایک قرار دینا یہ حضرت ابن عباس کی اپنی اصطلاح ہے۔ حضرت اصولیین کی اصطلاح میں دونوں الگ الگ ہیں۔

باب نسیان القرآن وهل یقول نسیت وآیةً کذا وکذا

یہ استفہام انکاری ہے غرض یہ ہے کہ ایسا نہ کہے اور اصل انکار اس پر ہے کہ جان بوجھ کر کوتاہی کرے کہ قرآن پاک بھول جائے۔

باب من لم یر باسا ان یقول سورة البقرة وسورة کذا وکذا

اس شخص کا رد مقصود ہے جو سورۃ البقرۃ کہنے کو مکروہ قرار دیتا ہے اس شخص کا استدلال طبرانی کی روایت سے ہے عن انس مرفوعا لاتقولوا سورۃ البقرۃ ولا سورۃ آل عمران ولا سورۃ النساء ولکن قولوا السورۃ التی تذکر فیها البقرۃ لیکن طبرانی کی اس روایت کو ابن الجوزی نے موضوعات میں سے شمار کیا ہے اس لئے استدلال صحیح نہ رہا۔ **فکدت اساوره:** میں قریب تھا کہ اس کو سر سے پکڑ لیتا۔

باب الترتیل فی القرأة

غرض میں دو تقریریں ہیں۔۱۔ ترتیل کے معنی ہیں حروف اور حرکات صاف ہوں اور اس معنی کے لحاظ سے ترتیل واجب ہے۔۲۔ الفاظ صاف ہوں اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اس معنی کے لحاظ سے ترتیل مستحب ہے اور اس معنی کے مقابلہ میں تیز پڑھنے کو حدر اور درمیانی رفتار سے پڑھنے کو تدویر کہتے ہیں۔ **ان یهذ کهذا الشعر:** اس کے معنی کاٹنے کے ہوتے ہیں جیسے شعر یاد کرتے وقت یا صرف واقعہ بیان کرتے وقت تیز تیز پڑھے جاتے ہیں البتہ جب گانے کے طور پر شعر پڑھتے تھے تو آہستہ آہستہ پڑھتے تھے۔ **من آل حم:** اس کے معنی ہیں من قبیل حم۔

باب مد القرأة

غرض یہ کہ مد کے موقعہ میں مد کرنی مستحسن ہے۔ یہی معنی حدیث پاک کے بھی ہیں کہ اپنے موقعہ میں مد فرماتے تھے۔

باب الترجیع

غرض یہ ہے کہ مد کے موقعہ میں پوری مد کرنا مستحسن ہے یہی حدیث مذکور کے ایک معنی ہیں دوسرے معنی یہ ہیں کہ اونٹنی پر سوار ہونے کی وجہ سے مد میں کچھ وقفے سے بن رہے تھے دونوں معنی میں مقصود تحسین صوت ہے۔

باب حسن الصوت بالقرأ

غرض یہ کہ تحسین صوت مطلوب و مستحسن ہے حضرت عمر اچھی آواز والے کو مقدم فرماتے تھے۔

باب من احب ان یسمع القرآن من غیره

غرض یہ ہے کہ یہ بھی مستحب ہے کہ دوسرے سے قرآن پاک سنے کیونکہ بعض دفعہ اس میں نشاط زیادہ ہوتا ہے۔

باب قول المقرئ للقاری حسبک

غرض یہ کہ استاد شاگرد سے کہے کہ اب پڑھنا بند کر دو تو یہ بھی خلاف ادب نہیں ہے۔

باب فی کم یُقرأ القرآنُ

غرض مدت کا بیان ہے کہ کم از کم کتنے دنوں میں قرآن پاک ختم کرنا چاہئے اور اس شخص پر رد کرنا ہے کہ جلدی سے جلدی

چالیس دن میں ختم کرنا چاہئے پھر جو بعض احادیث سے شبہ ہوتا ہے کہ ایک دن رات میں قرآن پاک ختم نہ کرنا چاہئے تو وہ صرف شفقت کے طور پر ہے کوئی قوی ہوشوق والا ہو تو اس کے لئے ممانعت نہیں ہے۔ **قال لی ابن شبرمة:** یہ بزرگ مشہور تابعی ہیں اور ہمارے امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ **فقلت لاینبغی لاحدان یقراء اقل من ثلث ایات:** اس کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ ۱- ہر روز نماز کے علاوہ تین آیتیں تو ضرور پڑھ لیا کرے۔ ۲- نماز کی ہر رکعت میں کم از کم تین آیتیں ہونی چاہئیں۔ **کنة:** بیوی بیٹے کی جس کو ہم بہو کہتے ہیں۔ **کنفاً:** اس کے معنی ستر اور جانب کے ہیں یعنی ابھی تک میرے لئے پردہ کی جگہ تلاش نہیں کی اور ابھی تک میری طرف کوئی توجہ ہی نہیں کی۔ دن رات میرے خاوند عبادت ہی میں رہتے ہیں۔ **قال افطر یومین وصم یوماً:** اس پر بظاہر اشکال ہے کہ یہ صورت تو اس سے پہلی صورت سے بھی آسان ہے جس میں ایک ہفتہ میں تین روزے بنتے تھے کیونکہ اس صورت میں ہفتہ میں تقریباً دو روزے بنے۔ جواب ۱- پہلی صورت میں تین روزے رکھ کر پھر مسلسل چار دن افطار ہے اس میں بہت آسانی ہے دو دن افطار اور ایک دن روزہ سے بھی زیادہ آسانی ہے۔ ۲- یہ صورت پہلے ذکر فرمائی تھی اور ہفتہ میں تین روزوں کی بعد میں ذکر فرمائی تھی کسی راوی سے تقدیم وتاخیر ہوئی ہے۔ **والذی یقرؤ ہ یعرضه من النهار:** یہ ماقبل ہی کی تفسیر ہے کہ قرآن پاک کا ساتواں حصہ دن میں کسی کو سنا لیتے تھے پھر وہی رات کو نفلوں میں پڑھ لیتے تھے اس میں بہت آسانی رہتی تھی۔ **وقال بعضهم فی ثلث:** یعنی بعض راویوں نے آخری درجہ حضرت ابن عمرو کی تلاوت کا تین دن میں ختم کا ذکر کیا ہے اور بعض نے پانچ دن میں لیکن زیادہ نے سات دن میں ہی نقل کیا ہے۔

باب البكاء عند قراة القران

غرض یہ ہے کہ تلاوت کے ساتھ رونا مستحب ہے کیونکہ یہ عارفین کی صفت ہے اور صالحین کا شعار ہے اور اس کی تائید سجدہ کی دو آیتوں سے ہوتی ہے جو پندرہویں اور سولہویں پارہ میں ہیں۔ ۱- **یخرون للاذقان یبکون.** ۲- **خروا سجدا وبکیا.**

باب من رایا بقرأة القران اوتاكل به او فجربه

غرض ایسے شخص کی مذمت ہے جو دکھاوے کے لئے تلاوت کرے یا پیسے کمانے کے لئے تلاوت کرے یا قرآن پاک کے خلاف عمل کرے۔ **ویتماریٰ فی الفوق:** تیر کے پچھلے کنارہ کو جو کمان کے دھاگے سے ملا ہوا ہوتا ہے فوق کہتے ہیں معنی یہ ہوئے کہ تیر چلانے والا شک کرتا ہے کہ فوق پر خون ہے یا نہ یا معنی یہ ہیں کہ اس حدیث کے راوی کو شک ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں فوق کا ذکر فرمایا تھا یا نہ۔

باب اقرء واالقران ماائتلفت قلوبكم

جب تک شوق ہو تلاوت کرو جب تھک جاؤ تو کچھ دیر آرام کر لو یہ مسئلہ بتلانا چاہتے ہیں۔ امام بخاری پھر اس باب کی حدیث میں جو ارشاد ہے فاذا اختلفتم فقوموا عنہ اس کے معنی کئے گئے ہیں۔ ۱- جب تھک جاؤ تو اٹھ جاؤ اور کچھ آرام کر لو پھر جب شوق پیدا ہو تو دوبارہ پڑھو۔ ۲- جب جہالت سے قرأت میں دو شخص جھگڑنا شروع کر دیں کہ یہ قرآن ہے یا نہ اور خطرہ ہو کہ کوئی قرآن کے کسی حصہ کا انکار کر دے گا تو اٹھ جاؤ تاکہ انکار قرآن لازم نہ آئے یہ جھگڑا اسی وقت ہوتا ہے جبکہ دونوں جھگڑنے والے فن اختلاف قرأت سے جاہل ہوں یا ایک جاہل ہو کیونکہ جب دونوں ماہر اور واقف ہوں تو وہ جانتے ہیں کہ کون سے الفاظ ثابت ہیں اور کون سے ثابت نہیں ہیں۔ **وجندب اصح واکثر:** غرض یہ ہے کہ بعض نے اس روایت میں آخری راوی حضرت جندب کو قرار دیا ہے اور بعض نے حضرت عمر کو اور راجح پہلا قول ہے پھر ان کی روایت بھی دو طرح ہے موقوف اور مرفوع اور راجح مرفوع ہے۔ **کتاب النکاح:** یعنی هذا کتاب فی بیان احکام النکاح۔

ربط یہ ہے کہ پیچھے کتاب التفسیر اور کتاب فضائل القرآن میں علم کا ذکر تھا اب کتاب النکاح میں عمل کا ذکر ہے۔

باب الترغیب فی النکاح

غرض نکاح کا شوق دلانا ہے اور اس کا استحباب بیان کرنا ہے لیکن اس مقصد کے لئے جو آیت ذکر فرمائی ہے فانکحوا ماطاب لکم من النساء اس کو امام بخاری استحباب پر محمول فرما رہے ہیں لیکن یہ محل اشکال ہے کیونکہ یہاں مقصد عدد کا بیان فرمانا ہے کہ چار سے زائد سے بیک وقت نکاح جائز نہیں ہے۔

اس لئے یہاں امر استحباب کے لئے نہیں ہے جیسا کہ امام بخاری لے رہے ہیں بلکہ صرف اباحت کے لئے ہے۔**ولکنی اصوم وافطر واصلی وارقد:۔** سوال۔ بظاہر تو ہمیشہ روزہ رکھنا اور ساری رات جاگنا اور نماز پڑھنا ہی اولیٰ ہونا چاہئے تھا۔ جواب ۱۔ اعتدال میں ہی کمال ہے کیونکہ اس میں دوام آسان ہے اور نشاط باقی رہنے سے کیفیت عبادت کی اعلیٰ ہو جاتی ہے اور عمدہ کیفیت کا ثواب زیادہ کمیت اور زیادہ مقدار سے بڑھ کر ہے عمدہ کیفیت کی دو رکعت ہزار رکعت سے بڑھ جایا کرتی ہیں شوق محبت خشوع خضوع خوف ورجاء کے کمالات کی وجہ سے ۲۔خود اگرچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ عبادت بھی دوام اور عمدہ کیفیات کے ساتھ کر سکتے تھے لیکن امت پر شفقت فرماتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتدال ہی کو اپنی سنت بنایا تا کہ امت کے ہر قسم کے لوگ اس پیاری سنت پر آسانی سے عمل کر سکیں۔ اللھم صلی علی محمد النبی الامی وعلی اٰلہ واصحابہ واتباعہ وبارک وسلم۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من استطاع منکم الباءة فلیتزوج

اس باب کی غرض فوائد نکاح کا بیان ہے۔

فلقیہ عثمان: ای عثمان بن عفان۔ **فلمارای عبداللہ ان لیس لہ حاجۃ الاھذا اشارالی:۔** عبداللہ کو مرفوع پڑھیں تو لفظ حاجۃ کے بعد الا ہے اور اگر منصوب پڑھیں اور رای کا فاعل حضرت عثمان کو مانیں تو لفظ حاجۃ کے بعد الی جارہ ہے۔ اشار کا فاعل وہی ہے جو رائی کا فاعل ہے۔

شباب:۔ یہ جمع ہے شاب کی۔

باب من لم یستطع الباءة فلیصم

غرض اس حدیث کو بیان فرمانا ہے۔

باب کثرة النساء

غرض یہ ہے کہ جو حقوق ادا کر سکتا ہو اس کے لئے ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کرنا بھی بیک وقت جائز ہے لیکن چار سے زائد ایک وقت میں نکاح میں نہیں آ سکتیں۔

حضرنامع ابن عباس جنازة میمونة بسرف:۔ یہ واقعہ کس سن کا ہے تین قول ہیں۔ ۱۔ ۵۱ھ ۲۔ ۵۳ھ ۳۔ ۶۲ھ۔ **فاذارفعتم نعشھا فلاتزعزعوھا ولا تزلزلوھا:۔** جب تم اس چار پائی کو اٹھاؤ جس پر میت کو رکھا جاتا ہے تو اس کو دائیں بائیں بلا مجبوری حرکت نہ دو اور نہ جھٹکے دو۔ **کان یقسم لثمان:۔** سوال۔ بخاری شریف کتاب الطہارۃ میں حضرت انس سے ۱۱ ازواج مطہرات پر طواف فرمانا اور ان کے پاس باری باری جانا مذکور ہے اور یہاں آٹھ کا ذکر ہے۔ یہ بظاہر تعارض ہے۔ جواب ۱۔ نکاح آگے پیچھے ہوئے ہیں اس لئے کسی زمانہ میں آٹھ کا حق ادا فرماتے تھے اور کسی زمانہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ کا حق ادا فرماتے تھے۔ ۲۔بعض حضرات نے تین لونڈیوں کو بھی ساتھ شمار فرما لیا ہے۔ حضرت ماریہ حضرت ریحانہ اور حضرت فاطمۃ بنت شریح۔ **ولا یقسم لواحدة:۔** اور یہ حضرت سودہ تھیں یہ زیادہ بوڑھی ہو گئی تھیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا اس پر انہوں نے عرض کیا کہ میں قیامت کے دن آپ کی ازواج ہی میں اٹھنا چاہتی ہوں اس لئے مجھے طلاق نہ دیں میں نے اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی یہ بات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی۔ سوال۔ مسلم شریف میں ایک روایت

میں یہ ہے کہ باری چھوڑنے والی حضرت صفیہ تھیں۔ جواب۔ علامہ نووی نے تصریح فرمائی ہے کہ اس حضرت صفیہ والی روایت میں راوی ابن جریج سے وہم ہو گیا ہے انہوں نے غلطی سے حضرت سودہ کی جگہ حضرت صفیہ کا نام ذکر فرمادیا ہے۔

باب من هاجر او عمل خير التزويج امرأة فله مانوىٰ

غرض یہ ہے کہ فاسد نیت سے عمل صالح برباد ہو جاتا ہے۔

باب لتزويج المعسر الذى معه القران والاسلام

غرض یہ ہے کہ مسلمان جس کو کچھ قرآن پاک یاد بھی ہو اس کے لئے نکاح کرنا جائز ہے۔

باب قول الرجل لاخيه انظر اى زوجتى شئت حتىٰ انزل لک عنها

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ یہ بھی ایک بہت بڑا ایثار ہے کہ دو بیویوں والا کسی دینی بھائی کی خاطر یہ پیش کش کرے کہ اگر تم چاہو تو میں ایک بیوی کو طلاق دے دوں اور تم عدت گزرنے کے بعد اس سے نکاح کر لو۔ **وضر من صفرة**:۔ خوشبو کا اثر۔ **وزن نواة من ذهب**:۔ تقریباً سوا تولہ سونا۔

باب مايكره من التبتل والخصاء

غرض یہ ہے کہ عورتوں سے بالکل الگ رہنا اور قدرت کے باوجود نکاح نہ کرنا اور خصتین نکال دینا تاکہ شہوت ختم ہو جائے یہ دونوں کام ناجائز ہیں اور یہی پسند ہے۔ شریعت میں کرامت زیادہ ہو اور جہاد کرنے والے بھی کثرت سے ہوں اور جہاد ہمیشہ باقی رہے۔

ثم رخص لنا ان ننكح المرأة بالثوب: اس روایت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے نزدیک متعۃ النکاح جائز تھا لیکن یہ اسی پر محمول ہے کہ وہ جواز کے قائل اسی وقت تک رہے جب تک ان کو منسوخ ہونے کا پتہ نہ چلا جب پتہ چل گیا تو رجوع فرمالیا اور نسخ کا ذکر روایات میں صراحۃً ہے کیونکہ تین قسم کے الفاظ وارد ہیں۔ ۱۔ ثم ترک ۲۔ ثم جاء تحریمہا بعد۔ ۳۔ ثم نسخ مزید کچھ تفصیل آگے عنقریب آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ **جف القلم بما انت لاق فاختص علىٰ ذلک اوذر**:۔ یہ دھمکی ہے خصی ہونے کی اجازت نہیں ہے جیسے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے فمن شاء فليومن ومن شاء فليكفر انا اعتدنا للظالمين ناراً یعنی خصی ہونا مناسب نہیں صبر سے کام لو سوال۔ حضرت ابو ہریرہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دوام صوم کا مشورہ کیوں نہ دیا۔ جواب ۱۔ وہ پہلے سے کثیر الصوم تھے مزید روزوں کا مشورہ ان کی حالت کے مناسب نہ تھا۔ ۲۔ یہ گفتگو سفر میں ہوئی اور سفر بھی جہاد کا تھا اس لئے روزہ کا مشورہ مناسب نہ تھا۔ صبر ہی کا مشورہ مناسب تھا وہی دیا۔

باب نكاح الابكار

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ باکرہ سے نکاح جائز ہے۔

سرقة حرير:۔ ریشم کا ٹکڑا۔

ان يكن هذا من عندالله يمضه:۔ سوال۔ اس عبارت سے تو بظاہر شک معلوم ہوتا ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اور وحی میں شک نہیں ہو سکتا۔ جواب۔ یہ ایک خصوصی طرز گفتگو ہے جس کو صنعۃ تجاہل العارف کہتے ہیں اس میں شک نہیں ہوتا یقین ہی ہوتا ہے۔ صرف صورت شک کے مشابہ ہوتی ہے یہ ایک عمدہ طریق تکلم ہے۔

باب تزويج الثيبات

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ ثیبہ سے نکاح بھی جائز ہے۔

قطوف: سست رفتار والا۔

باب تزويج الصغار من الكبار

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ میاں بیوی کی عمر میں کافی فرق بھی ہو تو پھر بھی نکاح جائز ہے۔

باب الى من ينكح واى النساء خير

ان عورتوں کا ذکر کرنا مقصود ہے جن سے نکاح بہتر ہے۔

باب اتخاذ السراری و من اعتق جارية ثم تزوجها

غرض دو مسئلوں کا بیان ہے۔۱-اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے لونڈی رکھنا جائز ہے۔۲-لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لینا مستحب ہے۔**یا بنی ماء السماء:** یہ اہل عرب کا لقب ہے کیونکہ وہ بارش کے پانی سے ہی گزارہ کرتے تھے۔**وطا لها خلفه:** اپنے پیچھے بیٹھنے کی جگہ تیار فرمائی۔

باب من جعل عتق الامته صداقها

غرض یہ ہے کہ جو امام اس کے قائل ہیں کہ اعتاق مہر بن سکتا ہے ان کے لئے بھی سنت سے دلیل موجود ہے پھر عند احمد اعتاق مہر بن سکتا ہے وعند الجمہور نہیں بن سکتا۔لنا۔فی البیہقی عن رزینۃ مرفوعا واظہر ھا رزینۃ کہ حضرت رزینہ فرمارہی ہیں کہ حضرت صفیہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آزاد فرمایا اور ان سے نکاح فرمایا تو مجھے بطور مہر کے حضرت صفیہ کو دیا اور منشاء اختلاف بھی اس مسئلہ میں حضرت صفیہ کا نکاح ہی ہے کہ اس میں اعتاق کے علاوہ مہر تھا یا نہ تو ہماری روایت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت رزینہ حضرت صفیہ کو بطور مہر دی گئی تھیں۔اس لئے اعتاق کو مہر نہیں بنایا گیا ولا حمد حدیث الباب عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتق صفیہ وجعل عتقہا صداقہا۔جواب ہماری روایت مثبت زیادۃ ہے اس لئے اس کو ترجیح حاصل ہے۔

باب تزويج المعسر

غرض یہ ہے کہ نفقہ مل جانے کی امید پر اگر غریب آدمی بھی نکاح کرے تو جائز ہے۔

باب الاكفار في الدين

غرض یہ ہے کہ کفو کی رعایت دین کے لحاظ سے ضروری ہے اس لئے مسلمہ کا کافر مرد سے نکاح نہیں ہوتا۔**فجعله نسباً وصهرا:** ان دونوں کے معنی میں تین تفسیریں منقول ہیں۔

اول جس سے نکاح حلال نہیں وہ نسب اور جس سے حلال ہے وہ صہر ہے۔ثانی۔آیت حرمت کے شروع کے سات نسب ہیں بعد کے پانچ صہر ہیں۔نسب میں یہ سات رشتے ہیں۔۱-**حرمت عليكم امهاتكم** ۲-**وبناتكم** ۳-**واخواتكم** ۴-**وعمتكم** ۵-**وخلتكم** ۶-**وبنت الاخ** ۷-**وبنت الاخت** اور صہر میں یہ پانچ ہیں۔۱-**وامهتكم التى ارضعنكم** ۲-**واخواتكم من الرضاعة**. ۳-**وامهت نساء كم** ۴-**وربائبكم التى فى حجوركم من نسائكم التى دخلتم بهن فان لم تكونوا دخلتم بهن فلاجناح عليكم.** ۵-**وحلائل ابنائكم الذين من اصلابكم۔** گویا عقد اور رضاعت والے صہر میں اور ولادت والے نسب ہیں۔ثالث۔نسب میں یہی سات جو ابھی ذکر کئے گئے اور صہر میں بھی سات رشتے ہیں پانچ یہی جو ابھی ذکر کئے گئے دو مزید ہیں جو قرآن پاک میں ان ہی پانچ کے بعد مذکور ہیں۔۶-**وان تجمعوا بين الاختين الاماقدسلف۔** ۷-**والمحصنت من النساء۔** پھر نسب اور صہر والی آیت کو اس باب میں ذکر کرنے سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ نسب اور صہر دونوں کا تعلق کفاءت سے ہے۔**وانكحه بنت اخيه:** یہی محل ترجمہ ہے کہ صرف اسلام کا لحاظ فرمایا اس نکاح میں نسب کا لحاظ نہ فرمایا۔**فذكر الحديث:** بقیہ حدیث میں یہ مسئلہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی حضرت ابو حذیفہ کی اہلیہ کو کہ وہ اپنا تھوڑا سا دودھ پیالے میں نکال کر حضرت سالم کو پلا دے وہ ان کا بیٹا بن جائے گا۔پھر اس حدیث کی دو توجیہیں ہیں۔۱-بڑی عمر کے بچے کو کوئی عورت اگر پیالے میں دودھ نکال کر پلا دے تو وہ بھی رضاعت کے لحاظ سے بیٹا ہی بن جاتا تھا۔یہ حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا۔۲-یہ حکم صرف حضرت سالم کی خصوصیت تھی یہ عام حکم نہیں تھا۔**وكانت تحت المقداد بن الاسود:** یہی محل ترجمہ ہے

کیونکہ مقداد کندی تھے ان کے والد تو عمرو تھے لیکن حضرت اسود کی طرف اس لئے منسوب تھے کہ حضرت نے ان کو اپنا متبنیٰ بنایا ہوا تھا بہر حال یہ کندی تھے اور ان کے نکاح میں حضرت ضباعۃ بنت الزبیر تھیں جو قریش سے تھیں تو یہاں نکاح صرف کفائت فی الدین کی وجہ سے ہوا خاندان کے لحاظ سے نہ ہوا۔ **ھذا خیر من ملء الارض مثل ھذا:.** دین کی اتنی بڑی فضیلت ہے کہ اس امیر جیسے آدمیوں سے زمین بھر دی جائے تو پھر بھی اس غریب کے برابر نہ ہوں گے کیونکہ اس غریب میں دین کا بہت اونچا مقام ہے۔ یہی عبارت محل ترجمہ ہے کہ اس میں دین کی فضیلت کا ذکر ہے کہ وہ مال سے کہیں اونچی فضیلت ہے اس لئے کفو میں بھی دین ہی کا لحاظ ہونا چاہئے۔

باب الاکفاء فی المال

غرض یہ ہے کہ اگر غریب آدمی مہر پر قادر ہو تو وہ غنی عورت سے بھی نکاح کر سکتا ہے۔

باب مایتقی من شوم المرأۃ

عورت میں مختلف نحوستیں ہو سکتی ہیں۔ ۱- بچہ نہ جنے۔ ۲- اس کا مہر بہت زیادہ ہو۔ ۳- بد اخلاق ہو۔

ان من ازواجکم واولادکم عدوالکم:. اس آیت مبارکہ میں من تبعیضیہ ہے اس لئے سب بیویوں اور سب اولاد میں نحوست ثابت نہیں ہوتی اس باب میں اس آیت کے لانے سے یہی غرض ہے کہ نکاح کا پیغام دیتے وقت حالات معلوم کر لینے چاہئیں۔

الشوم فی المرأۃ والدار والفرس:. اس حدیث کے بارے میں دونوں قول ہیں ۱- اگر نحوست ہوتی تو ان چیزوں میں ہوتی جب ان میں نہیں تو کسی چیز میں بھی نہیں ہے۔ ۲- طبرانی میں حضرت اسماء سے موقوفاً منقول ہے کہ گھوڑا سوار نہ ہونے دے مکان تنگ ہو اور برے جواز والا ہو اور عورت بانجھ ہو اس کے اولاد نہ ہو اور بد خلق ہو یہ سب شقاوتیں ہیں۔ مزید تفصیل اس حدیث کی بخاری شریف جلد اول میں گزر چکی ہے۔

باب الحرۃ تحت العبد

غرض یہ ہے کہ حرہ عورت کا نکاح عبد سے ہو سکتا ہے۔ اگر وہ اس پر راضی ہو اور اس میں امام بخاری کا میلان جمہور کے مسلک کی طرف معلوم ہوتا ہے کہ آزاد ہوتے وقت لونڈی کو جو خیار ہوتا ہے وہ اسی صورت میں ہے جبکہ اس کا خاوند غلام ہو لیکن روایات میں تصریح ہے۔ مرفوعا ملکت نفسک فاختاری معلوم ہوا کہ دارومدار بیوی کی آزادی پر ہے اس میں خاوند کے حر یا عبد ہونے کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہ بات حنفیہ کے لئے مؤید ہے۔ عند امامنا ابی حنیفۃ اگر آزاد ہونے والی لونڈی کا خاوند آزاد ہو تو اس صورت میں بھی لونڈی کو خیار عتق ہوگا یعنی وہ چاہے تو نکاح باقی رکھے اور چاہے تو نکاح توڑ دے وعند الجمہور لونڈی کی آزادی کے وقت خاوند اگر آزاد ہے تو اس لونڈی کو نکاح توڑنے کا اختیار نہ ہوگا اور اس پر اتفاق ہے کہ اگر آزاد ہوتے وقت خاوند غلام ہو تو لونڈی کو اختیار ہے چاہے تو اس کے نکاح میں رہے اور چاہے نہ رہے۔ منشاء اختلاف حضرت بریرہ والا واقعہ ہے جو زیر بحث روایت میں منقول ہے عن عائشۃ قالت کان فی بریرۃ ثلث سنن عتقت فخیرت ہمارے امام صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ جب حضرت بریرہ آزاد ہوئی ہیں تو ان کے خاوند حضرت مغیث آزاد تھے اس لئے خاوند کے آزاد ہونے کی صورت میں بھی لونڈی کو آزاد ہوتے وقت نکاح توڑنے کا اختیار ہے اور جمہور ائمہ کی تحقیق یہ ہے جب حضرت بریرہ آزاد ہوئی ہیں تو ان کے خاوند ابھی آزاد نہ ہوئے تھے اسی وجہ سے حضرت بریرہ کو اختیار دیا گیا تھا اس لئے صرف خاوند کے غلام ہونے کی صورت میں ہی لونڈی کو خیار عتق ملے گا۔ خاوند کے آزاد ہونے کی صورت میں نہ ملے گا۔ لنا ابو داؤد کی روایت عن عائشۃ ان زوج بریرۃ کان حرا حین اعتقت وانہا خیرت وللجمہور فی ابی داؤد عن عائشۃ فی قصۃ بریرۃ قالت کان زوجہا عبد اقخیرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاختارت نفسھا ولو کان حرالم یخیرھا ترجیح حریت والی روایت کو ہے کیونکہ وہ روایت مثبت زیادت ہے

کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حضرت مغیث پہلے غلام تھے بعد میں آزاد ہوئے اس لئے جس روایت میں ان کا آزاد ہونا مذکور ہے اس میں عنداعتاق بریرہ زائد صفت کا اثبات مقصود ہے اور جس میں عبدیت کا ذکر ہے اس میں زائد صفت کی نفی ہے اور اصول ہے کہ مثبت زیادۃ اور نافی میں تعارض ہو تو مثبت زیادۃ کو ہی ترجیح ہوتی ہے۔ اور یہ جو وارد ہے کہ ولوکان حرالم تخیرھا یہ حضرت عروہ کا اجتہاد ہے یا حضرت عائشہؓ کا اجتہاد ہے اور حریت کے علم سے پہلے ہے جب حریت کا علم ہو گیا تو یہ اجتہاد باقی نہ رہا۔

باب لاتزوج اکثر من اربع:

غرض روافض کا رد ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص ۹ عورتوں سے بھی بیک وقت نکاح کر سکتا ہے اور اہل السنۃ والجماعت کا اجماع ہے کہ چار سے زائد عورتیں ایک شخص کے نکاح میں بیک وقت نہیں رہ سکتیں۔ ہماری دلیل ۱- **فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث ورباع** ۲- اجماع ہے عدم جواز پر شیعہ کا استدلال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے ہے کہ آپ کے نکاح میں ۹ ازواج مطہرات بھی رہی ہیں۔ جواب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔

باب. وامھا تکم اللاتی ارضعنکم

غرض رضاعت کا مسئلہ بیان کرنا ہے کہ اس سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ **بشر حیبۃ**: اس کے معنی ہیں بشر حالۃ۔ **قال ابولھب لم الق بعدکم**: مفعول محذوف ہے ای راحۃ ابولھب نے خواب میں کہا کہ میں جب سے تم سے جدا ہوا ہوں میں نے راحت کو نہیں دیکھا۔ **غیرانی سقیت فی ھذہ بعتاقتی ثویبۃ**: یہاں جو ھذہ ہے اس کا مشار الیہ بعض روایتوں میں مذکور ہے وہ گڑھا جو انگوٹھے اور سبابہ کے درمیان ہوتا ہے یعنی بہت تھوڑا سا۔ ثویبہ نے ابولھب کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر دی تھی اس پر ابولھب نے اسے آزاد کر دیا تھا اس لئے ابولھب کو بھی تخفیف ہوئی اور تخفیف کی خصوصیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ایسی ہی ہے جیسی خواجہ ابوطالب کو عذاب میں تخفیف ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیادہ امداد کرنے کی وجہ سے۔

باب من قال لارضاع بعد الحولین

کہ جو صاحب فرماتے ہیں کہ دو سال کے بعد رضاعت نہیں ہے ان کے پاس بھی سنت سے دلیل موجود ہے۔ غرض امام بخاری کی تین مسئلوں کا بیان ہے اور پہلے مسئلہ میں اپنے تردد کا اظہار ہے۔

پہلا مسئلہ مدت رضاعت

عندامامنا ابی حنیفہؒ تیس ماہ مدت رضاعت ہے وعندالجمھور دو سال ہے صاحبین بھی جمہور کے ساتھ ہیں۔ لنا قولہ تعالیٰ **وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا** کہ بچے کو ہاتھ میں اٹھانا اور دودھ چھڑانا تیس ماہ میں ہے وللجمھور **والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین** جواب یہ تو صرف طلاق کی صورت میں اگر جھگڑا پڑے تو درمیانہ درجہ بتلایا گیا ہے کہ دو سال ہے کیونکہ آگے اور پیچھے ذکر طلاق کا ہے اور حولین کے بعد یہ بھی وارد ہے **فان ارادا فصالاً عن تراض منھما وتشاور فلا جناح علیھما** اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر میاں بیوی راضی ہوں تو حولین سے کم بھی اور زیادہ بھی دودھ پلایا جا سکتا ہے۔

دوسرا مسئلہ رضاعۃ کبیر

بڑی عمر میں کسی عورت کا دودھ پیالہ میں نکال کر کوئی شخص پی لے تو وہ دودھ پینے والا اس عورت کا رضاعی بیٹا بن جاتا ہے۔ عند عائشہؓ لیکن باقی ازواج مطہرات اور جمہور صحابہ و جمہور فقہاء اس کے قائل ہیں کہ نہیں۔ لنا لنا۔ حدیث الباب عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیھا وعندھا رجل فکانہ تغیر وجھہ کانہ کرہ ذلک فقالت انہ اخی فقال من اخوانکن فانما الرضاعۃ من المجاعۃ۔ حضرت عائشہؓ کی دلیل ابوداؤد کی روایت عن عائشۃ مرفوعا ارضعیہ فارضعتہ خمس رضعات فکان بمنزلۃ ولدھا من الرضاعۃ۔ جواب جمہور کی طرف سے یہ ہے کہ یہ حضرت سھلہ اور حضرت سالم کی خصوصیت ہے۔

تیسرا مسئلہ دودھ کتنی مقدار میں پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے

عندامامنا ابی حنیفۃ و مالک تھوڑے سے دودھ پینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور وہ دودھ پینے والا بچہ اس عورت کا رضائی بیٹا یا بیٹی بن جاتے ہیں وعند الشافعی پانچ دفعہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو گی وعند احمد تین دفعہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو گی لناوامھاتکم اللتی ارضعنکم اس آیت مبارکہ میں مطلق رضاعت مذکور ہے جو ایک گھونٹ سے بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ وللشافعی مافی ابی داؤد عن عائشۃ انھا قالت کان فیما انزل اللہ من القرآن عشر رضعات یحرمن ثم نسخن بخمس معلومات یحرمن فتوفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھن فیما یقرء من القرآن جواب۔ بالاجماع یہ آیت منسوخ التلاوت ہے اور اصل منسوخ التلاوت میں یہی ہوتا ہے کہ وہ منسوخ الحکم بھی ہوتی جب تک کہ کوئی دلیل اس کے خلاف نہ ہو اس لئے یہ حکم بھی منسوخ ہو چکا ہے۔ ولاحمد مافی ابی داؤد عن عائشۃ لاتحرم المصۃ ولا المصتان۔ جواب یہ خبر واحد ہے اور ہماری دلیل نص قرآنی ہے اس لئے اس خبر واحد سے اس کو مقید نہیں کیا جا سکتا گویا یہ مسئلہ اصولی اختلاف میں داخل ہو گیا اور ہمارا یہ اصول بہت زیادہ قوی ہے کہ قرآن پاک کے قطعی حکم کو دلیل قطعی سے ہی بدلا جا سکتا ہے خبر واحد ظنی ہے اس سے نہیں بدلا جا سکتا اور مطلق رضاعت کو تین سے مقید کرنا یہ بھی بدلنا ہی ہے اس لئے صحیح نہیں ہے۔

باب لبن الفحل

اس باب کی غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ جس شخص کی بیوی کا کوئی بچہ دودھ پیتا ہے تو جیسے وہ عورت اس کی ماں بن جاتی ہے ایسے ہی اس عورت کا خاوند اس بچے کا باپ بن جاتا ہے۔

باب شهادة المرضعه

غرض ایک عورت کا حکم بیان فرمانا ہے کہ اس کی گواہی سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے یا نہ پھر یقین سے فیصلہ نہیں فرمایا کیونکہ امام بخاری کو اس مسئلہ میں تردد ہے۔ عنداحمد رضاعت ثابت کرنے کے لئے ایک عورت کی گواہی کافی ہے وعندالجمہور کافی نہیں۔ لنا۔ واستشھدوا شھیدین من رجالکم ولاحمد مافی ابی داؤد عن عقبۃ بن الحارث مرفوعا دعھا عنک اس واقعہ میں صرف ایک عورت کی گواہی کی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خاوند کو حکم دے دیا کہ بیوی کو چھوڑ دو معلوم ہوا کہ رضاعت ثابت کرنے کے لئے ایک عورت کی گواہی کافی ہے کیونکہ یہاں صرف ایک عورت نے کہا تھا کہ میں نے تم دونوں میاں بیوی کو دودھ پلایا ہے۔ جواب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا دعھا عنک یہ صرف احتیاط پر مبنی ہے یہ معنی نہیں ہیں کہ نکاح ٹھیک نہیں ہوا کیونکہ دعھا عنک کے معنی ہیں کہ طلاق دے دو اگر نکاح ہی نہ ہوا تھا تو طلاق کی کیا ضرورت تھی۔ **اشار اسماعیل باصبعیه السبابة والوسطیٰ یحکی ایوب:** غرض یہ ہے کہ اسماعیل راوی اپنے استاد حضرت ایوب کا اشارہ نقل فرما رہے ہیں کہ انہوں نے سبابہ اور وسطی کو جوڑا پھر الگ کیا کہ اس طرح سے تم بیوی کو الگ کر دو۔

باب مایحل من النساء و مایحرم

حلال اور حرام عورتوں کی تفصیل بیان فرمانی مقصود ہے۔

والمحصنات من النساء الاماملکت ایمانکم: یہ تفسیر جو یہاں منقول ہے کہ پانچویں پارہ کے شروع کی آیت کے معنی یہ ہیں کہ آزاد شادی شدہ عورتیں تو حرام ہیں لیکن ماملکت ایمانکم حرام نہیں ہیں بلکہ ان کے آقا کے لئے گنجائش ہے کہ وہ جب چاہے ان کے خاوند سے واپس لے لے یہ تفسیر حضرت انس کا اجتہاد ہے مشہور تفسیر یہ ہے کہ شادی شدہ عورتیں حرام ہیں لیکن وہ لونڈیاں جن کی شادی ہو گئی تھی اب ان کا نکاح قید ہونے کی وجہ سے ٹوٹ گیا اس لئے اب یہ مجاہدین کے لئے حلال ہیں بشرطیکہ مسلمان ہو چکی ہوں یا اہل کتاب میں سے ہوں۔ **اذازنی بھالا تحرم علیه امرأته:** کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی [illegible] سے زنا کرے نعوذ باللہ تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوتی۔ **وابونصر هذا لم يعرف سماعه من ابن**

عباس: یہ صرف امام بخاری کی تحقیق ہے کہ سماع معروف نہیں ہے لیکن راجح یہ ہے کہ سماع ثابت ہے اور حضرت ابن عباس بھی حنفیہ کی طرح حرمت مصاہرت ثابت ہونے کے قائل ہیں۔

باب وربائبکم اللتی فی حجورکم

دو غرضیں ہیں۔ ۱- ربیبہ کی تفسیر کرنی ہے کہ بیوی کی بیٹی جو دوسرے خاوند سے ہو۔ ۲- دخول جو اس آیت میں ہے اس کی صورت کیا ہے عند الشافعی دخول سے جماع مراد ہے وعند الجمہور دخول سے مراد صرف خلوۃ صحیحہ ہے منشاء اختلاف یہی الفاظ مبارکہ ہیں وربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم اللاتی دخلتم بھن بظہر دخول میں دونوں احتمال ہیں کہ کنایہ جماع سے ہو کہ تنہائی کے کمرے میں بیوی کے ساتھ داخل ہو یہ سبب ہے جماع کا اور سبب بول کر سبب مراد ہے جیسا کہ امام شافعی مراد لیتے ہیں اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ دخول اپنے ظاہر پر ہو کہ تنہائی کے کمرے میں بیوی کو لے کر داخل ہو جائے اور خلوت صحیحہ بن جائے آگے جماع کرے یا نہ کرے اور یہ معنی جمہور لیتے ہیں اور ترجیح جمہور کے معنی کو ہی ہے کیونکہ اس میں زیادہ احتیاط ہے۔

لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لام حبیبۃ لاتعرضن علی بناتکن ولا اخواتکن: وجہ استدلال کی یہ ہے کہ اس حدیث میں لفظ ہے بناتکن اور عربی زبان بنات کا لفظ بلا واسطہ بیٹیوں پر بھی بولا جاتا ہے اور بواسطہ بیٹیوں پر بھی بولا جاتا ہے اس لئے تحریم کے مسائل میں دونوں قسم کی بیٹیاں داخل ہیں بلا واسطہ بھی اور بواسطہ بھی۔

وکذلک حلائل ولد الابناء ھن حلائل الابناء: معنی یہ ہیں کہ جیسے بیٹے کی بیوی حرام ہے ایسے ہی پوتے کی بیوی بھی حرام ہے۔ **دفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربیبۃ لہ الی من یکفلھا:** حضرت ام سلمہ کی بیٹی حضرت زینب حضرت نوفل اشجعی کے سپرد فرمائی تھی اس لئے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں نہ رہیں اس کے باوجود ان کو اگلی حدیث میں ربیبہ ہی شمار کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ ربیبہ کا پاس رہنا ضروری نہیں ہے۔

باب الشغار: غرض شغار کا حکم بتلانا ہے۔ عندامامنا ابی حنیفہ شغار میں نکاح تو ٹھیک ہو جاتا ہے البتہ ایسے طریقہ سے نکاح کرنا مکروہ ہے۔ شغار کی صورت یہ ہے کہ ایک طرف بھی لڑکا اور لڑکی ہوں مثلاً بہن بھائی ہوں اور دوسری طرف بھی ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوں۔ مثلاً بہن بھائی ہوں اور دونوں نکاح اس طرح سے اکٹھے کئے جائیں کہ ایک نکاح دوسرے نکاح کا مہر ہو اور اگر مہر ہر ایک کا الگ الگ ہو تو اس کو آج کل وٹہ سٹہ کہتے ہیں یہ شغار نہیں ہے اور وٹہ سٹہ میں شرعاً کسی امام کے نزدیک بھی گناہ نہیں ہے لیکن تجربہ سے اس صورت میں ان چاروں کو عمر بھر بہت زیادہ پریشانی اور لڑائی جھگڑے سے واسطہ پڑتا ہے چاروں میں سے کوئی ایک ذرا شرارت بھی کرے تو دونوں خاندان بے حد پریشان ہو جاتے ہیں اور کثرت سے طلاقیں ہوتی رہتی ہیں ہزاروں میں سے ایک دو ہی ایسے موقعے ہوتے ہیں جو صلح صفائی سے عمر گزار لیں وعند الشافعی واحمد شغار کی صورت میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا وعن مالک دو روایتیں ہیں۔ ۱- نکاح منعقد تو ہو جاتا ہے لیکن قبل الدخول فسخ واجب ہے۔ ۲- نکاح منعقد ہو جاتا ہے لیکن فسخ ہمیشہ واجب رہتا ہے منشاء اختلاف ترمذی کی روایت ہے عن عمران بن حصین مرفوعاً لا شغار فی الاسلام عندنا یہ نفی بمعنی نہی ہے اور شرط فاسد ہے اور نکاح شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ شرط گر جاتی ہے اور ابوداؤد کی روایت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے عن ابن عمر مرفوعاً نہی عن الشغار معلوم ہوا کہ شریعت نے شغار سے منع فرمایا ہے ایسا کرنا اچھا نہیں۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا و عند الشافعی واحمد لانفی جنس کے لئے ہے شغار سے نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا اور امام مالک کی پہلی روایت کی دلیل یوں ہے کہ نفی معنی نہی ہے اور شرط فاسد ہے لیکن دخول سے ملک آ جاتی ہے کیونکہ بمنزلہ قبضہ کے ہے جیسے بیع فاسد میں قبضہ سے ملک آ جاتی ہے ایسے ہی یہاں دخول سے ملک آ جائے گی اور فسخ ضروری نہ رہے گا

اور امام مالک کی دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ شرط فاسد موجب فساد ہے اس کو دور کرنا ضروری ہے اس لئے فسخ کا ضروری ہونا ہمیشہ باقی رہے گا۔ اور حنفیہ کے قول کو ترجیح ہے کیونکہ روایت کے کو مختلف معانی کئے گئے ہیں لیکن قیاس حنفیہ کے ساتھ ہے کیونکہ عقد صادر ہوا ہے اہل سے اور وارد ہوا ہے محل پر اس لئے عقد فی حد ذاتہ صحیح ہے خرابی عوارض میں ہے اور نکاح میں عوارض کا لحاظ نہیں ہوتا بلکہ وہ گر جاتے ہیں اور عقد نکاح ٹھیک ہو جاتا ہے۔

باب هل للمرأة ان تهب نفسها لاحد

غرض تردد کا اظہار ہے اس مسئلہ میں کہ حبہ کے لفظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہ۔

باب نکاح المحرم

غرض یہ مسئلہ بیان کرنا ہے کہ احرام کی حالت میں بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور اختلاف کی تفصیل کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔

باب نهي رسول الله صلى الله عليه وسلم عن نكاح المتعة اخرا

غرض یہ بیان فرماتا ہے کہ متعہ اخیر میں منسوخ ہو گیا تھا حضرت ابن عباس قائل رہے ہیں جواز کے جیسے جان بچانے کے لئے مردار کھانا جائز ہے لیکن حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباس پر بہت سختی کی تھی اور متعہ کی حرمت بیان فرمائی تھی یہاں تک کہ یوں فرمایا تھا حضرت ابن عباس کو خطاب فرماتے ہوئے انک رجل تاء ہ ای عاشق اور حضرت علیؓ کے سوئی دوسرے حضرات سے بھی متعہ کی حرمت حضرت ابن عباس تک پہنچی اس لئے حضرت ابن عباس بھی حرمت کے قائل ہو گئے اور حضرت ابن عباس کا رجوع ترمذی اور ہدایہ اور تفسیر قرطبی میں نقل کیا گیا ہے اور بعض دوسری کتابوں میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں بھی حرمت متعہ کا اعلان فرمایا پھر فتح مکہ کے موقعہ پر بھی اعلان فرمایا پھر حجۃ الوداع میں بھی ہمیشہ کے لئے حرمت کا اعلان فرمایا پھر حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اسی حرمت کا اعلان فرمایا اور جس کو پتہ نہ تھا اس کو بھی پتہ لگ گیا اور متعہ کی حرمت پر اجماع ہو گیا اور حق تعالیٰ کے ارشاد محصنین غیر مسافحین میں بھی اشارہ موجود ہے کہ نکاح میں مدت مقرر نہ ہونی چاہئے یعنی ہمیشہ کے لئے نکاح کیا کرو وقت مقرر کے لئے نہ کیا کرو۔ ابد کی قید لگایا کرو وقت معین کی قید نہ لگایا کرو اور آیت میراث بھی متعہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اولاد متعہ کے لئے وراثت نہیں بیان فرمائی۔ پھر شیعہ کا جو متعہ ہے وہ تو اسلام میں ایک ساعت کے لئے بھی حلال قرار نہیں دیا گیا کیونکہ شیعہ کے متعہ میں نہ گواہ شرط ہیں نہ اذن ولی کی ضرورت ہے نہ عدت ہے اس لئے شیعہ کا متعہ تو عین زنا ہے جو تمام آسمانی دینوں میں حرام ہے پھر متعہ کی حرمت اس آیت سے بھی ثابت ہے الا علیٰ ازواجهم او ماملكت ايمانهم اور طلاق کی اجازت خود صریح دلیل ہے کہ متعہ منسوخ ہو چکا ہے۔

سوال: حضرت ابن عباس پر متعہ کی حرمت کیسے مخفی رہ گئی۔

جواب: حضرت ابن عباس فتح مکہ کے موقعہ میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوئے ہیں اس وقت آپ کی عمر صرف دس یا گیارہ سال کی تھی اور فتح مکہ سے پہلے غزوہ خیبر کے موقعہ پر متعہ کی حرمت کا اعلان ہو چکا تھا اس لئے کچھ عرصہ حضرت ابن عباسؓ کو اس حرمت کا پتہ نہ چلا۔

سوال: یہ منقول ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہؓ اور بعض دیگر اکابر صحابہ آیت معارج اور آیت المومنین سے متعہ کی حرمت اور استدلال فرمایا کرتے تھے فمن ابتغىٰ وراء ذلك فاولئك هم العادون ان دونوں آیتوں سے تو استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں سورتیں مکی ہیں اور متعہ کی حرمت غزوہ خیبر میں ہوئی ہے جو مدنی زندگی میں ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے واقع ہوا۔

جواب: ۱- دونوں سورتوں میں یہ آیت فمن ابتغىٰ وراء ذلك فاو ک هم العادون مدنی ہے اور ان دونوں سورتوں کو مکی کہنا اکثر آیات کے لحاظ سے ہے۔ ۲- اگر ان دونوں آیتوں کو

تکی بھی مان لیا جائے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ ان آیتوں میں صرف اشارہ تھا کہ متعہ اچھا کام نہیں ہے بعد میں اس کی وضاحت نازل ہوگئی اور حرمت کا اعلان کر دیا گیا جیسے شراب کے بارے میں پہلے صرف یہ اشارہ فرمایا کہ یہ اچھا رزق نہیں ہے **و من ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منه سکرا ورزقاً حسنا** ایسے ہی یوں فرمایا **و اثمهما اکبر من نفعهما** ان آیتوں میں صرف اشارہ ہی تھا کہ شراب اچھی چیز نہیں ہے اسی لئے حضرت عمرؓ نے دعا کی اللهم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا یوں دعا نہ فرمائی اللهم حرم علینا الخمر گویا پہلے حرمت کی طرف اشارہ تھا پھر صریح حرمت نازل ہوئی اسی طرح سورۃ المعارج اور سورۃ المومنین میں متعہ کی حرمت کی طرف اشارہ مکہ مکرمہ ہی میں کر دیا گیا تھا پھر خیبر کے فتح کے موقعہ پر صراحتہ حرمت بیان فرما دی گئی۔ اسی کی ایک نظیر یہ بھی ہے کہ **قد افلح من تزکیٰ وذکر اسم ربه فصلیٰ** کے متعلق حضرت علی سے منقول ہے کہ اس آیت مبارکہ میں تزکی میں صدقہ فطر کی طرف اشارہ ہے اور **ذکر اسم ربه** میں تکبیرات عید کی طرف اشارہ ہے اور **فصلی** میں عید کی نماز کی طرف اشارہ ہے۔ ۳- اگر سورۃ المعارج اور سورۃ المومنین کی آیتوں کو واضح بھی مان لیا جائے تو پھر یوں کہا جا سکتا ہے کہ ان آیتوں کے حکم کو فتح خیبر تک مؤخر کر دیا گیا۔ اس کی نظیر یہ آیت مبارکہ ہے **یاایها الذین امنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اهتدیتم** اس آیت کا حکم قرب قیامت تک مؤخر کیا گیا ہے کہ آخیر زمانہ میں تبلیغ ضروری نہ رہے گی کیونکہ کوئی بات سننے کو تیار نہ ہوگا۔

فائدہ: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **واحل لکم ماوراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین** اور دوسری جگہ ہے **ولامتخذی اخدان** اس آیت مبارکہ میں نکاح کی چار شرطوں کا ذکر ہے۔ ۱- **ان تبتغوا باموالکم** میں مہر کا ذکر ہے کہ نکاح میں مہر ضروری ہے۔ ۲- اسی **ان تبتغوا** میں ایجاب کا بھی ذکر ہے کیونکہ جانبین سے طلب اور ابتغاء جبھی ظاہر ہوگا جبکہ ایجاب بھی ہو اور قبول بھی ہو۔ ۳- **محصنین غیر مسافحین** میں احصان کے معنی قید کے بھی ہو سکتے ہیں اور عفت کے بھی ہو سکتے ہیں دونوں معنی میں سے ہر ایک متعہ کے خلاف ہے کیونکہ قید دوام کی ضروری ہے اور عفت بھی دوام ہی کی صورت میں حاصل ہوتی ہے کیونکہ جس طرح کھانے پینے کی ضرورت ایک دن کھا پی کر ختم نہیں ہو جاتی اسی طرح خواہش ایک دفعہ پوری کر کے عفت حاصل نہیں ہوتی بلکہ بیوی کا پاس رہنا ضروری ہے تاکہ ہمیشہ اپنی خواہش جائز موقعہ میں پوری کرے اور زنا کی گندگی اور بدنظری کی گندگی سے بچا رہے۔ ۴- **ولامتخذی اخدان** سے شہود کی قید ثابت ہوتی ہے کہ خفیہ دوست نہ بناؤ بلکہ گواہوں کے سامنے نکاح کرو۔

متعہ کے حرام ہونے میں حکمتیں

۱- انسانی غیرت کا تقاضا ہے کہ ایک ہی عورت کے دو خاوند نہ ہوں ایک ہی وقت میں یہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے اور انسان کی غیرت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ اس کی بیوی میں کوئی دوسرا بھی شریک ہو ایک وقت میں یا یکے بعد دیگرے بلا اضطرار اور طلاق اضطرار کی حالت میں ہوتی ہے کہ بالکل ہی نباہ نہ ہو تو ایک شخص چھوڑ دیتا ہے صرف اس مجبوری میں دوسری جگہ ہمیشہ کے لئے نکاح کرے عام حالات میں ایک باغیرت انسان اجازت نہیں دیتا کہ کوئی دوسرا انسان اس کی بیوی پر قبضہ کرے اس لئے متعہ فطرت انسانی اور غیرت انسانی کے خلاف ہے۔ ۲- جبکہ شیعہ کے نزدیک عدت بھی شرط نہیں ہے تو ایک ہی طہر میں ایک ایک رات کے لئے بیس آدمی متعہ کر سکتے ہیں تو اگر اولاد ہوگی تو کس کی ہوگی متعہ میں خلط نسب ہے۔ ۳- جب والد ہی کا پتہ نہیں تو اولاد کی تربیت کون کرے گا۔ ۴- جب والد کا پتہ نہ چلے گا تو بعض دفعہ اپنی ہی بیٹی یا بھتیجی وغیرہ محرم عورت سے متعہ کرے گا جو انسانی غیرت کا جنازہ ہے۔ ۴- نکاح کا سنت طریقہ تو متعہ کی وجہ سے بالکل ختم ہو جائے گا کیونکہ ہر ایک اپنی خواہش متعہ سے پوری کر لے گا اور اس میں آسانی ہے نہ زیادہ مہر ہے نہ نفقہ ہے نہ گھر لیو

انتظامات کی ضرورت ہے۔ ۲- انسانی طبیعت متعہ کے ذکر سے شرم محسوس کرتی ہے کہ میں نے آج رات متعہ کیا تھا یا میری بیٹی نے کیا تھا یا میری ماں نے کیا تھا یا میری بہن نے کیا تھا اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ خبائث میں داخل ہے اور **ویحرم علیھم الخبائث** کے ماتحت کے ماتحت ناجائز ہونا چاہئے۔

باب عرض المرأة نفسها علی الرجل الصالح

غرض یہ مسئلہ بیان فرماتا ہے کہ کسی بزرگ پر کوئی عورت اپنے آپ کو نکاح کے لئے پیش کردے تو یہ بھی جائز ہے۔

باب عرض الانسان ابنة او اخته علیٰ اهل الخیر

غرض یہ مسئلہ بیان کرنا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن کو کسی بزرگ پر نکاح کے لئے پیش کردے تو یہ بھی جائز ہے۔

باب قول الله جل وعزو لاجناح علیکم فیما عرضتم به

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔

وکل شیٔ صنته او اضمرته فهو مکنون: اس عبارت میں صنتہ کا لفظ صیانت سے مشتق ہے جس کے معنی حفاظت کے ہیں۔

وقال الحسن الاتواعد وهن سراالزنا: حضرت حسن بصری نے اگرچہ اس آیت میں سر کے معنی زنا کے لئے ہیں لیکن راجح دوسری تفسیر ہے یعنی نکاح۔

باب النظر الی المرأة قبل التزویج

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے کہ نکاح سے پہلے صرف اس عورت کو جس سے نکاح ہو جانے کا غالب گمان ہے اس کو صرف ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے تاکہ نکاح کے بعد طلاق کی نوبت نہ آئے۔ عند مالک نکاح سے پہلے لڑکی کو ایک نظر دیکھنا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے وعندالجمہور صرف ایک نظر دیکھ لینے کی گنجائش ہے وہ بھی صرف اس جگہ جہاں رشتہ ہو جانے اور نکاح ہو جانے کی پوری امید ہو یہ معنی نہیں ہیں کہ سڑک پر کھڑا ہو کر دنیا بھر کی عورتوں کو دیکھتا رہے کہ جو پسند آئے گی اس سے نکاح کرلوں گا۔ لنا مافی ابی داؤد عن جابر بن عبداللہ مرفوعاً اذا خطب احدکم المرأة فان استطاع ان ینظر الی ما یدعوہ الی نکاحھا فلیفعل ولمالک پردہ عورت کا حق ہے بلا اجازت اس حق کے خلاف نہیں کرسکتے جواب۔ حدیث پاک کی موجودگی میں قیاس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ **رأیتک فی المنام:** یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمارہے ہے کہ میں نے تجھے نکاح سے پہلے خواب میں دیکھا ہے اس حدیث پاک سے امام بخاری کے استدلال فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب بیداری ہی کی طرح حجت ہوتا ہے تو گویا نکاح سے پہلے جس لڑکی سے نکاح کرنا ہے اس کو دیکھنا پایا گیا معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے۔

باب لانکاح الابولی

غرض اس شخص کے مذہب کا بیان ہے جو اس کا قائل ہے کہ صرف ولی ہی نکاح پڑھ سکتا ہے اور یہی مذہب خود امام بخاری کا بھی ہے کیونکہ وہ الفاظ حدیث کو باب میں لائے ہیں اور یہ حدیث ترمذی اور ابوداؤد میں آئی ہے عن ابی موسیٰ مرفوعاً اور یہ حدیث امام بخاری کی شرطوں پر نہ تھی اور شرط مسلم پر بھی نہیں ہے۔ امام بخاری اس حدیث کی تائید دوسری احادیث اور آیات سے کرنا چاہتے ہیں۔ اختلاف یوں ہے کہ عندالامام انعقاد نکاح میں عورتوں کی تعبیر یعنی عورتوں کا ایجاب وقبول کرنا اپنے لئے یا کسی لڑکے یا لڑکی کے نکاح کے لئے وکیل ہونے کی حیثیت سے جائز ہے اور یہ نکاح ٹھیک ہو جاتا ہے وعندالجمہور صحیح نہیں ہوتا لنا مافی ابی داؤد عن ابن عباس مرفوعاً الایم احق بنفسھا من ولیھا وللجمہور مافی ابی داؤد عن عائشہ مرفوعاً ایما امرأة نکحت بغیر اذن موالیھا فنکاحھا باطل جواب امام ترمذی نے اس روایت کو مضطرب قرار دیا ہے۔ ۲- مافی ابی داؤد عن ابی موسیٰ مرفوعاً لانکاح الابولی جواب ۱- قال یحیی بن

معنین لم یثبت ثمّث لا نکاح الا بولی والوضوء من مس الذکر وکل مسکر حرام۔ ۲۔صغیرہ اور لونڈی پر محمول ہے۔ ۳۔معنی یہ ہیں کہ ولی کی اجازت ضروری ہے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایجاب بھی صرف ولی ہی کر سکتا ہے۔ **لقول اللہ تعالیٰ فلا تعضلوھن:۔**
اس آیت مبارکہ سے استدلال یوں ہے کہ اس میں اولیاء کو خطاب ہے کہ تم مطلقہ عورت کو پہلے خاوند ہی سے دوبارہ نکاح کرنے سے نہ روکا کرو جبکہ میاں بیوی اب صلح صفائی سے رہنے پر راضی ہوں کیونکہ شان نزول یہ ہے کہ حضرت معقل بن یسار نے اپنی ہمشیرہ مطلقہ کو پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کرنے سے روکا تھا۔ حق تعالیٰ نے جو خطاب اولیاء کو فرمایا تو اس سے ثابت ہوا کہ نکاح پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار اولیاء کو ہے عورتوں کی تعبیر ایجاب و قبول میں معتبر نہیں ہم اس کا جواب ایک تو یہ دیتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کے شان نزول میں تین منقول ہیں اول وہی جو استدلال میں مذکور ہے۔ دوسرا شان نزول یہ منقول ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بعض خاوند خود بھی طلاق دے دیتے اور اس مطلقہ کو کسی اور جگہ بھی نکاح نہ کرنے دیتے تھے اس ظلم سے اہل ایمان کو منع فرمانا مقصود تھا تو اس صورت میں خطاب اولیا کو نہیں بلکہ ازواج کو ہے۔ تیسرا شان نزول یہ ہے کہ عام لوگوں کو ترغیب ہے کہ مطلقہ عورتوں کا نکاح جلد ہونا چاہئے۔ اس میں بھی خاص اولیاء کو خطاب نہیں ہے ان تینوں احتمالوں کی موجودگی میں صرف ایک لے کر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ ۲۔دوسرا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ حضرت معقل والے شان نزول میں جو روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معقل نے اپنی ہمشیرہ کو صرف ترغیب دی تھی کہ تم نہ نکاح کرنا اختیار سارا ان کی ہمشیرہ کا ہی تھا اس پر آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ تم یہ ترغیب نہ دو اسی پر خود آیت مبارکہ بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ ارشاد ہے **فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن**۔ نکاح کو عورتوں ہی کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح کا اختیار عورتوں ہی کو ہے۔

ولی کی اجازت میں حکمتیں

پھر کچھ نہ کچھ ولی کی اجازت جو ضروری ہے اس میں حکمتیں ہیں۔ ۱۔عورتوں کی عقل ناقص ہے ایسا نہ ہو کہ وہ نکاح کے فیصلہ میں نقصان میں پڑ جائیں۔ ۲۔اگر ولی کی اجازت کی کسی درجہ میں بھی ضرورت نہ ہوتی تو عورتوں میں شرم و حیاء بالکل ختم ہو جاتی اور وہ اپنے نکاح کے سب معاملات خود ہی پورے کرتیں۔ ۳۔زنا اور نکاح میں فرق اعلان اور اخفاء کا ہے اس اولیاء کے مشورہ اور جمع ہونے میں اعلان ہو جاتا ہے البتہ عورت کا اذن بھی ضروری ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کے میلان کو خود ہی خوب سمجھتی ہے اولیاء نہیں سمجھ سکتے اس لئے سب مصالح کی رعایت رکھنے کے لئے اور کامل اعتدال پیدا کرنے کے لئے شریعت مطہرہ میں ولی اور عورت دونوں کے اذن کا لحاظ کیا گیا ہے۔ **ولا تنکحو االمشرکین حتیٰ یومنوا:۔** استدال کی وجہ یہ ہے کہ خطاب اولیاء کو ہے جواب ا۔یہ آیت منسوخ ہے اس آیت کی وجہ سے **والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم**۔ ۲۔نہی صرف اولیاء کو نہیں ہے بلکہ سب مسلمانوں کو ہے اس لحاظ سے بھی استدلال صحیح نہیں ہے۔ **وانکحوا الایامیٰ منکم:۔** یہاں بھی استدلال اسی وجہ سے ہے کہ خطاب اولیاء کو ہے اس لئے نکاح کے سب معاملات ان ہی کے اختیار میں ہیں اور ایجاب و قبول بھی صرف ان کا ہی معتبر ہے جواب یہ ہے کہ یہاں بھی خطاب اولیاء اور غیر اولیاء کو ہے اور ایم کا لفظ بھی مرد کو اور غلام کو شامل ہے اس لئے یہاں سے صرف عورتوں کی تعبیر فی النکاح کا مسئلہ نہیں نکالا جا سکتا۔ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ مردوں کو اس آیت سے تخصیص کی گئی ہے اس لئے ایم کا مصداق صرف عورتیں ہی باقی رہ گئیں اور استدلال صحیح ہو گیا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض وہم محض ہے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے **ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین**۔ **یخطب الرجل الی**

الرجل ولیۃ:. یعنی مرد اپنے نکاح کے لئے دوسرے مرد کی طرف پیغام بھیجتا ہے کہ اپنی بیٹی یا اپنے ماتحت لڑکی جس کے تم ولی ہو اس کا نکاح میرے ساتھ کر دو وہ مہر لے کر نکاح کر دیتا ہے یہ طریقہ نکاح کا زمانہ جاہلیت میں بھی تھا اور اسلام میں بھی اس کو باقی رکھا گیا ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ ولی ہی نکاح پڑھتا ہے اس لئے عورتوں کی تعبیر نکاح کے ایجاب وقبول میں معتبر نہیں ہے ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس میں صرف ولی کی اجازت کا ذکر ہے اصل نکاح کرنے والی خود لڑکی ہی ہوتی ہے اس کی دلیل دوسری حدیث ہے۔ الایم احق بنفسہا من ولیہا۔**فیعضلھا لما لھا:.** دوصورتیں ہوتی تھیں۔ ا-کسی کی ولایت میں بنت عم وغیرہ ہوتی اور مال و جمال کی وجہ سے نکاح کرنا چاہتا اور مہر پورا نہ دیتا یا بدنی حقوق ادا نہ کرتا۔۲-پسند نہ ہوئی شکل وصورت اچھی نہ ہونے کی وجہ سے اس لئے خود نکاح نہ کرتا لیکن کسی اور سے بھی نکاح نہ کرتا کیونکہ مال والی ہوئی تھی نکاح کروں گا تو دوسرا مرد مال میں شریک ہو جائے گا دونوں صورتوں سے منع فرما دیا گیا کہ خود کرو تو پورا مہر دو اور پورے حقوق ادا کرو ورنہ دوسرے سے نکاح کر دو۔ استدلال یوں ہے کہ آیت سے معلوم ہوا کہ نکاح کا اختیار پورا پورا ولی کو ہے جواب یہ ہے کہ جیسے پیچھے گزرا ولی کی صرف اجازت کی ضرورت ہے کفو نہ ہو تو وجوبا کفو ہو تو استحبابا یہ معنی نہیں ہے کہ عورت بالکل ایجاب وقبول نہیں کر سکتی۔ **ان شئت انکحتک حفصۃ:.** یہ محل ترجمہ ہے معلوم ہوا کہ ولی کو اختیار ہے جواب یہ ہے کہ حضرت حفصہ کی اجازت سے ہی نکاح کرنا مراد ہے۔

فرشتک:. میں نے اپنی بہن کو تیرا بستر بنایا۔

باب اذا کان الولی ھو الخاطب

غرض یہ ہے کہ ولی کو اجازت ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے نکاح میں لے آئے مثلاً بنت عم ہو۔**فامر رجلا فزوجہ:** کسی آدمی کو حکم فرمایا حضرت مغیرہ نے اس نے اس عورت کا نکاح حضرت مغیرہ سے کر دیا اگرچہ حضرت مغیرہ خود ولی تھے یہ صرف مستحب ہے ولی چاہے تو خود ہی اپنے ساتھ نکاح پڑھ لے۔ **اتجعلین امرک الی قالت نعم:.** یہ روایت اس پر محمول ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت ام حکیم کے ولی بھی تھے اسی لئے ولایت کے باب میں ذکر فرمایا ورنہ ظاہر کے لحاظ سے اس روایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرما رہے ہیں کہ تم مجھے اپنا وکیل بنا دو۔ انہوں نے بنا دیا تو اپنے ساتھ نکاح فرما لیا۔اس لئے ظاہر کے لحاظ سے باب سے مناسبت نہیں ہے باب سے مناسبت ثابت کرنے کے لئے ولایت والی توجیہ ضروری ہے۔**ان لم تکن لک بھا حاجۃ فزوجنیھا:.** باب سے مناسبت یوں ہے کہ نبی پاک ﷺ خلیفہ وقت ہونے کی وجہ سے اس عورت کے ولی تھے جس نے اپنے آپ کو نکاح کے لئے نبی پاک ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور نبی پاک ﷺ نے خود تو نکاح نہیں فرمایا دوسرے شخص سے نکاح فرما دیا گویا باب عام ہے ولی اپنے ساتھ نکاح کا پیغام دے یا کسی اور کے ساتھ نکاح کا پیغام دے۔**فیرغب عنھا:.** اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس کو اپنے ساتھ نکاح کرنے کا اختیار تھا لیکن اس نے اپنے ساتھ نکاح کرنا پسند نہ کیا۔ یہ اختیار ثابت ہونا ہی باب کا مقصد تھا اس لئے باب سے مناسبت ہو گئی۔

باب النکاح الرجل ولدہ الصغار

ولد کے لفظ میں مذکر اور مؤنث دونوں داخل ہیں اس لئے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ والد کو صغیر اور صغیرہ کا نکاح پڑھنے کا حق حاصل ہے۔**واللائی لم یحضن:.** امام بخاری اس آیت سے یوں استدلال فرما رہے ہیں کہ جب حق تعالیٰ صغیرہ کی عدت بیان فرما رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ صغیرہ کا نکاح بھی ہو سکتا ہے اور طلاق کی صورت میں عدت تین ماہ ہو گی۔

باب تزویج الاب ابنة من الامام

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ باپ اگر اپنی بیٹی کا نکاح خلیفہ وقت سے پڑھ دے تو یہ بھی جائز ہے۔

باب السلطان ولی

غرض یہ اجماعی مسئلہ بتلانا ہے کہ جس کا ولی نہ ہو بادشاہ اس کا ولی ہوتا ہے۔

باب لاینکح الاب وغیرہ البکر والثیب الابرضاھا

غرض یہ بتلانا ہے کہ والد باکرہ یا ثیبہ کسی کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں کرسکتا۔ ظاہر یہی ہے کہ امام بخاری ہمارے امام ابوحنیفہ کی موافقت فرمارہے ہیں۔ عندامامنا ولایت اجبار کا مدار صغر پر ہے کہ ولی صغیرہ کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح پڑھ دے تو وہ نکاح صحیح ہے وعندالشافعی واحمد مدار بکارت پر ہے کہ باکرہ کا نکاح ولی بغیر اس کی اجازت کے پڑھ دے تو صحیح ہے اور ثیبہ کے نکاح کے لئے اس کی اجازت ضروری ہے وعند مالک بکارت اور صغر میں سے جو بھی موجود ہو ولایت اجبار ولی کو حاصل ہوگی ہر باکرہ کا نکاح بھی ولی اس کی اجازت کے بغیر پڑھ سکتا ہے خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور ہر صغیرہ کا نکاح بھی ولی بغیر اس کی اجازت کے پڑھ سکتا ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ صرف بالغہ ثیبہ کا نکاح ولی اس کی اجازت کے بغیر نہیں پڑھ سکتا۔ منشاء اختلاف اول الباب ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعاً لاتنکح الایم حتیٰ تستامر ولاتنکح البکر حتیٰ تستاذن پس عندنا یہ روایت ثیبہ اور باکرہ دونوں کے حق میں اپنے ظاہر پر ہے کہ دونوں سے اجازت لینی ضروری ہے البتہ صغیرہ باکرہ کے متعلق اجماع ہے کہ اس پر ولایت اجبار ولی کو حاصل ہے کہ ولی اس کی اجازت کے بغیر جہاں مناسب سمجھے اس کا نکاح پڑھ دے وہ نکاح صحیح ہو جائے گا اور اس کا سبب بکارت تو ہو نہیں سکتا کیونکہ اول الباب جو ابھی ذکر کی گئی ہے اس میں صراحۃ آگیا کہ باکرہ کا نکاح اس کے اذن کے بغیر نہیں ہوسکتا اس لئے اجبار کا مدار صرف صغر پر رہ گیا کہ صغیرہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر ولی کردے تو وہ نکاح صحیح ہو جائے گا۔ وللشافعی واحمد اسی اول الباب میں لاتنکح الایم حتیٰ تستامر پر دارومدار ہے اور اس کے مفہوم مخالف سے معلوم ہوا کہ باکرہ پر ولایت اجبار حاصل ہے ولمالک مدار اسی ٹکڑے پر ہے لاتنکح الایم حتیٰ تستامر لیکن ایم سے مراد ثیبہ بالغہ ہے اس لئے صرف ثیبہ بالغہ کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہوسکتا باقی سب سب قسموں کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر ہوسکتا ہے۔ ترجیح حنفیہ کے قول کو ہے تین وجہ سے۔ ۱- ہم حدیث کے دونوں حصول کو اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور دونوں حصوں پر پورا پورا عمل کرتے ہیں آپ ایک حصہ کو لیتے ہیں اور ایک حصہ کو چھوڑتے ہیں۔ افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ ۲- سنن ابی داؤد میں ہے عن ابن عباس ان جاریۃ بکراً اتت النبی ﷺ فذکرت ان اباھا زوجھا وھی کارھۃ فخیرھا النبی ﷺ۔ ۳- تجارت پر قیاس کرنا بھی حنفیہ کی تائید کرتا ہے کہ تجارت کی ولایت کا مدار صغر پر ہے صغیر اور صغیرہ کے مال میں ولی تصرف کرسکتا ہے اسی طرح نکاح بھی ولی ہی صغیر اور صغیرہ کا کرسکتا ہے بالغ اور بالغہ کا نکاح ولی ان کی اجازت کے بغیر نہیں کرسکتا۔

باب اذازوج ابنة وھی کارھة فنکاحھا مردود

یہاں بیٹی سے مراد بالغ بیٹی ہے دو وجہ سے۔ ۱- پیچھے دو باب چھوڑ کر گزر چکا ہے۔ باب انکاح الرجل ولدہ الصغار اس گذشتہ باب کی موافقت یہی چاہتی ہے کہ یہاں بالغہ مراد ہو کہ صغیرہ کا نکاح تو ولی کرسکتا ہے لیکن بالغہ کا نکاح ولی اس کی اجازت کے بغیر نہیں کرسکتا۔ ۲- لفظ کراہت بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لڑکی بالغ ہے کیونکہ نابالغ کو نکاح کی پسندیدگی کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ نکاح اچھا ہے یا نہ۔

باب تزویج الیتیمة

غرض یہ ہے کہ ولی کسی یتیم لڑکی کا نکاح اپنے ساتھ کرے تو وہ نکاح بھی صحیح ہے بشرطیکہ نہ مہر میں کمی کرے نہ حقوق کے ادا کرنے میں کمی کرے۔ ثم قال زوجتکھا۔ مقصد یہ ہے کہ مجلس اگر ایک ہی ہو تو جو اجازت دی ہے وہ باقی رہے گی اور نکاح ہوجائے گا۔

باب اذاقال الخاطب للولی زوجنی فلانة

باب کی غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ لڑکے نے کہا کہ میرا نکاح مثلا اپنی بیٹی سے کر دیں اس کے جواب میں دو گواہوں کے سامنے باپ نے کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیٹی فلاں کا نکاح تجھ سے اتنے مہر کے عوض کر دیا تو یہ نکاح ہو گیا دوبارہ لڑکے کا قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔ لڑکے نے ایجاب کر لیا اور لڑکی کے باپ نے قبول کر لیا۔ نکاح مکمل ہو گیا۔

باب لایخطب علی خطبة اخیه

یعنی جب راضی ہونے کے بالکل قریب ہوں پھر تو دوسرا آدمی پیغام نہ بھیجے اور اگر ابھی ابتدائی درجہ میں گفتگو ہو رہی ہو تو دوسرے شخص کے پیغام بھیجنے میں کچھ حرج نہیں۔ **ولا تجسسوا ولا تحسسوا:** جیم والا اعم ہے حالات معلوم کرنا اور حاء والا اخص ہے چھپ کر بات سننا۔

باب تفسیر ترک الخطبة

غرض یہ بتلانا ہے یہ کیسے پتہ چلتا ہے کہ خاطب اول نے چھوڑ دیا۔

ولو ترکها لقبلتها: اس حدیث پاک سے یہ مسائل مستنبط ہوئے۔ ا- ایک شخص کے خطبہ کرنے کے ارادہ کے بعد دوسرے شخص کا صراحۃً خطبہ کرنا تو اچھا نہیں جبکہ پتہ ہو کہ پہلا شخص اگر خطبہ کرے گا تو فوراً نکاح ہو جائے گا کیونکہ یہ بھی خطبہ قبول ہونے اور جانبین کے راضی ہونے کے قریب پہنچنے ہی کے حکم میں ہے۔ البتہ دل میں سوچنا جائز ہے کہ اگر پہلا شخص ارادہ چھوڑ دے گا تو میں پیغام بھیج دوں گا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق نے ارادہ فرمایا تھا کہ اگر نبی پاک ﷺ حضرت حفصہ سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دیں گے تو میں پیغام بھیج دوں گا اس طرح سوچنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ ۲- کوئی اپنی بیٹی وغیرہ کے نکاح کی پیشکش کرے اور اس کو کوئی عذر ہو قبول کرنے سے تو وہ عذر بیان کر دینا چاہئے تاکہ اس پیش کش کرنے والے کو رنجش نہ ہو۔ ۳- ترک خطبہ کی تفسیر معلوم ہو گئی کہ نکاح کرنے کا ارادہ تھا اب ارادہ بدل گیا یہی ترک خطبہ ہے۔

باب الخطبة

غرض یہ ہے کہ نکاح کے ایجاب وقبول کے لئے خطبہ پڑھنا مستحب ہے۔ سوال۔ اس باب میں نکاح کے خطبہ کی روایت تو لائے ہی نہیں۔ جواب۔ وہ روایت ان کی شرط پر نہ تھی اس لئے نہ لائے اور عام خطبہ والی حدیث سے استنباط فرما لیا پھر گذشتہ باب سے مناسبت لفظی ہے کیونکہ خطبہ بکسر الخاء ہے اور خطبہ بضم الخاء ہے پہلے کے بعد دوسرے کا ذکر ہے۔ پھر امام بخاری اس حدیث کو لا کر یہ اشارہ بھی فرما رہے ہیں کہ اگرچہ خطبہ نکاح کے موقعہ میں مسنون ہے لیکن اپنی ساحرانہ کلام سے حق اور باطل میں التباس پیدا نہ کرے جو کچھ کہے حق ہی کہے۔

باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة

باب کی غرض میں دو تقریریں ہیں۔ ا- نکاح اور ولیمہ میں دف کا بجانا جائز ہے بشرطیکہ صرف اعلان مقصود ہو لہو ولعب مقصود نہ ہو۔ ۲- بلکہ مستحب ہے اسی مذکورہ شرط کے ساتھ۔

باب قول الله تعالیٰ اٰتوا النساء صدقاتهن نحلة وکثرة المهر وادنیٰ مایجوز من الصداق

غرض امام بخاری کی یہ ہے کہ اقل مہر مقرر نہیں ہے شرعاً ایک پیسہ بھی مہر ہو سکتا ہے جو چیز بیع میں ثمن بن سکتی ہے وہ نکاح میں مہر بن سکتی ہے اور یہی مذہب ہے جمہور کا لیکن ہمارے امام ابوحنیفہ کے نزدیک شریعت میں اقل مہر متعین ہے اور وہ دس درہم ہے۔ لنا۔ ا- حق تعالیٰ کا ارشاد ان تبتغوا باموالکم۔ ۲- حق تعالیٰ کا ارشاد ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات فمن ماملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات ان دونوں آیتوں سے ہمارا استدلال اس طرح ہے کہ حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ آزاد عورتوں کا مہر کچھ عزت والا ہوتا ہے اسی لئے کوئی

ادا کر سکتا ہے اور کوئی ادا نہیں کر سکتا جو آزاد عورت کا مہر نہ ادا کر سکے وہ لونڈی سے نکاح کرے اور عزت دینار کو حاصل ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ومن اھل الکتب من ان تامنہ بقنطار یودہ الیک و منھم من ان تامنہ بدینار لایودہ الیک الامادمت علیہ قائما ۔ یہاں قنطار اور دینار کا تقابل ہے اس سے علوم ہوا کہ عرف میں ادنیٰ مال دینار ہے اور یہی عزت والا ہے اور دینار کی قیمت چاندی کے لحاظ سے نبی پاک ﷺ کے زمانہ میں دس درہم تھی اس لئے ان تبتغوا باموالکم میں بھی دس درہم ہی مراد ہیں اور من لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات میں بھی حرہ کا مہر دس درہم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔۳۔ فتح القدیر میں ہے فقد روی ابن ابی حاتم عن القاسم بن محمد قال سمعت جابرا رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لامھر اقل من عشرۃ اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ حسن قرار دیا ہے۔۴۔ قد علمنا مافرضنا علیھم فی ازوجھم اس آیت مبارکہ میں لفظ فرض بھی خاص ہے اور اس کی نسبت متکلم کی طرف بھی خاص ہے۔ معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اور شریعت مطہرہ کی طرف سے اقل مہر متعین ہے کیونکہ اکثر مہر تو بالاتفاق متعین نہیں ہے پھر وہ اقل کتنا متعین ہے اس کی تفصیل اوپر والی حدیث پاک میں آ چکی ہے وجمھور اول الباب الآتی عن سہل بن سعد الساعدی کہ ایک عورت نے اپنے آپ کو نبی پاک ﷺ کی خدمت میں نکاح کے لئے پیش کیا نبی پاک ﷺ خاموش رہے تو ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر آپ نکاح نہیں فرمانا چاہتے تو میرے ساتھ نکاح پڑھ دیجئے اس پر ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ ہے عرض کیا کچھ نہیں اس پر فرمایا اذھب فاطلب ولو خاتما من حدید اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ معمولی چیز بھی مہر بن سکتی ہے کیونکہ لوہے کی انگوٹھی بہت معمولی ہوتی ہے ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ مہر معجل تھا اور مہر مثل ذمہ میں رہنے دیا اور جب وہ لوہے کی انگوٹھی بھی نہ لا سکا تو زوجہ کو خوش کرنے کے لئے صرف تھوڑے سے قرآن پاک کے حفظ ہونے کی وجہ سے نکاح فرمادیا ایسے ہی جن روایتوں میں دس درہم سے کم مہر کا ذکر ہے وہ سب مہر معجل ہی پر محمول ہیں۔

باب التزویج علی القراٰن و بغیر صداق

علامہ عینی نے اس باب کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ مراد ہے بغیر ذکر صداق کے بھی نکاح پڑھ دیا جائے یعنی مہر کا نام نہ لیا جائے تو پھر بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ **فرفیھا رأیک**: یہاں فاء الگ ہے اور راالگ ہے یہ رای سے بھی اور روایت سے بھی امر کا صیغہ آتا ہے کہ اے نبی پاک ﷺ آپ اپنی رائے مبارک ذکر فرما دیں۔ **فقد انکحتکھا بما معک من القراٰن**: عندنا وعند احمد تعلیم قرآن مہر نہیں بن سکتی وعند الشافعی بن سکتی ہے وعند مالک بن تو سکتی ہے۔ لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔ لنا۔ واحل لکم ماوراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم معلوم ہوا کہ مہر کا مال ہونا ضروری ہے اور تعلیم قرآن ایک عمل ہے مال نہیں ہے اس لئے تعلیم قرآن کو مہر نہیں بنایا جا سکتا وللشافعی اول الباب عن سہل بن سعد مرفوعا قد انکحتکھا بما معک من القراٰن جواب یہ معنی ہیں کہ قران پاک کی فضیلت کی وجہ سے نکاح کرتا ہوں کیونکہ وہ شخص مہر معجل کے طور پر لوہے کی انگوٹھی بھی نہ لا سکا جس سے بیوی کو فوری طور پر خوش کر سکتا تو نبی پاک ﷺ نے بیوی کو خوش کرنے کے لئے اس شخص کی دینی فضیلت بیان فرمادی کہ اگرچہ یہ دنیا کے لحاظ سے خالی ہاتھ ہے لیکن اس کے پاس دنیا کی دولتوں سے کہیں اونچی دولت موجود ہے اور وہ بعض سورتوں کا یاد ہونا ہے اور یہاں باء من اجلیہ کے معنی میں ہے یعنی باء سببیہ ہے بابدلیت نہیں ہے کہ تعلیم قرآن کے بدلہ میں نکاح پڑھا ہے قرینہ وہی آیت ہے جو ہماری دلیل کے طور پر ابھی ذکر کی گئی ہے ولمالک اول الباب جو ابھی ذکر کی گئی یہ اجازت اس صورت میں دی گئی جب کہ اس کو مال بالکل نہ ملا اس لئے عام حالات میں تعلیم قران کو مہر بنانا مکروہ ہے۔ جواب وہی ہے جو ابھی گزرا۔

باب المهر بالعروض و خاتم من حديد

غرض یہ ہے کہ نقد کے علاوہ بھی چیزیں مہر بن سکتی ہیں۔

باب الشروط فی النکاح

نکاح کی شرطیں تین قسم کی ہیں۔ا-جن کا ادا کرنا واجب ہے شرط لگائیں یا نہ لگائیں جیسے بیوی سے اچھا سلوک کرنا۔۲-وہ شرطیں جن کے لگانے سے منع کیا گیا ہے جیسے یہ شرط لگائے کہ پہلی بیوی کو طلاق دو۔۳-جن میں اختلاف ہے مثلاً مجھ پر اور نکاح نہ کرنا۔عند احمد عقد کے وقت جو شرط لگائی جائے اس کا پورا کرنا ضرور ہے۔عند الجمہور پورا کرنا ضروری نہیں۔لنا۔فی الطبرانی بسند حسن عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب ام مبشر بنت البراء بن المعرور فقالت انی شرطت لزوجی ان لا اتزوج بعدہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا لا یصلح ولاحمد اسی باب کی مستدل روایت عن عقبۃ مرفوعا احق ما اوفیتم من الشروط ان توفوا بہ ما استحللتم بہ الفروج جواب یہ صرف اولویت پر محمول ہے تا کہ ہماری دلیل سے تعارض نہ ہو۔**قال عمر مقاطع الحقوق عند الشروط:۔** اس کے معنی یہ ہیں کہ شروط واجبہ لگانے سے حقوق ختم ہو جاتے ہیں۔**وعد فی فوفانی:۔** یہی محل ترجمہ ہے۔

باب الشروط التی لا تحل فی النکاح

غرض ان شرطوں کا بیان کرنا ہے جن کا لگانا نکاح کرتے وقت جائز نہیں ہے اس باب کی حدیث میں مرفوعاً وارد ہے عن ابی ھریرۃ لا یحل لامراۃ ان تسئل طلاق اختھا لتستفرغ صحفتھا فانما لھا ما قدر لھا اور سنن ابی داؤد کی روایت میں فانما سے پہلے ولتنکح بھی ہے۔اس حدیث کے چار معنی کئے گئے ہیں۔ا-منکوحہ اپنے خاوند سے یہ نہ کہے کہ تم اپنی دوسری بیوی کو طلاق دے دو تا کہ اس کا حصہ بھی میں ہی لے جاؤں ولتنکح کے معنی ہیں کہ نکاح میں باقی رہے۔۲-اجنبی عورت جس کو کسی نے نکاح کا پیغام دیا ہو پیغام دینے والے کو جس کو خاطب کہتے ہیں اس کو یہ نہ کہے کہ پہلے اپنی پہلی بیوی کو طلاق دو پھر میں تجھ سے نکاح کروں گی بلکہ اس پہلی بیوی کے ساتھ ہی یہ بھی نکاح میں آ جائے اس کو اس کا حصہ جتنا تقدیر میں ہوگا جس کو مقدر کہتے ہیں مل جائے گا۔۳-یہی عورت کسی اور سے نکاح کرے وہاں اس کو اس کا مقدر مل جائے گا۔۴-بیوی کی بہن اپنی بہن کو طلاق دلوا کر اس کی جگہ اپنے بہنوئی سے نکاح نہ کرے بلکہ کسی اور جگہ نکاح کرے اس کو وہاں اس کا مقدر مل جائے گا۔

باب الصفرۃ للمتزوج

امام بخاری کی غرض میں دو تقریریں ہیں۔ا-نیا نکاح کرنے والے کو زرد رنگ کی خوشبو استعمال کرنا جائز ہے لیکن یہ امام بخاری کا اپنا اجتہاد ہے ورنہ جمہور فقہاء کے نزدیک زرد رنگ کی خوشبو مردوں کے لئے منع ہے نیا نکاح ہو یا نہ ہو اور ممانعت احادیث میں وارد ہے اور یہ ممانعت عام ہے نئے نکاح والے کو بھی اور باقیوں کو بھی شامل ہے۔امام بخاری زیر بحث روایت سے استدلال فرما رہے ہیں عن انس ان عبد الرحمن بن عوف جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبہ اثر صفرۃ فسألہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ انہ تزوج امراۃ من الانصار اس کا ہم جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ بلا اختیار تھوڑا سا رنگ بیوی سے لگ گیا تھا خود قصداً حضرت عبد الرحمان بن عوف نے اپنے بدن یا کپڑے پر نہ لگایا تھا۔

۲-دوسری تقریر امام بخاری کی غرض کی اس باب سے یہ ہے کہ اگر بلا اختیار بیوی کے بدن یا کپڑے سے خاوند کے بدن یا کپڑے کو زرد رنگ کی خوشبو لگ جائے تو اس میں گناہ نہیں ہے اس تقریر پر امام بخاری جمہور کی مخالفت نہیں فرما رہے۔

باب:۔ سوال۔اس باب میں حضرت زینب کے ولیمہ کا ذکر ہے اس لئے یہاں باب بلا ترجمہ مانیں یا نہ مانیں اس حدیث کو گذشتہ باب سے کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ گذشتہ باب میں تو نئے نکاح کرنے والے کا حکم ہے کہ اس کے لئے زرد رنگ کی خوشبو لگانا جائز ہے یا غیر اختیاری طور پر لگ جائے تو معاف ہے پس کوئی مناسبت نہ پائی گئی۔جواب۔ا-گذشتہ باب میں جو حدیث لائے تھے اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبد الرحمن بن

عوف کو امر تھا اولم ولو بشاۃ اور اس حدیث میں ایک ولیمہ واقعہ ہے گویا گذشتہ باب میں امر ولیمہ تھا اور اس باب میں فعل ولیمہ ہے۔ ۲- دوسرا جواب یہ ہے کہ گذشتہ باب میں زرد رنگ کا نئے نکاح کرنے والے پر موجود ہونا مذکور تھا اس باب میں نہ ہونا مذکور ہے اس لئے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ زرد رنگ کی خوشبو لگانا نئے نکاح کرنے والے کے لئے صرف جائز ہے واجب نہیں ہے۔

باب کیف یدعیٰ للمتزوج

غرض زمانہ جاہلیت والی دعا کا رد کرنا ہے وہ یہ تھی بالرفاء والبنین۔ رد کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ہے اس کی جگہ احادیث میں دو قسم کی دعائیں منقول ہیں ایک یہاں چھوٹی دعا ہے بارک اللہ لک اور دوسری دعا ذرا لمبی ہے وہ دوسری احادیث میں ہے بارک اللہ لکما وبارک فیکما وجمع بینکما فی خیر۔

باب الدعا للنساء اللاتی یھدین العروس وللعروس

غرض اس دعا کا ذکر کرنا ہے جو خاوند کے گھر موجود عورتیں دلہن کے لئے اور دلہن کو لانے والی عورتوں کے لئے کریں دلہن کو لانے والی اس کی ماں اور دیگر رشتہ دار اور ملنے والی عورتیں ہوتی ہیں۔ **علی خیر طائر**: ۱- نیک فال سے کنایہ ہے۔ ۲- طائر سے مراد انسان کا عمل ہے۔ ۳- طائر سے مراد قسمت ہے۔ ۴- طائر سے مراد حصہ ہے۔

باب من احب البناء قبل الغزو

باب کی غرض کیا ہے اس کی دو تقریریں ہیں۔ ۱- پہلے شادی شدہ رخصتی کرے پھر جہاد پر جائے تاکہ یکسوئی سے جہاد کی عبادت ادا کر سکے۔ ۲- رد کرنا مقصود ہے اس شخص پر جس نے کہہ دیا کہ نکاح سے پہلے حج کرنا چاہئے تاکہ حج سے پاک صاف ہو جائے پھر نکاح کرے امام بخاری رد فرما رہے ہیں کہ معاملہ برعکس ہونا چاہئے کہ پہلے نکاح اور رخصتی کے ذریعہ سے پاک صاف اور عفیف بن جائے پھر حج اور جہاد کی عبادت میں مشغول ہوتا کہ حج اور جہاد کی عبادتیں یکسوئی اور عمدگی سے ادا ہوں۔

باب من بنی بامراۃ وھی بنت تسع سنین

غرض یہ ہے کہ ۹ سال کی عمر سے پہلے عورت کی رخصتی نہ ہونی چاہئے لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک دارومدار قوت پر ہے اگر ۹ سال سے پہلے بھی عورت قوت والی ہو تو رخصتی میں کچھ حرج نہیں اور اگر کمزور ہو تو ۹ سال کے بعد ہونی چاہئے۔

باب البناء فی السفر

غرض یہ ہے کہ سفر میں بھی رخصتی کی گنجائش ہے۔

باب البناء بالنھار بغیر مرکب ولانیران

باب کی دو غرضیں ہیں۔ ۱- زمانہ جاہلیت کی رسم تھی کہ رخصتی کے وقت دلہن سے آگے آگے گھوڑ سوار اعلان کے لئے بھیجتے تھے اور آگ جلاتے تھے اس کا رد ہے کہ کفار جاہلیت کی رسم ہے اور ایک نسخہ میں مرکب کی جگہ موکب ہے جس کے معنی ہیں گھوڑ سواروں کی جماعت جس کو آج کل جلوس کہتے ہیں۔ ۲- دوسری غرض یہ ہے کہ رخصتی رات کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ دن کے وقت بھی ہو سکتی ہے۔

باب الانماط ونحوھا للنساء

انماط کے معنی نمدے اور غالیچے ہیں غرض یہ ہے کہ بستر کے اوپر عمدہ غالیچہ یا نمدہ یا عمدہ چادر بچھانی جائز ہے۔

باب النسوۃ اللاتی یھدین المرأۃ الی زوجھا

غرض یہ ہے کہ دلہن کو تیار کرنے کا اور اس کو بھیجنے کا خصوصی اہتمام کرنا جائز ہے اور بعض نسخوں میں یہاں باب کے عنوان میں اخیر میں یہ الفاظ بھی ہیں ودعائھن بالبرکۃ شاید اس میں اشارہ ہو اس حدیث کی طرف جو یہاں مذکور نہیں ہے جس میں حضرت عائشہ کی دعاء کا ذکر ہے جو انہوں نے کسی عورت کو رخصتی کے لئے پیش کرنے کے بعد کی تھی سلما ودعونا بالبرکۃ۔ **فان الانصار یعجبھم اللھو**: اس لہو کا مصداق اشعار اور دف ہے۔

باب الھدیۃ للعروس

غرض یہ ہے کہ نئے شادی شدہ کو رخصتی کی رات گزارنے کے

بعد پہلی صبح ہی کو کچھ ہدیہ دینا اچھا ہے لیکن قرضہ کی نیت سے نہ ہو جیسا کہ آج کل سلامیوں کا رواج ہے جو قرضہ ہوتا ہے اور پھر صحیح طریقہ سے واپس نہیں کیا جاتا وہ ناجائز رسم اور گناہ ہے۔ **بجنبات:** یہ جنبۃ کی جمع ہے جس کے معنی ناحیہ اور جانب کے ہیں۔**تصدعوا:** سب چلے گئے۔ **وجعلت اغتم:** میں شروع ہوا کہ میں غم کر رہا تھا کہ یہ چند آدمی اب اپنے اپنے گھروں کو کیوں نہیں جاتے۔

باب استعارة الثیاب للعروس و غیرھا

غرض یہ ہے کہ دلہن کے لئے کپڑے اور زیور عاریت کے طور پر لے لینا جائز ہے۔ غیرھا کی ضمیر ثیاب کی طرف لوٹتی ہے۔

باب مایقول الرجل اذااتی اھلہ

غرض وہ دعا بتلانی ہے جو جماع سے پہلے پڑھنی مسنون ہے۔ **لم یغرہ شیطان ابداً:** اس پیارے ارشاد کے مختلف معانی کئے گئے۔ ۱- اتنا اثر شیطان نہ ڈال سکے گا کہ کوئی بھی عمل صالح باقی نہ رہے یہ کفر ہی کی صورت میں ہوسکتا ہے اس لئے حاصل یہ ہوا کہ شیطان اس کو مرتد نہ بنا سکے گا۔ ۲- ولادت کے وقت شیطان کے ہاتھ لگانے سے محفوظ رہے گا۔ ۳- ان بندوں میں سے ہوگا جن کے بارے میں وارد ہے ان عبادی لیس لک علیھم سلطان. ۴- بدن کا نقصان نہ کرے گا کہ ناقص الخلقۃ ہو۔

باب الولیمۃ حق

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ ولیمہ سنت ہے۔

باب من اولم علی بعض نساءہ اکثر من بعض

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جس نے ایک سے زیادہ نکاح کئے ہوں وہ اگر کسی نکاح کے ولیمہ میں چھوٹی اور کسی نکاح کے ولیمہ میں کچھ بڑی دعوت بھی کر دے اپنی امیری اور غریبی کے حالات کی وجہ سے تو اس میں گناہ نہیں ہے جبکہ اس کی نیت کسی ایک بیوی کو تکلیف پہنچانے کی نہ ہو۔ **اولم بشاۃ:** حضرت زینب کے نکاح میں کچھ بڑی دعوت بطور ولیمہ کے فرمائی اس کی وجہ میں اقوال مختلف ہیں۔ ۱- اتفاقاً اس زمانہ میں کچھ گنجائش زیادہ تھی اس لئے قدرے بڑی دعوت فرمائی۔ ۲- بیان جواز مقصود تھا کہ قدرے بڑی دعوت کی بھی گنجائش ہے جبکہ اپنی آمدنی کے لحاظ سے اسراف نہ ہو لیکن اس زمانہ میں چونکہ ولیمہ کا اسراف بہت زیادہ ہے اس لئے گنجائش والے کو بھی بڑی دعوت نہ کرنی چاہئے تاکہ دوسروں کو اسراف کا شوق نہ ہو۔ ۳- چونکہ حضرت زینب کا نکاح اللہ تعالیٰ نے خود پڑھ دیا تھا فلما قضی زید منھا وطراً زوجنکھا اس اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت کا شکر ادا کرنے کے لئے ولیمہ میں قدرے وسعت فرما دی اور ایک بکری ولیمہ کے لئے ذبح فرمائی اور عرب کی بکریاں چونکہ چھوٹے قد کی ہوتی ہیں تقریباً تین چار مرغیوں کے برابر ہوتی ہیں اس لئے ایک بکری سے پندرہ سولہ آدمیوں کی دعوت ہوسکتی ہے ہزار دو ہزار کے لئے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ بہر حال اسراف سے بچنا ضروری ہے وہی رقم اسی لڑکے اور لڑکی کو دے دی جائے تو ان کو کئی سال گھر کے خرچ میں تنگی نہ ہو۔

باب من اولم باقل من شاۃ

غرض یہ ہے کہ چھوٹی سی دعوت بھی ولیمہ کی سنت ادا کرنے کے لئے کافی ہے پھر اس باب کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ اس میں تصریح بما علم ضمناً ہے۔

باب اجابۃ الولیمۃ والدعوۃ ومن اولم سبعۃ ایام ونحوہ

باب سے دو غرضیں ہیں۔ ۱- ولیمہ اور دعوت قبول کرنے کی شریعت میں بہت تاکید ہے۔ ۲- ولیمہ میں دنوں کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس حد نہ ہونے کی دلیل یہ شمار فرمار ہے ہیں کہ ولیمہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دنوں کی کوئی حد ذکر نہیں فرمائی پھر امام بخاری نے اپنی تاریخ میں یہ روایت ذکر فرمائی ہے جو ابوداؤد اور نسائی میں ہے عن عبداللہ بن عثمان الثقفی عن رجل من ثقیف مرفوعاً الولیمۃ اول یوم حق

والثانی معروف والثالث ریاء وسمعۃ اور امام بخاری نے اس حدیث کو اسناد کے لحاظ سے غیر صحیح قرار دیا ہے اور اپنی اسی تاریخ میں ایک روایت نقل فرمائی ہے عن ابن سیرین عن ابیہ انہ لما بنی باھلہ اولم سبعۃ ایام فدعانی ذلک ابی بن کعب فاجابہ۔ **وعن المیاثر:** یہ میثرہ کی جمع ہے ریشمی گدی جس پر گھوڑے پر سواری کے وقت بیٹھتے تھے۔ **والقسیۃ:** ریشم اور سوت کو ملا کر بنائے ہوئے کپڑے قس کی طرف منسوب ہے جو دیار مصر میں ایک بستی تھی۔ **وکانت امراتہ یومئذ خادمھم:** یہ پردہ نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

باب من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ بلا عذر دعوت سے انکار کرنا گناہ ہے۔

باب من اجاب الی کراع

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ تحقیر کی وجہ سے دعوت چھوڑ دینا منع ہے۔

باب اجابۃ الداعی فی العرس و غیرھا

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ بلا عذر دعوت کا رد ممنوع ہے سوال عنقریب تو یہی مضمون گزرا ہے۔ جواب یہ تخصیص بعد التعمیم ہے۔ وہاں دعوت کا ذکر تھا یہاں خاص دعوت ولیمہ ہے۔

باب ذھاب النساء والصبیان الی العرس

غرض یہ مسئلہ بیان کرنا ہے کہ عورتوں اور بچوں کا ولیمہ میں شریک ہونا جائز ہے بشرطیکہ پردہ اور احکام شرع کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔

فقال ممتنا: یہ منت سے ہے ان پر احسان فرماتے ہوئے غرض یہ ہے کہ جلدی سے اور قوت سے اٹھے۔

باب ھل یرجع اذا رای منکرا فی الدعوۃ

غرض یہ ہے کہ اگر دعوت میں برائی کو روک نہ سکے تو اٹھ کر آ جانا واجب ہے۔ **من کنت اخشی علیہ فلم اکن اخشی علیک:** اگر اوروں پر مجھے خوف تھا کہ وہ عورتوں سے مغلوب ہو جائیں گے تو آپ پر تو مجھے خوف نہ تھا لیکن افسوس کہ آپ بھی عورتوں سے مغلوب ہو گئے۔ **نمرقۃ:** اس کے معنی ہیں تکیے۔

باب قیام المراۃ علی الرجال فی العرس و خدمتھم بالنفس

غرض یہ کہ دلہن بھی مہمانوں کو خود کھانا کھلا سکتی ہے۔ یہ واقعہ تو نزول حجاب سے پہلے کا ہے اب پردہ کے ساتھ گنجائش ہے۔ **اماثۃ:** ہاتھوں سے ملا۔ **تتحفہ:** تحفہ پیش کر رہی تھیں۔

باب النقیع والشراب الذی لایسکر فی العرس

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ ولیمہ میں ایسا شربت پلانا جائز ہے جو نشہ نہ کرے۔

باب المداراۃ مع النساء

غرض یہ ہے کہ بیوی سے نرمی کا سلوک کرنا چاہئے۔

باب الوصاۃ بالنساء

لفظ وصاۃ کے معنی وصیت کے ہیں غرض یہ ہے کہ عورتوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے وصیت ثابت ہے اور ان کے حقوق ادا کرنا واجب ہے۔

باب قوا انفسکم واھلیکم نارا

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر بیوی واجب چھوڑے تو اس سے نرمی نہ کرے اور پوری کوشش سے واجبات کا پابند بنائے تاکہ وہ دوزخ کی آگ سے بچ سکے۔

باب حسن المعاشرۃ مع الاھل

غرض یہ ہے کہ بیوی سے اچھا سلوک کرنا واجب ہے۔ **ان لایکتمن من اخبار ازواجھن شیئاً:** عورتوں کی یہ گفتگو کہاں ہوئی زمانہ جاہلیت میں اس میں تین قول ہیں۔ ۱- مکہ مکرمہ میں۔ ۲- یمن میں۔ ۳- قبیلہ بنی خثعم میں۔ پھر یہ روایت موقوف ہے یا مرفوع اس میں دو قول ہیں۔ ۱- حضرت عائشہ پر موقوف ہے سوائے آخری حصہ کے کہ وہ مرفوع ہے۔ ۲- ساری روایت مرفوع ہے۔ **زوجی لحم جمل غث:** میرا

خاوند دبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے۔ بکری کا گوشت پسند کیا جاتا ہے نہ کہ اونٹ کا کیونکہ اس میں کچھ بو ہوتی ہے اور ذائقہ اچھا نہیں ہوتا پھر اونٹ بھی دبلا ہو تو شوق اور بھی کم ہو جاتا ہے مقصد یہ ہے کہ میرے خاوند کا نفع کم ہے۔ **علی راس جبل لاسھل فیرتقی:** اس میں خاوند کا بخل اور تکبر بتلایا کہ اس سے نفع حاصل کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ وہ بخیل ہے اور اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا ہے گویا کہ پہاڑ پر بیٹھا ہے۔ **ولا سمین فینتقل:** راجح یہ ہے کہ سہل اور سمین کو مرفوع پڑھا جائے کیونکہ یہ لحم کی صفتیں ہیں اور ولا سمین کے معنی ہیں کہ یہ گوشت عمدہ نہیں ہے کہ مشقت اٹھا کر لایا جائے۔ اسی پہلی صفت قلیل النفع ہی کی تاکید ہے۔ کل تین برائیاں بیان کی ہیں قلیل النفع۔ بخیل اور متکبر۔ **انی اخاف ان لا اذرہ:** ا۔ اس عبارت میں اذرہ کی ضمیر لوٹتی ہے خبر کی طرف کیونکہ اس سے پہلے ہے زوجی لا ابث خبرہ اور لا زائدہ ہے میں ڈرتی ہوں کہ اس کی خبر چھوڑ دوں گی یعنی اس کے حالات اتنے زیادہ ہیں کہ میں سب بیان نہیں کر سکتی۔ ۲۔ ضمیر لوٹتی ہے خاوند کی طرف اور لا زائدہ ہے میں ڈرتی ہوں کہ اگر میں اس کے حالات بیان کرونگی تو اس کو چھوڑ دونگی یعنی وہ مجھے طلاق دے دے گا۔ ۳۔ ضمیر لوٹتی ہے زوج کی طرف اور لا زائد نہیں ہے اور معنی یہ ہیں کہ اگر میں اس کے حالات بیان کرونگی تو اس کو نہ چھوڑوں گی یعنی خوب رگڑوں گی اور خوب عیب بیان کروں گی اور خوب ذلیل کروں گی۔ **ان اذکرہ اذکر عجرہ و بجرہ:** ا۔ سب کچھ بیان کر دوں گی جس کو اردو میں کہتے ہیں اترے پترے کھول دونگی۔ ۲۔ عجر کے معنی ہیں پیچھے پھونک مارنا اور بجر کے معنی ہیں آگے پھونک مارنا کنایہ ہے اس سے کہ اس کے سب عیب کھول دوں گی۔ ۳۔ عجر اور بجر کے معنی گرہ کے آتے ہیں معنی یہ ہیں کہ اس کے اچھے اخلاق پر جو گرہ لگی ہوئی ہے اس کو بیان کر دونگی اور ثابت کر دونگی کہ اس میں اچھے اخلاق نہیں ہیں۔ ۴۔ اس کے راز کھول دونگی۔ ۵۔ اس کے باطنی عیب ظاہر کر دونگی۔ ۶۔ عجرہ سے مراد ظاہری باتیں غم کی جو بہت سے لوگ جانتے ہیں اور بجرہ سے مراد باطنی باتیں غم کی جو لوگ نہیں جانتے وہ سب بتلا دوں گی گویا لغوی معنی ایک تو وہ آتے ہیں جو دوسرے مرادی معنی میں بتلائے گئے ہیں اور دوسرے یہ آتے ہیں کہ عجر کہتے ہیں رگوں کی گرہ کو اور بجر کہتے ہیں رگوں ہی کی گرہ کو جو پیٹ میں ہو گویا عجر عام ہے اور بجر خاص ہے باقی سب مرادی معنی ہیں۔ **زوجی العشنق:** لمبا تڑنگا یعنی بہت لمبا ہے۔ **ان انطق اطلق:** اگر میں اس کے عیب بتلاؤں گی تو وہ مجھے طلاق دے دے گا۔ **وان اسکت اعلق:** اگر میں خاموش رہوں گی تو کالمعلقہ تو ہوں ہی یعنی نہ میرے حق ادا کرتا ہے نہ طلاق دیتا ہے۔ **زوجی کلیل تھامۃ:** اس عبارت میں تہامہ جگہ کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے قریب ہے رات سے مراد موسم بہار کی رات ہے جو اعتدال والی ہے۔ **لا حر ولا قر:** نہ بہت گرم ہے نہ بہت ٹھنڈا ہے کہ تکلیف دہ ہو اعتدال والا ہے۔ **لا مخافۃ ولا سامۃ:** نہ میں اس سے ڈرتی ہوں کیونکہ اچھے اخلاق والا ہے نہ وہ مجھ سے اکتاتا ہے۔ **زوجی ان دخل فھد:** میرا خاوند جب گھر میں آتا ہے تو چیتے جیسا ہو جاتا ہے یا تو چیتے کے ساتھ تشبیہ ہے زیادہ سونے میں یا جلدی جماع کرنے میں۔ **وان خرج اسد:** جب باہر جاتا ہے تو دشمنوں پر شیر ہو جاتا ہے حضرات صحابہ کرام کی طرح ہے اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ **ولا یسأل عما عھد:** اس عبارت میں عہد کا تعلق ماضی سے بھی ہے اور حال سے بھی ہے یعنی ماضی کے لحاظ سے جو مال اس کے علم میں ہے اس کے متعلق باز پرس نہیں کرتا اور فی الحال جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اس میں کھود کرید نہیں کرتا نرمی سے پیش آتا ہے۔ **زوجی ان اکل لف:** میرا خاوند اگر کھانے بیٹھتا ہے تو سب کچھ کھا جاتا ہے۔ **وان شرب اشتف:** اگر پیتا ہے تو سب کچھ پی جاتا ہے۔ **وان اضطجع التف:** اور اگر لیٹتا ہے تو اکیلا لیٹتا ہے۔ **ولا یولج الکف لیعلم البث:** اور میری طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا تا کہ میرا پراگندہ

حال معلوم کرے۔**زوجي غياياء اوعياياء:**. میرا خاوند گمراہ ہے یا عاجز ہے۔**طباقاء:**. اس کے مختلف معانی کئے گئے ہیں ۱۔زیادہ جوڑے بیتے والا ہے جو بیوی پر منطبق نہیں ہوتا۔۲۔احمق ہے۔۳۔احمق بھی ہے متکبر بھی ہے۔۴۔بولنے سے عاجز ہے۔**كل داء له داء:**. عورت کی ہر بیماری اس کے لیے بیماری ہے یعنی عورت کے ہر معمولی سے معمولی عیب کو بھی وہ بہت بڑا عیب سمجھتا ہے۔**شجك او فلك او جمع كلالك:**. تیرے سر کو پھاڑ دے گا یا تجھے زخم لگائے گا یا دونوں چیزیں یعنی سر پھاڑنا اور پھر زخم لگانا دونوں کو جمع کرے گا۔**زوجي المس مس ارنب:**. میرا خاوند ایسا ہے کہ اس کا چھونا خرگوش کی طرح نرم ہے۔**والريح ريح زرنب:**. اور اس کی خوشبو زعفران کی خوشبو کی طرح ہے۔**زوجي رفيع العماد:**. اونچے ستون والا یعنی اونچی عمارت والا امیر آدمی ہے۔**طويل النجاد:**. لمبے پرتلے والا ہے یعنی لمبے قد والا ہے اور شکل وصورت کا اچھا ہے۔**عظيم الرماد:**. زیادہ راکھ والا ہے یعنی سخی ہے مہمان زیادہ آتے ہیں کھانے زیادہ پکتے ہیں اس لیے زیادہ راکھ بنتی ہے۔**قريب البيت من الناد:**. مجلس شوریٰ کے قریب ہی اس کا گھر ہے یعنی بہت سمجھدار ہے اس لیے مجلس شوریٰ والے اس کے گھر کے قریب ہی شوریٰ کا اجلاس رکھتے ہیں تاکہ وہ شریک ہو سکے۔**زوجي مالك ومامالك:**. میرے خاوند کا نام مالک ہے اور کیا ہی اچھا ہے مالک۔**مالك خير من ذالك:**. ۱۔جو میرے ذہن میں اچھے خاوند کا نقشہ ہے وہ اس سے بہتر ہے۔۲۔وہ دنیا بھر کے مالک نام والے انسانوں سے بہتر ہے۔۳۔اے مخاطب تیرے ذہن میں جو مالک الاموال کا نقشہ ہو سکتا ہے وہ اس سے بہتر ہے۔**له ابل كثيرات المبارك قليلات المسارح:**. اس کے اونٹ ایسے ہیں جو چرنے کم جاتے ہیں اور گھر میں زیادہ رہتے ہیں کیونکہ وہ بہت مہمان نواز ہے اور مہمانوں کے آنے پر اونٹ ذبح کرتا ہے۔اس لیے اونٹ گھر پر موجود رکھتا ہے۔**واذاسمعن صوت المزهر ايقن انهن هوالك:**. مزہر سے مراد وہ لکڑی ہے جس سے گھنٹی بجائی جاتی ہے یا کوئی اور باجا بجایا جاتا ہے۔معنی یہ ہوئے کہ جب مہمان آتے ہی تو میرا خاوند خوشی سے گھنٹی بجاتا ہے تو اونٹنیاں سمجھتی ہیں کہ اب مہمان آگئے ہیں ہم میں سے کسی نہ کسی کو ضرور ذبح کیا جائے گا یعنی وہ مہمانوں کے آنے سے بہت خوش ہوتا ہے اور ان کی بہت خدمت کرتا ہے اور مہمان بھی اتنے زیادہ آتے ہیں کہ اونٹنیاں بھی ان حالات کی عادی ہو چکی ہیں۔**زوجي ابوزرع يما ابو زرع:**. میرا خاوند ابوزرع ہے اور کیا ہی اچھا ابوزرع ہے۔**اناس من حلي اذني:**. میرے کانوں کو زیور سے جھومنے والا بنا دیا یعنی زیور سے بھر دیا۔**وملاء من سحم عضدي:**. اور میرے بازوؤں کو چربی سے بھر دیا مجھے خوب کھلایا پلایا کہ میرے بازوؤں میں بہت چربی آگئی۔**بحجني فبحجت الى نفسي:**. مجھے خوش کیا پس خوشی سے میری طرف آیا میرا نفس اس میں تجرید ہے کہ میرے نفس میں سے ایک اور نفس نکلا اور وہ خوش ہو کر میری طرف آیا یعنی میں بہت زیادہ خوش ہوگئی۔**وجد ني في اهل غنيمة بشق:**. مجھے تھوڑی سی بکریوں والوں میں میں ایک جانب پایا یعنی مجھے ایک غریب گھرانے میں پایا۔**فجعلني في اهل صهيل واطيط ودائس دمنق:**. مجھے ایسے لوگوں میں رکھا جن کے گھر گھوڑے ہیں اور اونٹوں کے پالانوں کی آواز جس کو اطیط کہتے ہیں وہ آتی ہے اور جن کے گھروں میں غلہ کو کاٹنے کے بعد گاہنے والے ہوتے ہیں اور پھر گاہنے کے بعد گندم وغیرہ کو بھوسے سے الگ کرنے والے ہوتے ہیں گویا میں غریب گھرانے کی تھی مجھے امیر گھرانے میں ابوزرع لے آیا۔**اقول فلا اقبح:**. میں باتیں کرتی تھی مجھے کوئی برا نہ کہتا تھا۔**وارقدفا تصبح:**. میں سوتی تھی اور سوتے سوتے صبح کر دیتی تھی یعنی لونڈیاں کام کرنے والی موجود

تھیں مجھے جلدی اٹھنے کی ضرورت نہ تھی۔ **واشرب فاتقمح**:۔ میں پیتی تھی تو خوب سیراب ہو کر پیتی تھی کیونکہ مقامح اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو خوب سیراب ہو چکی ہو اور سر اٹھالے اور مزید پانی نہ پیئے۔ **ام ابی زرع فمام ابی زرع**:۔ ابوزرع کی والدہ کیا ہی اچھی ہے ابوزرع کی والدہ۔ **عکومها رواح وبیتها فساح**:۔ اس کے صندوق بھرے ہوئے ہیں اور اس کا گھر وسیع ہے۔ **ابن ابی زرع فما ابن ابی زرع**:۔ ابوزرع کا بیٹا کیا ہی اچھا تھا ابوزرع کا بیٹا۔ **مضجعه کمسل شطبة**: اس کے لیٹنے کی جگہ لکیر دار تلوار کی جگہ جیسی تھی مسل کہتے ہیں تلوار کی نیام کو جس میں تلوار رکھی جاتی ہے اور شطبہ کہتے ہیں لکیر دار تلوار کو جس کے درمیان لکیر ہو گویا ابوزرع کے بیٹے کو تلوار کے ساتھ تشبیہ دی ہے وجہ شبہ میں تین احتمال ہیں۔۱- دشمنوں پر تلوار جیسا سخت تھا۔۲- شکل وصورت میں تلوار جیسا سفید اور خوبصورت تھا۔۳- تلوار کی طرح سیدھے بدن کا تھا۔ **ویشبعه ذراع الجفرة**:۔ چار ماہ کے بکری کے بچے کی ایک ٹانگ کھالینا ہی اس کے پیٹ کو بھرنے کے لئے کافی ہے۔ **ملء کساء ها**:۔ بھاری بدن کی ہے کہ اپنی چادر کو خوب بھر دیتی ہے۔ **غیظ جارتها**:۔ ظاہر اور باطن کے لحاظ سے ایسے کمالات والی ہے کہ اس کی سوکن اس سے ہمیشہ جلتی ہی رہتی ہے۔ **لاتبث حدیثنا تبثیثا**:۔ ہماری راز کی بات باہر نہیں پھیلاتی۔ **ولاتنقث میرتنا تنقیثا**:۔ خیانت سے ہمارے غلہ کو کم نہیں کرتی۔ **ولا تملا بیتنا تعشیشا** اور ہمارے گھر کو کوڑے کرکٹ سے نہیں بھرتی یعنی جلدی جلدی خوب صفائی کرتی رہتی ہے۔ **والا وطاب تمخض**:۔ دودھ کے مشکیزوں میں سے مکھن نکالا جا رہا تھا یعنی صبح کا وقت تھا۔ **یلعبان من تحت خصر ها برما نتین**:۔ اس عبارت کے دو معنی کئے گئے ہیں۔۱- اس عورت کے دو بیٹے اپنی والدہ کے ساتھ دو انار کے دانوں کے ساتھ یعنی دو اناروں کے ساتھ کھیل رہے تھے وہ عورت سیدھی لیٹی ہوئی تھی اس کی بیٹھنے کی جگہ بھاری تھی اور کمر پتلی تھی کمر کے نیچے سے وہ بچے انار ادھر ادھر پھینک رہے تھے دوسری روایت میں سیدھے لیٹنے کی تصریح ہے۔۲- اس کے دودھ کو رمانتین سے تشبیہ دی ہے کہ اس کے دو بچے اس کے پستانوں سے کھیل رہے تھے لیکن یہ توجیہ بعید ہے کیونکہ تحت خصرھا کچھ اس کے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ **فنکحت بعده رجلا سریا**:۔ ابوزرع کے بعد میں نے ایک سردار سے نکاح کیا۔ **رکب شریا**:۔ تیز گھوڑے پر سوار ہوا۔ **واخذ خطیاً**:۔ اس نے خط جگہ کا بنا ہوا نیزہ ہاتھ میں لیا۔ **واراح علي نعما ثریا**:۔ اور اس نے میری طرف بہت اونٹ چلائے یعنی مجھے بہت مال دیا۔ **واعطاني من کل رائحة زوجاً**:۔ ہر قسم کے مویشیوں کا جوڑا مجھے دیا۔ **ومیری اهلک**:۔ اپنے گھر والوں کو غلہ پہنچاؤ۔ **کنت لک کابی زرع لام زرع**:۔ ایک روایت میں یہاں یہ بھی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے یہ ساری باتیں سننے کے بعد یہ بھی فرمایا الا ان ابازرع طلق ام زرع وانالم اطلقک کہ باقی باتوں میں تو میں اے عائشہؓ تمہارے لئے ابوزرع کی طرح ہوں لیکن اس نے طلاق دی میں نے طلاق تمہیں نہیں دی۔ **وقال بعضهم اتقمح**:۔ یعنی نون کی جگہ میم ہے معنی تقریباً وہی ہیں۔

باب موعظة الرجل ابنة بحال زوجها

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ باپ اپنی بیٹی کو اس کے خاوند کے خوش رکھنے کی نصیحت کرے تو یہ مستحب ہے۔ **فصحبت علي امرأتي**:۔ میں اپنی بیوی پر چیخا نہیں میں نے ڈانٹا۔ **اثم هو**:۔ کیا عمر گھر پر ہیں **طلق النبی صلی الله علیه وسلم نسأه**:۔ واقع میں ایک ماہ کے لئے ایلا لغوی فرمایا تھا یہ سمجھے کہ طلاق دے دی ہے۔

باب صوم المرأة باذن زوجها

غرض یہ بتلانا ہے کہ خاوند کا حق نفلی روزے پر مقدم ہے اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہیں رکھ سکتی۔

باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها

غرض یہ مسئلہ جتلانا ہے کہ عورت خاوند کو چھوڑ کر ناراض ہو کر اس کے بستر سے الگ رات گزارے تو یہ حرام ہے اور جزاء کو ترجمۃ الباب میں ذکر نہ فرمایا کیونکہ حدیث پاک میں آ ہی رہی تھی خود سمجھ جائیں گے۔

باب لا تاذن المرأة في بيت زوجها لاحد الاباذنه

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو اپنے خاوند کے کمرے میں آنے کی اجازت دے۔ **ماانفقت من نفقة من غير امره فانه يودیٰ اليه شطره:**۔ یعنی اگر خاوند کی صراحۃً اجازت تو حاصل نہ کی ہو لیکن دلالۃً اجازت ہو کہ اگر اس کو پتہ چلے گا تو ناراض نہ ہوگا تو اس صورت میں بیوی کے خیرات کرنے سے خاوند کو آدھا ثواب پھر بھی مل جائے گا کیونکہ مال تو اسی کا ہے۔ **وقمت علیٰ باب النار فاذعامة من دخلها النساء:**۔ اس روایت سے پہلے بعض نسخوں میں باب بلا ترجمہ ہے اور بعض نسخوں میں نہیں ہے دونوں صورتوں میں اس روایت کی مناسبت گذشتہ باب سے تتمہ ہونے کے لحاظ سے یا گذشتہ باب کا جز ہونے کے لحاظ سے یہ ہے کہ پچھلے باب میں عورتوں کو نہی تھی یہاں عورتوں کے عذاب آخرت کا ذکر ہے اس عذاب کی وجہ نہی کی مخالفت ہے پھر اس واقعہ کا تعلق بظاہر صلوٰۃ الکسوف سے ہے جیسا کہ آئندہ باب کی لمبی روایت میں کسوف کا ذکر بھی ہے۔

باب كفران العشير وهو الزوج

غرض یہ ہے کہ خاوند کی ناشکری جائز نہیں ہے اور یہ کفران شکر کی ضد ہے ایمان کی ضد نہیں ہے۔ **وهو الخليط فی المعاشرة:**۔ یہ خاوند کو عشیر کہنے کی وجہ تسمیہ ہے۔

باب لزوجک علیک حق

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ بیوی کا خاوند پر حق واجب ہوتا ہے۔

قاله ابو جحيفة عن النبی صلی الله عليه وسلم:۔ یہ روایت تفصیل سے کتاب الصوم میں گزری ہے۔

یہ روایت تفصیل سے کتاب الصوم میں گزری ہے۔

باب المرأة راعية في بيت زوجها

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ بیوی کے ذمہ واجب ہے کہ وہ خاوند کے گھر کی نگرانی کرے اور خیال رکھے اور حفاظت کرے۔

باب قول الله تعالیٰ الرجال قوامون على النساء

غرض یہ بیان فرمانا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے اس آیت مبارکہ پر عمل فرمایا۔ **وقعد فی مشربة له:**۔ اس حدیث پاک کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے اس حصہ پر عمل فرمایا **واهجروهن في المضاجع**۔

باب هجر النبی صلی الله عليه وسلم نسائه فی غير بيوتهن

باب کا مقصد یہ ہے کہ آیت پر عمل کرنے کی دونوں صورتیں ہیں کمرے کے اندر الگ ہو جائے اور کمرے سے باہر چلا جائے۔ **والاول اصح:**۔ اول کا مصداق ہے عمل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر سے باہر ایک کے لیے تشریف لے جانا یہ سند کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے اس کے مقابلہ میں ایک روایت وہ ہے جس کو امام بخاری یذکر عن معاویۃ بن حیدۃ سے ذکر فرمارہے ہیں اس روایت میں یوں آتا ہے لاتقبح ولا یضرب الوجہ غیر ان لاتھجر الافی البیت۔ تطبیق یہ ہے کہ بعض دفعہ گھر میں چھوڑنا زیادہ مناسب ہوتا ہے اور بعض دفعہ گھر سے باہر جانا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔ اس لیے دونوں کی گنجائش ہے۔

باب ما يكره من ضرب النساء

غرض یہ ہے کہ بیوی کو اتنا مارنا جس سے اس کو زیادہ تکلیف ہو کر وہ تحریکی ہے اس کو مبرح کہتے ہیں۔

باب لا تطيع المراة زوجهافی معصيته

غرض یہ ہے کہ گناہ میں خاوند کی اطاعت حرام ہے۔

فتمعط شعرا سها:. سر کے بال گر گئے۔

باب وان امرأة خافت من بعلها نشوزاًاو اعراضا:

غرض اس آیت مبارکہ کو تفسیر کا بیان فرمانا ہے۔ **باب العزل:۔** غرض جمہور فقہاء کے قول کی تائید فرمانا ہے کہ عزل جائز ہے یعنی ڈھلی کر کے منی باہر نکال دینا اور ابراہیم نخعی کے نزدیک عزل مکروہ ہے۔

لنا روایته ابی داؤدوالبخاری آخرالباب عن ابی سعید الخدری قال اصبنا سبیا فکنا لعزل نسألنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال اوانکم تفعلون قال ثلثاً ما من نسمته کائنته الی یوم القیامته الا هی کائنته امام نخعی کی دلیل فی مسلم عن جزامته مر فوعات ذلک الوادالخفی جواب پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا پھر اجازت دے دی تھی جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے عن ابی سعید الخدری ان رجلا قال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لی جاریۃ وانا اعزل عنھا وانا اکرہ ان تحمل وانا ارید ما یرید الرجال وان الیھود تحدث ان العزل موءدۃ الصغری قال کذبت یھود لواراد اللہ ان یخلقہ ما استطعت ان تصرفہ۔

باب القرعة بین النساء اذا اراد سفراً

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ یہ مستحب ہے کہ سفر پر جاتے وقت بیویوں میں قرعہ اندازی کرے اور جس کا قرعہ نکل آئے اس کو سفر میں ساتھ لے جائے۔ **ولا استطیع ان اقول له شیئاً:.** میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ نہ کہہ سکتی تھی کیونکہ میں نے خود ہی غلطی کی تھی اور اپنی جگہ حفصہ کو سوار کر دیا تھا یہ سارا مقولہ حضرت عائشہؓ کا ہے۔

باب المراة تهب یومها من زوجها نصرتها وکیف یقسم ذلک

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنی باری اپنی سوکن کو یعنی خاوند کی دوسری بیوی کو دے دے تو یہ جائز ہے۔ پھر خاوند وہ باری اسی دوسری بیوی کے پاس گزارے گا۔

باب العدل بین النساء

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ بیویوں کی باری کا لحاظ کرنا واجب ہے۔

باب اذاتزوج الثیب علی البکر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر کوئی شخص پہلے باکرہ سے نکاح کرے پھر ثیبہ سے تو باری کے لحاظ کے متعلق اس کے ذمہ کیا ہے حکم کی تفصیل حدیث پاک میں ہے اس لیے باب میں بیان نہیں فرمائی۔ عندامامنا ابی حنیفۃ نئی منکوحہ کے لئے باری سے زائد ایک دن بھی نہیں ہے جتنے دن نئی منکوحہ کے پاس رہے گا اتنے دن پرانی منکوحہ کے پاس بھی رہنا ہوگا۔ وعندالجمہور نئی منکوحہ اگر ثیبہ ہے تو اس کو تین دن زائد ملیں گے اور اگر باکرہ ہو تو اس کو سات دن زائد ملیں گے اس کے بعد باری شروع ہوگی۔ لنا روایۃ ابی داؤد عن ابی ہریرۃ مرفوعا من کانت لہ امرأتان فمال الی احدھما جاء یوم القیامۃ وشقہ مائل اس میں برابری کی بہت تاکید ہے اور قدیمہ اور جدیدہ کی کوئی قید نہیں اس لئے یہ حکم سب کو شامل ہے اس لئے جدیدہ کے لئے کوئی زائد حصہ ثابت نہ ہوا۔ وللجمہور روایۃ الباب عن انس قال من السنۃ اذا تزوج الرجل البکر علی الثیب اقام عندھا سبعا وقسم واذا تزوج الثیب علی البکر اقام عندھا ثلثا ثم قسم قال ابوقلابۃ ولوشئت لقلت ان انسا رفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جواب۔ اس حدیث پاک میں یہ تو مذکور نہیں ہے کہ یہ دن قدیمہ کو نہ دیئے جائیں گے ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر چاہے تو جدیدہ کے پاس چند دن گزارے لیکن اتنے ہی دن پھر قدیمہ کو بھی دینے ہوں گے تاکہ قسم اور عدل کے حکم کی مخالفت نہ ہو اور آخرت میں عذاب کا اندیشہ نہ رہے۔

باب من طاف علی نساء ہ فی غسل واحد

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ دو یا زائد بیویوں سے جماع کرنے کے بعد اگر ایک ہی غسل کر لے تو جائز ہے۔ اس باب کی حدیث

کے مباحث الخیر الجاری جلد اول صفحہ ۱۳۵ پر گزر چکے ہیں۔

باب دخول الرجل علی نساءه فی الیوم

غرض امام مالک کے قول کا رد ہے کہ ان کے نزدیک دو یا زائد بیویوں والے کے لئے دن کے وقت کسی بیوی کے پاس جانا جائز نہیں ہے سوائے ضرورت شدیدہ کے جمہور کے نزدیک جائز ہے ہماری دلیل اس باب کی روایت ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انصرف من العصر دخل علی نسائہ امام مالک کی دلیل ابوداؤد کی روایت عن ابی ہریرۃ مرفوعا من کانت لہ امرتان فمال الی احدھما جاء یوم القیامۃ وشقہ مائل جواب۔ اس کا تعلق رات سے ہے۔ **فدخل علی حفصۃ فاحتبس اکثر ماکان یحتبس:۔** حضرت انور شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اس روایت میں حضرت حفصہ کا ذکر کسی راوی کا وہم ہے اس روایت میں حضرت زینب کا ذکر ہے۔

باب اذا استاذن الرجل نساءه فی ان یمرض فی بیت بعضھن فاذن لہ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر خاوند اپنی بیویوں سے یہ اجازت مانگے کہ میری بیماری پرسی ایک بیوی کے گھر میں ہو اور وہ اجازت دے دیں تو یہ جائز ہے۔

باب حب الرجل بعض نساءه افضل من بعض

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر غیر اختیاری طور پر کسی ایک بیوی کی طرف دل کا جھکاؤ زیادہ ہو تو اس میں گناہ نہیں ہے۔ **اعجبھا حسنھا حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاھا:۔** اس عبارت میں حسنھا کا لفظ منصوب ہے مفعول لہ ہونے کی وجہ سے اور حب کا لفظ مرفوع ہے فاعل ہونے کی وجہ سے۔

باب المتشبع بمالم ینل وما ینھی من اضجار الضرۃ

غرض دو مسئلوں کا بتلانا ہے۔ ۱۔ کوئی یہ ظاہر کرے کہ مجھے فلاں نے یہ چیز دی ہے اور واقع میں نہ دی ہو تو یہ جائز نہیں ہے۔ ۲۔ خاوند کی دوسری بیوی کو تنگ کرنا اور تکلیف پہنچانا جائز نہیں ہے۔ **المتشبع بمالم یعط کلابس ثوبی زور** یہاں دو کپڑوں کا ذکر ہے اس پر اشکال ہوتا ہے کہ کام تو ایک ہے اس کے متعلق یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ وہ جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا ہے بظاہر ایک کپڑا فرمانا چاہیئے تھا۔ جواب۔ ۱۔ یہ ظاہر فرمانا مقصود ہے کہ اس نے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے گویا وہ سر سے پاؤں تک جھوٹ میں ملوث ہے اور نیچے جھوٹ کا ازار باندھنے والا ہے اور اوپر جھوٹ کی چادر اوڑھنے والا ہے۔ ۲۔ اس کی دو حالتیں ہیں اور دو برے کام ہیں ایک جھوٹ کہ جو چیز اس کو نہیں دی گئی اس کے متعلق کہہ رہا ہے کہ دی گئی ہے۔ دوسرے وہ دکھاوا کر رہا ہے اور دکھاوا بھی برا کام ہے۔ **باب الغیرۃ:** غرض مدح کرنی ہے بیوی کی زنا پر غیرت کی اور یہ لفظ تغیر سے لیا گیا ہے کیونکہ جب پتہ چلتا ہے کہ میری چیز میں دوسرا شریک ہو رہا ہے تو غصہ کی وجہ سے تغیر ہوتا ہے۔ خاص طور سے میاں بیوی کے معاملہ میں تغیر زیادہ ہوتا ہے۔ **لضربتہ بالسیف غیر مصفح:۔** چوڑائی کی طرف سے نہ ماروں بلکہ تیز طرف سے ماروں تاکہ مر جائے پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ انکار نہ فرمایا اس لئے تقریر ثابت ہوگئی۔ **اخرز غربہ:** میں ان کا ڈول سیتی تھی۔ اخ اخ: اونٹ بٹھانے کا کلمہ۔

باب غیرۃ النساء و وجدھن

غرض یہ بیان کرنا ہے کہ مرد کو عورتوں کی غیرت پر صبر کرنا چاہیئے اس میں ثواب ہے۔ **ماھجر الا اسمک:۔** اور اس نام چھوڑنے میں دل کی محبت میں کمی نہیں ہوتی بلکہ زیادہ ہوتی ہے۔

انی لامنحک الصدود انی
قسما الیک مع الصدود لامیل

کہ میں منہ موڑتا ہوں لیکن قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ظاہری منہ موڑنے کے ساتھ دل سے زیادہ میلان رکھتا ہوں۔

باب ذب الرجل عن ابنة في الغيرة والانصاف

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی سے غیرت کا موقعہ دور کرنا چاہے اور انصاف حاصل کرنا چاہے تو یہ اس شخص کے لئے مستحب ہے۔

باب لایخلون رجل بامرأة الاذومحرم والدخول على المغيبة

غرض یہ بتلانا ہے کہ دو کام حرام ہیں۔ دوسرا کام پہلے کام سے اخص ہے۔ ۱۔ کوئی شخص کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے۔ ۲۔ کوئی شخص کسی ایسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے جس کا خاوند کچھ عرصہ سے باہر کہیں گیا ہوا ہو اور وہ عورت اس بیٹھنے والے کی محرم نہ ہو بلکہ اجنبی ہو پھر ان دو صورتوں میں سے پہلی صورت تو صراحۃً احادیث میں مذکور ہے اور دوسری صورت امام بخاری مستنبط فرما رہے ہیں کیونکہ وہ پہلی صورت ہی کی ایک جزئی ہے۔

باب مایجوز ان یخلو الرجل بالمرأة عند الناس

غرض گزشتہ باب سے ایک صورت کا استثناء ہے کہ ضرورت کی وجہ سے یہ صورت جائز ہے کہ لوگوں کے سامنے ہی ایک طرف ہٹ کر کوئی بات کر لی جائے یہ بھی ضرورت ہی کے موقعہ میں ہے بلا ضرورت یہ بھی مناسب نہیں ہے۔

باب نظر المرأة الى الحبش وغيرهم من غير ريبة

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر تہمت یا شہوت پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو عورت اگر مردوں کا جائز کھیل کود دیکھ لے تو گنجائش ہے پس ظاہر کے لحاظ سے امام بخاری یہ اشارہ فرما رہے ہیں کہ اس کا عکس مناسب نہیں ہے کہ مرد عورتوں کو دیکھے کیونکہ وہاں دیکھنے کے بعد فتنہ کا اندیشہ موجود ہے عورتوں میں یہ اندیشہ کم ہے اور فرق کی وجہ تجربہ ہے۔ احتیاط بہر حال اولیٰ ہے دونوں صورتوں میں۔

باب خروج النساء لحوائجهن

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ حاجت کے موقعہ میں عورتوں کا گھر سے نکلنا جائز ہے۔

باب استيذان المرأة زوجها في الخروج الى مسجد وغيره

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ ضرورت اور فتنہ سے امن کے ساتھ خاوند کی اجازت بھی ضروری ہے۔

باب مایحل من الدخول والنظر الى النساء في الرضاع

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ رضاعی محرمیت کے رشتہ میں بھی ملنا اور دیکھنا جائز ہے۔

باب لاتباشر المرأة فتنعتها لزوجها

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ عورت اپنے خاوند کو اجنبی عورتوں کی صفات نہ بتلائے بری صفات ہوں گی تو غیبت کا گناہ ہوگا اور اچھی صفات ہوں گی تو فتنہ کا اندیشہ ہے اور مباشرت سے مراد صرف ملاقات ہے۔

باب قول الرجل لاطوفن الليلة على نساءه

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اچھی نیت سے بیوی سے وطی کرنا عبادت ہے۔

باب لایطرق اهله لیلاً اذا اطال الغيبة فحافة ان یخونهم اویلتمس عثراتهم

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ لمبے سفر کے بعد اچانک رات کے وقت نہ آئے جبکہ آگے اطلاع نہ ہو تا کہ گھر والوں کو شبہ نہ ہو کہ یہ ہمیں خیانت والا سمجھتا ہے یا ہماری غلطی کو چھپ کر پکڑنا چاہتا ہے کراہت تنزیہی ہے چند وجوہ سے۔ ۱۔ بیوی کو زینت کے بغیر دیکھ کر نفرت نہ پیدا ہو جائے۔ ۲۔ اچھی حالت میں دیکھ کر کہیں یہ

وسوسہ نہ پیدا ہو جائے کہ شاید کسی اور کے لئے زینت کئے بیٹھی ہے۔۳-اس حدیث کی مخالفت کی وجہ سے کوئی بڑا حادثہ نہ پیش آ جائے کیونکہ احادیث مبارکہ وحی الٰہی پر مبنی ہوتی ہیں جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا احقر محمد سرور عفی عنہ نے اخبار نوائے وقت میں یہ خبر خود پڑھی کہ اڑھائی سال کی قید کے بعد جب انڈیا کی قید سے ہمارے ایک لاکھ کے قریب قیدی وطن واپس پہنچے ہیں تو ایک فوجی آدھی رات کے قریب اپنے گھر آیا دو بھائیوں کے گھر ساتھ ساتھ تھے یہ سیدھا اپنے گھر میں داخل ہو گیا اس کی بیوی اکیلی تھی اس کے ساتھ رات گزاری۔ فجر کی اذان کے قریب بیوی بول و براز کے لئے گھر سے باہر چلی گئی فوجی منہ پر کپڑا اڑالے سویا رہا ساتھ والے مکان میں اس فوجی کے بھائی کی بیوی اٹھی اور اس نے دیکھا کہ ساتھ والے مکان میں کوئی مرد لیٹا ہوا ہے اور خود خاوند کے بھائی کی بیوی موجود نہیں۔ مردانہ جوتوں سے اندازہ کیا کہ یہ کوئی مرد ہے اور سمجھی کہ غیر مرد ہے جلدی سے اپنے خاوند کو سارا قصہ سنایا وہ غصہ میں بندوق لایا اور سوئے ہوئے بھائی کو گولی مار کر ختم کر دیا۔ فوجی کی بیوی بھاگی ہوئی آئی کہ یہ کوئی غیر نہیں ہے تمہارا بھائی آدھی رات کو آ گیا ہے اس گولی چلانے والے کو اپنی بیوی پر غصہ آیا کہ بلا تحقیق کیوں مجھے غلط واقعہ بتلایا اس لئے غصہ میں اپنی بیوی کو بھی گولی مار دی پھر بدحواسی میں اپنے آپ کو بھی گولی مار لی اس طرح تین جانیں ختم ہو گئیں معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بہت زیادہ مصلحتوں پر مبنی ہوتی ہیں۔ وسبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ صرف مستحب سمجھ کر دین کے کسی کام کو چھوڑ نہ دینا چاہئے۔ زیادہ سے زیادہ نیکی کمانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

باب طلب الولد

غرض یہ ہے کہ اس نیت سے جماع کرنا مستحب ہے۔

قطوف: سست قال وحدثنی الثقة:. اس قال کے فاعل یا تو امام بخاری ہیں یا ہشام ہیں۔ **الکیس الکیس یا جابر یعنی الولد:.** ۱-تم جماع ولد کی نیت سے کرنا۔ ۲-ہوشیاری کرنا اس کا مصداق بھی ولد ہی ہے کہ ہوشیار اور سمجھدار کا کام یہی ہے کہ وہ جماع سے بچہ طلب کرے۔ ۳-نرمی اور اطمینان سے اپنا کام کرنا اس کا انجام بھی ولد ہی بنتا ہے یعنی جلدی میں کہیں وطی حیض میں نہ کر بیٹھنا یہ گناہ بھی ہے اور اس سے اولاد بھی نہیں ہوتی بلکہ حیض سے فارغ ہونے کے بعد وطی کرنا اس سے اولاد کی امید ہوتی ہے۔ سوال۔ وحدثنی الثقۃ میں تو راوی مجہول ہوا۔ جواب۔ جب ایسے عنوان سے کوئی قابل اعتماد محدث حدیث نقل کرے تو یہ علامت اس کے ثقہ ہونے کی ہوتی ہے۔

باب تستحد المغیبۃ و تمتشط الشعثۃ

غرض یہ ہے کہ اطلاع دینے کے یہ دو فائدے ہیں۔ ۱-جس کا خاوند بہت دنوں سے باہر تھا شاید اس نے زیر ناف بالوں کی صفائی نہ کی ہو اب وہ جلدی سے صفائی کر لے گی۔ ۲-اس کے بال شاید پراگندہ ہوں اب اطلاع ملنے پر کہ تھوڑی دیر کے بعد خاوند گھر پہنچنے والے ہیں وہ جلدی سے بالوں میں کنگھی کر لے گی اور زینت کے کپڑے پہن لے گی۔

باب و لا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰبائھن الاٰیۃ

باب کی غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے کہ عورتیں محرم رشتہ داروں کی بیمار پرسی اور علاج کر سکتی ہیں۔

باب والذین لم یبلغوا الحلم منکم

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔

فرأیتھن یھوین الی اذانھن وحلوقھن یہی محل ترجمہ ہے کیونکہ ابن عباس فرما رہے ہیں کہ میں نے عورتوں کو دیکھا اور اس وقت حضرت ابن عباس نابالغ تھے معلوم ہوا کہ بچوں سے پردہ نہیں ہے۔

باب قول الرجل لصاحبہ ھل اعرستم اللیلۃ اطعن الرجل ابنتہ فی الخاصرۃ عند العتاب

غرض دو مسئلے بتلانا ہے۔ ۱-اجنبی آدمی کسی ضرورت کے موقعہ

پر اگر یہ پوچھ لے کہ آج رات تم اپنی بیوی سے مشغول ہوئے تھے یا نہ تو ضرورت کی وجہ سے گنجائش ہے۔۲۔ضرورت کے موقعہ میں باپ اپنی بیٹی کی کوکھ (تہی گاہ۔خاصرہ) میں کپڑے کے اوپر سے ہاتھ بھی مار دے بطور عتاب کے تو گنجائش ہے اور جائز ہے گو یہ جگہ ستر کی ہے اور اوپر والا سوال بھی خفیہ حال کا پوچھنا ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے یہ دونوں کام جائز ہیں۔سوال۔اس باب کے دوسرے حصہ کی دلیل تو پیش فرما دی امام بخاری نے لیکن پہلے حصہ کی دلیل ذکر نہیں فرمائی۔جواب۔۱۔اکثر نسخوں میں پہلا حصہ نہیں ہے اور بخاری شریف کے یہی نسخے جن میں یہ پہلا حصہ نہیں ہے زیادہ قوی نسخے ہیں ان کو ہی ترجیح ہے۔۲۔آگے عقیقہ کے باب میں حضرت ابوطلحہ کا واقعہ تفصیل سے آئے گا کہ وہ سفر پر تھے بچے کا انتقال ہو گیا۔ان کی اہلیہ محترمہ نے سوچا کہ اگر آتے ہی ابوطلحہ کو بچے کی وفات کی اطلاع کر دی تو وہ کھانا بھی نہ کھائیں گے سفر سے آ کر آرام بھی نہ کر سکیں گے اس لیے بچے کو اندر لٹا دیا جب حضرت ابوطلحہ سفر سے واپس تشریف لائے تو بچے کا حال پوچھا تو کہہ دیا کہ وہ سکون سے ہے اندر لیٹا ہوا ہے انھوں نے کھانا کھایا رات آرام فرمایا بلکہ بیوی سے مشغول بھی ہوئے ان صبر والی صحابی عورت نے اتنا زیادہ صبر فرمایا کہ اس سے بھی انکار نہ فرمایا ۔

نہ ہر زن زن است نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

جب صبح فجر کی نماز کے لیے جانے لگے تو پوچھا کہ اگر کوئی ہمارے پاس امانت رکھائے پھر وہ اپنی امانت مانگے تو یہ امانت خوشی سے واپس کرنی چاہیے یا ناراضگی سے حضرت ابوطلحہ نے فرمایا کہ خوشی سے اب فرمایا کہ بچہ ہمارے پاس امانت تھا آقا نے وہ امانت واپس لے لی ہے۔فجر کی نماز کے بعد حضرت ابوطلحہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں یہ واقعہ بیان فرمایا اس موقعہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اعرستم اللیلۃ کہ کیا آج رات بیوی سے مشغول بھی ہوئے تھے جواب دیا کہ جی ہاں یہی محل ترجمہ ہے کہ ضرورت کے موقعہ میں اس سوال کی گنجائش ہے۔پھر اللہ تعالیٰ نے ۹ لڑکے حافظ قرآن عطا فرمائے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم تو یہاں اس روایت کی طرف اشارہ فرمانا مقصود ہے اور یہاں یہ روایت اس لیے نہ لائے کہ تکرار نہ ہو جائے۔۳۔اس قسم کے سوال کو قیاس فرمایا زیر بحث باب کی مذکور حدیث والے واقعہ پر کہ جیسے ضرورت کے موقعہ پر والد کا کوکھ میں ہاتھ مارنا جائز ہے اسی طرح یہ سوال کرنا بھی جائز ہے۔حل اعرستم اللیلۃ کیا تم آج رات بیوی سے مشغول ہوئے تھے۔

کتاب الطلاق

ربط ماقبل سے یہ ہے کہ نکاح کے بعد کبھی طلاق کی نوبت بھی آجاتی ہے۔غرض طلاق کے احکام اور طلاق کی انواع کا بیان ہے۔ **وقول اللّٰہ تعالیٰ یاایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن:** غرض امام مالک اور امام شافعی کی تائید کرنا ہے کہ عدت تین اطہار ہیں لیکن عندنا امامنا ابی حنیفۃ واحمد تین حیض ہیں۔لنا قولہ تعالیٰ **والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء** تین کا عدد خاص ہے کمی بیشی کا احتمال نہیں اور قرء اگرچہ مشترک ہے حیض اور طہر کے معنی میں لیکن لفظ ثلثہ سے حیض کے معنی متعین ہو جاتے ہیں کیونکہ طلاق بالا جماع طہر میں دی جاتی ہے اب اگر تین طہر شمار کئے جائیں تو جس طہر میں طلاق دی ہے اس کو بھی شمار کریں تو تین سے کچھ کم رہ جائیں گے کیونکہ کچھ طہر تو گزر چکا ہوگا اور اگر اس کو شمار نہ کیا جائے اور اس کے علاوہ تین طہر لئے جائیں تو تین سے زائد ہو جائیں گے لامحالہ حیض ہی کے معنی لینے ہوں گے وللشافعی ومالک قولہ تعالیٰ **فطلقوھن لعدتھن** وہ اس کے معنی کرتے ہیں فی وقت عدتھن اور عدت کا وقت طہر ہی شمار کرتا ہوگا کیونکہ بالا جماع طلاق طہر میں دی جاتی ہے اور زیر بحث باب میں حدیث ہے عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ طلق امراتہ وھی حائض علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسأل عمر بن الخطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک فقال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم مرہ فلیراجعھا ثم لیمسکھا حتی تطہر ثم تحیض ثم تطہر ثم ان شاء امسک بعد وان شاء طلق قبل ان یمس فتلک العدۃ التی امر اللہ ان تطلق لھا النساء۔ اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوا کہ طلاق طہر میں دی جاتی ہے اس لیے ثابت ہوا کہ ثلثۃ قروء سے مراد تین طہر ہیں۔
جواب۔ ا۔ معنی ہیں لاجل عدتھن کہ عدت کا لحاظ رکھ کر طلاق دو یعنی ایسے طہر میں دو جس میں وطی نہ کی ہوتا کہ پتہ چل جائے کہ حاملہ ہے یا نہ۔ ۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ لام استقبال کے لیے ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ تأھب للشتاء اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مسلم میں ہے عن ابن عمر مرفوعا فطلقوھن قبل عدتھن اور ایک شاذ قرأت بھی اسی طرح ہے معلوم ہوا کہ عدت کے زمانہ سے پہلے طلاق ہونی چاہیے اور طلاق ہوتی ہے طہر میں اگر طہر میں دے گا تو زمانہ عدت یعنی حیض سے پہلے بن جائے گی اس لیے ثلثۃ قروء میں حیض ہی لینے ہونگے۔

باب اذا طلقت الحائض یعتد بذلک الطلاق

غرض اجماع کی تائید ہے کہ حیض میں اگر کوئی طلاق دے دے تو اگر چہ یہ گناہ ہے لیکن طلاق شمار ہو جائے گی اور بعض اہل ظواہر اور ابن تیمیہ اور ابن قیم اور روافض اور خوارج اس کے قائل ہو گئے کہ وہ طلاق شمار نہ ہوگی لنا حدیث الباب عن انس بن سیرین قال سمعت ابن عمر قال طلق ابن عمر امراتہ وھی حائض فذکر عمر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لیرجعھا قلت تحتسب قال فمہ دلیل ابن تیمیہ وغیرہ کی یہ ہے کہ جب حیض میں طلاق دینا بالا جماع منع ہے تو یہ طلاق واقع بھی نہ ہونی چاہیے۔ جواب۔ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل نہیں ہو سکتا۔

باب من طلق وھل یواجہ الرجل امراتہ بالطلاق

غرض دو مسئلے بتلانے ہیں۔ ا۔ اگر چہ طلاق ابغض الحلال ہے لیکن ضرورت کے موقعہ میں جائز ہے جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دی۔ ۲۔ بہتر تو یہ ہے کہ خود عورت کو نہ کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی تاکہ نرم سلوک رہے لیکن اگر ضرورت کے وقت اسی کو کہہ دے تو جائز ہے اور پہلے مسئلہ میں جو ابغض ہونے کا ذکر ہے یہ بلا ضرورت ہی میں ہے۔ ضرورت کی بنا پر کچھ حرج نہیں۔

قالت اعوذ باللہ منک:۔ بعض حضرات نے اس واقعہ میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ باقی ازواج مطہرات نے جب اس کو دیکھا تو اس کی اچھی شکل کی وجہ سے خطرہ محسوس کیا کہ یہ تو ہم سب پر غالب آجائے گی اس لیے یہ حیلہ کیا کہ اس سے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ الفاظ پسند ہیں اعوذ باللہ منک اس لیے اس نے یہ لفظ کہہ دیئے اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طلاق دے دی بعض حضرات نے یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ ابھی اس کو یہ پتہ نہ چلا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ **ومعھا دایتھا حاضنۃ لھا:۔** رضاعی ماں ساتھ تھی جس کے پاس وہ رہتی تھی۔ **للسوقۃ:** رعایا۔ **رازقیین:** یہ کپڑوں کی ایک قسم ہے اس سے پہلے ثوبین کا لفظ محذوف ہے۔

ارأیت ان عجز واستحمق:۔ اس روایت کو اس باب سے مناسبت یہ ہے کہ چونکہ حیض میں طلاق دی تھی اس لیے بظاہر غصہ میں دی ہوگی اور غصہ والی طلاق عموماً سامنے ہی دے دی جاتی ہے معلوم ہوا کہ سامنے دینے کی بھی کچھ نہ کچھ گنجائش ہے۔

باب من اجاز طلاق الثلث

غرض تین مسئلوں کا بیان ہے۔
پہلا مسئلہ تین طلاقیں اکٹھی دینا طلاق بدعی ہے یا نہ:۔
امام بخاری اس مسئلہ میں امام شافعی اور امام احمد کے ساتھ ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی دینا طلاق بدعی نہیں ہے اور گناہ نہیں ہے وعندنا امامنا ابی حنیفۃ و مالک بدعی ہے اور گناہ ہے لنا آیت مبارکہ الطلاق مرتان اس آیت مبارکہ کے معنی بطور عبارۃ النص یہ ہیں کہ طلاق مرۃ بعد اخری ہونی چاہیے۔ ایک طہر میں صرف ایک طلاق ہونی چاہیے اور بطور اشارۃ النص اس آیت سے یہ بھی نکلتا ہے کہ وہ طلاق جس کے بعد رجوع ہے دو طلاقیں ہیں وللشافعی واحمد۔ ا۔ اس باب کی پہلی مسند روایت عن سہل بن سعد اس میں

لعان کا ذکر ہے اس کے بعد یہ ہے فلما فرغا قال عویمر کذبت علیھا یا رسول اللہ ان امسکتھا فطلقھا ثلاثا قبل ان یامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن شہاب فکانت تلک سنۃ المتلاعنین یہاں تین طلاقیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عویمر نے دیں اس پر کوئی انکار نہ فرمایا اگر یہ گناہ ہوتا تو ضرور انکار فرماتے۔ جواب لعان سے تو خود بخود تفریق ہو جاتی ہے یا حاکم کے ذمہ ہے کہ فوراً تفریق کر دے علی اختلاف القولین اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اکٹھی تین طلاقیں دینے کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ ۲۔ امام شافعی واحمد وامام بخاری کی دوسری دلیل آیت مبارکہ ہے الطلاق مرتان کہ طلاقیں دو ہیں معلوم ہوا کہ دو طلاقیں ایک ہی لفظ سے اور ایک ہی طہر میں دینی ٹھیک ہیں جیسے دو اکٹھی دینی ٹھیک ہیں ایسے ہی اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ تین اکٹھی بھی ٹھیک ہیں۔ جواب ہماری دلیل میں ہو چکا کہ عبارۃ النص اس آیت کی یہ ہے کہ دو طلاقیں الگ الگ دی جائیں یعنی دو طہروں میں۔ ۳۔ تیسری دلیل آیت مبارکہ میں ہے او تسریح باحسان اچھے طریقہ سے چھوڑنا اس میں تین طلاقیں اکٹھی بھی داخل ہیں جواب اس کی آیۃ الطلاق مرتان میں ہے کہ دو طلاقیں الگ الگ ہونی چاہئیں۔

دوسرا مسئلہ: تین اکٹھی طلاقیں اگر دے تو وہ واقع ہو جائیں گی لغو نہ جائیں گی مقصود رد کرنا ہے روافض اور خوارج پر جو کہتے ہیں کہ تین طلاقیں اگر اکٹھی دی جائیں تو ایک بھی واقع نہ ہو گی کیونکہ تین طلاقیں منع ہیں اور منع چیز بے کار ہوتی ہے اس لئے کوئی طلاق واقع نہ ہو گی اس کا رد امام بخاری لعان والے واقعہ سے فرمار ہے ہیں کہ حضرت عویمر نے تین طلاقیں دیں اور یہی طریقہ جاری کر دیا گیا۔

تیسرا مسئلہ کہ تین طلاقیں اکٹھی دیں تو ایک ہو گی یا تین

اس میں امام بخاری رد فرمارہے ہیں حضرت طاؤس اور حضرت اسحٰق بن راھویہ اور حجاج بن ارطاۃ اور بعض اہل ظواہر پر ان حضرات کا شاذ قول تھا کہ اگر کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دے تو وہ ایک ہی شمار ہو گی احقر محمد سرور عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ آج کل کے غیر مقلد جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں یہی فتویٰ دیتے ہیں اور بعض دیوبندی کہلانے والے بھی جہالت سے یہی کہہ دیتے ہیں حالانکہ یہ قرآن پاک حدیث پاک اور اجماع امت کے بالکل خلاف ہے اور گمراہی ہے۔ دلائل کی تفصیل یہ ہے۔ ۱۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے الطلاق مرتان اس آیت مبارکہ میں عبارۃ النص تو یہی ہے کہ دو طلاقیں یکے بعد دیگرے ہونی چاہئیں اور اشارۃ النص یہ ہے کہ دو طلاقوں کے بعد رجوع ہو سکتا ہے۔ امام بخاری اس آیت سے بھی استدلال فرمارہے ہیں کہ جب دو اکٹھی معتبر ہیں تو تین اکٹھی بھی معتبر ہونی چاہئیں۔ ۲۔ آیت مبارکہ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ کہ اگر دو کے بعد تیسری طلاق دے تو مغلظہ ہو جائے گی اور حلالہ کے بغیر پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہو گی حلالہ یہی ہے کہ عدت کے بعد دوسرا شخص نکاح کرے وہ ایک دفعہ وطی کرے پھر طلاق دے پھر عدت گزرے تو پہلے شخص سے نکاح ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ یہ حکم اکٹھی تین طلاقوں کو بھی شامل ہے کیونکہ دارومدار تین طلاقوں پر ہے وہ اکٹھی ہوں یا الگ الگ ہوں حلالہ کا حکم نہیں بدلتا۔ ۳۔ آیت مبارکہ او تسریح باحسان اس کی اگر چہ راجح تفسیر یہ ہے کہ رجوع نہ کیا جائے تاکہ عدت گزرنے سے ایک ہو جائے جیسے اس آیت مبارکہ میں ہے فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا لیکن دوسری تفسیر تین طلاقیں ہے پھر وہ تین طلاقیں دونوں صورتوں میں ہو سکتی ہیں اکٹھی یا الگ الگ۔ ۴۔ ولا جناح علیکم ان طلقتم النساء اس آیت میں تین طلاقیں اکٹھی اور الگ الگ دونوں داخل ہیں۔ آیت کو صرف الگ الگ دینے میں بند نہیں کر سکتے نہ لفظوں کے لحاظ سے نہ شان نزول کے لحاظ سے کیونکہ کوئی واقعہ بھی اس آیت کے شان نزول میں الگ الگ دینے کا نہیں ہے۔ ۵۔ حدیث الباب عن

سہل بن سعد اس میں لعان کا واقعہ نقل کرنے کے بعد ہے فلما فرغا قال عویمر کذبت علیہا یا رسول اللہ ان امسکتھا فطلقھا ثلثا قبل ان یامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن شہاب فکانت تلک سنۃ المتلاعنین اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ آپ نے پیچھے اس طلاق دینے کا اعتبار نہیں کیا اس وجہ سے کہ لعان کے بعد تو تفریق ہو ہی جاتی ہے اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر کی طرف توجہ نہیں فرمائی جواب اس کا ایک تو یہ ہے کہ اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کے عرف میں تین طلاقوں سے مغلظہ ہو جانا بہت مشہور و معروف تھا اسی لئے تو حضرت عویمر نے تین طلاقیں دی تھیں اور یہ معروف ہونا اکٹھی تین کو بھی شامل تھا اسی لئے یہاں اکٹھی ہی دی ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام بخاری یہ روایت لا کر ابوداؤد والی روایت کی طرف بھی اشارہ فرما رہے ہیں۔ اس میں حضرت سہل بن سعد ہی سے یہ الفاظ وارد ہیں فطلقھا ثلث تطلیقات عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانفذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے ان صاحب کے قول پر استدلال فرمایا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ لعان کے بعد خاوند کے طلاق دینے سے تفریق ہوتی ہے۔ ۶- زیر بحث باب کی دوسری مسند روایت عن عائشۃ ان امراۃ رفاعۃ القرظی جاءت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان رفاعۃ طلقنی فبت طلاقی وانی نکحت بعدہ عبدالرحمن بن الزبیر القرظی وانما معہ مثل الھدبۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلک تریدین ان ترجعی الی رفاعۃ لا حتی یذوق عسیلتک وتذوقی عسیلتہ اس روایت سے امام بخاری استدلال فرما رہے ہیں کہ بت طلاق میں تین طلاقیں ہیں اور اس میں دونوں احتمال ہیں کہ اکٹھی دی ہوں یا الگ الگ دی ہوں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ پوچھا کہ تین طلاقیں اکٹھی دی ہیں یا الگ الگ دی ہیں اور حکم حلالہ کا بیان فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ حلالہ دونوں صورتوں میں ضروری ہے اور تین طلاقیں اکٹھی بھی واقع ہو جاتی ہیں۔ ۷- زیر بحث باب کی تیسری حدیث مسندا عن عائشۃ ان رجلا طلق امراتہ ثلثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلتھا کما ذاق الاول اس روایت کو گو بعض حضرات نے پہلی حدیث رفاعہ والی کا اختصار قرار دیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ واقعہ الگ الگ ہے اور طرز استدلال بالکل چھٹی دلیل والا ہے۔ ۸- فی الطبرانی والبیہقی عن الحسن بن علی مرفوعا ایما رجل طلق امراتہ ثلثا عند الاقراء او ثلثا مبھمۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ یہاں مبھمۃ کے معنی **مجتمعۃ** کے ہیں اور استدلال ظاہر ہے۔ ۹- فی ابن ماجۃ عن فاطمۃ بنت قیس قالت طلقنی زوجی ثلثا وھو خارج الی الیمن فاجاز ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۱۰- فی مسلم عن فاطمۃ بنت قیس ان اباحفص بن المغیرۃ المخزومی طلقھا ثلثا ثم انطلق الی الیمن الحدیث۔ ۱۱- فی الدارقطنی عن ابن عمر انہ قال یا رسول اللہ ارایت لو طلقتھا ثلثا قال اذا عصیت ربک وبانت منک امراتک۔ ۱۲- اخرج ابونعیم مما کتب عمر الی ابی موسی الاشعری من قال انت طالق ثلثا فھی ثلث۔ ۱۳- فی البیہقی عن عمر للمطلق الفا انما یکفیک من ذلک ثلث۔ ۱۴- فی زاد المعاد لابن القیم عن عثمان لمطلق الالف بانت منک بثلاث۔ ۱۵- فی البیہقی عن علی المطلق الالف ثلث تحرمھا علیک۔ ۱۶- فی البیہقی عن علی فیمن طلق امراتہ ثلثا قبل الدخول قال لا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ۔ ۱۷- امام زرقانی نے موطا امام مالک کی شرح میں اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اکٹھی تین طلاق سے مغلظہ ہونے پر حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں اجماع ہو گیا تھا یہی اجماع امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بھی نقل فرمایا ہے۔ یہی اجماع امام ابوبکر الجصاص نے اپنی کتاب احکام القرآن میں بھی نقل فرمایا ہے۔ ۱۸- جو شخص تین غلام اکٹھے آزاد کرے تو وہ تینوں بالاجماع آزاد ہو جاتے ہیں ایسے ہی جو شخص تین عورتوں سے اکٹھا نکاح پڑھے وہ نکاح بھی بالاجماع صحیح ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دے تو وہ بھی

جاری ہو جائیں گی اور وہ مغلظہ بن جائے گی۔ ۱۹۔ فی البیہقی عن ابن عباس انہ اجاز الثلاث۔ ۲۰۔ فی ابی داؤد عن ابن عباس قال والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء ولا یحل لهن ان یکتمن ماخلق الله فی ارحامهن الآیۃ وذلک ان الرجل کان اذا طلق امراتہ فھو احق برجعھا وان طلقھا ثلثا فنسخ ذلک فقال الطلاق مرتان الآیۃ۔ ۲۱۔ فی ابی داؤد عن مجاہد قال کنت عند ابن عباس فجاءہ رجل فقال انہ طلق امراتہ ثلثا قال فسکت حتی ظننت انہ رادھا الیہ ثم قال ینطلق احدکم فیرکب الحموقۃ ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس وان اللہ قال ومن یتق الله یجعل له مخرجا وانک لم تتق اللہ فلا اجد لک مخرجا عصیت ربک وبانت منک امراتک۔ ۲۲۔ فی ابی داؤد عن محمد بن ایاس ان ابن عباس وابا ھریرۃ وعبداللہ بن عمرو بن العاص سئلوا عن البکر یطلقھا زوجھا ثلثا فکلھم قال لاتحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ۔ ۲۳۔ فی ابی داؤد چھ سندیں بیان کرنے کے بعد ہے عن ابن عباس کلھم قالوا فی الطلاق الثلث انہ اجازھا۔

اکٹھی تین کو ایک طلاق کہنے والوں کے دلائل مع اجوبہ

پہلی دلیل۔ ۱۔ فی مسلم وغیرہ عن طاؤس ان ابا الصھباء قال لابن عباس اتعلم انما کانت الثلث تجعل واحدۃ علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وثلثا من امارۃ عمر فقال ابن عباس نعم وفی روایۃ کان الطلاق علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیھم فامضاہ علیھم۔

حدیث ابی الصھباء کے جوابات

۱۔ جب احادیث مرفوعہ میں اختلاف ہو تو عمل خلفاء سے ترجیح دی جاتی ہے ہمارے ادلہ میں اجماع کے علاوہ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے اقوال موجود ہیں جن میں تین طلاقوں کو اگرچہ اکٹھی ہوں تین ہی شمار کیا گیا ہے۔ ۲۔ ابوالصھباء والی حدیث احادیث کثیرہ کے مقابلہ میں شاذ ہے۔ یہ احادیث کثیرہ دوسرے صحابہ سے منقول ہیں۔ ۳۔ امام احمد نے ابوالصھباء والی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ۴۔ یہ حدیث اجماع امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے واجب الترک ہے۔ ۵۔ ہمارے دلائل میں حضرت ابن عباس کا فتویٰ تین کو تین ہی قرار دینے کا موجود ہے اگرچہ اکٹھی ہوں اور جب صحابی راوی کا فتویٰ اپنی ہی بیان کی ہوئی مرفوع حدیث کے خلاف ہو تو وہ مرفوع روایت یا تو سند کے لحاظ سے کمزور ہوگی یا ماول ہوگی یا منسوخ ہوگی تینوں صورتوں میں اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ ۶۔ ابوالصھباء والی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آج لوگ تین طلاقیں دیتے ہیں پہلے تین کی جگہ ایک تھی۔ جیسے قرآن پاک میں ہے اجعل الالھة الھا واحدا کہ مشرک کہتے تھے کہ کئی خداؤں کو ایک بنا دیا یعنی کئی خدا ماننے کی جگہ ایک خدا مان لیا اور حدیث پاک میں ہے من جعل الھموم ھما واحدا کہ جو شخص کئی غموں کی جگہ ایک ہی غم کرتا ہے آخرت کا غم اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح یہاں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں تین دیتے تھے پہلے تین کو ایک بناتے تھے یعنی پہلے تین نہ دیتے بلکہ ایک ہی دیتے تھے۔ ۷۔ پہلے یہی حکم تھا کہ تین طلاقیں اکٹھی ایک ہی شمار ہوتی تھیں پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانے میں یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا اور تین طلاقیں اکٹھی ہوں یا الگ الگ ہوں ان کو تین ہی شمار کرنے کا حکم نازل ہو گیا تھا ہمارے دلائل میں سے بیسویں دلیل میں نقل کر دیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس فرما رہے ہیں کہ یہ حکم الطلاق مرتان کے نازل ہونے سے منسوخ ہو گیا تھا جن حضرات نے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں تین کو ایک سمجھا ان کو نسخ کا علم نہ ہوا تھا حضرت عمرؓ نے تحقیق فرما کر اسی نسخ پر عمل جاری کیا۔ اس کی نظیر متعۃ النساء ہے کہ بعض کو نسخ کا پتہ نہ چلا وہ پتہ چلنے تک جائز سمجھتے رہے ایسے ہی اس کی نظیر خمس رضعات معلومات یحرمن کے منسوخ ہونے کا حضرت عائشہؓ کو پہلے پتہ نہ چلا اس لئے اس کو باقی سمجھتی رہیں۔ ۸۔ ابوالصھباء اور طاؤس والی روایت جو حضرت

ابن عباس سے منقول ہے یہ باقی روایات کو دیکھتے ہوئے شاذ ہے کیونکہ انہوں نے تین کو تین ہی شمار فرمایا ہے امام بیہقی نے بھی تقریر فرمائی ہے۔اسی طرح امام احمد بھی فرماتے ہیں کہ طاؤس کے سوا باقی شاگردوں نے طاؤس کے خلاف نقل کیا ہے کہ ابن عباس تین کو تین ہی شمار کرتے تھے اس لئے ابوالصہباء اور طاؤس والی روایت شاذ ہونے کی وجہ سے چھوڑی جائے گی۔۹-ابوالصہباء خود راوی مجہول ہے صفات کے لحاظ سے اور طاؤس کا خود سننا حضرت ابن عباس سے اس روایت میں صراحۃً مذکور نہیں ہے ظاہر یہی ہے کہ حضرت طاؤس نے ابوالصہباء سے یہ روایت سنی ہے اور وہ مجہول ہے اس لئے روایت ضعیف ہوگئی۔۱۰-صرف حضرت اسحاق بن راھویہ کے اصول کے مطابق یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک انت طالق ثلاثاً کہنے کی صورت میں مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا صرف انت طالق کے کہنے سے الگ ہو جاتی ہے اور ثلاثاً کا لفظ اجنبی عورت پر واقع ہوتا ہے اس لئے بیکار ہو جاتا ہے۔ابوالصہباء والی روایت میں ہے کہ بعض حضرات اسی اصول کے مطابق عمل کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ فاروق نے یہ اصول چھوڑ دیا اور انت طالق ثلاثاً کو اکٹھا شمار کر کے تین طلاقیں جاری کیں۔ ابوالصہباء والی روایت میں اگرچہ غیر مدخول بہا کا ذکر ہے لیکن مدخول بہا کو بھی اسی پر محمول کیا گیا ہے۔۱۱-مدخول بہا میں انت طالق انت طالق انت طالق کہنے والے کی نیت اگر تاکید کی ہو تو ایک طلاق پڑتی ہے اور اگر نیت تاکید کی نہ ہو تو تین پڑتی ہیں پہلے خیانت نہ تھی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بعض لوگوں نے خیانت شروع کر دی کہ نیت تاکید کی نہ ہوتی تھی بعد میں جھوٹ بولتے ہوئے کہہ دیتے کہ نیت تاکید کی تھی تو ایسی خیانت کے شبہ کے موقعہ میں حضرت عمرؓ نے قاضی حضرات کو حکم جاری فرمایا کہ وہ تین ہی جاری کریں یہ تو مدخول بہا کے معاملہ میں تھا اور غیر مدخول بہا میں خیانت یوں شروع ہوگئی کہ حکم یہ ہے کہ غیر مدخول بہا کو اگر انت طالق ثلاثاً کہیں تو تین طلاقیں پڑتی ہیں اور اگر یوں کہیں انت طالق انت طالق انت طالق تو ایک طلاق سے اجنبی ہو جاتی ہے اور باقی دو بیکار ہو جاتی ہیں۔حضرت عمرؓ کے زمانہ سے پہلے تو لوگوں میں خیانت نہ تھی ان کے زمانہ میں خیانت شروع ہوگئی کہ کہتے تو تھے انت طالق ثلاثاً بعد میں جھوٹ بول دیتے کہ میں نے کہا تھا انت طالق انت طالق انت طالق تو جہاں ایسی خیانت کا شبہ ہوتا تھا وہاں حضرت عمرؓ نے قاضی حضرات سے فرمایا تھا کہ تین ہی جاری کریں۔۱۲-ابوالصہباء والی روایت میں یہ کہاں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تھا کہ لوگ تین اکٹھی کو ایک سمجھتے ہیں اور علم ہونے کے بعد سکوت فرمایا تھا اس لئے یہ حکم شرعی بن گیا بلکہ ابوالصہباء والی روایت میں بعض لوگوں کا اپنا عمل نقل کیا گیا ہے کہ وہ تین اکٹھی کو ایک سمجھتے تھے ان کے سمجھنے سے شرعی حکم نہیں بنتا اس لئے ابوالصہباء والی روایت اجماع اور آیات اور احادیث جو ہمارے دلائل میں مذکور ہیں ان کے مقابلہ میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔کہاں اجماع امت اور آیات قرآنیہ اور احادیث قویہ اور کہاں بعض صحابہ اور بعض تابعین کا اجتہاد جو حدیث ابی الصہباء میں ہے دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔۱۳-نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ابوبکرؓ کے زمانہ میں لوگ طلاق سنت کی نیت کر کے طلاق دیتے تھے اور طلاق سنت کا مصداق ایک طلاق کو سمجھتے تھے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں طلاق سنت کی نیت سے طلاق دیتے تھے اور تین کی نیت کرتے تھے اور یہی طلاق سنت کا مصداق سمجھتے تھے اس لئے حضرت عمرؓ نے تین ہی جاری فرمائیں اس لئے ابوالصہباء والی حدیث سے یہ ثابت نہ ہوا کہ کسی زمانہ میں اکٹھی تین کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا اور یہ مسئلہ بے غبار ہو گیا ہے کہ تین طلاقیں خواہ اکٹھی ہوں یا الگ الگ ہوں وہ تین ہی شمار ہوں گی اور بغیر حلالہ کے رکھنے سے ساری عمر زنا کا گناہ ہوگا اور ساری اولاد ناجائز ہوگی۔

تین کو ایک طلاق کہنے والوں کی باقی دلیلیں اور ان کے جواب

۲-ان حضرات کی دوسری دلیل فی الدار قطنی عن احمد بن صبیح

عن طریف بن ناصح عن معاویۃ بن عمار الدھنی عن ابی الزبیر قال سالت ابن عمر عن رجل طلق امرأتہ ثلاثا وھی حائض فقال اتعرف ابن عمر قلت نعم قال طلقت امراتی ثلاثا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھی حائض فردھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی السنۃ۔ جواب۔ خود دارقطنی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے اس حدیث کے راویوں کے متعلق کلھم من الشیعۃ والمحفوظ ان ابن عمر طلق امرأتہ واحدۃ فی الحیض انتھی پھر امام دارقطنی نے ۱۲ حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں اس واقعہ میں حضرت ابن عمر کا حیض میں ایک طلاق دینا مذکور ہے۔

۳۔ تیسری دلیل حافظ ابن تیمیہ نے ذکر کی ہے کہ اکٹھی تین طلاقوں کو قیاس کریں گے لعان میں اکٹھی چار گواہیوں پر کہ یوں کہے اشھد اربع شہادات یہ ایک ہی گواہی شمار ہوگی اسی طرح اکٹھی تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہونی چاہیے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص حج میں سات کنکریاں اکٹھی ہی پھینک دیتا ہے تو وہ ایک کنکری کی رمی ہی شمار ہوتی ہے اسی طرح اکٹھی تین طلاقیں بھی ایک طلاق ہی شمار ہونی چاہیے۔ جواب۔ ۱۔ یہ دونوں قیاس مع الفارق ہیں کیونکہ لعان میں ایک گواہی کافی نہیں اور حج میں ایک رمی کافی نہیں یہاں ایک طلاق کافی ہے اس لیے طلاق کو لعان کی گواہی پر بھی قیاس نہیں کر سکتے اور حج کی رمی پر بھی قیاس نہیں کر سکتے۔ ۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ لعان میں چار گواہیاں زنا کے چار گواہوں کے قائم مقام رکھی گئی ہیں طلاق میں ایسا نہیں اور حج میں سات کنکریوں کا عدد امر تعبدی ہے صرف وحی سے معلوم ہوا ہے عقل کو اس میں دخل نہیں ایسے موقعہ میں قیاس ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ قیاس میں ضروری ہے کہ مقیس اور مقیس علیہ دونوں عقلی ہوں ان میں سے کوئی بھی امر تعبدی یعنی غیر قیاسی نہ ہو اس لیے عدد رمی پر عدد طلاق کو قیاس نہیں کر سکتے۔

۳۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ طلاق میں احتیاط یہی ہے کہ تین کو تین ہی شمار کیا جائے اس کے برخلاف لعان میں اکٹھی چار کو چار شمار کرنا خلاف احتیاط ہے اس لیے بھی قیاس نہیں کر سکتے۔ ۴۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ صریح آیات واحادیث واجماع کے مقابلہ میں قیاس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ ۴۔ تین طلاق کو ایک شمار کرنے والوں کی چوتھی دلیل۔ یہ بھی قیاس ہے ابن تیمیہ کا کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ میں ایک ہزار دفعہ درود شریف پڑھوں گا تو قسم پورا کرنے کے لیے الگ الگ درود شریف ایک ہزار دفعہ پڑھنا ضروری ہے اگر یوں کہہ دے کہ صلی اللہ علی النبی الف مرۃ تو قسم پوری نہ ہوگی اور اس ہزار کو ایک ہی شمار کریں گے اسی طرح تین طلاق جو اکٹھی ہوں ایک ہی شمار کریں گے۔ جواب۔ ۱۔ قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے اور طلاق کے مسئلہ کا مدار شرع پر ہے عرف پر نہیں ہے اس لیے یہ قیاس مع الفارق ہے اور غلط ہے۔ ۲۔ نص اور اجماع کے مقابلہ میں قیاس پر عمل نہیں ہو سکتا۔ ۵۔ پانچویں دلیل بھی حافظ ابن تیمیہ کا قیاس ہے کہ اگر کوئی کہے احلف باللہ ثلاثا تو ایک ہی قسم شمار ہوگی ایسے ہی جو کہے انت طالق ثلاثا وہ بھی ایک طلاق ہی شمار ہونی چاہیے۔ جواب۔ ۱۔ یہ بھی قیاس مع الفارق ہے اس لیے کہ طلاق کی تو حد مقرر ہے تین طلاقیں اور قسم کی کوئی حد نہیں ہے اس لیے قسم کی گنتی پر طلاق کی گنتی کو قیاس نہیں کر سکتے۔ ۲۔ نص اور اجماع کے خلاف قیاس معتبر نہیں ہوتا۔

۶۔ چھٹی دلیل یہ ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا گناہ ہے اس لیے تین نہ پڑنی چاہئیں۔ جواب۔ صرف گناہ ہونے سے یہ لازم نہیں کہ وہ واقع ہی نہ ہوں جیسے ظہار کرنا کہ اس کو حق تعالیٰ منکراً من القول وزوراً فرما رہے ہیں لیکن اس کے باوجود اگر کوئی ظہار کرے تو احکام اس پر مرتب ہو جاتے ہیں چنانچہ ظہار کا کفارہ قرآن پاک ہی میں بیان فرما دیا گیا ہے اسی طرح تین طلاقیں اکٹھی دینا گناہ ہے لیکن اگر کوئی ایسا کرے تو تین واقع ہو جائیں گی۔ ۷۔ تین کو ایک طلاق شمار کرنے والوں کی ساتویں دلیل۔ فی مسند احمد وابی یعلیٰ والبیھقی عن ابن عباس قال طلق رکانۃ بن عبد یزید امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما تلک واحدۃ فارتجعھا ان شئت فارتجعھا۔ جواب۔ ۱۔ اس روایت کے زیادہ صحیح الفاظ کن کو اصح الطرق کہا جاتا ہے وہ ہیں جو ابوداؤد۔ ترمذی ابن ماجہ۔ مستدرک حاکم اور بیہقی میں ہیں ان رکانۃ طلق امرأتہ البتۃ فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بذلک فقال ما اردت الا واحدۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ ما اردت الواحدۃ فقال رکانۃ واللہ ما اردت الواحدۃ فقال ھو ما اردت فردھا الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطلقھا الثانیۃ فی زمان عمر بن الخطاب والثالثۃ فی زمان عثمان انتہی پس جس راوی نے تین طلاقیں ذکر کی ہیں وہ روایت بالمعنی ہے۔۲۔دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ تو جمہور کی دلیل ہے کہ اگر حضرت رکانہ تین طلاق کی نیت کر لیتے لفظ البتہ سے تو تین اکٹھی ہی پڑ جاتیں اسی لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم دے کر پوچھا کہ ارادہ ایک طلاق کا کیا تھا یا تین طلاق کا۔پس یہ تو جمہور امت کی دلیل ہوئی نہ کہ تین کو ایک کہنے والے شاذ قول کی۔۳۔تیسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت کو امام قرطبی نے منقطع قرار دیا ہے اور تفصیل سے اس حدیث کا اضطراب بیان فرمایا ہے اس لحاظ سے بھی اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ ۴۔چوتھا جواب یہ ہے کہ ہمارے دلائل میں حضرت ابن عباس کا فتویٰ گزر چکا ہے کہ وہ تین اکٹھی طلاقوں کو تین ہی شمار فرماتے تھے اور یہ اصول ہے کہ اگر راوی صحابی کا فتویٰ اپنی ہی بیان کی ہوئی مرفوع روایت کے خلاف ہو تو وہ مرفوع روایت ضعیف ہو گی یا منسوخ ہو گی یا ماول ہو گی تینوں صورتوں میں اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔۸۔تین کو ایک طلاق کہنے والوں کی آٹھویں دلیل یہ ہے کہ حجاج بن ارطاۃ نے الطلاق مرتان کی تفسیر حضرت علی وابن عباس کا بن مسعود والزبیر وعبدالرحمن بن عوف سے نقل کی ہے کہ طلاق صرف الگ الگ ہی ہوتی ہے۔جواب۔یہ تفسیر صحیح نہیں ہے اور نقل کرنیوالا راوی حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے۔۹۔ان طالق ثلث کہنا تو جھوٹ ہے۔جواب۔یہ استدلال صرف شیعہ کرتے ہیں اور بالکل باطل ہے کیونکہ شریعت نے ان الفاظ کو انشاء قرار دیا ہے او صدق کذب کا تعلق تو خبر سے ہوتا ہے۔بفضلہ تعالیٰ یہ مسئلہ مکمل ہوا۔

وقال ابن الزبیر فی مریض طلق لاأری ان ترث مبتوتۃ:۔ یہ حضرت عبداللہ بن الزبیر کا اپنا اجتہاد ہے راجح یہ ہے کہ اگر عدت کے اندر فوت ہو گیا تو وارث ہو گی۔

وقال الشعبی ترثہ:۔ امام شعبی کا اجتہاد یہ تھا کہ عدت کے بعد بھی فوت ہو تو پھر بھی وارث ہو گی۔ **فرجع عن ذلک:۔** جب حضرت شبرمہ نے اعتراض کیا امام شعبی پر کہ عدت کے بعد جب دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور دوسرا خاوند بھی مر گیا اور ساتھ ہی پہلا بھی مر گیا تو کیا دونوں خاوندوں سے وارث ہو گی تو اس پر امام شعبی نے اپنے پہلے قول سے رجوع فرما لیا کہ ہمیشہ کے لیے تو وارث نہ ہو گی صرف اس صورت میں وارث ہو گی جب کہ پہلا خاوند اس عورت کی عدت طلاق کے اندر اندر فوت ہو جائے۔یہی راجح قول ہے۔

باب من خیر النسائہ

غرض تخییر کا مسئلہ بتلانا ہے عند الشافعی اگر زوج اپنی بیوی کو اختیار دے دے تو اب وہ بیوی اگر زوج کو اختیار کرے تو کوئی طلاق واقع نہ ہو گی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو ایک رجعی طلاق واقع ہو جائے گی وعند امامنا ابی حنیفہ اگر زوج کو اختیار کرے تو کچھ واقع نہ ہو گا اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی وعند احمد اگر زوج کو اختیار کرے تو ایک رجعی طلاق پھر بھی واقع ہو جائے گی اور اگر وہ بیوی اپنے نفس کو اختیار کرے تو حنیفہ کی طرح ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔وعند مالک اگر وہ بیوی زوج کو اختیار کرے تو ایک طلاق بائن پھر بھی واقع ہو جائے گی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور مغلظہ ہو جائے گی۔ لنا۔اس باب کی دوسری روایۃ جو صحاح ستہ میں منقول ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت خیرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخترنا اللہ ورسولہ فلم یعد ذلک علینا شیئا اس سے زوج کو اختیار کرنے کا حکم ثابت ہو گیا اور اگر نفس کو اختیار کرے تو اس کا حکم ترمذی میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعود سے حنفیہ کی طرح منقول ہے۔ وللشافعی اگر زوج کو اختیار کرے تو ہمارے والی دلیل اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو ترمذی ہی میں ان ہی دونوں حضرات سے

طلاق رجعی بھی منقول ہے حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعود سے ولاحمد فی الترمذی عن علی موقوفا دونوں صورتوں میں امام احمد کی طرح منقول ہے ولمالک فی الترمذی عن زید بن ثابت امام مالک کی طرح دونوں صورتوں کا حکم منقول ہے۔ ترجیح حنفیہ کے قول کو ہے قیاس کی وجہ سے کہ زوج کو اختیار کرنے میں تو کچھ بھی واقع نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس عورت نے کوئی طلاق بھی اختیار نہیں رہتا اور جب ایک سے کام چل سکتا ہے تو تین کی ضرورت نہیں۔

باب اذاقال فارقتک اورسرحتک اوالخلیة اوالبریة اوماعنی به الطلاق فهوعلی نیته:۔

غرض یہ بتلانا ہے کہ ان مذکورہ الفاظ اور ان جیسے الفاظ کا مدار نیت پر ہے۔ اگر طلاق کی نیت کرے گا تو پڑے گی ورنہ نہ پڑے گی پھر مسند روایت کی طرف اشارہ کیا تفصیل سے نہ لائے تا کہ تکرار لازم نہ آئے۔

باب من قال لامراته انت علی حرام

غرض باب سے لفظ حرام کا حکم بتلانا ہے۔ **فسموه حراما بالطلاق والفراق:۔** حاصل یہ ہے کہ بیوی کو حرام کہنے اور کھانے کو حرام کہنے میں فرق ہے۔ بیوی کو حرام نہیں ہوتی۔ اگر نہ کھانے کی قسم بھی کھالے تو کھانے کے بعد قسم کا کفارہ دے دے اس لئے بیوی کو لفظ حرام کہنے سے بہت احتیاط کرنی چاہئے۔

فلم یقربنی الاهنة واحدة

صرف ایک دفعہ مجھ سے مشغول ہوا۔

باب تحرم مااحل الله لک

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔ **اذاحرم امراته لیس بشیئ:۔** یہ حضرت ابن عباس کا اپنا اجتہاد ہے کیونکہ اگر طلاق کی نیت سے کہے گا تو ایک طلاق بائن پڑ جائے گی۔ **فدخل علیٰ حفصه بنت عمر:۔** سوال۔ پہلے روایت گزری ہے کہ حضرت زینب کے پاس شہد تناول فرمایا تھا اور ایک روایت میں حضرت سودہ کے پاس تناول فرمانا بھی آیا ہے یہ تو تعارض ہے۔ جواب۔ یہ واقعہ کئی دفعہ پیش آیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب الاطلاق قبل النکاح

اس مسئلہ میں جمہور کا قول لینا مقصود ہے کہ نکاح سے پہلے معلق طلاق لغو جاتی ہے وعندامامنا ابی حنیفہ نکاح سے پہلے اگر کوئی شخص نکاح کے ساتھ معلق کر کے یا ملک کے ساتھ معلق کر کے طلاق دے دے تو وہ طلاق نکاح پڑھتے ہی واقع ہو جائے گی مثلاً یوں کہے کہ اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا یا اس کا مالک بنا تو اسے طلاق تو نکاح پڑھتے ہی طلاق پڑ جائے گی وعندالشافعی واحمد طلاق واقع نہ ہوگی وعند مالک اگر عورت کو معین کیا شخص کے لحاظ سے کہ فلاں عورت یا جگہ کے لحاظ سے کہ فلاں شہر کی عورت یا زمانہ کے لحاظ سے کہ فلاں مہینہ میں جس عورت سے نکاح کیا تو اسے طلاق پھر تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کوئی قید نہیں لگائی تو پھر طلاق نہ ہوگی۔ لنا فی موطا محمد عن ابن عمر موقوفا اذا قال الرجل اذا نکحت فلانة فھی طالق فھی کذلک اذا نکحھا اور چونکہ یہ مسئلہ خلاف قیاس ہے اس لئے حکم میں مرفوع ہی کے ہے کیونکہ قول صحابی یا تابعی جبکہ قیاسی نہ ہو تو وہ مرفوع روایت کے حکم میں ہوتا ہے۔ یہ قول بھی ایسا ہی ہے۔ ۲۔ اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص کہے ان ملکت الفافللہ علی ان اتصدق بمائة تو یہ نذر صحیح ہے اگر چہ وہ نذر ماننے کے وقت ایک ہزار کا مالک نہ تھا اسی طرح طلاق بھی نکاح سے پہلے اگر معلق بالنکاح یا معلق بالملک کی ہے تو یہ تعلیق صحیح ہے۔ ۳۔ حق تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے **و منهم من عاهدالله لئن اتانامن فضله لنصدقن و لنکونن من الصالحین** ۔ اس آیت مبارکہ میں مالک ہونے سے پہلے خیرات کی نذر کو صحیح قرار دیا گیا ہے اسی طرح نکاح سے پہلے طلاق ہوے۔ ۴۔ وصیت موت سے پہلے کی جاتی ہے اور نافذ ہوتی ہے موت کے بعد اسی طرح طلاق نکاح سے پہلے دی جائے تو وہ بھی نکاح کے بعد واقع ہو جائے گی۔ ومالک فی الترمذی عن ابن مسعود فی المنصوبۃ انھا تطلق اور منصوبہ کے معنی متعینہ کے ہیں اور اگر حکم کو عام رکھا جائے

تو نکاح کا دروازہ بند ہو جائے گا حالانکہ شریعت نے کھلا رکھا ہے جواب معینہ عورت کا حکم تو ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم معینہ اور غیر معینہ دونوں میں اس حکم کے قائل ہیں باقی رہا نکاح کا دروازہ بند ہونا تو یہ خود اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے جیسے نعوذ باللہ کوئی شخص خودکشی کرلے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے اسی طرح ایسی قسم کھالی کہ ساری عمر نکاح ہی نہ کر سکے یہ اس کا اپنا قصور ہے وللشافعی واحمد روایۃ ابی داؤد عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعاً لاطلاق الا فیما تملک۔ جواب۔ ۱- امام احمد نے خود اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ۲- مراد یہ ہے کہ فوراً طلاق نہ پڑے گی۔ جس کو طلاق منجز کہتے ہیں ہم کلام طلاق معلق میں کر رہے ہیں اس لئے یہ روایت مبحث سے خارج ہے۔

باب اذاقال لامراۃ وھو مکرہ ھذہ اختی فلاشی علیہ

غرض اس مسئلہ کا بیان فرمانا ہے کہ کوئی جبراً بیوی کے متعلق کہلوائے کہ یہ میری بہن ہے تو اس سے طلاق نہ پڑے گی۔ **قال ابراھیم لسارۃ ھذہ اختیٰ وذلک فی ذات اللہ عزوجل:۔** یہاں ذات اللہ سے مراد لرضاء اللہ اور فی دین اللہ ہے یعنی دینی بہن ہے۔

باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ

غرض طلاق کی بعض قسموں کا بیان ہے پھر اغلاق کے ایک معنی تو اکراہ ہی کے ہیں کیونکہ جس پر اکراہ کیا جائے اس پر تصرف بند ہو جاتا ہے دوسرے معنی اغلاق کے امام ابوداؤد سجستانی نے اپنی سنن میں کئے ہیں غضب کے لیکن یہ معنی متقدمین فقہاء میں سے کسی نے نہیں کئے کیونکہ طلاق تو ہمیشہ غصہ ہی میں ہوتی ہے خوشی میں کون طلاق دیتا ہے اس لیے اگر غصہ کی طلاق کو نہ مانا جائے تو پھر تو طلاق کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا پھر امام بخاری کا باب میں فرمانا والکرہ یہ عطف تفسیری ہے اس باب کی غرض کا حاصل یہ ہوا کہ طلاق اسی شخص کی معتبر ہوتی ہے جو عاقل ہو مختار ہو عمداً طلاق دے اور اپنی تعلیق طلاق کو بھولنے والا نہ ہو اس لیے نیت والی حدیث سے امام بخاری کا استدلال صحیح ہے پھر حنفیہ کے نزدیک اکراہ سے بچنے کی ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ طلاق کا لفظ بولے اور بولتے وقت یہ نیت کرے کہ میں کبھی اس کے پاؤں کی زنجیر نہ ڈالوں گا اور غلط کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کہنے لگا انت طاہرۃ اور نکل گیا انت طالق تو قضاءً طلاق ہوگی دیانۃً نہ ہوگی اور نسیان کی صورت یہ ہے کہ کسی نے قسم کھالی ان دخلت انا تملک الدار فانت طالق پھر اس گھر میں بھول کر داخل ہو گیا تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی پھر اکراہ کے مسئلہ میں اختلاف ہے عندنا سا ابی حنیفۃ اکراہ میں طلاق ہو جاتی ہے وعند الجمہور نہیں ہوتی لنا روایۃ عن ابی داؤد عن ابی ہریرۃ مرفوعاً ثلث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والرجعۃ۔ ھزل میں بھی تلفظ ہوتا ہے نیت نہیں ہوتی اور اکراہ میں بھی تلفظ طلاق کا ہوتا ہے نیت نہیں ہوتی اس لیے ھزل اور اکراہ کا ایک ہی حکم ہے جس طرح ھزل میں طلاق ہو جاتی ہے ایسے ہی اکراہ میں بھی ہو جاتی ہے والجمہور روایۃ ابی داؤد عن عائشۃ مرفوعاً لاطلاق ولاعتاق فی غلاق۔ استدلال یوں ہے کہ اغلاق کے معنی اکراہ کے ہیں معلوم ہوا کہ اکراہ میں طلاق نہیں ہوتی۔

جواب۔ ۱- غلاق کے معنی خود امام ابوداؤد نے غضب کے کئے ہیں لیکن اس سے ایسا غضب ہی مراد ہو سکتا ہے جو جنون کی حد تک پہنچ چکا ہو۔ مطلق غضب مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ طلاق تو ہمیشہ ناراضگی اور غضب ہی میں ہوتی ہے خوشی میں کون طلاق دیتا ہے۔ ۲- دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اکراہ ہی کے معنی لئے جائیں تو پھر اکراہ علی الکفر مراد ہے جبکہ دل مطمئن بالایمان ہو تو اس اکراہی کفر میں طلاق نہ پڑے گی۔ **وما لا یجوز من اقرار الموسوس:۔** ۱- جس کو وساوس بہت زیادہ آتے ہوں تو صرف وسوسہ سے طلاق نہ پڑے گی۔ ۲- مجنون ظاہر ہے کہ مجنون کی طلاق معتبر نہیں ہے۔ ۳- معتوہ جس کو کبھی افاقہ ہو اور کبھی

جنون ہواس کی طلاق جنون کی حالت والی معتبر نہیں ہے۔ **قال النبی صلی الله عليه وسلم للذی اقر علی نفسه ابک جنون:.** اس واقعہ کو یہاں ذکر فرمانے سے غرض یہ ہے کہ جنون میں جیسے زنا کی حد نہ لگتی ایسے ہی طلاق بھی جنون کی حالت میں معتبر نہیں۔ حضرت اعز کا واقعہ حدود میں تفصیل سے آئے گا اس سے پہلے مختصراً آئے گا۔ **بقر حمزة خواصر شارفي:.** حضرت حمزہ نے میری دو قوی اونٹنیوں کی تہی گاہیں کاٹ دیں۔ یہ حدیث غزوہ بدر میں گزر چکی ہے یہاں لانے سے غرض یہ ہے کہ پہلے جب شراب حرام نہ ہوئی تھی تو شراب کا نشہ نیند کے حکم میں تھا جیسے نیند میں طلاق معتبر نہ ہوتی تھی ایسے ہی شراب کے نشہ میں بھی معتبر نہ ہوتی تھی پھر جب شراب حرام ہوگئی تو اب اگر شراب کے نشہ میں طلاق دے دے تو وہ طلاق جاری ہو جائے گی۔ **وقال عطاء اذابدأ بالطلاق فله شرطه:.** مقصد یہ ہے کہ شرط جیسے مقدم معتبر ہے۔ ایسے ہی مؤخر بھی معتبر ہے بشرطیکہ متصلا ہوان دخلت الدار فانت طالق اور یوں کہنا انت طالق ان دخلت الدار دونوں برابر ہیں۔ **یسئل عما قال:.** یہ مذہب صرف امام زہری کا ہے اور یہ بھی صرف شرط کی صورت میں کہ لفظ طلاق میں اس خاص صورت میں نیت پر مدار ہے ورنہ جمہور فقہاء کے نزدیک معلق میں بھی منجز کی طرح ہی حکم ہے۔ صریح الفاظ میں نیت پر مدار نہیں ہے۔ **وقال ابن عباس الطلاق عن وطر والعتاق ما اريد به وجه الله تعالیٰ:.** معنی یہ ہیں کہ طلاق تو حاجت اور مجبوری میں ہونی چاہیے اور غلام کو جب بھی چاہے ثواب لینا آزاد کر دے۔ **وقال قتادة اذاطلق فی نفسه فليس بشي:.** غرض یہ ہے کہ مدار زبان سے تلفظ پر ہے صرف دل میں خیال آنے سے طلاق نہیں پڑتی۔ **فشهد علی نفسه اربع شهادات:.** عندنا امنا ابی حنیفۃ حد کے لئے اقرار چار دفعہ ضروری ہے وعند مالک والشافعی ایک دفعہ کافی ہے۔ وعن احمد روایتان۔ لنا۔ حدیث الباب عن جابر حضرت ماعز اسلمی کا واقعہ مرفوعاً فاعرض عنہ حتی لقیہ الذی اعرض فشھد علی نفسہ اربع شھادات فدعاہ ولما لک والشافعی حدیث العسیف فی الصحیحین عن ابی ہریرۃ مرفوعاً فان اعترفت فارجمھا۔ جواب۔ ۱- اس میں اختصار ہے راوی کی طرف سے اور ہماری روایت میں پوری تفصیل ہے۔ ۲- یہ روایت عدد سے ساکت ہے اور ہماری روایت چار کے عدد میں ناطق ہے اور ناطق کو ساکت پر اور مفسر کو مبہم پر ترجیح ہوتی ہے۔

باب الخلع وكيف الطلاق فيه

غرض خلع کا مسئلہ بتلانا ہے کہ اس میں کس قسم کی طلاق ہے فیصلہ ناظر پر چھوڑ دیا۔ عندنا امنا و مالک خلع طلاق بائن ہے وعند احمد فسخ نکاح ہے طلاق نہیں ہے وعن الشافعی تین روایتیں ہیں۔ ۱- ہمارے ساتھ ۲- امام احمد کے ساتھ۔ ۳- طلاق رجعی ہے۔ لنا۔ فی الدارقطنی عن ابن عباس مرفوعاً جعل الخلع تطلیقۃ بائنۃ ولاحمد فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ اگر خلع کو طلاق مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ مغلظہ چار سے بنے دو الطلاق مرتان تیسری خلع چوتھی فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ۔ جواب خلع الگ طلاق نہیں ہے بلکہ الطلاق مرتان ہی کا بیان ہے کہ دونوں طلاقیں رجعی ہوں یا ان میں سے کوئی خلع کی صورت میں ہو اس کے بعد جب تیسری ہوگی تو مغلظہ بن جائے گی۔ والشافعی مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے عن سعید بن المسیب مرسلا مرفوعاً جعل الخلع تطلیقۃ۔ جواب ہماری روایت مثبت زیادت ہے کیونکہ اس میں ہے جعل الخلع تطلیقۃ بائنۃ اس لئے اسی کو ترجیح ہے کیونکہ جب مثبت زیارت اور نافی میں تعارض ہو تو مثبت زیارت کو ہی ترجیح ہوتی ہے۔ سوال مرسل روایت تو امام شافعی کے نزدیک حجت ہی نہیں۔ جواب فتاویٰ ابن تیمیہ میں ہے کہ اکابر تابعین کی مرسل ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق حجت ہے۔ **اجاز عثمان الخلع دون عقاص راسها:.** یعنی چوٹی کے سوا سب کچھ لے سکتا ہے یا مینڈھیاں

باندھنے والے دھاگے کے سوا سب کچھ لے سکتا ہے حاصل یہ کہ سارا مال لے کر بھی خلع جائز ہے۔ **ولم يقل قول السفهاء لا يحل حتى تقول لا اغتسل لك من جنابة:** یہ مقولہ کس کا ہے اس میں دو قول ہیں۔ ۱- ابن طاؤس کا۔ ۲- امام بخاری کا۔ معنی یہ ہیں کہ حضرت طاؤس ایسے نہیں کہتے تھے جیسے بعض بے وقوف کہتے ہیں کہ جب تک وطی سے انکار نہ کرے، خلع نہیں ہو سکتی۔ **قال ابو عبدالله لا يتابع فيه عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما:** بعض نسخوں میں یہ عبارت حاشیہ پر ہے معنی یہ ہیں کہ باقی روایتوں میں یہ روایت خالد سے مسنداً منقول نہیں ہے بلکہ مرسلاً ہے گو خالد کے سوا دوسرے راویوں سے مسنداً منقول ہے۔

باب الشقاق وهل يشير بالخلع عندالضرورة

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ اس آیت میں جو شقاق مذکور ہے اس کا مصداق کیا ہے پھر یشیر کے فاعل میں تین احتمال ہیں۔ ۱- حاکم ۲- حکم۔ ۳- امام پھر حدیث پاک سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ میاں بیوی کی مخالفت دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کوشش فرمائی اور یہ مشورہ دیا کہ حضرت علیؓ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح نہ کریں۔

باب لايكون بيع الامة طلاقاً

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ لونڈی کو بیچنے سے اس کا نکاح نہیں ٹوٹتا اور طلاق واقع نہیں ہوتی یہی سب فقہاء کا مذہب ہے اور اس کے خلاف قول کو شاذ کہا گیا ہے۔ جو حضرت حسن بصری اور سعید بن المسیب اور مجاہد سے منقول ہے۔

باب خيار الامة تحت العبد

امام بخاری کی غرض حنفیہ کے خلاف جمہور کے قول کو ترجیح دینا ہے شاید اس کی وجہ امام بخاری کے نزدیک یہ ہو کہ آزاد ہونے کے بعد حرہ عورت ایک غلام کی بیوی بن کر رہنا پسند نہیں کرتی اس کا جواب یہ ہے کہ قیاس کی وجہ سے نص کو نہیں چھوڑا جا سکتا پھر اختلاف کی تفصیل یہ ہے کہ عند امامنا ابی حنیفۃ اگر آزاد ہونے والی لونڈی کا خاوند آزاد ہو تو اس صورت میں بھی لونڈی کو خیار عتق ہوگا یعنی وہ چاہے تو اپنا نکاح توڑ سکتی ہے وعند الجمہور صرف خاوند کے غلام ہونے کی صورت میں خیار عتق ہے آزاد ہونے کی صورت میں نہیں ہے البتہ خاوند اگر غلام ہو تو آزاد ہوتے وقت بالاتفاق خیار عتق لونڈی کو حاصل ہے منشاء اختلاف حضرت بریرہ کا واقعہ ہے ابوداؤد میں ہے عن عائشۃ فی قصۃ بریرۃ قالت کان زوجھا عبدا فخیرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاختارت نفسھا ولو کان حرا لم یخیرھا اور ابوداؤد میں ہی ہے عن عائشۃ ان زوج بریرۃ کان حرا حین اعتقت وانھا خیرت اور ترجیح حریت والی روایت کو ہے کیونکہ وہ روایت مثبت زیارت ہے پہلے وہ غلام تھے حر بعد میں ہوئے اس لئے جس روایت میں ان کا حر ہونا مذکور ہے وہ مثبت زیارۃ ہے اور جس روایت میں عبد ہونا مذکور ہے وہ نافی ہے اور یہ جو وارد ہے ولو کان حرا لم یخیرھا یہ حضرت عروہ یا حضرت عائشہؓ کا اجتہاد ہے اور ہے بھی حریت کے علم سے پہلے۔ جب ان حضرات کو حریت کا علم ہو گیا تو یہ اجتہاد ختم ہو گیا۔

بيان شفاعة النبى صلى الله عليه وسلم فى زوج بريرة: غرض یہ بتلانا ہے کہ لونڈی آزاد ہو تو اس سے سفارش کرنا کہ نکاح نہ توڑے یہ سفارش مسنون ہے۔

باب: یہ گذشتہ باب کا تتمہ ہے کیونکہ اس میں گذشتہ باب والی حدیث کی تفصیل ہے۔

باب قول الله تعالىٰ ولاتنكحوا المشركات حتى يومن ولامة مومنة خير من مشركة ولو اعجبتكم

غرض حضرت ابن عمر کے قول کی تائید کرنا ہے کہ اہل کتاب عورت سے نکاح حرام ہے لیکن جمہور صحابہ اور ائمہ اربعہ کے نزدیک

جائز مع الکراہتہ ہے اس لئے حضرت ابن عمر کے قول کو شاذ شمار کیا گیا ہے اور آیت جو سورہ مائدہ میں ہے **والمحصنات من المومنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم** یہ آیت اپنے ظاہر پر باقی ہے نہ منسوخ ہے نہ اس کی تخصیص کی گئی ہے۔

باب نکاح من اسلم من المشرکات وعدتهن

غرض یہ مسئلہ بیان فرماتا ہے کہ مشرک عورت اگر مسلمان ہو جائے تو کتنی عدت کے بعد اس سے نکاح کر لینا جائز ہے۔ اختلاف کی وجہ سے حکم صاف نہیں بیان فرمایا دلائل زیادہ حنفیہ کے بیان فرمائے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے ساتھ ہیں فعند امامنا ابی حنیفۃ عدت ایک حیض ہے وعند مالک والشافعی واحمد ثلثۃ قروء ہے لنا حدیث الباب عن ابن عباس موقوفا وکان اذا ھاجرت امراۃ من اھل الحرب لم تخطب حتی تحیض وتطہر فاذا طہرت حل لھا النکاح ودلیل الشافعی وغیرہ قول اللہ تعالیٰ **والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء**۔ جواب۔ اس آیت مبارکہ میں تو مطلقات کی عدت ہے اور زیر بحث صورت میں فسخ نکاح ہے اس لئے اس آیت سے استدلال صحیح نہیں ہے بلکہ یہ تو لونڈی کے قید ہونے کی طرح ہے جیسے وہاں ایک حیض استبراء کے لئے کافی ہے ایسے ہی یہاں بھی کافی ہے۔ **ثم ذکر من اهل العهد مثل حدیث مجاهد وان هاجر:** پھر حضرت عطاء نے حضرت مجاہد کی طرح اہل ذمہ کا حکم نقل فرمایا اور حضرت مجاہد نے کیا نقل فرمایا وہ وہی ہے جو آگے آ رہا ہے وان ھاجر عبد۔ **کانت قریبة بنت ابی امیة عند عمر بن الخطاب:** یہ عبارت ماقبل ہی کا تتمہ ہے اور اس میں دو عورتوں کا حال بیان کرنا ہے جو مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آ گئی تھیں۔

باب اذا اسلمت المشرکة او النصرانية تحت الذمی او الحربی

غرض یہ مسئلہ بتلاتا ہے کہ اگر ذمی یا حربی کی بیوی مشرکہ یا نصرانیہ اکیلی مسلمان ہو جائے اس کا خاوند ساتھ مسلمان نہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے عند البخاری والی ثور نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے عند امامنا ابی حنیفۃ اگر عدت کے اندر خاوند مسلمان ہو جائے تو پہلا نکاح ہی باقی رہے گا وعند الجمہور اگر خاوند عدت کے اندر مسلمان ہو جائے تو نکاح جدید تو پڑھنا ہوگا لیکن پہلا خاوند زیادہ حق دار ہے یعنی اس کو ولایت اجبار حاصل ہے۔ منشا اختلاف اس آیات کے معنی ہیں **لاهن حل لهم ولا هم يحلون لهن** ہمارے امام صاحب کے نزدیک یہ عدم حلت طلاق رجعی کے درجہ میں ہے وعند الجمہور طلاق بائن کے درجہ میں ہے پھر جمہور میں سے امام ابو ثور اور امام بخاری نے پہلے نکاح کا کوئی حق نہیں مانا اور باقی جمہور نے مانا اور عدت کے اندر ولایت اجبار پہلے خاوند کے لئے مان لی کہ بیوی راضی نہ بھی ہو تو پہلا خاوند پھر بھی نکاح اپنے ساتھ پڑھ سکتا ہے ترجیح ہمارے امام صاحب کے معنی کو ہے کیونکہ جب خاوند عدت ہی میں مسلمان ہو گیا تو یہ علامت ہے کہ خاوند کا اعتراض تھوڑا ہے اس لئے یہ صورت طلاق رجعی کے ہی قریب ہے۔ **فمن اقر بهذا الشرط من المومنات فقد اقر بالمحنة:** جو عورت امتحان والی باتوں کا اقرار کر لیتی تو وہ محنت یعنی امتحان میں پوری اتر آتی تھی۔

باب قول الله تعالیٰ للذین یولون من نسائهم تربص اربعة اشهر:

امام بخاری حنفیہ کے خلاف جمہور کی تائید کرنی چاہتے ہیں کہ اگر کوئی ایلاء کرے اور بیوی کے پاس چار ماہ نہ جانے کی قسم کھا لے تو چار ماہ گزرنے پر خاوند کو قاضی مجبور کرے گا کہ یا تو طلاق دو یا رجوع کرو اور ہمارے امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف چار ماہ گزرنے سے ہی جدائی ہو جائے گی ہماری دلیل یہ ہے کہ موطا امام محمد میں اور اس کی شرح التعلیق الممجد میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے یہی تفسیر منقول ہے جو حنفیہ لیتے ہیں۔ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں ہے **وان عزموا الطلاق فان الله سميع عليم** اس سے معلوم ہوا کہ طلاق ضروری ہے

جواب یہاں عزم طلاق ہے۔ اگر طلاق مراد ہوتی تو وہ ان طلقوا ہوتا اور عزم طلاق۔ یہی عدم فی ہے۔

باب حكم المفقود في اهله وماله:.

غرض مفقود کا حکم بتلانا ہے سوال مال کا ذکر ابواب طلاق میں کیوں فرمایا۔ جواب مال کا ذکر تبعاً ہے پھر حکم کی تصریح نہیں فرمائی روایات فی الباب پر اکتفاء فرماتے ہوئے۔ **والتمس صاحبها سنةً فلم يجده:.** معنی یہ ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک لونڈی خریدی ابھی قیمت بائع کو نہ دی تھی کہ بائع گم ہو گیا ایک سال تلاش کیا تا کہ اس کو قیمت دے دی جائے لیکن نہ ملا تو اس کی قیمت اس کی طرف سے خیرات فرمادی اور یہ نیت کر لی فان ابی فلان فلی وعلی یعنی اگر مالک نے اس خیرات کی اجازت نہ دی تو یہ خیرات میری طرف سے ہو جائے گی اور میرے ذمہ اس کی قیمت ہوگی۔ **قال سفيان فلقيت ربيعة:.** یہاں مراد سفیان ابن عیینہ ہیں۔

بفضلہ تعالیٰ جلد خامس مکمل ہوئی آگے سادس
باب حکم المفقود کے تتمہ سے شروع ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔
کتبہ: محمد سرور عفی عنہ۔ شوال ۱۴۱۵ھ

الخیر الجاری شرح صحیح البخاری جلد ششم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب حکم المفقود کاتمتہ

فقلت لہ حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عیینہ نے حضرت یحییٰ سے جو حدیث سنی تھی اس میں حضرت زید بن خالدؓ کا ذکر نہ تھا حضرت ربیعہ نے فرمایا ہے کہ اس میں حضرت زید بن خالد کا ذکر بھی ہے یہ بات میں نے حضرت یحییٰ کو بتلائی تو انہوں نے مان لی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا شروع کر دیا پھر میں نے یہ بات حضرت ربیعہ کو جا کر بتلائی کہ حضرت یحییٰ نے آپ کی بات مان لی ہے اور انہوں نے بھی حضرت زید بن خالدؓ کا ذکر اس روایت میں شروع کر دیا ہے۔ پھر اس لقطہ والی روایت کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ جیسے لقطہ سے مالک کی ملک ختم نہیں ہوتی ایسے ہی مفقود کی مالک زوجہ اور مال سے ختم نہیں ہوتی۔ **وفی العربیة لما قالو ای فیما قالو اوفی نقض ماقالوا**: اس عبارت سے مقصود داؤد ظاہری کا رد ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ کے ارشاد ثم **یعودون لما قالوا** کے معنی یہ ہیں کہ کلمہ ظہار کا تکرار ضروری ہے اگر خاوند تکرار کرے گا یعنی دو دفعہ ظہار کے الفاظ کہے گا تو کفارہ واجب ہوگا صرف ایک دفعہ کہنے سے ظہار کا کفارہ واجب نہ ہوگا امام بخاریؒ اس کا رد فرما رہے ہیں کہ ظہار کو اللہ تعالیٰ قول منکر اور قول زور قرار دے رہے ہیں اور **ثم یعودون لما قالوا**: میں ترغیب مقصود ہے۔ اگر داؤد ظاہری والے معنی لئے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کلمہ ظہار دوبارہ کہنے کی ترغیب دے رہے ہیں یہ تو غلط ہے کیونکہ کلمہ ظہار کو حق تعالیٰ قول منکر اور قول زور قرار دے رہے ہیں ایسے قول کو دوبارہ کہنے کی ترغیب اللہ تعالیٰ کیسے دے سکتے ہیں اس لئے ثم **یعودون لما قالوا** اہل عرب کے اس محاورہ سے لیا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں۔ **یعودون فیما قالوا ای یعودون فی نقض ماقالوا**: مقصد یہ ہے کہ جو لوگ ظہار کر بیٹھیں پھر اپنے اس غلط قول کا توڑنا چاہیں اور اس کا تدارک کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں کہ پہلے کفارہ دیں پھر بیوی کے پاس جائیں۔

باب الاشارة فی الطلاق والامور

غرض یہ ہے کہ طلاق اور بعض دیگر امور میں اشارہ بھی کافی ہے اور یہی حنفیہ کا مسلک ہے اور یہی جمہور فقہا کا مسلک ہے۔ **وعقد تسعین: عقد تسعین**: کی صورت یہ ہوتی ہے کہ سبابہ یعنی انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کے سرے کو انگوٹھے کی جڑ میں رکھا جائے اس سے ایک دائرہ بن جاتا ہے وقال بیدہ ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔

ووضع انملته علی بطن الوسطیٰ الخنصر قلنا یزهدها: ایک ہاتھ کے انامل کر یعنی انگلیوں کے کناروں کو اکٹھا کر کے دوسرے ہاتھ کی وسطی کی اندرونی جانب پر رکھا اور خنصر یعنی سب سے چھوٹی انگلی کی اندرونی جانب پر رکھا اس میں یہ اشارہ تھا کہ وہ ساعت تھوڑی دیر ہے اور وہ ساعت دن کے درمیان میں ہے یا دن کے اخیر میں ہے اور یزھدھا تزھید سے ہے اس کے معنی ہیں **یقللها**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ساعت اجابت کا تھوڑا ہونا بیان فرما رہے تھے چنانچہ دوسری روایت میں یقللھا ہے یزھدھا کی جگہ۔ **وقداصمتت**: بیماری اور کمزوری کی وجہ سے زبان بند ہوگئی تھی اس لئے اشارہ سے جواب دیا۔ **الفتنة من هنا واشار الی المشرق**: مقصد یہ تھا کہ دجال کا فتنہ مشرق کی جانب سے شروع ہوگا۔ **تعفو اثره**: یعنی زرہ اتنی لمبی ہوگی کہ جب وہ چلتا ہے تو

زمین پر گھسٹی چلی جاتی ہے اور اس کے نشان قدم کو مٹاتی ہے۔ **باب اللعان:** غرض لعان کے احکام کا بیان فرمانا ہے۔ **فاذا قذف الاخرس امراته:** یہاں امام بخاری نے فاء کے ساتھ عبارت کو اس لئے شروع فرمایا ہے کہ اس سے پہلے جو آیت امام بخاری نے ذکر فرمائی ہے۔ **والذین یرمون ازواجھم ولم یکن شھداء الا انفسھم الآیۃ:** اس آیت کو امام بخاری نے عموم پر محمول فرمایا ہے کہ یہ آیت الفاظ اور اشارہ دونوں کو شامل ہے جب عام قرار دے دیا تو اس پر تفریع فرمائی کہ جب لعان اشارہ سے بھی ہو سکتا ہے تو گونگے کا لعان بھی صحیح ہے۔ **بکتابۃ او اشارۃ او بایماء معروف:** اشارہ تو ہاتھ سے ہوتا ہے اور ایماء سر سے یا پلک وغیرہ سے ہوتا ہے پھر معروف کا تعلق تینوں سے ہے کتابت سے بھی اور اشارہ سے بھی اور ایماء سے بھی۔ **لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد اجاز الاشارۃ فی الفرائض:** اس کی مثال نماز ہے کہ جب رکوع سجدہ پر قادر نہ ہو تو اشارہ سے ہی رکوع سجدہ کر لینا جائز ہے۔ **وھو قول بعض اھل الحجاز:** جیسے امام مالک ہیں۔ واھل العلم: جیسے امام ابوثور ہیں کیونکہ یہ اہل حجاز سے خارج ہیں۔ **وقال الضحاک الا رمزا الاشارۃ:** اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے کہ آیتک الا تکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزاً ای الارشارۃ وقال . **بعض الناس لاحد ولالعان:** امام بخاری ہمارے امام ابوحنیفہ پر اعتراض فرمارہے ہیں کہ انہوں نے حد اور لعان میں اشارہ کو کافی نہیں شمار فرمایا چنانچہ ہدایہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ لعان اور حد اشارہ سے نہیں ہو سکتے اور طلاق اشارہ سے ہو سکتی ہے امام بخاریؒ کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ا۔ طلاق میں تو حاجت ہے لعان اور حد میں حاجت نہیں ہے۔ ۲۔ پھر حد تو شبہ سے ختم ہو جاتی ہے ترمذی میں ہے عن عائشہ مرفوعاً ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم اس کے برخلاف طلاق کے بارے میں حدیث شریف میں ثلث جدھن جد وھزلھن جد ان تین چیزوں میں طلاق بھی ہے۔ ۳۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ قذف میں بالکل تصریح کامل ضروری ہے حتی کہ اگر کوئی یوں تہمت لگائے کہ تو نے حرام وطی کی ہے تو یہ قذف نہیں بنتی کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ وطی بالشبہ مراد لیتا ہو جب اتنے واضح الفاظ سے بھی حد قذف جاری نہیں ہوتی تو اشارہ سے کیسے ہو سکتی ہے اور لعان بھی قذف پر ہی متفرع ہوتا ہے اسی تیسرے فرق کا تتمہ یہ بھی ہے کہ قذف تعریض سے بھی ثابت نہیں ہوتا اور طلاق کنایات سے بھی واقع ہو جاتی ہے۔

حاصل جواب: کا یہ ہوا کہ طلاق اور قذف میں تین فرق ہیں۔ ا۔ طلاق میں حاجت ہے قذف میں نہیں۔ ۲۔ قذف شبہ سے ختم ہو جاتا ہے طلاق ختم نہیں ہوتی۔ ۳۔ طلاق میں کنایات معتبر ہیں اور قذف میں معتبر نہیں ہیں اس لئے طلاق اور قذف میں بہت فرق ہے اور امام ابوحنیفہ پر اعتراض بے جا ہے۔ **والا بطل الطلاق والقذف:** مقصد یہ ہے کہ اشارہ سے طلاق اور قذف دونوں صحیح ہونے چاہئیں یا دونوں باطل ہونے چاہئیں ہم نے جواب دے دیا کہ دونوں میں بہت فرق ہے۔ **وکذلک العتق:** یعنی عتق سے بھی امام ابوحنیفہ پر اعتراض پڑتا ہے کہ اشارہ سے عتق صحیح مانتے ہیں اور اشارہ سے قذف ولعان کو صحیح نہیں مانتے جواب وہی ہے جو ابھی طلاق میں دیا کیونکہ عتق طلاق ہی کی طرح ہے۔

باب اذا عرض بنفی الولد

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ تعریض سے نہ حد واجب ہوتی ہے نہ لعان واجب ہوتا ہے اور تعریض کے معنی یہ ہیں کہ ایک کا ذکر کرے اور دوسرا مراد لے۔

باب احلاف الملاعن

غرض یہ ہے کہ قاضی تہمت لگانے والوں کو مجبور کرے گا کہ وہ لعان کے الفاظ ادا کرے۔

باب یبدأ الرجال بالتلاعن:

امام بخاری جمہور کی تائید فرمانا چاہتے ہیں کہ پہلے مرد کلمات لعان ادا کرے اختلاف یوں ہے کہ عند امامنا ابی حنیفۃ العان میں ترتیب مستحب ہے واجب نہیں اس لئے اگر عورت بھی پہلے کلمات لعان ادا کر لے تو پھر بھی لعان ٹھیک ہو جائے گا وعند الجمہور ترتیب واجب ہے اس لئے اگر عورت نے پہلے الفاظ لعان ادا کر

دیئے تو اسے دوبارہ لعان کے الفاظ دوہرانے ہوں گے منشاء اختلاف آیات لعان کے الفاظ ہیں ان میں ترتیب یہی ہے کہ پہلے مرد کا ذکر ہے پھر عورت کا جمہور کے نزدیک یہ ترتیب ضروری ہے اور عندامامنا مستحب ہے ہمارے امام صاحب کے قول کے راجح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک میں عورت کا ذکر واؤ سے ہے ویدرؤا عنھا العذاب ان تشھد اربع شھادت باللہ انہ لمن الکاذبین اور واؤ ترتیب سے ساکت ہے اس لئے ترتیب کے لحاظ سے صرف مستحب کو کہہ سکتے ہیں واجب بلادلیل نہیں کہہ سکتے۔

باب اللعان ومن طلق بعد اللعان

امام بخاریؒ کی غرض دو مسئلوں کا بیان ہے۔ ا۔ تین طلاقیں ایک ہی طہر میں بدعی ہے یا نہ یعنی اس میں گناہ ہے یا نہ اس مسئلہ کی تفصیل بخاری شریف میں اور الخیر الجاری میں پیچھے گزر چکی ہے۔ ۲۔ لعان کے تفریق خود بخود ہو جاتی ہے یا تفریق حاکم سے ہوتی ہے عندامامنا ابی حنیفہ لعان کے بعد حاکم کے تفریق کرنے سے تفریق ہوگی نفس لعان سے نہ ہوگی وعندالشافعی و مالک نفس لعان سے میاں بیوی میں تفریق ہو جاتی ہے۔ وعن احمد روایتان ایک ہمارے ساتھ اور امام شافعی کے ساتھ۔ لنا۔ ا۔ ابو داؤد کی روایت عن سھل بن سعد مرفوعاً فرق بین المتلاعنین. ۲۔ ابوداؤد ہی کی روایت عن ابن عباس ففرق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بینھما۔ ۳۔ ابوداؤد ہی کی روایت عن ابن عمر ففرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینھما وللشافعی وما لک وابوداؤد ہی کی روایت عن ابن عمر مرفوعاً لا سبیل لک علیھا۔ جواب: ۱۔ یہ تفریق کی خبر نہیں ہے کہ نفس لعان سے تفریق ہو چکی ہے بلکہ یہ مہر کا حکم بیان فرماتا ہے کہ خاوند کو اب مہر واپس نہ ملے گا چنانچہ اسی حدیث میں آگے مرفوعاً اسی کی وضاحت مذکور ہے۔ **لامال لک:** ۲۔ ہم دوسرا جواب یہ بھی دیتے ہیں کہ یہ الفاظ مبارکہ **لا سبیل لک علیھا:** خبر کے درجہ میں نہیں ہیں کہ نفس لعان سے میاں بیوی میں تفریق ہو چکی ہے بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قاضی ہونے کی حیثیت سے ان الفاظ کو بطور انشاء کے استعمال فرمارہے ہیں اور میاں بیوی کے درمیان تفریق فرمارہے ہیں۔

باب التلاعن فی المسجد

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مسجد میں بھی لعان کرنا جائز ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت راجما بغیر بینۃ

غرض اس حدیث پاک کا بیان فرماتا ہے جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک پایا جاتا ہے اور اس سے مراد اس شخص کو رجم کرنا ہے جو اپنے زانی ہونے کا اعتراف نہ کرتا ہو بلکہ انکار کرتا ہو۔ **فقال عاصم ماابتلیت بھذا الالقولی:** فرمایا حضرت عاصم نے کہ میں نے بلاضرورت سوال کیا تھا اس لئے اس کی سزا مجھے یہ دی گئی کہ میری ہی قوم میں ایسا واقعہ پیش آ گیا کیونکہ وہ عورت عاصم کی بیٹی تھی یا بھتیجی تھی۔ **وکان ذلک الرجل مصفرا:** وہ آدمی شکایت کرنے والا یعنی حضرت عویمر بہت زرد رنگ کے تھے۔ **خدلا:** بھاری بدن والا قال ابوصالح وعبداللہ بن یوسف خدلاً یعنی پہلے روایت میں بسکون الدال نقل کیا گیا تھا ان دونوں حضرات نے خدلاً بکسر الدال نقل فرمایا ہے معنی ایک ہی ہیں۔

باب صداق الملاعنۃ:

غرض ملاعنہ کے مہر کا بیان ہے اور امام بخاری امام مالک کی تائید فرمارہے ہیں کیونکہ وہ حدیث ذکر فرمائی ہے جو ان کی دلیل ہے پھر اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ملاعنہ عورت مدخول بہا ہے تو بالاتفاق اس کو پورا مال مہر ملے گا اور اگر لعان کرنے والی عورت غیر مدخول بہا ہے تو اس میں اختلاف ہے عند مالک اس کو کچھ مہر نہیں ملے گا۔ وعندالجمہور اس کو نصف مہر ملے گا۔ لنا آیت مبارکہ و ان طلقتمو ھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم لھن فریضۃ فنصف مافرضتم ولمالک حدیث الباب عن ابن عمرؓ مرفوعاً لعان ہی کے واقعہ میں ان کنت صادقاً دخلت بھاوان کنت کذباً فھوا بعد منک

اس حدیث پاک کے مفہوم مخالف سے نکل آیا کہ اگر دخول نہ ہو تو پھر مہر بھی نہیں ہے۔ جواب۔ ہمارا استدلال منطوق سے ہے اور آپ کا مفہوم مخالف سے ہے اور جو ائمہ مفہوم مخالف کو حجت مانتے ہیں وہ بھی منطوق کے مقابلہ میں مفہوم مخالف کو نہیں لیتے۔ ۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر نصوص کو بالفرض برابر درجہ کا بھی مان لیا جائے تو پھر بھی غیر مدخول بہا کو نصف مہر ملنا ضروری ہے کیونکہ جب نصوص میں تعارض ہو تو قیاس سے ترجیح دی جاتی ہے اور قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ نصف مہر ملے وہ اس طرح کہ مدخول بہا میں لعان کا اثر مہر پر واقع نہیں ہوا ہو حکم مہر کا بغیر لعان کے تھا وہی بالا تفاق لعان کے بعد بھی رہا جب مدخول بہا میں لعان کا اثر مہر پر نہیں ہوا تو غیر مدخول بہا میں بھی لعان کا اثر نہ ہونا چاہئے اور غیر مدخول بہا سے جدائی اگر بلا لعان ہو مثلاً طلاق ہو جائے تو نصف مہر بالا تفاق ہے اس لئے لعان کی صورت میں بھی نصف مہر ہونا چاہئے۔

باب قول الامام للمتلاعنين ان احدكما كاذب فهل منكما تائب

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ لعان سے پہلے قاضی کو چاہئے کہ ان دونوں کو بطور نصیحت کے یہ بات کہے کہ یقیناً تم میں سے ایک جھوٹا ہے اس لئے اس کو توبہ کر لینی چاہئے کیونکہ لعان سے وہ عذاب کا مستحق بن جائے گا۔

باب التفريق بين المتلاعنين

غرض یہ بتلانا ہے کہ لعان کا تتمہ یہ ہے کہ قاضی لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دے گویا امام بخاری حنفیہ کی تائید فرما رہے ہیں۔

باب يلحق الولد بالملاعنة

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ بچہ لعان کرنے والی عورت کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

باب قول الامام اللهم بين

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ امام اگر حق تعالیٰ سے دعا مانگے کہ یا اللہ واقعہ کی حقیقت ظاہر فرما دیجئے تو اس کی بھی گنجائش ہے گو مسئلہ کا دارومدار ظاہر پر ہے اور ظاہر کے لحاظ سے نہ زنا ثابت ہوگی نہ قذف لیکن قاضی یا امام اگر آقائے کریم سے یہ دعا بھی کر لے کہ یا اللہ واقعہ کی حقیقت سب پر ظاہر فرما دیجئے تو یہ دعا مانگنی بھی جائز ہے تاکہ آئندہ کے لئے لوگوں کو مزید عبرت ہو جائے۔

جعداً قططا: زیادہ مڑے ہوئے بال۔

باب اذا طلقها ثلثاثم تزوجت بعد العدة زوجاً غيره فلم يمسها

غرض مغلظہ کا حکم بتلانا ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں مل چکی ہوں تو وہ پہلے خاوند کی طرف اس صورت میں لوٹ سکتی ہے جبکہ پہلے خاوند کی تیسری طلاق کے بعد وہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے وہ وطی کرے پھر طلاق دے پھر عدت گزرے پھر پہلے خاوند سے نکاح پڑھا جائے۔

سوال: یہاں تو لعان کے ابواب چل رہے ہیں اور لعان کی صورت میں میاں بیوی کے درمیان جو جدائی ہوتی ہے۔ وہ تو حلالہ سے دور نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں دارومدار اس پر ہے کہ دونوں میں سے ایک اپنی تکذیب کرے پھر تکذیب پر زنا کی یا قذف کی حد جاری ہو پھر اگر دونوں زندہ ہوں تو رجوع ہو سکتا ہے بشرطیکہ تین طلاقیں نہ ہوئی ہوں اور اگر تین طلاقیں بھی ہو چکی ہیں تو پھر حلالہ بھی ہوگا بہر حال لعان میں رجوع بہت بعید ہے اس لئے یہاں حلالہ کا بیان مناسب نہ تھا۔

جواب: چونکہ لعان کی روایات میں تین طلاقوں کا ذکر بھی آتا ہے اس مناسبت سے حلالہ کا ذکر فرما دیا کہ اگر صرف تین طلاقیں ہی ہوئی ہوں اور لعان نہ ہوا ہو تو پھر کیا حکم ہے۔

باب قول الله واللائي يئسن من المحيض من نسائكم ان ارتبتم

غرض اس آیت کی تفسیر ہے اور اس میں عدت کا ذکر ہے مناسبت طلاق کے بابوں سے یہ ہے کہ اکثر طلاق میں عدت بھی ہوتی ہے اس لئے طلاق کے بعد عدت کا حکم بیان فرمایا اور عدت کے معنی ہیں۔ **هي مدة التربص للنكاح الثاني**

بعد الوفاۃ او الطلاق:۔ بعض نسخوں میں یہاں ہے کتاب العدۃ یا ابواب فیھا احکام العدۃ۔

باب قول اللہ تعالی و المطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے اور کوئی روایت اپنی شرط پر امام بخاری نے نہ پائی جو اس آیت کی تفسیر بن سکے اس لئے مسند ذکر نہ فرمائی پھر اصل معنی قرء کے ہیں۔ **الاجتماع للخروج:۔** اس لئے صرف اجتماع کی طرف سے نظر کرتے ہوئے طہر پر اطلاق ہوتا ہے کہ طہر میں خون نکلنے کے لئے جمع ہوتا ہے اور صرف خروج کی طرف نظر کرتے ہوئے حیض کے معنی میں استعمال ہوتا کیونکہ حیض میں خروج دم شروع ہو جاتا ہے پھر یہاں مراد حیض ہے یا طہر ہے۔ **فعند امامنا ابی حنیفۃ واحمد:** حیض۔ مراد ہے عند مالک والشافعی طہر مراد ہے لنا لفظ ثلثۃ حیض کے معنی پر دال ہے اس لئے کہ بالا جماع طلاق طہر میں ہونی چاہئے۔ اب اگر یہ طہر شمار کریں تو چونکہ کچھ طہر گزرا ہوا ہے اس لئے تین سے کم طہر بنتے ہیں اور یہ طہر عدت میں شمار نہ کریں بلکہ اس کے بعد تین طہر لیں تو تین سے طہر بڑھ جاتے ہیں اس لئے ثلثہ پر عمل نہیں ہو سکتا اور ثلثہ لفظ خاص ہے اور اس کے معنی عدد معین کے ہیں نہ کم نہ زیادہ اس لئے قروء کے معنی حیض کے لینے ہوں گے تاکہ پورے تین حیض سے عدت مکمل ہو جائے کیونکہ طلاق طہر میں ہوگی اس کے بعد پورے تین حیض گزارنے سے عدت مکمل ہو جائے گی و دلیل مالک والشافعی قاعدہ عربیہ ہے کہ تین سے دس تک تمیز مکمل عدد کے خلاف آتی ہے یہاں عدد مؤنث ہے ثلثہ اس لئے اس کی تمیز مذکر آنی چاہئے اور قرء بمعنی حیض مؤنث شمار ہوتا ہے اور قرء بمعنی طہر مذکر شمار ہوتا ہے اس لئے قروء سے مراد اطہار ہیں۔ جواب۔ یہ قیاس لغوی ہے اور نص کے مقابلہ میں کوئی قیاس معتبر نہیں ہوتا نہ لغوی نہ عقلی۔ **ولا یحتسب بہ لمن بعدہ:۔** حضرت ابراہیم نخعی کے قول کا حاصل یہ ہے کہ اگر ایک شخص کی مطلقہ عدت میں تھی اسی عدت کے زمانہ میں کسی نے اس سے نکاح کر لیا تو اب یہ تین حیض صرف پہلے خاوند کی عدت شمار ہوگی دوسرے کی عدت الگ شمار کی جائے گی اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور امام احمد کا لیکن عندامامنا ابی حنیفۃ و مالک یہ حیض دونوں عدتوں میں شمار کئے جائیں گے اور مسئلہ قیاسیہ ہے لنا۔ مقصود انخلاء الرحم ہے دونوں سے اور اس مقصد کے لئے ان حیضوں کو دونوں سے شمار کرنا ہی مناسب ہے اور دلیل امام شافعی و امام احمد کی یہ ہے کہ جب تفریق دو خاوندوں سے ہوئی تو عدتیں بھی دو ہوں گی اور اصل عدم تداخل ہے اس لئے دونوں عدتیں الگ الگ یکے بعد دیگرے گزارنی ضروری ہیں۔ ترجیح قول حنفیہ و مالکیہ کو ہے کیونکہ ہمارے قول میں معتدہ پر تخفیف ہے۔ **یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر** اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب دو راستے ہوں ایک آسان اور ایک مشکل تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آسان راستہ کو اختیار فرمایا کرتے تھے۔

باب قصۃ فاطمۃ بنت قیس

غرض حضرت فاطمہ بنت قیس کا واقعہ بیان فرمانا ہے پھر نفقہ اور سکنی کے اختلافی مسئلہ میں بظاہر امام بخاری امام مالک اور امام شافعی کا مسلک لے رہے ہیں پھر تفصیل اس واقعہ کی امام بخاری نقل نہیں فرما رہے صرف بعض اجزاء نقل فرما رہے ہیں کیونکہ تفصیل والی روایات ان کی شرط پر نہیں ہیں۔ پھر اختلاف یوں ہے کہ عندامامنا ابی حنیفۃ جس عورت کو تین طلاقیں مل چکی ہوں اس کو عدت کے دنوں کا نفقہ بھی خاوند سے ملے گا اور سکنی یعنی رہائش کی جگہ بھی ملے گی وعند احمد نہ نفقہ ہے نہ سکنی وعند الشافعی و مالک سکنی تو ہے لیکن نفقہ نہیں ہے لنا۔ آیت مبارکہ **اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم** اسکے معنی ہیں **وانفقوا علیھن من وجدکم** کیونکہ سکنی کی تفصیل تو پیچھے ہو چکی **من حیث سکنتم** سے اب اگر **من وجدکم** میں بھی سکنی ہی کی تفصیل شمار کی جائے تو تاکید بنے گی اور اگر یہ نفقہ کا بیان مانا جائے تو تاسیس ہوگی یعنی نئے معنی ہوں گے اور بلاغت کا اصول ہے کہ تاسیس تاکید سے اولی ہے اس لئے یہاں نفقہ ہی کے معنی لئے جائیں گے ولنا احمد روایۃ ابی داؤد عن فاطمۃ بنت قیس مرفوعا لیس لک

علیہ نفقۃ وامرھا ان تعتد فی بیت ام شریک وللشافعی ومالک نفقہ کی نفی کی دلیل امام احمد والی روایت ہے البتہ اس روایت میں جو سکنی کی نفی ہے اس کو نہیں لیتے کیونکہ سکنی کا اثبات صراحۃ قرآن پاک سے ہے جیسا کہ ہماری دلیل میں ابھی ذکر کیا گیا ہے اسکنوھن من حیث سکنتم۔ جواب۔ ابوداؤد کی روایت عن الاسود اتت فاطمۃ بنت قیس عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال ماکنا لندع کتاب ربنا وسنۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امراۃ لاندری احفظت ام لا۔ ۲۔ ابوداؤد کی روایت عن عروۃ بن الزبیر قال لقد عابت ذلک عائشۃ اشد العیب یعنی حدیث فاطمۃ بنت قیس۔ ۳۔ اس فاطمہ بنت قیس والی روایت میں اضطراب ہے کہ طلاق قبل السفر دی یا سفر میں دی دوسرے خود سوال کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یا کسی رشتہ دار کو بھیجا تیسرے زوج کا نام ابوحفص تھا یا ابوعمرو تھا ان اضطرابات ثلثہ کی وجہ سے یہ حدیث کمزور ہوگئی۔ ۴۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ فاطمہ بنت قیس والے واقعہ میں سکنی چھوڑنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ مکان جس میں خاوند کے ساتھ رہتی تھی اس مکان میں وحشت تھی اس لئے الگ تھلگ ہونے کی وجہ سے اس مکان کو چھوڑنا ضروری تھا۔ عام حالات میں سکنی ملے گا۔ ۵۔ سکنی چھوڑنے کی وجہ یہ تھی کہ فاطمہ بنت قیس زبان کی کچھ تیز تھیں اس لئے اس مکان میں لڑائی جھگڑے کا خطرہ تھا اس مجبوری سے مکان چھڑایا گیا تھا عام حالات میں سکنی ملے گا۔ ۶۔ نفقہ کی نفی کے صرف یہ معنی ہیں کہ جتنا خاوند نے دے دیا یہی کافی ہے اس سے زائد نہ ملے گا۔ ۷۔ چونکہ یہ ناشزہ تھیں اس لئے سزا کے طور پر ان کا نفقہ بند ہوا۔

باب المطلقۃ اذا خشی علیھا فی مسکن زوجھا ان یقتحم علیھا او تبذو علی اھلھا بفاحشۃ

غرض امام احمد کے قول پر رد ہے وہ تین طلاق والی عورت سے سکنی کی نفی مطلقا کرتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے پھر امام بخاری دو وجہیں بیان فرما رہے ہیں کہ سکنی کی نفی یا تو اس وجہ سے تھی کہ وہ مکان خالی جگہ میں تھا کسی ڈاکو یا زانی کے آنے کا اندیشہ تھا اس لئے وہاں نہ رکھا گیا یا وجہ یہ تھی کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کی زبان میں کچھ تیزی تھی وہاں رہنے میں لڑائی جھگڑے کا اندیشہ تھا۔

باب قول اللہ تعالیٰ ولایحل لھن ان یکتمن ماخلق اللہ فی ارحامھن من الحیض والحمل

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر کا بیان ہے۔ **کئیبۃ:** اس کے معنی ہیں غمگین کہ حیض کی وجہ سے وہ طواف نہ کرسکتی تھیں اس لئے حضرت صفیہ اپنے خیمہ کے دروازے پر غمگین کھڑی تھیں۔ **فقال لھا عقری اوحلقی:** عقری کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے بدن کو زخمی کردیں اور حلقی کے معنی ہیں تیرے گلے کو کوئی تکلیف پہنچے۔ بدعا کرنی مقصود نہ تھی کیونکہ حیض غیر اختیاری چیز ہے بلکہ صرف غم کا اظہار تھا کہ اب تمہاری وجہ سے ہم سب کو ٹھہرنا پڑے گا۔

باب وبعولتھن احق بردھن فی العدۃ وکیف یراجع المراۃ اذا طلقھا واحدۃ او ثنتین

غرض دو مسئلوں کا بیان ہے۔ ۱۔ رجوع کا حق صرف ایک یا دو طلاقوں میں ہے تین طلاقوں کی صورت میں رجوع نہیں ہوسکتا۔ ۲۔ رجوع کا طریقہ کیا ہے۔ **فحمی معقل:** معقل حمیت اور غیرت والے ہوگئے۔ **انفاً:** اس کے معنی ہیں غصہ اور تکبر کی وجہ سے فعل چھوڑنا یہاں تکبر سے مراد ترک ذلت ہے۔ **فقال خلی عنھا وھو یقدر علیھا:** یہی محل ترجمہ ہے کہ خالی چھوڑ دینا اور بیوی سے الگ رہنا یہ ترک رجوع ہے اس سے نکل آیا کہ رجعی طلاق ہو تو عدت کے اندر وطی کرلینا رجوع ہے۔ **فامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یراجعھا:** یہی محل ترجمہ ہے کہ رجوع کے لئے گواہ بنانے ضروری نہیں ہیں۔

باب مراجعۃ الحائض

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دے دی ہو تو اس کے ذمہ رجوع واجب ہے جبکہ طلاق رجعی ہو اور اگر طلاق بائن ہے تو پھر یہ حکم نہیں ہے۔ **ثم یطلق من قبل عدتھا:** یعنی ایسے وقت طلاق دے جو کہ عدت سے پہلے ہو اس روایت سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ عدت حیض سے گزاری جاتی

ہے اور طلاق عدت کے وقت سے پہلے دی جاتی ہے یعنی طہر میں۔

باب تحد المتوفی عنها زوجها اربعة اشهر و عشرا

غرض تین مسئلوں کا بتلانا ہے۔۱- احداد یعنی زینت کا چھوڑنا اس عورت پر چار ماہ دس دن واجب ہے جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو۔۲- احداد کا طریقہ کیا ہے۔۳- احداد صغیرہ پر بھی واجب ہے اور اس تیسرے مسئلہ میں امام بخاری حنفیہ کے خلاف جمہور ائمہ کی تائید فرما رہے ہیں۔ اختلاف یہ ہے کہ عندنا منافی حلیہ صبیہ کے ذمہ احداد نہیں ہے۔ وعند الجمہور صبیہ کے ذمہ احداد ہے۔ لنا۔ وہ مکلف نہیں ہے اس لئے ترک زینت کا وجوب بھی اس پر نہیں ہو سکتا۔ وللجمہور اس پر چونکہ عدت ضروری ہے اور عدت گزرے بغیر وہ نکاح نہیں کر سکتی اس طرح عدت کا لازم احداد ہے یہ بھی اس پر ضروری ہے۔ جواب۔ عدت تو غیر کا حق ہے اس کا لحاظ تو کرنا صبیہ پر بھی ضروری ہے جیسے کسی کی کوئی چیز ضائع کر دے تو اس کی چٹی بچے کے مال میں سے دی جاتی ہے۔ احداد کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے یہ نماز کی طرح ذاتی عمل ہے اس لئے جیسے نابالغہ پر نماز فرض نہیں ہے ایسے ہی احداد بھی واجب نہیں ہے۔ **فقلما تفتض به الامات:** اس کی مختلف تقریریں کی گئی ہیں۔۱- عدت والی عورت کو جب کمرے میں بند ہوئے ایک سال گزر جاتا تو اس کے پاس جانور لایا جاتا تھا گدھا یا بکری یا پرندہ وہ اس پر ہاتھ پھیرتی تھی تو وہ قضاء الٰہی سے بطور خرق عادت مر جاتا تھا یہ خرق عادت اسی قسم کا ہے جیسے زمانہ جاہلیت میں رسم تھی کہ نوجوان لڑکی کو دریائے نیل میں ڈالتے تھے تو اس کا پانی جاری ہو جاتا تھا اس کو وہ امر سماوی سمجھتے تھے ہماری پاک شریعت نے ان دونوں رسموں کو ختم کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں جب مصر فتح ہوا تو مسلمانوں کے فاتح لشکر کے سردار حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ہم بھی نوجوان لڑکی دریائے نیل کا پانی جاری کرنے کے لئے اس میں ڈالیں یا نہ تو حضرت عمرؓ نے دریائے نیل کے نام خط لکھا کہ اے نیل اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوتا تھا تو اب بھی لڑکی ڈالے بغیر جاری ہو جا اور اگر تو کسی اور کے حکم سے جاری ہوتا تھا تو ہمیں تیرے پانی کی کوئی ضرورت نہیں یہ خط دریائے نیل میں ڈالا گیا تو وہ فوراً جاری ہو گیا اور اس کے بعد آج تک خشک نہیں ہوا اسی طرح یہ پورا ایک سال عدت گزار کر جانور کو ہاتھ لگانے کی رسم بھی ہماری پاک شریعت نے ختم کر دی کہ چار ماہ دس دن تک صرف ترک زینت ہے کمرے میں بند کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد کسی جانور کو لانے کی ضرورت نہیں بس نکاح جب کرنا چاہے کرے۔ تفتض یہ لیا گیا ہے فضضت الشیٔ سے کہ میں نے شئی کو توڑ دیا سال کے بعد وہ عدت کو توڑتی تھی اس خاص طریقہ سے۔۲- یہ لفظ فضہ سے لیا گیا ہے کہ وہ عورت صفائی شروع کرتی تھی اور چاندی جیسی ہو جاتی تھی۔۳- معنی تو یہی ہیں کہ وہ عدت کو توڑتی تھی جیسے پہلی تقریر میں ذکر کیا گیا ہے لیکن زمانہ جاہلیت میں اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ ایک سال بدبودار کوٹھڑی میں بند رکھنے کے بعد جب جانور کو وہ عورت اپنی قبل سے لگاتی تھی تو وہ جانور بدبو کی وجہ سے اکثر مر جاتا تھا اور اس کی عدت ختم ہو جاتی تھی۔۴- فضض میٹھے پانی کو کہتے ہیں جانور کو ہاتھ لگا کر وہ میٹھے پانی سے غسل کرتی تھی اور اس سے عدت ختم ہو جاتی تھی۔۵- تفتض کے معنی ہیں تفارق یعنی ایک سال کے بعد وہ جانور کو ہاتھ لگا کر احداد سے الگ ہو جاتی تھی۔۶- ایک روایت میں یہ لفظ تقبص صاد مہملہ کے ساتھ ہے اس کے معنی ہیں انگلیوں کے کناروں سے پکڑنا۔ جب وہ اس طریقہ سے جانور کو پکڑتی تھی تو وہ عموماً مر جاتا تھا اور اس عورت کی عدت ختم ہو جاتی تھی۔۷- تفتض بہ میں باء زائدہ ہے یا تعدیہ کے لئے ہے معنی یہ ہیں کہ وہ عورت اس جانور کے بعض اعضاء کو توڑتی تھی اس سے وہ مر جاتا تھا اور یہ کنایہ ہوتا تھا کہ اس کی عدت ٹوٹ گئی اور اس کے احداد اور ترک زینت کو موت آ گئی اور وہ عدت اور احداد ختم ہو گئے اسی طرح اس حدیث میں جو مینگنیاں پھینکنے کی رسم تھی سال گزرنے کے بعد اس میں بھی یہی اشارہ تھا کہ مینگنیاں بھی دور ہو گئیں اور عدت بھی دور ہو گئی۔

باب الکحل للحادة

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ عدت کے ایام میں سرمہ لگانا بھی

عورت کے لئے جائز نہیں ہے۔ سوال۔ اس باب کی حدیث میں عذر کے موقعہ میں سوال کیا گیا تھا کہ سرمہ لگانا جائز ہے یا نہ پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت کیوں نہ دی۔ جواب۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک میں اس عورت کو عذر کا درجہ حاصل نہ تھا سرمہ کے بغیر بھی آسانی سے علاج ہوسکتا تھا۔

باب القسط للحادة عند الطهر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ حداد کرنے والی اگرچہ خوشبو نہیں لگاتی لیکن حیض سے پاک ہونے کے وقت قسط خوشبو کا استعمال جائز ہے یہ لکڑی کی ہوتی ہے اس کو جلانے سے خوشبو آتی ہے اسی کو کست بھی کہتے ہیں اظفار اسی کی نوع ہے اور ظفار جگہ کا نام ہے۔ **ثوب عصب:** ۔ یمن کے کپڑے تھے ان کا رنگ ہلکا تھا ان سے زیادہ زینت نہیں ہوتی تھی اس لئے ان کا استعمال حداد کے زمانہ میں بھی جائز تھا۔ **ادنیٰ طهرها:** ۔ طہر کے ابتداء میں۔

باب والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔ **زعم ذلک عن مجاهد:** ۔ حضرت مجاہد کے نزدیک ایک سال کی عدت باقی ہے صرف چار ماہ دس دن کے بعد باہر نکلنے کی اجازت ہے لیکن یہ قول شاذ ہے جمہور کے نزدیک ایک سال کی عدت بالکل منسوخ ہو چکی ہے۔ **وتعتد حیث شاء ت ولا سکنیٰ لها:** ۔ یعنی وارثت نازل ہونے سے متوفی عنہا زوجہا کے لئے سکنیٰ نہ رہا۔

باب مهر البغی والنکاح الفاسد:۔

غرض دو مسئلے بتلاتے ہیں۔ ۱- زنا کی اجرت حرام ہے اور نکاح فاسد کا کیا حکم ہے۔ نکاح فاسد کی مثالیں۔ ۱- عدت کے اندر نکاح۔ ۲- بغیر گواہوں کے نکاح۔ ۳- وقت مقرر کر کے نکاح کرنا مثلاً ایک ماہ کے لئے ایک سال کے لئے۔ ۴- بعض کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر نکاح۔ ۵- نکاح شغار بعض کے نزدیک۔

باب المهر للمدخول علیها وکیف الدخول اوطلقها قبل الدخول والمسیس

غرض تین مسئلوں کا بیان ہے۔ ۱- دخول سے پورا مہر واجب ہو جاتا ہے۔ ۲- دخول کی صورت کیا ہے۔ ۳- قبل الدخول طلاق کا حکم کیا ہے۔ ان تین میں سے دوسرا مسئلہ صرف اختلافی ہے عندنا امنا واحمد دخول کی صورت یہ ہے کہ بیوی کو تنہائی والے کمرے میں لے کر داخل ہو جائے اور دروازہ بند کر دیا جائے یا دروازہ پر پردہ ڈال دیا جائے وطی کرے یا نہ کرے وعند مالک صرف دخول فی البیت کافی ہے دروازہ بند کرے یا نہ کرے۔ پردہ گرائے یا نہ گرائے اور عند الشافعی وطی کے بغیر دخول کا حکم ثابت نہیں ہوتا منشاء اختلاف اس آیت کے معنی ہیں وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن ہر امام نے اپنی فراست سے اس آیت کے معنی کئے ہیں یہاں حنفیہ کے قول کو ترجیح اس وجہ سے ہے کہ یہ درمیانہ قول ہے خیر الامور اوسطھا امام مالک کے قول میں تفریط اور کمی ہے اور امام شافعی کے قول میں افراط اور زیادتی ہے۔

باب المتعة للتی لم یفرض لها

غرض اس عورت کا حکم بیان کرنا ہے جس کو قبل الدخول طلاق دی گئی ہو اور مہر بھی مقرر نہ کیا گیا ہو کہ اس کو متعہ یعنی جوڑا دینے کا کیا حکم ہے فعند مالک مستحب ہے واجب نہیں وعند الجمہور واجب ہے لنا قولہ تعالیٰ ومتعوھن امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ متعہ کا مادہ استحباب پر دال ہے جواب احتیاط صیغہ امر کے لحاظ کرنے میں ہے۔

کتاب النفقات وفضل النفقه علی الاهل

کتاب النفقات سے مقصود نفقات کے احکام ہیں اور ربط یہ ہے کہ جیسے طلاق اور عدت نکاح کے احکام کا تتمہ ہے ایسے ہی نفقات کے احکام بھی نکاح کے احکام کا تتمہ ہے نکاح کے بعد نفقہ واجب ہو جاتا ہے پھر پہلے باب کی غرض یہ ہے کہ بیوی بچوں پر خرچ کرنا بھی ثواب ہے۔

باب وجوب النفقة علی الاهل والعیال

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ بیوی اور بچوں پر نفقہ واجب ہے۔

تقول المرأة اما ان تطعمنی واما ان تطلقنی

یہ عبارت حضرت ابوہریرہؓ کی طرف سے مدرج ہے وہ اس مذکورہ حدیث کے الفاظ وابدأ بمن تعول کی وضاحت فرما رہے ہیں۔

لاهذا من کیس ابی هریرة: ۔ یعنی یہ الفاظ مرفوعاً ثابت نہیں ہیں۔ صرف ابوہریرہ نے اپنی کیس یعنی عقل

سے حدیث کی وضاحت کی ہے۔

باب حبس نفقة الرجل قوت سنة على اهله و كيف نفقات العيال

غرض دو مسئلوں کا بیان فرمانا ہے۔۱۔ایک سال کا نفقہ جمع کر لینا توکل کے خلاف نہیں ہے۔۲۔بچوں کے نفقہ کا کیا درجہ ہے واجب ہے یا مستحب مقصد یہ ہے کہ واجب ہے۔

باب وقال الله تعالیٰ والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين

غرض دو چیزیں ہیں۔۱۔ترغیب دینا ہے مطلقہ ماں کو کہ وہ خود ہی دودھ پلائے تو زیادہ اچھا ہے۔۲۔دودھ پلانے کے معاملہ میں کوئی بھی ایک دوسرے کو ضرر نہ پہنچائے۔

باب نفقة المرأة اذا غاب عنها زوجها ونفقة الولد

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ خاوند باہر گیا ہوا ہو تو بقدر ضرورت بیوی اس کے مال میں سے اپنی ذات پر اور بچوں پر خرچ کرے تو یہ جائز ہے۔

باب عمل المرأة في بيت زوجها

غرض یہ ہے کہ عورت کو اپنے خاوند کے گھر میں کیسے رہنا چاہئے مقصد یہ ہے کہ گھر کے کام خود عورت کو اپنے ہاتھ سے کرنے چاہئیں۔

باب خادم المرأة

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر بیوی خود کام کر سکتی ہو تو خاوند کے ذمہ خادم واجب نہیں ہے۔

باب خدمة الرجل فى اهله

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ خود مرد کو گھر کے کاموں میں کچھ نہ کچھ شریک ہونا چاہئے اور یہی اس کے لئے بہتر اور زیادہ مناسب ہے۔

باب حفظ المرأة زوجها في ذات يده والنفقة

غرض یہ ہے کہ عورت کے ذمہ واجب ہے کہ وہ خاوند کی چیزوں کو اور نفقہ کے سامان کو حفاظت سے رکھے۔ **وقال الآخر:۔** دوسرے راوی نے یہ لفظ مرفوعاً نقل فرمائے۔ **احناه:** زیادہ شفقت والی۔ سوال مناسب تو یہ تھا کہ یوں ارشاد فرماتے احناهن۔ جواب۔اہل عرب ایسے موقع میں واحد مذکر ہی استعمال کرتے ہیں اس کی دو توجیہیں ہوتی ہیں۔۱۔احنا المذکور۔۲۔احنا لفظ النساء۔

باب كسوة المرأة بالمعروف:۔

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ خاوند کے ذمہ بیوی کے کپڑے ہیں مناسب درجہ میں اور یہ خاوند پر واجب کے درجہ میں ہے۔ **حلة سيراء:۔** ریشمی جوڑا۔

باب عون المرأة زوجها في ولده:۔

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ عورت کے لئے مستحب ہے کہ وہ خاوند کی دوسری بیوی کے بچوں یا خاوند کی بہنوں کو پالنے میں خاوند کی امداد کرے۔

باب نفقة المعسر على اهله:۔

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر خاوند کے ذمہ کفارہ ہو تو بیوی بچوں کا نفقہ کفارہ سے بھی مقدم ہے۔

باب وعلى الوارث مثل ذلك وهل على المرأة منه شئ و ضرب الله مثلا رجلين احدهما ابكم:۔

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مرنے والے کی نابالغ اولاد کا نفقہ مرنے والے کے وارث کے ذمہ ہے بچے کی ماں کے ذمہ نہیں ہے پھر آیت کے ایک معنی تو یہ کئے گئے ہیں وعلی الوارث مثل ذلک کہ وارث بھی قریبی رشتہ دار کو تکلیف نہ پہنچائے۔ دوسرے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ وارث پر اجرت ہے رضاعت کی جبکہ بچے کی ملک میں مال نہ ہو۔ پھر وارث کے مصداق میں مختلف اقوال ہیں۔۱۔جو بھی مرنے والے کا وارث ہو مردوں اور عورتوں میں سے۔۲۔بچے کے ذی رحم محرم مراد ہیں مرنے والے کے وارث بھی ہوں۔۳۔بچہ خود ہی مراد ہے کیونکہ وہ بھی تو اپنے باپ کا وارث ہے۔۴۔جب مرنے والا بچے کی ماں اور بچے کا چچا چھوڑے تو دونوں میں سے ہر ایک پر ہے کہ وہ مرنے والے کا جتنا وارث ہوا ہے اتنا خرچہ

بچہ کی رضاعت میں خرچ کرے یہ چوتھا قول امام سفیان ثوری سے منقول ہے لیکن امام بخاریؒ کو یہ قول پسند نہیں ہے اس لئے وہ اس قول کا صراحۃ رد فرما رہے ہیں اس عبارت میں وھل علی المراۃ منہ شئی و ضرب اللہ مثلاً رجلین احدھما ابکم الآیۃ امام بخاری کی اس عبارت میں ھل بمعنی لیس ہے اور پھر یہ جو آیت یہاں ذکر فرما رہے ہیں امام بخاری وضرب اللہ مثلاً رجلین احدھما ابکم الآیہ تو اس کا تعلق اس مسئلہ سے یوں ہے کہ امام بخاری عورت کو کل اور بوجھ قرار دے رہے ہیں کہ عورت تو خود دوسروں پر بوجھ ہوتی ہے وہ نفقہ کیسے برداشت کر سکتی ہے۔ آیت میں اصل مثال تو اوثان کی ہے کہ بت تو بوجھ ہی ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حر اور مالک کی طرح ہیں۔ امام بخاری عورت کو بھی ایسا ہی ثابت کر رہے ہیں کہ وہ بھی بتوں کی طرح بوجھ ہوتی ہے اس لئے وہ بچے کی رضاعت کا نفقہ برداشت نہیں کر سکتی۔ **لست بتارکتھم ھکذا وھکذا:** میں ان کو محتاج نہیں چھوڑنا چاہتی۔ باب کا مقصد حاصل ہو گیا کہ حضرت ام سلمہ بوجھ تھیں اسی لئے اپنا خرچ اور بچوں کا خرچ مانگ رہی ہیں۔ **فھل علی جناح ان اخذ من مالہ مایکفینی و بنی:** اس حدیث سے بھی باب کا مقصد حاصل ہوا کہ یہ عورت بھی بوجھ تھیں اسی لئے اپنا خرچہ مانگ رہی ہیں کہ خاوند کے مال سے خرچ کر لیا کروں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ترک کلاً او ضیاعاً فالی:

غرض اس حدیث پاک کو بیان کرنا ہے۔

باب المراضع من الموالیات وغیرھن

غرض یہ ہے کہ آزاد شدہ کا دودھ پینا بھی عیب نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ رضاعی ماں عربی ہی ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں خیال کرتے تھے۔

کتاب الاطعمة

ربط یہ ہے کہ پیچھے نفقات کا ذکر تھا اور نفقہ میں زیادہ کھانے پر خرچ ہوتا ہے اس لیے اب کھانے کی تفصیل ہے اور کتاب سے غرض انواع اطعمہ کا بیان ہے اور احکام اطعمہ کا بیان ہے۔ **کلو امن الطیبات واعملو اصالحا:** اس آیت مبارکہ کی مناسبت کتاب الاطعمہ سے یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں کھانے کا ذکر عمل صالح سے پہلے ہے اہمیت کی بناء پر کہ حلال کھانا سبب بنے گا عمل صالح کا۔ **بعس:** بڑا پیالہ۔

باب التسمیة علی الطعام والا کل بالیمین

غرض یہ ہے کہ یہ دونوں کام مسنون ہیں۔ **تطیش:** گھومتا تھا۔ **تلک طعمتی بعد:** یہ اصول میرے کھانے کا طریقہ رہا ہے بعد میں کہ بسم اللہ پڑھوں دائیں ہاتھ سے کھاؤں اور اپنے سامنے سے کھاؤں۔

باب من تتبع القصعة مع صاحبه اذالم یعرف منه کراھة

غرض یہ مسئلہ بتلاتا ہے کہ اگر ساتھ کھانے والا برا نہ محسوس کرے تو پیالہ میں مختلف جگہ ہاتھ پھیرنے کی بھی گنجائش ہے۔

باب التیمن فی الاکل وغیرہ

غرض یہ ہے کہ کھانے میں بھی اور باقی اچھے کاموں میں بھی دائیں ہاتھ کا خیال کرنا مسنون ہے۔ **وکان قال بواسط:** واسط شہر میں حضرت شعبہ نے یہ بھی فرمایا تھا۔

باب من اکل حتی شبع

غرض یہ ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا جائز ہے۔ **وردتنی ببعضه:** اس کپڑے کے بعض حصہ کو میری چادر بنادیا اور مجھ پر ڈال دیا۔ **ففت:** ٹکڑے کئے گئے اس روٹی کے۔ **عکة:** گھی کا ڈبہ۔ **مشعان:** بہت لمبا۔ **بسواد البطن:** کلیجی۔ **توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین شبعنا:** وفات ہوئی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ہم نے پیٹ بھر کر کھانا شروع کر دیا۔

باب لیس علی الاعمی حرج الی قوله لعلکم تعقلون

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔ **والنھد والاجتماع علی الطعام:** یہ عطف تفسیری ہے کہ دو یا زیادہ آدمی

اپنا اپنا کھانا لے آئیں اور اکٹھے بیٹھ کر کھالیں۔ یہ جائز ہے اس آیت کی وجہ سے لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعاً او اشتاتا۔ **وهي من خيبر على روحة**:۔ یہ جگہ خیبر سے آدھے دن کی مسافت پر تھی۔ **فلكناه فاكلنا منه**:۔ ہم نے ستو کو گھولا اور پھر کھایا۔ **عوداً وبدأ**:۔ نہ شروع میں ہاتھ دھوئے نہ اخیر میں۔

باب الخبز المرقق والاكل على الخوان والسفرة:۔

غرض ان تین چیزوں کے احکام کا بیان کرنا ہے۔ خبز مرقق نرم عمدہ روٹی کو کہتے ہیں جو میدے کے نان جیسی ہوتی ہے اور خوان پیتل کی چوکی ہوتی ہے کہ اس پر رکھ کر کھانا عجمیوں کا طریقہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے اور سفرہ چمڑے کا دسترخوان ہے اس پر رکھ کر کھانا کھانا سنت ہے اور خبز مرقق بھی جائز ہے۔ **مسموطة**:۔ بھنی ہوئی۔ **سكرجة**:۔ چھوٹا پیالہ یا ٹانگوں والا پیالہ۔ یہ عجمیوں کا طریقہ تھا اس لیے مکروہ ہے۔ **ايها**:۔ ٹھیک ہے اس کو کلمہ اعتراف کہتے ہیں۔ **السويق**:۔ غرض یہ کہ ستو پینا سنت ہے۔ **مجنوذا**:۔ بھونی ہوئی۔

باب طعام الواحد يكفي الاثنين

غرض یہ ہے کہ یہ الفاظ بھی ثابت ہیں گو میری شرط پر نہیں ہیں۔

باب المومن ياكل في معىً واحد

غرض مومن اور کافر کے کھانے میں فرق بیان کرنا ہے کیونکہ کافر کا اصول یہ ہے زیستن برائے خوردن اور مومن کا اصول یہ ہے خوردن برائے زیستن۔ **فيه ابوهريرة**:۔ اس باب سے مقصود گذشتہ باب کی تائید ہے تاکہ اسلام کی شان ظاہر ہو۔

باب الاكل متكئا

غرض اس کا جواز بتلانا ہے اسی لیے کراہۃ کا ذکر نہیں فرمایا اس کے برخلاف امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی نے اپنے باب میں کراہت کی تصریح فرمائی ہے۔ **باب الشواء**:۔ غرض یہ ہے کہ بھنا ہوا گوشت کھانا جائز ہے۔ **باب الخزيرة**:۔ غرض کھانے کا جواز بیان فرماتا ہے۔ خزیرہ میدے (نخالہ) اور گوشت سے بنتا ہے اور حریرہ دودھ سے بنتا ہے دودھ والا حلوہ یا کھیر ان سب کا کھانا جائز ہے۔ **انكرت بصرى**:۔ آنکھیں کمزور ہو گئی تھیں یا نابینا ہو گئے تھے۔ **باب الاقط**:۔ غرض یہ ہے کہ پنیر جو دودھ کو پھٹا کر بنایا جاتا ہے اس کا کھانا بھی جائز ہے۔

باب السلق والشعير

غرض یہ ہے کہ چقندر اور جو کو الگ الگ یا ملا کر کھانا جائز ہے۔ **ما فيه شحم ولا ودک**: نہ چربی تھی اس میں نہ چکنائی۔

باب النهس وانتشال اللحم:۔

غرض یہ ہے کہ نھس یعنی منہ سے کاٹ کر ہڈی پر سے گوشت کھانا اور انتشال یعنی چھری سے کاٹنا اور پھر ہاتھ سے کھانا یہ دونوں طریقے گوشت کھانے کے جائز ہیں۔

باب تعرق العضد

غرض یہ ہے کہ دستی کے گوشت کو ہڈی پر سے منہ لگا کر کھانا جائز ہے۔ **نحو مكة**:۔ بالفصل اگلی حدیث میں مکہ مکرمہ کی طرف جانے کی تفصیل ہے اور غرض ایک ہی حدیث کی دو سندوں کا بیان ہے۔

باب ماعاب النبي صلى الله عليه وسلم طعاماً

غرض اس عادت مبارکہ کا بیان ہے۔

باب النفخ في الشعير

غرض یہ ہے کہ جو کے آٹے میں سے چھان بورا پھونک مار کر اڑا دینا جائز ہے۔ **النقي**: میدہ۔

باب ماكان النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه ياكلون

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام کے کھانے کی چیزوں کی تفصیل کا بیان ہے۔ **حشفة**:۔ جو درخت پر پوری نہ پکی ہو اس کو گھٹیا شمار کیا جاتا ہے وہ جلدی خشک ہو جاتی ہے۔ **شدت في مضاغي**:۔ مضاغ چبانے کو کہتے ہیں اس کو زیادہ چبانا پڑا اس لیے وہ حشفہ مجھے زیادہ پسند آئی۔ **عن قيس**

عن سعد: یہ سعد بن ابی وقاص ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔**سابع سبعة:** میں بالکل شروع میں ساتواں مسلمان تھا۔ **الحبلة:** پھلو۔ **یضع احدنا کما تضع الشاة:** بکری کی طرح مینگنیاں کرتا تھا۔**تعزرنی:** مجھے ادب سکھاتے ہیں کیونکہ انہوں نے شکایت کی تھی کہ یہ نماز اچھی نہیں پڑھتے۔ **حسرت اذا:** اگر مجھے ضرورت ہے ان کے سکھانے کی تو میں تو نقصان والا ہو گیا۔**ثریناه:** اس آٹے کو گوندھ لیتے تھے۔**شاة مصلیة:** بھنی ہوئی بکری۔**باب التلبینة:** آٹے یا میدے سے پتلا حلوہ بناتے تھے جس کو آج کل لیٹی کہتے ہیں۔ بعض دفعہ شہد اور دودھ بھی ڈالتے تھے سفید ہونے کی وجہ سے تلبینہ کہتے تھے دودھ جیسی چیز۔**مجمة لفؤاد المریض:** بیمار کے دل کے لیے سکون کی چیز۔**باب الثرید:** شوربے میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر نرم کر کے کھانا بھی مسنون ہے یہ غرض ہے باب کی۔

باب شاة مسموطة والکتف والجنب

غرض یہ ہے کہ بھنی ہوئی بکری کھانا بھی جائز ہے اور کندھے اور جانب کا گوشت کھانا بھی مسنون ہے۔**یحتز:** چھری سے کاٹ رہے تھے۔

باب ما کان السلف یدخرون فی بیوتهم واسفارهم من الطعام واللحم وغیره

غرض ان حضرات پر رد کرنا ہے جو ایک دن کے لیے ذخیرہ کرنے کو بھی توکل اور ولایت کے خلاف سمجھتے تھے۔**سفرة:** چمڑے کا دسترخوان جس کا کنارے پر حلقے ہوتے تھے دوہرا کر کے تھیلا بنا لیتے تھے۔**مأدوم:** سالن لگا کر کھائی جائے۔**باب الحیس:** یہ کھجور اور گھی اور پنیر سے بنتا تھا جس کو ہم حلوہ کہتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ اس کا کھانا بھی جائز ہے۔ **کلما نزل:** جب بھی سواری سے اترتے تھے یہ دعا پڑھتے تھے۔ **ضلع الدین:** قرض کی سختی۔**یحوی لها وراء ه:** کوہان کے گرد چادر لپیٹتے تھے تاکہ بیٹھنے والا گر نہ جائے۔**بعباء ة:** ایک قسم کی چادر۔

باب ذکر الطعام

غرض یہ ہے کہ عمدہ کھانا کھانا جائز ہے اور کڑوا کھانا مکروہ اور ناپسند ہے۔

باب الادم: غرض یہ ہے کہ سالن کے ساتھ روٹی کھانا سنت ہے اور ادم جمع ہے ادام کی سالن۔

باب الحلواء والعسل

غرض یہ ہے کہ میٹھی چیز اور شہد کا کھانا مسنون ہے۔ **الخمیر:** خمیری روٹی۔**استقرئ:** آیت پڑھنا چاہتا تھا۔ **العکة:** گھی کا مشکیزہ۔**فنشتقها:** ہم اس کو پھاڑ لیتے تھے۔ **باب الدباء:** غرض یہ بیان کرنا ہے کہ کدو کا کھانا سنت ہے۔

باب الرجل یتکلف الطعام لاخوانه:

غرض یہ ہے کہ اگر کوئی اپنے دوستوں کے لیے عمدہ کھانا پکا کر دعوت کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ **لحام:** قصائی۔ **خامس خمسة:** یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار دوسرے حضرات کی دعوت کی۔**باب المرق:** غرض یہ بتلانا ہے کہ شوربے کا استعمال مسنون ہے۔**باب القدید:** غرض یہ بتلانا ہے کہ گوشت کے لیے ٹکڑے کاٹ کر کھانا مسنون ہے۔**مافعله الا فی عام جاع الناس:** یعنی جو نہی تھی کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زائد نہ رکھیں یہ صرف ایک ہی سال تھی قحط سالی کی وجہ سے پھر یہ نہی نہ رہی۔

باب من ناول اوقدم الی صاحبه علی المائدة شیئاً

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔

باب الرطب بالقثاء

غرض یہ ہے کہ تر کھجور اور ککڑی کو ملا کر کھانا بھی جائز ہے۔**باب الحشف:** غرض یہ ہے کہ اس کا کھانا بھی جائز ہے۔

باب الرطب والتمر

غرض یہ ہے کہ دونوں کا کھانا جائز ہے۔**فجلست نخلاً:** زمین نے پورا پھل نہ دیا کھجور کے لحاظ سے یعنی پھل عام سالوں سے کم ہوا۔**این عریشک:** کہاں ہے تمہارا چھپر۔

باب اکل الجمار

یعنی کھجور کے مغز کو کھانا جائز ہے۔**باب العجوة:** عجوہ

کھجور کی فضیلت بیان کرنی مقصود ہے۔

باب القران فی التمر

یعنی مکروہ ہے البتہ ساتھی کی اجازت سے جائز ہے۔

باب برکة النخل

اس برکت کا بیان مقصود ہے۔ **باب القثاء:** غرض ککڑی کھانے کے جواز کا بیان ہے۔

باب جمع اللونین او طعامین بمرة

غرض یہ ہے کہ دو رنگ کی چیزوں کو ملا کر کھانا جائز ہے ایسے یہ دو کھانے پکانے کی بھی گنجائش ہے۔

باب من ادخل الضیفان بیته عشرة عشرةً

غرض یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے کر کے داخل کرنا بھی ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔

باب ما یکره من الثوم والبقول

غرض یہ ہے کہ لہسن اور دوسری بو والی سبزیاں کھا کر مسجد میں آنا مکروہ ہے۔ **فیه عن ابن عمر:** یہ روایت کتاب الصلوٰۃ میں گزری ہے کہ لہسن کھانے والا مسجد میں نہ آئے۔

باب الکباث وهو ثمر الاراک

غرض یہ ہے کہ پیلو کھانا جائز ہے۔

باب المضمضة بعد الطعام

غرض یہ ہے کہ کھانے کے بعد کلی کرنا مسنون ہے۔ **قال سفیان کانک تسمعه من یحییٰ:** سفیان بن عیینہ فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث مجھے خوب یاد ہے گویا کہ آپ میرے استاد حضرت یحییٰ سے سن رہے ہیں۔

باب لعق الاصابع ومصها قبل ان تمسح بالمندیل

غرض یہ کہ انگلیاں تولیہ سے صاف کرنے سے پہلے چاٹ لینا مسنون ہے۔ **باب المندیل:** غرض یہ کہ تولیہ کا استعمال ضروری نہیں ہے۔

باب مایقول اذا فرغ من طعامه

غرض کھانے کے بعد کی مسنون دعاء بتلانا ہے۔

باب الاکل مع الخادم

خادم کو ساتھ بٹھا کر کھلانے کی فضیلت بتلانی مقصود ہے۔

باب الطاعم الشاکر مثل الصائم الصابر

غرض کھانے کے بعد شکر کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

فیه عن ابی هریرة: یہ روایت صحیح ابن حبان میں مرفوعاً ہے اور انہوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے الفاظ یہ ہیں الطاعم الشاکر بمنزلۃ الصائم الصابر۔

باب الرجل یدعیٰ الی طعام فیقول وهذا معی

غرض دو مسئلے بتلانے ہیں۔ ا بن بلائے کوئی چلا جائے دعوت کھانے تو مہمان میزبان سے کہہ دے کہ یہ بن بلائے آ گیا ہے ہمارے ساتھ نہیں ہے پھر میزبان اگر دل کی خوشی سے بلا جبر اجازت دے تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں۔ آج کل عموماً مجبور ہو کر اجازت دیتے ہیں یہ کافی نہیں۔ ۲۔ کسی کے گھر مہمان جائے اور بظاہر وہ حرام مال والا نہیں ہے تو ایک ایک چیز کا نہ پوچھے کہ یہ کہاں سے لی بلا تکلف کھائے پیئے۔ یہ دوسرا مسئلہ حضرت انس سے موقوفاً مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور مرفوعاً حضرت ابو ہریرہ سے مسند احمد میں ہے۔

باب اذا حضر العشاء فلا یعجل عن عشائه

جب نماز کے وقت کھانا سامنے آ جائے تو کیا کرے اس کی پوری تفصیل کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔

باب قول الله تعالیٰ فاذا طعمتم فانتشروا

غرض یہ ہے کہ کھانے کا اجتماع کھانے کے بعد ختم ہو جانا چاہیے۔

کتاب العقیقه

ربط یہ ہے کہ یہ تخصیص بعد التعمیم ہے پہلے مطلقاً کھانے کی چیزوں کا ذکر تھا اب عقیقہ کے گوشت کا ذکر ہے۔ غرض عقیقہ کے احکام کا بیان ہے۔ عقیقہ سنت غیر موکدہ ہے اور ہمارے امام ابو حنیفہ سے جو منقول ہے کہ عقیقہ سنت نہیں ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ سنت مؤکدہ نہیں ہے۔

باب تسمیة المولود غداة یولد لمن لم یعق عنه و تحنیکه

غرض یہ ہے کہ عقیقہ سے پہلے بچہ کا نام رکھنا اور منہ میں کچھ ڈالنا جس کو تحنیک کہتے ہیں جائز ہے۔ پھر بہتر یہ ہے کہ سب سے پہل کھجور بچے کے منہ میں ڈالی جائے اس میں نیک فالی ہے کیونکہ کھجور کا درخت برکت والا ہے کیونکہ اس کو مؤمن کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ **وانا متم:**. میں حمل کے پورے دنوں میں تھی۔ **ثم اصاب منها:**. جماع فرمایا۔ **سماه عبدالله :**. صبر کی برکت سے حق تعالیٰ نے دس بچے لڑکے دیئے جو علماء صلحاء بنے۔

باب الفرع

فرع کا حکم بتلانا مقصود ہے۔ فرع کا مصداق کیا تھا۔ ا۔ ہر جانور کا پہلا بچہ۔ ۲۔ اونٹنی کا پہلا بچہ۔ ۳۔ سو اونٹ ہو جانے کے بعد پہلا بچہ۔ شروع اسلام میں اس بچہ کو ذبح کرنا مستحب قرار دیا گیا تھا وہ بھی پیدا ہوتے ہی نہیں بلکہ جب بڑا ہو جائے سواری کے قابل ہو جائے پھر یہ استحباب بھی ختم کر دیا گیا۔ **باب فی العتیرة:**. غرض عتیرہ کا حکم بتلانا ہے یہ قربانی تھی رجب میں استحبابا پھر منسوخ کر دی گئی۔

کتاب الذبائح والصید والتسمیة:.

ربط یہ ہے کہ یہ تعمیم بعد التخصیص ہے کیونکہ پیچھے خاص عقیقہ کا ذکر تھا تبعا کچھ عتیرہ اور فرع کا ذکر تھا اب مطلقا ذبائح اور صید کا ذکر ہے۔ غرض ان تین چیزوں کے احکام کا بیان ہے۔ ا۔ ذبائح۔ ۲۔ صید۔ ۳۔ تسمیہ۔

باب صید المعراض

غرض چوڑے تیر سے شکار کرنے کا حکم بتلانا ہے کہ اگر تیز حصہ لگے تو حلال ہے۔

باب ماأصاب المعراض بعرضه

ماقبل کا تتمہ ہے کہ چوڑائی کی طرف سے اگر لگے تو وہ شکار حرام ہوگا۔

باب صید القوس

تعمیم بعد التخصیص ہے کہ اب مطلقا کمان سے شکار کرنے کا ذکر ہے پہلے صرف کمان کے چوڑے تیروں کا ذکر تھا۔ **استعصیٰ علی رجل من ال عبدالله حمار:**. یہاں حمار وحشی مراد ہے۔

باب الخذف والبندقة

غرض یہ ہے کہ کنکری اور غلیل کا شکار حرام ہے۔

الا کلب ضار تصید: مگر شکاری کتا۔

باب اذا اکل الکلب

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر کتا شکار کو کھانا شروع کر دے تو وہ شکار حرام ہو جائے گا۔

باب الصید اذا غاب عنه یومین او ثلاثة

ایسے شکار کا حکم بتلانا مقصود ہے جو شکاری کی نظروں سے دو یا تین دن غائب رہا ہو۔ حکم کی تصریح نہیں کی احتیاط نہ کھانے میں ہے۔

باب اذا وجد مع الصید کلبا آخر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اپنے کتے کے ساتھ اگر دوسرا کتا بھی شکار کرنے میں شریک ہو جائے اور اس کے متعلق معلوم نہ ہو کہ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر چھوڑا ہے یا نہ تو وہ شکار حرام ہوگا۔ باب میں جواب اس لیے ذکر نہ فرمایا کہ حدیث پاک سے ثابت ہو رہا ہے۔

باب ماجاء فی التصید

غرض شکار میں زیادہ مشغول ہونے کا حکم بیان فرمانا ہے۔ حاصل حکم کا یہ ہے کہ شکار کر کے کمائی کرنا جائز ہے۔ تھکاوٹ دور کرنے کی نیت سے بھی گنجائش ہے البتہ لہو ولعب اور تکبر کی نیت سے منع ہے۔

انفجنا:. ہم نے بھگایا۔

باب التصید علی الجبال

غرض پہاڑوں پر شکار کرنے کا حکم بیان فرمانا ہے اور یہ بھی اسی طرح ہے جیسے ابھی گزرا۔ **متشوفین:**. دیکھ رہے تھے۔

باب قول الله تعالیٰ احل لکم صید البحر

سمندر کے شکار کا حکم بتلانا چاہتے ہیں تفصیل وہی ہے جو ابھی گزری۔ **والجری:**. بے کھال مچھلی۔ **کل شیء فی البحر مذبوح:**. غرض یہ ہے کہ بغیر ذبح کیے ہی ہمارے لیے حلال ہے۔ **اما الطیر فاری ان یذبحه:**. سوال۔ اس روایت کا صید البحر

سے تعلق نہیں ہے۔ جواب۔ سمندر کی فضاء میں بھی بعض دفعہ پرندے آجاتے ہیں۔ **وقلاۃ السیل**:۔ سیلاب کے بنائے ہوئے تالاب۔ **کل من صید البحر نصرانی اویہودی او مجوسی**:۔ معنی یہ ہیں وان صادہ نصرانی او یہودی او مجوسی۔ **قال ابوالدرداء فی المری ذبح الخمر النینان والشمس**:۔ مری ایک سرکہ تھا جو شراب میں مچھلی اور نمک ڈال کر دھوپ میں رکھ کر بنتا تھا اسی بات کو حضرت ابوالدرداء بیان فرمارہے ہیں کہ شراب کو مچھلیوں اور دھوپ نے ذبح کردیا اور اس میں سے حلال سرکہ نکال لیا۔ نینان جمع ہے نون کی جس کے معنی ہیں مچھلی۔

باب اکل الجراد

غرض یہ بتلانا ہے کہ مکڑی کو بھی بغیر ذبح کئے صرف مار کر کھالینا جائز ہے۔

باب آنیۃ المجوس

غرض یہ ہے کہ مجوسیوں کے برتنوں کو دھو کر استعمال کرلینا جائز ہے۔

باب التسمیۃ علی الذبیحۃ ومن ترک متعمداً

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ قصداً بسم اللہ اللہ اکبر ذبح کرتے وقت چھوڑ دے تو وہ مردار ہوجاتا ہے گویا حنفیہ کا مسلک لے لیا امام بخاری نے وعند الشافعی قصداً چھوڑ دے پھر بھی حلال ہے جبکہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو وعند مالک واحمد عمداً چھوڑے یا ناسیا دونوں صورتوں میں ذبیحہ حرام ہے دلیل امامنا ابی حنیفۃ قول ہے اللہ تعالیٰ کا **ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ** اور بھولنے والا اس آیت کی وجہ سے مستثنیٰ ہے وما جعل علیکم فی الدین من حرج دلیل الشافعی مافی الدار قطنی والبیہقی عن ابن عباس مرفوعاً المسلم یکفیہ اسمہ فان نسی ان یسمی حین یذبح فلیسم ولیذکر اسم اللہ ثم لیاکل معلوم ہوا کہ بعد میں کھاتے وقت نام لینا بھی ذبح کی طرح ہے جواب یہ اجازت صرف بھولنے والے کو ہے دلیل مالک واحمد آیت کا ظاہر ہے جواب ہوچکا کہ حرج کی وجہ سے ناسی مستثنیٰ ہے۔

باب ما ذبح علی النصب والاصنام:۔

غرض ایسے ذبیحہ کا حکم بیان فرمانا ہے کہ حرام ہے پھر نصب اور اصنام کے مصداق میں دو قول ہیں۔ ا۔ نصب صرف پتھر تھے ان کی تصویر بنی ہوئی نہ ہوتی تھی اور اصنام وہ پتھر جن سے تصویر بنائی ہوئی ہوتی تھی۔ ۲۔ نصب پتھر جن کی تصویر بنائی ہوتی تھی اور اصنام عام ہے وہ تصویریں جو پتھروں پر یا لوہے پر یا لکڑی وغیرہ پر بنی ہوئی ہوتی تھیں۔ **زید بن عمرو بن نفیل**:۔ یہ زمانہ جاہلیت میں ملت ابراہیمی پر تھے ان کے صاحبزادے حضرت سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے ہوئے۔ **بلدح**:۔ جگہ کا نام ہے۔ **فقدم الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفرۃ فیھا لحم**:۔ اور ایک نسخہ میں یوں ہے فقدم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نسخوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ لوگوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن عمرو بن نفیل کے سامنے کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صراحۃً مذکور نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے پہلے اہل مکہ کا ذبیحہ کبھی کھایا تھا یا نہیں کھایا تھا اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ زیر بحث واقعہ میں جو آگیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تناول نہ فرمایا اور زید بن عمرو بن نفیل کے آگے کردیا یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اعراض فرمانے کی دلیل ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلیذبح علی اسم اللہ

غرض یہ بتلانا ہے کہ بھولنے والے کا ذبیحہ بھی حلال ہے اور یہ بات حدیث پاک سے بطور اشارۃ النص ثابت ہورہی ہے کیونکہ یوں ارشاد فرمایا فلیذبح علی اسم اللہ یوں نہ فرمایا فلیسم اور عبارۃ النص اس حدیث پاک میں یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ نماز سے پہلے قربانی صحیح نہیں ہے۔

باب ما انھر الدم من القصب والمروۃ والحدید

غرض یہ ہے کہ کانا۔ پتھر۔ لوہا وغیرہ میں سے جو چیز بھی خون بہادے اس سے ذبح کرلینا جائز ہے۔ **وھو بسلع**:۔ جگہ کا نام ہے۔ **فحبسہ**:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی نے تیر مار کر اس اونٹ کو روک لیا۔

باب ذبيحة المراة والامة

غرض رد ہے امام ملک کے قول کا وہ فرماتے ہیں کہ عورت کا ذبح کرنا مکروہ ہے اور جمہور کے نزدیک بلا کراہت صحیح ہے لنا حدیث الباب عن کعب بن مالک ان امرئۃ ذبحت شاۃ بحجر فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک فامر باکلھا ودلیل مالک یہ ہے کہ عورت میں کمزوری ہوتی ہے جو ٹھیک ذبح کرنے سے منع ہے جواب یہ صرف وہم ہے کیونکہ عورتوں میں بھی ذبح کی قوت پوری موجود ہے۔

باب لایذ کی بالسن والعظم والظفر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ دانت اور ہڈی اور ناخن سے ذبح کرنا مکروہ ہے۔

باب ذبیحة الاعراب و نحوهم

غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کے گوشت ہیں وہم نہ کرنا چاہیے اور اس کو حلال ہی سمجھنا چاہیے۔

باب ذبائح اهل الكتاب وشحومها من اهل الحرب وغيرهم

غرض یہ ہے کہ یہ سب جائز اور حلال ہیں۔

لا باس بذبيحة الاقلف: بے ختنہ کے ذبیحہ کا خاص طور سے اس لیے ذکر فرمایا کہ شبہ ہو سکتا تھا کہ اس نے شعائر اسلام میں سے ایک چیز ختنہ کو چھوڑا ہے تو شاید اس کے ذبیحہ میں کچھ کمی ہو اس شبہ کو دور کر دیا کہ کچھ کمی نہیں ہے۔

باب ماندمن البهائم فهو بمنزلة الوحش

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ پالتو جانوروں میں سے جو بھاگ جائے اور قابو میں نہ آئے اس کو ذبح کرنا شکاری جانوروں کی طرح تیر سے صحیح ہے۔ارن: یا اران بمعنی اھلک سے امر کا صیغہ ہے ای اھلک۔

باب النحر والذبح

غرض یہ ہے کہ اونٹ میں نحر مسنون ہے اور گائے اور بکری میں ذبح مسنون ہے۔ نحر یہ ہے کہ اونٹ کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں پر کھڑا کر کے اگلی دو ٹانگوں کے درمیان بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر نیزہ مارے اور ذبح یہ ہے کہ گائے یا بکری کو لٹا کر گلے پر یہی پڑھ کر چھری چلانا پھر یہ نحر اور ذبح ایک دوسرے کی جگہ ہو سکتے ہیں لیکن امام بخاری اور ہمارے امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک کی جگہ دوسرا کرنا مکروہ ہے۔ **ذکر الله ذبح البقرة:** اس آیت میں ان اللہ یامرکم ان تذبحو بقرۃ۔

فيحلف الوداج حتي يقطع النخاع: چھوڑا جاتا ہے رگوں کو یعنی رگوں کو کاٹ کر آگے نخاع کو بھی کاٹ دیتا ہے جو دھاگے کی طرح سفید رگ ریڑھ کی ہڈی میں ہوتی ہے جس کو حرام مغز کہتے ہیں۔

لا اخال: میں اس کو بلا کراہت جائز نہیں سمجھتا۔

واخبرني نافع: یہ مقولہ حضرت ابن جریج کا ہے۔ **الذكاة في الحلق واللبة:** لبہ کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ ا۔ منحر یعنی سینے کا جہاں اختتام ہوتا ہے۔ ۲۔ گردن کا اوپر کا حصہ منکے سے نیچے پھر الجامع الصغیر میں ہے لاباس بالذبح فی الحلق کلہ وسطہ واعلوہ واسفلہ اور مبسوط میں ہے مابین اللبۃ واللحیین اور لیدراس الصدر ہے۔ پس یہاں حضرت ابن عباس کے قول فی الحلق واللبۃ میں فی بین کے معنی میں ہے مراد یہ ہے بین اعلی الحلق واسفلہ۔ **نحرنا على عهد النبي صلى الله عليه وسلم فرسا فاكلناه:**

عندنا منا ابی حنیفۃ ومالک مکروہ ہے وعند الشافعی واحمد بلا کراہت جائز ہے لنا روایۃ ابی داؤد عن خالد بن الولید مرفوعا نھی عن اکل لحوم الخیل۔ ۲۔ والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ اگر کھانا بلا کراہت جائز ہوتا تو حق تعالی اس آیت میں ضرور ذکر فرماتے کیونکہ اہم نعمت کو چھوڑ کر غیر اہم نعمت ذکر فرمانا بلاغت کے اصول کے خلاف ہے وللشافعی واحمد حدیث الباب عن اسماء بنت ابی بکر جوابھی گزری جواب جب مبیح اور موجب کراہت میں تعارض ہو تو ترجیح موجب کراہت کو ہوتی ہے۔

باب مایكره من المثلة والمصبورة والمجثمة

اس عبارت میں والمجثمۃ کا عطف تفسیری ہے کیونکہ مصبورہ اور مجثمہ کے ایک ہی معنی ہیں کہ کسی جانور کو باندھ کر اس کو دور سے تیر مارنا دوسری تقریر یہ بھی ہے کہ مجثمہ میں تخصیص بعد التعمیم ہے کہ مصبورہ ہر جانور کو شامل ہے اور مجثمہ چند چھوٹے جانوروں میں استعمال ہوتا ہے جیسے پرندہ خرگوش وغیرہ۔ غرض یہ ہے کہ مثلہ بھی مکروہ اور گناہ ہے کہ کسی کافر یا مجرم کے ناک کان کاٹے جائیں اور جانور کو باندھ کر تیر

مارنا بھی مکروہ اور گناہ ہے اور اگر وہ جانور اس طرح مر گیا تو کھانا بھی حرام ہے۔ **عن النهبة:** اس کے معنی ہیں غیر کا مال زبردستی لینا۔

باب لحم الدجاج

غرض یہ ہے کہ مرغی کا گوشت کھانا بلا کراہت حلال ہے۔

غر الذری: سفید کوہان والے۔

باب لحوم الخيل

غرض گھوڑے کے گوشت کا حکم بتلانا ہے پھر تصریح نہ کی بوجہ اختلاف کے تفصیل عن قریب گزر چکی ہے۔

باب لحوم الحمر الانسية:

غرض یہ بتلانا ہے کہ حمرانسیہ حرام ہیں اور یہ انسیہ کی قید حمروحش کو نکالنے کے لیے ہے کیونکہ جنگلی گدھے حلال ہیں۔

فيه عن سلمة: یہ روایت غزوہ خیبر میں گزر چکی ہے۔

ولكن ابى ذاك البحر ابن عباس: یہ انکار حمر اہلیہ کی حرمت سے صرف حضرت ابن عباس کا اجتہاد ہے جمہور صحابہ وفقہاء سب حرمت کے قائل ہیں۔

باب اكل كل ذى ناب من السباع

ناب سے مراد وہ دانت ہیں جن سے جانور دوسرے جانوروں پر حملے کرتے ہیں یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ شکار کرنے والے درندوں کا گوشت کھانا حرام ہے۔

باب جلود الميتة

غرض مردار کی کھال کا حکم بتلانا ہے کہ دباغت سے پہلے اس کا استعمال جائز نہیں ہے وعندامامنا ابی حنیفۃ دباغت سے ہر مردار کی کھال پاک ہوجاتی ہے اور اس کا استعمال جائز ہے سوائے انسان کی کھال کے اور خنزیر کی کھال کے اور امام شافعی کے نزدیک کتے کی کھال کا استعمال بھی جائز نہیں ہے وعند مالک دباغت کے بعد خشک چیز ڈالنا اس میں جائز ہے تر چیز کا ڈالنا جائز نہیں ہے وعند احمد مردار کی کھال بالکل پاک نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس کا استعمال جائز ہے لنا مافی ابی داؤد عن ابن عباس مرفوعا اذا دبغ الاھاب فقد طہر اور انسان کا استثناء شرافۃ کی وجہ سے ہے اور خنزیر کا استثناء نجس العین ہو نے کی وجہ سے ہے وعندالشافعی کتے کو مستثنیٰ قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے جوٹھے سے برتن کو سات دفعہ دھونے کا حکم ہے معلوم ہوا کہ اس میں نجاست بہت زیادہ ہے اس لیے مردار کتے کی کھال پاک نہ ہوگی۔ جواب یہ سات دفعہ کا حکم صرف اس زمانہ میں تھا جب کتوں پر سختی کی گئی تھی بعد میں نرمی کردی گئی تھی۔ ولاحمد مافی ابی داؤد عن عبد اللہ بن عکیم مرفوعا لاتستمتعوا من المیتۃ باھاب جواب دباغت کے بعد وہ اھاب نہیں کہلاتی بلکہ جلد کہلاتی ہے اس لئے یہ روایت محل نزاع سے خارج ہے۔ ولمالک روایتین دونوں قسم کی ہیں تطبیق وہی ہے جو ہمارا مسلک ہے جواب اس تطبیق کا نہ کوئی منشا ہے اور نہ اس کی کوئی نظیر ہے اس لیے یہ تطبیق معتبر نہیں۔

باب المسک

غرض یہ ہے کہ مشک کا استعمال جائز ہے۔ سوال۔ شکار کے ابواب کے مناسب نہیں ہے یہ باب۔ جواب۔ چونکہ مشک ہرن کی ناف کے خون سے کافی تبدیلیوں کے بعد بنتی ہے اس لیے شکار کے ابواب کے مناسب ہوگیا کیونکہ ہرن شکاری جانور ہے۔ **والريح ريح مسک:** اس حدیث پاک میں مشک کا ذکر بطور تعظیم کے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشک پاک ہے اگرچہ ہرن کی ناف کے خون سے بنتی ہے اور ابوداؤد میں ہے عن ابی سعید مرفوعا اطیب طیبکم المسک۔

باب الارنب: غرض خرگوش کا حکم بتلانا ہے۔ صراحۃً حلال ہونے کا ذکر نہیں کیا کیونکہ حدیث پاک سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حلال ہے پھر خرگوش کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ بہت بزدل ہوتا ہے اور اس میں شہوت بہت ہوتی ہے اور یہ ایک سال مذکر رہتا ہے اور ایک مؤنث رہتا ہے اور آنکھ کھول کر سوتا ہے۔

باب الضب: غرض ضب کا حکم بیان فرمانا ہے۔ عندامامنا ابی حنیفۃ مکروہ ہے وعندالجمہور بلا کراہت جائز ہے لنا مافی ابی داؤد عن عبد الرحمن بن شبل مرفوعا نھی عن اکل الضب وللجمہور مافی ابی داؤد عن ابن عباس واکل علی مائدتہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب۔ جب موجب کراہت اور موجب اباحت میں تعارض ہو تو ترجیح موجب کراہت کو ہوتی ہے۔

باب اذا وقعت الفارة فی السمن الجامد او الذائب

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جب تک رنگ یا مزہ یا بو میں تبدیلی نہ ہوگی ناپاک نہ ہوگا۔

باب الوسم والعلم فی الصورة

غرض یہ بتلانا ہے کہ چہرے میں سیاہی بھرنا مکروہ ہے۔

باب اذا اصاب قوم غنیمة فذبح بعضهم غنماً او ابلا بغیر امر اصحابهم لم توکل

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ غنیمت کا جانور قبل التقسیم ذبح کرنا جائز نہیں ہے اس سے یہ مسئلہ بھی نکل آیا ہے کہ ملک یا توکیل کے بغیر کسی جانور کا ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔

باب اذا ند بعیر لقوم فرماه بعضهم بسهم فقتله فاراد صلاحهم فهو جائز

مالک ذبح کرنے لگے اس سے اونٹ بھاگ جائے تو اس کا کوئی ساتھی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر تیر مار کر ذبح کردے تو یہ بھی جائز ہے یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے۔

باب اکل المضطر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مر رہا ہو تو جان بچانے کی مقدار مردار کھانا بھی جائز ہے پھر چونکہ اس مضمون کی حدیث ان کی شرط پر نہ تھی اس لیے صرف آیت ذکر فرمادی۔

کتاب الاضاحی

ربط یہ ہے کہ پیچھے صید کا ذکر تھا اب اضاحی کا ہے دونوں میں ذبح حیوان قدر مشترک ہے۔غرض اضاحی کے احکام کا بیان ہے۔

باب سنة الاضحیة

یہاں سنت کا لفظ بالمعنی الاعم ہے اور واجب کو بھی شامل ہے پھر عندامامنا ابی حنیفۃ و مالک قربانی واجب ہے وعندالشافعی واحمد سنت ہے۔لنا۔۱۔فصل لربک وانحر۔۲۔فی ابن ماجۃ عن ابی ہریرۃ مرفوعا من کان لہ سعۃ ولم یضح فلایقربن مصلانا وللشافعی واحمد فی ابن ماجۃ ومسند احمد عن زید بن ارقم قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یارسول اللہ ماھذہ الاضاحی قال سنۃ ابیکم ابراہیم اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ قربانی نہ کیا کرتے تھے جواب سنت کے معنی طریقہ کے ہیں جو واجب کو بھی شامل ہے اور حضرات شیخین کے پاس مال نہ ہونے کی وجہ سے واجب نہ ہوئی حتی کہ حضرت عمرؓ وفات کے وقت مقروض تھے۔

باب قسمة الامام الاضاحی بین الناس

قربانی کی اہمیت بتلانی مقصود ہے اسی لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تقسیم فرمائیں۔**قال ضح بها**: بکری کا بچہ چھ ماہ کا صحیح ہونا یہ صرف حضرت عقبہ کی خصوصیت تھی۔

باب الاضحیة للمسافر والنساء

غرض یہ ہے کہ ان دونوں کی طرف سے بھی قربانی ٹھیک ہوجاتی ہے۔

بسرف: یہ جگہ مکہ مکرمہ سے ۶ یا ۷ یا ۹ یا ۱۰ یا ۱۲ میل دور تھی۔

باب مایشتهی من اللحم یوم النحر

غرض یہ ہے کہ قربانی کا گوشت بہت مزے لے لے کر کھانا چاہیے کیونکہ یہ پیارے آقا کی طرف سے مہمانی ہے محبوب کا تحفہ ہے کیونکہ جب ان کے نام پر قربانی کی تو ظاہری طور پر بھی وہی مالک بن گئے اب جو اجازت فرمارہے ہے کہ کھالو تو یہ مہمانی ہی تو کھلا رہے ہیں گویا نزلا من غفور رحیم کا ایک مصداق ہے۔

فتوزعوها او قال فتجزعوها دونوں لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں تقسیم کیں یعنی زندہ تقسیم کیں مثلاً یہ کہ دو بکریاں میری ہیں یہ تیری ہیں پنجابی مقولہ ہے کہ کنکاں وچ بٹیرے۔دو تیرے دو میرے۔یعنی گندم میں بٹیرے ہیں دو تیرے ہیں دو میرے ہیں۔

باب من قال الاضحی یوم النحر

غرض یہ ہے کہ جو امام اس کے قائل ہیں کہ قربانی صرف دس ذی الحجہ کو ہی ہوسکتی ہے اس کے لیے بھی سنت سے دلیل موجود ہے اور وہ ابن سیرین ہیں اور امام شافعی کے نزدیک دس سے ۱۳ کی شام تک

چار دن ذی الحجہ میں قربانی ہو سکتی ہے۔ جمہور کے نزدیک دس ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ کی شام تک تین دن قربانی ہو سکتی ہے۔ لنا۔ ۱۔ فی سنن ابن وھب عن ابن مسعود موقوفاً ایسے ہی ثابت ہے جیسے جمہور کہتے ہیں ۔۲۔ فی المختصر للکرخی عن علی موقوفاً ایام النحر ثلثۃ ایام اولھن افضلھن ولا بن سیرین۔ ۱۔ فی سنن ابن حزم عن حمید بن عبد الرحمٰن مقطوعاً صرف ایک دن منقول ہے۔ جواب یہ بیان افضل ہے۔ ۲۔ حدیث الباب عن ابی بکرۃ مرفوعاً الیس یوم النحر دس ذی الحجہ کو یوم النحر قرار دیا معلوم ہوا کہ یہی قربانی کا دن ہے جواب یہ بھی افضلیت کی وجہ سے ہے کیونکہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی وللشافعی مافی عمدۃ القاری عن علی وابن عباس موقوفاً ایام النحر الایام المعلومات یوم النحر وثلثۃ ایام بعدہ جواب ہمارے قول میں احتیاط ہے۔

باب الاضحی والنحر بالمصلی

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ مسنون یہی ہے کہ امام عیدگاہ ہی میں اپنی قربانی ذبح کردے۔ ۱۔ تاکہ کوئی اس سے پہلے ذبح کرنے والا نہ ہو سکے۔ ۲۔ تاکہ لوگ ذبح کرنے کا طریقہ سیکھ لیں۔ ۳۔ امام کے جلدی ذبح کرنے سے سب کو جلدی ذبح کرنے کا شوق ہو اور یہ جلدی ذبح کرنا ہی اولیٰ ہے کیونکہ مرفوعاً وارد ہے ان اول مانبدأ بہ ان نصلی ثم نصرف فنحر۔ **انکفاء:** پسند فرمایا۔ **عتود:** پانچ ماہ کا بکری کا بچہ لیکن یہ حضرت عقبہ کی خصوصیت تھی۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی بردۃ ضح بالجذع من المعزوان تجزی عن احدبعدک

غرض خصوصیت کا بیان ہے۔ **عناق لبن:** پانچ ماہ کا بکری کا بچہ۔

باب من ذبح الا ضاحی بیدہ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا مستحب ہے۔

باب من ذبح اضحیۃ غیرہ

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کا جانور اس کی اجازت سے ذبح کردے تو یہ بھی ٹھیک ہے اور یہ واجب نہیں ہے کہ ہر شخص اپنی قربانی خود ہی کرے۔

باب الذبح بعد الصلوٰۃ

ذبح کا وقت بتلانا مقصود ہے۔

باب من ذبح قبل الصلوٰۃ اعاد

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ نماز سے پہلے قربانی صحیح نہیں ہوتی۔ **ھنۃ:** حاجت۔ **فلاادری ابلغت الرخصۃ ام لا:** اس عبارت میں الرخصۃ کے بعد الی وغیرہ محذوف ہے اور صحیح یہی ہے کہ ان کی خصوصیت تھی۔

باب التکبیر عندالذبح

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ ذبح کے وقت تکبیر کا پڑھنا ضروری ہے۔

باب اذا بعث بھدیہ لیذ بح لم یحرم علیہ شیٔ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ ھدی بھیجنے سے محرم نہیں بن جاتا تفصیل کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔ **تصفیقھا:** ہاتھ پر ہاتھ مارنا بطور تعجب یا بطور اظہار افسوس ہے۔

باب مایو کل من لحوم الاضاحی وما یتزود منھا

غرض یہ ہے کہ ھدی اور قربانی کے گوشت کا صدقہ ضروری نہیں ہے اور تین دن کے بعد کھانا بھی صحیح ہے اور جو بھی احادیث میں وارد ہے کہ تین دن سے زائد نہ کھایا جائے یہ منسوخ ہے۔ **فمن احب ان ینتظر الجمعۃ من اھل العوالی فلینتظر:** حضرت عثمانؓ کے اس قول سے بھی ثابت ہوا کہ گاؤں والوں پر جمعہ واجب نہیں ہوتا۔ **من اجل لحوم الھدی:** چونکہ وہ ھدی کا گوشت تھا جو تین دن سے زیادہ کھانا منع تھا اس لیے تین دن کے بعد حضرت ابن عمر گوشت کی جگہ زیتون سے کھانا کھاتے تھے اور یہ ممانعت منسوخ ہو چکی ہے۔

کتاب الا شربۃ

ربط یہ ہے کہ یہ تتمہ ہے کتاب الاطعمۃ کا اور غرض اشربہ کے احکام کا

بیان ہے اور یہ جمع ہے شراب کی اور ہر پینے والی چیز کو شراب کہتے ہیں۔ **بایلیتا**:۔ نام ہے بیت المقدس والے شہر کا۔

باب ان الخمر من العنب

غرض اس شراب کا بیان ہے جو انگور سے بنتی ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام بخاری کے نزدیک اس کے سوئی شراب نہیں ہے ایسے ہی عن قریب باب الخمر من العسل آئے گا گویا پہلے اتفاقی شراب کا ذکر کیا انگور والی پھر اختلافی شراب کا ذکر کیا شہد والی۔

باب نزل تحریم الخمر وهی من البسر والتمر

غرض یہ واقعہ بیان کرنا ہے کہ جب شراب حرام ہوئی ہے اس وقت کچی پکی کھجوروں سے اور خشک کھجوروں سے شراب بنائی جاتی تھی۔

باب الخمر من العسل وهو البتع

غرض یہ بتلانا ہے کہ شہد سے بھی شراب بنائی جاتی ہے۔

باب ما جاء فی ان الخمر ماخامر العقل من الشراب

غرض حضرت عمر فاروق کا یہ مقولہ بیان کرنا ہے کہ خمر وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے۔ **یاابا عمرو**:۔ یہ حضرت شعبی کی کنیت ہے۔ **بالسند**:۔ ہند کے قریب کے علاقہ کا نام ہے جو اس وقت ہمارے ملک پاکستان کا حصہ ہے۔ **من الرز**:۔ اور ایک نسخہ میں ہے من الارز چاول۔

باب ما جاء فیمن یستحل الخمر و یسمیه بغیر اسمه

غرض دو چیزوں کا بیان ہے۔ ۱۔ شراب کو حلال سمجھنا ۲۔ اس کا نام کچھ اور رکھنا پہلی چیز میں پھر دو احتمال ہیں۔ ۱۔ حقیقۃً حلال سمجھنا جو کہ کفر ہے۔ ۲۔ حلال سمجھنے والے جیسا معاملہ کرنا یعنی کثرت استعمال۔ دوسری چیز کی حدیث ان کی شرط پر نہیں تھی اس لیے نہ لائے اور وہ ابو داؤد میں ہے عن ابی مالک الاشعری مرفوعا لیشربن ناس الخمر یسمونھا بغیر اسمھا۔ **المحر**: اس کے معنی ہیں فرج یعنی زنا عام ہو جائے گی۔ **یروح علیهم بسارحة لهم**:۔ چرواہا ان پر لائے گا سارحہ کو یعنی چرنے والی بکریوں کو۔ **فیبیتهم الله ویضع العلم**:۔ اللہ تعالیٰ ان پر ایسا دشمن مسلط کریں گے جو ان پر رات کو حملہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ ان پر پہاڑ رکھ دیں گے احقر محمد سرور عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ یقینی بات تو نہیں صرف احتمال کا درجہ ہے کہ اس کا مصداق وہ واقعہ ہو جو احقر نے خود نوائے وقت اخبار میں پڑھا پندرھویں صدی ہجری کے شروع میں کہ فسلطین کے کچھ مسلمان لبنان میں ایک پہاڑ کے قریب خیمہ زن تھے کہ اسرائیل کے یہودیوں نے سخت بمباری کی جس سے پہاڑ کا ایک بہت بڑا ٹکڑا اس خیمہ بستی پر آگرا اور وہ سب کے سب اس میں فوت ہو گئے۔

باب الانتباذ فی الا وعیة والتور

غرض یہ ہے کہ تور اور دیگر برتنوں میں حلال شربت بنانا جائز ہے۔ تور پیتل یا پتھر کا برتن ہے۔

باب ترخیص النبی صلی الله علیه وسلم فی الا وعیة والظروف بعد النهی

غرض یہ ہے کہ چند برتنوں کے استعمال سے جو نہی فرمائی تھی وہ منسوخ ہو گئی تھی تفصیل الخیر الجاری کے ابتدائی حصوں میں گزر چکی ہے۔

لما نهی:۔ غرض یہ ہے کہ گذشتہ حدیث میں نہی سے پہلے لما بھی منقول ہے۔ **لما نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن الا سقیه**:۔ سوال۔ مشکیزہ سے منع کرنا تو ثابت نہیں ہے اس لیے یہ روایت باقی روایتوں کے خلاف ہے۔ جواب ۱۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہاں عبارت یوں ہے لما نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الاوعیۃ کسی راوی سے غلطی ہوئی ہے۔ ۲۔ اصل روایت یوں ہے نھی عن النبیذ الافی الاسقیۃ کچھ عبارت درمیان سے کسی راوی سے رہ گئی ہے۔ ۳۔ ظاہر سوق کلام کا تقاضا یہ ہے کہ اصل عبارت یوں ہو لما نھی عن سائر الظروف الا الاسقیۃ کسی راوی سے غلطی ہوئی۔

باب نقیع التمر مالم یسکر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ پانی میں خشک کھجور ڈال کر شربت بنانا اور پینا جائز ہے جب تک اس میں نشہ نہ آئے اور جب نشہ

آجائے تو پھر پینا جائز نہیں ہے۔

باب الباذق:. انگور کا پانی جبکہ اس کو پکایا جائے اور مسکر بن جائے تو اس کو باذق کہتے ہیں غرض یہ بتلانا ہے کہ اس کا پینا جائز نہیں ہے۔ پھر یہ لفظ باذق فارسی بادہ سے بنایا گیا ہے پھر بظاہر بعض صحابہ کا شراب حرام ہونے پر ہر قسم کی شراب کا گرا دینا حنفیہ کے خلاف جمہور کے لیے مؤید ہے اور اختلاف یہاں دو ہیں۔

پہلا اختلاف مصداق خمر کیا ہے

عندامامنا ابی حنیفۃ اصل خمر ایک ہی چیز ہے انگور کا کچا پانی جب پڑا رہے اور سخت ہو جائے اور جھاگ چھوڑ دے اور ابلنا شروع ہو جائے وعندالجمہور ہر نشے والی چیز سب احکام میں خمر ہی شمار ہو گی انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان لغت میں ائمہ لغت کا اجماع ہے کہ خمر کے لغوی معنی وہی ہیں جو حنفیہ لیتے ہیں۔ وللجمھور روایۃ ابی داؤد عن ابن عمر مرفوعا کل مسکر خمر وکل مسکر حرام۔ جواب اس میں بیان حکم ہے کہ ہر مسکر سے بچو بیان لغت نہیں ہے کہ قرآن پاک میں جو لفظ خمر آیا ہے اس کا مصداق ہر مسکر ہے۔

دوسرا اختلاف: جس شربت کی زیادہ مقدار نشہ دیتی ہو اس میں سے تھوڑی مقدار کا کیا حکم ہے۔

عندامامنا ابی حنیفۃ وابی یوسف مسکر کی اتنی مقدار کہ سکر نہ ہو جائز ہے سوائے خمر کے کہ خمر کا ایک قطرہ بھی حرام ہے وعند محمد والجمہور ہر ہر مسکر کا یہ حکم ہے خمر ہو یا کوئی اور نشہ والا شربت ہو کہ اگر اس کی زیادہ مقدار نشہ کا سبب بنتی ہو تو اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے۔ منشا اختلاف ابوداؤد کی روایت ہے عن جابر بن عبداللہ مرفوعا ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام حنفیہ کے شیخین کے نزدیک معنی یہ ہیں کہ اگر تین پیالوں سے سکر ہوتا تو تیسرا پیالہ ایسا ہے کہ اس کا تھوڑا بھی حرام ہے۔ پہلے دو پیالے حلال ہیں۔ امام محمد اور جمہور کے نزدیک معنی یہ ہیں کہ پہلے پیالے کا پہلا گھونٹ بھی حرام ہے پھر قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ شیخین کے قول کو ترجیح ہو کیونکہ ریشم میں تھوڑی مقدار مردوں کے لیے حلال ہے زیادہ حرام ہے ضرورت کے موقعہ میں دانتوں میں سونا استعمال کر لینا مردوں کے لیے بھی جائز ہے تھوڑی سی نجاست جو درہم سے کم ہو معاف ہے اور نماز اس کے ساتھ ٹھیک ہو جاتی ہے۔ تھوڑی سی زہر مدبر کر کے دوا میں استعمال کر لینی جائز ہے یہ چیزیں شیخین کے قول کے لیے مرجح ہیں پھر امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ فرمایا لو اعطیت جمیع مافی الدنیا لاحرم النبیذ لا احرمہ لان فیہ تفسیق لبعض الصحابۃ ولو اعطیت جمیع مافی الدنیا وشکھا لا اشرب قطرۃ نبیذ لا اشربہ یہ ہمارے امام صاحب کا کمال تقویٰ ہے پھر چونکہ بعض حنفیہ نے امام محمد کے قول پر بھی فتویٰ شمار کیا ہے اس لیے احتیاط یہی ہے کہ ایسا شربت بلا اضطرار استعمال نہ کیا جائے۔ **ورای عمر وابو عبیدۃ ومعاذ شرب الطلاء علی الثلث:.** کہ جب اتنا پکا دیا جائے کہ صرف ایک ثلث رہ جائے انگور کا شیرہ تو اب اس کا پینا جائز ہے دو ثلث اڑ جائے اور جب تک دو ثلث سے کم اڑے تو اس کا پینا جائز نہیں ہے طلاء کا نام دو ثلث اڑنے سے پہلے پہلے ہے پورے دو ثلث اڑ جانے کے بعد اس کو طلاء کہنا مجازاً ہے کہ پہلے یہ طلاء تھا اب حلال شربت بن گیا۔ **قال الشراب الحلال الطیب:.** اس قال کے قائل ابن عباس ہی ہیں یا وہاں موجود کوئی صاحب ہیں۔

باب من رای ان لا یخلط البسر والتمر اذا کان مسکرا وان لا یجعل ادامین فی ادام

غرض یہ ہے کہ دو صورتوں سے احتیاط ہونی چاہیے بسر اور تمر کو ملا کر شربت نہ بنایا جائے اور تمر اور زبیب کو ملا کر نبیذ نہ بنایا جائے تاکہ سکر پیدا نہ ہو اور نبیذ خراب نہ ہو یہاں ادامین بسر اور تمر کے علاوہ ہیں کیونکہ بسر اور تمر کا ذکر تو ابھی کر چکے ہیں۔

باب شرب اللبن

غرض اس شخص کا رد ہے جس نے کہا کہ زیادہ دودھ پینا بھی نشہ کا ذریعہ ہے۔ **فاذا وقف علیہ قال ھو عن ام الفضل:** مطلب یہ ہے کہ راوی حضرت سفیان بن عیینہ نے پہلے حدیث کو مرسل ذکر فرمایا تھا پھر جب صحابی راوی کا نام پوچھا گیا تو حضرت ام فضل کا نام ذکر فرمایا۔ **عن النقیع:.** یہ جگہ کا نام ہے۔ **الصفی:.** اچھی۔

باب استعذاب الماء

غرض یہ ہے کہ میٹھا پانی تلاش کرنا بھی جائز ہے۔

باب شرب بالماء:.

اس کے معنی ہیں مرد جیا بالماء یعنی دودھ میں پانی ملا کر پینا بھی جائز ہے۔

باب شراب الحلواء والعسل:.

یہ لفظ حلواء مد اور قصر دونوں کے ساتھ صحیح ہے یعنی میٹھا پانی غرض یہ ہے کہ شہد ڈال کر شربت بنالینا اور پینا جائز ہے۔

باب الشرب قائما:.

غرض یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے سے جن احادیث میں ممانعت آتی ہے وہ احادیث امام بخاری کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔

فشرب قائما:. حضرت علیؓ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ جن روایات میں کھڑے ہو کر پانی پینے سے نہی آئی ہے جیسے صحیح مسلم میں وارد ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعا لا یشربن احدکم قائما فمن نسی فلیستقی تو ایسی روایتیں نہی تنزیہی پر محمول ہیں۔**فتلہ**: رکھ دیا۔

باب الکرع فی الحوض:.

بغیر برتن کے منہ لگا کر پانی پینا غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے۔

باب خدمة الصغار الکبار

غرض یہ کہ یہ جائز ہے۔

باب تغطية الاناء

غرض یہ کہ یہ مستحب ہے کہ سوتے وقت برتن کو ڈھانپ دے۔

اذا کان جنح اللیل: جب واقع ہو ایک حصہ رات کا یعنی شروع حصہ رات کا۔

باب اختناث الاسقية

مشکیزہ کا منہ موڑ کر اس میں سے پانی پینا غرض یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے کہ شاید کوئی موذی کیڑا نکل آئے جیسے مستدرک حاکم میں ہے عن سلمة بن دهرام قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اختناث الاسقية وان رجلا بعد مانهى رسول الله صلى الله عليه وسلم قام من الليل الى السقاء فاختنثه فخرجت منه حية۔

باب الشرب من فم السقاء

غرض یہ ہے نہی دونوں صورتوں کو شامل ہے چیز ایسی ہو کہ منہ موڑ سکے یا ایسی ہو کہ منہ نہ موڑ سکے جیسے فوارہ ہوتا ہے یا جیسے آج کل پانی کی ٹونٹیاں ہوتی ہیں۔ پھر بعض روایتوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مشکیزہ سے پینا بھی آتا ہے جیسے ترمذی میں ہے عن عبدالرحمن بن ابی عمرة عن جدته کبشة قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فشرب من فی قربة معلقة بظاہر تعارض ہوا جواب ۔ا۔ جب برتن نہ ملے اور ہاتھ سے پینے سے بھی کچھ عذر ہو تو منہ لگا کر پینے کی گنجائش ہے۔۲۔قول کو فعل پر ترجیح ہے اس لیے نہ پینا ہی راجح ہے۔

باب النهي عن النفس في الاناء

غرض اس نہی تنزیہی کا بیان ہے۔

باب الشرب بنفسين او ثلثة

غرض اس کا بیان جواز ہے۔

باب الشرب في انية الذهب

نہی تحریمی کا بیان مقصود ہے۔

باب انية الفضة

نہی کی زیادہ تاکید ظاہر کرنی مقصود ہے اسی لیے دوبارہ الگ باب باندھا کیونکہ گذشتہ باب والی حدیث میں نہی ماضی صیغہ تھا اور اس باب کی حدیث لاتشربوا صراحۃ نہی کا صیغہ ہے اور اس میں زیادہ تاکید ہے۔**المیاثر**:. سرخ ریشمی گدیاں۔**والقسی**:. قس جگہ کے بنے ہوئے کپڑے ان میں ریشم اور روئی کے ملائے ہوئے دھاگوں سے کپڑے بناتے تھے۔**والدیباج**:. ریشم کے موٹے کپڑے۔**والاستبرق**:. ریشم کے پتلے کپڑے۔

باب الشرب في الاقداح

غرض اس کا جواز بیان فرماتا ہے۔

باب الشرب من قدح النبي صلى الله عليه وسلم وانيته

غرض یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پیالے یا برتن کو استعمال کیا ہو اس کو دوسرے لوگ بھی تبرکا استعمال کریں تو یہ موجب سعادت ہے۔**اجم**:. قلعہ۔**فاخرج لنا سهل**:.

یہ حضرت ابوحازم کا مقولہ ہے۔ نمار : لکڑی کی ایک عمدہ قسم۔

باب شرب البركة والماء المبارك :

یہاں عطف تفسیری ہے برکت والی چیز پینا اور برکت والا پانی پینا غرض یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔ **وليس معنا ماء غير فضلة :** ہمارے پاس تھوڑا سا بچا ہوا پانی تھا اور نہ تھا۔ **حيي على اهل الوضو :** اس کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ ا۔ حی علی الوضو یا اہل الوضو۔ ۲۔ حی علی یا اہل الوضو اور ایک نسخہ ہے حی علی الوضو یہ نسخہ زیادہ درست شمار کیا گیا ہے۔ **كتاب المرضىٰ باب ما جاء في كفارة المرض :**

ربط یہ ہے کہ پیچھے کھانے اور پینے کا ذکر تھا بعض دفعہ کھانا پینا کسی بیماری کا سبب بن جاتا ہے اس لئے اب بیماری والوں کا ذکر ہے۔ غرض بیماروں کے حالات کا بتلانا ہے اور پھر پہلے باب میں یہ بتلانا ہے کہ بیماری سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ **نصب :** تھکاوٹ۔ **وصب :** مرض بیماری۔ **هم:** کسی کام کا قصد کرے پھر اس کے خلاف یعنی اپنی مرضی کے خلاف پایا جائے۔ **حزن:** گذشتہ پر غم۔ **اذى:** دوسروں سے تکلیف پہنچے۔ **غم:** دل کی گھٹن گویا یہ سب کو عام ہے۔ **كالخامة:** پنیری۔ **كالارزة:** صنوبر یعنی چیڑ کا درخت۔ **انجعافها:** ا۔ جڑ سے اکھڑنا۔ ۲۔ درمیان سے ٹوٹنا۔ **كفاتها:** جھکاتی ہے۔ **تكفا بالبلاء:** مڑ جاتی ہے وہ سبزی بڑی ہونے کے باوجود۔ ا۔ ہوا سے۔ ۲۔ مضر چیز سے۔ ۳۔ مصیبت سے یہ تیسری توجیہ مشبہ کی صفت ہے اور تشبیہ دیتے وقت مشبہ کی صفت بیان کرنا اس کو اصطلاح میں تجرید کہتے ہیں۔ **صما:** مضبوط۔ **يقصمها:** اس کو اللہ تعالیٰ توڑتے ہیں۔

باب شدة المرض

غرض زیادہ بیماری میں ثواب اور منافع کا بیان فرمانا ہے۔

حات : جھاڑتے ہیں گراتے ہیں۔

باب اشد الناس بلاء الانبياء ثم الامثل فالا مثل الاول فالاول

غرض اس حدیث کو بیان فرمانا ہے جو ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے عن سعد قلت یا رسول اللہ ای الناس اشد بلاء قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل۔

باب وجوب عيادة المريض

غرض یہ ہے کہ بیمار کی عیادت بہت ضروری ہے دو درجے ہیں۔ ا۔ عام حالات میں فرض کفایہ ہے۔ ۲۔ بعض قریبی رشتہ داروں کی عیادت شدید ضرورت میں فرض عین بھی ہو جاتی ہے جیسے ماں باپ بیوی بچے بہن بھائی وغیرہ۔

باب عيادة المغمىٰ عليه :

غرض یہ ہے کہ بے ہوش بیمار کی عیادت بھی مسنون ہے اس میں شبہ کا ازالہ بھی ہے کہ عیادت کی غرض تو بظاہر بیمار بھائی کا دل خوش کرنا ہے۔ اگر وہ مریض بے ہوش ہو تو عیادت بظاہر بے فائدہ ہے تو اس شبہ کا ازالہ فرما دیا کہ اصلی غرض تو اللہ تعالیٰ کا قرب ورضا ہے۔

باب فضل من يصرع من الريح

باب کی غرض میں دو تقریریں ہیں۔ ا۔ اگر سر درد ہو دماغ میں ہوا بند ہونے سے جس کو مرگی کہتے ہیں تو اس بیماری کا ثواب بتلانا مقصود ہے۔ ۲۔ اگر جنات کے اثر سے سر درد ہو جائے تو اس کا ثواب بتلانا مقصود ہے۔ **على ستر الكعبة :** ا۔ جالسۃ علیہ خانہ کعبہ کے غلاف پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ۲۔ معتمدۃ علیہ خانہ کعبہ کے غلاف سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

باب فضل من ذهب بصره

غرض اس شخص کا ثواب بیان کرنا ہے جس کی آنکھیں دنیا میں ضائع ہو جائیں اور وہ اس پر صبر کرلے۔ اس باب کی روایت کے علاوہ مسند بزار میں ہے۔ عن زید بن ارقم مرفوعا ما ابتلی عبد بعد ذهاب دینہ باشد من ذهاب بصرہ فصبر حتی یلقی اللہ لقی اللہ تعالیٰ ولا حساب علیہ۔

باب عيادة النساء للرجال

غرض یہ بتلانا ہے کہ عورتیں بھی مردوں کی بیمار پرسی کے لیے جا سکتی ہیں جبکہ وہ محرم ہوں یا پردے کے ساتھ۔ **اذا اقلعت عنه :** جب ان سے بخار اتر جاتا۔ **بواد :** یہاں مکہ مکرمہ کی وادی مراد ہے۔ **جليل :** ایک قسم کی گھاس ہے۔ **مجنه.**

شامة. طفيل: یہ تینوں جگہیں ہیں مکہ مکرمہ کے قریب۔ بہر حال ان کو مکہ مکرمہ یاد آتا تھا۔ **وانقل حماها فاجعلها بالجحفة:** اس زمانہ میں جحفہ میں یہودی رہتے تھے جو مسلمانوں کو بہت ایذاء پہنچاتے تھے اس لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی کہ یااللہ ہمارا بخار جحفہ میں پہنچادیجیے۔

باب عيادة الصبيان:

مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے غرض یہ ہے کہ بیمار بچوں کی بیمار پرسی کے لیے جانا بھی مستحب ہے۔ **وابی بن کعب یحسب:** راوی گمان کرتا ہے کہ حضرت ابی بن کعب بھی اس واقعہ میں موجود تھے۔ **ان ابنتی قد حضرت:** میری بیٹی کی موت قریب ہے اسی حدیث میں آگے یہ ہے کہ وہ بچہ مذکر تھا یہ بظاہر تعارض ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ کسی راوی کو یاد کرنے میں غلطی لگی ہے ظاہر یہی ہے کہ صاحبزادی حضرت زینب ہیں اور ان کے صاحبزادے کا نام علی ہے۔ **فاشهدنا:** آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔

باب عيادة الاعراب

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ دیہاتی آدمیوں کی عیادت بھی مستحب ہے۔ **فنعم اذاً** طبرانی میں اس واقعہ کا تتمہ یوں مذکور ہے اناصبح میتا۔

باب عيادة المشرك

غرض یہ ہے کہ دینی یا دنیوی مصلحت کے لیے ایسا کرلینا بھی جائز ہے۔

باب اذا عاد مريضاً فحضرت الصلوٰة فصلى بهم جماعةً

غرض یہ ہے کہ ایسا کرلینا بھی جائز ہے۔

باب وضع اليد على المريض

غرض یہ ہے کہ ایسا کرلینا بھی بطور شفقت اور برکت کے جائز ہے۔ **حتى الساعة:** یہاں حتی الی کے معنی میں ہے کہ اب تک میں وہ ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں۔

باب مايقال للمريض وما يجيب

غرض یہ بتلانا ہے کہ بیمار پرسی کرنے والا مریض سے جا کر کیا کہے اور وہ پھر کیا جواب دے۔

باب عيادة المريض راكباً وماشياً وردفاً على الحمار:

غرض یہ بتلانا ہے کہ تینوں طرح عیادت کے لیے جانا ٹھیک ہے۔ ۱۔ سوار ہوکر۔ ۲۔ پیدل۔ ۳۔ کسی کی سواری پر اس کے پیچھے بیٹھ کر جانا یا کسی کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھا کر لے جانا۔ **ولا برذون:** یہ گھوڑے کی ایک قسم ہے۔

باب قول المريض اني وجع اووارساه او اشتد بي الوجع

غرض یہ ہے کہ اس قسم کے الفاظ کہنا جائز ہے صبر کے خلاف نہیں ہے۔ **ذاك لو كان وانا حي:** اس عبارت میں ذاک کا اشارہ موت کی طرف ہے جو بعض دفعہ مرض پر مرتب ہوجاتی ہے یعنی اگر میری زندگی میں اے عائشہ تیری موت واقع ہوگئی تو میں تیرے لیے استغفار کروں گا اور دعاء کروں گا۔ **فقال النبي صلى الله عليه وسلم بل انا وارأساه:** بل اضراب کے لیے ہے کہ بلکہ تو میری بیماری کی طرف اے عائشہ متوجہ ہوجا اپنا فکر چھوڑ دے۔ کیونکہ تو ابھی زندہ رہے گی اور میں جلدی فوت ہونے والا ہوں۔

باب قول المريض قوموا عني

غرض یہ ہے کہ ضرورت کے موقعہ میں بیمار اگر اس طرح کہہ دے تو بھی جائز ہے۔

باب من ذهب بالصبي المريض ليدعىٰ له

غرض یہ ہے کہ بیمار بچے کو کسی بزرگ کے پاس لیجانے برکت حاصل کرنے کے لیے یا دعاء کرانے کے لیے جائز ہے۔ **مثل زر الحجلة:** ۱۔ کبوتری کے انڈے کے برابر۔ ۲۔ ڈولی کے دھاگوں کی گرہ کے برابر۔ دُلہن کی ڈولی کے چاروں طرف جو دھاگے لٹکتے ہیں زینت کے طور پر ان میں گرہیں لگالیا کرتے تھے۔

باب تمني المريض الموت

غرض یہ ہے کہ بیماری میں بے صبری کی وجہ سے موت کی تمنا

کرنا مکروہ ہے البتہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق میں مستحسن ہے جیسے ایک بزرگ کا ارشاد ہے۔

خرم آں روز کہ زیں منزل ویراں بروم
راحت جاں طلبم وزپے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے
تا در میکدہ شاداں وغزل خواں بروم

مالا نجدلہ موضعاً الا التراب: یا صولہ ہے موضعاً بمعنی مصرفاً ہے التراب سے مراد تعمیر ہے معنی یہ ہو گئے کہ ہم نے وہ چیز پائی جس کا مصرف تعمیر کے سوا کچھ نہیں یعنی ضرورت سے زیادہ تعمیر پر خرچ کرنا اچھا نہیں ہے۔ **فسددوا:** سداد یعنی صواب اور درستگی طلب کرو ٹھیک ٹھیک عمل کرتے رہو۔ **قاربوا:** اللہ تعالیٰ کا قرب طلب کرو۔ **یستعتب:** زوال عتب طلب کرے یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دور کرنے کی کوشش کرے اور توبہ کرے۔

باب دعاء العائد للمریض

غرض یہ بتلانا ہے کہ بیمار پرسی کرنے والا بیمار کے لیے کیسے دعاء کرے۔

باب وضوء العائد للمریض

غرض یہ ہے کہ بیمار کے لیے وضو کرنا اور وضو کا بچا ہوا برکت والا پانی بیمار پر چھڑکنا مستحسن ہے۔

باب من دعا برفع الوباء والحمیٰ

غرض یہ ہے کہ وبا اور بخار کے دور ہونے کی دعاء کرنا مسنون ہے۔

عقیرتہ: اپنی آواز۔

کتاب الطب

ربط یہ ہے کہ پیچھے مرض کا ذکر تھا اور مرض میں علاج کی ضرورت ہوتی ہی ہے اس لیے اب علاج کے درجہ کتاب الطب کا ذکر ہے اسی کتاب میں بیان الطب والادویہ اور علم طب کی تعریف یہ ہے ہو علم یعرف بہ احوال بدن الانسان من حیث الصحۃ والمرض۔

باب ماانزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء:

غرض اس حدیث کے مضمون کا بیان ہے۔ سوال بعض دفعہ شفاء نہیں ملتی۔ جواب۔ اس کی وجہ شفاء والی دواء کا نہ جاننا ہوتی ہے۔

باب هل یداوی الرجل المراۃ والمراۃ الرجل

غرض دونوں صورتوں کے جواز کا بیان ہے اور دوسری صورت تو باب کی حدیث میں صراحۃً موجود ہے اور پہلی صورت کو دوسری پر قیاس فرما لیا۔

باب الشفاء فی ثلث:

غرض اس حدیث کا بیان ہے۔

وشرطۃ محجم: اس لفظ شرط کے معنی ہیں حجامت کی جگہ پر نشتر وغیرہ مارنا۔ **وانهیٰ امتی عن الکی:** داغ لگانے سے کیوں منع فرمایا۔ ا۔ بعض اس کو موثر بالذات سمجھتے تھے اس لیے صرف موثر بالذات سمجھنے سے منع فرمایا مقصود ہے ورنہ جائز ہے۔ ۲۔ یہ علاج پوری تحقیق کے بعد ہونا چاہیے بلا تحقیق کرنے سے منع فرما دیا۔ ۳۔ بلا ضرورت اس علاج سے منع فرمانا مقصود ہے۔

باب الدواء بالعسل

غرض یہ بتلانا ہے کہ شہد بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔

لذعۃ بنار: ہلکا سا جلانا آگ سے۔ **وما احب ان اکتوی:** میں داغ لگانے کو پسند نہیں کرتا یعنی بلا اضطرار نہ لگانا چاہیے کیوں۔ ا۔ اس میں درد ہوتی ہے۔ ۲۔ بعض دفعہ نقصان کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔

باب الدواء بالبان الابل:

غرض یہ ہے کہ اونٹنی کے دودھ سے بھی کسی بیماری کا علاج کرنا جائز ہے۔ **وخمۃ:** ناموافق۔

باب الدواء بابوال الابل

غرض یہ بتلانا ہے کہ اونٹ کے پیشاب سے علاج کرنے کا کیا حکم ہے پھر اس واقعہ میں جو اونٹ کے پیشاب سے علاج کیا گیا ہے اس کی دو توجیہیں ہیں۔ ا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے بتلایا گیا تھا کہ ان لوگوں کی شفاء اونٹ کے پیشاب سے ہی ہے جیسے حضرت زبیر کی خصوصیت تھی ان کی خارش کا علاج ریشمی کپڑوں سے کیا گیا تھا پس یہ ثابت ہوا کہ اگر یقین ہو جائے کہ

فلاں حرام چیز میں شفاء ہے تو اس کے استعمال کی گنجائش ہے۔۲۔ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہی تھا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وحی سے معلوم ہو چکا تھا کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہونے والا ہے اس لیے اگر کافر کا علاج حرام اور نجس سے ہو جائے تو کچھ بعید نہیں۔

باب الحبة السوداء

یہ ایک دوا ہے جس کو شونیز اور کلونجی بھی کہتے ہیں غرض یہ ہے کہ اس سے علاج کرنا بھی جائز ہے بعض بیماریوں میں اس کو پیس کر اور زیتون کے تیل میں ملا کر ناک میں ٹپکایا جاتا ہے۔

باب التلبینة للمریض

غرض یہ بتلانا ہے کہ تلبینہ بیمار کو دینا مفید ہوتا ہے اور یہ یخنی ہے جو آٹے کے چھان اور دودھ اور شہد سے بنتی ہے یہ پتلا ہونے میں اور رنگ میں دودھ جیسی ہوتی ہے اس لیے اس کو تلبینہ کہتے ہیں۔ جب آٹے کو چھانتے ہیں تو جو چیز چھانی میں رہ جاتی ہے اس کو آٹے کا چھان کہتے ہیں۔ **البغیض**:. مریض اس کو ناپسند کرتا ہے۔

باب السعوط

وہ دوا جو ناک میں ڈالی جاتی ہے اس کو سعوط کہتے ہیں غرض یہ بتلانا ہے کہ بعض حالات میں ناک میں دوا ڈالنا مفید ہوتا ہے۔

باب السعوط بالقسط الھندی والبحری

غرض یہ ہے کہ بعض دفعہ اس دوا کا ناک میں ٹپکانا مریض کے لیے مفید ہوتا ہے۔ **العذرة**:. دو معنی کیے گئے ہیں۔۱۔ گلے میں درد ہوتی ہے جو خون کی خرابی کی وجہ سے اٹھتی ہے۔۲۔ زخم ہوتا ہے جو ناک اور حلق کے درمیان ہوتا ہے۔ **یلد**:. منہ کی ایک جانب دوا رکھی جاتی ہے وہاں سے گلے میں پہنچتی رہتی ہے۔

باب ای ساعة یحتجم

غرض یہ ہے کہ حجامت کے لیے کوئی دن یا وقت مقرر نہیں ہے کہ اس کے سوا جائز ہی نہ ہو البتہ بعض دنوں میں اس کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعاً من احتجم لسبع عشرۃ وتسع عشرۃ واحدیٰ وعشرین کان شفاء من کل داء۔

باب الحجم فی السفر والاحرام

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ سفر میں اور احرام کی حالت میں بھی سینگی لگوانا جائز ہے۔ اختلاف کتاب الحج میں گزر چکا ہے۔

باب الحجامة من الداء

غرض یہ ہے کہ بیماری کی وجہ سے حجامہ کرانا جائز ہے من اجلیہ ہے۔

لاتعذبو اصبیانکم بالغمز من العذرة:
ناک اور گلے کے درمیان پھوڑا سا بچوں میں بن جاتا ہے اس کو عذرہ کہتے ہیں۔ اس کے علاج کے طور پر کپڑے کی رسی بنا کر بچے کے گلے میں ڈال کر کالا خون عورتیں نکالا کرتی تھیں بعض دفعہ بچہ زخمی ہو جاتا تھا اس کی جگہ قسط کے استعمال کا حکم فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کو رگڑ کر پانی میں ملا کر ناک میں ٹپکائیں۔

باب الحجامة علی الراس

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔ **بلحی جمل**: یہ جگہ کا نام ہے۔

باب الحجامة من الشقیقة والصداع

یہاں عطف العام علی الخاص ہے کیونکہ شقیقہ کے معنی ہیں آدھے سر کا درد اور صداع کے معنی ہیں سر کے اعضاء میں سے کسی عضو کا درد اور غرض یہ ہے کہ ان دونوں کے لیے بھی حجامت مفید ہوتی ہے۔

باب الحلق من الاذی:.

غرض یہ ہے کہ تکلیف کی وجہ سے سر منڈانا احرام میں بھی جائز ہے بعد میں فدیہ دے دے۔

باب من اکتوی او کوی غیرہ وفضل من لم یکتو

غرض یہ ہے کہ داغ خود کو لگوانا یا غیر کو لگانا جائز ہے لیکن چھوڑنا افضل ہے۔۱۔ توکل کی وجہ سے۔۲۔ شدید ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے دو توجیہیں ہیں۔ **وما احب ان اکتوی**:. نہی تنزیہی ہے۔ **لم دخل ولم یبین**:. نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے اور سبعین کی وضاحت نہ فرمائی۔ **فافاض القوم**:. لوگ اس میں بحث

کرنے لگ گئے کہ سبعین کا مصداق کون ہیں۔

باب الاثمد والکحل من الرمد:

کحل عام ہے اثمد سے غرض یہ ہے کہ اثمد نام والا عمدہ سرمہ یا کوئی سرمہ آنکھ کی تکلیف میں استعمال کرنا چاہے تو مفید ہے لیکن جس عورت کا خاوند فوت ہو چکا ہو وہ عدت میں سرمہ استعمال نہ کرے۔

فیه ام عطیة: حضرت ام عطیہ والی روایت کتاب الطلاق میں گزر چکی ہے اس میں سوگ کا ذکر ہے کہ سوگ کے دنوں میں سرمہ نہ استعمال کرے۔ سوال۔ اس ام عطیہ والی روایت میں اثمد کا ذکر تو نہیں ہے۔ جواب۔ اہل عرب اثمد سرمہ بکثرت استعمال کرتے تھے اس لیے اس کا ذکر اگرچہ صراحۃً نہیں ہے لیکن سرمہ کے ذکر میں ضمناً آ گیا۔ **فلا اربعة اشهر وعشرا:** ای فلا تکتحل اربعة اشهر وعشرا۔ **باب الجذام:** غرض جذام کا حکم بیان فرمانا ہے۔ جذام اس بیماری کو کہتے ہیں جو انسانی بدن میں سوداء کے بڑھ جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ جب سوداء اعضاء میں پھیل جاتا ہے تو اعضاء کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور اعضاء کی حالت بدل جاتی ہے اور یہ بیماری جب زیادہ ہوتی ہے تو اعضاء کو کھانا شروع کر دیتی ہے اور گرانا شروع کر دیتی ہے انسانی بدن میں چار خلطیں ہوتی ہیں خون بلغم سودا صفراء اور مزاج کے معنی یہ ہیں کہ دو مخالف صفتوں والی چیزیں جب مل جاتی ہیں تو ان سے ایک درمیانی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس درمیانی کیفیت کو مزاج کہتے ہیں۔ جیسے تیز گرم پانی اور ٹھنڈا پانی مل جائیں تو نیم گرم پانی بن جاتا ہے۔ **لاعدویٰ:** ۱۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ کوئی مرض کبھی بھی متعدی نہیں ہوتا کہ ایک سے دوسرے کو لگ جائے۔ ۲۔ کسی مرض میں بالذات متعدی ہونے کا اثر نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو دوسرے کو لگے گا نہ چاہیں گے تو نہ لگے گا۔ **ولا طیرة:** زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ سفر کرنا ہوتا تو کسی درخت پر جا کر پرندوں کو اڑاتے تھے اگر وہ دائیں طرف کو اڑتے تو سفر کرتے تھے اور اگر بائیں طرف کو اڑتے تھے تو سفر نہ کرتے تھے اس فضول رسم سے منع فرما دیا۔ **ولا هامة:** اس میں صحیح یہ ہے کہ میم پر شد نہیں ہے گو بعضوں نے شد بھی پڑھی ہے اس کے معنی کیا ہیں۔ ۱۔ الو کو منحوس سمجھتے تھے اس سے منع کر دیا گیا کہ ایسا نہ سمجھو۔ ۲۔ کسی کو ناحق قتل کر دیا گیا ہو تو زمانہ جاہلیت میں یہ سمجھتے تھے کہ اس کی روح الو کی شکل میں آتی ہے اور کہتی ہے کہ استونی استونی کہ مجھے پلاؤ یعنی بدلہ لو اور جب بدلہ لے لیا جاتا ہے تو چلی جاتی ہے اس کا رد فرمایا کہ یہ غلط ہے۔ ۳۔ پرانی ہڈیاں الو کی شکل میں آتی ہیں اور اپنے زمانہ کی خبریں دیتی ہیں اس کو غلط قرار دینا مقصود ہے۔ **ولا صفر:** ۱۔ پیٹ میں زمانہ جاہلیت میں ایک سانپ سمجھتے تھے جو بھوک لگنے پر کاٹتا ہے اس کا رد فرما دیا کہ ایسا نہیں ہے۔ ۲۔ صفر کے مہینہ کو فتنوں کا سبب سمجھتے تھے فرما دیا کہ ایسا نہیں ہے۔ ۳۔ کبھی محرم کو صفر اور صفر کو محرم بنا دیتے کبھی نہ بناتے اس سے منع فرما دیا۔ **فر من المجذوم کما تفر من الاسد:** ۱۔ کوڑھی سے اسی طرح بھاگ جیسے شیر سے بھاگتے ہو تا کہ تمہیں عدوی کا وسوسہ نہ آئے جو کہ واقع میں بالکل نہیں ہے یہ توجیہ وہ حضرات فرماتے ہیں جو لا عدویٰ کے معنی کرتے ہیں کہ کوئی بیماری کبھی بھی متعدی نہیں ہوتی۔ ۲۔ جو حضرات اس حدیث لا عدویٰ کے معنی یہ کرتے کہ متعدی ہونا اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نہیں ہے وہ یہ معنی کرتے ہیں کہ علاج اور تدبیر کے درجہ میں کوڑھی سے دور رہو ایسا نہ ہو کہ تمہیں یہ بیماری لگ جائے کیونکہ کبھی دوسرے سے بیماری لگ جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ چاہیں اور کبھی نہیں لگتی جب نہ چاہیں اس لیے تم احتیاط کرو اور دور رہو۔

باب المن شفاء من العین:

غرض اس حدیث کا بیان ہے جس میں یہ مضمون ہے۔

الکمأة من المن: من وسلویٰ کی طرح بلا مشقت اُگ آتی ہے اس کو سانپ کی چھتری کہتے ہیں بارش سے خود بخود ہو جاتی ہے۔ **ماء ها شفا للعین:** ای الکمأة کا پانی نظر بد سے شفاء ہے کیونکہ دوسری روایت میں یوں ہے شفاء من العین۔ **قال شعبة لما حدثنی به الحکم لم انکره من حدیث عبد الملک:** راوی عبد الملک کو اخیر عمر میں تغیر ہو گیا تھا اس لیے

شعبہ نے ان کی روایت میں توقف فرمایا لیکن جب حکم سے تائید ہوگئی تو اعتماد ہوگیا یہی بات حضرت شعبہ یہاں بیان فرمارہے ہیں۔

باب اللدود: اس کی صورت یہ ہے کہ منہ کی ایک جانب دانتوں اور رخسار کے درمیان دوا رکھی جاتی ہے آہستہ آہستہ اس کا اثر گلے تک جاتا رہتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ بعض بیماریوں میں اس طرح دوا دینا مفید ہوتا ہے۔ **وقداعلقت علیه:** انگلی وغیرہ سے کوا اٹھایا۔ **العذرة:** کوا گر جانا۔ **ماتدعرن اولادکن بهذا العلاق:** تم یہ کیا اپنی اولاد کا کوا اٹھاتی ہو انگلی وغیرہ سے یعنی ایسا نہ کیا کرو۔ **باب:** بعض نسخوں میں یہاں لفظ باب نہیں ہے اس لحاظ سے یہ حدیث گذشتہ باب کا جزء ہے سوال اس حدیث میں تو لدود کا بالکل ذکر نہیں ہے اس لیے نہ یہ گذشتہ باب کا جزء بن سکتی ہے نہ تتمہ بن سکتی ہے۔ جواب۔ گذشتہ باب کی روایت میں مریض کی مخالفت کا ذکر تھا اس روایت میں مریض کی موافقت کا ذکر ہے اس لیے مناسبت ہوگئی الاشیاء تعرف باضدادھا۔ **باب العذرة:** غرض اس بیماری کا علاج بیان فرماتا ہے اس کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ گلے کے کنارے پر گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے اس کو کوا کہتے ہیں وہ گر جاتا ہے۔

باب دو المبطون

غرض ہیضہ کی بیماری کا علاج بتلاتا ہے۔ **باب لاصفر:** غرض اس حدیث کا بیان ہے جس میں لا صفر مذکور ہے پھر امام بخاری نے صفر کی اس تفسیر کو اختیار فرمالیا کہ پیٹ میں ایک سانپ مانتے تھے زمانہ جاہلیت میں جو بھوک لگنے پر کاٹتا تھا اور پھر اس بیماری کو متعدی بھی سمجھتے تھے اس حدیث میں متعدی ہونے کا رد بھی ہے چنانچہ امام بخاری فرمارہے ہیں لاصفر کے بعد باب ہی کے ماتحت وھوداء یا خذ البطن۔ اسی ارشاد لا صفر کی باقی تفسیر عنقریب باب الجذام میں گزر چکی ہیں۔

باب ذات الجنب

غرض اس بیماری کی دواء کا بتلانا ہے پھر ذات الجنب کا اطلاق دو بیماریوں پر ہوتا ہے۔ ا۔ سینے کی پسلیوں کے پردہ پر ورم آجاتا ہے۔ ۲۔ سینے کی پسلیوں میں سخت ہوا بند ہو جاتی ہے۔ یہاں دوسری قسم مراد ہے۔ **اذن:** مراد وجع الاذن ہے کان کا درد۔

باب حرق الحصیر لیسد به الدم

غرض اس علاج کا بتلانا ہے۔

باب الحمی من فیح جهنم

غرض یہ بتلانا ہے کہ بخار کی بعض قسمیں جہنم کی لپٹ کا نمونہ ہیں تاکہ ہم عبرت پکڑیں جیسے دنیا میں کئی قسم کی لذتیں جنت کے نمونہ کے طور پر پیدا کی گئی ہیں تاکہ جنت کا شوق پیدا ہو۔

باب من خرج من ارض لاتلائمه

غرض یہ مسئلہ بیان فرماتا ہے کہ جس علاقہ کی آب وہوا موافق نہ آئے اس کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ **ریف:** کھیتی والی زمین۔ **واستو خموا:** ناموافق پایا۔

باب مایذکرفی الطاعون:

غرض طاعون کے متعلق شرعی احکام کا بیان ہے۔ **بسرغ:** اس میں باء فی کے معنی میں ہے اور سرغ ایک گاؤں کا نام ہے جو شام کے راستہ میں ہے۔ **عدوتان:** اس کے معنی ہیں طرفان۔

باب اجر الصابر فی الطاعون:

غرض صبر کا ثواب بیان فرماتا ہے خواہ خود اس شخص پر طاعون آئے اور صبر کرے خواہ اس کے شہر میں کسی پر طاعون آئے اور وہ نہ بھاگے۔

باب الرقیٰ بالقرآن والمعوذات:

غرض یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور معوذات کو جمع اس لیے لایا گیا ہے کہ سورۃ اخلاص کو بھی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کے ساتھ تغلیباً ملالیا گیا ہے۔

باب الرقی بفاتحة الکتاب

غرض یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

باب الشرط فی الرقیة بقطیع من الغنم

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔

باب رقیة العین

غرض یہ ہے کہ کسی شخص کو نظر بد لگ گئی ہو تو جس کو نظر لگی ہو وہ

اگر کوئی تعویذ بطور علاج کرے تو یہ جائز ہے۔ **سفعة**:۔ زردی۔

باب العین حق: طبیعی فلاسفہ جو علم طبیعیات بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نظر بد لگنا کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ جو چیز نظر آتی اس کا کوئی وجود نہیں اس قول کا رد کر دیا حدیث پاک سے۔

باب رقية الحية والعقرب

غرض یہ کہ یہ جائز ہے۔

باب رقية النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض ان الفاظ کا بیان ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بطور تعویذ پڑھا کرتے تھے۔

بسم اللہ تربة ارضنا بريقة بعضنا يشفىٰ سقيمنا

ارض سے مراد یا تو ارض مدینہ منورہ ہے یا مطلق زمین ہے پھر بعض نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ریق یہاں کنایہ منی سے ہے اور معنی یہ ہیں کہ آپ نے انسان کو مٹی اور منی سے پیدا فرمایا ہے جو دونوں ہلکی چیزیں ہیں ایسے ہی آپ کے لیے شفاء بھی ہلکی یعنی آسان ہے آپ شفا عطا فرمادیں۔

باب النفث فی الرقية

غرض حضرت اسود بن یزید تابعی کا رد ہے جو تعویذ میں دم کرنے کو ناجائز کہتے تھے۔ **قلبة**:۔ تکلیف جس کی وجہ سے بستر پر بیمار پلٹیاں کھاتا ہے۔

باب مسح الراقی الوجع بيده اليمنى

غرض ایسا کرنا بھی جائز ہے۔

باب المرأة ترقی الرجل

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔

باب من لم يرق

یہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے یرق معلوم اور یرق مجہول غرض اس شخص کی نضیلت کا بیان ہے جو کسی دوسرے کا علاج تعویذ سے نہ کرے یا اپنے لئے تعویذ نہ کرائے۔ سوال۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تعویذ کیا بھی ہے اور کرایا بھی ہے۔ جواب۔ ا۔ یہ صرف بیان جواز تھا یا ان استحباب نہ تھا۔ ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل بہت مضبوط تھا تعویذ کرنے یا کرانے سے اس میں کمزوری نہ آتی تھی۔ دوسرے میں کمزوری آسکتی ہے۔

باب الطيرة: اس کے معنی ہیں پرندوں کی آوازوں یا ناموں یا اڑنے سے بدفالی پکڑنا مثلاً زمانہ جاہلیت میں کوئی سفر کرنا ہوتا تو کسی درخت پر جاتے اور پرندے کو اڑاتے تھے اگر وہ دائیں طرف اڑتا تو سفر کرتے تھے اور اگر بائیں طرف اڑتا تو سفر کو منحوس سمجھتے اور سفر نہ کرتے تھے اس باب کی غرض یہ ہے کہ یہ کوئی چیز نہیں اور اس طرح نحوست نہ پکڑنی چاہیے۔ سوال۔ اس باب کی پہلی روایت میں لاطیرۃ بھی ہے اور ساتھ ہی یہ ارشاد بھی ہے والشوم فی ثلث فی المراۃ والدار والدابۃ یہ تو تعارض ہے نحوست کی نفی بھی ہے اور نحوست کا اثبات بھی ہے۔ جواب۔ مقصد استثناء ہے کہ ان تین چیزوں میں تو نحوست ہے اور جب ان تین چیزوں میں سے کسی میں نحوست ظاہر ہو تو الگ ہو جانا جائز ہے باقی چیزوں میں جن میں زمانہ جاہلیت میں نحوست مانتے تھے ان میں نہیں ہے۔ ان تین چیزوں کی نحوست کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ **باب الفال**: اس کے معنی ہیں کوئی اچھا کلمہ سن کر اچھا شگون لینا کہ امید ہے کہ یہ سفر وغیرہ اچھا رہے گا۔ باب کی غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ **لاطيرة وخيرها الفال**:۔ سوال۔ طیرۃ تو نحوست ہے پھر یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ اچھی نحوست اچھا شگون ہے فال تو طیرہ میں داخل نہیں ہے جواب طیرۃ کے لغوی معنی شگون ہیں اچھا اور برا دونوں اس میں داخل ہیں اور عرفی معنی صرف برا شگون ہے یہاں لا طیرۃ میں عرفی معنی مراد ہیں اور خیرھا میں لغوی معنی مراد ہیں اسی کو صنعت استخدام کہتے ہیں کہ اسم ظاہر میں ایک معنی مراد ہوں اور ضمیر میں دوسرے معنی مراد ہوں۔ **باب لا هامة**:۔ زمانہ جاہلیت میں الو کو منحوس سمجھتے تھے اس کا رد کرنا مقصود ہے مزید تفصیل پیچھے گزر چکی ہے باب الجذام میں۔ **باب الكهانة**: غرض کہانت کی حقیقت کا بیان ہے یعنی دعویٰ کرنا کہ ہم غیب کا علم رکھتے ہیں اور آئندہ کی باتیں بتلاتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ اسباب کو بھی اختیار

کرتے ہیں یعنی شیاطین سے تعلقات لیکن یہ صرف علم غیب کا دعویٰ ہی ہے حقیقی علم غیب نہیں ہے کیونکہ حقیقی علم غیب تو بلا اسباب ہوتا ہے۔ **قال علی قال عبد الرزاق مرسل الکلمة من الحق:** یعنی پہلے امام عبدالرزاق نے ان تینوں لفظوں کو مرسل قرار دیا تھا پھر مسند قرار دے دیا۔ **باب السحر:** غرض یہ بیان کرنا ہے کہ سحر ثابت ہے اس کے لیے چند آیات اور ایک حدیث امام بخاری نے ذکر فرمائی اور یہی جمہور کا قول ہے۔ ابن حزم ظاہری اور ابوبکر رازی حنفیہ میں سے اور ابوجعفر استرابازی شوافع میں سے فرماتے ہیں کہ سحر کا کوئی وجود نہیں ہماری دلیلیں اس باب میں ذکر کی ہوئی آیتیں ہیں۔ ا۔ مثلاً ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر۔ ۲۔ حدیث الباب عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت سحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجل من بنی زریق اور ابن حزم وغیرہ کی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کو سحر کہا جاتا ہے وہ تو خیالات باطلہ ہیں جواب آیات اور حدیث کو قیاس پر ترجیح حاصل ہے۔ سوال۔ کتاب الطب میں جادو کو کیوں ذکر فرمایا جواب آگے ایک باب چھوڑ کر باب ھل یستخرج السحر آئے گا اس میں پھر یہی حدیث ہے اس میں یہ لفظ بھی ہیں اما واللہ فقد شفانی اللہ اس سے معلوم ہوا کہ سحر بھی ایک بیماری ہے اس لیے اس کو کتاب الطب میں ذکر فرمایا پھر قریب والے گذشتہ باب سے ربط یہ ہے کہ کہانت اور سحر دونوں میں شیاطین کا دخل ہوتا ہے۔ **تسحرون تعمون:** اس میں آیت کی طرف اشارہ ہے سیقولون للہ قل فانی تسحرون۔ **فی مشط ومشاط:** کنگھی میں اور کنگھی سے نکلے ہوئے بالوں میں۔ **وجف طلع نخلة ذکر:** نر کھجور کے خوشے کی چھلی میں۔ **بیر ذروان:** مدینہ منورہ میں بنی زریق کا کنواں تھا یعنی کنگھی کے بالوں کو چھلی میں رکھ کر کنوئیں میں رکھا گیا تھا۔ **کان ماء ھا نقاعة الحناء:** اس کا پانی ایسا سرخ تھا گویا اس میں مہندی ڈالی گئی ہو۔ **ان اثور علی الناس:** میں ناپسند کرتا ہوں کہ اس معاملہ کو لوگوں میں پھیلائیں چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو کنوئیں سے نکال کر قریب کسی جگہ دفن کروا دیا اور لوگوں میں اس کا اعلان نہ فرمایا۔ **مشاقة:** سوت کے دھاگے کے ٹکڑے۔

باب الشرک والسحر من الموبقات

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ شرک اور جادو ان گناہوں میں سے ہیں جو ہلاک کرنے والے ہیں۔

باب ھل یستخرج السحر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جس جگہ جادو کی چیزیں رکھی گئی ہوں وہاں سے نکالنا جائز ہے یا نہ۔ امام بخاری نے یقین سے اس مسئلہ کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ اس میں اختلاف ہے البتہ یہ اشارہ فرما دیا کہ راجح یہی ہے کہ نکالنا جائز ہے کیونکہ شروع میں حضرت ابن المسیب کا قول جواز کا ذکر فرما دیا حضرت حسن بصری اس نکالنے کو مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ النشرة من عمل الشیطان کہ تعویذ گنڈے سے جادو کا علاج کرنا شیطان کا عمل ہے حضرت ابن مسیب اشارہ فرما رہے ہیں کہ منع صرف اسی تعویذ گنڈے سے کیا گیا ہے جس میں دوسرے کو ایذاء پہنچانی مقصود ہو۔ **رجل به طب او یوخذ عن امراة ایحل عنه او ینشر:** کسی آدمی پر جادو کر دیا گیا ہو یا ایسا جادو ہو کہ بیوی سے جماع نہ کر سکتا ہو تو کیا اس سے جادو ہٹایا جائے گا یا تعویذ گنڈے سے علاج کیا جائے گا پھر یہ او ینشر یا تو شک راوی ہے کیونکہ اس کے اور یحل عنہ کے ایک ہی معنی ہیں یا لف ونشر مرتب ہے کیونکہ تنشیر اس علاج کو کہتے ہیں جس کا تعلق بیوی سے ہو۔ **کان یری انه یاتی النساء ولا یاتیھن:** نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خیال فرماتے تھے کہ بیوی کے پاس جانے کی حاجت ہے لیکن حاجت نہ ہوتی تھی اس حدیث پاک سے صاف معلوم ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جو جادو کیا گیا تھا اس کا اثر صرف بیوی کے پاس جانے ہی کے بارے میں تھا اور صرف بدن مبارک پر اثر ہوا تھا عقل اور فہم اور توجہ الی اللہ پر کچھ اثر نہ تھا اسی لیے اس حدیث میں ہی دعا فرمانا مذکور ہے کہ یا اللہ مجھے میری بیماری کا پتہ چل جائے اسی موقعہ میں معوذتین کا نازل ہونا

بھی ہوتا ہے اس لیے جادو کا اثر بخار اور سر درد کے درجہ میں تھا۔

راعوفة: بڑا پتھر۔ **حتی استخرجه:** سوال۔ عنقریب باب السحر میں روایت گزری ہے اس سے اسی واقعہ میں عدم استخراج ثابت ہو رہا ہے اور یہاں استخراج ہے یہ تو تعارض ہے۔ جواب۔۱۔ جف یعنی جھلی کو نکال دیا گیا تھا باقی چیزوں کو نہ نکالا گیا۔۲۔ سب چیزوں کو نکال کر قریب کسی جگہ دفن کر دیا گیا تھا اور عدم استخراج کے معنی ہیں کہ اس بات کو مشہور نہ کیا گیا تھا۔ **افلا ای تنشرت:** اس عبارت میں ای تنشرت یہ تفسیر راوی کی طرف سے ہے کہ آپ نشرہ کیوں استعمال نہیں فرما لیتے یعنی ایسے تعویذ کیوں استعمال نہیں فرما لیتے جس سے بیوی کے پاس جانے سے رکاوٹ دور ہو جائے اس عبارت سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔۱۔ نشرہ کا استعمال جائز ہے۔۲۔ نشرہ ایک مشہور چیز تھی۔

باب السحر: اور بعض نسخوں میں یہاں یہ باب نہیں ہے اور نہ ہونا ہی اولی ہے کیونکہ دو باب چھوڑ کر یہی باب گزر چکا ہے۔

باب من البیان سحر

غرض یہ بتلانا ہے کہ حقیقی سحر کے علاوہ ایک مجازی سحر بھی ہوتا ہے اور وہ کلام مؤثر ہے۔

باب الدواء بالعجوة للسحر

غرض یہ بتلانا ہے کہ عجوہ کھجوریں جادو کا علاج ہیں اور یہ کھجوریں مدینہ منورہ کی عمدہ کھجوروں میں سے ہیں۔

باب ولا ھامة

غرض میں دو تقریریں ہیں۔۱۔ الو کو منحوس نہ سمجھو۔۲۔ زمانہ جاہلیت کی طرح یہ نہ سمجھو کہ پرانے مردوں کی ہڈیاں الو کی شکل میں آکر اپنے زمانہ کے حالات سناتی ہیں۔ سوال یہ باب تو ۹ باب پیچھے گزرا ہے۔ جواب چونکہ ولا ھامہ کی متعدد تفسیریں ہیں اس لئے پیچھے ایک تفسیر مراد تھی یہاں دوسری مراد ہے۔ **باب لاعدوی:** یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ بیماریاں متعدی نہیں ہوتیں۔

باب مایذکر فی سم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض اس واقعہ کا بیان ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے زہر کھلا دی تھی سم کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔

باب شرب السم والدواء به وبما یخاف منه والخبیث

غرض یہ ہے کہ زہر اور دوسری نقصان دہ چیزوں سے علاج کرنا جائز نہیں ہے یہی حدیث الباب سے نکل رہا ہے کیونکہ اس باب کی حدیث میں زہر کھانے کو عذاب کا سبب قرار دیا گیا ہے چونکہ یہ بات ظاہر تھی اسی لئے امام بخاری نے عدم جواز کا لفظ باب میں رکھنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ البتہ اگر مصلح ساتھ ملا لیا جائے تو پھر استعمال کی گنجائش ہے۔

خالداً مخلداً فیھا ابداً: سوال مومن تو ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہتا۔ جواب۔۱۔ یہاں ان کاموں کو حلال سمجھنے والا مراد ہے۔۲۔ مکث طویل مراد ہے۔

باب البان الاتن

غرض حضرت عطاء اور حضرت طاؤس اور حضرت زہری کے قول کو رد کرنا ہے کیونکہ ان حضرات کے نزدیک گدھی کا دودھ حلال ہے۔ وعند الجمہور حلال نہیں منشاء اختلاف زیر بحث باب کی حدیث ہے عن ابن شہاب فقد بلغنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن لحومھا ای لحوم الاتن ولم یبلغنا عن البانھا امر ولانھی ہم اس سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ جب گوشت حرام ہے تو دودھ چونکہ گوشت سے ہی بنتا ہے اس لئے وہ بھی حرام ہے۔ وہ حضرات ظاہر الفاظ کو لیتے ہیں کہ امر اور نھی البان کے بارے میں ثابت نہیں اور اصل اباحت ہے اس لئے جائز ہے ترجیح جمہور کے قول کو ہے کہ تعارض کے وقت ترجیح محرم کو ہوتی ہے۔ **ھل نتوضا اونشرب البان الاتن:** اس عبارت میں تنازع الفعلین ہے اور دو سوال کرنے مقصود ہیں کیا ہم گدھی کا دودھ پی لیں اور کیا گدھی کے دودھ سے وضو کرنا جائز ہے۔

باب اذا وقع الذباب فی الاناء:

غرض یہ بتلانا ہے کہ اگر مکھی پانی وغیرہ میں گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے پھر حکم کی تفصیل باب میں نہ بتلائی کیونکہ حدیث میں آ رہی تھی۔

كتاب اللباس

غرض لباس کی انواع واحکام کا بیان ہے ربط یہ ہے کہ پیچھے کتاب الطب میں بدن کی اصلاح تھی اب لباس کی اصلاح ہے اور بدن کا درجہ چونکہ لباس سے اونچا ہے اس لئے بدن کی اصلاح کو مقدم فرمایا لباس کی اصلاح پر۔ **قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده:** اس سے ثابت ہوا کہ لباس کا استعمال جائز ہے جبکہ اسراف بھی نہ ہو تکبر کے طور پر بھی نہ ہو جیسا کہ اس باب کی روایات سے ثابت ہو رہا ہے۔

باب من جر ازاره من غير خيلاء

غرض یہ ہے کہ اگر غیر اختیاری طور پر تہ بند ٹخنے سے نیچے ہو جائے اور پتہ چلتے ہی اونچا کرے تو معاف ہے۔ اختیاری طور پر جب بھی نیچے کرے گا تکبر اور گناہ ہی ہوگا کیونکہ اختیاری طور پر نیچے کرنا ہی تکبر ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اختیاری طور پر نیچے کرنا دو قسم کا ہے تکبر کے طور پر اور بلا تکبر اس لئے بعض کا یہ خیال فاسد ہے کہ چونکہ ہماری نیت تکبر کی نہیں ہے اس لئے ہمارے لئے جائز ہے۔

باب التشمير في الثياب

غرض تہ بند کو ٹخنوں سے اونچا کرنے کا حکم بیان فرمانا ہے کہ ایک درجہ واجب ہے یعنی ٹخنے ننگے کرنا اور ایک درجہ مستحب ہے یعنی آدھی پنڈلی تک اونچا کرنا لیکن اکابر نے اس فتنہ کے زمانہ میں صرف ٹخنے ننگے رکھنے کو اولیٰ قرار دیا ہے تاکہ زیادہ اونچے تہ بند کو دیکھ کر اس سنت کا مذاق اڑانے سے ایمان ضائع نہ کر لیں۔

باب ما اسفل من الكعبين فهو في النار

غرض ٹخنے ڈھانپنے کی قباحت کا بیان ہے۔

باب من جر ثوبه من الخيلاء

غرض ایسا کرنے کا حکم بتلانا ہے۔ **يمشي في حلة تعجبه نفسه:** اس حدیث کو اس جر ازار کے باب میں لانے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ خود پسندی کے طور پر اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے عمدہ لباس میں لوگوں کا چلنا بھی ٹخنے ڈھانپنے کی طرح ہی قبیح ہے۔

باب الازار المهدب

غرض یہ ہے کہ جس لباس کے کنارے پر دھاگے ہوں اس کا پہننا بھی جائز ہے۔

باب الاردية

رداء اس کپڑے کو کہتے ہیں جو کندھے پر ڈالا جاتا ہے غرض یہ ہے کہ ان کا استعمال بھی جائز ہے۔

فدعا النبي صلى الله عليه وسلم بردائه

اپنی چادر گھر سے منگوائی۔

باب لبس القميص

غرض یہ ہے کہ قمیص کا پہننا بدعت نہیں ہے بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں قمیص پہننا بہت مشہور تھا۔

باب جيب القميص من عند الصدر وغيره

غرض یہ ہے کہ قمیص کا گریبان یعنی پھٹا ہوا حصہ جس میں سے سر ڈالا جاتا ہے وہ سینے پر بنانا مسنون ہے گو کسی اور جگہ بنانا بھی جائز ہے۔

يقول باصبعه هكذا في جيبه: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی گریبان میں ڈال کر اشارہ فرما رہے تھے اور پیچھے سینے کا ذکر تھا تو معلوم ہو گیا کہ گریبان بھی سینہ پر ہی تھا۔

فلو رايته: اس کی جزا محذوف ہے۔ **تعجبت:** منہ۔

باب من لبس جبة ضيقة الكمين في السفر

غرض یہ ہے کہ ضرورت کے موقعہ میں تنگ آستینوں والا جبہ پہننا بھی جائز ہے اور یہ ضرورت سفر میں زیادہ ہوتی ہے۔

باب لبس جبة الصوف في الغزو

غرض یہ کہ یہ جائز ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور صوفیہ کا لباس ہے اسی لئے ان کو صوفیہ کہتے تھے۔ سوال پیچھے بھی جبہ پہننے کا جواز گزر رہا ہے یہ تو تکرار ہوا جواب یہاں زائد قید ہے صوف کی اور غزو کی اس لئے تکرار نہیں ہے۔

باب القباء و فروج حریر

یہ فروج قبا سے اخص ہے اور ظاہر یہی ہے کہ اس باب کی حدیث والے واقعہ میں اس کی حرمت نازل ہوئی۔ **فقال رضی مخرمه:** کس نے فرمایا ۱- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲- حضرت مخرمہ نے لاینبغی ھذا للمتقین یہاں متقین سے مراد مومنین ہیں۔ **باب البرانس:** یہ جمع ہے برنس کی اور اس کے معنی تین آتے ہیں۔ ۱- لمبی ٹوپی ۲- ٹوپی ۳- کرتہ جس میں ساتھ ٹوپی بھی ہو۔ اور باب کی غرض یہ ہے کہ تینوں معنوں میں سے جو بھی لیں برنس کا پہننا جائز ہے۔ **باب السراویل:** غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ شلوار کا پہننا جائز ہے ابونعیم میں ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعا اول من لبس سراویل ابراہیم علیہ السلام اور شلوار میں یہ خوبی بھی ہے کہ یہ استر ہے۔ **باب العمائم:** غرض یہ ہے کہ عمامہ سنت ہے۔ **باب التقنع:** اس کے معنی ہیں سر اور اکثر چہرہ ڈھانپ لینا غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ **دسماء میلا علی رسلک:** اپنی حالت پر ٹھہرے رہو ابھی ہجرت نہ کرو۔ **فجهزنا هما احث الجهاز:** ہم نے ان دونوں کو تیار کیا جلدی کے سامان کے ساتھ لقن ثقف جلدی سمجھنے والا اور ذہین۔ **یکادان به:** اس کے معنی ہیں کہ ان دونوں حضرات کے خلاف جو تدبیریں کی جارہی تھیں ان کو وہ لڑکا سن کر یاد کر لیتا تھا۔ **رسلها:** اس بکری کا دودھ۔ **ینعق بهما:** بکری کو آواز دیتا تھا اور واپس لے جاتا تھا۔ **باب المغفر:** غرض یہ ہے کہ ضرورت کے موقع میں لوہے کی ٹوپی جس کو خود کہتے ہیں پہننی جائز ہے۔

باب البرود و الحبرة و الشمله

غرض یہ ہے کہ یہ تینوں پہننی جائز ہیں۔ برود جمع ہے بردۃ کی کالے رنگ کی چھوٹی مربع چادر اور حبرۃ یمنی چادروں کو کہتے تھے اور شملہ بڑی چادر کو کہتے تھے جو پورے بدن کو شامل ہو جائے۔

فطواها: اس کو لپیٹا۔

باب الاکسیه و الخمائص

غرض یہ ہے کہ ان دونوں کا استعمال بھی جائز ہے۔ خمیصہ نقش ونگار والی چادر اور اس کی جمع خمائص ہے۔ کساء ہر قسم کی چادر کو کہتے ہیں اور اس کی جمع اکسیہ ہے۔

باب اشتمال السماء

اس کے دو معنی ہیں دونوں سے ممانعت ہے۔ ۱- چادر کو سخت لپیٹا جائے کہ ہاتھ بند ہو جائے ۲- کندھوں پر ڈال دیا جائے چادر کو اور لپیٹا نہ جائے اور نیچے تہ بند بھی نہ ہو اس صورت میں کشف عورت ہوتا ہے۔ باب کی غرض ان دونوں صورتوں کا حکم بیان کرنا ہے کہ منع ہیں۔

باب الاحتباء فی ثوب واحد

غرض اس صورت کا حکم بیان فرمانا ہے کہ منع ہے کہ کپڑے سے گھٹنوں کو کمر کے ساتھ باندھ لے اور ستر کی جگہ پر کپڑا نہ ہو اس میں کشف عورت ہے۔

باب الخمیصته السوداء

غرض یہ کہ یہ جائز ہے۔ **حریثیه:** بنی قضاعہ کے ایک شخص کی طرف نسبت ہے جس کا نام حریث تھا۔

باب الثیاب الخضر

غرض یہ کہ سبز کپڑوں کا پہننا جائز ہے۔ ابوداؤد میں ہے عن رمثۃ انہ رای علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بردین اخضرین اور اہل جنت کے لباس میں بھی سبز رنگ کا ذکر قرآن پاک میں ہے لباب سندس خضر اور اذان شروع ہونے کی روایات میں ہے۔ عن عبداللہ بن زید بن عبد ربہ انہ رای فی المنام رجلا قام وعلیہ بردان اخضران۔ **انی لا نفضها نفض الادیم:** نفض کے معنی حرکت کے ہیں دباغت کے وقت چمڑے کو قوت سے حرکت دی جاتی ہے مقصد یہ ہے کہ جماع کے وقت میں بیوی کی پوری تسلی کر دیتا ہوں اور میں نامرد نہیں ہوں۔

باب الثیاب الیض

غرض یہ ہے کہ سفید کپڑے پہننا سنت ہے۔ فی ابی داؤد والترمذی عن ابن عباس مرفوعا البسوا من ثیابکم البیاض فانھا من خیر ثیابکم وکفنوا فیھا موتاکم اور یہ حدیث صحیح ہے لیکن امام بخاری کی

شرط پرنہیں ہے اس لئے یہاں نہ لائے۔

باب لبس الحرير وافتراشه للرجال وقدر مايجوز منه

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مردوں کے لئے ریشم پہننا یا ریشم کا بستر بچھانا جائز نہیں ہے اور کتنی مقدار جائز ہے۔ **فقال شديداً:** یعنی عبدالعزیز نے غصہ شدید کیا اور فرمایا کیونکہ اس سوال کی ضرورت نہ تھی۔

باب مس الحرير من غير لبس

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مردوں کے لئے ریشم کا چھونا اور بیچنا جائز ہے پہننا جائز نہیں ہے۔

باب افتراش الحرير

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ ریشم پر بیٹھنا بھی مردوں کے لئے جائز نہیں ہے۔ سوال۔ یہ مسئلہ تو پیچھے گزرا ہے جواب وہاں بیٹھنے کا حکم تبعاً تھا یہاں قصداً ہے۔

باب لبس القسي

غرض یہ ہے کہ ان کا پہننا مردوں کے لئے ناجائز ہے۔ یہ قس شہر کے بنے ہوئے ہوتے تھے جو سمندر کے ساحل پر دمیاط کے قریب تھا ان کپڑوں میں ریشم ہوتی تھی۔ **عاصم اكثر واصح في الميثرة:** جو حضرت عاصم نے میثرۃ کی تفسیر کی ہے وہ اکثر لوگوں سے منقول ہے اور اصح ہے۔

باب مايرخص للرجال من الحرير للحكه

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ خارش کی وجہ سے مردوں کے لئے بھی ریشم پہننا جائز ہے۔ اس اختلاف کی تفصیل الخير الجاري المجلد الرابع صفحہ ۱۸ پر گزر چکی ہے۔

باب الحرير للنساء

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ عورتوں کے لئے ریشمی کپڑا پہننا جائز ہے اور اس مسئلہ میں دو حدیثیں بالکل صریح وارد ہیں لیکن وہ امام بخاری کی شرط پر نہ تھیں اس لئے ان حدیثوں سے استنباط فرمایا جو ان کی شرط پر تھیں وہ صریح حدیثیں یہ ہیں۔ ۱- في ابي داؤد والترمذي والنسائي وابن ماجه ومسند احمد عن علي ان النبي صلى الله عليه وسلم اخذ حريرا وذهبا فقال هذان حرامان على ذكور امتي حل لاناثهم۔ ۲- في ابي داؤد والنسائي والترمذي وصححه عن ابي موسى نحوه۔ **حله سيراء:** ریشمی جوڑا لکیروں والا۔

باب ماكان النبي صلى الله عليه وسلم يتجوز من اللباس و البسط

غرض یہ بتلانا ہے کہ نبی پاک کس قدر لباس اور بچھونوں کی اجازت دیا کرتے تھے اور اس کی تفصیل کی دو تقریریں ہیں۔ ۱- جو مل جاتا ہے بلا تکلف اس کو استعمال فرما لیتے تھے۔ ۲- وسعت فرمایا کرتے تھے اور جائز لباسوں اور بچھونوں میں تنگی نہ فرماتے تھے کہ فلاں قسم ہو اور فلاں قسم نہ ہو۔ **قد استقام له:** نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہو چکے تھے۔ **وصيف:** اس کے معنی ہیں عبد۔

باب مايدعى لمن لبس ثوبا جديدا:

غرض یہ بتلانا ہے کہ نیا لباس پہننے والے کو کن لفظوں کے ساتھ دعا دینی چاہئے۔

باب التزعفر للرجال

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مردوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بدن پر ایسی خوشبو لگائیں جس میں زعفران ملی ہو۔

باب الثوب المزعفر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں ہے۔

باب الثوب الاحمر

غرض یہ بتلانا ہے کہ سرخ لکیروں والا لباس پہننا مردوں کے لئے جائز ہے۔

باب الميثرة الحمرا

گھوڑے یا اونٹ کی زین پر سرخ گدی بچھانے سے منع کر دیا گیا ہے اور اس ممانعت کی وجہ کیا ہے اس میں چار قول ہیں۔ ۱- مردوں کے لئے سرخ رنگ پسند نہیں ہے۔ ۲- گدیاں ریشمی ہوتی تھیں اس لئے منع کیا گیا ہے۔ ۳- اس میں متکبرین کی مشابہت تھی۔ ۴- یہ گدیاں چونکہ درندوں کی کھالوں سے بنی تھیں

اس لئے منع کیا گیا ہے لیکن یہ چوتھی توجیہ بعید ہے کیونکہ میثرہ حمرا میں جانوروں کی کھالیں نہ ہوتی تھیں بلکہ سرخ ریشمی کپڑا استعمال کیا جاتا تھا۔یہی اس کے مشہور معنی ہیں۔

باب النعال السبتیه و غیرها

سبتی جوتے وہ ہوتے تھے جن کے چمڑے سے بال بالکل صاف کرلئے جاتے تھے۔غرض یہ ہوئی کہ ان کا پہننا جائز ہے۔

باب یبدا بانتعال الیمنی

غرض یہ کہ یہ مستحب ہے۔

باب ینزع نعل الیسری

غرض یہ کہ یہ مستحب ہے۔

باب لایمشی فی نعل واحد

غرض یہ ہے کہ ایک جوتے میں چلنا مکروہ ہے

باب قبالان فی نعل ومن رای قبالاً واحداً واسعاً

غرض یہ ہے کہ بہتر یہی ہے کہ جوتے میں دو تسمے ہوں لیکن ایک تسمہ ہو تو وہ بھی جائز ہے۔

باب القبه الحمرا من ادم

غرض یہ بتلانا ہے کہ سرخ چمڑے کا اگر خیمہ ہو تو وہ بھی جائز ہے۔

باب الجلوس علی الحصیر ونحوه

غرض یہ ہے کہ گھٹیا چیز پر بیٹھنے میں زیادہ تواضع ہے۔

باب المزور بالذهب

غرض یہ ہے کہ سونے کے بٹن اگر کپڑے میں سلے ہوئے ہوں تو وہ جائز ہیں کیونکہ وہ کپڑے کے تابع ہو جاتے ہیں۔مرد بھی ان کو پہن سکتے ہیں۔

باب خواتیم الذهب

غرض یہ ہے کہ مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی جائز نہیں ہے۔

باب خاتم الفضه

غرض یہ ہے کہ چاندی کی انگوٹھی مردوں کے لئے بھی جائز ہے۔

باب : یہ گذشتہ باب کا تتمہ ہے کیونکہ اس میں بھی چاندی کی انگوٹھی ہی کا ذکر ہے۔**فطرح رسول الله صلی الله علیه وسلم خاتمه :** سوال پیچھے چاندی کی انگوٹھی کا ذکر ہے اس لئے ظاہر معنی یہ ہوئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی چھوڑ دی تھی حالانکہ چاندی کی انگوٹھی کا وفات تک باقی رہنا اور حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں گم ہونا ثابت ہے جواب۔۱۔ یہ امام زہری کا وہم ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی چھوڑ دی تھی حقیقت یہ ہے کہ پہلے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی پھر جب سونا مردوں پر حرام ہو گیا تو وہ چھوڑ دی تھی چاندی کی انگوٹھی نہ چھوڑی تھی۔۲۔ یہاں مراد ہی سونے کی انگوٹھی ہے کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دی تھی۔

باب فص الخاتم

غرض یہ بتلانا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نگینہ کیسا تھا۔

باب خاتم الحدید

غرض امام شافعی کے قول کی تائید ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننی جائز ہے۔وعند ابی حنیفہ مکروہ ہے لنا مافی السنن الاربع عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ مرفوعا مالی اری علیک حلیۃ اھل النار یہ اس شخص سے فرمایا جس نے لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔وللشافعی حدیث الباب عن سھل مرفوعا اذھب فالتمس ولوخاتما من حدید یہ اس شخص سے فرمایا جو نکاح کرنا چاہتا تھا معلوم ہوا کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔جواب مقصود صرف یہ تھا کہ مال لاؤ اگرچہ تھوڑا سا ہو اس لئے اس سے پہننے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

باب نقش الخاتم

غرض یہ بتلانا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک پر کیا نقش بنا ہوا تھا۔الخاتم فی الخنصر غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ سب سے چھوٹی انگلی میں پہننا اولیٰ ہے۔

باب اتخاذ الخاتم لیختم به الشی

انگوٹھی بنانے کا فائدہ بیان کرنا مقصود ہے۔

باب من جعل فص الخاتم في بطن كفه

غرض یہ بتلانا ہے کہ مردوں کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ انگوٹھی پہننے میں زینت کی نیت کریں۔

باب قول النبي صلى الله عليه وسلم لاينقش على نقش خاتمه

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی والانقش کوئی اور بھی بنالے یہ جائز نہیں ہے تاکہ کسی کو التباس نہ ہو۔

باب هل يجعل نقش الخاتم ثلثة اسطر

غرض یہ بتلانا کہ نقش میں تین سطریں بنانا اولیٰ ہے۔ **كتب له**: مراد زکوۃ کی مقدار ہے۔

باب الخاتم للنساء:

غرض یہ ہے کہ عورتیں اگر زینت کے لئے بھی انگوٹھی پہنیں تو ان کے لئے جائز ہے۔ **الفتخ**: وہ انگوٹھی جس میں نگینہ نہ ہو۔ **بخرصها**: کانٹے۔ **وسخابها**: ہار۔

باب استعارة القلائد

غرض یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

باب القرط للنساء

غرض یہ ہے کہ عورتوں کے لئے کانٹے پہننا جائز ہے۔
يهوين: وہ عورتیں قصد کر رہی تھیں۔

باب السخاب للصبيان

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ چھوٹے بچوں کو ہار پہنا دینے کی گنجائش ہے۔
اين لكع: کہاں ہے وہ چھوٹا۔
فقال النبي صلى الله عليه وسلم بيده هكذا فقال الحسن بيده هكذا: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیلائے کہ آؤ لپٹ جاؤ پھر حضرت حسن نے ہاتھ پھیلائے لپٹنے کے لئے۔

باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال:

جو مرد عورتوں جیسا لباس پہنیں اور جو عورتیں مردوں جیسا لباس پہنیں ان کی مذمت بیان کرنی مقصود ہے۔

باب اخراجهم

غرض یہ ہے کہ جو مرد عورتوں جیسی شکل وصورت اور لباس بنائیں ان کو گھروں سے نکالنا چاہئے اور عورتوں کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہ دینی چاہئے۔ یہ نکالنا واجب ہے۔

باب قص الشارب

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ا۔ مونچھیں کاٹنا مسنون ہے۔ ۲۔ واجب ہے پھر یہ باب کتاب اللباس میں اس لئے لائے کہ یہ کام بھی لباس کی طرح زینت کا ذریعہ ہے۔ **ويأخذ هذين يعني بين الشارب واللحيه** مونچھیں کاٹنے کے بعد کٹے ہوئے بالوں سے اپنے لبوں کو صاف کرتے تھے۔

باب تقليم الاظفار

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ا۔ ناخن کاٹنا مسنون ہے۔
۲۔ ناخن کاٹنا مستحب ہے۔

باب اعفاء اللحى

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ا۔ داڑھی بڑھانا مسنون ہے۔
۲۔ داڑھی بڑھانا واجب ہے۔ راجح یہ ہے کہ قبضہ یعنی چار انگل تک بڑھانا واجب ہے اس کے بعد دو قول ہیں۔ ا۔ کاٹنا اولیٰ ہے۔ ۲۔ بڑھانا اولیٰ لیکن جب بہت زیادہ بڑھ جائے کہ دیکھنے والے کو اس پیاری سنت سے نفرت پیدا ہونے کا شبہ ہو تو کاٹنا واجب ہے ہمارے قریب زمانے کے بزرگ مولانا احمد علی صاحب لاہوری کی داڑھی جو لمبی تھی تو اس کی وجہ یہ نقل کی گئی ہے کہ خواب میں یا کشف میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مولانا موصوف کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگایا تھا اس لئے غلبہ محبت میں نہ کاٹی۔

باب مايذكر في الشيب

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ سفید بالوں کو اپنے حال پر چھوڑنا چاہئے یا مہندی وغیرہ لگانی چاہئے۔ **شمطلة**: سفید بال۔ **وقبض اسرائيل ثلاث اصابع**: اسکے مختلف

معانی کئے گئے ہیں۔۱-پیالہ تین انگلی کے برابر چھوٹا سا تھا۔۲-تین دفعہ بھیجا حضرت ام سلمہ کے پاس۔۳-بال تین تھے۔

من فضة: وہ پیالہ جو بھیجا تھا وہ چاندی کا تھا یعنی اس پر چاندی کا پانی چڑھا ہوا تھا یا یہ لفظ قصہ ہے سر کے بال جو پیشانی پر ہوں پھر یہ قدح کی صفت نہ ہوگی لیکن الجمع بین الصحیحین حمیدی کی میں عبارت زیادہ واضح ہے اس میں یہ جلجل کی صفت ہے اور جلجل چاندی یا تانبے یا پیتل وغیرہ کی چیز کو کہتے ہیں۔ الجمع بین الصحیحین کی عبارت یہ ہے ارسلنی اهلی الی ام سلمة بقدح من ماء فجاءت بجلجل من فضة فیه شعر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری کے راوی سے دو لفظ رہ گئے فجاءت بجلجل۔اس حدیث پاک کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت ام سلمہ کے پاس ایک ڈبیہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے مریض پیالہ میں یا ٹب میں پانی بھیجتے تھے اس میں وہ بال مبارک دھویا کرتی تھیں وہ مریض اس پیالہ کے پانی کو پی لیتے تھے یا ٹب کے پانی سے نہا لیتے تھے اللہ تعالیٰ شفا عطا فرما دیتے تھے۔

باب الخضاب

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ سر یا داڑھی کے بالوں کو جب وہ سفید ہو جائیں مہندی وغیرہ سے رنگ لینا اولیٰ ہے۔ **باب الجعد:** غرض یہ ہے کہ بعض دفعہ بال گھنگھر والے بھی ہوتے ہیں۔ **کان النبی صلی اللہ علیه وسلم ششن القدمین والکفین:** کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور پاؤں مبارک ذرا موٹے تھے اور چوڑے تھے۔ **مخطوم بخلبة:** اونٹ کی لگام کھجور کے درخت کے چھلکے کی تھی۔ **باب التلبید:** گوند وغیرہ سے بال جوڑ لینا تاکہ جوں نہ پڑے اور پراگندہ نہ ہوں ایسا کرنا احرام وغیرہ میں جائز ہے۔ **من ضفر فلیحلق ولا تشبهوا بالتلبید:** حضرت عمر ضفر سے یعنی سر پر مینڈیاں بنانے سے ضفر احرام میں منع فرما رہے ہیں ان کا اجتہاد یہ تھا کہ جو تلبید کرے احرام میں اس کو حلق کرانا ہی ضروری ہو جاتا ہے اور ضفر بھی تلبید کی طرح ہے اس کو بھی حلق ہی کرانا ہوگا اور ان کے اجتہاد میں ضفر احرام میں تو مستحب تھا لیکن غیر احرام میں مکروہ تھا۔ **لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ملبدا:** حضرت ابن عمر اپنے والد صاحب کے قول سے یہ سمجھے کہ ان کے نزدیک تلبید احرام میں خلاف اولیٰ ہے اس لئے یہ فرما رہے ہیں کہ میرے والد صاحب کا یہ اجتہاد ٹھیک نہیں ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبید فرمائی ہے۔ **باب الفرق:** غرض یہ ہے کہ سر کے درمیان میں مانگ نکالنا مسنون ہے۔ **باب الذوائب:** یہ جمع ہے ذوابہ کی سر کے بٹے ہوئے بال جو لٹک رہے ہوں غرض یہ بتانا ہے سر کے بال تھوڑے تھوڑے بٹ کر لٹکانا جائز ہے۔ **باب القزع:** غرض قزع کا حکم بتلانا ہے کہ مکروہ ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کچھ بال مونڈ دیئے جائیں کچھ رکھ لئے جائیں جس کو آج کل انگریزی بودا کہتے ہیں اس کے اصلی معنی ہیں بادل کا ٹکڑا ایسے بادل کا جو تھوڑا تھوڑا آسمان میں پھیلا ہوا ہو۔ بالوں کی اس حالت کو قزع کہنا اس کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ سے ہے۔ پھر قزع کیوں مکروہ ہے۔۱-اس میں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی خلق کو بگاڑنا تغییر خلق اللہ ہے۔۲-فاسقوں کے ساتھ مشابہت ہے۔۳-یہود کے ساتھ مشابہت ہے۔

اما القصه و القفا للغلام فلا باس بها

یہ حضرت عمر بن نافع کا قول ہے کہ دائیں بائیں کنارے کے بال جن کو صدغین اور قصہ کہتے ہیں اور پیچھے قفا یعنی گدی کے بال مونڈ دینا جائز ہے لیکن یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے جمہور فقہاء کے نزدیک یہ منع ہے اور اسی میں احتیاط ہے حضرت عمر بن نافع نے یہ خیال فرمایا کہ یہ دونوں قصہ اور قفا سر سے خارج ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ سر میں داخل ہیں اس لئے جمہور کے قول کو احتیاط پر مبنی ہونے کی وجہ سے ترجیح ہے۔

باب تطییب المراة زوجها بیدیها

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔

باب الطیب فی الراس واللحیه

غرض یہ کہ یہ جائز ہے۔

باب الامتشاط

غرض یہ ہے کہ کنگھی کرنا مستحب ہے۔ **بالمدری** کنگھی

باب ترجیل الحائض زوجھا:. غرض یہ ہے کہ حیض کی حالت میں بھی بیوی اگر اپنے خاوند کو کنگھی کر دے تو کچھ حرج نہیں۔

باب الترجل والتیمن

غرض یہ ہے کہ کنگھی کرنا اور دائیں جانب کو بائیں جانب پر مقدم کرنا یہ دونوں کام مستحب ہیں۔ پھر بعض نسخوں میں یہاں ترجل کی جگہ ترجیل ہے ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ ۱۔ ترجل میں مبالغہ ہے۔ ۲۔ ترجل خود کنگھی کرنا اور ترجیل دوسرے کے سر میں کنگھی کرنا۔

باب مایذکر فی المسک

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مشک کا استعمال جائز ہے۔

باب ما یستحب من الطیب

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اپنی گنجائش کے مطابق اعلیٰ خوشبو کا استعمال کرنا اولیٰ ہے۔

باب من لم یرد الطیب

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ خوشبو کا ہدیہ رد کرنے کی جو ممانعت ہے یہ نہی تحریمی نہیں ہے۔

باب الذریرة

یہ ایک قسم کی خوشبو ہے غرض یہ ہے کہ اس کا استعمال جائز ہے۔

باب المتفلجات للحسن

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ حسن بڑھانے کے لئے ریتی وغیرہ سے دانتوں کو رگڑنا منع ہے۔

باب الوصل فی الشعر

غرض یہ ہے کہ دوسرے کے بال ملا کر اپنے بالوں کا لمبا ہونا ظاہر کرنا منع ہے۔ **فتمعط شعرھا:** اسکے بال گر گئے۔ **یستحثنی:.** شوق دلا رہا ہے۔ **الوشم فی اللہ:.** بعض لوگ مسوڑوں میں بھی سیاہی بھرتے تھے۔ **باب المتنمصات:.** غرض چہرے پر آبرو کے بالوں کو کاٹنے سے منع کرنا ہے۔ **باب الموصولة:.** غرض یہ بتلانا ہے کہ دوسروں کے بالوں کو اپنے بالوں کے ساتھ ملانا منع ہے **الصہ** چیچک کی ایک قسم ہے۔ **فامرق:.** اس کی اصل انمرق ہے بالوں کا جھڑ جانا یعنی گر جانا۔ **باب الواشمة:.** بدن گودنے والی کو ممانعت ہے ایسا کرنے سے۔ **نھی عن ثمن الدم:.** ۱۔ خون بیچنے سے ممانعت ہے۔ ۲۔ سینگی لگانے کی اجرت سے منع کرنا مقصود ہے۔

باب المستوشمه

جو دوسروں سے کہے کہ میرے بدن میں سیاہی بھر دو اس کو بھی ممانعت ہے۔ **انشدکم باللہ :.** میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ **باب التصاویر:.** غرض یہ بتلانا ہے کہ تصویر کا بنانا۔ دیکھنا۔ گھر میں بلاضرورت رکھنا سب منع ہے اور لباس کے ابواب سے تصویر کے ابواب کو یہ مناسبت ہے کہ لوگ تصویر کو بھی لباس کی طرح زینت کا سبب سمجھتے ہیں پھر امام بخاری نے جو کئی باب باندھے ہیں تصویر کے متعلق اس کی وجہ یہ ہے کہ احادیث میں مختلف الفاظ تصاویر کے متعلق آئے تھے ہر ایک قسم کے الفاظ کے لئے الگ باب باندھ دیا۔ **لا تدخل الملئکه:.** یعنی رحمت کے فرشتے داخل نہ ہوں گے عذاب کے اور فساق کی جان نکالنے والے داخل ہوں گے۔

باب عذاب المصورین یوم القیامه

غرض تصویر بنانے والوں کے عذاب کا بیان فرمانا ہے اور وجہ عذاب کی یہ ہے کہ ان کے عمل نے دعویٰ کیا خالق ہونے کا اس لئے ان سے مطالبہ کیا جائے گا کہ اپنے دعوے کو مکمل کرو اور ان میں روح بھی ڈالو جب نہ ڈال سکیں گے تو جھوٹے دعوے کا عذاب ہوگا۔ **فی صفة چبوتره باب نقض الصور:.** تصویر کی ہیئت کو بدلنا چاہیے یا تو بالکل توڑ کر یا گردن سے توڑ کر یا کسی اور طریقہ سے تصالیب۔ ۱۔ لٹکائی ہوئی تصویریں ۲۔ وہ کپڑا جس پر سولی کی شکل ہو۔ **منتھی الحلیه:.** ۱۔ چمک جو وضو کی وجہ سے ہو وہ زیادہ ہو۔ ۲۔ اس آیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا **یحلون فیھا من اساور**۔

باب ماوطئی من التصاویر

غرض یہ ہے کہ اگر تصویر پاؤں میں روندی جاری ہو تو وہ فرشتوں کے آنے سے مانع نہیں ہے۔ **بقوام:** پردہ۔ **سھوۃ:** آلہ۔ **فجعلناہ وسادۃ:** بظاہر یہ امام بخاری کی دلیل ہے کہ تکیہ بنانے کی گنجائش ہے کیونکہ اس میں تصویر روندی جاتی ہے او جو تصویر روندی جائے وہ فرشتوں کے آنے کو نہیں روکتی لیکن اگلے باب کی روایت سے اس تقریر کی نفی ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غالیچہ والی تصویر کو بھی ناپسند فرمایا حالانکہ غالیچہ نیچے ہی تو بچھایا جاتا ہے اس لئے فجعلناہ وسادۃ کی راجح توجیہ یہ ہے کہ اس کو ایسے طریقہ سے تکیہ بنایا گیا تھا کہ تصویریں کٹ گئی تھیں اور صرف نقش ونگار باقی رہے گئے تھے۔ **درنوکا:** ایسا پردہ جس کے کنارے پر دھاگے لٹک رہے ہوں۔

باب من کرہ القعود علی الصور

غرض یہ ہے کہ جو عالم تصویر پر بیٹھنے کو مکروہ سمجھتا ہے اس کے لئے بھی سنت سے دلیل ہے۔ **نمرقہ غالیچہ فلم یدخل:** سوال اس ناراضگی سے تو یہ معلوم ہوا کہ غالیچہ کی تصویر بھی منع ہے حالانکہ گذشتہ باب میں یہ تھا کہ تصویروں والے پردے کا تکیہ بنایا گیا تھا اور تکیہ بنا لینے کے بعد ممانعت نہ رہی تھی حالانکہ یہاں غالیچہ کی تصویر سے بھی منع فرمانا مذکور ہے غالیچہ اور تکیہ تو ایک جیسے ہوتے ہیں دونوں روندے جاتے ہیں۔ جواب۔ ا۔ جب تکیہ بنایا گیا تھا تو تصویروں کے چہرے کٹ گئے تھے اس لئے وہ صرف نقش ونگار کے درجہ میں رہ گئی تھیں اور یہاں غالیچہ پر تصویریں بنی ہوئی تھیں کٹی ہوئی نہ تھیں۔ ۲۔ بیٹھنے میں تصویر پوری نہیں چھپتی اور تکیہ لگانے میں تصویر پوری چھپ جاتی ہے اس لئے تصویر پر بیٹھنا جائز نہیں۔ تکیہ لگانا جائز ہے۔ ان دو توجیہوں میں سے پہلی توجیہ ہی راجح ہے کیونکہ اس میں پوری احتیاط ہے۔

الا رقمافی ثوب: یعنی جب تصویر کا چہرہ کاٹ دیا جائے یا کالا کر دیا جائے تو تصویر والے کپڑے کا استعمال جائز ہو جاتا ہے اور تصویر بنانا باتفاق جماع حرام ہے چھوٹی ہو یا بڑی ہو (تحفۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۳ غیر مطبوع اور تقدیس القرآن المنیر عن تدلیس التصاویر لمولانا اشرف علی التھانوی فی بوادر النوادر صفحہ ۹۳۱)

باب کراھیتہ الصلوٰۃ فی التصاویر:۔

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جس کمرے میں تصویروں والے کپڑے لٹکے ہوئے ہوں اس کمرے میں نماز پڑھنی مکروہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ تصویر والے لباس میں نماز پڑھنی بطریق اولی مکروہ ہے لیکن اس باب میں جو روایت لی ہے ظاہر یہی ہے کہ اس میں لفظ تصاویر سے مراد نقش ونگار ہیں کیونکہ اگر جاندار کی تصویریں ہوتیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کمرے میں نہ داخل ہوتے نہ نماز پڑھتے۔

باب لاتدخل الملئکہ بیتا فیہ صورۃ

غرض اس حدیث کا بیان ہے۔

باب من لم یدخل بیتا فیہ صورۃ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ تصویر والے کمرے میں داخل ہونا مکروہ ہے۔

باب من لعن المصور

غرض یہ ہے کہ مصور پر لعنت بھیجنی جائز ہے۔

باب الارتداف علی الدابہ

غرض یہ ہے کہ اپنے پیچھے سواری پر کسی کو بٹھا لینا جائز ہے۔

باب الثلاثۃ علی الدابہ

غرض یہ ہے کہ ایک ہی جانور پر تین آدمیوں کا بیٹھ جانا جائز ہے سوال فی الطبرانی عن جابر نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یرکب ثلثۃ علی دابہ۔ جواب۔ جب جانور برداشت نہ کر سکے تو منع اور جب کر سکے تو جائز ہے۔

باب حمل صاحب الدابہ غیرہ بین یدیہ

غرض یہ کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ **ذکر الاشر الثلاثہ:** حضرت عکرمہ کے پاس ذکر کیا گیا تھا کہ تین آدمیوں کا ایک ہی جانور پر سوار ہونا شر ہے اور ظلم ہے اور یہ تردد تھا کہ ان تینوں میں سے زیادہ شر والا آگے والا ہے یا پیچھے والا تو اس کا حضرت عکرمہ نے رد کر دیا کہ حدیث پاک سے تین آدمیوں کا ایک

ہی سواری پر ہونا ثابت ہے اور یہ جائز ہے جبکہ سواری ان کا بوجھ برداشت کرسکتی ہو پھر لفظ اشر یہ لفظ شری میں ایک لغت ہے اور یہاں الاشر الثلاثۃ میں الاشر کی اضافت ایسی ہی ہے جیسی الحسن الوجہ میں جائز ہے۔ **قثم**:۔ یہ حضرت عباس کے صاحبزادے ہیں۔

باب ارداف المراة خلف الرجل

غرض یہ کہ عورت کا مرد کے پیچھے سواری پر بیٹھ جانا جائز ہے۔
فقلت المراة: اس کی تقدیری عبارت یہ ہے احفظ المراۃ اور مرفوع بھی منقول ہے پھر تقدیر عبارت یوں ہے وقعت المراۃ اور ایک روایت میں المراۃ کے قائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تطبیق یہ ہے کہ دونوں حضرات نے ہی فرمایا تھا پھر یہاں تو کجاوہ باندھنے والے حضرت انس ہیں اور بعض روایات میں حضرت ابو طلحہ ہیں یہاں بھی تطبیق یہی ہے کہ دونوں نے مل کر باندھا تھا پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے احکم فرمایا ادب سکھانے کے لئے۔

باب الاستلقاء ووضع الرجل علی الاخری

غرض یہ کہ ایسا کرنا جائز ہے جبکہ کشف عورت بھی نہ ہو اور تکبر کی نیت بھی نہ ہو۔

کتاب الادب

ربط اور غرض یہ ہے کہ پیچھے معاشرات کا بیان تھا دین کے پانچ حصوں میں سے اب اخلاق کا بیان ہے کچھ تتمہ معاشرات کا بھی پھر لفظ ادب کے مختلف معانی کیے گئے ہیں۔ ۱۔ الاتصاف بمکارم الاخلاق ومحاسن الاعمال۔ ۲۔ التعظیم لمن ھو فوقک والرفق لمن ھو دونک۔ ۳۔ استعمال ما یحمد قولاً وعملاً۔ ۴۔ الریاضۃ الی امر محمود پھر امام بخاریؒ کی ایک مستقل کتاب بھی ہے اس کا نام ہے الادب المفرد یہ کتاب بہت مفید ہے۔

باب قوله ووصينا الانسان بوالديه

غرض یہ ہے کہ والدین کی خدمت ضروری ہے۔ بعض نسخوں میں یہاں باب یوں ہے باب البر والصلۃ وقول اللہ تعالیٰ ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا اس باب کے لحاظ سے بر کا تعلق والدین سے ہے کہ ان کی خدمت کرنا ضروری ہے اور صلہ کا تعلق اقربین سے ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا سلوک ہونا چاہیے۔ **الی دار عبداللہ**:۔ اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں۔

باب احق الناس بحسن الصحبه

غرض یہ ہے کہ ماں کی خدمت کرنا بہت ضروری ہے۔

باب لا يجاهد الا باذن الا بوين

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جہاد میں جانے کے لئے بھی والدین کی اجازت ضروری ہے البتہ اگر کسی خاص وقت میں امام کے اعلان کی وجہ سے فرض عین ہو جائے تو پھر ماں باپ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

باب لايسب الرجل والديه

اور بعض نسخوں میں والدیہ کی جگہ والدہ ہے غرض یہ بیان کرنا ہے کہ دوسرے کے والدین کو گالی نہ نکالے کیونکہ ایسا کرے گا تو وہ دوسرا اس کے والدین کو گالی نکالے گا۔

باب اجابه دعاء من بر والديه

غرض والدین کی خدمت کی فضیلت بیان فرماتا ہے کہ جو ایسا کرتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ **فادعوا الله بها**:۔ یعنی اپنے اعمال صالحہ کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو چنانچہ ان تین حضرات نے اپنے نیک عمل ذکر کر کے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں اور وہ دعائیں قبول بھی ہوگئیں اس کو توسل بالاعمال کہتے ہیں اور یہ بالاجماع جائز ہے اسی حکم میں توسل بالذوات ہے کہ ہمیں فلاں بزرگ سے محبت ہے اور اولیاء اللہ تعالیٰ سے محبت عبادت ہے اور عبادت سے دعاء قبول ہوتی ہے اس مسئلہ کی مزید تفصیل استسقاء کے ابواب میں گزر چکی ہے۔ **نابی الشجر**:۔ اس دن جس درخت کو میرے جانور کھا رہے تھے وہ دور تھا اس لئے میں دور چلا گیا گویا درخت نے مجھے دور کر دیا۔ **یتضاغون**:۔ بچے روتے تھے اور تکلیف اٹھاتے تھے۔ **لاتفتح الخاتم**:۔ مہر کو نہ کھولو یہ کنایہ تھا کہ زنا کر کے میرا باکرہ ہونا ختم نہ کرو اور بکارت کا پردہ جو مہر کی طرح حفاظت کے لئے ہوتا ہے اس کو نہ توڑو۔ **بفرق**:۔ اس میں راء کا فتحہ ہے ایک پیمانہ ہے جس میں سولہ رطل چیز آتی ہے۔ **فخذلک البقر**

وراعیها فاخذہ فانطلق بھا:۔ سوال۔ لفظ بعیر مذکر ہے اور اس کی طرف فاخذہ میں تو مذکر کی ضمیر لوٹ رہی ہے اور راعیھا اور فانطلق بھا میں مونث کی لوٹ رہی ہے۔ جواب۔ بتاویل شخص مذکر ہے اور بتاویل جماعت بعیر ضمیر مونث کی بھی لوٹ سکتی ہے۔

باب عقوق الوالدین من الکبائر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ والدین کو تکلیف پہنچانا جس کو عقوق کہتے ہیں یہ ناجائز ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ **قالہ ابن عمر:۔** یہاں دو نسخے ہیں عین کا ضمہ تو روایت نسائی شریف میں اور عین کا فتحہ تو روایت آگے آئے گی بخاری شریف میں ہی کتاب الایمان والنذور میں۔ **ومنع وھات:۔** جس چیز کا دینا واجب ہے وہ نہ دینا اور جس کا لینے کا حق نہیں بنتا وہ مانگنا کہ ھات یعنی دے دو۔

باب صلہ الوالد المشرک

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ کافر والد کی خدمت مستحب ہے۔ ۲۔ کفار والد کی خدمت بھی واجب ہے۔

باب صلہ المرأۃ امھا ولھا زوج

غرض یہ ہے کہ نکاح کے بعد بھی والدہ کی خدمت مستحب رہتی ہے۔

باب صلہ الاخ المشرک

غرض یہ ہے کہ مشرک بھائی سے اچھا سلوک کرنا بھی مستحب ہے۔

باب فضل صلہ الرحم

غرض یہ ہے کہ واجب صلہ رحمی کرنے کے بعد مستحب درجات کا لحاظ کرنا بہت ثواب ہے اور کم از کم صلہ رحمی ایک دوسرے کو سلام کرنا ہے پھر قدرت اور حاجت کے لحاظ سے درجات مختلف ہیں اور جو ادنیٰ درجہ پر عمل کر لے اس کو قاطع رحم نہیں کہہ سکتے پھر ایسے رشتہ داروں کا مصداق کیا ہے۔ ۱۔ ذی رحم محرم ۲۔ وارث یعنی جو کبھی نہ کبھی وارث بن سکتا ہو۔

ذرھا: ۱۔ اپنی اونٹنی کو چلنے کے لئے چھوڑ دو کیونکہ سائل اونٹنی پر سوار تھا اور اس کو جلدی تھی۔ ۲۔ میری اونٹنی کو چلنے کے لئے چھوڑ دو۔

باب اثم القاطع

غرض یہ بیان کرنا ہے کہ قطع رحمی کبیرہ گناہ ہے۔

باب من بسط لہ الرزق بصلہ الرحم

غرض یہ ہے کہ صلہ رحمی سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

باب من وصل وصلہ اللہ

صلہ رحمی کی فضیلت بیان کرنی ہے کہ صلہ رحمی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا خصوصی قرب نصیب ہوتا ہے۔ **ان الرحم شجنہ من الرحمن:** یعنی رحم اور رحمٰن ایسے ہیں جیسے ایک دوسرے پر لپٹی ہوئی جڑیں ہوتی ہیں۔ یعنی رحم رحمٰن سے مشتق ہے اور ذی رحم ہونے کا تعلق رحمت کا اثر ہے۔ **ان ال ابی فلان قال عمرو فی کتاب محمد بن جعفر بیاض:۔** یہاں تین نسخے ہیں۔ ۱۔ ان ال ابی ۔۔۔۔۔ یہاں بیاض ہے یعنی خالی جگہ ہے۔ ۲۔ دوسرا نسخہ یہ ہے کہ ان ال ابی فلان۔ ۳۔ تیسرا نسخہ یوں ہے ان ال ابی یعنی فلان۔ تینوں میں سے جو نسخہ بھی لیں قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ مراد حکم بن ابی العاص ہیں۔ **لیسوا باولیائی انما ولی اللہ:۔** دین کا درجہ رحم سے اونچا ہے اگرچہ رحم کا بھی حق ہے لیکن دین کے حق سے کم ہے۔ **ابلھا ببلالھا:۔** یعنی میں صلہ رحمی کرتا ہوں یہی محل ترجمہ ہے کہ حدیث پاک میں صلہ رحمی کی تاکید ہے پس باب کی غرض صلہ رحمی کی تاکید والی حدیث کا بیان ہے۔

باب لیس الواصل بالمکافی

غرض اس حدیث کا بیان ہے کہ کوئی صلہ رحمی کرے اس کے بدلے میں صلہ رحمی کرنا کمال نہیں ہے بلکہ قطع رحمی کرنے والے سے صلہ رحمی کرنا کمال ہے۔

باب من وصل رحمہ فی الشرک ثم اسلم

غرض اس شخص کا حکم بتانا ہے جو زمانہ کفر میں صلہ رحمی کرتا رہا پھر حکم جو نہیں بیان فرمایا اس کی وجہ کیا ہے۔ ۱۔ حدیث سے حکم معلوم ہو گیا۔ ۲۔ اختلاف کی وجہ سے حکم نہیں بیان فرمایا۔

باب من ترک صبیہ غیرہ حتی تلعب بہ او قبلھا اوماز حھا

غرض یہ ہے کہ شفقت کی وجہ سے ایسا کرنا مستحب ہے۔

فزبرنی ابی :. میرے والد صاحب نے مجھے ڈانٹا۔
فبقیت حتی ذکر :. لوگ اس کا تذکرہ کرتے رہے کیونکہ بہت عرصہ وہ کرتہ باقی رہا یہاں دوسرا نسخہ دکن بھی ہے کہ کرتہ پرانا ہونے کی وجہ سے کالا ہو گیا ادکن کے معنی کالا ہے۔

باب رحمه الولد وتقبيله ومعانقته

غرض یہ ہے کہ شفقت کے طور پر ایسا کرنا مستحب ہے۔
ریحا نتای :. میرا رزق ہیں یا میرے پھول ہیں۔

باب جعل الله الرحمه مائة جزء

باب کی غرض یہ ہے کہ اس حدیث پاک کو بیان فرمانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصوں میں سے صرف ایک حصہ کو دنیا میں بھیجا ہے اور اس کا یہ اثر ہے کہ گھوڑا بھی احتیاط سے چلتا ہے کہ اس کا پاؤں اس کے بچے پر نہ آجائے پھر گھوڑے کا خاص طور سے اس لئے ذکر فرمایا کہ گھوڑا چلنے میں بہت چست اور تیز ہوتا ہے اور اہل عرب گھوڑے کو دن رات دیکھتے رہتے تھے۔ بعض نسخوں میں یہاں باب بلا ترجمہ ہے اس صورت میں یہ تتمہ ہے ما قبل کا کہ اس حدیث میں بھی اولاد پر شفقت کا بیان ہے۔

باب قتل الولد خشيه ان يا كل معه

غرض یہ کہ ایسا کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

باب وضع الصبي في الحجر

غرض یہ کہ ایسا کرنا بھی شفقت میں داخل ہے۔

باب وضع الصبي على الفخذ

غرض یہ کہ ایسا کرنا بھی شفقت میں داخل ہے اور یہ باب گذشتہ باب سے اخص ہے کیونکہ گذشتہ باب میں دونوں رانوں پر بٹھانا تھا یہاں ایک ران پر بٹھانا مذکور ہے۔

باب حسن العهد من الايمان

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ نکاح کی وجہ سے جو محبت اور تعلق ہوتا ہے اس کے حقوق کا خیال کرنا کمال ایمان کی نشانی ہے اور اس باب میں اشارہ ہے مستدرک حاکم اور شعب الایمان للبیہقی کی روایت کی طرف عن عائشۃ قالت جاءت عجوز الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کیف انتم کیف حالکم کیف کنتم بعدنا قالت بخیر بابی انت وامی یا رسول اللہ فلما خرجت قلت یا رسول اللہ تقبل علی ہذہ العجوز ہذا الاقبال یا عائشۃ انہا کانت تاتینا زمان خدیجۃ فان حسن العہد من الایمان۔

باب فضل من يعول يتيما

غرض اس شخص کا ثواب بتلانا ہے جو یتیم کی پرورش کرے۔

باب الساعي على الارمله

غرض یہ ہے کہ جو بیوہ کا خیال رکھے اس کو بہت ثواب ہے۔
او كالذى يصوم النهار ويقوم الليل یہ او شک راوی ہے اور بعض نسخوں میں او کی جگہ واؤ ہے اس کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ لف ونشر مرتب ہے۔ ۲۔ دونوں کا ثواب ان دونوں کی طرح ہے۔

باب الساعي على المسكين

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ مسکین کا خیال رکھنا بہت ثواب ہے۔

باب رحمه الناس بالبهائم

غرض اس شخص کی فضیلت بیان فرمانا ہے جو جانوروں سے شفقت سے پیش آئے۔ كان رفيقا رحيما: یہی محل ترجمہ ہے کہ اجنبی آدمیوں پر رحم کرنا جیسے ثواب کا کام ہے ایسے یہ جانوروں پر رحم کرنا بھی ثواب کا کام ہے۔

باب الوصايا بالجار

غرض پڑوسی کا حق ادا کرنے کی تاکید کا بیان فرمانا ہے اور پڑوسی چالیس گھروں تک پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔

باب اثم من لايا من جاره بوائقه

غرض اس شخص کی مذمت ہے جس کی ایذاؤں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔
عن ابی هريرة :. مقصد یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے بھی یہی مضمون منقول ہے لیکن حضرت ابو شریح والی روایت کی سند اقوی تھی اس لئے اس کو تفصیل سے بیان فرمایا۔

باب لا تحقرن جارة لجارتها

غرض پڑوسی کی اہمیت کا بیان ہے کہ کچھ نہ کچھ ہدیہ وقتاً فوقتاً

دیتے رہا کرو اگرچہ بکری کے پائے ہی کیوں نہ ہوں۔

باب من کان یومن باللّٰہ والیوم الاخر فلا یوذ جارہ

اس حدیث کا بیان کرنا یہی باب کی غرض ہے کیونکہ اس میں پڑوسی کے حق کی بہت تاکید ہے۔

باب حق الجوار فی قرب الابواب

غرض پڑوسیوں کی ترتیب کا بیان ہے کہ اس کا مدار دروازے کے قریب ہونے پر ہے کیونکہ قریب دروازے والے پڑوسی کو پتہ چل جاتا ہے کہ آج ان کے ہاں یہ یہ چیزیں آئی ہیں اس لئے اس کو انتظار ہوتا ہے کہ کچھ ہمیں بھی ملے گا۔

باب کل معروف صدقه

غرض ان الفاظ والی حدیث کا بیان ہے کہ حدیث پاک میں یہ الفاظ ثابت ہیں اور یہ مضمون بھی شریعت میں ثابت ہے۔

باب طیب الکلام

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ نرم کلام کرنا مستحب ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ادفع بالتی ھی احسن۔ **اشاح**: منہ پھیرا۔ اعراض فرمایا۔

باب الرفق فی الامر کله

غرض اس کی فضیلت جتلانی ہے کہ قول و فعل میں زیادہ آسان صورت کا اختیار کرنا فضیلت والا طرز ہے۔ **لاتزرموه**: اس کو پیشاب کرنے سے نہ روکو۔

باب تعاون المومنین بعضهم بعضا

غرض یہ بتلانا ہے کہ مومنین کا ایک دوسرے سے تعاون کرنا بہت فضیلت کا کام ہے وتعاونوا علی البر و التقوی۔

باب قول اللّٰہ تعالیٰ من یشفع شفاعة حسنه یکن له نصیب منها

غرض شفاعت کی فضیلت کا بیان ہے اور کسی کے لئے دعا کرنا یہ بھی شفاعت ہی میں داخل ہے۔

باب لم یکن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ وسلم فاحشا ولا متفحشا

ان دو لفظوں میں کیا فرق ہے۔ ا۔ حد سے نکلنے والا اور حد سے زیادہ نکلنے والا ۲۔ طبعی طور پر حد سے نکلنے والا اور خود تکلف کر کے حد سے نکلنے والا اور غرض اور ربط یہ ہے کہ پیچھے شفاعت کی فضیلت تھی اس میں دوسرے کو راحت پہنچانے کا ذکر تھا اب یہ ذکر ہے کہ اگر دوسرے کو راحت نہیں پہنچا سکتا تو کم از کم اس کو تکلیف تو نہ پہنچائے۔

باب حسن الخلق والسخاء وما یکرہ من البخل:.

خوش خلقی اور سخاوت کی فضیلت بیان کرنی مقصود ہے اور بخل کی کراہت بیان کرنی مقصود ہے یہاں ما موصولہ ہے اور من تبعیضیہ ہے یعنی بعض صورتیں بخل کی جائز بھی ہیں اور وہ صورت بخل کی ہوتی ہے حقیقت میں بخل نہیں ہوتا۔

انه لبحر:. یہ سمندر کی طرح بہت زیادہ چلنے والا ہے۔

باب کیف یکون الرجل فی اهله

غرض یہ بیان کرنا ہے کہ گھر میں آدمی کو کیسے رہنا چاہیے۔

باب المقه من اللّٰہ تعالیٰ

غرض یہ بتلانا ہے کہ اولیاء اللہ سے محبت لوگوں کے دلوں میں کیسے آتی ہے حق تعالیٰ ہمیں بھی اپنی ولایت اور محبت کا ایک ذرہ نصیب فرمادیں۔ آمین۔

باب الحب فی اللّٰہ

غرض حب فی اللہ کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب قول اللّٰہ تعالیٰ یایها الذین آمنو الا یسخر قوم من قوم

غرض یہ ہے کہ کسی کو حقیر سمجھنا بہت برا ہے۔ **مما یخرج من الانفس**:. اس سے مراد ہوا ہے جو انسان کے بدن سے خارج ہوتی ہے یعنی اس پر نہ ہنسا کرو۔ **ضرب الفحل**:. یہ اضافت مفعول کی طرف ہے کہ جیسے نر جانور کو مار لیتے ہو بیوی کو اس طرح نہ مارو۔

باب ما ینهی عن السباب و اللعن

غرض ان دونوں کی مذمت ہے۔ **وقتاله کفر**: ۱۔ ناشکری ۲۔ اگر مسلمان سے لڑنے کو جائز سمجھے گا تو یہ کفر ہے۔ گویا قتل مومن کو حلال سمجھا۔ **ولا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذلک**:۔ ۱۔ اس صورت میں فوراً مرتد شمار ہوتا ہے۔ ۲۔ اگر بطور گالی کے یا بطور مذاق کے کہے تو مرتد شمار نہ ہوگا اور اگر سنجیدگی سے کہے تو کافر اور مرتد ہو جائے گا۔ ۳۔ فاسق قریب بکفر ہوتا ہے مرتد کسی صورت میں بھی نہیں ہوتا۔ ۴۔ اگر بلا ضرورت شرعیہ کسی کو کافر کہتا ہے تو اس کہنے والے کو برے خاتمہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ **کان بینی وبنی رجل کلام**:۔ یہاں رجل سے مراد حضرت بلال موذن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان کی والدہ کا نام حمامہ تھا اس نام سے حضرت ابوذر نے عار دلائی تھی۔ **قلت علی حین ساعتی هذه من کبر سنی**:۔ میں نے عرض کیا ہے کہ میں تو بڑی عمر کا ہوں پھر بھی مجھ میں جاہلیت ہے۔

باب مایجوز من ذکر الناس نحو قولهم الطویل و القصیر

غرض یہ ہے کہ چھوٹے بڑے ہونے کا لقب صرف تعریف وتعین کے لئے ذکر کرے تو جائز ہے جیسے ذوالیدین ہے بطور تحقیر جائز نہیں ہے۔

ومالا یرادبه شین الرجل:۔ عیب لگانا مقصود نہ ہو۔

باب العیبه:۔ غرض یہ بتلانا ہے کہ غیبت حرام ہے۔

باب قول النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم خیر دور الانصار

غرض یہ ہے کہ اس قسم کے الفاظ کو دوسروں کی غیبت نہیں کہہ سکتے کہ ایک کی جو تعریف کی ہے اس سے لازم آ گیا کہ باقی سب کی غیبت کر دی ہے۔

باب مایجوز من اغتیاب اهل الفساد و الریب

یہ ریب جمع ہے ریبہ کی اس کے معنی شک اور تہمت کے ہیں غرض یہ ہے کہ فسادی آدمی کی غیبت ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔

باب النمیمه من الکبائر

غرض یہ بتلانا ہے کہ چغلی کھانا کبیرہ گناہ ہے نمیمہ کے معنی ہیں نقل الحدیث علی جہۃ الفساد کہ کسی کی بات نقل کرنا تا کہ لڑائی اور فساد ہو۔

باب مایکره من النمیمه

غرض یہ ہے کہ چغل خوری کی بعض صورتیں جائز ہیں جیسے مسلمانوں کا جاسوس کافروں کے حالت معلوم کر کے آ کر بتلاتا ہے اس لئے ما موصولہ اور من تبعیضیہ ہے همزه غائبانہ عیب بیان کرنے والا۔ لمزہ حاضر کے عیب بیان کرنے والا۔

باب قول اللّٰہ تعالیٰ واجتنبوا قول الزور

غرض جھوٹ کی مذمت ہے اور ربط یہ ہے کہ چغلی بعض دفعہ جھوٹی ہوتی ہے۔

باب ما قیل فی ذی الوجهین

ایسے شخص کی مذمت مقصود ہے جو ایک طرف کچھ کہے دوسری طرف کچھ اور کہے اور ربط یہ ہے کہ یہ بھی چغلی کی ایک قسم ہے۔

باب من اخبر صاحبه بما یقال فیه

غرض یہ ہے کہ خیر خواہی کے طور پر غیبت نقل کرنی جائز ہے ورنہ نہیں۔

باب مایکره من التمادح

۱۔ غرض یہ ہے کہ مدح میں مبالغہ کرنا منع ہے۔ ۲۔ غرض یہ ہے کہ دو شخصوں میں سے ہر ایک دوسرے کی مدح کرے یہ بھی اچھا نہیں من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو+ وحسیبه اللہ ۱۔ معترضہ ہے ۲۔ گذشتہ قول کا تتمہ ہے کہ یہ بھی کہے کہ پورا حساب اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

باب من اثنی علی اخیه بما یعلم

یہ باب گذشتہ باب سے استثناء ہے کہ اگر کوئی اچھی صفت جانتا ہو تو اس کا بیان کر دینا جائز ہے دو شرطوں کے ساتھ ۱۔ حد سے نہ گزرے۔ ۲۔ جس کی مدح کر رہا ہے اس میں خود بینی پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ **الا لعبد اللّٰہ بن سلام** حضرت سعد بن ابی وقاص فرما رہے ہیں کہ میں نے صرف حضرت عبداللہ بن سلام کے بارے میں ہی سنا ہے کہ ان کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ہی جنت

کی بشارت دے دی تھی۔ حضرت سعد کے علاوہ دوسرے حضرات نے اوروں کے متعلق بھی ایسی بشارتیں نقل فرمائی ہیں۔

باب قول اللہ تعالیٰ ان اللہ یا مر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی و ینھی عن الفحشاء و المنکر والبغی

غرض کیا ہے۔ ۱- کسی مسلم کو یا کافر کو تکلیف پہنچانا منع ہے۔ ۲- معاف کرنا اور بدلہ نہ لینا اولیٰ ہے اور اس پر لفظ احسان دلالت کرتا ہے۔

باب ماینھی عن التحاسد والتدابر

حسد اور اعراض کی مذمت مقصود ہے۔

باب یایھاالذین آمنو اجتنبوا کثیرا من الظن

غرض بدظنی کی مذمت ہے۔ **ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تنا جشوا:** تحسس حاء مہملہ کے ساتھ اس کے معنی ہیں کان سے چھپ کر کسی کی بات سننا اور تجسس با لجیم کے معنی عام ہیں کان سے یا آنکھ وغیرہ سے دوسرے کے حالات چھپ کر معلوم کرنا اور تناجش کے معنی ہیں گاہک کو دھوکہ دینے کے لئے جھوٹا گاہک بنانا۔

باب مایکون من الظن

غرض یہ ہے کہ بعض دفعہ ضرورت کی وجہ سے کچھ بدگمانی مجبوراً کرنی پڑتی ہے اس کی گنجائش ہے۔

باب ستر المومن علی نفسه

اپنے گناہوں کا اظہار بلا اضطرار نہ ہونا چاہئے۔ اضطرار کی صورت یہ ہے کہ علاج کے لئے مصلح سے ذکر کرے۔ **کل امتی معافی الا المجاھرین:** اعلانیہ گناہ کرنے والے۔ **المجانته:** لاپرواہی۔ **النجوی:** قیامت کے دن سرگوشی کے متعلق تم نے کیا حدیث سنی ہے۔ **باب الکبر:** تکبر کی مذمت مقصود ہے۔ **ضعیف:** کمزور حال والا۔ **متضاعف:** متواضع۔ مقصد یہ ہے کہ زیادہ اہل جنت کمزور اور متواضع ہی ہوں گے۔ **الا اخبر کم باھل النار:** یعنی زیادہ دوزخی کیسے ہوں گے۔ **عتل:** فخر کرنے والا۔ **جواظ:** اکڑ کر چلنے والا۔ **باب الھجرة:** ملاقات کے وقت منہ پھیر لینے کی مذمت مقصود ہے۔

باب مایجوز من الھجران لمن عصی

یہ باب گذشتہ باب سے استثناء ہے کہ نامناسب کام کرنے والے کو کچھ نہ کچھ چھوڑ دینا بھی جائز ہے اور اس کی چند قسمیں ہیں۔ ۱- بعض دفعہ سلام و کلام چھوڑا جاتا ہے جیسے حضرت عائشہؓ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر کو چھوڑا تھا۔ ۲- سب تعلقات ختم کر دیئے جائیں جیسے حضرت کعب بن مالک سے کیا گیا۔ ۳- خصوصی انبساط ختم کیا جائے جیسے حضرت عائشہؓ نبی پاک ﷺ کا نام نامی قسم میں لینا چھوڑ دیتی تھیں۔

باب ھل یزور صاحبه کل یوم اوبکرة وعشیه

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے اور حدیث زر غبا تزدد حبا امام بخاری کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

باب الزیارة: غرض یہ ہے کہ احباب کو ملنے جانا بھی جائز ہے۔

باب من تجمل للوفود

غرض یہ ہے کہ مہمان کے اکرام کے لئے اچھا لباس پہننا جائز ہے۔

باب الاخاء والحلف

غرض یہ ہے کہ اسلام کے معاہدہ کے ساتھ مزید معاہدہ بھی جائز ہے اور جو حدیث شریف میں ہے لا حلف فی الاسلام اس سے مراد ایسا معاہدہ ہے جس میں ظالم کی اس کے ظلم میں امداد کی جائے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں معاہدہ کر لیتے تھے۔

باب التبسم والضحک

غرض یہ ہے کہ مسکرانا اور تھوڑا ہنسنا جائز ہے البتہ قہقہہ کے متعلق مروی ہے انہ ما تقہقہ نبی قط افظ غلیظ لفظ غصہ والا ایہ یہ کلمہ تائید کیلئے آتا ہے یعنی ٹھیک تو ہے اے ابن خطاب۔ **فجا:** راستہ۔ **حدثنا سفیان کله بالخبر:** یعنی حضرت سفیان بن عیینہ نے یہ روایت عن کی جگہ خبر کے لفظ کے ساتھ نقل کی ہے۔ **مشاعب:** یہ جمع ہے مشعب کی بمعنی میل پانی بہنے کی جگہ۔

باب قول الله تعالیٰ یایها الذین امنوا اتقوا الله و کونوا مع الصادقین

غرض صدق کی مدح ہے۔

باب فی الهدی الصالح

اچھے طریقہ کی مدح کرنی مقصود ہے دلا وسمتا وھد یا دل کے معنی ہیں چال ڈھال اور سمت کے معنی ہیں حسن منظر یعنی شکل و صورت اور ھدی کے معنی ہیں اخلاق۔ **لابن ام عبد:** اس کا مصداق حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں۔

باب الصبر علی الاذی

غرض معاف کرنے کی فضیلت بیان کرنا ہے۔

باب من لم یواجه الناس بالعتاب

غرض حیاء کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب من کفر اخاه بغیر تاویل فهو کما قال

غرض یہ ہے کہ اگر کوئی اپنے بھائی کو بلا عذر اور بلا دلیل کافر کہدے تو اس کا وبال اسی کہنے والے پر آتا ہے حضرت عمرؓ نے جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کو منافق فرمادیا تھا تو یہ عذر پر مبنی تھا۔

باب من لم یرا کفار من قال ذلک متاولا اوجاهلا

یہ باب گذشتہ باب سے استثناء ہے کہ حضرت عمرؓ کا قول دلیل پر مبنی تھا۔

باب مایجوز من الغضب والشدة لامر الله

غرض یہ ہے کہ دین کے خلاف بات دیکھ کر غصہ ظاہر کرنا جائز ہے۔ نبی پاک ﷺ کی نرمی اپنے ذاتی کاموں میں تھی۔
محصفه: کھجور کی شاخوں والا۔

باب الحذر من الغضب

غرض یہ بتلانا ہے کہ اپنی ذات کے لئے غصہ کرنے سے بچنا چاہئے۔ **باب الحیاء:** حیاء کی مدح مقصود ہے۔

باب اذالم تستحی فاصنع ماشئت

غرض اس حدیث کا بیان ہے کہ یہ حدیث اور اس کا مضمون ثابت ہے اور اس میں حیاء کی بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

باب مالا یستحی من الحق للتفقه فی الدین

غرض یہ ہے کہ شرم دینی ضرورت میں رکاوٹ نہ بننی چاہئے۔

باب قول النبی صلی الله علیه وسلم یسروا ولا تعسروا

غرض اس حدیث کو اور اس کے مضمون کو بیان کرنا ہے۔

باب الانبساط الی الناس

غرض یہ ہے کہ لوگوں سے خوش طبعی کرنا بھی جائز ہے۔
ودینک لا یکلمنه: ا- یہ لفظ دینک منصوب ہے علی شریطۃ التفسیر۔ ۲- مبتدا ہے اور مرفوع ہے معنی یہی ہیں کہ لوگوں سے اتنا زیادہ میل جول نہ کرو کہ یہ میل جول دین کو زخمی کردے۔
والد عابته مع الاهل: گھر والوں سے خوش طبعی بھی مستحسن ہے حدود شرعیہ کے اندر رہ کر۔ **ینقمعن منه فیسر بهن الی:** میری سہیلیاں نبی پاک ﷺ کو آتے دیکھ کر چھپ جاتی تھیں تو نبی پاک ﷺ ان کو میری طرف بھیجتے تھے یعنی اجازت دیتے تھے کہ کوئی بات نہیں عائشہ سے کھیل لو۔

باب المداراة مع الناس

غرض مدارات کی مدح ہے کہ دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنی دنیا کا کچھ نقصان کرلے اس کے مقابلہ میں مداھنت ہوتی ہے کہ دوسرے کی دنیا کی وجہ سے اپنے دین کا نقصان کرلے یہ جائز نہیں ہے۔
لنکشر: ہم دانت نکالتے ہیں یعنی زیادہ ہنسی کرتے ہیں۔
وکان فی خلقه شی: نبی پاک ﷺ کے اخلاق مبارکہ میں کچھ تھا یعنی خوش طبعی تھی۔

باب لایلدغ المومن من جحر مرتین

غرض اس حدیث پاک کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔

باب حق الضیف

غرض یہ ہے کہ مہمان کے حق کا خیال رکھنا مسنون ہے۔
وانک عسی ان یطول بک عمر: کہ

شاید تیری عمر لمبی ہو اور تو کمزور ہو جائے اور زیادہ عبادت نہ کر سکے اس لئے اتنی عبادت ہی کرو جس کو ساری عمر نبھا سکو۔

باب اکرام الضیف و خدمته ایاه بنفسه

غرض یہ کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔ **فان لم یفعلوا فخذوا منهم حق الضیف:** ۱۔مر رہا ہو تو جان بچانے کے لئے کھانا بلا اجازت کھالے پھر بعد میں قیمت دے دے۔ ۲۔ یہ اس زمانہ کا حکم ہے جبکہ ضیافت واجب تھی پھر منع ہوئی پھر مباح قرار دی گئی۔

باب صنع الطعام والتکلف للضیف

غرض یہ ہے کہ مہمان کے لئے پرتکلف کھانا تیار کرنا مسنون ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کے لئے بچھڑہ ذبح فرمایا۔

باب مایکره من الغضب والجزع عند الضیف

غرض یہ ہے کہ غصہ اور گھبراہٹ کا اظہار مہمان کے پاس مکروہ ہے کیونکہ اس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے اسی لئے حضرت صدیق اکبرؓ نے اس غصہ کا تدارک فرمایا اور قسم کو توڑ کر مہمانوں کیساتھ کھانا کھایا۔ للنلقین منه مفعول محذوف ہے الا ذی کہ اگر تم نے کھانا نہ کھایا تو ابا جان آ کر ناراض ہوں گے۔ **یاغنثر:** اے جاہل الاولی للشیطان۔ ۱۔الحالة الاولی لاجل الشیطان۔ ۲۔الکلمة الاولی ای القسمیه من الشیطان۔ ۳۔اللقمة الاولی لترغیم الشیطان۔

باب قول الضیف لصاحبه والله لا اکل حتی تاکل

غرض یہ ہے کہ مہمان اگر ناز سے کوئی قسم کھالے تو میزبان کو اس پر صبر کرنا چاہئے جیسے حضرت ابوبکرؓ نے صبر فرمایا فیه حدیث ابی جحیفه اس سے مراد حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء والی حدیث ہے جو عنقریب گزر چکی ہے۔ **جدع:** فرمایا کان کٹے۔ **یاغنثر:** اے جاہل۔

باب اکرام الکبیر و یبدا الاکبر بالکلام والسوال

غرض یہ ہے کہ دو آدمی اگر باقی صفات میں برابر ہوں تو پھر عمر کا زیادہ ہونا فضیلت کا سبب ہوتا ہے اس لئے ایسے موقعہ میں بڑی عمر والے کو گفتگو شروع کرنے کا موقع دینا چاہئے۔

باب مایجوز من الشعر والرجز والحداء و مایکره منه

غرض اچھے اور برے شعروں کا بیان ہے اور حداء ان شعروں کو کہتے ہیں جن کو سن کر اونٹ مست ہو جاتے تھے اور خوب چلتے تھے۔ **فاغفر فداء لک مااقتفینا:** ۱۔ہم اس وقت تک فداء ہیں جب تک ہم آپ کا اتباع کر رہے ہیں یعنی فداء بھی ہیں اور اتباع بھی کر رہے ہیں۔ ۲۔مااقتفینا یہ مفعول ہے فاغفر کا کہ ہم جن باتوں میں شیطان کے پیچھے لگ چکے ہیں ان کو معاف فرمادیں۔ **شاحبا:** رنگ بدلا ہوا تھا۔ **قل عربی نشابها مثله:** اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ **ویحک یا انجشه رویدک سوقا بالقواریر:** ۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کالے رنگ کا غلام تھا وہ بہت اچھی آواز والا تھا حجۃ الوداع کے موقعہ پر اونٹنی چلا رہا تھا اس اونٹنی پر حضرت ام سلیم اور ازواج مطہرات بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس غلام کی آواز سے وہ اونٹنی بہت تیز بھاگتی تھی اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام سے فرمایا کہ اونٹنی کو آہستہ چلاتا کہ شیشے جیسی نازک عورتوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ ۲۔مقصد یہ تھا کہ تو شعر بالکل نہ پڑھ ایسا نہ ہو کہ تیری اچھی آواز کی وجہ سے عورتیں فتنہ میں پڑیں جیسے شیشہ جلدی ٹوٹ جاتا ہے ایسے ہی عورتیں جلدی فتنہ میں پڑ جاتی ہیں۔

باب هجاء المشرکین

غرض یہ ہے کہ مشرکین کی مذمت کے لئے شعر کہنا مستحب ہے۔

باب مایکره ان یکون الغالب علی الانسان الشعر

غرض یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے کہ انسان پر اشعار کا غلبہ ہو جائے۔

حتی یریه: ۱۔وری یری سے ہے پیٹ کی بیماری والا ہوا۔ ۲۔وری القیح اکله۔ پیپ کو بہت کھالیا۔

باب قول النبی صلی الله علیه وسلم

تربت یمینک و عقری حلقی

غرض یہ ہے کہ ان الفاظ کا اور ان جیسے الفاظ کا استعمال جائز ہے۔ تربت یمینک کے اصلی معنی تو یہ ہوتے ہیں کہ تو غریب ہو جائے لیکن زیادہ تر شوق دلانے کے لئے یہ الفاظ کہے جاتے ہیں اور عقری کے معنی ہیں خدا تجھے کاٹ دے تقدیر عبارت یوں ہے عقرک اللہ عقری و عقرا اور حلقی کے اصل معنی ہیں تیرے حلق کو تکلیف پہنچے لیکن یہ دونوں لفظ عقری اور حلقی زیادہ تر تعجب کے موقعہ میں استعمال ہوتے ہیں کبھی کبھی ایذاء پہنچانے والی عورت کو بھی کہہ دیتے ہیں جبکہ وہ منحوس بھی شمار کی جائے۔

باب ماجاء فی زعموا

ایک حدیث پاک میں آیا ہے بئس مطیہ الرجل زعموا اور اس کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ ۱- کہ بلا تحقیق بات نہ کرنی چاہئے یہ نہ کرے کہ سنی سنائی بات آگے نقل کردے ان لفظوں کے ساتھ زعم فلان بلکہ پہلے تحقیق کرے پھر آگے بیان کرے۔ ۲- کسی کی بات کی فوراً تردید نہ کردے بلا دلیل اور فوراً یوں نہ کہہ دے زعم فلان کہ فلاں نے جھوٹ کہا ہے بلکہ پوری تحقیق کرے اگر واقعی جھوٹی ہو تو کہے زعم فلان اور یہ کہہ کر اب اس کی تردید کرے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔ لیکن امام بخاری کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ اس لئے ان کا مقصد اس باب سے صرف یہ ہے کہ لفظ زعم قول کے معنی میں تحقیق کے موقع میں استعمال کرنا جائز ہے اور جب حقیقت حال معلوم نہ ہو تو پھر زعم کا لفظ استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

باب ماجاء فی قول الرجل ویلک

غرض یہ ہے کہ یہ لفظ تنبیہ کے موقعہ میں استعمال کرنا جائز ہے اگرچہ اصل معنی دو آتے ہیں۔ ۱- جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ ۲- ہلاکت کے معنی میں ہے۔ **قال لا:** نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قتل کرنے سے حضرت عمرؓ کو منع فرمایا یہ منع فرمانا وحی کی وجہ سے تھا ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح گستاخی کرنے والے کا قتل جائز ہے۔ **رصافه:** وہ کپڑے جو لکڑی پر لپیٹ کر او پر تیر کا پھل یعنی تیز حصہ لوہے کا چڑھایا جاتا ہے۔ **نضیه:** تیر کی لکڑی۔

قذذه: تیر کے پیچھے جو پر ہوتے ہیں۔ **تلدر:** حرکت کرتا ہو اصل میں تھا تتدرر ایک تاء کو حذف کر دیا گیا۔ **فاعمل من وراء البحار:** یہ جمع ہے بحرۃ کی سمندر کی طرح بڑی بستی مقصد یہ ہے کہ اپنے وطن میں رہ کر اعمال صالحہ کرو۔ **ان اخر هذا فلن یدرکه الهرم حتی تقوم الساعه:**
۱- غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ قیامت بہت قریب ہے گویا کہ اس بچے کے بوڑھا ہونے سے پہلے ہی آ سکتی ہے یہ صرف کمال قرب کا بیان ہے تحدید مقصود نہیں کہ پچاس ساٹھ سال کے اندر ضرور قیامت آ جائے گی۔ ۲- اگر قیامت دس ہزار سال کے بعد بھی آئے تو بڑھاپے کے پورا پورا پکڑنے سے پہلے ہی آ جائے گی کیونکہ بڑھاپے کی بھی کوئی حد نہیں اور بڑھاپے کے پورا پورا پکڑنے کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ ۳- ساعت سے مراد اس صدی کی موت کی ساعت ہے یعنی اس صدی کے ختم ہونے سے پہلے یہ بچہ بوڑھا نہ ہو گا یعنی تکڑا رہے گا زیادہ کمزور نہ ہو گا۔ ۴- ساعت سے مراد مخاطبین کی موت کی ساعت ہے یعنی مخاطبین کی موت تک یہ بچہ زیادہ کمزور نہ ہو گا۔ ۵- وحی سے بیان فرمایا کہ یہ بچہ بوڑھا نہ ہو گا بلکہ بڑھاپے تک پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو جائے گا۔

باب علامه حب اللہ عز و جل

غرض یہ بتلانا ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت کی علامت اتباع سنت ہے جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں صراحۃً منقول ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ **ولم یلحق بهم** یعنی اعمال میں اور فضیلت میں ان کے برابر نہیں ہے۔

باب قول الرجل للرجل اخساء

غرض یہ ہے کہ ضرورت کے موقعہ میں یہ کلمہ استعمال کرنا بھی جائز ہے اصل وضع اس کلمہ کی کتے کو ڈانٹنے اور دور کرنے کے لئے ہے پھر ہر برے قول و فعل میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے واقعہ میں نقل فرمایا ہے انہوں نے طویل عرصہ مدینہ منورہ میں قیام فرمایا پھر خواب یا کشف میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا

کہ ہندوستان جا کر ہماری حدیث پھیلاؤ لیکن وہاں درویشوں پر سختی نہ کرنا عرض کیا کہ آپ سے دور ہو جاؤں گا فرمایا نہیں دور نہ ہو گے چنانچہ تقریباً ہر رات زیارت ہوتی تھی خواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ درویشوں سے ملتے رہتے تھے ایک درویش نے شراب پینے کی دعوت دی اور کہا کہ نہ پیو گے تو پچھتاؤ گے فرمایا شریعت پر عمل کرنے والا پچھتایا نہیں کرتا اس رات خواب میں دیکھا کہ وہی درویش ایک بلڈنگ کے دروازے پر کھڑا ہے اس بلڈنگ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس درویش نے اندر نہ جانے دیا اگلے دن پھر اسے ملنے گئے تو درویش نے کہا کہ دیکھا رات کیا ہوا فرمایا اگر چہ رویت نہ ہوئی لیکن رضا تو حاصل ہے اور رضاء کا مقام رویت سے اونچا ہے اگلی رات پھر اسی طرح ہوا تیسری رات اندر سے آواز آئی کہ دو دن سے عبدالحق ہمیں ملنے کیوں نہیں آیا؟ انہوں نے باہر سے چیخ کر عرض کیا کہ یہ درویش اندر آنے نہیں دیتا اس پر فرمایا اخسایا کلب وہ کتا بن کر ہٹ گیا اور ان کو زیارت نصیب ہوگئی اگلے دن ملنے گئے تو پتہ چلا کہ وہ درویش بیداری میں بھی کتا ہی بن کر یہاں سے چلا گیا ہے۔ **فرضه**: . دھکا دیا جس سے وہ گر گیا۔ **ان یکن هو لا تسلط علیه**: . یہ شق اول وحی سے امر تکوینی کا ذکر ہے کہ اگر یہ دجال ہے تو تم اس کو قتل نہ کر سکو گے۔ **وان لم یکن هو فلاخیر لک فی قتله**: . یہ شق ثانی ظاہری طور پر حکم شرعی ہے کہ یہ نابالغ بچہ ہے اور ذمی ہے تمہارے لئے اس کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ **وهو یختل**: . چھپ رہے تھے۔ **رمرمه او زمزمه**: . شک راوی ہے ہلکی آواز تفصیل شروع کتاب میں گزر چکی۔ **فتناهی**: . وہ ابن صیاد گنگنانے سے رک گیا۔

باب قول الرجل مرحباً

غرض یہ ہے کہ ان لفظوں سے کسی کو خوش آمدید کہنا جائز ہے۔

باب مایدعی الناس بآباء هم

غرض اس شخص کا رد ہے جس نے کہہ دیا کہ قیامت کے دن ماؤں کے ناموں سے پکارا جائے گا تا کہ ولد الزنا کی پردہ پوشی رہے۔

باب لایقل خبثت نفسی

غرض یہ ہے کہ اولی یہ ہے کہ مومن اپنے نفس کا احترام کرے اور خبثت نفسی نہ کہے لقست نفسی کہے معنی دونوں کا تقریباً ایک ہی ہے پہلا لفظ ذرا سخت ہے۔

باب لاتسبوا الدهر

غرض یہ ہے کہ دھر اور زمانہ کو گالی دینا منع ہے اور یہ الفاظ حدیث میں ثابت ہیں اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً وارد ہوئے ہیں لاتسبوا الدھر فان اللہ ھوالدھر معنی یہ ہیں کہ تم زمانہ کو فاعل حوادث کا مان کر گالیاں دیتے ہو حوادث کے خالق تو اللہ تعالیٰ ہیں اس لئے یہ گالیاں اللہ تعالیٰ کو جاتی ہیں۔ **انا الدهر**: تقدیر عبارت کیا ہے۔ ۱- انا مالک الدھر و مصرف الدھر۔ ۲- انا المدبر۔ **ولا تقولوا خیبة الدهر**: . ۱- مصیبت کے وقت پکارتے تھے خیبہ الدھر گویا دھر گم ہو گیا اس کو پکارتے تھے۔ ۲- دھر کے لئے بددعا کرتے تھے کہ اسے دھر کی ناکامی تو آجا حرف ندا محذوف ہوتا تھا۔

باب قول النبی صلی اللہ علیه وسلم انما الکرم قلب المومن

غرض یہ ہے کہ لفظ کرم بہتر ہے کہ انگور کی بیل کے لئے نہ استعمال کیا جائے کیونکہ یہ تو قلب مومن کی صفت ہے پھر یہاں حصر ادعائی ہے مبالغہ کے لئے ہے حقیقی نہیں ہے پھر امام بخاری نے حصر ادعائی کی تین مثالیں دیں۔ ۱- انما المفلس الذی یفلس یوم القیامه. ۲- انما الصرعه الذی یملک نفسه عن الغضب. ۳- لاملک الا اللہ.

باب قول الرجل فداک ابی وامی

غرض یہ ہے کہ کسی کی تعظیم کرتے ہوئے یہ لفظ کہنے بھی جائز ہیں۔ **فیه الزبیر**: . یعنی حضرت زبیر کے مناقب میں یہ حدیث گزر چکی ہے جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے فرمایا تھا۔ فداک ابی وامی۔

باب قول الرجل جعل اللہ فداک

غرض یہ ہے کہ اس طرح کہنا جائز ہے۔ **فدیناک بابائنا**

وامهاتنا: یہ عبارت ہجرت والی حدیث میں گزر چکی ہے۔ **فصرع النبی صلی اللہ علیہ وسلم:** اونٹنی سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم گر پڑے۔ **اقتحم:** اترے۔ **فقصد قصدھا:** حضرت صفیہ کا قصد کیا حضرت ابوطلحہ نے۔**فالقی ثبہ علیھا:** پہلے اپنے چہرے پر کپڑا ڈالا پھر وہی کپڑا حضرت صفیہ کے چہرے پر ڈالا۔

باب احب الاسماء الی اللہ عزوجل

بعض نسخوں میں اس کے بعد یہ بھی ترجمۃ الباب میں ہے وقول الرجل لصاحبہ یا نبی اس صورت میں دو مسئلے بتلانے مقصود ہیں۔۱- سب سے اچھا نام کیا ہے۔۲- یا نبی کہنا جائز ہے۔**ولا کرامہ:** ہم تمہیں اتنی عزت نہ دیں گے کہ تم نام کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے بن جاؤ اس لئے تمہیں ابوالقاسم نہیں پکاریں گے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سموا باسمی ولا تکتنو ابکنیتی

غرض اس حدیث کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔ اس مسئلہ میں چار اہم قول ہیں۔۱- کنیت ابوالقاسم جائز نہیں ہے البتہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر محمد نام رکھنا جائز ہے۔۲- دونوں کو صرف جمع کرنا منع ہے اکیلا اکیلے دونوں ٹھیک ہیں۔۳- جمع کرنا بھی جائز ہے۔۴- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف کنیت منع تھی اب بعد میں کچھ منع نہیں ہے اور یہی قول راجح ہے۔

باب اسم الحزن

غرض یہ ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ قبیح نام بدل دیا جائے۔ **الحزونہ:** تسہیل کی ضد ہے سختی اور تکلیف۔

باب تحویل الاسم الی اسم احسن منہ

یہ تعمیم بعد التخصیص ہے۔ **فلھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشیء بین یدیہ:** نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز میں مشغول ہو گئے جو سامنے پڑی تھی۔ **فاستفاق:** بچے کا خیال آیا۔ **من سمی باسماء**

الانبیاء: غرض اس شخص کا رد ہے جو انبیاء علیہم السلام کے نام پر نام رکھنے کو مکروہ کہتا ہے اور اس کراہت کو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کرتا ہے کہ وہ بھی مکروہ سمجھتے تھے ہماری جمہور کی دلیل تو اسی باب کی روایت ہے عن جابر بن عبداللہ مرفوعاً سموا باسمی اس قائل کی دلیل طبرانی کی روایت ہے عن انس مرفوعاً تسمون اولادکم محمداً ثم تلعنوھم اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس میں ایک راوی ہے حکم اس کو ابوالولید نے ضعیف قرار دیا ہے۔ **ولو قضی ان یکون بعد محمد نبی عاش ابنہ ولکن لانبی بعدہ:** غلام احمد کو نبی کہنے والے قادیانی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبوت کا احتمال تو ثابت ہوا جواب یہ ہے کہ یہ احتمال ایسا ہی ہے جیسے اس آیات مبارکہ میں دو خداؤں کا احتمال مذکور ہے **لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا** یعنی یہ احتمال صرف باطل ہونے کا ہے۔

باب تسمیہ الولید

اس روایت کا رد مقصود ہے جو طبرانی میں ہے عن ابن مسعود نہی رسول اللہ علیہ وسلم ان یسمی الرجل عبدہ او ولدہ حربا او مرۃ او ولیدا وجہ رد کی یہ ہے کہ یہ روایت نہایت ضعیف ہے۔

باب من دعا صاحبہ فنقص من اسمہ حرفا

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔

باب الکنیہ للصبی و قبل ان یولد للرجل

غرض یہ کہ ایسا کرنا جائز ہے سوال یہ تو جھوٹ ہے جواب نیک فال اور امید کے درجہ میں ایسا کیا جاتا ہے۔

باب ابغض الاسماء الی اللہ

غرض برے ناموں کا بیان ہے۔ **اخنا الاسماء:** سب سے زیادہ ذلت والا۔

باب کنیہ المشرک

غرض یہ ہے کہ کسی کافر کو بھی کنیت کے ساتھ ذکر کر دینا جائز ہے اگرچہ اصل تو کنیت تکریما ہوتی ہے لیکن کبھی کبھی صرف تحسین

.... کی نیت سے کافر کے لئے استعمال کرنی بھی جائز ہے۔
ضحضاح: ہلکا حصہ جہنم کا۔

باب المعاریض مندوحه عن الکذب

یہ لفظ معاریض جمع ہے معراض کی بمعنی تعریض۔ غرض یہ ہے کہ تعریض میں وسعت اور گنجائش ہے کیونکہ یہ جھوٹ سے بچانے والی ہے اور یہ بات حضرت عمرؓ کے قول سے ماخوذ ہے جو طبرانی میں ہے ان فی المعاریض لمندوحۃ عن الکذب اور ابن ابی عدی نے حضرت قتادہ سے مرفوعاً یہی نقل کر کے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

باب قول الرجل للشی لیس بشیٔ وهو ینوی انه لیس بحق

غرض یہ ہے کہ اس قسم کا قول جھوٹ نہیں ہے کیونکہ اس نے ایسے معنی کا ارادہ کیا ہے جس میں وہ سچا ہے۔

باب رفع البصر الی السماء

غرض اس شخص کا رد ہے جس نے کہہ دیا کہ آسمان کی طرف دیکھنا ہمیشہ منع ہے۔ امام بخاری فرمانا چاہتے ہیں کہ صرف نماز میں اوپر دیکھنا منع ہے دلیل یہ آیت ہے قد نری تقلب وجهک فی السماء۔

باب من نکت العود فی الماء والطین

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا وقار کے خلاف نہیں ہے۔

باب الرجل ینکت الشی بیده فی الارض

غرض یہ ہے کہ تفکر کے وقت ایسا کرنا جائز ہے۔

باب التکبیر والتسبیح عند التعجب

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے تا کہ زبان کو ذکر اللہ کی مشق ہو جائے اور اس میں رد بھی ہے اس شخص کا جس نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔

باب کاسیه فی الدنیا عاریه فی الاخرة

ا۔ غیر مردوں کے سامنے پتلے کپڑے پہننے والی عورتیں آخرت میں ننگا ہونے کی سزا پائیں گی۔ ۲۔ بہت سی کپڑے پہننے والی عمل کے لحاظ سے ننگی ہوتی ہیں۔ مزید تفصیل اس حدیث کی شروع کتاب میں گزر چکی ہے۔

باب الخذف

غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ کیونکہ کنکریوں سے کھیلنے میں کسی کو لگنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

باب الحمد للعاطس

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مسنون ہے کیوں۔ ا۔ کیونکہ یہ علامت ہے دماغ کے ٹھیک ہونے کی کیونکہ مجنون کو چھینک نہیں آتی۔ ۲۔ چھینک سے دماغ کی تکلیف دور ہوتی ہے۔

باب تشمیت العاطس اذا حمد الله

غرض یہ مسئلہ بتانا ہے کہ چھینکنے والا اگر الحمد للہ کہے تو سننے والے پر یرحمک اللہ کہنا واجب ہوتا ہے۔ وجوب کی تصریح اس لئے نہ کی کہ حدیث میں صراحۃً وجوب کا ذکر ہے۔

باب مایستحب من العطاس وما یکره من التثاؤب

غرض یہ بیان کرنا کہ چھینک اچھی ہے اور جمائی اچھی نہیں ہے۔ چھینک کی تفصیل تو گزر چکی جمائی کے اچھا نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ا۔ سستی اور غفلت کی علامت ہے۔ ۲۔ شیطان اس سے خوش ہوتا ہے۔ ۳۔ کسی نبی سے یہ ثابت نہیں ہے۔

باب اذا عطس کیف یشمت

غرض تشمیت کا طریقہ بتانا ہے۔

باب لا یشمت اذالم یحمد الله

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے۔

باب اذا تثاوب فیضع یده علی فیه

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔

کتاب الاستیذان

پیچھے اخلاق تھے اور معاشرت کا ذکر تبعاً تھا اب معاشرت کا ذکر قصداً ہے تقدیر عبارت یوں ہے هذا کتاب فی بیان امر الاستیذان یعنی اجازت مانگنا ایسی جگہ جہاں کا مالک نہیں ہے۔

باب بدء السلام

غرض سلام کی نوع کا ظہور ہے تا کہ درمیانے اور انتہائی

حالات بھی اس میں داخل ہو جائیں جیسے شروع کتاب میں بدء الوحی میں یہی مقصود تھا اور پھر استیذ ان میں سلام کا ذکر کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ اولی یہ ہے کہ استیذ ان لفظ سلام کے ساتھ ہونا چاہیے۔ **خلق الله آدم علی صورته:** ۱۔اپنی صفات پر پیدا فرمایا حیوۃ۔علم۔سمع۔بصر اور تکلم عطا فرمایا پس انسان اللہ تعالیٰ کے کمالات کا مظہر ہے۔۲۔اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا۔علی صورۃ اختارہا۔۳۔اضافت تشریفا ہے جیسے بیت اللہ اور روح اللہ۔**فقال السلام علیکم:** ۱۔اللہ تعالیٰ نے صاف صاف یہ لفظ سکھائے تھے۔۲۔الہام فرمایا اور دل میں ڈالے۔۳۔آدم علیہ السلام ذہین تھے فسلم کے لفظ ہی سے سمجھ گئے۔پھر اولی معرف باللام ہے کیونکہ تعریف میں تعظیم ہے۔بغیر تعریف کے بھی جائز ہے جیسے قرآن پاک میں ہے سلام علیکم۔

باب قول الله تعالیٰ یا یها الذین آمنو الا تد خلوا بیوتاً غیر تکم حتی تستا نسوا

استیذان کے احکام وآداب بیان کرنے مقصود ہیں۔

باب السلام من اسماء الله تعالیٰ

غرض لفظ سلام کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب تسلیم القلیل علی الکثیر

اس میں تواضع کی تعلیم ہے کیونکہ کبیر اور قاعد اور کثیر کا حق زیادہ ہے۔

باب تسلیم الراکب علی الماشی

سلام کے آداب میں سے ایک ادب بتلانا مقصود ہے۔

باب تسلیم الماشی علی القاعد

گذشتہ باب کی طرح۔

باب تسلیم الصغیر علی الکبیر

گذشتہ باب کی طرح۔

باب افشاء السلام

غرض یہ ہے کہ سلام کا پھیلانا فضیلت کا کام ہے۔

باب السلام للمعرفه وغیر المعرفه

غرض تعمیم السلام ہے کہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ہر ایک کو سلام کرنا چاہیے۔

باب آیة الحجاب

غرض آیت حجاب کا شان نزول بیان کرنا ہے۔

باب الاستیذان من اجل البصر

غرض یہ ہے کہ اجازت لئے بغیر مکان کے اندر جھانکنا جائز نہیں ہے۔ **مدری کنگھی یختل الرجل لیطعنه چھپ** رہے تھے تاکہ قینچی ماریں۔

باب زنا الجوارح دون الفرج

غرض یہ ہے کہ بلا اجازت اندر دیکھنا آنکھ کا زنا ہے۔

باب التسلیم والا ستیذان ثلاثا

غرض یہ ہے کہ اجازت تین دفعہ لی جاتی ہے نہ ملے تو واپس چلے جانا چاہیے۔

باب اذا دعی الرجل فجاء هل یستاذن

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ کسی کو بلانے کے لئے اگر آدمی بھیجا ہو تو اگر اس ایلچی کے ساتھ ہی آ گیا تو پھر اجازت لینے کی ضرورت نہیں اور اگر بعد میں آئے تو اجازت لے اس باب کی حدیثوں سے یہ سب کچھ ثابت ہو رہا ہے۔

باب التسلیم علی الصبیان

غرض یہ ہے کہ بچوں کو سلام کرنا بھی مسنون ہے۔

باب تسلیم الرجال علی النساء والنساء علی الرجال

غرض یہ ہے کہ دونوں صورتیں بھی جائز ہیں جبکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تکرکر چکی میں پیستی تھیں۔

باب اذا قال من ذا فقال انا

غرض یہ ہے کہ جواب میں ابہام مکروہ ہے۔

باب من رد فقال علیک السلام

غرض کی دو تقریریں ہیں ۱۔بغیر واو کے جواب دینا بھی جائز

ہے۔۲۔بغیر زیادتی کے جواب دینا بھی جائز ہے۔

باب اذا قال فلان یقرئک السلام:۔

تین غرضیں ہیں۔۱۔سلام بھیجنا جائز ہے۔۲۔ایلچی پر سلام پہنچانا واجب ہے۔۳۔اذا کا جواب محذوف ہے یعنی سامع پر جواب واجب ہے۔

باب التسلیم فی مجلس فیه اخلاط من المسلمین والمشرکین

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا بھی مسنون ہے۔

باب من لم یسلم علی من اقترف ذنبا ولم یرد سلامہ حتی یتبین توبتہ والی ما تتبین توبه العاصی:۔ دو غرضیں ہیں۔۱۔فاسق اور مبتدع پر سلام نہ کرنا چاہیے۔توبہ کا ظہور علامتوں سے ہے اور گناہ کے مناسب مدت گزرنے پر ہے اور پھر اس تائب کے حالات بھی مختلف ہوتے ہیں کسی پر تقویٰ جلدی ظاہر ہو جاتا ہے کسی پر دیر سے ظاہر ہوتا ہے۔

باب کیف یرد علی اهل الذمه السلام

دو غرضیں ہیں۔۱۔ذمی کو کیسے جواب دیا جائے۔۲۔ذمی کو جواب دینا جائز ہے۔

باب من نظر فی کتاب من یحذر علی المسلمین لیستبین امره

غرض یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے دوسرے کے خط کو دیکھنا جائز ہے۔

باب کیف یکتب الکتاب الی اهل الکتاب

غرض اہل کتاب کو خط لکھنے کا طریقہ بتلانا ہے۔

باب بمن یبداء فی الکتاب

غرض یہ ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ کاتب پہلے اپنا نام لکھے۔

باب قول النبی صلی الله علیه وسلم قوموا الی سید کم

دو غرضیں ہیں۔۱۔اہل فضیلت کا اکرام مستحب ہے۔۲۔بطور اکرام کھڑا ہونا جائز ہے۔

باب المصافحه: غرض یہ ہے کہ مصافحہ سنت ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ السلام علیکم کی عملی تاکید ہے اور بیعت ہے کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم کو میری زبان اور میرے ہاتھ سے تکلیف نہ پہنچے گی اور میں اس حدیث پر عمل کروں گا۔**المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده۔وهو اخذ بید عمر بن الخطاب:۔** یہ مصافحہ کے علاوہ ہاتھ پکڑنا ہے۔

باب الاخذ بالیدین

غرض یہ ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا مسنون ہے اس سے ہمارے زمانہ کے غیر مقلدین کی تردید بھی ہوگئی وہ کہتے ہیں کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا مسنون ہے وجہ تردید کی یہ ہے کہ۔۱۔اس حدیث پاک میں صراحۃً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرمانا مذکور ہے۔۲۔حضرت عبداللہ بن مسعود کے ایک ہاتھ کا ذکر تو بطور اشارۃ النص ہے یعنی الفاظ میں ہے اور دوسرے ہاتھ کا ثبوت بطور دلالۃ النص ہے کیونکہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرما رہے تھے تو ظاہر یہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود بھی دونوں ہاتھوں سے ہی مصافحہ کر رہے تھے کیونکہ یہ تو خلاف ادب ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کریں اور حضرت عبداللہ بن مسعود ایک ہاتھ سے کریں۔۳۔ان دو دلیلوں کے علاوہ تیسری دلیل غیر مقلدین کے رد کی یہ ہے کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا تو کفار وفساق کا طریقہ ہے۔

باب المعانقه وقول الرجل کیف اصبحت

غرض یہ ہے کہ معانقہ کرنا اور حال پوچھنا جائز ہے۔معانقہ کے متعلق تین اہم قول ہیں۔۱۔مکروہ تنزیہی ہے۔۲۔اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز اور یہی راجح ہے۔۳۔بغیر کرتہ کے ناجائز کرتے کے ساتھ جائز۔سوال۔اس باب کی کسی روایت میں معانقہ کا ذکر نہیں ہے۔جواب۔۱۔عادت یہ تھی کہ کیف اصبحت اور معانقہ اکٹھے ہی کرتے تھے پس جب حدیث میں کیف اصبحت آ گیا تو گویا معانقہ کا ذکر بھی آ گیا۔۲۔کتاب البیع میں صحیح بخاری میں حضرت حسن کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معانقہ فرمانا مذکور ہے بس یہاں اسی کی طرف اشارہ کرنا

مقصود ہے۔ ۳۔ ارادہ فرمایا تھا امام بخاری نے کہ وہی حضرت حسن والی حدیث کو دوسری سند کے ساتھ یہاں ذکر کروں گا اس لئے یہاں خالی جگہ چھوڑ دی تھی لیکن وفات ہوگئی اور وہ حدیث دوسری سند کے ساتھ ذکر نہ فرما سکے۔

باب من اجاب بلبیک وسعدیک

غرض یہ ہے کہ یہ دونوں لفظ حج ہی کے ساتھ خاص نہیں ہیں دوسرے موقعوں میں بھی بطور جواب ذکر کئے جاسکتے ہیں۔

باب لایقیم الرجل الرجل من مجلسه

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا منع ہے۔

باب اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس

غرض یہ ہے کہ نئے آنے والوں کے لئے جگہ بنانے کے لئے کسی کو پیچھے کر دینا اور کسی کو اٹھا دینا جائز ہے۔

باب من قام من مجلسه اوبیته ولم یستاذن اصحابه اوتهیأ للقیام لیقوم الناس

غرض یہ کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے۔

باب الاحتباء بالید وهو القرفصاء

غرض یہ ہے کہ ہاتھوں سے احتباء کر لینا بھی جائز ہے اور اسی کو قرفصاء بھی کہتے ہیں یعنی دونوں گھٹنے کھڑے کر کے گھٹنوں کے آگے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو پکڑ لینا تا کہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو سہارا مل جائے۔

باب من اتکاء بین یدی اصحابه

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے۔

باب من اسرع فی مشیته لحاجه او قصد

غرض یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

باب السریر

غرض یہ ہے کہ تخت اور چارپائی کا استعمال جائز ہے۔

باب من القی له وسادة

غرض یہ ہے کہ گدے پر بیٹھنا اور اس کے بغیر بیٹھنا دونوں جائز ہیں۔

باب القائله بعد الجمعه

غرض یہ ہے کہ جمعہ کے بعد بھی قیلولہ کرنا جائز ہے۔

باب القائله فی المسجد

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔

باب من زار قوما فقال عندهم

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ **ثم جمعة فی سک**: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو خوشبو میں ملاتی تھیں۔ سک ایک قسم کی خوشبو ہوتی ہے جو دوسری خوشبوؤں میں ملا کر استعمال کی جاتی ہے۔ **حنوطه**: وہ خوشبو جو میت کو لگائی جاتی ہے۔

باب الجلوس کیفما تیسر منه

ہر طرح بیٹھنا جائز ہے یہی غرض ہے۔ **والاحتباء**: معلوم ہوا کہ کشف عورت نہ ہو تو احتباء کی صورت میں بیٹھنا جائز ہے۔

باب من ناجی بین یدی الناس ومن لم یخبر بسر صاحبه

دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ جب ایک سے زیادہ آدمی ہوں تو سرگوشی جائز ہے۔ ۲۔ راز کو چھپانا واجب ہے۔ **لما اخبر تنی**: یہاں لما بمعنی الا ہے۔

باب الاستلقاء

غرض یہ ہے کہ سیدھا لیٹ جانا بھی جائز ہے۔

باب لا یتناجی اثنان دون ثالث

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جہاں صرف تین آدمی ہوں وہاں ایک کو چھوڑ کر دو سرگوشی کریں تو جائز نہیں البتہ چار ہوں تو جائز ہے۔

باب حفظ السر

غرض یہ ہے کہ راز کا چھپانا واجب ہے۔ **باب اذا کانوا اکثر من ثلثه فلاباس بالمسارة والمناجاة**: غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جب چار یا زیادہ ہوں تو دو کا سرگوشی کرنا جائز ہے۔

باب طول النجوی

غرض یہ ہے کہ سرگوشی کا لمبا کرنا بھی جائز ہے۔

باب لا تترک النار فی البیت عندالنوم

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ سوتے وقت آگ جلتی چھوڑنا مکروہ ہے۔

اغلاق الباب باللیل: غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ سوتے وقت دروازے بند کرکے سونا مستحب ہے۔

باب الختان بعد الکبر ونتف الابط

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ بڑھاپے میں بھی ختنہ کرانا جائز ہے لیکن راجح یہ ہے کہ صرف بالغ ہونے سے پہلے ہی جائز ہے بعد میں جائز نہیں ہے۔ البتہ دوسرا مسئلہ بغل کے بال لینا یہ ہمیشہ مسنون ہے۔ سوال ختنہ کو استیذان کے ابواب میں ذکر کرنا تو مناسب نہیں ہے۔ جواب۔ عموماً ختنہ کے موقعہ پر اجتماع ہوتا ہے اور اجتماع کے موقعہ پر استیذان کی ضرورت ہوتی ہے۔

واختتن بالقدوم مخففه: یہ لفظ دال کی شد اور تخفیف دونوں طرح منقول ہے اور ہر دو میں تین تین تقریریں ہیں۔ ا۔ تیسہ (بسولہ) ۲۔ کلہاڑی۔ ۳۔ جگہ کا نام۔

باب کل لهو باطل اذا شغله عن طاعة الله

اور جب غافل نہ کرے تو جائز ہے غرض یہ ہے کہ اس مضمون کی حدیث ثابت ہے اور وہ حدیث سنن اربع میں آتی ہے ان کی شرط پر نہیں ہے عن عقبہ بن عامر مرفوعاً کل مایلھو بہ المرأ المسلم باطل الا رمیہ بقوسہ وتادیبہ فرسہ وملاعبہ اھلہ۔

باب ما جاء فی البناء

غرض یہ ہے کہ ضرورت کے درجہ میں تعمیر بلا کراہت جائز ہے۔

مع النبی صلی الله علیه وسلم: مراد یہ ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک کمرہ بنایا تھا۔

کتاب الدعوات

پیچھے عبادات تھیں اب مخ العبادۃ عبادت کا مغز یعنی دعا ہے تقدیر عبارت یوں ہے کتاب فی بیان انواع الدعوات واحکامھا۔

باب ولکل نبی دعوة مستجابه

غرض اس حدیث پاک اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔

باب افضل الاستغفار

غرض سب سے افضل استغفار کا بیان ہے اور دو آیتوں کا ذکر یہ بتلانے کے لئے ہے کہ استغفار کے بہت منافع ہیں دنیا اور آخرت میں اس لئے استغفار بہت کرنا چاہیے۔ ساتھ ساتھ امام بخاری یہ بھی اشارہ فرما رہے ہیں کہ سید الاستغفار فرمانے سے مراد بیان افضلیت ہے۔

سید الاستغفار: سید ہونے کی مختلف تقریریں ہیں۔

۱۔ سب استغفاروں سے افضل یہ استغفار ہے جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا۔ ۲۔ اس استغفار میں توبہ کی سب خوبیوں کو جمع کر دیا گیا ہے جیسے سید کے پاس لوگ جاتے ہیں اپنی سب حاجتوں میں۔ ۳۔ اس استغفار میں حق تعالیٰ کی صفات جلالیہ اور صفات جمالیہ کو جمع کر دیا گیا ہے۔ توحید میں صفات جلالیہ سلبیہ سب آجاتی ہیں اور اس کے بعد صفات وجودیہ ہیں جن کو صفات جمالیہ اور صفات اکرام بھی کہتے ہیں کیونکہ خلق کے ذکر میں حیوۃ۔ علم۔ قدرۃ اور ارادہ آگئے وعدہ میں صفت کلام آگئی مغفرت کے ذکر میں سمع اور بصر آگئی یہی سات صفات وجودیہ ہیں۔ ۴۔ اس میں تعظیم اللہ اور تواضع العبد ہیں اور یہ دونوں مخ العبادۃ ہیں۔ ۵۔ اس کے پڑھنے کے پر اللہ تعالیٰ کے احسان کا مشاہدہ ہے اور نفس اور عمل کے عیب کا مطالعہ ہے اور اس استغفار میں یہ دونوں ہیں۔

باب استغفار النبی صلی الله علیه وسلم فی الیوم واللیله

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ یومیہ کی تعداد کا بیان ہے کہ ہر روز کتنی دفعہ توبہ ادا فرماتے تھے۔ **باب التوبه:** غرض توبہ کی فضیلت کا بیان ہے توبہ میں چار چیزیں ضروری ہیں۔ ا۔ فی الحال برا کام چھوڑ دے۔ ۲۔ ماضی میں برا کام کرنے پر ندامت ہو۔ ۳۔ آئندہ اس برے کام کے چھوڑنے کا عزم ہو۔ ۴۔ اگر کسی پر اس برے کام میں ظلم ہوا ہو تو اس کے تدارک کا عزم کرے۔ پھر توبہ اور استغفار میں یہ فرق ہے کہ توبہ اپنے نفس کے لئے ہوتی ہے اور استغفار اپنے نفس کے لئے بھی ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی ہوتا ہے۔

باب الضجع علی الشق الایمن

اس باب کو دعاؤں کے باب میں کیوں ذکر فرمایا۔ ا۔اس طرح سونا اٹھ کر دعاء کرنے کی تمہید ہے۔۲۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح سوتے وقت دعاء فرمایا کرتے تھے اور باب کی غرض یہ ہے کہ دائیں کروٹ پر سونا مستحب ہے۔

باب اذابات طاهرا

غرض باوضو سونے کی فضیلت کا بیان ہے۔دعا کے جواب سے دو ربط تو وہی ہیں جو گذشتہ باب میں ذکر کیے گئے ایک تیسرا ربط یہ بھی ہے کہ صحیح ابن حبان میں ہے عن ابن عمر مرفوعا من بات طاہرا بات فی شعارہ ملک فلا یستیقظ الا قال الملک اللھم اغفر لعبدک فلان۔

باب مایقول اذا نام

غرض اس دعا کا بیان ہے جو سوتے وقت پڑھنی مسنون ہے۔

باب وضع الید تحت الخدا لیمنی

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔

باب النوم علی الشق الایمن

غرض یہ ہے کہ ایسا ن کرنا مستحب ہے۔

باب الدعاء اذا انتبه باللیل

غرض ایسا کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

فتمطیت کراهیه ان یری انی کنت اتقیه

میں نے اٹھنے میں دیر کی تاکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ خیال فرماویں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں ہوں تاکہ آپ بے تکلف عبادت فرماویں صلی اللہ علیہ وسلم۔ **اللھم اجعل فی قلبی نوراً** طلب نور کے معنی یہ ہیں کہ آپ یا اللہ ان اعضاء سے اعمال صالحہ کی توفیق عنایت فرمادیں تاکہ یہ اعضاء اعمال صالحہ سے منور ہوجائیں۔ **قال کریب وسبع فی التابوت**: اس عبارت کے دو معنی کیے گئے ہیں۔ا۔انسانی بدن جو صندوق جیسا ہے اس میں سات اعضاء اور بھی ذکر فرمائے تھے کہ ان میں بھی نور بھر دیں۔۲۔حدیث پاک لکھی ہوئی میرے صندوق میں موجود ہے اس میں سات چیزیں اور بھی ہیں جن میں نور بھرنے کی دعاء نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اس دوسرے معنی کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک روایت میں یوں بھی وارد ہوا ہے ثم اخرجہ منہ واخبرھم بہ۔

باب التکبیر و التسبیح عند المنام

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔

باب التعوذ و القراۃ عند النوم

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔

باب: ۔ تتمہ ہے ماقبل کا کیونکہ اس میں بھی نیند شروع کرنے کا طریقہ مذکور ہے۔

باب الدعا نصف اللیل

غرض آدھی رات کے بعد دعا کی فضیلت کا ذکر ہے۔سوال۔ باب میں تو آدھی رات مذکور ہے اور حدیث پاک جو اس باب میں ہے اس میں حین یبقی ثلث اللیل الاخر کے الفاظ ہیں اس لئے دونوں میں مناسبت نہیں ہے۔ جواب۔ا۔جب آدھی رات آتی ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ ثلث لیل باقی ہے کیونکہ ثلث لیل کا بقاء ثلث لیل سے پہلے ہوتا ہے پس نصف لیل سے یہی مراد ہے گویا ثلث لیل سے کچھ پہلے۔۲۔مسند احمد میں ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعا ینزل اللہ الی السماء الدنیا نصف اللیل الاخر او ثلث اللیل الاخر پھر نزول سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

باب الدعا عند الخلاء

غرض اس دعا کا بیان ہے۔

باب مایقول اذااصبح

غرض اس دعا کا بیان ہے۔

باب الدعا فی الصلوٰۃ

نماز کے اندر والی دعاء کا طریقہ بتلانا مقصود ہے۔

باب الدعاء بعد الصلوٰۃ

دو غرضیں ہیں۔ا۔فرض نماز کے بعد دعا ثابت ہے۔۲۔اس شخص کا رد

ہے جس نے کہا کہ نماز کے بعد دعاء ثابت نہیں ہے۔ اس انکار کرنے والے کی دلیل مسلم کی روایت ہے عن عائشۃ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لایثبت الا قدر مایقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذالجلال والاکرام۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قبلہ رخ زیادہ نہ بیٹھتے تھے اور دعاؤں کا ثبوت قبلہ سے دائیں طرف یا نمازیوں کی طرف پھرنے کے بعد ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ وصل علیھم

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔ **ومن خص اخاہ بالدعاء دون نفسہ:** یہ ترجمۃ الباب ہی کا حصہ ہے اور اس میں دو حضرات کے قول کا رد ہے۔ ۱۔ ابن عمر۔ ۲۔ ابراہیم نخعی اس کی تفصیل یہ ہے کہ طبری میں ہے عن سعید بن یسار قال ذکرت رجلا عند ابن عمر فترحمت علیہ فلھز فی صدری وقال لی ابداء بنفسک ایسے ہی حضرت ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اذا دعوت فابدا بنفسک فانک لاتدری فی ای دعاء یستجاب لک۔

باب مایکرہ من السجع فی الدعاء

غرض یہ ہے کہ دعا میں عبارت کا مسجع بنانا تکلف کرکے مکروہ ہے کیونکہ یہ تکلف خشوع اور اعلیٰ درجہ کے تضرع اور اظہار احتیاج کے خلاف ہے البتہ اگر بلاتکلف طبعاً بن جائے تو کچھ حرج نہیں۔

باب لیعزم المسئلہ فانہ لا مکرہ لہ

غرض یہ ہے کہ جزم سے دعاء مانگنی واجب ہے کیونکہ ۱۔ تعلیق کی صورت میں کہ چاہیں تو کریں اور چاہیں تو نہ کریں اس طرح مانگنے سے شبہ استغناء کا ہوتا ہے۔ ۲۔ تعلیق میں شبہ ہوتا ہے کہ اس شخص کے دل میں اکراہ کا احتمال ہے کہ میں مجبور نہیں کرتا آپ چاہیں تو کرلیں چاہیں تو نہ کریں اور یہ خلاف ادب ہے۔

باب یستجاب للعبد مالم یعجل

غرض یہ ہے کہ جلدی مچانا کہ اتنے عرصے سے مانگ رہا ہوں کیوں نہ یہ چیز ملی یہ سوچنا مکروہ ہے۔

باب رفع الایدی فی الدعاء

غرض یہ ہے کہ دعاء کے وقت ہاتھ اٹھانا مسنون ہے دلائل یہ ہیں۔ ۱۔ فی ابی داؤد والترمذی عن سلمان مرفوعا ان ربکم حی کریم یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ ان یردھما صفرا۔ ۲۔ فی مصنف ابن ابی شیبۃ عن الاسود العامری قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا۔ ۳۔ فی مصنف ابن ابی شیبۃ عن یحیی الاسلمی قال رایت عبداللہ بن الزبیر ورای رجلا رافعا یدیہ قبل ان یفرغ من صلوتہ فلما فرغ منھا قال لہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیہ حتی یفرغ من صلوتہ ورجالہ ثقات۔ ۴۔ فی السنن الاربع عن الفضل بن عباس مرفوعا الصلوۃ مثنی مثنی تشھد فی کل رکعتین تخشع وتضرع وتمسکن وتقنع یدیک یقول ترفعھما الی ربک مستقبلا ببطونھما وجھک وتقول یا رب یارب او قال ابن العربی ھو بعد الصلوۃ لا فیھا۔ ۵۔ فی التفسیر القرطبی عن ابن عباس وقتادۃ فی تفسیر قولہ تعالیٰ والی ربک فارغب ای فاذا فرغت من صلوتک فبالغ فی الدعاء وسلہ حاجتک۔ ۶۔ فی مستدرک الحاکم عن علی مرفوعا رفع الایدی من الاستکانۃ التی قال اللہ عزوجل فما استکانوا لربھم وما یتضرعون۔ ۷۔ التوارث العمل برفع الایدی اجتماعا بعد الفرائض اس مسئلہ کی مزید تفصیل استحباب الدعوات عقیب الصلوات میں ہے جو حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا رسالہ ہے اور امداد الفتاوی میں بھی چھپا ہوا ہے اور اعلاء السنن میں بھی تفصیل ہے جو حضرت تھانوی موصوف کے حکم سے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے لکھی تھی جس میں متن کے درجہ میں مشکوۃ کے طرز پر احادیث ہیں اور ساتھ ساتھ حنفیہ کا طرز استنباط ہے جو بطور شرح کے ہے۔

باب الدعاء غیر مستقبل القبلہ

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔

باب الدعاء مستقبل القبلہ

غرض یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔

باب دعوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لخادمہ بطول العمر وبکثرۃ المال

غرض یہ ہے کہ خادم کے لئے ایسی دعاء کرنا مستحب ہے۔

باب الدعاء عند الكرب

غرض یہ ہے کہ شدید تکلیف میں یہ دعاء مستحب ہے۔ فتح الباری میں ہے قال ابن بطال حدثنی ابوبکر الرازی قال کنت باصبهان عند ابی نعیم اکتب الحدیث وھناک شیخ یقال لہ ابوبکر بن علی علیہ مدار الفتیا فسعی بہ عند السلطان فسجن فرایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام وجبریل عن یمینہ یحرک شفتیہ بالتسبیح لا یفتح فقال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قل لابی بکر بن علی یدعو بدعاء الکرب الذی فی صحیح البخاری حتی یفرج اللہ عنہ قال فاصبحت فاخبرتہ فدعا بہ فلم یکن الا قلیلا حتی اخرج۔

باب التعوذ من جهد البلاء

غرض یہ ہے کہ زیادہ مشقت سے پناہ مانگنا مستحب ہے۔

باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم الرفیق الاعلی

غرض یہ ہے کہ ان الفاظ مبارکہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا مانگنا ثابت ہے پھر الرفیق الاعلی کا مصداق کیا ہے؟ ۱۔ جنت ۔۲۔ فرشتے ۔۳۔ انبیاء علیہم السلام پھر اس لفظ کی نصب کیوں ہے؟ ۱۔ منصوب بنزع الخافض ای بالرفیق الاعلی۔ ۲۔ مفعول ہے فعل محذوف کا اخترت الرفیق الاعلی۔

باب الدعا بالموت والحیوۃ

غرض یہ ہے کہ زندگی اور موت کی دعاء کیسے مانگنی چاہیے۔

باب الدعاء للصبیان ومسح رؤسهم

غرض یہ ہے کہ یہ دونوں کام مسنون ہیں۔

باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض درود شریف کی فضیلت اور اس کے احکام کا بیان ہے۔

کما صلیت علی ابراھیم: یہ تشبیہ کیوں ہے۔ ۱۔ شہرت کی وجہ سے ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا پایا جانا بہت مشہور تھا۔ ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ طریقہ تواضعاً سکھلایا ہے۔ ۳۔ امت کو تعلیم دینی مقصود ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا پورا پورا احترام کریں۔ ۴۔ تشبیہ صرف اصل صلوٰۃ میں ہے اس کی مقدار میں نہیں ہے۔ ۵۔ لحاظ مجموعہ کا ہے اور ظاہر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی آل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے افضل ہے۔

باب هل یصلی علی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر بھی لفظ صلوٰۃ استعمال کرنا جائز ہے یا نہ۔ پھر امام بخاری نے مسئلہ کی تعیین نہیں کی کہ ان کے نزدیک راجح کیا ہے اس کی وجہ اختلاف ہے البتہ امام بخاری کے طرز سے بظاہر جواز معلوم ہوتا ہے اس مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں۔ ۱۔ حرام ۔۲۔ مکروہ تحریمی۔ ۳۔ مکروہ تنزیہی ۔۴۔ مباح۔ ان میں سے راجح مکروہ تحریمی ہے۔ دلیل مکروہ تحریمی کی تعامل سلف ہے کہ غیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صلوٰۃ کا لفظ استعمال نہیں فرمایا کہ شبہ نہ ہو کہ یہ نبی ہے اور چونکہ منشا احتیاط ہے کوئی نص نہیں ہے اس لئے مکروہ تحریمی کہیں گے حرام نہ کہیں گے۔ حرام والے قول کی بھی یہی دلیل ہے کہ غیر نبی پر نبی ہونے کا شبہ ہوتا ہے اس لئے غیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ صلوٰۃ کا استعمال حرام ہے جواب۔ چونکہ احتیاط دلیل ظنی ہے دلیل قطعی نہیں ہے اس لئے لفظ حرام استعمال نہیں کر سکتے۔ اباحت کا قول کرنے والوں کی دلیل۔ ۱۔ زیر بحث باب کی روایت عن ابن ابی اوفی مرفوعاً اللّٰھم صل علی آل ابی اوفی جواب۔ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ ۲۔ ابوداود کی روایت عن جابر بن عبداللہ مرفوعاً ایک عورت سے فرمایا صلی اللہ علیک وعلی زوجک۔ جواب خصوصیت۔ ۳۔ **وصل علیهم ان صلوتک سکن لهم۔** جواب۔ خصوصیت اور خود آیت میں اشارہ خصوصیت کی طرف موجود ہے **ان صلوتک سکن لهم** اور کراہت تنزیہی والے حضرات کی دلیل یہ ہے کہ دلائل دونوں قسم کے ہیں جواز کے بھی ممانعت کے بھی دونوں کو جمع کرنے کی صورت یہی ہے کہ کراہت تنزیہی مانی جائے جواب۔ جب اباحت کے دلائل کا جواب ہو گیا تو وہ باقی نہ رہے صرف ممانعت ہی ثابت ہوئی اس لئے کراہت تحریمی ہی ماننی پڑے گی پھر جن پر یہ لفظ

استعمال کرنا منع ہے کہ غیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ لفظ استعمال نہ کیا جائے الاتبعا تو ان غیر میں باقی انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ اور مومنین سب آگئے کیونکہ کوئی بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہے اور صلوٰۃ کا لفظ استعمال کرنے سے برابری کا شبہ ہوتا ہے۔

باب قول النبی صلی الله علیه وسلم من اذیته فاجعله له زکاة ورحمة

غرض یہ ہے کہ ہر ایک پر لازم ہے کہ جس کو ایذاء پہنچائی ہو اس کے لئے دعا کرے تاکہ ایذاء کا تدارک ہو جائے۔

باب التعوذ من الفتن

غرض یہ ہے کہ فتنوں سے پناہ مانگنا مستحب ہے۔

لاحی: جھگڑا کیا۔

باب التعوذ من غلبه الرجال

غرض یہ ہے کہ یہ تعوذ بھی مستحب ہے۔

باب التعوذ من عذاب القبر

غرض یہ ہے کہ یہ تعوذ بھی مستحب ہے۔

باب التعوذ من فتنه المحيا والممات

گذشتہ باب کی طرح۔

باب التعوذ من المأثم والمغرم

گذشتہ باب کی طرح۔

باب الا ستعاذة من الجبن والكسل

گذشتہ باب کی طرح۔

باب التعوذ من البخل

گذشتہ باب کی طرح۔

باب التعوذ من ارذل العمر

گذشتہ باب کی طرح۔

باب الدعاء برفع الوباء والوجع

غرض گذشتہ باب کی طرح ہے۔ وباء کے معنی ا۔ عام بیماری۔ ۲۔ زیادہ موت۔ ۳۔ یہ مرادف ہے طاعون کا اس لئے الوجع عطف عام علی الخاص ہے۔

باب الاستعاذة من ارذل العمر ومن فتنه الدنيا وفتنه النار

غرض ایک جامع استعاذہ کا بیان ہے۔ بعض نسخوں میں صرف العمر تک ہے لیکن راجح یہ لمبے عنوان والا نسخہ ہے تاکہ تکرار نہ ہو۔

باب الا ستعاذة من فتنه الغنى

غرض یہ ہے کہ یہ استعاذہ بھی مستحب ہے۔

باب التعوذ من فتنه الفقر

گذشتہ باب کی طرح۔

باب الدعاء بکثرة المال مع البركه

گذشتہ باب کی طرح پھر برکت الٰہیہ کی قید اس لئے ہے کہ اس کے بغیر مال وبال ہوتا ہے۔

باب الدعاء بکثرة الولد مع البركه

گذشتہ باب کی طرح یہاں بھی برکت کی قید اسی لئے ہے کہ برکت الٰہیہ کے بغیر زیادہ اولاد بھی وبال ہوتی ہے۔

باب الدعاء عند الاستخارة

غرض استخارہ کا طریقہ بتلانا ہے کہ جب حیرت اور تردد ہو اور دو راستوں میں سے ایک کا فیصلہ نہ کر سکے تو حق تعالیٰ سے مشورہ کرلے لیکن اس میں خواب آنا ضروری نہیں ہے صبح اٹھ کر جو رائے غالب ہو اس پر عمل کرنے میں برکت ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب الدعاء عند الوضوء

غرض یہ ہے کہ وضو کے بعد بھی دعاء مستحب ہے دوسرا نسخہ یوں ہے کہ باب الوضوء عند الدعاء اور یہ اظہر اور اولیٰ ہے کیونکہ اس روایت میں اصل مقصود دعاء ہے وضو اس کا ذریعہ اور تمہید ہے۔

باب الدعاء اذا علی علی عقبه

غرض یہ ہے کہ یہ دعاء بھی مستحب ہے۔

باب الدعاء اذا هبط واديا

غرض یہ ہے کہ یہ دعا بھی مستحب ہے۔

فیه حدیث جابر: یہ حدیث کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے اوراس میں موقوفاً عندالنزول تسبیح کا ذکر ہے۔

باب الدعاء اذا اراد سفرا اور جع

غرض یہ ہے کہ یہ دعا بھی مستحب ہے۔ **فیه یحیی بن البی اسحق عن انس رضی الله عنه:** کتاب الجہاد میں یہ روایت گزر چکی ہے اس میں مرفوعاً یہ دعاء ہے ائبون تائبون عابدون لربنا حامدون۔

باب الدعاء للمتزوج

غرض نئے شادی شدہ کے لئے دعا کرنے کا طریقہ بتلانا ہے۔

باب مايقول اذا اتى اهله

غرض یہ بتلانا ہے کہ ایسے موقعہ میں کیا پڑھنا مستحب ہے۔

باب قول النبی صلی الله علیه وسلم ربنا اتنا فى الدنيا حسنه

غرض یہ بتلانا ہے کہ دعا میں دنیا آخرت کی بھلائی کا جمع کرنا مستحب ہے۔

باب التعوذ من فتنه الدنيا

غرض یہ بتلانا ہے کہ دنیا کے فتنہ سے پناہ پکڑنا مستحب ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے۔

باب تكرير الدعا

غرض یہ ہے کہ دعا ئیں تکرار مستحب ہے کیونکہ اس میں اظہار حاجت بھی ہے اور تذلل بھی ہے۔

باب الدعاء على المشركين

غرض یہ ہے کہ کفار کے لئے شکست اور پاؤں اکھڑنے کی دعاء کرنا مستحب ہے اور اس کی تصریح امام بخاری نے کتاب الجہاد میں کی ہے پھر مراد وہی ہیں جن سے معاہدہ نہیں ہے۔

باب الدعاء للمشركين

غرض یہ ہے کہ کافروں کے لئے ہدایت اور دنیا کے فائدہ کی دعا کرنی جائز ہے تا کہ ان کے دل میں اسلام سے انس پیدا ہو امام بخاری نے کتاب الجہاد میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

باب قول النبی صلی الله علیه وسلم اللّٰهم اغفرلى ماقدمت وما اخرت

غرض یہ ہے کہ ان الفاظ سے بھی دعا کرنی مستحب ہے۔

باب الدعا فى الساعه التى فى يوم الجمعه

غرض یہ ہے کہ جمعہ کے دن کی قبولیت کی گھڑی میں دعا کرنی مستحب ہے۔

باب قول النبی صلی الله علیه وسلم يستجاب لنا فى اليهود ولا يستجاب لهم فينا

غرض اس حدیث کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے وجہ ظاہر ہے کہ ہماری دعا حق پر مبنی ہے اور یہود کی دعا ظلم پر مبنی ہے۔

باب التامين: غرض یہ ہے کہ آمین کہنا سنت ہے۔

باب فضل التهليل

غرض یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کا ورد بہت فضیلت والا ہے۔

باب فضل التسبيح

تسبیح کی فضیلت بیان کرنی مقصود ہے۔

باب فضل ذكر الله عزوجل

غرض ذکر اللہ کی فضیلت کا بیان ہے اور وہ ذکر لسانی اور تلاوت اور تدریس اور تعلیم علوم اور مناظرہ اور وعظ کو شامل ہے۔

باب قول لاحول ولا قوة الابالله

غرض اس ذکر کی فضیلت کا بیان ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ گناہوں سے بچنا اور نیکی کرنا اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔

باب لله عزوجل مائة اسم غير واحد

غرض حق تعالیٰ کے اسماء کا ذکر ہے اجمالاً پھر یہ ایک کم سو اصول ہیں صفات کمالیہ کے اور باقی سب نام ان ہی کی طرف راجع ہیں اس لئے ان ایک کم سو میں حصر مقصود نہیں ہے۔

۲۔حصر مقصود ہے لیکن حصر کا تعلق صرف اسی وعدہ سے ہے جو یہاں مذکور ہے جیسے کہا جائے لزید الف درھم اعدھا للصدقۃ اس کی تائید ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے اسالک بکل اسم ھو لک سمیت بہ نفسک او استاثرت بہ فی علم الغیب عندک۔ ۳۔یہ گنتی قرآن پاک میں ہے۔ ۴۔یہ عدد جنت کے درجات کی گنتی کے برابر ہے اور سو کی لفظ اللہ سے ہے یا اسم اعظم سے ہے۔ ۵۔یہ حصر اس لئے ہے کہ ان پر ایمان لانا واجب ہے۔ پھر احصاء سے مراد کیا ہے۔ ا۔حفظ کرنا۔ ۲۔ان کے معانی کا اعتقاد رکھنا۔ ۴۔ان کے عکسوں کو اپنے اعمال واخلاق میں حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نام توقیف پر مبنی ہیں کیونکہ قرآن پاک میں ہے **وسقاھم ربھم شرابا طھورا** لیکن اللہ تعالیٰ پر ساقی کا اطلاق جائز نہیں ہے اور قرآن پاک میں ہے **اللہ یستھزء بھم** لیکن مستھزی کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے۔

باب الموعظہ ساعۃ بعد ساعہ

غرض یہ ہے کہ وعظ ونصیحت میں وقفہ ہونا چاہئے تاکہ سننے والا اکتا نہ جائے۔

کتاب الرقاق

یہ کتاب تتمہ ہے کتاب الادب کا۔ تقدیر عبارت یہ ہے ہذا کتاب فی بیان کلمات مرققۃ للقلوب۔ غرض دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا فکر پیدا کرنا ہے تاکہ احسان کا درجہ حاصل ہو جائے اور بندہ اپنے آقا کی ایسے عبادت کرے کہ گویا آقا کو دیکھ رہا ہے اسی کے علم کا نام علم التصوف اور علم الاحسان ہے اور اس علم کے علماء اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاعیش الا عیش الاخرۃ

غرض اس حدیث کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔

باب مثل الدنیا فی الاخرۃ

غرض یہ ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کھیل کود ہے اسی لئے اس کا طالب نابالغ ہی شمار ہوتا ہے کیونکہ کھیل کود نابالغ بچوں کا کام ہوتا ہے۔ جیسے ایک بچہ ریت کا مکان بناتا ہے دوسرا پاؤں مار کر اسے توڑ دیتا ہے تو ان دونوں میں لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ کوئی بڑا آدمی دیکھ رہا ہو تو ہنستا ہے کہ یہ کس چیز پر لڑ رہے ہیں۔ اسی طرح دنیا کے جھگڑوں میں پڑنے والوں کو دیکھ کر اولیاء اللہ ہنستے ہیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل

غرض دنیا سے تعلق کی مقدار کا بیان ہے اور دوسری غرض اس شخص پر رد ہے جس نے اس حدیث کو موقوف قرار دیا ہے پھر حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ سیر فی اللہ ختم ہونے والی نہیں ہے کیونکہ حدیث پاک میں مسافر بنے رہنے کا حکم ہے اور اس مسافر کی منزل اللہ تعالیٰ کا قرب ہے پھر اکابر کی اصطلاح میں جب انسان رضائے حق تعالیٰ کی نیت سے دوام طاعت اور کثرت ذکر کرتا ہے تو کسی کو جلدی کسی کو دیر سے ایک خاص درجہ قرب کا عطا ہوتا ہے جس کی علامت یہ ہے کہ شریعت عین طبیعت بن جاتی ہے اسی کو ولایت اور وصول الی اللہ کہتے ہیں یہاں تک سیر الی اللہ شمار ہوتی ہے پھر اسی طرح مزید ترقی کرتے رہنے کو اکابر کی اصطلاح میں سیر فی اللہ کہتے ہیں اس کی کوئی حد نہیں۔

اے برادر بے نہایت در گہیست
ہرچہ بروے مے رسی بروے مایست

باب فی الامل وطولہ

غرض لمبی امیدوں کی مذمت ہے لیکن علماء اس سے مستثنیٰ ہیں جبکہ وہ دینی ترقی میں لمبی امیدیں لگائیں قال ابن الجوزی

امال الرجال لھم تفضوح (ای ذلۃ)
سوی امل المصنف ذی العلوم

پھر امل اور تمنی میں یہ فرق ہے کہ الامل ما تقدم لہ سبب والتمنی بخلافہ۔

وھذہ الخطط الصغار الاعراض:۔ ان اعراض سے مراد آفات ہیں۔ **نھشہ ھذا:۔** نھش کے معنی ہیں اخذ شی بمقدم الاسنان۔ **اذ جاءہ الخط الاقرب:۔** اس سے مراد موت ہے۔

باب من بلغ ستین سنہ فقد اعذر اللہ الیہ فی العمر

غرض لمبی عمر اور اس کے احکام کا بیان ہے۔ اعذرہ میں ہمزہ

سلب ماخذ کے لئے ہے کہ جب انسان ساٹھ سال کا ہو جاتا ہے تو اس کا یہ عذر بھی ختم ہو جاتا ہے کہ مجھے لمبی عمر کیوں نہ دی اس لئے اس عمر میں ضرور توبہ اور طاعت میں لگ جانا چاہئے۔

باب العمل الذی یبتغی به وجه الله تعالیٰ

غرض اخلاص کی اہمیت ہے۔ **فیه سعد**: اس سے مراد حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں اور یہ روایت کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے اس میں حضرت سعد بن خولہ پر اظہار شفقت ہے کہ وہ اگرچہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر چکے تھے لیکن انتقال مکہ مکرمہ ہی میں ہوا۔

باب مایحذر من زهرة الدنیا والتنافس فیها

غرض دنیا کے شوق اور دنیا کی حرص سے بچنے کا شوق دلانا ہے لقد حمدنا کتاب الزکوۃ میں یہی روایت ہے اس میں ہے کہ ہم نے اس کی مذمت کی کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے خصوصی خطاب نہ فرمایا تو آپ نے یہ سوال کیوں کیا۔ اب جبکہ وحی نازل ہوئی تو ہم نے حمد کی کہ اس کی وجہ سے ہمیں بھی فائدہ ہو گیا۔

طلع ذلک: یہ بات ظاہر ہوگئی اور وحی سے یہ مسئلہ واضح کر دیا گیا۔ حبطا پیٹ پھولنے سے مرنا۔ **او یلم**: مرنے کے قریب کرنا۔ **فاجترت**: اونٹ کی گردن کے پاس جو خزانہ پانی اور کھانے کا ہوتا ہے وہاں سے کھینچے اور پھر چبائے اور کھائے اس خزانہ کو کرش کہتے ہیں۔ **ینذرون ولا یفون**: نذر مانیں گے اور پوری نہ کریں گے۔

باب قول الله تعالیٰ یا یها الناس ان وعدالله حق فلا تغرنکم الحیوة الدنیا

غرض یہ ہے کہ دنیا اور شیطان کے دھوکے سے بچ کر رہے۔

لا تغتروا: ا۔ دھوکے میں نہ آجانا کہ چلو گناہ کر لیتے ہیں نیکی سے معاف تو ہو ہی جائیں گے۔ ا۔ کیونکہ بار بار کرنے سے صغیرہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے اور کبیرہ صرف وضو سے معاف نہیں ہوتا بلکہ توبہ کرنی پڑتی ہے۔ ۲۔ دھوکے میں نہ آنا کیونکہ صغیرہ بھی صلوٰۃ مقبولہ سے معاف ہوتا ہے اور نماز کے مقبول ہونے کا ہمیں پتہ نہیں چلتا اس لئے صغیرہ گناہ سے بھی بچا کرو۔ ۳۔ دیکھنا کبیرہ گناہ نہ کرنا وہ وضو سے معاف نہیں ہوتا دھوکے میں نہ رہنا۔ **علی**

المقاعد: یہ مقاعد مدینہ منورہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ **ذهاب الصالحین**: غرض یہ بتلاتا ہے کہ صالحین کا جانا قرب قیامت کی علامت ہے اس لئے ہمیں قیامت کی تیاری کرنی چاہیے یعنی توبہ کرنی چاہیے۔ **کحفالة الشعیر**: برتن میں پیچھے رہ جانے والا گھٹیا حصہ جس کو تلچھٹ کہتے ہیں۔

باب ما یتقی من فتنه المال

مال کی وجہ سے گناہ کرنے سے بچنا ضروری ہے یہ بتلانا مقصود ہے۔ **فلا ادری من القران هوام لا**: مجھے معلوم نہیں کہ منسوخ التلاوت ہے یا حدیث قدسی ہے **کنا نری هذامن القران حتی نزلت الهکم التکاثر**:

ا۔ الھکم التکاثر سے یہ مذکورہ آیتیں منسوخ التلاوت ہو گئیں ۲۔ جب یہ سورۃ نازل ہوئی الھکم التکاثر تو ہمیں پتہ چلا کہ ولن یملا فاہ الا التراب والے کلمات قرآن نہیں ہے بلکہ قرآن پاک میں یہی مضمون جو الھکم التکاثر کے کلمات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

باب قول النبی صلی الله علیه وسلم هذا المال خضرة حلوة :.

غرض یہ بتلانا ہے کہ اگر شرعی احکام کا لحاظ نہ کیا جائے تو زیادہ مال ہلاکت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ **الید العلیا**: ا۔ عفیف۔ ۲۔ دینے والا۔

باب ماقدم من ماله فهوله

غرض صدقہ کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب المکثرون هم المقلون

غرض یہ ہے کہ زیادہ مال والے اگر نیکی میں مال خرچ نہ کریں گے تو وہ آخرت میں غریب ہوں گے۔ **فنفح**: اس کے معنی ہیں دیا اور خرچ کیا۔ **قال ابو عبدالله حدیث ابی صالح عن ابی الدرداء مرسل لا یصح**: امام بخاری فرما رہے ہیں کہ ابو درداء والی روایت ہم نے صرف اس لئے ذکر کی ہے کہ یہ بھی منقول ہے یہ مقصد نہیں ہے کہ یہ صحیح ہے ہماری تحقیق یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ ذکر یہاں ہی کی ہے ان الفاظ میں حدیث ابی صالح عن ابی الدرداء مرسل۔ پوری سند اور پوری حدیث نقل نہیں

کی۔ **وقال اضربوا علی حدیث ابی الدرداء هذا:** اس کا مطلب یہی ہے کہ اس حدیث کے نقل کرنے والے اس قابل ہیں کہ ان کو مارا جائے یعنی یہ حدیث معتبر نہیں ہے پھر یہاں ھذا کے بعد تین نسخے ہیں۔ ۱۔ اذا مات قال لا الہ الا اللہ عند الموت۔ ۲۔ اذا تاب وقال لا الہ الا اللہ عند الموت۔ ۳۔ اذا تاب اوقال لا الہ الا اللہ عند الموت ان تینوں میں سے ہر ایک کی دو توجیہیں ہیں۔ ۱۔ توبہ کرے پھر موت سے پہلے کلمہ شریف پڑھ لے تو وہ جنتی ہے اگر چہ اسلام کے بعد چوری یا زنا یا اور کوئی کبیرہ گناہ کر چکا ہو۔ ۲۔ ایمان لانے سے پہلے ایسے گناہ کئے ہوں پھر موت سے ذرا پہلے ایمان لے آئے تو اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے اور جنت میں چلا جائے گا پھر ان تینوں نسخوں کی جگہ عینی میں حضرت ابو الدرداء کے الفاظ موقوفاً یوں ہیں من مات لا یشرک باللہ شیئاً فی حق من قال لا الہ الا اللہ عند الموت پھر ان تینوں نسخوں اور دونوں توجیہوں کا تعلق موقوف روایت سے ہے اور اس کو بھی امام بخاری نے ضعیف قرار دیا ہے اس سے پہلے دو مرفوع روایتوں کو بھی امام بخاری نے ضعیف قرار دیا۔ ۱۔ عن ابی صالح عن ابی الدرداء یہ روایت مسلم میں ہے۔ ۲۔ عن عطاء بن یسار عن ابی الدرداء یہ روایت طبرانی میں ہے ان دونوں مرفوع روایتوں کا مضمون تقریباً اسی قسم کا ہے جیسا امام بخاری نے مسنداً ابھی حضرت ابوذر سے نقل فرمایا ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما احب ان لی مثل احد

غرض یہ ہے کہ کثرت مال صرف صدقہ کی صورت میں ہی مفید ہوتی ہے۔

باب الغنی غنی النفس

غرض یہ ہے کہ اصل امیری دل کی امیری ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا پر حرص نہ کرے یہ حرص نہ کرنا ہی حقیقی خزانہ ہے امام بخاری یہاں ایحسبون سے ھم لھا عاملون تک اٹھارویں پارہ سورہ مومنون کے چوتھے رکوع کی ۹ آیتیں نقل فرما رہے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ مال خود خیر نہیں ہے بلکہ یہ خیر اسی وقت بنتا ہے جبکہ نیک کاموں میں خرچ کیا جائے۔

باب فضل الفقر

غرض اس غریبی کی فضیلت بیان کرنی ہے جس پر وہ غریب راضی اور صابر رہے بلکہ نعمت فقر پر شاکر رہے پھر اس میں علماء نے کلام کی ہے غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر دونوں طرف علماء گئے ہیں محققین کے نزدیک راجح فقیر صابر ہے۔

رفی: وہ چوڑی لکڑی جس کے دو کنارے دیوار میں ہوں۔

باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وتخلیھم من الدنیا

غرض ان حضرات کے زہد کا بیان ہے۔ **ورق الحبلہ:** سلم کے پتے۔ **کما تضع شاۃ مالہ خلط:** مینگنیاں جو ایک دوسرے سے جڑی ہوئی نہ ہوں بلکہ خشک ہوں۔

باب القصد والمداومہ علی العمل

غرض یہ ہے کہ دوام صرف اعتدال سے حاصل ہوتا ہے۔ **واعلموا انہ لن یدخل احدکم عملہ الجنہ:** سوال۔ یہ حدیث تو بظاہر اس آیت کے خلاف ہے تلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون۔ جواب۔ ۱۔ آیت میں سببیہ عادیہ کا ذکر ہے اور حدیث پاک میں سببیت حقیقیہ کی نفی ہے گویا عمل شرط ہے سبب نہیں جیسے وضو شرط صلوۃ ہے اور علت رکوع سجدہ ہیں۔ ۲۔ آیت میں باء الصاق کے لئے ہے سببیت کے لئے نہیں ہے۔ ۳۔ آیت میں باء مقابلہ کے لئے ہے سبب بتانے کے لئے نہیں ہے۔ ۴۔ جنت کا کچھ حصہ عمل کی وجہ سے ہوگا اور کچھ محض فضل کی وجہ سے ہوگا۔ ۵۔ نفس دخول فضل کی وجہ سے ہوگا اور منازل عمل کی برکت سے ہوں گے۔

باب الرجاء مع الخوف

غرض یہ ہے کہ امید اور خوف دونوں ضروری ہیں کیونکہ کبھی اکیلی امید شیطان کے مکر کا سبب بن جاتی ہے کہ وہ غفور رحیم ہیں۔ جتنے مرضی گناہ کرلو وہ معاف فرما دیں گے اور کبھی اکیلا خوف مایوسی تک پہنچا دیتا ہے کہ بخشش کی کوئی امید نہیں رہتی۔

غافل مرو کہ مرکب مردان مرد را　در سنگلاخ وادئے پیہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ خوار　ناگاہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

الایمان بین الخوف والرجاء

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ اپنے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی سے عرض کیا کہ حضرت بہت ڈر لگتا ہے کوئی ایسا علاج فرماویں کہ ڈر نہ رہے فرمایا کیا کافر بننا چاہتے ہو۔

باب الصبر عن محارم اللہ

غرض صبر کی اس قسم کی فضیلت بیان فرمانا ہے۔

باب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ

غرض توکل کی فضیلت کا بیان ہے اور اس کے معنی ہیں کہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے جو کہ مسبب الاسباب ہیں اور نظر اسباب پر نہ رکھے اور اسباب کا چھوڑنا توکل کے لئے ضروری نہیں ہے۔

باب مایکرہ من قیل وقال

غرض بلا ضرورت کثرت کلام کی کراہت کا بیان ہے پھر لفظ قیل وقال۔ ا۔ فعل ہیں مراد حکایت ہے لوگوں کے اقوال کی۔ ۲۔ مصدر ہیں اور تنوین کے ساتھ پڑھے جائیں گے۔

باب حفظ اللسان

غرض یہ ہے کہ گناہوں سے زبان کو بچانا واجب ہے مرفوعاً وارد ہے ھل یکب الناس فی النار الا حصائد السنتھم قال الشافعی ؂

احفظ لسانک ایھا الانسان + لا یلدغنک انہ ثعبان

لا یلقی لھا بالاً: دل کو اس پر نہیں ڈالتا یعنی دل کی پوری توجہ نہیں ہوتی لاپرواہی سے کہہ دیتا ہے۔ بال کے معنی دل کے ہیں۔

باب البکاء من خشیۃ اللہ

غرض حق تعالیٰ کے خوف سے رونے کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب الخوف من اللہ

غرض یہ بتلانا ہے کہ خوف لوازم ایمان سے ہے وخافون ان کنتم مومنین۔ **فما تلافاہ ان رحمہ اللہ:** ا۔ ما موصولہ ہے اور ان مصدریہ ہے الذی تدارکہ ہو رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ ۲۔ ما نافیہ ہے اور حرف استثناء محذوف ہے ماتدارکہ الا ان رحمہ اللہ تعالیٰ۔

باب الانتہاء عن المعاصی

غرض یہ بتلانا ہے کہ اپنے آپ کو گناہوں سے روکنا واجب ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا

غرض اس حدیث پاک کا بیان ہے۔

باب حجبت النار بالشھوات

غرض گذشتہ باب کی طرح۔

باب الجنہ اقرب الی احدکم من شراک نعلہ والنار مثل ذلک

غرض یہ ہے کہ جنت اور دوزخ کو قریب سمجھو تاکہ احتیاط کرسکو۔

باب لینظر الی من ھو اسفل منہ ولا ینظر الی من ھو فوقہ

غرض یہ ہے کہ دنیا کے مال وجاہ میں اپنے سے چھوٹے کو دیکھے تاکہ شکر کرے اور آخرت میں اپنے سے اونچے کو دیکھے تاکہ ترقی میں کوشش کرے۔

باب من ھم بحسنہ او بسیئہ

ان دونوں کا حکم بتلانا مقصود ہے۔ سوال فرشتہ کو دل کے ارادہ کا پتہ کیسے چلتا ہے۔ ا۔ اللہ تعالیٰ بتلا دیتے ہیں۔ ۲۔ دل پر کوئی علامت لگ جاتی ہے۔ ۳۔ اچھی یا بری بو دل سے فرشتے کو محسوس ہوتی ہے۔

باب ما یتقی من محقرات الذنوب

غرض یہ بتلانا ہے کہ چھوٹے گناہوں سے بچنا بھی واجب ہے۔

باب الاعمال بالخواتیم وما یخاف منھا

غرض یہ ہے کہ ہمیشہ اعمال احتیاط سے کرتا رہے اور برے خاتمہ سے ڈرتا رہے۔

باب العزلۃ من خلاط السوء

غرض یہ بتلانا ہے کہ بری صحبت سے خلوت بہتر ہے۔

باب رفع الامانہ

غرض یہ بتلانا ہے کہ قرب قیامت میں امانت کیسے اٹھالی جائے گی پھر امانت لیا ہے۔ ا۔ خیانت کی ضد یعنی عملی کوتاہی کہ کسی چیز کی دھوکہ دے کر اس سے نہ چھپانا۔ ۲۔ مکلف ہونا احکام شرعیہ کا۔ ۳۔ ایمان۔

انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال ۔۳۔ استعداد حق قبول کرنے کی جو کہ بیج کی طرح ہے اور قرآن وحدیث بارش کی طرح ہیں۔ **اثر الوکت** :آگ کا اثر۔ **المجل** :. چھالا۔ **فقط فتراه منتبرا** :. چھالا بن گیا پس تو دیکھتا ہے اٹھا ہوا۔

باب الریاء والسمعه

دونوں کی مذمت مقصود ہے۔

باب فضل من جاهد نفسه فی طاعة الله

غرض نفس کی مخالفت کا بیان ہے حدیث پاک میں ہے المجاهد من جاهد نفسه۔ **باب التواضع** غرض تواضع کی فضیلت کا بیان ہے۔ **علی قعوده** :. اپنے جوان اونٹ پر۔ **ان حقا علی الله ان لا یرفع شیئا من الدنیا الا وضعه** :. غرض یہ ہے کہ دنیا قابل اعتماد نہیں ہے دھوکے کی چیز ہے۔ **وما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیه** :. فرضوں سے زیادہ قرب کیوں ملتا ہے۔ ا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انکار کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ ضروری ہونا ہی علامت ہے اس کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہیں اس لئے ان کا کرنے والا پسندیدہ بن جائے گا۔ ۲۔ نفل فرض کا ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے جس کو آج کل ۷۰/۱ کہتے ہیں اس لئے اس سے قرب بھی ۷۰/۱ ہی ملے گا۔ ۳۔ فرض بنیاد اور تنے کی طرح ہے اور نفل عمارت اور شاخوں کی طرح ہے اس لئے فرض کی اہمیت زیادہ ہے اور اسی لئے اس سے قرب بھی زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ ۴۔ فرض میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پابندی اور اطاعت ہے اس لئے اس پر عمل کرنے والا فرمانبردار بن جاتا ہے۔ **کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به** :. ا۔ وہی سنتا اور دیکھتا ہے اور کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتا ہے۔ ۲۔ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی امداد فرماتے ہیں۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کے انوار کی برکت اس کے اعضاء میں جاری ہوتی ہے ومارمیت اذرمیت ولکن الله رمی۔ ۴۔ سمع بمعنی مسموع ہے اور بصر بمعنی مبصر ہے یعنی صرف میری کلام ہی سنتا ہے اور صرف میری پسندیدہ چیز ہی کو دیکھتا ہے اور میری پسندیدہ چیز ہی پر ہاتھ ڈالتا ہے اور میری پسندیدہ منزل ہی کی طرف چلتا ہے۔ ۵۔ کلام علی حذف المضاف ہے اکون حافظ سمعه وبصره ویده ورجله۔ میں اس کے ہاتھ پاؤں کی گناہوں سے حفاظت کرتا ہوں۔ ۶۔ اس کے ہاتھ پاؤں کان آنکھ شجرہ طور کی طرح ہو جاتے ہیں اور میرے کمالات اور احکام کا مظہر بن جاتے ہیں اور وہ میری مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ **وان سالنی لا عطینه** :. یعنی وہ مستجاب الدعوات بن جاتا ہے۔ **ترددی عن نفس المومن** :. سوال۔ تردد تو شک کو کہتے ہیں کہ میں یہ کام کروں یا نہ کروں اس کی وجہ تو علم کی کمی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہیں۔ جواب۔ ا۔ یہاں مراد تعارض جہات ہے کہ دونوں سبب جمع ہو جاتے ہیں جان نکالنی چاہیے یا نہ نکالنی چاہیے۔ حق تعالیٰ تو جانتے ہی ہیں کہ دونوں میں سے کیا بہتر ہے۔ ۲۔ موت کے فرشتہ کو تردد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم چاہتا ہے کہ جان نکال لوں مومن مرنا پسند نہیں کر رہا یہ چاہتا ہے جان نہ نکالوں۔ اللہ تعالیٰ کا تردد مراد نہیں ہے۔ اپنے وکیل (ملک الموت) کے تردد کو مجازاً اپنا تردد قرار دیا۔

باب قول النبی صلی الله علیه وسلم بعثت انا والساعه کهاتین :.

غرض قیامت کے قرب کو بیان فرمانا ہے تاکہ احتیاط سے تیاری کی جائے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قیامت کے قریب ہونے کی پہلی نشانی ہے کیونکہ درمیان میں کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے۔ **فیمدهما** :. دونوں انگلیوں کو خوب کھول دیا۔

باب :. یہ باب گذشتہ باب کا تتمہ ہے۔

باب من احب لقاء الله احب الله لقاه

غرض اس حدیث پاک اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔

باب سکرات الموت

غرض موت کی سختیوں کا بیان ہے۔ **رکوة** : چمڑے کا چھوٹا برتن۔ **علبه** لکڑی کا چھوٹا برتن۔ **افضوا** : وصلوا پہنچ گئے۔

باب نفخ الصور

غرض صور میں پھونک ڈالنے کا اور صور کے بجنے کا بیان ہے پھر اس میں اختلاف ہوا کہ نفخ صور دو دفعہ ہوگا یا تین دفعہ بعض تین

دفعہ کے قائل ہوئے۔ ا۔ فزع کے لئے کہ صور پھونکنے سے جو زندہ ہوں گے وہ بھی اور وفات پانے والوں کی روحیں بھی گھبرا جائیں گی۔ ۲۔ صعق یعنی بے ہوشی کے لئے کہ جو وفات پاچکے ہیں وہ بے ہوش ہوجائیں گے یا دوبارہ فوت ہوجائیں گے البتہ انبیاء علیہم السلام صرف بے ہوش ہوں گے اور جو زندہ ہوں گے وہ فوت ہو جائیں گے۔ ۳۔ بعث اٹھنے کے لئے لیکن راجح یہ ہے کہ دو دفعہ ہی نفخ صور ہوگا۔ ا۔ پہلے نفخ صور سے پہلے گھبراہٹ ہوگی پھر بے ہوشی یا موت ہوگی۔ ۲۔ دوسرے سے بعث یعنی اٹھنا ہوگا۔

باب یقبض اللہ الارض یو م القیامہ:۔

غرض یہ بتلانا ہے کہ زمین قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہوگی پھر امام بخاری نے قبض الارض کا ذکر نفخ صور کے ساتھ اس لئے کیا ہے کہ قرآن پاک میں سورہ زمر میں ان دونوں چیزوں کا ذکر اکٹھا ہے پھر قبض الارض کے معنی کیا ہیں۔ ا۔ اظہار قدرت کہ اس دن زمین پر اللہ تعالیٰ کی قدرت پوری پوری سب پر ظاہر ہوجائے گی۔ ۲۔ یہ کنایہ ہے فنا ارض سے کہ زمین کچھ دیر کے لئے بالکل فنا کر دی جائے گی۔

باب کیف الحشر

غرض حشر کی کیفیت کا بیان ہے خود حشر تو قطعی ہے البتہ اس کی کیفیت میں دو قول ہیں۔ ا۔ ایجاد معدوم۔ ۲۔ اجزاء متفرقہ کو جمع فرمانا اور قرآن وحدیث میں ان دونوں کا احتمال موجود ہے۔

ویحشر بقیتھم النار:۔ اس حدیث کے مصداق میں دو قول ہیں۔ ا۔ نفخہ اولی سے پہلے ایسا ہوگا اور آگ دنیا کی ہوگی۔ ۲۔ نفخہ ثانیہ کے بعد ایسا ہوگا اور آگ آخرت کی ہوگی۔

باب قول اللہ عزوجل ان زلزلہ الساعہ شئ عظیم

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ الا یظن اولئک انھم مبعوثون لیوم عظیم

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔

باب القصاص یوم القیامہ

غرض قیامت کے دن بدلہ کیسے دیا جائے گا اس کا بیان ہے۔

باب من نو قش الحساب عذب

غرض اس مناقشہ کا بیان ہے جو حدیث پاک میں مذکور ہے یعنی محاسبہ میں انتہاء کو پہنچنا اس کے مقابلہ میں عرض ہے یعنی اعمال ظاہر فرمائیں گے پھر بخشش ہوجائے گی۔ **واشاخ:۔** منہ پھیرا اور اعرض پر عطف تفسیری ہے۔

باب یدخل الجنہ سبعون الفا بغیر حساب

ربط اور غرض یہ ہے کہ پہلے مناقشہ اور حساب یسیر کا ذکر تھا اب دونوں قسم کے لوگوں سے اونچے حضرات کا ذکر ہے کہ کچھ بغیر حساب بھی جنت میں جائیں گے۔

باب صفہ الجنہ والنار

غرض جنت اور دوزخ کے کچھ حالات کا بیان ہے۔ سوال۔ کتاب بدء الخلق میں دونوں کا ذکر دو بابوں میں گزر چکا ہے پھر دوبارہ کیوں بیان کیا ہے۔ سوال۔ کتاب بدء الخلق میں دونوں کا ذکر دو بابوں میں گذر چکا ہے پھر دوبارہ کیوں بیان کیا فرمایا۔ جواب وہاں یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور دونوں پیدا کی جاچکی ہیں اب یہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ دار ثواب اور دار عقاب ہیں اس لئے ہمیں گناہوں سے بچنا چاہیے اور نیکی کرنی چاہیے۔ **جی بالموت:۔** سورہ مریم کی تفسیر میں ایک روایت میں یوں گزر چکا ہے یؤتی بالموت کھیئۃ کبش املح اور امام مقاتل اور امام کلبی نے خلق الموت والحیوۃ کی تفسیر میں فرمایا ہے خلق الموت فی صورۃ کبش لایمر علی احد الا مات وخلق الحیوۃ علی صورۃ فرس لایمر علی شئ الا حی پھر قیامت میں چونکہ معانی اجسام کی شکل میں ظاہر ہوں گے اس لئے موت دنبے کی شکل میں ظاہر ہوگی پھر ذبح کرنے والے کون ہوں گی۔ ا۔ یحیی بن زکریا علیہما السلام وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موت کو ذبح کردیں گے۔ ۲۔ حضرت جبریل علیہ السلام ذبح فرمائیں گے پھر ذبح کی جگہ جنت کا دروازہ ہوگی پھر دنبہ کی شکل میں موت کا آنا اس طرف اشارہ

ہوگا کہ جیسے اسماعیل علیہ السلام کی جگہ دنبہ کا فدیہ دیا گیا اسی طرح سب اہل جنت داہل نار کی طرف سے فدیہ دے دیا گیا اب ان پر موت نہ آئے گی پھر ذبح کے بعد اللہ تعالی دونوں جماعتوں کے دلوں میں خلود ڈال دیں گے اور ابن تیمیہ اور ابن قیم اس کے قائل ہوئے کہ دوزخ کا عذاب ختم ہو جائے گا عقلی دلیلوں کو دیکھا اور جہم بن صفوان اور ابو ھذیل اور بعض شیعہ کا اس مسئلہ میں اتباع کیا لیکن یہ عقیدہ بالکل مردود ہے علامہ سبکی کبیر جن کی وفات ۶۸۳ھ میں ہوئی انہوں نے اس عقیدہ کا رد کیا ہے ایک رسالہ میں جس کا نام ہے الاعتبار ببقاء الجنۃ والنار اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ دوزخ کے خلود کا منکر بالاجماع کافر ہے۔ اس رسالہ میں ۳۲ آیتیں نقل فرمائیں ہیں جن میں جہنم کے خلود کی تصریح ہے اور تین میں ساتھ ابداً بھی ہے اور اس کے علاوہ بہت سی آیتوں میں معنی خلود کے موجود ہیں اور اس معنی میں احادیث بھی بہت ہیں اور ۳۸ آیات ہیں جن میں صراحۃً خلود جنت ہے اور ان میں سے سات میں ساتھ ابداً بھی ہے اور تیس سے زائد آیتیں ایسی ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ اہل جنت کو جنت سے نکالا نہ جائے گا پھر ابن تیمیہ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ عقلی احتمال تین ہیں۔ ا۔ جنت اور دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گے اور اس کا کوئی بھی قائل نہ ہوا۔ ۲۔ دوزخ فنا ہو جائے گی یہ سلف کا قول ہے۔ ۳۔ کوئی بھی فنا نہ ہو۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ دوسرا قول جو ابن تیمیہ نے قول سلف قرار دیا ہے یہ بالکل باطل ہے سلف صالحین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہوا۔ پھر ابن تیمیہ اور ابن قیم کے اوہام کے ازالہ کے لئے یہاں چھ سوال جواب مختصراً ذکر کئے جاتے ہیں۔ سوال۔ لا بثین فیھا احقابا اس میں احقاب حقب کی جمع ہے جس کے معنی ۸۰ سال کے ہیں۔ جنت میں چند حقب ٹھہریں گے تو یہ متناہی زمانہ ہوا۔ جواب۔ معنی یہ ہیں کہ جب ایک حقب ختم ہوگا تو دوسرا حقب شروع ہوگا اور کبھی اختتام نہ ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ جب یہاں نہ قید احقاب کے ساتھ متناہی کی ہے نہ ہی غیر متناہی کی ہے تو لامحالہ وہی معنی ہوں گے جو دوسری نصوص سے ثابت ہیں کیونکہ یہ آیت تناہی وعدم تناہی سے ساکت ہے باقی نصوص ناطق ہیں اور ناطق کو ساکت پر ترجیح ہوتی ہے۔ سوال۔ پارہ ۸ رکوع ۲ قال النار مثوی لکم خالدین فیھا الا ماشاء اللہ اسی طرح پارہ ۱۲ رکوع ۹ خالدین فیھا مادامت السموات والارض الا ماشاء ربک دو مرتبہ ہے ان آیتوں میں خلود سے استثناء ہے اس لئے خلود ضروری نہ رہا جواب۔ ا۔ استثناء کا تعلق میدان قیامت میں کھڑے ہونے سے ہے جنت اور دوزخ سے نہیں تاکہ نصوص میں تعارض لازم نہ آئے۔ ۲۔ استثناء کا تعلق قبر میں رہنے سے ہے۔ ۳۔ استثناء اللہ تعالی کی مشیت کے ساتھ معلق ہے مگر یہ کہ وہ چاہیں اس لئے اس استثناء سے تو خلود اور پختہ ہو گیا جیسے کوئی کہے میں تجھے ضرور ماروں گا مگر یہ کہ میری رائے یہ نہ ہو اور اس کی رائے مارنے کی ہی ہے تو جیسے اس میں مارنے کا مبالغہ ہے اسی طرح ان آیتوں میں خلود کا مبالغہ ہے اور اس کی تائید ان کلمات سے بھی ہوتی ہے عطاء غیر مجذوذ۔ ۴۔ معنی یہ ہیں کہ باوجود خلود کے ہماری مشیت باقی ہے ہم قادر پھر بھی ہیں نکالنے پر جیسے ارشاد ہے ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک۔ ۵۔ فاما الذین شقوا میں گنہگار مومن بھی داخل ہیں استثناء کی وجہ سے صرف وہ خارج ہوں گے۔ سوال۔ عن عبداللہ بن عمرو مرفوعا لیاتین علی جھنم یوم تصفق فیہ ابوابھا لیس فیھا احد جواب۔ ا۔ روح المعانی میں ہے کہ ابن الجوزی نے اس کو صراحۃً موضوع قرار دیا ہے۔ ۲۔ موحدین سے جہنم خالی ہو جائے گی اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اسی روایت کے ایک طریق میں یہ بھی ہے کانھا ابواب الموحدین۔ سوال۔ عذاب دینا تو اللہ تعالی کے صفات میں سے نہیں ہے صرف ایک فعل ہے اور فعل کے لئے دوام ضروری نہیں۔ اس لئے خلود فی العذاب ضروری نہیں۔ جواب۔ اللہ تعالی کی صفات میں شدید العذاب۔ الجبار۔ القہار۔ المذل۔ المنتقم بھی تو ہیں جو دوام کا تقاضی کرتی ہیں۔ ۲۔ یہ سوال تو اس پر مبنی ہے کہ ہر فعل اور ہر صفت کے لئے مخلوق ضروری ہے اس سے تو لازم آتا ہے کہ عالم قدیم ہو جاتے کیونکہ قدرت کے لئے بھی پھر مخلوق کی ضرورت ہوگی اور عالم کا قدیم ہونا باطل ہے۔ سوال۔ ورحمتی وسعت کل شیء اور اگر دوزخ کا خلود مانا جائے گا تو یہ لازم آئے گا کہ لم یشمل الرحمۃ شیئا اور یہ آیت مذکورہ کے خلاف ہے۔ جواب۔ آپ کا یہ قول ہے لم یشمل الرحمۃ شیئا ہم پوچھتے ہیں کہ اس سے مراد اگر سالبہ کلیہ ہے تو یہ غلط ہے

کیونکہ اہل جنت موجود ہوں گے۔ ان کو رحمت شامل ہوگی تو یہ کہنا غلط ہے کہ رحمت کسی چیز کو شامل نہ رہے گی اور اگر آپ کی مراد سالبہ جزئیہ ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہوں گی جن کو رحمت شامل نہ ہوگی تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اہل جہنم کو خلود کی صورت میں بھی رحمت شامل ہوگی۔ کیونکہ جتنا عذاب ان کو ہو رہا ہوگا حق تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ پر قادر ہیں یہ زیادہ نہ دینا بھی تو رحمت ہے خلاصہ یہ نکلا کہ **ورحمتي وسعت كل شيء** بطور موجبہ کلیہ کے صحیح ہے اس کے خلاف آپ کا نہ سالبہ کلیہ ٹھیک ہے نہ سالبہ جزئیہ۔ سوال۔ جب وہ آخرت میں مسلمان ہو چکے ہوں گے تو مسلمان ہمیشہ دوزخ میں کیسے رہ سکتا ہے۔ جواب۔ اس پر اجماع ہے کہ مرنے کے بعد ایمان معتبر نہیں ہوتا۔ سوال۔ جب ان کو ہمیشہ کا عذاب ہی دینا ہے تو ان کو پیدا کرنا ہی مناسب نہ تھا حکمت کے خلاف تھا۔ جواب۔ حکمت اس میں اظہار قدرت ہے۔ **لايدخل اولهم حتى يدخل اخرهم:** یعنی ایک صف کی شکل میں وسیع دروازے سے داخل ہوں گے۔ **الغارب في الافق الشرقي والغربي:** فی کا متعلق محذوف ہے ای الواقع فی الافق الشرقی غرض یہ ہے کہ باوجود دوری کے چمکتے ہوئے نظر آئیں گے الضغابیس چھوٹی لکڑیاں۔ **قد امتحشوا:** جل گئے ہوں گے۔ **القمقم:** تانبے وغیرہ کی دیگچی۔ **فاشاح:** پھیر لیا۔ **ضحضاح:** ہلکا حصہ۔ **ثم اشفع:** یعنی پہلے میں شفاعت کبریٰ کروں گا پھر شفاعت صغریٰ کروں گا۔ **فيحدلي حداً:** دو معنی کئے گئے۔ ا۔ پہلے مثلاً تارکین جماعت کو نکالو پھر تارکین صلوٰۃ کو نکالو پھر شرابیوں کو پھر زانیوں کو۔ ۲۔ پہلے عالی اعمال والوں کو جنت میں داخل کرو پھر ان سے کم پھر ان سے کم۔

باب الصراط جسر جهنم

پل صراط کا ذکر مقصود ہے۔ **انت ربنا:** ا۔ پہلے حق تعالیٰ ایسی شکل میں ظاہر ہوں گے جس کو مسلمان نہ پہچانیں گے پھر ایسی شکل میں کہ پہچان لیں گے یہ امتحان ہوگا اور جنت میں زیارت انعام واکرام ہوگا اور میدان حشر میں کچھ نہ کچھ امتحان ہوگا۔ جنت یا دوزخ میں جانے کے بعد امتحان بالکل ختم ہو جائے گا۔ ۲۔ حشر میں پہلی زیارت منافقوں کو الگ کرنے کے لئے ہوگی جب وہ چلے جائیں گے تو پھر واضح زیارت ہوگی اور مومنین کا کہنا انت ربنا تو اس پہچان لینے کی وجہ کیا ہوگی۔ ا۔ اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیں گے۔ ۲۔ انبیاء علیہم السلام کی اعانت سے۔ ۳۔ علم بدیہی کی وجہ سے۔

كتاب الحوض: تقدیر عبارت یوں ہے کتاب فیہ ذکر الحوض۔ غرض حوض کا ذکر ہے پھر حوض پر آنا کب ہوگا۔ ا۔ پل صراط پر سے گزرنے سے پہلے۔ ۲۔ پل صراط پر سے گزرنے کے بعد۔ ۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دو حوض ہوں گے ایک پر آنا پل صراط پر سے گزرنے سے پہلے ہوگا۔ دوسرے پر بعد میں۔ ۴۔ بعض کو پل صراط پر سے گزرنے سے پہلے پانی پلائیں گے اور بعض کو گزرنے کے بعد پھر ترمذی شریف میں یوں وارد ہوا ہے۔ ان لکل نبی حوضا وھو قائم علی حوضه بيده عصاً يدعو من عرف من امته الا وانهم يتباهون ايهم اكثر تبعا واني لارجو ان اكون اكثرهم تبعاً۔

باب قول الله انا اعطيناك الكوثر

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔ کوثر کے مصداق میں مختلف قول ہیں۔ ا۔ جنت میں نہر ہے۔ ۲۔ خیر کثیر اور اس میں نبوۃ اور قرآن وغیرہ داخل ہیں۔ ۳۔ خیر کثیر اور جنت میں جو نہر ہے وہ بھی اس میں داخل ہے اور یہ تیسرا قول امام بخاری نے اس باب میں حضرت سعید بن جبیر سے صراحۃً نقل فرمایا ہے۔ **وكيزانه:** یہ کوز کی جمع ہے جس کے معنی صراحی کے ہیں۔ **مسك اذفر:** مشک تیز خوشبو والی۔ **فيحلئون:** روکے جائیں گے۔ **فيجلون:** ہٹائے جائیں گے۔ **فلااراه يخلص منهم الامثل همل النعم:** اس عبارت میں جو ہمل کا لفظ ہے اس کے معنی وہ چارہ ہے جو جانوروں کے چرنے کے بعد تھوڑا سا بچ جاتا ہے اور ضائع ہو جاتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ بہت تھوڑے سے ان میں سے آگ سے بچ جائیں گے اس سے معلوم ہوا کہ بعض مرتد ہونے والوں میں سے دوبارہ توبہ کر کے مومن ہو گئے البتہ ارتداد کی وجہ سے صحابی ہونے کی دولت ختم ہو گئی۔ **مابين بيتي ومنبري روضه من رياض الجنه:** ا۔ یہ ٹکڑا جنت

سے ہی آیا اور جنت ہی کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔۲۔اس حصہ میں عبادت کرنا دخول جنت کا سبب ہے۔۳۔اس حصہ کو ایسی ہی بلندی حاصل ہے جیسی کہ جنت کے حصوں کو حاصل ہے۔ **ومنبری علی حوضی**:۔ ا۔یہی مسجد نبوی والی منبر حوض کوثر تک پہنچادی جائے گی۔۲۔منبر کے پاس عبادت کرنا حوض کوثر سے سیراب ہونے کا سبب ہے۔۳۔تشبیہ دینی مقصود ہے کہ اس منبر کے پاس فائدہ حاصل کرنا ایسا ہی مفید ہے جیسے حوض کوثر پر سیراب ہونا مفید ہے۔ **تری فیه الآنیه مثل الکواکب**:۔ یہ الفاظ مستورد صحابی مرفوعاً نقل کر رہے ہیں اور حضرت حارثہ صحابی کو جتلا رہے ہیں کہ یہ الفاظ بھی مرفوعاً ثابت ہیں، اور ان الفاظ میں برتنوں کو تشبیہ دینی ہے ستاروں کے ساتھ دو چیزوں میں۔ا۔روشنی۔۲۔کثرت۔

کتاب القدر

ربط یہ ہے کہ یہ تتمہ ہے کتاب الایمان کا تا کہ صحیح بخاری کا آخر اول کی طرح بہت کمال وفضیلت والا ہو جائے جیسے قرآن پاک کی سورتوں کے مضامین شروع اور اخیر میں بہت زیادہ قوت والے ہوتے ہیں اور غرض ان احادیث کا بیان ہے جو قضاء وقدر میں وارد ہوئی ہیں۔ پھر لفظ قدر دلالت کرتا ہے قدرت پر یعنی طے کی ہوئی چیز جو پائی جاتی ہے علم وقدرت سے یہ تو عقل کا تقاضا ہے اور نقل سے یہ بھی ثابت کہ ایسے موقعہ میں حق تعالیٰ کا قول بھی پایا جاتا ہے فانما یقول له کن فیکون۔ پھر قضاء اور قدر میں کیا فرق ہے اس کی مختلف تقریریں ہیں۔ا۔قضاء حکم کلی اجمالی ہے جو ازل میں پایا جاتا ہے اور قدر اسی کی جزئیات ہیں کہ اچھی شکل وصورت ہو یا بدصورت ہو اور کس زمانہ میں ہو اور کس جگہ پر ہو۔۲۔قضا ارادہ ازلیہ کا نام ہے اور قدر چیزوں کا پیدا کرنا ہے خاص مقدار کے ساتھ۔۳۔قضاء نام ہے علم ازلی کا جس کا تعلق اشیاء مخلوقہ سے ہو اور قدر اسی علم کے مطابق ان اشیاء کو عدم سے وجود میں لانا ہے۔۴۔قدر بنیادی تعیین وتقدیر کو کہتے ہیں قضاء اس پر متفرع ہے اور اسی کی تفصیل وقطع کو کہتے ہیں۔۵۔قدر ایسے ہے جیسے ناپنے کے لئے کوئی چیز تیار کر کے رکھی ہو اور قضاء ایسے ہے جیسے بالفعل ناپا جائے۔

تقدیر پر ایمان لانے کے معنی

یہ ہیں کہ یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمانے سے پہلے خیر وشر کو مقدر فرمایا یعنی ان کا اندازہ فرمایا اور تقدیر بنائی اور پوری مخلوقات ان کی قضاء سے ہی ہے اس کے باوجود بندہ اپنے اختیار سے کاسب ہے یعنی عمل کرتا ہے اس لئے بندہ جبر وقدر کے درمیان ہے اور اضطرار اور اختیار کے درمیان ہے نہ مجبور ہے اینٹ پتھر کی طرح نہ مکمل اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اعانت اور خلق کے بغیر کچھ کر سکے جیسے حضرت علی سے کسی نے پوچھا کہ انسان قادر ہے یا مجبور ہے وہ شخص کھڑا تھا فرمایا ایک پاؤں اٹھاؤ اس نے اٹھا دیا فرمایا کہ اب دوسرا بھی اٹھاؤ تو نہ اٹھا سکا تو فرمایا بس اسی طرح ہے کچھ اختیار ہے کچھ مجبور ہے پھر افعال عباد دو قسم کے ہیں۔ا۔اضطراریہ جو اختیار کے بغیر صادر ہو جاتے ہیں ان میں انسان حقوق اللہ کے لحاظ سے مکلف نہیں ہے البتہ حقوق العباد کے لحاظ سے ان میں بھی مکلف ہے جیسے قتل خطاء ہے کہ گولی چلادی ہرن پر وہ لگ گئی انسان کو اس میں آخرت میں گناہ نہ ہوگا البتہ دنیا میں دیت دینی ہوگی۔۲۔دوسری قسم افعال اختیاریہ کی ہے کہ جیسے چلنا پھرنا، کھانا، پینا، نماز، روزہ، زنا، چوری ان افعال میں کسب بندہ کا ہے اور خلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یہ مذہب ہے اہل السنہ والجماعت کا اس میں اعتدال ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **وان لکم فی الانعام لعبرة نسقیکم مما فی بطونه من بین فرث ودم لبناً خالصاً سائغاً للشاربین** پھر قدریہ معتزلہ کو ہی کہتے ہیں کیونکہ انہوں نے قدرت عبد میں افراط کیا ہے اور اس میں قدرت عبد کو حد سے زیادہ مان لیا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال اختیاریہ کا خود خالق ہے۔ اجمالی جواب۔ا۔یہ عقیدہ اس آیت کے خلاف ہے کہ خالق کل شی۔۲۔ان کا عقیدہ عقل کے بھی خلاف ہے کیونکہ مخلوق کیسے خالق ہو سکتی ہے اور جبریہ کہتے ہیں کہ انسان مجبور محض ہے اور اس کے سب افعال ایسے ہیں جیسے مرد ہونا اور عورت ہونا انسان کا ان میں کچھ دخل نہیں کچھ اختیار نہیں اجمالی جواب یہ ہے۔ا۔یہ قول بداھت

کے خلاف ہے کیونکہ جیسے ہم سمجھتے ہیں کہ اس وقت دن ہے رات نہیں ہے اسی طرح ہم جانتے ہیں کہ ہم گھر سے مسجد میں جائیں یا گھر سے سینما جائیں تو اپنے اختیار سے جاتے ہیں ۔۲۔ اگر ہم مجبور محض ہوتے تو انبیاء علیہم السلام کا بھیجنا اور کتابوں کا نازل فرمانا نعوذ باللہ بالکل بے کار ہوتا تو تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیرا پھر اشعریہ فرماتے ہیں کہ اختیاری کاموں میں اگرچہ کسب اور ارادہ انسان ہی کرتا ہے لیکن انسان کے ارادہ کا اثر فعل میں بالکل نہیں ہے اور ماتریدیہ فرماتے ہیں کہ بندے کی تاثیر بھی فعل اختیاری میں ہے لیکن یہ تاثیر باذن اللہ ہے گویا ماتریدیہ کے نزدیک اختیاری فعل دو قدرتوں سے صادر ہوتا ہے اصل فعل تو اللہ تعالیٰ ہی کی تاثیر سے پایا جاتا ہے البتہ اس فعل کی نیکی کا ہونا یا گناہ ہونا بندے کی تاثیر سے ہوتا ہے جیسے یتیم کو مارنا یہ اصل مارنا تو حق تعالیٰ کی قدرت و تاثیر سے ہے لیکن نیت اس کو ادب سکھانے کی ہے تو یہ نیکی ہے اور تکلیف پہنچانے کی نیت سے ہے تو یہ اس مارنے والے انسان کا گناہ شمار ہوگا۔ سوال تقدیر کے خلاف تو کوئی عمل ہو ہی نہیں سکتا اس لئے ہم تو مجبور ہو گئے۔ جواب۔ تقدیر قوت علم کا نام ہے اس لئے تقدیر عمل پر مجبور نہیں کرتی بلکہ وہ تو فعل کے تابع ہوتی ہے اگرچہ وجود فعل سے پہلے ہوتا ہے جیسے میں ایک شخص کو دیکھوں کہ وہ اپنے ٹرنک میں کپڑے رکھ رہا ہو تو میں کہہ دوں کہ یہ شخص آج سفر پر جائے گا اور لکھ بھی دوں تو میرے کہنے اور لکھنے نے اس کو سفر پر جانے پر مجبور نہیں کیا۔۳۔ تقدیر میں یوں ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنے ارادے سے یہ کام کرے گا اس سے جبر کہاں لازم آیا بلکہ ارادہ اور اختیار کی تاکید ہوئی۔۴۔ تقدیر کا تعلق خود اللہ تعالیٰ کے افعال سے بھی تو ہے تو جیسے حق تعالیٰ تقدیر کی وجہ سے مجبور نہیں ہوتے اسی طرح ہم بھی مجبور نہیں ہوتے۔

تقدیر کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے دو مثالیں

۱۔ کوئی حاکم دو آدمیوں کو دو مختلف کاموں کے لئے بھیجے اور ساتھ ہی اپنے درباریوں کو یہ کہہ دے کہ میری فراست میں ان میں سے ایک امین ہے اور دوسرا خائن ہے پھر دوسرا جب خیانت کرے گا تو اس کو معذور نہ سمجھیں گے بلکہ بادشاہ کی فراست کی مدح کریں گے۔۲۔ آج کل ریل گاڑیوں اور ہوائی جہازوں کے آنے جانے کے اوقات کتابی شکل میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں ان کے باوجود گاڑی اور ہوائی جہاز چلانے والے مجبور تو نہیں ہو جاتے ایسے ہی تقدیر حق تعالیٰ کی قوت علمیہ ہے اس سے کسی مکلف کا مجبور ہونا لازم نہیں آتا۔

قدریہ کا رد

دو وجہیں رد کی اجمالی جواب کے درجے میں گزر چکی ہیں کہ منکرین تقدیر جو افعال اختیاریہ کا خالق انسان کو مانتے ہیں تو ان کا یہ عقیدہ اس آیت کے خلاف ہے خالق کل شیء اور یہ کہ عقلاً مخلوق خالق نہیں ہو سکتی ان دو کے علاوہ کچھ وجہیں رد کی مختصراً ذکر کی جاتی ہیں۔ ۱۔ ان قدریہ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محدود کر دیا کہ انسانوں کے اختیاری افعال میں جاری نہیں ہوتی یہ اس آیت کے خلاف ہے ان اللہ علی کل شیء قدیر ۔۲۔ ان قدریہ نے اپنے خیال میں اس قباحت سے بچنے کی کوشش کی کہ اللہ تعالیٰ کو خالق شر مانا جائے لیکن ان کو لازم آ گیا کہ انہوں نے تمام انسانوں اور جنوں کو اپنے اختیاری افعال کا خالق مان لیا جو شرک ہے گویا غیر متناہی بلکہ کثیر شرکاء اللہ تعالیٰ کے مان لئے فرمن المطر وقر تحت المیزاب ۔۳۔ اگر انسان مثلاً اپنے چلنے کا خالق ہوتا تو چلتے وقت جتنی حرکتیں ہڈیاں اور پٹھے اور اعضاء کے باقی حصے کرتے ہیں وہ سب کی سب تفصیل سے انسان کو معلوم ہونی ضروری تھیں حالانکہ ایسا نہیں ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہیں انسان اپنے کسی فعل کا خالق نہیں ہے۔ سوال۔ خلق شر کا تو قبیح ہے اللہ تعالیٰ کیسے شر کے خالق ہو سکتے ہیں۔ جواب۔ شر کا کسب قبیح ہے یہ بندہ کرتا ہے خلق شر کا بھی قبیح نہیں کیونکہ اس خلق کے درجہ میں حکمتیں ہوتی ہیں اور سب سے بڑی حکمت امتحان ہے اگر شر پیدا نہ ہو سکتا تو انسان کسب بھی نہ کر سکتا اس طرح گناہ ہوہی نہ سکتا لیبلو کم ایکم احسن عملا ۔۴۔ منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مناظرہ ایک معتزلی سے ہو گیا فرمایا کہو یا اسے کہہ دیا فرمایا کہو حاء اس نے کہہ دیا فرمایا ان کا مخرج بیان کرو اس

نے بیان کر دیا فرمایا اگر تم خالق ہو تو یاء کو حاء کے مخرج سے نکالو بہت المعتزلی وہ حیران اور شرمندہ ہو گیا اور ہار گیا حاصل یہ ہوا کہ خالق تو اپنی مخلوق کی تبدیلی پر بھی قادر ہوتا ہے ہم قادر نہیں ہیں اس لئے ہم اپنے افعال کے خالق نہیں ہیں۔

فرقہ جبریہ

کاروان کا اصل رد تو یہی ہے کہ انسان کا مجبور نہ ہونا بالکل بدیہی ہے جیسے ہم دن کو دن اور رات کو رات بداہۃً سمجھتے ہیں کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح گھر سے مسجد جانا یا گھر سے سینما جانا ہمارے اختیار سے ہوتا ہے ہم اس میں مجبور نہیں ہوتے اس کے علاوہ بھی چند دلائل اور تنبیہات مختصراً ذکر کی جاتی ہیں۔ ۱۔ فرقہ جبریہ کو غلطی یہ لگی کہ انہوں نے تقدیر کو اتنا بڑھا دیا کہ کہہ دیا کہ تقدیر کی وجہ سے ہم اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتے ہم مجبور محض ہیں یہ بات ان کی بالکل غلط ہے کیونکہ تقدیر تو حق تعالیٰ کی قوت علمیہ کا نام ہے کہ پہلے سے جان لیا کہ یہ نیکی کرے گا اور یہ گناہ کرے گا اس سے کوئی بھی مجبور نہ ہوا اس لئے تقدیر مکلّف ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ ۲۔ جبریہ نے انسان اور جماد میں فرق نہ کیا پھر انسان کی رعشہ کی حرکت اور اختیاری چلنے پھرنے میں فرق نہ کیا یہ دونوں باتیں بداہۃً باطل ہیں انسان کی رعشہ کی حرکت غیر اختیاری ہے اور چلنے پھرنے کی حرکتیں اختیاری ہیں اور یہ سب باتیں بدیہی ہیں۔ ۳۔ جبریہ کے نزدیک گناہ اور نیکی میں کوئی فرق نہیں۔ حسن وقبح میں کوئی فرق نہیں اور یہ سب باتیں عقلاء کے اجماع کے خلاف ہیں۔ ۴۔ عند الجبریہ نعوذ باللہ نہ نبیوں کی ضرورت ہے نہ کسی آسمانی کتاب کی ضرورت ہے اور یہ بات تمام ادیان کے اجماع کے خلاف ہے۔ قرآن پاک کی بہت سی آیتوں کے خلاف ہے مثلاً **ولو انا اھلکنا ھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولاً فنتبع آیاتک من قبل ان نذل ونخزی** اور جہنم حق تعالیٰ کا عدل ہے۔ ظلم کا اس بارگاہ میں نام ونشان ہی نہیں ہے۔

خلق اور کسب میں فرق

۱۔ خلق تو صرف قدرت قدیمہ سے صادر ہوتا ہے اور کسب قدرت حادثہ سے بھی صادر ہوتا ہے۔ ۲۔ جس چیز پر خلق واقع ہوتا ہے وہ فاعل یعنی خالق سے الگ ہوتی ہے اور کسب تو محل قدرت یعنی کاسب کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ ۳۔ خلق بندے میں استطاعت اور قدرت پیدا کرنے کا نام ہے اور کسب استطاعت کو استعمال کرنے کو کہتے ہیں۔ ۴۔ خلق سورج کی روشنی کی طرح ہے اور کسب چاند کی روشنی کی طرح ہے اور ظاہر ہے کہ چاند سورج سے روشنی لیتا ہے۔ ۵۔ خلق ایسے ہی ہے کہ جیسے حق تعالیٰ نے اموال کی ملک دی ہے دنیا میں اور ہم ان اموال میں تصرف کرتے ہیں ہمارا کسب اموال کے تصرف کی طرح ہے اور حق تعالیٰ کا خلق مال دینے کی طرح ہے۔

باب جف القلم علی علم اللہ

غرض تقدیر کے مسئلہ کا بیان ہے اور علم سے مراد حکم ہے کیونکہ علم اللہ حکم اللہ کو مستلزم ہے اور حکم اللہ کو اس چیز کا واقع ہونا لازم ہے اور جفاف کنایہ ہے فراغت سے یعنی اس میں تبدیلی نہیں ہے کیونکہ فراغ کے بعد جفاف ہوتا ہے۔ **واضلہ اللہ علیٰ علم:** یہاں بھی علم بول کر حکم مراد ہے یعنی تقدیر۔

باب اللہ اعلم بما کانوا عاملین

غرض یہ ہے کہ راجح اولاد مشرکین میں عند البخاری توقف ہے تفصیل کتاب الجنائز میں گزر چکی۔

باب وکان امر اللہ قدراً مقدوراً

غرض یہ ہے کہ ہر ذات اور اس کی صفت اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے اور وہ ضرور واقع ہوتا ہے اس میں بھی تخلف نہیں ہوتا۔ **فلتصبر ولتحتسب:** یعنی وہ اپنے بچے کو اپنے حساب میں اللہ تعالیٰ کے لئے سمجھے اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہے اشکال فکل میسر نہیں اس کا عمل اس کے انجام کی علامت ہوتی ہے اس کی نظیر رزق ہے کہ وہ مقسوم ہے پھر بھی کسب کا حکم کیا جاتا ہے کہ یعنی دوسری نظیر بیماری ہے کہ موت کا وقت تو متعین ہے لیکن پھر بھی علاج کیا جاتا اور مسنون بھی ہے۔

باب العمل بالخواتیم

غرض یہ ہے کہ مدار آخری عمل پر ہے اگر اخیر میں اچھے عمل کئے

تو نجات ہے برے کئے اور وہ برے عمل نیک عملوں سے بڑھ گئے تو عذاب کا اندیشہ ہے یعنی زخموں نے اس کو کمزور اور ڈھیلا کر دیا۔

باب القاء النذر الی التقدیر

غرض یہ ہے کہ نذر تقدیر کو نہیں بدل سکتی باب کی وضاحت حدیث پاک سے ہو رہی ہے سوال پھر تو نذر پورا کرنا واجب نہ ہونا چاہیے جواب نذر ایک سبب ہے ہوتا وہی ہے جو تقدیر میں ہے جیسے ابھی گزرا کہ رزق مقدر ہے پھر بھی اسباب اختیار کرنے کا حکم ہے موت مقدر ہے پھر بھی علاج کرنا سنت ہے۔

باب لا حول ولا قوۃ الا باللہ

غرض اس پاک کلام کا مضمون بیان کرنا ہے۔سوال۔یہ باب تو کتاب الدعوات میں گزر چکا ہے۔جواب۔وہاں بطور دعا کے تھا اور یہاں اس پاک کلام کے معنی اور مضمون کا بیان ہے اور وہ مضمون تقدیر کا مسئلہ ہی ہے پھر معنی کی تفصیل میں دو قول ہیں۔۱۔نیکی کا کرنا اور گناہ کا چھوڑنا اللہ تعالیٰ ہی کی اعانت سے ہے۔۲۔نفع حاصل کرنا اور تکلیف سے بچنا اللہ تعالیٰ ہی کی قوت سے ہے۔

باب المعصوم من عصم اللہ

غرض یہ ہے کہ گناہوں سے اور ہلاکت سے بچنا اللہ ہی کی قضا سے ہے پھر انبیاء علیہم السلام کی عصمت وجوبی ہے اور دوسروں کی جوازی ہے۔

باب وحرام علی قریۃ اہلکنا ھا انہم لا یرجعون

ان آیتوں کی تفسیر مقصود ہے باب۔ **وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس**:۔ غرض یہ ہے کہ معراج میں عجیب وغریب باتوں کا دکھانا لوگوں کے امتحان کے لئے تھا چنانچہ بعض نے انکار کیا بعض نعوذ باللہ مرتد ہو گئے بعضوں نے باتیں بنائیں اور شور مچایا اور بعض کی بصیرت زیادہ ہوئی جیسے ابو بکرؓ ہیں کہ اسی دن سے لقب صدیق ہوا اور ربط تقدیر کے ابواب سے یہ ہے کہ ہر فتنہ اور امتحان اللہ تعالیٰ کی قضا سے ہی واقع ہوتا ہے۔

باب تحاج آدم وموسیٰ علیہما السلام عند اللہ عزوجل

غرض اس مناظرہ کا بیان ہے جو حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان ہوا پھر امام بخاری کا عند اللہ عزوجل فرمانا اس میں عند شرافت ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ دونوں حضرات شرافت وعزت والے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔عند یہاں مکان کے لئے نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہیں۔پھر محاجہ اور مناظرہ کے متعلق مختلف قول ہیں کہ کب اور کیسے ہوا۔۱۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اس وقت دونوں حضرات کے درمیان گفتگو ہوئی۔ ۲۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک ظاہر ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وہاں دونوں حضرات میں گفتگو ہوئی۔۳۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی روح کو دیکھا اس موقعہ میں گفتگو ہوئی۔ ۴۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خواب میں حضرت آدم علیہ السلام کی زیارت فرمائی اور یہ گفتگو خواب میں ہوئی۔۵۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے فوراً بعد عالم برزخ میں دونوں حضرات کے درمیان یہ گفتگو ہوئی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تخصیص اس مناظرہ میں اس وجہ سے ہوئی کہ وہ پہلے نبی تھے جن پر احکام سخت نازل ہوئے تھے پھر آدم علیہ السلام جو غالب آئے تو وجہ اس کی یہ تھی کہ وہ آخرت میں پہنچ چکے تھے۔دنیا میں کوئی شخص تقدیر کا حوالہ دے کر گناہ میں اپنے آپ کو معذور نہیں کہہ سکتا۔

باب لا مانع لما اعطی اللہ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے۔

باب من تعوذ باللہ من درک الشقاء وسوء القضاء

غرض یہ ہے کہ یہ استعاذہ مستحب ہے پھر درک الشقاء سے مراد مشقت اور سختی ہے اور سوء القضاء میں قضاء بمعنی مقضی کیونکہ قضاء مصدری معنی میں تو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اس میں برائی کا احتمال نہیں ہے۔

باب یحول بین المرأ وقلبہ

غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت ہر شئی کو شامل ہے حتیٰ کہ

دل کو بھی شامل ہے۔

باب قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا

غرض یہ کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے تقدیر سے ہے۔

باب وما کنا لنهتدی لو لا ان هدانا اللہ

غرض یہ ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔

کتاب الایمان والنذور

ربط: یہ ہے کہ عبادات اضطراریہ کے بعد اب عبادات اختیاریہ کا بیان ہے یعنی ایسی عبادتیں جن میں ہم مجبور نہیں ہیں بلکہ ہم خود اپنی مرضی سے اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں۔ غرض ایمان اور نذور کی اقسام اور ان کے احکام کا بیان ہے۔ ایمان جمع ہے یمین کی اس کے معنی۔ ا۔ تحقیق الامر المحتمل۔ ۲۔ تاکید الامر المحتمل اور نذور جمع ہے نذر کی لغت میں اس کے معنی ہیں الوعد بخیر او شر اور شرعاً اس کے معنی ہیں التزام قربۃ غیر لازمۃ۔

باب قول اللہ تعالیٰ لا یواخذ کم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذ کم بما عقدتم الایمان

غرض ان چیزوں کا بیان ہے جن پر مواخذہ ہے اور ان کا جن پر مواخذہ نہیں ہے ذود غر الذری اونٹ سفید اور عمدہ کوہان والے لان یلج اصرار کرے معنی یہ ہیں کہ ایسی قسم کھائی جس کے پورا کرنے سے گھر والوں کو تکلیف ہوتی ہو تو قسم توڑ دینا اور کفارہ دیدینا قسم پورا کرنے سے بہتر ہے لیبر یہ امر کا صیغہ ہے کہ اس کو چاہیے کہ وہ نیکی کرے یعنی کفارہ ادا کرے۔

باب قول النبی ﷺ وایم اللہ

غرض یہ ہے کہ وایم اللہ بھی قسم کے الفاظ میں سے ہے۔

باب کیف کانت یمین النبی ﷺ

وہ الفاظ بتلانے مقصود ہیں جن سے نبی پاک ﷺ قسم کھایا کرتے تھے۔

باب لا تحلفو ابابا ئکم

دو غرضیں ہیں۔ ا۔ غیر اللہ کی قسم ممنوع ہے۔ ۲۔ غیر اللہ کی قسم کھانے سے قسم نہیں پائی جاتی۔ **قم فلا حدثنک عن ذاک:** کھڑے ہو جاؤ ہمارے پاس سے اور ہماری مجلس سے میں وجہ بتلاؤں گا کہ میں نے کیوں اٹھا دیا ہے۔

باب لا یحلف باللات والعزی ولا بالطواغیت

غرض یہ ہے کہ بطور یمین لغو کے بھی ان الفاظ سے قسم کھانا جائز نہیں ہے اور تعظیماً تو کفر ہے۔

باب من حلف علی الشیء وان لم یحلف

غرض یہ ہے کہ تاکید کے طور پر قسم کھا کر بات کر لینا جائز ہے اگر چہ کوئی دوسرا قسم کا مطالبہ کرنے والا نہ بھی ہو اور ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم میں جو ممانعت ہے وہ بلا ضرورت قسم کھانے سے ہے۔

باب من حلف بملة سوی ملة الاسلام

غرض یہ ہے کہ ایسی قسم سے کافر نہیں ہوتا تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

باب لا یقول ما شاء اللہ وشئت وهل یقول انا باللہ ثم بک

غرض یہ ہے کہ ایسے موقعوں میں ثم کے ساتھ عطف جائز ہے واو کے ساتھ جائز نہیں کیونکہ واو سے شرک اور مساوات کا وہم ہوتا ہے پھر اس باب کے ساتھ جو مختصراً روایت نقل کی ہے یہ تعلیق ہے باب یذکر عن بنی اسرائیل میں یہ روایت پوری سند کے ساتھ ہے اور ایک حدیث میں باب کا مضمون صراحۃً بھی ہے کہ ایک یہودی نے کہا تھا کہ تم شرک کرتے ہو ما شاء اللہ وشئت کہتے ہو تو نبی پاک ﷺ نے حضرات صحابہ کرام کو اس سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ یوں کہا کرو ثم شئت لیکن یہ روایت امام بخاری کی شرط پر نہیں تھی اس لئے نہ لائے اور اس دوسری روایت سے استنباط فرمایا جو یہاں مختصراً ذکر فرمائی ہے باب قول اللہ تعالیٰ۔

واقسموا باللہ جهد ایمانهم: غرض یہ ہے کہ قسم میں مبالغہ کا کیا حکم ہے پھر اس باب میں جو پہلی تعلیق ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے قسم دی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ

آپ مجھے میری تعبیر کی جو میں نے خواب کی بیان کی ہے اس کی غلطی مجھے ضرور بتلائیں گے فرمایا لاتقسم اس تعلیق کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ اس تعلیق میں قسم پر انکار ہے اور باب میں بھی منافقین کی جھوٹی قسموں کا انکار اور ان کی مذمت ہے۔ **امرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بابرار المقسم**: یہ امر استحبابی ہے جبکہ کوئی مانع نہ ہو **تقعقع** یہ سینے کی آواز کی حکایت ہے یعنی سانس اکھڑ رہا تھا الا تحلۃ القسم اس آیت میں قسم مقدر ہے۔

وان منکم الاواردھا جواظ: ۱۔ ایسا ٹکڑا جس کو کوئی بچھاڑ نہ سکے۔ ۲۔ موٹا اکڑ کر چلنے والا۔ ۳۔ زیادہ کھانے والا۔ ۴۔ فاجر وفاسق۔ ۵۔ موٹا اور موٹی گردن والا۔ ۶۔ چھوٹے قد والا بھاری جسم والا۔ حتل گفتگو میں فخر کرنے والا۔

باب اذا قال اشھد باللہ او شھدت باللہ

غرض یہ ہے کہ ان لفظوں سے قسم ہو جاتی ہے۔ اذا کا جواب محذوف ہے مثل یکون قسما نعم۔

باب عھد اللہ عزوجل

غرض یہ ہے کہ اس لفظ سے قسم منعقد ہو جاتی ہے۔

باب الحلف بعزۃ اللہ وصفاتہ وکلماتہ

غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفات سے بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے لیکن جو قرآن پاک اٹھانے کا طریقہ ہمارے علاقوں میں ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے شریعت میں بلکہ یہ فرقہ حشویہ کا طریقہ ہے جو قرآن پاک کی اوراق کو قدیم مانتے ہیں۔

بعزتک: یہ حدیث آگے کتاب التوحید میں آئے گی۔

عن برکتک: یہ حدیث کتاب الوضوء میں گزر چکی۔

باب قول الرجل لعمر اللہ

اس سے بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ بقاء اللہ کے معنی میں ہے۔

باب لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم

یمین لغو کے معنی بیان کرنے مقصود ہیں جس میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ ہے۔

باب اذا حنث ناسیا فی الایمان

غرض یہ ہے کہ نسیانا قسم توڑنے میں گناہ نہیں ہے کفارہ بھی نہیں ہے لیکن یہ امام بخاری کا اپنا اعتقاد ہے جمہور فقہاء کے نزدیک کفارہ ہے۔

باب الیمین الغموس

اس قسم کا حکم بتلانا مقصود ہے اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کا فاعل دنیا میں گناہ میں غوطہ لگاتا ہے اور آخرت میں دوزخ میں۔

باب قول اللہ تعالیٰ ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلاً اولئک لاخلاق لھم فی الاخرۃ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے اور یہی مذہب جمہور فقہاء کا ہے بخلاف امام شافعی کے وہ اس میں کفارہ کے قائل ہیں۔ لنا ۱۔ ترجمۃ الباب والی آیت۔ ۲۔ اول الباب **عن ابن مسعود مرفوعا من حلف علی یمین صبر یقطع بھا مال امری مسلم لقی اللہ وھو علیہ غضبان** آیت اور حدیث سے طرز استدلال یہ ہے کہ دونوں میں عذاب کا ذکر ہے کفارہ کا ذکر نہیں ہے اور سکوت موضع بیان ہوتا ہے معلوم ہوا کہ کفارہ واجب نہیں ہے **وللشافعی** قیاس ہے یمین منعقدہ پر جواب نص کے مقابلہ میں قیاس پر عمل نہیں ہو سکتا یمین صبر وہ قسم جو مجبور کر کے دی جائے۔

باب الیمین فیما لا یملک وفی المعصیہ وفی الغضب

غرض ان تین مسئلوں کا بیان ہے **باب اذاقال لا اتکلم الیوم فصلی اوقرأاوسبح او کبر اوحمد او فھوعلی نیتہ** غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر کلام نہ کرنے کی قسم کھائی ہے تو مدار نیت پر ہے اگر کلام متعارف کی نیت کی ہے تو قسم ان مذکورہ کاموں سے نہ ٹوٹے گی اور اگر مطلقاً تکلم اور تلفظ کی نیت کی ہے کہ زبان ہی نہ ہلاؤں گا تو ان کاموں سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

باب من حلف ان لا یدخل علی اھلہ شھراً وکان الشھر تسعاً وعشرین

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ مہینہ کے

شروع میں قسم کھائی ہو اور اگر درمیان مہینہ قسم کھائی ہو تو پھر تیس دن پورے کرنے ہوں گے۔

باب ان حلف ان لا یشرب نبیذا فشرب طلاء او سکرا او عصیرا لم یحنث فی قول بعض الناس

باب کی غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ا۔ امام ابوحنیفہ کے قول کا رد ہے۔ ۲۔ تائید ہے اور یہی راجح ہے کیونکہ اگر رد ہوتا تو صراحۃً مذکور ہوتا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے بلکہ وہ حانث ہو جائے گا اور حانث ہونے کی یہ دلیل ہے معلوم ہوا ہے کہ یہاں رد کرنا مقصود نہیں بلکہ تائید مقصود ہے کیونکہ تراجم میں امام بخاری اپنا مذہب بیان فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقعہ کہ امام بخاری نے امام ابوحنیفہ کا ذکر بعض الناس کے لفظ سے کیا اور کوئی تردید نہ کی بلکہ تائید کی۔

باب اذا حلف ان لا یاتدم فاکل تمرا بخبز

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے اور اذا کا جواب روایات سے نکلتا ہے باب النیۃ فی الایمان غرض یہ ہے کہ قسموں کا مدار قسم کھانے والے کی نیت پر ہے لیکن جس قسم کا تعلق دوسرے شخص سے ہو تو مدار ظاہر پر ہوگا ورنہ دنیا کے نظام میں خلل پڑے گا۔

باب اذا اھدی مالہ علی وجہ النذر والتوبہ

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحسن ہے لیکن کچھ مال اپنے لئے رکھ لے باب اذا حرم طعامہ غرض یہ بتلانا ہے کہ ایسا کرنے سے بھی قسم بن جاتی ہے پھر امام بخاری کے نزدیک لفظ حلف استعمال کرنا شرط ہے۔

باب الوفا بالنذر

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ا۔ نذر پوری کرنی واجب ہے۔ ۲۔ مستحب ہے۔

باب اثم من لا یفی بالنذر

غرض اس گناہ کا بیان ہے۔

باب النذر فی الطاعۃ

غرض اس کا حکم بیان کرنا ہے۔

باب اذا نذر او حلف ان لا یکلم انسانا فی الجاھلیہ ثم اسلم

غرض کی دو تقریریں ہیں یہ بتلانا ہے کہ۔ ا۔ کفر کے زمانہ کی نذر اور قسم پوری کرنی واجب ہے۔ ۲۔ مستحب ہے اور یہی راجح ہے کیونکہ حدیث پاک میں مشورہ استحبابی دینا ہی مقصود ہے باب من مات وعلیہ نذر غرض اس کو بھی پورا کرنا چاہیے۔

باب النذر فیما لایملک وفی معصیہ

غرض یہ دو مسئلے بتلانا ہے اور دوسرا حدیث پاک میں صراحۃً مذکور ہے۔ پہلے کو دوسرے پر قیاس فرمایا ہے۔

باب من نذر ان یصوم ایاماً فوافق النحر او الفطر

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے کہ نذر صحیح ہے بعد میں قضا کرے۔

باب ھل یدخل فی الایمان والنذور الارض والغنم والذروع والا متعہ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر مال کے صدقہ کی نذر مانی تو اس میں یہ سب چیزیں داخل ہوں گی یا نہ مقصد یہ ہے کہ داخل ہوں گی۔

باب کفارات الایمان

غرض ان کا بیان ہے اور بعض نسخوں میں یوں ہے کتاب کفارات الایمان اس صورت میں یہ کتاب تتمہ ہے کتاب النذور اور کتاب الایمان کا۔

باب قول اللہ تعالیٰ قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم

غرض یہ ہے کہ کفارہ حنث سے واجب ہو جاتا ہے لیکن علی الفور نہیں بلکہ علی التراخی کہ جب چاہے ادا کر دے کیونکہ حدیث پاک میں پہلے اپنے بچوں کو کھلانے کا حکم فرمایا گیا ہے معلوم ہوا کہ کفارہ بعد میں دے گا۔

باب یعطی فی الکفارۃ عشرۃ مساکین قریباً کان او بعیداً

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے اور حدیث پاک میں جو آ گیا اطعمہ اھلک

اس سے امام بخاری نے استنباط فرمالیا کہ اپنے بچوں کو بھی کفارہ کا مال دینا جائز ہے کیونکہ امام بخاری کے استنباط میں بہت وسعت ہے۔

باب صاع المدينه

غرض یہ ہے کہ کفارہ میں مدینہ منورہ کے صاع پر مدار ہے۔

باب قول الله تعالیٰ او تحرير رقبة وای الرقاب ازکی

غرض یہ ہے کہ یمین کے کفارہ میں کافر غلام کا آزاد کردینا بھی کافی ہے گو بہتر مسلمان ہے یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ کا وعند الجمہور ایمان کی قید ضروری ہے اور یہ اختلاف اصولی ہے ہمارے نزدیک مطلق کو مقید پر محمول نہیں کرسکتے جمہور کے نزدیک محمول کرنا ضروری ہے۔ ہمارے اصول کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ محل کے بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے کفارہ قتل الگ محل ہے اور کفارہ یمین الگ محل ہے کفارہ قتل میں تحریر رقبہ میں ایمان کی شرط ہے کفارہ یمین میں نہیں ہے۔

باب عتق المدبر وام الولد والمكاتب في الكفارة وعتق ولد الزنا

غرض یہ ہے کہ ان سب کا کفارہ میں آزاد کردینا صحیح ہے۔ اس باب کی حدیث میں مدبر کی بیع کا ذکر ہے اسی پر کفارہ کو اور غلام کی باقی قسموں کو امام بخاری قیاس فرمارہے ہیں پھر ولد الزنا کے اعتاق کا کفارہ میں صحیح ہو جانا تو اتفاقی ہے باقیوں میں کچھ اختلاف ہے جو فقہ کی کتب میں مذکور ہے۔

باب اذا اعتق عبداً بينه وبين آخر:

غرض یہ ہے کہ اس کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں ہے یہ باب قائم کرکے امام بخاری نے بیاض چھوڑ دی تھی کہ حدیث مناسب لکھ دوں گا پھر حدیث تلاش کرنے کی مہلت نہ ملی یا حدیث تلاش کی لیکن اپنی شرط پر نہ ملی۔

باب اذا اعتق في الكفارة لمن يكون ولائه

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ معتق کو ہی ولاء ملے گی اعتاق کفارہ کو اعتاق بلانیت کفارہ پر قیاس فرمایا۔

باب الاستثناء في الايمان

غرض یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ساتھ کہہ لینے سے یمین منعقد نہیں ہوتی۔

وكان دركا في حاجته: انشاء اللہ تعالیٰ کی برکت سے حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتے۔

باب الكفارة قبل الحنث وبعده

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے اور امام بخاری تائید فرمارہے ہیں امام شافعی اور امام احمد کی کہ ان دونوں حضرات کے نزدیک قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینا بھی صحیح ہے ہمارے امام ابوحنیفہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور عن مالک روایتان لنا۔ ا۔ ذلك كفارة ايمانكم اذا حلفتم یہاں بالاجماع وحنثتم محذوف ہے معلوم ہوا کہ حنث سبب وجوب ہے اس لئے اس سے پہلے کفارہ ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔ ۲۔ اگر آپ حنث سے پہلے کفارہ جائز قرار دیتے ہیں تو یہ پہلے دینا امر مستحب ہے اور حنث کے بعد وجوب ہے اور ایک مستحب چیز واجب کے قائم مقام کیسے ہوسکتی ہے۔ وللشافی واحمد مافی ابی داؤد عن عبدالرحمن بن سمرة مرفوعاً فكفر عن يمينك ثم ائت الذي هو خير جواب۔ یہ روایت بالمعنی ہے کیونکہ زیادہ روایات میں قسم توڑنے کا ذکر پہلے ہے اور کفارہ کا ذکر پیچھے ہے اور جن روایات اس کا الٹ ہے ان میں بھی زیادہ روایات میں واو ہے جو ترتیب سے ساکت ہوتا ہے اس لئے ثم والی روایت کسی راوی کی غلطی ہی شمار کی جائے گی کہ روایت بالمعنی کرکے اپنی سمجھ کے مطابق ثم سے ذکر کردیا اس لئے اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔

كتاب الفرائض

زندگی کے احکام کے بعد موت کے احکام ہیں۔ فرائض جمع ہے فریضہ کی یعنی کتاب اللہ سے ورثہ کا مقرر حصہ۔ غرض وراثت تقسیم کرنے کے احکام کا بیان ہے۔

باب تعليم الفرائض

غرض فرائض کی تعلیم کی ترغیب ہے ترغیب میں مرفوع حدیث امام بخاری کی شرط پر نہ تھی اس لئے ذکر نہ فرمائی اور صرف ایک

تعلیق ذکر فرمائی جس میں تھوڑا سا ذکر فرائض کا ہے اور اسی کے تتمہ کے طور پر مسند روایت ذکر فرمائی وہ مرفوع روایت یہ ہے۔ عن ابن مسعود تعلموا الفرائض وعلموها الناس فانی امرؤ مقبوض وان العلم سیقبض حتی یختلف اثنان فی الفریضۃ فلا یجدان من یفصل بینھما رواہ احمد والترمذی والنسائی والحاکم وصححہ۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ماترکنا صدقہ

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ترک مالا فلا ھلہ

غرض اس حدیث پاک کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔

باب میراث الولد من ابیہ وامہ

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب میراث البنات

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے آج کل کی طرح زمانہ جاہلیت میں بھی لڑکیوں کو وراثت نہ دیتے تھے تو حق تعالیٰ نے ان کی وراثت کا حکم نازل فرمایا۔

باب میراث ابن الابن اذالم یکن ابن

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب میراث ابنہ ابن مع ابنہ

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب میراث الجد مع الاب والاخوۃ

غرض یہ اجماعی مسئلہ بیان کرنا ہے کہ باپ کی موجودگی میں دادا وارث نہ ہوگا۔ **لو کنت متخذا من ھذہ الامہ خلیلا لا تخذتہ:** یہ آخری ضمیر حضرت ابوبکر کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلقاً خلہ وہ دوستی ہے جس میں دوسرے کی گنجائش نہ ہو اور خلہ اسلام کے معنی ہیں دینی بھائی ہونا۔

افضل اس کا مفضل علیہ ہے

من غیر ابی بکر فانہ انزلہ اباً

بے شک حضرت ابوبکر نے دادا کو بمنزلہ اب قرار دیا ہے جبکہ اب موجود نہ ہو۔

باب میراث الزوج مع الولد وغیرہ

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے باب میراث المراۃ والزوج مع الولد وغیرہ غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب میراث الاخوات مع البنات عصبہ

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب میراث الاخوۃ والا خوات:.

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالہ

غرض گذشتہ باب کی تائید ہے آیت سے۔

باب ابنی عم احدھما اخ للام والا خر زوج

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔ **لموالی العصبہ:** یہ اضافت بیانیہ ہے ایسے موالی جو عصبہ ہیں جیسے شجر الاراک۔

باب ذوی الارحام

غرض ذوی الارحام کی وراثت کا بیان ہے اور ذوی الارحام ان رشتہ داروں کو کہتے ہیں جن کا حصہ قرآن پاک میں بھی مقرر نہ فرمایا گیا ہو اور وہ عصبہ بھی نہ ہوں۔

باب میراث الملاعنہ

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب الولد للفراش حرۃ کانت اوامۃ

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب الولاء لمن اعتق ومیراث اللقیط

غرض دو مسئلوں کا بیان ہے۔ ا۔ ولاء معتق کو ملے گی۔ ۲۔ لقیط کا مال بیت المال میں جائے گا۔ **وقول الحکم**

مرسل:۔ یہاں مرسل بمعنی مدرج ہے اور مرسل کو بمعنی مدرج استعمال کرنا یہ جمہور محدثین کی اصطلاح کے خلاف ہے۔

باب میراث السائبہ

غرض امام مالک کے قول کا رد ہے اور جمہور کی تائید ہے سائبہ اس شخص کو کہتے ہیں جو پہلے غلام ہو پھر جب آقا اس کو آزاد کرے تو یوں کہہ دے لاولاء لی علیک تو امام مالک کے نزدیک اس کا چھوڑا ہوا مال بیت المال میں جائے گا اور عندالجمہور معتق ہی کو ملے گا لنا۔ ثانی الباب عن عائشہ مرفوعاً فان الولاء لمن اعتق ولما لک عمدۃ القاری میں ہے وقالت طائفہ میراثہ للمسلمین وروی ذلک عن عمر بن الخطاب۔ جواب یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے۔ مرفوع روایت کے مقابلہ میں صحابی کے اجتہاد پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ وقول ابن عباس رایتۂ عبدا الخ یہ صرف امام بخاری کی رائے ہے ورنہ اصول یہ ہے کہ مثبت زیادہ کو ترجیح ہوتی ہے اور حر والی روایات مثبت زیادت ہیں کیونکہ پہلے غلام تھے بعد میں آزاد ہوئے۔

باب اثم من تبرا من موالیہ

غرض اس گناہ کا بیان ہے۔

باب اذا اسلم علی یدیہ

غرض مولی موالاۃ کا مسئلہ بتلانا ہے عندامامنا ابی حنیفہ مولی موالاۃ جوکسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا کہ ہم ایک دوسرے کی چٹی ادا کریں گے اور مرنے کے بعد ایک دوسرے کے وارث ہوں گے ایسے شخص کی وراثت عندامامنا اب بھی باقی ہے۔ جب قریبی وارثوں میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہو تو یہ مولی موالاۃ وارث ہوگا اور سارا مال لے جائے گا وعندالجمہور یہ مولی موالاۃ کسی موقعہ میں بھی وارث نہ ہوگا اور اگر قریبی وارث نہ ہوں تو مال بیت المال میں داخل کیا جائے گا منشا اختلاف یہ آیت ہے **واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض** کہ یہ آیت ناسخ ہے اس آیت کے لئے **والذین عقدت ایمانکم فاتوھم نصیبھم** اس نسخ پر تو اتفاق ہے لیکن نسخ کی صورت کیا ہوئی ہمارے نزدیک متعین حصہ جو پہلے سدس تھا اب وہ نہ رہا۔ اب یہ مولی موالاۃ صرف اسی صورت میں وارث ہوگا جبکہ رشتہ کا کوئی وارث زندہ نہ ہو اور وارث پورے مال کا ہوگا وعندالجمہور مولی موالاۃ کی وراثت کلی طور پر منسوخ ہوچکی ہے۔ اب وہ کسی صورت میں بھی وارث نہ ہوگا ترجیح قول حنفیہ کو ہے کیونکہ اولی بعض کا لفظ اسی پر دلالت کرتا ہے کہ رشتہ کے وارثوں کو ترجیح حاصل ہے۔ اولی کا لفظ ترجیح کے لئے ہوتا ہے بالکل ختم کرنے کے لئے تو نہیں ہوتا اس لئے ہمارے امام صاحب کا اجتہاد اقوی ہے۔

باب مایرث النساء من الولاء

غرض یہ ہے کہ عورت بھی مولی عتاقہ بن سکتی ہے۔

باب مولی القوم من انفسھم وابن الاخت

غرض ان دو مسئلوں کا بیان ہے۔

باب میراث الاسیر

غرض اس مسلمان کی وراثت کا حکم بتلانا ہے جو کافروں کی قید میں ہو۔ عند سعید بن المسیب ایسا قیدی وارث نہ ہوگا وعندالجمہور وارث ہوگا لنا۔ حدیث الباب عن ابی ہریرۃ مرفوعاً من ترک مالا فلورثتہ ولسعید بن المسیب کہ قیدی تک مال وراثت پہنچانا مشکل ہے اس لئے اس کو وارث نہیں بنایا جاسکتا جواب۔ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل نہیں کیا جاسکتا اور حدیث عام ہے قیدی کو بھی شامل ہے۔

باب لایرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے اور امام احمد کی ایک روایت کا رد کرنا ہے کہ اگر مال تقسیم ہونے سے پہلے کوئی مسلم بن جائے تو وہ اگرچہ موت کے وقت کافر تھا لیکن وہ وارث ہو جائے گا اور جمہور کے نزدیک وہ بھی وارث نہ ہوگا منشا اختلاف یہ ہے کہ مدار وراثت کا کیا ہے عندنا مدار وقت موت ہے اس وقت جو وارث مسلمان ہوگا وہی وارث ہوگا وعند احمد مدار وقت تقسیم ہے اس وقت جو شخص مسلمان ہوگا وہ وراثت میں سے حصہ لے لے گا ترجیح ہمارے جمہور کے قول کو ہے کیونکہ تقسیم کے لئے تو کوئی حد نہیں ہے اور کوئی وقت مقرر نہیں ہے دس سال کے بعد بھی تقسیم ہوسکتی ہے اس لئے اس کو مدار وراثت کا نہیں بنا سکتے۔ یہ مسئلہ قیاسیہ ہے اس لئے دونوں طرف ادلہ قیاسیہ ہیں۔

باب میراث العبد النصرانی والمکاتب النصرانی واثم من انتفی من ولده

غرض تین مسئلوں کا بیان ہے۔۱۔عبد نصرانی مرجائے تو اس کا مال اس کے مسلمان آقا کو ملے گا اور یہ ملنا وراثت کے طور پر نہیں ہے بلکہ یہ ملک اصلی ہے کیونکہ غلام کا مال یہ آقا کا مال ہی ہوتا ہے۔ ۲۔ یہی حکم مکاتب نصرانی کا ہے کیونکہ جب تک بدل کتابت کا ایک درہم بھی باقی ہو وہ غلام ہی ہوتا ہے۔۳۔ جو بلا دلیل کہے کہ یہ میری بیوی کا بچہ میرا نہیں ہے وہ بہت بڑا گنہگار ہے۔ پھر اس باب کے بعد کوئی حدیث نہیں ہے بلکہ نیا باب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری نے باب لکھ کر خالی جگہ چھوڑی کہ حدیث لکھ دوں گا پھر مہلت نہ ملی حدیث تلاش کرنے کی یا تلاش کی لیکن اپنی شرط پر نہ ملی اور بعض نسخوں میں اس باب کے بعد باب بلا ترجمہ بھی ہے اس کے بعد بھی کوئی حدیث نہیں ہے اس کی بھی یہی تقریر ہے۔

باب من ادعی اخا اوابن اخ

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔**من ادعی الی غیر ابیہ:** غرض یہ کہ ایسا کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

باب اذا ادعت المراۃ ابنا:

غرض یہ ہے کہ ماں کے دعوے کی طرح بیٹے کے دعوے میں بھی بینہ نہ ہوں تو قول ہی معتبر ہوتا ہے۔ **باب القائف:** غرض یہ بتلانا ہے کہ قیافہ دان جس کو ہم کھوجی کہتے ہیں اس کا قول شبہ دور کرنے میں تو معتبر ہے نسب ثابت کرنے میں معتبر نہیں ہے۔

کتاب الحدود

غرض حدود کے احکام کا بیان ہے۔ ربط یہ ہے کہ پیچھے فرائض کے اخیر میں غیر اب کی طرف نسبت کرنے کا ذکر تھا اس میں زنا کا ذکر ضمناً آ گیا اس لئے اب زنا کی حد اور باقی حدود کا بیان ہے۔

باب ما یحذر من الحدود

غرض گناہوں سے بچنے کی فکر پیدا کرنا ہے۔ بعض نسخوں میں یوں ہے کتاب الحدود وما یحذر من الحدود۔

باب لا یشرب الخمر

غرض شراب پینے سے روکنا ہے۔ بعض نسخوں میں یوں ہے باب الحدود وشرب الخمر پھر غرض دونوں گناہوں سے روکنا ہے۔

باب ما جاء فی ضرب شارب الخمر

شراب کی حد میں کم اور کیف کا ذکر مقصود ہے کہ حد کتنے کوڑے ہیں اور کس چیز سے مارے جاتے ہیں۔

باب من امر یضرب الحد فی البیت

غرض اس شخص کا رد ہے جس نے کہا کہ چھپ کر حد نہیں لگائی جا سکتی۔

باب الضرب بالجرید والنعال:

غرض یہ ہے کہ ان دو چیزوں سے مارنے سے بھی حد ادا ہو جائے گی۔

باب مایکرہ من لعن شارب الخمر وانہ لیس بخارج من الملہ

غرض دو روایتوں میں تطبیق ہے ایک میں شرابی کو لعنت کرنے سے ممانعت ہے اور دوسری روایت میں ہے لا یشرب الخمر وھو مومن۔ تطبیق کا حاصل یہ ہے کہ شرابی ایمان کامل سے خارج ہوتا ہے نفس ایمان سے اور ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا۔

باب السارق حین یسرق

غرض یہ ہے کہ چور سے کمال ایمان نکل جاتا ہے۔

باب لعن السارق اذالم یسم

غرض یہ ہے کہ نام لئے بغیر لعنت کرنی جائز ہے جیسے کہے کہ چور پر لعنت ہو۔ **کانوا یرون انہ بیض الحدید:** مطلب یہ ہے کہ حدیث شریف میں جو بیضہ پر ہاتھ کٹنے کا ذکر ہے وہاں مرغی کا انڈا مراد نہیں ہے لوہے کی ٹوپی مراد ہے ایسے ہی رسی کا جو ذکر ہے تو قیمتی رسی مراد ہے معمولی رسی مراد نہیں ہے۔

باب الحدود کفارۃ

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ حد لگنے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے اس میں اختلاف پیچھے گزر چکا ہے۔

باب اقامة الحدود علی الشریف والوضیع

غرض یہ ہے کہ حد قائم ہونے کے معاملہ میں غریب اور امیر میں کوئی فرق نہیں ہے۔

باب کراهیة الشفاعة فی الحد اذا رفع الی السلطان

غرض یہ ہے کہ بادشاہ سے یہ سفارش کرنا کہ فلاں شخص کو حد نہ لگائی جائے یہ گناہ ہے۔

باب قول الله تعالیٰ والسارق فاقطعوا ایدیهما

غرض یہ ہے کہ چور کی حد قرآن پاک سے ثابت ہے۔ **مجن حجفه اوترس:** اس عبارت میں او شک راوی۔ حجفہ دو چمڑوں سے بنی ہوئی ڈھال اور ترس اس ڈھال کو کہتے ہیں جس میں اندر ہڈی یا لکڑی ہو اور باہر چمڑا ہو اور مجن سب قسموں کو شامل ہے۔

باب توبه السارق

غرض یہ ہے کہ جس کا ہاتھ بطور حد سرقہ کٹ چکا ہو وہ بھی اگر توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول ہے اور گواہی بھی معتبر ہے۔ **وکل محدود کذلک:** یہ امام بخاری کا اپنا اجتہاد ہے حد قاذف میں اختلاف پیچھے گزر چکا ہے۔

کتاب المحاربین من اهل الکفر والردة

غرض ڈاکو کی سزا کا بیان ہے اور یہ تتمہ ہے کتاب الحدود کا پیچھے چوری اور زنا کا ذکر تھا وہ بھی ایک قسم کی لڑائی ہے اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اب ڈاکہ کا ذکر ہے یہ بھی لڑائی ہے اور امام بخاری نے باب میں کفر اور ارتداد کا ذکر فرمایا اور فوراً بعد یہ آیت محاربہ ذکر کر دی اس میں یہ اشارہ ہے کہ قرآن پاک کی آیت صرف مرتدین کے بارے میں ہے جنہوں نے ڈاکہ بھی ڈالا ہو لیکن جمہور اس کے قائل ہیں کہ آیت سب ڈاکوؤں کے بارے میں ہے مسلمان ہوں یا کافر ہوں یا مرتد ہوں۔

باب لم یحسم النبی صلی الله علیه وسلم المحاربین من اهل الردة حتی هلکو

مرتد ڈاکو کو ہاتھ پاؤں کاٹ کر داغ نہ لگانا بھی جائز ہے کیونکہ اس کو مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کرنا ہی مقصود ہے۔

باب لم یسق المرتدون المحاربون حتی ماتوا

گذشتہ باب کی طرح ہی اس باب کی غرض ہے۔

ابغنا رسلا: تلاش کریں ہمارے لئے نرمی کو۔ **الصریخ:** امداد مانگنے والا۔ **الطلب:** یہ جمع ہے طالب کی۔ **فما ترجل النهار:** ابھی دن بلند نہ ہوا تھا۔

باب سمر النبی صلی الله علیه وسلم اعین المحاربین

غرض اس واقعہ کا بیان ہے پھر مثلہ یعنی کان ناک کاٹنے کے متعلق اقوال مختلف ہیں ۱۔ یہ مثلہ جو اس واقعہ میں پایا گیا ہے یہ نزول حدود اور مثلہ سے نہی سے پہلے کا ہے اس نہی کی وجہ سے مثلہ منسوخ ہو چکا ہے۔ ۲۔ جو افعال اس واقعہ میں ہیں یہ قصاصاً ہیں پس منسوخ ماننے کی ضرورت ہی نہیں۔ انہوں نے اس قسم کی تکلیفیں راعی کو پہنچائی تھیں اس لئے ان سے بدلہ لیا گیا۔ ۳۔ نہی مثلہ سے تنزیہی ہے۔

باب فضل من ترک الفواحش

گناہ چھوڑنے کی فضیلت بیان کرنی مقصود ہے اور ربط یہ ہے کہ گناہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ سے لڑائی ہے اس لئے محاربہ کے بعد ترک فواحش کا ذکر فرمایا۔ **توکل:** یہ تکفل کے معنی میں ہے ضامن بنا۔ **مابین رجلیه وما بین لحییه:** وجہ یہ ہے کہ زیادہ گناہ ان دونوں سے ہی ہوتے ہیں ۱۔ شرم کی جگہ ۲۔ زبان۔

باب اثم الزناة

غرض زانیوں کے گناہ کا سخت ہونا بیان کرنا ہے زناۃ جمع ہے زانی کی ربط یہی ہے کہ زنا بھی اللہ تعالیٰ سے لڑائی ہے کیونکہ کبیرہ گناہ ہے۔ **والتوبه معروضه بعد:** توبہ کا دروازہ بھی کھلا ہے ان کو توبہ کرنی چاہیے۔ **لعبد الرحمن:** اس سے مراد عبدالرحمٰن بن مہدی ہیں۔ **عن سفیان:** یہاں ثوری مراد ہیں۔ **قال دعه دعه:** فرمایا عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہ اس روایت کو جو ابومیسرہ کے بغیر ہے اس کو چھوڑ دو کیونکہ یہاں

راجح واسطہ کا ذکر ہے اگرچہ سماع بلا واسطہ بھی ثابت ہے۔

باب رجم المحصن

غرض محصن کی زنا کا حکم بیان کرنا ہے کہ وہ رجم ہے اور محصن کے معنی ہیں من احصن نفسہ عن الفاحشۃ بالنکاح۔ **قال لادری:۔** فرمایا حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ سورہ نور کے بعد رجم فرمایا یا نہ لیکن یہ ثابت ہے کہ رجم بعد میں فرمایا ہے کیونکہ سورہ نور کی آیتیں واقعہ افک میں نازل ہوئی ہیں جو ۴ھ یا ۵ھ یا ۶ھ میں پایا گیا اور رجم اس کے بعد ہوئی کیونکہ رجم میں حضرت ابو ہریرہ کا موجود ہونا مذکور ہے۔

باب لا یرجم المجنون والمجنونہ:۔

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مجنون نے اگر زنا جنون کی حالت میں کیا ہو تو اس کو رجم نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ مکلف نہیں ہے اور یہ مسئلہ اجماعیہ ہے اور اگر زنا کے وقت عاقل تھا اور محصن تھا پھر بعد میں مجنون ہوا تو رجم جاری کر دی جائے گی کیونکہ رجم سے مقصود موت کی سزا ہے البتہ اگر غیر محصن نے زنا کی ہے پھر مجنون ہو گیا تو تندرستی کا اور عقل آنے کا انتظار کیا جائے گا کیونکہ مقصود زندہ رکھتے ہوئے سزا دینی ہے۔ موت کی سزا دینی مقصود نہیں ہے۔

باب للعاھر الحجر

غرض اس حدیث کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے پھر حجر کے معنی کیا ہیں۔ ۱۔ ناکامی یعنی نسب سے محرومی۔ ۲۔ رجم۔

باب الرجم بالبلاط

بلاط مدینہ منورہ میں جگہ تھی جس میں پتھروں کا فرش لگا ہوا تھا غرض کیا ہے۔ ۱۔ رجم کے لئے گڑھا کھودنا ضروری نہیں ہے کیونکہ بلاط جگہ کے فرش پر پتھر لگے ہوئے تھے۔ ایسی جگہ عموماً گڑھا نہیں کھودا جاتا۔ ۲۔ عمارتوں کے اندر بھی رجم ہو سکتی ہے اس کے لئے کھلی جگہ جیسے عیدگاہ یا جنازہ گاہ ضروری نہیں۔ **والتجبیہ:۔** ۱۔ گدھے پر الٹا بٹھانا۔ ۲۔ زانی مرد اور عورت کو ایک دوسرے کی طرف پشت کر کے بٹھانا۔

باب الرجم بالمصلی

غرض یہ ہے کہ اولیٰ عیدگاہ میں رجم کرنا ہے۔

باب من اصاب ذنبا دون الحد فاخبر الامام فلا عقوبہ علیہ بعد التوبہ اذا جاء مستفتیا

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔ **ولم یعاقب عمر صاحب الظبی:۔** یعنی ایک صاحب نے احرام کی حالت میں ہرن کا شکار کر لیا تھا ان کو حضرت عمر نے ڈانٹا نہیں صرف جزاء ادا کرنے کا حکم دے دیا۔ **وفیہ عن ابی عثمان:۔** یہ روایت مواقیت الصلوۃ میں گزری ہے کہ ناجائز تقبیل پر ان الحسنات یذھبن السیات نازل ہوئی۔ **قال عبدالرحمن مادری ماھو:۔** راوی عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ نہیں کہ گدھے پر کیا لدا ہوا تھا۔

باب اذا اقر بالحد ولم یبین هل للامام ان یستر علیہ

جواب محذوف ہے نعم۔ ذکر نہ فرمایا کیونکہ حدیث پاک سے معلوم ہو رہا تھا غرض یہ ہے کہ امام کے لئے اس موقعہ میں ستر جائز ہے۔

باب هل یقول الامام للمقر لعلک لمست او غمزت

یہاں بھی نعم محذوف ہے اور غرض یہ ہے کہ ایسے موقعہ میں امام کے لئے تلقین بھی جائز ہے۔ غمز کے معنی آنکھ سے اشارہ ہیں یا ہاتھ سے اشارہ۔

باب سوال الامام المقر هل احصنت

غرض یہ ہے کہ یہ سوال واجب ہے تا کہ سزا کا فیصلہ ہو سکے کہ جلد ہے یا رجم ہے۔ جمز اس کے معنی ہیں بھاگ گیا۔

باب الاعتراف بالزنا

غرض اس اعتراف کا حکم بتلانا ہے۔ **قلت لسفیان:۔** یہاں ابن عیینہ ہیں۔ **لانجد الرجم فی کتاب اللہ**

یعنی ہم قرآن پاک میں رجم کو لکھا ہوا نہیں پاتے۔ **انزلها الله** ا۔ مالکان کے لحاظ سے فرمایا کہ یہ آیت نازل ہوئی تھی الشیخ والشیخہ اذا زنیا فارجموھما پھر اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی لیکن حکم باقی رہا۔ ۲۔ مراد حدیث ہے وحی خفی میں حکم نازل ہوا تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی وحی ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔

قال سفیان کذا حفظت : یہاں ابن عیینہ ہیں۔

باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت

غرض یہ کہ اس میں بھی رجم ہے اور یہ مسئلہ اجماعیہ ہے۔ **کنت اقری رجالا من المهاجرین منهم عبدالرحمن بن عوف :** حضرت ابن عباس حضرت عبدالرحمن ابن عوف کو قرآن پڑھایا کرتے تھے معلوم ہوا کہ اگر بڑی عمر والا بھی چھوٹی عمر والے سے پڑھ لے تو اس میں کچھ عیب نہیں ہے۔ **فقال لو رایت رجلا اتی امیر المومنین:** حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضرت ابن عباس کو بتلایا کہ جب میں حضرت عمر کے پاس بیٹھا تھا تو ان کے پاس ایک آدمی نے آکر یہ شکایت کی تھی۔

ماکانت بیعة ابی بکر الا فلتة فتمت: حضرت ابوبکر کے دست مبارک پر بیعت اچانک تھی جو پوری ہوگئی۔ **فان الموسم یجمع رعاع الناس وغوغاء هم :** موسم حج جاہل لوگوں کو بھی جمع کرلیتا ہے اور گھٹیا قسم کے لوگوں کو بھی جمع کر لیتا ہے۔ **او کان الحبل او الاعتراف:** یہ محل ترجمہ ہے۔ **ان لا ترغبوا عن آباکم:** یہ بھی آیت ایسی ہی ہے کہ حکم باقی ہے تلاوت منسوخ ہے یعنی اپنے آپ کو اپنے باپ کی جگہ کسی اور کی طرف منسوب کرنا کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں یہ بہت بڑی ناشکری ہے اگرچہ اس سے کافر تو نہیں ہوتا لیکن بہت بڑی ناشکری اور گناہ ہے یہاں او شک راوی ہے۔ **لا تطرونی کما اطری عیسی بن مریم علیهما السلام:** مدح میں مبالغہ نہ کرو جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی مدح میں مبالغہ کیا گیا۔ **لو مات عمر بایعت فلانا :** خلافت ابی بکر کے واقعہ کے ذکر کرنے کی مناسبت کیا ہے۔ ا۔ پیچھے مدح میں مبالغہ کا ذکر تھا۔ اب جس کو خلیفہ بنانے کا ذکر ہوگا اس کی بھی مدح میں مبالغہ کیا جائے گا اس مناسبت سے خلافت کا مسئلہ تفصیل سے بیان فرمایا حضرت عمر نے۔ ۲۔ مدح میں مبالغہ سے اگرچہ ممانعت ہے لیکن حضرت ابوبکر کی خلافت کے واقعہ میں جو ان کی مدح ہے وہ مبالغہ کے درجہ میں نہیں آتی اس لئے منع نہیں ہے۔ ۳۔ پیچھے رجم کا مسئلہ تھا اور باپ کو چھوڑ کر غیر کی طرف نسب بتانے کا مسئلہ تھا یہ دونوں مسئلے بھی اس وقت قرآن پاک میں تلاوت نہیں کئے جاتے بلکہ احادیث سے ثابت کئے جاتے ہیں اسی طرح حضرت ابوبکر کی خلافت کا مسئلہ بھی قرآن پاک میں تلاوت نہیں کیا جاتا بلکہ احادیث سے ثابت کیا جاتا ہے۔ ۴۔ جیسے رجم اور نسب کے مسئلے راسخین فی العلم کے سمجھانے سے سمجھ میں آسکتے ہیں کیونکہ ان دونوں کی آیتیں منسوخ التلاوت ہیں اور اصل منسوخ التلاوت میں یہی ہوتا ہے کہ اس کا حکم بھی منسوخ ہوتا ہے اسی طرح خلافت کی شرطیں بھی راسخین فی العلم ہی جانتے ہیں۔ ہر ایک اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبر پر قیاس نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ان کے فضائل تو بڑے ہی تھے ہر ایک کے فضائل تو بڑے ہی نہیں ہوتے۔

اقضوا امرکم : تم اے مہاجر و اپنا کام کرنا انصار کے پیچھے نہ لگنا کیونکہ وہ اس موقعہ میں نامناسب کام کرنا چاہتے ہیں۔ **یریدون ان یختزلونا من اصلنا :** مہاجر حضرات ارادہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جڑ سے اکھاڑ دیں۔ **وان یحضونا من الامر :** ہمیں خلافت کے معاملہ سے الگ کرنا چاہتے ہیں۔ **کنت اداری منه بعض الحد :** ا۔ یہ بعض الحد مفعول بہ ہے انصار کی ناراضگی اور حدت اور غصہ جو حضرت ابوبکر پر یا دیگر مہاجرین پر آگیا تھا میں اس کو دور کرنا چاہتا تھا منہ کی ضمیر حضرت ابوبکر کی طرف لوٹتی ہے۔ ۲۔ یہ بعض الحد مفعول مطلق ہے میں حضرت ابوبکر سے ایک حد تک مدافعت کرنا چاہتا تھا۔ **انا جذیلها المحکک وعذیقها المرجب :** میں انصار کی گاڑی ہوئی جڑ ہوں اور عزت دیا ہوا تنا ہوں۔ **ونزونا علی سعد بن عبادة :** ہم سعد بن عبادہ کے اوپر سے گزر گئے یعنی ان کو ہرا دیا اور ہم جیت گئے۔

فائدہ: انبیاء علیھم السلام خواب کی جو تعبیر دے دیں وہ بھی حجت شرعیہ بن جاتی ہے جیسے یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ہے

قضی الامر الذی فیہ تستفتیان۔ حضرت صدیق اکبرکی خلافت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خواب کی تعبیر کے درجہ میں بیان فرما چکے تھے۔ فتح الباری اور ازالۃ الخفاء میں مستدرک حاکم سے روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت علی نے سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر کے دست مبارک پر بیعت کرلی تھی البتہ تجدید بیعت حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد کی تھی (ازالۃ الخفاء ص ۲۰۱) اور اسی کتاب ازالۃ الخفاء میں ص ۲۰۲ پر ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی جو بیرا ریس میں گرگئی تھی اس کی برکت اور تاثیر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے کم نہ تھی اسی لئے اس انگوٹھی کے گم ہونے کے بعد حضرت عثمان کی خلافت میں خلل اور فتنے شروع ہو گئے۔

باب البکران یجلدان وینفیان

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔ بنفی عام باقامہ الحد: یہاں متلبساً محذوف ہے متلبسا باقامہ الحد۔

باب نفی اهل المعاصی والمخنثین

غرض یہ ہے کہ ایسے فعل پر بھی نکالا جاسکتا ہے جس میں شرعی حد نہیں ہے تو ایسے فعل پر بطریق اولی نکالی جاسکتا ہے جس میں شرعی حد ہے۔

باب من امر غیر الامام باقامہ الحد غائباً عنہ

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے اور ایک نسخہ میں باب کے الفاظ یوں ہیں باب من امرہ الامام باقامہ الحد نائبا عنہ یعنی امام کا نائب ہوکر یہ دوسرے الفاظ زیادہ واضح ہیں۔ سوال یہ تو تکرار ہے کیونکہ عنقریب آگے یہ عنوان ہے بل یامر الامام رجلا فیضرب الحد غائبا عنہ جواب یہاں غائب عنہ اس مامور سے حال ہے جو حد لگائے گا اور عنقریب آنے والے باب میں غائبا محدود سے حال ہے اس لئے معنی الگ الگ ہو گئے۔

باب قول اللہ تعالیٰ ومن لم یستطع منکم طولا

غرض آیت کی تفسیر ہے اور ایک نسخہ میں اگلے باب والی حدیث حضرت ابوہریرہ والی دوسری سند کے ساتھ یہاں مذکور ہے اور جس نسخہ میں وہ حدیث مذکور نہیں تو پھر بھی اسی حدیث کی طرف اشارہ ہے گویا دونوں بابوں کے لئے ایک ہی حدیث ہے۔

باب اذا زنت الامه

غرض یہ ہے کہ لونڈی پر رجم نہیں ہے یہ جواب چھوڑ دیا کیونکہ حدیث پاک سے ثابت ہو رہا تھا۔

باب لا یثرب علی الامه اذا زنت ولا تنفی

غرض ان دو مسئلوں کا بیان ہے۔ ۱۔ زنا پر لونڈی کو لعن طعن نہ کرنا چاہیے۔ ۲۔ لونڈی کو جلاوطن نہ کرنا چاہیے پھر جلاوطن کیوں نہیں کیا جاتا۔ ۱۔ اس سے مولی کا حق ضائع ہوتا ہے۔ ۲۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ **ثم ان زنت الثالثه فلیبعها:** یہ بیچنا اس لئے ہے کہ شاید آقا بدلنے سے عبرت پکڑے اور یہ گندا کام چھوڑ دے۔

باب احکام اهل الذمه واحصانهم

غرض ذمیوں کے احکام اور احصان کا بیان ہے۔ عند البخاری واحمد والشافعی وفی روایۃ عن ابی یوسف زانی کو محصن شمار کرنے کے لئے اسلام شرط نہیں ہے کافر شادی شدہ بھی محصن ہے اور اگر اس نے زنا کی تو اس کو رجم ہوگی وعند المالکیہ ومعظم الحنفیہ کافر کو رجم نہیں کیا جائے گا اور زنا کے احصان میں اسلام شرط ہے لنا فی مسند اسحق بن راھویہ مرفوعا من اشرک باللہ فلیس بمحصن لھم حدیث الباب عن ابن عمر یہودی مرد و عورت کے بارے میں جنہوں نے زنا کی تھی نامر بھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرجما جواب۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تحکیم پر مبنی تھا کیونکہ ان یہودیوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تورات کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے حکم قرار دیا تھا اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات کے مطابق ان پر رجم کا فیصلہ فرمایا تھا۔ اسلام کے اصول کے مطابق یہ فیصلہ نہ تھا اس کی تائید اس آیت مبارکہ سے ہوتی ہے **وکیف یحکمونک**

وعندھم التوراۃ فیھا حکم اللہ۔ تحکیم کا اختلاف: اگر کافر ہمیں حکم بنائیں تو ہمارے لئے اختیار ہے کہ ہم چاہیں تو حکم بنیں اور نہ چاہیں تو نہ بنیں یہ مذہب ہے امام مالک اور امام احمد کا اور امام ابوحنیفہ اس کے قائل ہوئے کہ ہمارے ذمہ حکم بننا واجب ہے اور امام شافعی کی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ایک ہمارے ساتھ اور ایک امام مالک اور امام احمد کے ساتھ ہماری دلیل حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **وان احکم بینھم بما انزل اللہ** اور ان حضرات کی دلیل **فان جاوک فاحکم بینھم او اعرض عنھم** ترجیح ہمارے قول کو ہے کیونکہ ہمارے قول میں احتیاط ہے کیونکہ حکم نہ بننا ہمارے نزدیک ناجائز ہے ان کے نزدیک جائز ہے اس لئے ہماری آیت محرم ہیں ان کی مبیح ایسے موقعہ میں ترجیح محرم کو ہوتی ہے۔ **وقال بعضھم المائدۃ والاول اصح:** معنی یہ ہیں کہ ایک تابعی اور وہ حضرت عبیدہ ہیں انہوں نے اس روایت میں سورہ نور کی جگہ سورہ مائدہ کا ذکر کیا ہے لیکن امام بخاری فرمارہے ہیں کہ سورہ نور کا ذکر زیادہ صحیح ہے۔

باب اذا رمی امراته او امراة غیره بالزنا عند الحاکم والناس هل علی الحاکم ان یبعث الیها فیسا لها عما رمیت به

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے اور جواب امام بخاری کی رائے پر ہے نعم اور ذکر نہ فرمایا کیونکہ حدیث پاک سے ثابت ہورہا ہے۔

باب من ادب اهله او غیره دون السلطان

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔

باب من رای مع امراته رجلا فقتله

غرض یہ ہے کہ دیانۃً یہ جائز ہے لیکن قضاءً قصاص ہوگا اسی پر جمہور فقہاء ہیں۔

باب ما جاء فی التعریض

غرض یہ ہے کہ یہ تصریح کے برابر نہیں ہے پھر تعریض کے معنی یہ ہیں کہ ایک کلام کے ایک ظاہری معنی ہیں ایک چھپے ہوئے معنی ہیں بولنے والا چھپے ہوئے معنی مراد لے رہا ہو۔

باب کم التعزیر والادب

غرض یہ ہے کہ تعزیر کی کوئی حد نہیں ہے بلکہ یہ امام کی رائے پر ہے پھر تادیب تعزیر سے اعم ہے کیونکہ تادیب ہر مشقت کو کہتے ہیں جس سے کمال حاصل ہو۔ **لا یجلد فوق عشر جلدات الافی حد من حدود اللہ:** یہ روایت امام احمد کے نزدیک اپنے ظاہر پر ہے جمہور کے نزدیک اس کی دو توجیہیں ہیں۔ ۱۔ استحباب پر محمول ہے۔ ۲۔ منسوخ ہے اور جمہور کا قول ہی راجح ہے کیونکہ اجماع صحابہ سے زیادتی پر دلالت موجود ہے گویا منشا اختلاف یہ زیر بحث روایت ہے اور دلالت اجماع صحابہ سے جمہور کے قول کو ترجیح حاصل ہے۔ **فلما ابوا ان ینتھوا عن الوصال:** سوال۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک کام سے منع فرمائیں اور صحابہ کرام کریں۔ جواب۔ صحابہ کرامؓ نے خیال فرمایا کہ یہ نہی تنزیہی ہے۔ **انھم کانوا یضربون:** اس سے معلوم ہوا کہ کسی اہم کام پر محتسب مقرر کردینا جائز ہے۔ **واللطخ والتھمۃ:** دونوں کے ایک ہی معنی ہیں اس لئے عطف تفسیری ہے۔

باب من اظهر الفاحشه واللطخ والتهمه بغیر بینه

غرض یہ ہے کہ بینہ کے بغیر زنا کی حد نہ لگائی جائے گی۔ **لاتلک امراۃ اعلنت:** اس نے اعلانیہ گناہ کیا تھا۔ **خدلا:** بھاری پنڈلی والا۔ **لاتلک امراۃ کانت تظھر فی الاسلام السوء:** فتح الباری میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مجھے اس عورت کا نام معلوم نہیں ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام نے ستر عیب کی وجہ سے عورت کا نام ظاہر نہیں فرمایا۔

باب رمی المحصنات

یہاں محصنات سے مراد عفیف عورتیں ہیں شادی شدہ ہوں یا نہ ہوں ان کو تہمت لگانے سے حد قذف جاری ہوگی۔

باب قذف العبید

غرض یہ اجماعی مسئلہ بتلانا ہے کہ غلام کو قذف کرنے پر حد قذف

نہیں ہے۔ **جلد یوم القیامه:** اس حدیث پاک میں قیامت کی سزا کا تو ذکر ہے دنیا میں سزا سے سکوت ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ غلام پر تہمت لگانے سے صرف گناہ تو ہے دنیا میں حد نہیں ہے۔

باب هل یامر الامام رجلا فیضرب الحد غائباً عنه

سوال اسی کے قریب قریب باب عنقریب گزرا ہے جواب۔ ا۔ ایک جواب تو وہاں دے دیا تھا کہ وہاں غائبا حد لگانے والے سے حال ہے اور یہاں محدود سے حال ہے۔ ۲۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ پیچھے غرض غیر امام کا حکم بیان کرنا تھا کہ غیر امام کے لئے جائز ہے کہ وہ امام کی اجازت سے رجم کردے یا کوئی اور حد قائم کردے اس لئے محل ترجمہ تفرجھا اور یہاں امام کا حکم بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ اپنی جگہ اگر کسی اور کو حد قائم کرنے کے لئے بھیج دے تو امام کو گناہ نہیں ہے اس لئے یہاں محل ترجمہ یہ ہے یا انیس اغد۔

کتاب الدیات

بعض نسخوں میں یہاں یوں ہے باب قول اللہ تعالیٰ الخ غرض یہ ہے کہ قتل مومن پر سخت وعید ہے اور امام اسماعیل قاضی کی کتاب احکام القرآن میں سند حسن کے ساتھ یہ روایت ہے کہ جب یہ آیت قتل کی وعید والی نازل ہوئی تو مہاجرین والانصار نے کہا وجبت کہ اب تو بہت سے مسلمانوں پر جہنم ثابت ہوگئی تو پھر یہ آیت نازل ہوئی ان اللہ **لا یغفران یشرک به ویغفر مادون ذلک لمن یشاء** اسی کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ صحیحین میں حضرت عبادہ سے مرفوع روایت میں قتل اور زنا وغیرہ کے بعد ہے ومن اصاب من ذلک شیئا فامرہ الی اللہ ان شاء عاقبہ وان شاء عفا عنہ اور اسی کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری میں گزری ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے پہلے ننانوے قتل کئے پھر ایک اور کیا اور توبہ کی اور وہ توبہ قبول ہوگئی پھر کتاب الدیات کا ربط یہ ہے کہ یہ حدود کا تتمہ ہے یہ جمع ہے دیہ کی وھی ما وجب من المال بالجنایۃ علی الحر فی النفس او فیما دونھا من الاعضاء سوال۔ بخاری کے سوا دوسرے ائمہ نے تو دیت کو قصاص کے تابع کر کے بیان فرمایا ہے امام بخاری نے اس کا عکس کیوں کیا۔ جواب۔ امام بخاری کا طرز بہتر ہے کیونکہ دیت قصاص سے اعم ہے کیونکہ کبھی قصاص سے بھی دیت پر صلح ہو جاتی ہے کبھی خطا وغیرہ میں واجب ہوتی ہے۔ **من ورطات:** یہ جمع ہے ورطہ کی بمعنی ہلاکت۔

باب قول اللہ تعالیٰ ومن احیاھا

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔ **الی الحرقه من جهینه:** یہ ایک قبیلہ کا نام ہے جو جہینہ قبیلہ کی شاخ ہے۔ **لانصر هذا الرجل:** اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔

باب قول اللہ تعالیٰ یایھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ:

غرض اس آیت کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔

باب سوال القاتل حتی یقروالا قرار فی الحدود

غرض دو مسئلوں کا بیان ہے۔ ا۔ امام کا سوال کرنا اچھا ہے قاتل سے یہاں تک کہ وہ قتل کا اقرار کرلے۔ ۲۔ حد میں بھی اقرار معتبر ہے اور اس سے حد قائم کی جاسکتی ہے۔

باب اذا قتل بحجر او بعصا

غرض جمہور کے قول کی تائید ہے کہ جس طریقہ سے کسی نے قتل کیا ہو اسی طرح اس کو بھی قتل کیا جائے گا اگر وہ اس چیز سے نہ مرا تو پھر تلوار سے قتل کردیا جائے گا وعند امامنا ابی حنیفہ قصاص صرف تلوار سے ہوگا ہماری دلیل ابن ماجہ اور طحاوی کی روایت عن النعمان بن بشیر مرفوعاً لا قود الا بالسیف وللجمہور حدیث الباب عن انس مرفوعا فقلنا بین الحجرین جواب قولی روایت کو فعلی روایت پر ترجیح ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ ان النفس بالنفس

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔

باب من اقاد بالحجر

غرض اسی باب کی تاکید ہے جو عنقریب گزرا کہ جس طریقہ سے کسی نے قتل کیا ہو قصاص میں اسی طریقہ کا استعمال واجب ہے۔

باب من قتل له قتيل فهو بخير النظرين

اختلافی مسئلہ میں امام احمد کی تائید کرنی مقصود ہے ان کے نزدیک مقتول کے متولی کو اختیار رہتا ہے چاہے قتل عمد میں قصاص لے لے چاہے دیت لے لے امام شافعی کی ایک روایت بھی ان کے ساتھ ہے دوسری روایت اور ہمارے امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ قتل عمد میں صرف قصاص ہے ہماری دلیل حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کتب علیکم القصاص فی القتلی ان کی دلیل حدیث الباب ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعاً من قتل له قتيل فهو بخير النظرين اما يودى واما يقاد. جواب یہ اس پر مبنی ہے کہ عموماً قاتل دیت پر راضی ہو جاتا ہے۔

باب من طلب دم امرئ بغير حق

ناجائز قتل کی مذمت بیان کرنی مقصود ہے۔

باب العفو فی الخطا بعد الموت

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جو خطا قتل ہو جائے تو اس کی موت کے بعد ولی کے لئے معاف کر دینے میں بہت ثواب ہے زندگی میں تو مقتول خود معاف کرتا ہے۔ **وقد كان انهزم منهم قوم حتى لحقوا بالطائف:** اس سے مراد مشرکین کی ایک جماعت ہے۔

باب قول الله تعالیٰ وما كان لمومن ان يقتل مومنا الا خطا

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ قتل خطا میں قصاص نہیں ہے خصوصاً جبکہ مقتول بھی کافر حربی ہو۔ سوال۔ حدیث کیوں ذکر نہ فرمائی جواب۔ ا۔ اس مسئلہ میں آیات کو کافی شمار فرمایا۔ ۲۔ اپنی شرط پر کوئی حدیث اس مسئلہ میں نہ پائی۔

باب اذا اقر بالقتل مرة قتل به

اس شخص کا رد ہے جس نے کہا کہ قتل کا اقرار دو دفعہ کرنا ضروری ہے اور قیاس کیا حد زنا پر کہ وہاں چار گواہ ہوتے ہیں اور اقرار بھی چار دفعہ ہے قتل میں دو گواہ ہوتے ہیں اس لئے یہاں اقرار بھی دو دفعہ ہونا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل نہیں ہو سکتا زیر بحث باب کی حدیث میں اقرار کا ذکر ہے دو دفعہ کی قید نہیں ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دفعہ ہی اقرار پایا گیا۔

باب قتل الرجل بالمراة

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ قصاص میں مذکر اور مونث برابر ہیں۔

باب القصاص بين الرجال والنساء في الجراحات

غرض امام مالک اور امام شافعی کے مذہب کی تائید ہے کہ مادون النفس میں بھی مرد اور عورت برابر ہیں۔ ہمارے امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل سے کم درجہ میں مرد اور عورت کے درمیان قصاص نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ جان کے بدلہ میں جان ہے اس میں تو بیمار اور تندرست کو نہیں دیکھا جاتا لیکن اعضاء میں کامل اور ناقص کے فرق کا لحاظ ہوتا ہے چنانچہ اگر کوئی فالج والا ہاتھ کاٹ دے تو اس کے بدلہ میں صحیح ہاتھ نہیں کاٹا جاتا اسی طرح مرد اور عورت کے ہاتھ میں چونکہ قوت اور ضعف کا فرق ہوتا ہے اس لئے ایک دوسرے کے بدلہ میں کاٹ نہیں سکتے۔ امام مالک اور امام شافعی کی دلیل۔ ا۔ بخاری شریف میں تعلیقاً ہے ویذکر عن عمر تقاد المراۃ من الرجل فی کل عمد یبلغ نفسه فما دونها من الجراح جواب امام بخاری نے اس روایت کو تمریض کے صیغہ سے ذکر فرمایا ہے جو علامت کمزور ہونے کی ہے کیونکہ حضرت نخعی نے حضرت شریح سے سماع نہیں فرمایا۔ ۲۔ بخاری شریف میں اسی باب میں تعلیقاً روایت ہے جرحت اخت الربیع انسانا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم القصاص جواب۔ ا۔ ایک روایت میں ضمان کی تصریح ہے۔ پس قصاص نہ ہوا دیت ہوئی۔ ۲۔ ایک روایت میں یوں ہے کسرت ثنیہ جاریہ اس لئے اس روایت سے صرف عورتوں کے اعضاء کا قصاص آپس میں ثابت ہوا عورتوں اور مردوں کے درمیان اعضاء کا قصاص ثابت نہ ہوا۔ **عن اصحابه:** یہاں اصحاب سے مراد اساتذہ ہیں۔ **جرحت اخت الربيع:** اس واقعہ کی تفصیل سورۃ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

باب من اخذ حقه او اقتص دون السلطان

اس باب کے ترجمہ میں دون السلطان سے مراد ہے دون امر السلطان او نائبہ۔ جواب محذوف ہے کیوں محذوف ہے۔ ا۔ حدیث میں موجود ہے۔ ۲۔ جگہ تو اختلاف کی ہے لیکن سامع اور ناظرہ خود استنباط کرے۔ باقی تفصیل فقہ میں ہے۔ **نحن الاخرون السابقون**:۔ سوال اس حدیث کی باب سے مناسبت نہیں ہے جواب۔ راوی نے دو حدیثیں اکٹھی سنی ہیں اس لئے اکٹھی نقل کر دی ہیں دوسری حدیث باب کے مناسب ہے مشقصا ا۔لوہے کا تیز حصہ جس کو پھل کہتے ہیں ۔۲۔ پھل والا تیر۔

باب اذا مات فی الزحام او قتل به:۔

یعنی کوئی بھیڑ میں اس وجہ سے قتل کر دیا جائے کہ خیال کیا ہو کہ یہ تو کافر ہے اور واقع میں مسلمان ہو غرض یہ مسئلہ بیان کرنا ہے اور حکم کی تصریح نہ فرمائی اس وجہ سے کہ حکم میں اختلاف کثیر ہے مثلاً ا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا خون هدر رہو گا کسی پر قصاص یا دیت نہ ہوگی ۔۲۔ اس کی دیت بیت المال میں ہوگی ۔۳۔ اس کی دیت بیت المال سے وصول نہ کی جائے گی بلکہ جتنے اس مجلس میں حاضر تھے ان سب سے وصول کی جائے گی ۔۴۔ متولی اگر حلف کھالے کہ حاضرین میں سے فلاں نے قتل کیا ہے تو اس سے دیت لیں گے ورنہ پھر هدر جائے گی اور کسی سے بھی وصول نہ کی جائے گی باقی تفصیل فقہ میں ہے۔ **فما زالت فی حذیفه منه بقیه** :۔ ا۔ اس عفو کی وجہ سے حضرت حذیفہ میں اچھی ثنا باقی رہی ۔۲۔ والد کے قتل ہونے کی وجہ سے صبر باقی رہا گویا پہلی توجیہ میں منہ کی ضمیر عفو کی طرف لوٹتی ہے اور بقیہ سے مراد ثناء حسن اور دوسری توجیہ میں یہ ضمیر قتل اب کی طرف لوٹتی ہے اور بقیہ سے مراد صبر ہے۔

باب اذا قتل نفسه خطا فلادية له

غرض جمہور کی تائید ہے امام احمد کے خلاف کیونکہ امام احمد کے نزدیک اس کی دیت عاقلہ پر ہوگی اور اس دیت سے جتنے دن زندہ رہا تو وہ خود نفع اٹھائے گا اور مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو مل جائے گی اور جمہور کے نزدیک اس کی دیت نہیں ہے لنا حدیث الباب عن سلمہ کہ حضرت عامر اپنے ہی ہتھیار لگنے سے شہید ہو گئے تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر کوئی دیت مقرر نہ فرمائی ولاحمد قیاس ہے اس صورت پر کہ کوئی دوسرا شخص کسی کو خطاً قتل کر دے جیسے اس میں دیت ہے ایسے ہی خود اپنے آپ کو خطاً قتل کرنے میں بھی دیت ہونی چاہیے۔ جواب یہ ہے کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل نہیں کر سکتے۔

باب اذا عض رجلا فوقعت ثنا یاه

غرض یہ ہے کہ اس صورت میں دیت معاف ہے جیسا کہ حدیث شریف مذکور ہے اور یہی جمہور فقہاء کا مذہب ہے۔

باب السن بالسن

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے اور یہی اجماعی حکم ہے۔

باب دیه الاصابع

غرض یہ ہے کہ سب انگلیوں کی دیت برابر ہے ہاتھ کی ہوں یا پاؤں کی چھوٹی ہوں یا بڑی یا انگوٹھا ہو سب برابر ہیں اور یہی اہل فتویٰ کا مسلک ہے حدیث الباب کے علاوہ ابوداؤد اور ترمذی میں مرفوعاً وارد ہے اصابع الیدین والرجلین سواء اور ابن ماجہ میں ہے عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعا الاصابع سواء کلھن فیہ عشر عشر من الابل۔

باب اذا اصاب قوم من رجل هل یعاقب او یقتص منهم کلهم

جواب محذوف ہے نعم اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔ **باب القسامه**:۔ غرض قسامہ کا حکم بتلانا ہے اور قسامہ میں قاف کا فتحہ ہے وجہ تسمیہ۔ ا۔ یہ لفظ قسم سے لیا گیا ہے کیونکہ اس میں قسمیں ہوتی ہیں ۔۲۔ یہ لفظ قسمہ سے لیا گیا ہے کیونکہ اس میں قسمہ الایمان ہے۔ امام بخاری اور حکم بن عتیبہ اور ابوقلابہ اور سالم بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار اور قتادہ اور ابراہیم بن علیہ اس کے قائل ہوئے کہ قسامہ مشروع نہیں ہے اور یہ بات حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بھی باختلاف روایات منقول ہے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قسامہ کے قائل تھے اور بعض سے معلوم

ہوتا ہے کہ قائل نہ تھے لیکن جمہور فقہاء قائل ہیں کہ قسامہ مشروع ہے اور ثابت ہے لیکن راجح یہ ہے کہ قسامہ میں امام بخاری حنفیہ کے ساتھ ہیں کہ قسامہ مشروع بھی ہے اور اس میں قصاص کسی صورت میں نہیں ہے کیونکہ امام بخاری کا طرز اس باب میں اسی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ حنفیہ کے ساتھ ہیں۔ حنفیہ اور باقی جمہور میں یہ اختلاف ہے کہ حنفیہ کے نزدیک کسی صورت میں نہ مدعی سے قسم ہے نہ قصاص ہے اور یہی امام شافعی کا قول جدید قرار دیا گیا ہے ان کا قول قدیم اور باقی جمہور مالکیہ اور حنابلہ اس کے قائل ہوئے کہ اگر علامت ہو تو مدعی سے قسم لیں گے علامت کیا ہے اس کے گھر خون ہو یا عداوت ہو یا ایک گواہ ہو ہماری حنفیہ کی دلیلیں۔ ا۔ فی الترمذی عن عبد اللہ بن عمرو مرفوعا البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ۔ ۲۔ اس باب میں تعلیق وقال اشعث بن قیس النبی صلی اللہ علیہ وسلم شاھداک او یمینہ۔ ۳۔ حدیث الباب جس کے الفاظ ابوداؤد میں اس طرح ہیں عن سھل بن ابی حثمۃ مرفوعا تبرأکم یھود بخمسین یمینا۔ ۴۔ اسی باب میں حضرت عمر بن عبد العزیز والی لمبی حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ قسامہ میں قصاص نہیں اس حدیث کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ میں یوں ہیں عن سلیمان بن یسار ان عمر بن عبد العزیز قال مارایت مثل القسامہ اقید بھا واللہ تعالیٰ یقول واشھدوا ذوی عدل منکم وقالت الاسباط وما شھدنا الا بما علمنا لیکن حافظ ابن حجر نے حضرت عمر بن عبد العزیز کا رجوع نقل کیا ہے اس قول سے جو حضرت ابو قلابہ کے خلاف ہے جمہور کی دلیل۔ ا۔ فی ابی داؤد عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قتل رجلا بالقسامہ جواب۔ ا۔ یہ روایت شاذ ہے۔ ۲۔ قسامہ کے بعد ظہور بینہ یا اقرار کی وجہ سے قتل کرایا۔ ۲۔ جمہور کی دوسری دلیل صحاح ستہ کی روایت حضرت سھل بن ابی حثمہ سے مرفوعا اتحلفون خمسین یمینا وتستحقون دم صاحبکم جواب۔ ا۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ مقصود انکار ہے قصاص سے صرف قسم کھا کر قصاص کیسے لے سکتے ہو۔ ۲۔ قال الطحاوی یہ صرف تمہید ہے اصل حکم مدعی علیہ پر بیان فرمانا ہے۔ ۳۔ قال الطحاوی یہ صرف حال معلوم کرنا ہے قصاص کا حکم لگانا مقصود نہیں ہے۔ ۴۔ امام محمد نے جواب دیا ہے کہ دم سے مراد دم مقتول ہے کہ تم دم مقتول کا معاوضہ لے سکو گے یعنی دیت لے سکو گے دم قاتل نہیں ہے کہ تمہیں قصاص مل جائے گا۔ حضرت ابو قلابہ وغیرہ حضرات کی دلیل یہ ہے کہ یمین تو علم پر ہوتی ہے عدم علم پر یمین شریعت کے اصول کے خلاف ہے اس لئے قسامہ ثابت نہیں ہے جواب یہ ہے کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ قسامہ میں دوسرا اختلاف مدعی علیہم سے پچاس قسمیں لینے کے بعد بھی مدعی علیہم پر ہمارے امام ابو حنیفہ کے نزدیک دیت ہے جمہور کے نزدیک نہیں ہے ہماری دلیل۔ ا۔ حدیث الباب عن سھل بن ابی حثمہ فوداہ مائۃ من ابل الصدقۃ جھگڑا مٹانے کے لئے یہودیوں کی طرف سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں کے دیت ادا فرمائی۔ ۲۔ دیت کا سبب موجود ہے کہ انہوں نے محلہ کی حفاظت نہ کی قتل سے جیسے کہ قتل خطا میں دیت ہوتی ہے۔ ۳۔ دیت کا سبب موجود ہے کہ ان کے محلہ میں مقتول پایا گیا اس لئے ظاہر یہی ہے کہ ان میں سے کسی نے قتل کیا ہے جمہور کی دلیل یہ ہے کہ مدعی علیہ قسم کھا کر بری ہو جاتا ہے جواب قسامہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

بیوت السمانین: گھی بیچنے والوں کے گھر۔ **قال نقول القسامہ القود بھا حق:** بعض نسخوں میں یہاں قالوا نقول ہے یہ زیادہ مناسب ہے اور قال کی توجیہ یہ ہے۔ **قال بعضھم وقد اقادت بھا الخلفاء:** اس سے مراد حضرت امیر معاویہ اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر اور عبد الملک بن مروان ہیں۔ **ثم نبذ ھم فی الشمس:** مقصد یہ تھا کہ ان سے قصاص لیا حالانکہ مشاہدہ کرنے والے گواہ موجود نہ تھے۔ **وقد کان فی ھذا سنہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:** معنی یہ ہے کہ اب میں جو واقعہ بیان کرنے لگا ہوں اس میں سنت یہ ثابت ہو رہی ہے کہ قسامہ میں مدعی علیہ پر قسمیں ہیں مدعی پر نہیں ہیں۔ **یتشحط:** تڑپ رہا تھا۔ **نفل:** یمین کے معنی میں ہے۔

فوداه من عنده:۔ سوال دوسری روایت میں اس کے خلاف ہے وہاں یوں ہے وداہ من اہل اصدقہ۔ جواب۔۱۔اہل صدقہ سے اونٹ خرید کر دیت ادا فرمائی۔۲۔اہل صدقہ سے اونٹ ادھار قیمت پر لے گئے کہ فئی میں جب مال آئے گا تو اس سے ان کی قیمت ادا کر دی جائے گی۔**خلعوا حلیفا لهم:۔** عاق کر دیا حلیف کو پھر حلیف سے مراد واقعی حلیف ہے یا اپنے قبیلہ کا آدمی ہے اور مراد یہ ہے کہ وہ حلیف کی طرح محفوظ تھا۔**فانتبه:۔** بیدار ہو گیا اور اس کو پتہ چل گیا۔**فانهجم الغار:۔** غار ان پر گر گئی۔**افلت القرینان:۔** وہ دو شخص جنہوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا وہ دونوں بھاگ نکلے اس بارے۔ **فعاش حولا ثم مات:۔** مقتول کا بھائی تو ایک سال کے بعد مر گیا اور قاتل جس نے چور سمجھ کر قتل کیا تھا وہ بچ گیا کیونکہ وہ بے گناہ تھا اور حق پر تھا۔**فمحوا من الديوان:۔** یعنی ان قسم کھانے والوں کے نام کاٹ دیئے اور ان کو ملازمت سے الگ کر دیا اور شام کی طرف نکال دیا۔ پھر حدیث ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قسامہ سے قصاص ثابت نہیں ہو سکتا۔

باب من اطلع فی بیت قوم ففقاء وعینه فلادیة له

غرض یہ حکم بتلانا ہے اور اس واقعہ کی ایک حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں انہ لادیہ لہ۔**باب العاقلہ:۔** غرض عاقلہ کا بیان ہے اور یہ جمع ہے عاقل کی دیت دینے والا عاقلہ کا مصداق کیا ہے۔ ۱۔اہل دیوان یعنی وہ لوگ جن کے نام اس قاتل والے لشکر کے رجسٹر میں لکھے ہوئے ہیں۔۲۔قاتل کے عصبہ۔ مزید تفصیل فقہ میں ہے۔**وان لا یقتل مسلم بکافر:۔** عندنا منا ابی حنیفہ کافر ذمی کو اگر مسلمان قتل کر دے تو اس میں قصاص ہے وعند الجمہور قصاص نہیں ہے لنا۔۱۔ان النفس بالنفس۔۲۔مرقاۃ المفاتیح میں روایت ہے عن عبدالرحمن بن البیلمانی ان رجلا من المسلمین قتل رجلا من اهل الذمة ثم امر بقتله وجمهور حدیث الباب عن علی مرفوع وان لا یقتل مسلم بکافر جواب یہاں کافر حربی مراد ہے کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں اسی حدیث کے الفاظ یوں ہیں لا یقتل مومن بکافر ولاذ وعهد فی عهده اب اگر اس حدیث میں کافر سے مراد ہر کافر لیا جائے تو پھر یہ ثابت ہوگا کہ ذمی کو بھی ذمی کے بدلہ میں قتل نہیں کر سکتے اور یہ خلاف اجماع ہے۔

باب جنین المراة

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ حمل گرا دینے کی کیا چٹی ہے۔

باب جنین المراة وان العقل علی الوالد وعصبه الوالد لاعلی الولد:۔

غرض دو مسئلے بیان فرمائے ہیں۔۱۔جنین کی دیت کیا ہے۔ ۲۔عاقلہ میں وہ اولاد داخل نہیں ہے جو عصبہ نہ ہو جیسے بنت اور ابن البنت اور بنت الابن وغیرہ۔**ان المراة التي قضی علیها بالغرة توفیت:** یعنی بغیر قتل کے فوت ہوئی۔

باب من استعان عبدا او صبیا:۔

غرض یہ ہے کہ اگر کسی غلام یا بچے کو کسی کام کے لئے بلایا اس کام میں وہ ہلاک ہو گیا تو کام کرانے والے پر ضمان نہ ہوگی جبکہ اس نے کسی کو دھوکہ نہ دیا ہوا اور اس باب کی مناسبت دیت کے ابواب سے یہ ہے کہ کبھی خطاً قتل ہونے والا غلام یا بچہ بھی ہوتا ہے۔

باب المعدن جبار والبئر جبار:۔

غرض دو مسئلوں کا بیان ہے۔

باب العجماء جبار:۔

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جانور کسی کو قتل کر دے تو اس کی چٹی یا قصاص نہیں ہے جبکہ مالک کی طرف سے کوتاہی نہ ہوئی ہو۔ سوال۔اس مسئلہ کو گذشتہ باب کے دو مسئلوں سے الگ کیوں ذکر کیا ہے حالانکہ حدیث میں تینوں اکٹھے تھے۔جواب۔چونکہ جانور کے متعلق مختلف قسم کے احکام تھے راکب کے لحاظ سے سائق کے لحاظ سے کرایہ پر دینے والے کے لحاظ سے اس لئے جانور کے احکام الگ بیان فرمائے۔**العنان:۔** لگام۔**ان ینخس:۔** بیل وغیرہ کے پچھلے حصہ میں لکڑی داخل کرنا لا تضمن ما عاقب ان

یعنی جب بھا فتصرب برجلھا کوئی جانور کو مارے وہ جانور بدلہ لینے کے لئے اپنے پاؤں مارے تو اس کا کوئی بدلہ یا چٹی نہ ہوگی۔**عتر سلا:** آرام سے جانور کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔اس صورت میں اگر جانور نے کوئی نقصان کردیا تو یہ مالک ذمہ دار نہ ہوگا۔

باب اثم من قتل ذمیا بغیر جرم:

غرض یہ ہے کہ ذمی کو قتل کرنا بلا جرم گناہ ہے۔

باب لا یقتل المسلم بالکافر:

غرض شبہ کا ازالہ ہے گذشتہ باب سے شبہ ہوتا تھا کہ جب ذمی کو قتل کرنا گناہ ہے تو مسلمان کو اس کے بدلے میں قتل کرنا بھی چاہیے جواب دے دیا کہ اگرچہ گناہ تو ہے لیکن یہاں قصاص نہیں ہے۔

باب اذا لطم المسلم یھودیا عند الغضب

اس باب سے گذشتہ باب کے مسئلہ کی تائید مقصود ہے کہ جب ذمی کو طمانچہ مارنے میں قصاص نہیں ہے تو قتل میں بھی قصاص نہ ہونا چاہیے لیکن حنفیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ طمانچہ مارنے میں تو تسامح ہوتا ہے خصوصاً جبکہ اس ذمی نے اسلام کی توہین کی ہو۔قتل میں تسامح نہیں ہوتا اس لئے حنفیہ کے خلاف امام بخاری کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ذمی کے قصاص کا مسئلہ عنقریب گزر چکا ہے۔

کتاب استتابہ المرتدین والمعاندین وقتالھم

یہ کتاب حدود ودیات کا تتمہ ہے۔**من احسن فی الاسلام لم یواخذ بما عمل فی الجاھلیہ:** اس سے یہ ثابت ہوا کہ نعوذ باللہ کوئی مرتد ہوجائے پھر توبہ کرلے تو زمانہ ارتداد کی عبادات کی قضاء اس کے ذمہ نہ ہوگی۔**ومن اساء فی الاسلام اخذ بالاول والاخر:** سوال۔یہ ارشاد بظاہر اس آیت کے خلاف ہے **قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ماقد سلف**. جواب۔ا۔آیت میں اصلی کفر ہے اور حدیث میں مرتد ہونے کا ذکر ہے۔۲۔آیت میں عقیدوں کی پوری درستگی مراد ہے اور حدیث میں ضروری عقائد میں کچھ کمزوری مراد ہے۔۳۔آیت میں خالص ایمان ہے اور حدیث میں نفاق کی صورت مراد ہے۔۴۔آیت میں آخرت کے عذاب کی نفی ہے اور حدیث میں دنیا میں کچھ نہ کچھ لوگوں کا عار دلانا مراد ہے۔

باب حکم المرتد والمرتدۃ:

غرض یہ بتلانا ہے کہ دونوں کا حکم ایک ہے یا نہ پھر تصریح تو نہ فرمائی لیکن شروع میں جو تعلیق نقل کی ہے اس سے اشارہ ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک مرد عورت میں فرق نہیں ہے اور یہی جمہور کا قول ہے ہمارے امام ابوحنیفہ عورت کو قتل کی بجائے قید کا حکم دیتے ہیں لنا۔ا۔احادیث میں عورت کے قتل کی ممانعت ہے اس میں کافرہ اور مرتدہ دونوں آگئیں۔۲۔بیہقی میں روایت ہے عن ابی حنیفہ عن عاصم عن ابی ذر عن ابن عباس موقوفا لا تقتل النساء اذا ھن ارتددن للجمہور تعلیق البخاری عن ابن عمر موقوفا تقتل المرتدۃ ترجیح ہمارے قول کو ہے کیونکہ عقوبات میں اقل کو ترجیح ہوتی ہے اور حبس اقل ہے۔**بزنادقہ:** یہ جمع ہے زندیق کی۔اس کے معنی۔ا۔دل میں کفر ہو اور اوپر سے ایمان ظاہر کرے منافق کی طرح ۲۔زردشت کی کتاب کی پیروی کرنے والا کتاب کا نام تھا زند۔۳۔شیعہ میں سے ایک جماعت ہے جس کو سبائیہ بھی کہتے ہیں۔ان کا سردار عبداللہ بن سبا تھا جو یہودی تھا اس نے اسلام ظاہر کیا حضرت عثمان کی خلافت میں اور فتنہ کا سبب بنا پھر حضرت علی کے زمانہ میں فتنہ کا سبب بنا اور حضرت علی نے اس کے متبعین کو ترھیباً جلایا بھی تھا جبکہ انہوں نے توبہ نہ کی وہ یہ کہتے تھے کہ حضرت علی نعوذ باللہ خدا ہیں۔

باب قتل من ابی قبول الفرائض وما نسبوا الی الردۃ

غرض دو مسئلوں کا یا ایک مسئلہ کا بیان ہے۔ا۔ان لوگوں کا قتل جائز ہے جو کسی فریضہ کا انکار کریں۔۲۔مانسبوا والی ما موصولہ ہے بمعنی من اور ان لوگوں کا قتل بھی جائز ہے جو نعوذ باللہ مرتد ہونے کی طرف منسوب ہوں یعنی مرتد ہوگئے ہوں لیکن اگر اس ما کو مصدریہ مانا جائے اور منسوب ہونا ارتداد کی طرف تو پھر پہلے مسئلہ کا تتمہ بنے گا یعنی فرض کا انکار کرنے والے بھی مرتد ہی شمار ہوں گے اسی لئے ان کا قتل جائز ہے اسی طرح اگر ما کو نافیہ مانا جائے تو پھر بھی یہ عبارت پہلے مسئلہ کا تتمہ ہی بنے گی کہ صراحۃ ارتداد کی طرف

منسوب نہ کیے گئے ہوں پھر حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت کے شروع میں مرتد ہونے والے تین قسم کے تھے۔۱۔ جو بتوں کی پوجا کی طرف لوٹے۔۲۔ جنہوں نے مسیلمہ کذاب یا اسود عنسی کی پیروی شروع کی۔۳۔ جنہوں نے کہا کہ زکوٰۃ وصول کرنا یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اسی تیسری قسم میں حضرات شیخین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے درمیان مناظرہ بھی ہوا۔ ان تینوں کے خلاف حضرت صدیق اکبر نے لشکر بھیجے اور ایک سال کے اندر اندر سب دین اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ فللہ الحمد۔

باب اذا عرض الذی بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یصرح نحو قولہ السلام علیک

غرض یہ ہے کہ اگر ذمی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی ونفسی کو بطور تعریض کے گالی دے تو قتل نہ کیا جائے گا اسی طرف امام بخاری گئے ہیں لیکن ایک قول یہ بھی ہے کہ قتل کیا جائے گا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل نہ فرمانا تالیف قلوب کی مصلحت سے تھا۔ **باب:** یہ باب تتمہ ہے گذشتہ باب کا کیونکہ اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر فرمانا فعلی ایذاء پر منقول ہے تو صبر قولی ایذاء پر بطریق اولی ثابت ہوا۔

باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامۃ الحجۃ علیھم

غرض اس کا جواز بیان کرنا ہے ملحد کے معنی ہیں حق سے باطل کی طرف متوجہ ہونے والا اس کا مصداق وہ شخص ہوتا ہے جو قرآن وحدیث کی نصوص کو اپنی خواہش پر منطبق کرے اور ایسے معنی کرے کہ اس کا اپنا مقصد پورا ہو جائے اگرچہ صاف صاف الفاظ ہوں اور ظاہر معنی ہوں جو اس کی خواہش کے خلاف ہوں پھر خوارج کے بارے میں تین قول ہیں۔۱۔ امام بخاری کے نزدیک وہ کافر ہیں۔ ۲۔ بعض کے نزدیک فاسق ہیں۔۳۔ راجح یہ ہے کہ بعض کافر ہیں اور بعض فاسق ہیں۔ **یخرج فی ھذہ الامۃ ولم یقل منھا:** یہاں امت سے مراد امت اجابت ہے اور من جزء ہونے پر دال ہے۔ فی اس پر دال نہیں بلکہ فی کے معنی ہیں فی اظہرھم کیونکہ فی ظرفیت کے لئے ہوتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری خوارج کا کفر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ **رصافہ:** کپڑے کا وہ ٹکڑا جو تیر کے پھل پر لپیٹ کر تیر کی لکڑی میں فٹ کیا جاتا ہے حدیث پاک کا حاصل یہ ہے کہ وہ لوگ اسلام میں داخل ہوں گے پھر جلدی سے نکل جائیں گے اور اسلام کی کوئی چیز حاصل نہ کریں گے۔

باب ترک قتال الخوارج للتالف وان لا ینفر الناس عنہ

غرض یہ ہے کہ تالیف قلبی کے طور پر ایسا کرنا جائز ہے۔ **قذذہ:** تیر کے پر۔ **نضیہ:** تیر کی لکڑی۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی تقتتل فئتان دعوتھما واحدۃ

غرض اس حدیث پاک اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔ پھر اس حدیث پاک کا مصداق کیا ہے۔۱۔ قیامت کے قریب کوئی لڑائی پائی جائے گی اور لا تقوم الساعۃ کے الفاظ کا سوق بظاہر اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔۲۔ جنگ جمل اور یہ مصداق اہل علم کے درمیان مشہور ہے۔

باب ماجاء فی المتاولین

غرض یہ ہے کہ شریعت اور عربیت کے اصول کے مطابق تاویل جائز ہے اسی لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو نہ ڈانٹا کیونکہ انہوں نے حضرت ہشام بن حکیم کے گلے میں چادر اس لئے ڈالی تھی کہ ان کے اجتہاد میں وہ آیت غلط پڑھ رہے تھے گویا غلطی اجتہادی تھی اس لئے نہ ڈانٹا البتہ کوئی صریح آیات جن کے معنی بدیہی ہوں ان میں تاویل شروع کردے تو یہ تحریف اور کفر ہوگی۔ **لیس کما تظنون:** یہاں بھی حضرات صحابہ کرام کی غلطی اجتہادی تھی اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہ ہوئے۔ **لا تقولوہ:** حضرت مالک کو منافق کہنے والوں کو نہ ڈانٹا کیونکہ ان کی غلطی بھی اجتہادی تھی۔ **قال ابو عوانۃ حاج:** حضرت ابوعوانہ اور حضرت ہشیم نے حاج نقل کیا ہے

لیکن علامہ نووی نے اس کوان دونوں حضرات کا وہم شمار فرمایا ہے صحیح خاخ ہے حضرت ہشیم سے خاخ بھی آیا ہے یہی صحیح ہے جیسا کہ خود امام بخاری بھی حدیث کے بعد فرما رہے ہیں۔ **لا تقولوا له الاخيرا:** حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کو معاف فرمانا بھی اسی وجہ سے تھا کہ ان کی غلطی بھی اجتہادی تھی۔

كتاب الاكراه

پیچھے کتاب المرتدین تھی بعض دفعہ بظاہر مرتد ہوتا ہے واقع میں مکرہ ہوتا ہے اس لئے اب کتاب الاکراہ ذکر فرما رہے ہیں یہ تو ربط ہوا اور غرض اکراہ کے اور مکرہ کے اور مکرہ بہ کے احکام کا بیان ہے اور اکراہ کے معنی ہیں الزام الغیر بما لا یریدہ اور احوال کے مختلف ہونے سے اکراہ کے احکام بھی مختلف ہوتے ہیں۔

باب من اختار الضرب والقتل والهوان على الكفر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ ضرب اور قتل اور ذلت بلکہ دنیا کی آگ کا بھی خطرہ ہو تو عزیمت یہی ہے کہ کلمہ کفر نہ کہے کیونکہ دنیا کی آگ آخرت کی آگ سے ہلکی ہے لیکن اگر کہہ لے گا تو رخصت ہے گناہ پھر بھی نہیں ہے۔ **وان يكره ان يعود في الكفر كما يكره ان يقذف في النار:** یہی محل ترجمہ ہے کہ کلمہ کفر سے بہت نفرت ہونی چاہیے۔ **وان عمر موثقي على الاسلام:** اسلام لانے کی وجہ سے عمر مجھے رسی سے باندھ دیتے تھے یہ بہنوئی ہیں حضرت عمرؓ کے سعید بن زید لیکن میں نے اسلام نہ چھوڑا ان کی بیوی کا نام فاطمہ بنت خطاب تھا یہ حضرت خدیجہ کے بعد ایک قول میں پہلی مسلم عورت ہیں اور دوسرے قول میں پہلی حضرت ام فضل ہیں اور یہ دوسری ہیں۔ **ولو انقض احد مما فعلتم بعثمان كان محقوقا ان ينقض:** مناسبت یہ ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے باغیوں کی بات نہ مانی اور شہید ہو گئے تو عمر کے رسی سے باندھنے سے میں کیسے کفر کر سکتا تھا۔ پھر انقض کے معنی ہیں پھٹ جائے اس پھٹنے کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ احد پہاڑ کو مجرم سمجھ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اتنا بڑا جرم نہیں ہے جتنا بڑا قتل عثمان جرم ہے۔ ۲۔ قتل عثمان اتنا بڑا جرم ہے کہ غم اور ہمدردی سے اگر احد پہاڑ بھی پھٹ جائے تو مناسب ہے۔

باب في بيع المكره ونحوه في الحق وغيره

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مکرہ اور مضطر کی بیع ٹھیک ہے ونحوہ میں اشارہ مضطر کی طرف ہے وہ مضطر حق مالی ادا کرنے کے لئے کچھ بیچنے پر مجبور ہوا ہو یا وغیرہ یعنی کوئی اور مجبوری ہو مثلاً اس کو جلا وطن کر دیا گیا ہو اس لئے وہ زمین مکان بیچنے پر مجبور ہو گیا ہو یہ تو امام بخاری کی رائے ہے حنفیہ کے نزدیک مکرہ کی بیع موقوف رہتی ہے اکراہ ختم ہونے پر اجازت دے دے تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں۔ سوال۔ جب مکرہ کی طلاق ٹھیک ہے تو بیع بھی ٹھیک ہونی چاہیے۔ جواب۔ طلاق اسقاطات میں سے ہے اور بیع اثباتات میں سے ہے اس لئے بیع کو طلاق پر قیاس نہیں کر سکتے۔

باب لايجوز نكاح المكره

غرض جمہور کی تائید ہے کہ اکراہ و جبر سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اور ہمارے امام ابو حنیفہ کے نزدیک نکاح ہو جاتا ہے اگرچہ جبر کرنے کا گناہ ہوتا ہے منشا اختلاف اس باب کی روایت ہے عن خنساء بنت خذام الانصاریہ ان اباها زوجها وهي ثيب فكرهت ذلك فاتت النبي صلی اللہ علیہ وسلم فرد نکاحها ترجیح حنفیہ کے قول کو ہے کیوں۔ ۱۔ یہاں لفظ رد ہے اس سے معلوم ہوا کہ نکاح ہو گیا تھا اس کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فسخ فرما دیا اگر نکاح ہی نہ ہوتا تو لفظ اس قسم کا ہوتا جعلہ باطلا۔ ۲۔ جو اس حدیث میں صورت ہے وہ نکاح فضولی کی ہے نکاح مکرہ کی نہیں ہے۔ ۳۔ ہمارے معنی کی تائید ابوداؤد کی اس حدیث سے ہوتی ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعا ثلث جدهن جد وهزلهن جد النكاح والطلاق والرجعة۔ **ولا تكرهوا فتيلتكم على البغاء:** امام بخاری یوں استدلال فرما رہے ہیں کہ جیسے حرام کام پر مجبور کرنا منع ہے اسی طرح حلال کام پر نکاح پر بھی مجبور نہیں کیا جا سکتا جواب۔ حلال کو حرام پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ جیسے زنا کرنا حرام ہے ایسے ہی نکاح کرنا بھی حرام ہے۔

باب اذا اکرہ حتی وھب عبداوباعه لم یجز

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے۔ **وبه قال بعض الناس:** اس سے مراد حنفیہ ہیں۔ **فان نذر المشتری فیه نذر افهو جائز بزعمه وكذلك ان دبره:** اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ اکراہ کی صورت میں جب غلام کی بیع اور غلام کا ھبہ ناجائز ہے تو غلام آزاد کرنے کی نذر اکراہ کی صورت میں حنفیہ کے نزدیک جائز کیوں ہے ایسے ہی مدبر بنانے پر اکراہ کرنے کی صورت میں یہ تدبیر کیوں صحیح ہے یہ تو تعارض ہے تناقض ہے جواب۔ ان سب صورتوں میں اکراہ ختم ہونے کے بعد اگر اس شخص نے اجازت دے دی پھر تو سب صورتیں صحیح ہو جائیں گی اور اگر اجازت نہ دی تو بیع اور ھبہ تو ٹوٹ جائیں گے البتہ اگر تدبیر پر اکراہ تھا یا غلام آزاد کرنے کی نذر پر اکراہ تھا اور اکراہ ختم ہونے کے بعد اجازت نہ دی تو اکراہ کرنے والے کے ذمہ غلام کی قیمت ہوگی کیونکہ اعتاق اور تدبیر لازم عقد ہیں یہ توڑے نہیں جاسکتے اس لئے اکراہ کا تدارک قیمت ادا کرنے کی صورت میں ہوگیا تو سب صورتوں میں اجازت نہ دینے کی صورت میں اکراہ کا اثر ختم کر دیا گیا تعارض کہاں رہا۔ **فقال من یشتریه منی:** سوال۔ اس روایت میں تو بیع مدبر ہے۔ تدبیر پر اکراہ تو نہیں ہے اس لئے یہ روایت باب کے مناسب نہ ہوئی۔ جواب۔ یہ بھی ایک قسم کا اکراہ ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر مدبر کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ دیا۔ اس روایت کو لانے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ یہ صورت اکراہ سے مستثنیٰ ہے اور جائز ہے پھر حنفیہ کے نزدیک اس حدیث کی توجیہ کیا ہے۔ ا۔ یہ بیع منافع ہے جیسا کہ دارقطنی میں ہے عن جابر انما اذن فی بیع خدمته اس میں اذن کی ضمیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے۔ ۲۔ اس حدیث میں مدبر مقید کی بیع ہے اور وہ حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے۔

باب من الاکراہ

غرض یہ ہے کہ اس حدیث میں جس اکراہ کا ذکر ہے یہ کامل اکراہ نہیں ہے جنس اکراہ سے ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہیں گے کہ باب یوں ہے باب فی بیان اکراہ خفیف غیر شدید۔

باب اذا استکرھت المراۃ علی الزنا فلا حد علیھا

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے۔

فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم

جب گناہ نہیں ہے تو حد بھی نہیں ہے۔ **اقتضھا:** تقض دور کردیا یعنی بکارت ختم کر دی زنا کے ذریعہ سے۔ **یفترعھا:** بکارت ختم کردے۔ **یقیم ذلک الحکم:** یعنی حکم باکرہ اور ثیبہ کی قیمت میں فرق کا اندازہ کر کے اتنا فرق اس حرزانی سے وصول کر کے لونڈی کے مالک کو دے گا۔ **فغط:** اس کا گلا دبا دیا گیا یہاں تک کہ وہ بادشاہ زمین پر ایڑھیاں رگڑنے لگا۔

باب یمین الرجل لصاحبه انه اخه اذا خاف علیه القتل

تائید کرنی مقصود ہے جمہور کی کہ اگر کہہ دیا قسم کھا کر کہ یہ میرا بھائی ہے تا کہ اس کی جان بچ جائے تو نہ کفارہ ہے نہ قسم توڑنے کا گناہ ہے حنفیہ کے نزدیک قسم توڑنے کا گناہ ہے ترجیح قول حنفیہ کو ہے کیونکہ وہ توریہ کر سکتا تھا۔ توریہ نہ کرنے کی وجہ سے جھوٹی قسم کھانے کا گناہ ہوگا۔ **فلا قود علیه ولا قصاص:** لفظ قصاص لانے سے مقصود کیا ہے۔ ا۔ تاکید کیونکہ قود اور قصاص کے ایک ہی معنی ہیں۔ ۲۔ تعمیم بعد التخصیص کیونکہ قود کا تعلق صرف نفس سے ہے اور قصاص عام ہے قتل کا بدلہ ہو یا ہاتھ پاؤں کاٹنے کا بدلہ ہو۔ **وکل عقدۃ:** ایک نسخہ میں ہے او کل عقدۃ یعنی نکاح کی گرہ یا عبدیت کی گرہ کھولنے کی قسم کھائے یعنی طلاق دے یا غلام آزاد کرے۔ **وقال بعض الناس لو قیل له لتشربن الخمر:** بعض الناس سے مراد حنفیہ ہیں اور اس

لمبی عبارت کا حاصل حنفیہ پر تین اعتراض ہیں۔

پہلا اعتراض: اکل وشرب پر اگر کوئی مجبور کرے تو کھانے پینے کو آپ نے جائز نہیں قرار دیا اور بیع۔ اقرار۔ ہبہ پر اگر کوئی اکراہ کرے تو اس بیع۔ اقرار اور ہبہ کے کر لینے کو آپ نے جائز قرار دیا ہے یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔

جواب: مرجح موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ جو کھالیا اور پی لیا اس کا تو کوئی تدارک نہیں ہے اس لئے وہ اس چھوٹی دھمکی میں جائز نہیں ہے اور بیع۔ اقرار۔ ہبہ قابل فسخ ہیں اور بعد میں جب اکراہ ختم ہو جائے تو ان کا تدارک ہو سکتا ہے کہ اگر اجازت بخوشی نہ دے گا تو یہ تینوں فسخ ہو جائیں گے اس لئے مرجح موجود ہے۔

دوسرا اعتراض: آپ نے فرق کر دیا کہ محرم رشتہ دار یا بالکل اجنبی آدمی کے قتل کی کوئی دھمکی دے تو یہ اکراہ معتبر ہے اور ہبہ اور بیع اور اقرار کر لینا جائز ہے اور اگر دھمکی کسی غیر محرم رشتہ دار یا بالکل اجنبی آدمی کے قتل کی دے تو یہ اکراہ معتبر نہیں ہے گویا اکراہ ہوا ہی نہیں یہ اس حدیث کے خلاف ہے جو اس باب میں نقل کی ہے المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه۔

جواب: شریعت میں محرم اور غیر محرم کا فرق موجود ہے کہ محرم کا کوئی مالک بن جائے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ غیر محرم آزاد نہیں ہوتا جب جس کا غم عذر ہے تو یہ بھی عذر ہونا چاہیے اور غیر محرم میں اس درجہ کا غم طبعاً نہیں ہوتا اس سے عقود ومفسوخ اور غیر عقود ومفسوخ میں ایک فرق یہ بھی نکل آیا کہ عقود وفسوخ میں رضا شرط ہوتی ہے الا ان تكون تجارة عن تراض منكم۔ غم کی وجہ سے یہ رضاء نہیں پائی گئی اس لئے وہ عقود ومفسوخ جن میں اکراہ ہوا تھا ٹھیک نہ ہوئے غیر عقود ومفسوخ میں ایسا نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض: حنفیہ استحسان کر لیتے ہیں حالانکہ استحسان کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے۔

جواب: ۱۔ پہلا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ استحسان کی حقیقت ہے کہ وہ اس آیت یا حدیث یا اجماع یا قیاس خفی کو کہتے ہیں جو قیاس جلی کے مقابلہ میں ہو اور یہ سب چیزیں آیت۔ حدیث وغیرہ ادلہ شرعیہ ہیں۔ ۲۔ استحسان سے مقصود آسانی کا تلاش کرنا ہوتا ہے جو اس آیت کے مطابق ہے يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر۔ ۳۔ قیاس کے مقابلہ میں استحسان لینا ایسا ہی ہے جیسے دو حدیثوں کے تعارض کو اٹھانا ہوتا ہے۔ ۴۔ اگر آپ کو استحسان کے نام پر اعتراض ہے تو یہ بھی مناسب نہیں کیونکہ یہ نام اس آیت سے ماخوذ ہے۔ فيتبعون احسنه اور اس حدیث سے ماخوذ ہے ماراه المومنون حسنا فهو عند الله حسن۔

امام بخاری پر اعتراض

یہ ہے کہ آپ نے اس موقعہ میں لمبی عبارت سے ایسے طرز سے مناظرانہ گفتگو کی ہے جو کتب حدیث کی شان کے مناسب نہیں ہے ایسی گفتگو تو فقہ اور اصول فقہ کی کتابوں کے مناسب ہوتی ہے۔

كتاب الحيل

ربط یہ ہے کہ پیچھے کتاب الاکراہ میں بالکل اخیر میں ضمناً استحسان اور آسانی تلاش کرنے کا ذکر تھا اس کی مزید تفصیل کے لئے کتاب الحیل ذکر فرمائی۔ غرض حیل کے احکام کا بیان ہے۔ پھر حیل جمع ہے حیلہ کی اس کے معنی ہیں خفی طریق سے مقصود تک پہنچنا۔

اقسام حیل

چار قسمیں ہیں۔ ۱۔ ابطال حق کے لئے یا اثبات باطل کے لئے حیلہ کرنا یہ حیلہ حرام ہے۔ ۲۔ اثبات حق کے لئے یا دفع باطل کے لئے یہ بعض دفعہ واجب ہوتا ہے اور بعض دفعہ مستحب ہوتا ہے۔ ۳۔ مکروہ سے بچنے کے لئے یہ بھی مستحب ہوتا ہے کبھی مباح ہوتا ہے۔ ۴۔ مستحب کو ترک کرنے کے لئے حیلہ کرنا یہ مکروہ ہوتا ہے۔

حنفیہ پر اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حنفیہ حیلے۔ بہت کرتے ہیں حتی کہ امام ابو یوسفؒ نے کتاب الحیل کے نام سے ایک کتاب ہی لکھ دی ہے۔

جواب: حیلہ اچھے مقصد کے لئے جائز ہوتا ہے اور اس کے لئے ہمارے پاس دلائل ہیں۔ (۱) خذ بيدك ضغثاً فاضرب به ولا تحنث (۲) جعل السقاية في رحل اخيه ثم اذن مؤذن ايتها العير انكم لسارقون (۳) ومن يتق الله يجعل له مخرجاً:۔ اور جائز حیلوں میں بھی تنگی سے

اپنے آپ کو نکالنا ہوتا ہے۔(۴) قال ستجدنی ان شاء اللہ صابراً ولا اعصی لک امراً اس آیت مبارکہ میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صبر کے وعدہ کے ساتھ انشاء اللہ بھی فرمایا کہ اگر صبر میں کچھ کمی بھی آجائے تو وعدہ خلافی نہ ہو۔(۵) مرفوع حدیث میں ہے عن ابی ھریرۃ وعن ابی سعید بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیباً۔ البتہ ابطال حق کے لئے حیلہ ہم بھی حرام کہتے ہیں اور اس کے بھی ہمارے پاس دلائل ہیں۔(۱) اصحاب سبت کا قصہ (۲) حدیث مرفوع میں ہے۔ حرمت علیھم الشحوم فجملوھا فباعوھا واکلوا ثمنھا۔(۳) نہی عن النجش۔ جو احادیث میں وارد ہے اس سے بھی ناجائز حیلہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔(۴) حدیث پاک جس میں لعنت وارد ہے محلل اور محلل لہ پر۔ حنفیہ ہرگز ایسے حیلوں کی اجازت نہیں دیتے۔ حتی کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام محمدؒ سے نقل فرمایا ہے۔ لیس من اخلاق المؤمن الفرار من احکام اللہ بالحیل الموصلۃ الی ابطال الحق:۔

جواز اور نفاذ میں فرق: حنفیہ بہت سے موقعوں میں صرف نفاذ کا ذکر فرماتے ہیں معترضین اس کو حنفیہ کے نزدیک جواز سمجھ لیتے ہیں حالانکہ جواز الگ ہے اور نفاذ الگ ہے اس جواز اور نفاذ کا فرق جاننے کے لئے دو مثالیں کافی ہیں۔(۱) حیض میں طلاق جائز نہیں ہے لیکن اگر کوئی دے دے گا تو نافذ ہو جائے گی (۲) ظہار کو قرآن پاک میں منکرا من القول اور زور قرار دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی ظہار کر لے تو وہ آیات اور اجماع کی وجہ سے نافذ ضرور ہو جائے گا۔ حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ ہم سب حیلوں کو جائز قرار نہیں دیتے لیکن اگر کوئی کر لے گا تو ظاہراً وقضاءً نافذ ہو جائیں گے۔

امام بخاری کی غلطی: یہاں یہ ہے کہ انہوں نے جواز اور نفاذ میں فرق نہیں کیا اس لئے بار بار مختلف عبارتوں سے حنفیہ پر اعتراض کئے ہیں اور اعتراضات کی گنتی بڑھانے کی کوشش کی ہے اور بعض دفعہ ان کی طرف ایسی بات بھی منسوب کی ہے جو واقع میں انہوں نے نہیں کی۔

باب فی ترک الحیل

غرض کی دو تقریریں ہیں۔(۱) کتاب الحیل کے عنوان سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید امام بخاریؒ حیلوں کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اس شبہ کا ازالہ کر دیا کہ میرا مقصد حیلوں پر رد ہے (۲) کتاب الحیل عام تھی جائز اور ناجائز حیلوں کو شامل تھی اس پہلے باب میں صرف ممنوع اور ناجائز حیلوں کا بیان ہے۔ **ذمن ھاجر الی دنیا یصیبھا:** اس حدیث پاک کو اس باب میں لانے سے امام بخاری پر اعتراض پڑتا ہے جو باقی رہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث پاک جو آپ یہاں لائے ہیں اس کا تعلق تو عبادات سے ہے حالانکہ حیلوں کا تعلق تو معاملات سے ہوتا ہے اس لئے اس حدیث پاک کا یہاں لانا مناسب نہیں ہے۔ یہ اعتراض باقی رہتا ہے۔

باب فی الصلوٰۃ

امام بخاریؒ کی غرض اس باب کو لانے سے یہ ہے کہ حدیث پاک سے تو ثابت ہوتا ہے کہ بغیر وضو نماز نہیں ہوتی اور حنفیہ حیلہ کرتے ہیں کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بعد اگر قصداً وضو توڑ دیا تو نماز ہو گئی حنفیہ کا یہ قول ٹھیک نہیں ہے کیونکہ تحلیلھا التسلیم سے سلام کی رکنیت اسی طرح ثابت ہے جیسے تحریمھا التکبیر سے تکبیر کی رکنیت ثابت ہے تو سلام چھوڑ دینے سے یا بے وضو سلام ادا کرنے سے نماز صحیح نہیں ہو سکتی جواب۔ تحلیلھا التسلیم میں حصر ادعائی ہے کہ نماز کے خلاف کاموں کو حلال کرنے والی اعلیٰ درجہ کی چیز لفظ سلام ہے معلوم ہوا کہ لفظ سلام فرض نہیں ہے بلکہ نماز کو کامل کرنے والی چیز ہے اور تکبیر تحریمہ پر قیاس نہیں ہے کیونکہ تکبیر تحریمہ تو اس آیت سے درجہ فرض میں ثابت ہے۔ وربک فکبر اور ہمارا قول ابوداؤد اور مسند احمد کی روایت سے ثابت ہے عن ابن مسعود مرفوعاً اذا قلت ھذا اوقضیت ھذا فقد قضیت صلوتک پس اعتراض ہم پر نہیں پڑتا بلکہ یہ لازم آئے گا کہ گویا امام بخاری اس مذکورہ حدیث پر نعوذ باللہ اعتراض کر رہے ہیں۔

باب فی الزکوٰۃ

غرض یہ ہے کہ زکوٰۃ میں بھی حیلہ چھوڑنا ضروری ہے۔

فان اهلكها متعمداً او وهبها او احتال فيها فرارًا من الزكوٰة فلاشي عليه

مقصد حنفیہ پر اعتراض ہے وہ کہتے ہیں کہ سال پورا ہونے سے پہلے ہبہ وغیرہ کے ذریعہ سے اونٹ کم کر دیئے تو زکوٰۃ واجب نہ رہے گی۔ جواب: وجوب حولان حول۔ سے پہلے نہیں ہے اور وجوب سے پہلے گناہ نہیں ہے اس لئے ہم پر کوئی اعتراض نہیں ہے (۲) امام شافعی بھی تو ہمارے ساتھ ہی ہیں پھر بعض الناس سے اعتراض کیوں کیا یہ لفظ تو حنفیہ پر اعتراض کرنے کے لئے ہے۔ **ان زكى له' قبل ان يحول الحول بيوم اوبسنه:** حنفیہ پر تناقض کا اعتراض ہے کہ سال پورا ہونے سے پہلے اونٹ وغیرہ بیچ دینے کو جائز کہتے ہو اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہو کہ اگر سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کردے تو ٹھیک ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سال گزرنے سے پہلے واجب ہو چکی ہے یہ تو تناقض ہے۔ جواب: نصاب کا مالک بننے سے نفس وجوب ہو گیا اس لئے اگر سال گزرنے سے پہلے بھی ادا کردے تو نفس وجوب کے بعد ادا کرنے سے صحیح ہو جائے گی۔ سال گزرنے سے پہلے دینا مستحب ہے واجب نہیں ہے وجوب ادا سال گزرنے کے بعد ہی ہوگا۔ بس سال گزرنے سے پہلے صرف استحباب کا اثبات ہے وجوب ادا کی نفی ہے اگر وجوب ادا کا اثبات ہوتا اور وجوب ادا کی نفی ہوتی تو تعارض تھا اب تعارض نہیں ہے۔ **وكذلك ان اتلفها فمات فلاشي في ماله:** ایسے ہی اگر ۱۲۰ اونٹوں کے مالک نے ان اونٹوں کو ذبح کردیا پھر وہ مالک خود بھی مرگیا تو حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر ابھی سال پورا نہ ہوا تھا تو اس کے مال سے اونٹوں کی زکوٰۃ نہیں نکالی جائے گی یہ بھی حنفیہ کا ایک حیلہ ہے کہ اونٹوں کی زکوٰۃ سے بچنے کے لئے ان کو ذبح کردیا۔ جواب سال پورا ہونے سے پہلے ہی جب اونٹ نہ رہے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوئی اور جب واجب ہی نہ ہوئی تو زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا گناہ بھی نہ ہوا۔ سوال:۔ جب یہ اعتراض پیچھے گزر چکا ہے تو دوبارہ کیوں کیا؟ جواب۔ حنفیہ نے چونکہ اس باب میں مذکورہ احادیث کی مخالفت کی ہے اس لئے ان پر زیادہ اعتراض کرنے کے لئے امام بخاریؒ بار بار ایک ہی اعتراض مختلف الفاظ سے ذکر کر رہے ہیں۔ اعتراض۔ امام ابوحنیفہ بہت بڑے مسلم فقیہ و مجتہد ہیں ان پر ایک ہی اعتراض بار بار کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ **باب:** اور بعض نسخوں میں یہاں یوں ہے۔

باب الحيلة في النكاح

غرض دونوں صورتوں میں نکاح میں حیلہ کرنے کی برائی کا بیان ہے۔ **وقال بعض الناس ان احتال حتى تزوج على الشغار فهو جائز والشرط باطل:** ہم امام بخاری کی اس کلام کارروائی کرتے ہیں کہ بعض الناس کے عنوان سے جب آپ اعتراض کرتے ہیں تو آپ کی مراد امام ابوحنیفہؒ یا حنفیہ ہوتے ہیں لیکن یہاں ہم یوں کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے تو یہاں کوئی حیلہ ہے ہی نہیں کیونکہ ہم تو شغار کو باطل کر رہے ہیں اور مہر کو ثابت کر رہے ہیں اور شغار سے نہی جو حدیث شریف میں آئی ہے اس کا یہی مقصد ہے کہ نکاح مال والے عوض سے خالی نہ ہونا چاہیے۔ **وقال بعضهم المتعة والشغار جائز والشرط باطل:**۔ جواب حنفیہ پر کچھ اعتراض نہیں ہے کیونکہ متعہ کا بطلان اجماعی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کو امام زفر کے قول سے شبہ ہو گیا کہ اگر کوئی شخص تزوج کے لفظ سے نکاح کرے لیکن نکاح کی مدت مقرر کرلے۔ مثلاً ایک مہینے کے لئے تو نکاح صحیح اور لازم ہو جائے گی اور شرط باطل ہو جائے گی لیکن امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کے نزدیک یہ صورت بھی باطل ہے اسی لئے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حیل کے ابواب میں متعہ کا ذکر کسی طرح بھی ٹھیک نہیں ہے۔

وقال بعضهم النكاح جائز والشرط باطل:

حنفیہ پر جو گذشتہ اعتراض تھا اسی کو اس عبارت میں پھر دوہرایا ہے اور یہ تکرار محض ہے تفصیل ابھی متعہ کے متعلق گزر چکی ہے۔

باب ما يكره من الاحتيال في البيوع

اب معاملات کے حیلوں کا ذکر شروع کر رہے ہیں پس یہ عبارت بمنزلہ جنس کے ہے اور اس کے بعد کلاء کا مسئلہ پہلی نوع ہے۔ یہ مسئلہ بتلادیا کہ زائد گھاس سے روکنے کے لئے زائد پانی سے نہ روکے۔

باب مایکرہ من التنا جش

مبیعہ کی قیمت بڑھانے کے حیلہ کو نجش اور تناجش کہتے ہیں اس کی کراہت بیان کرنی مقصود ہے کو جھوٹ موٹ کا گاہک بنا لے وہ قیمت زیادہ دینے کا کہے تا کہ اصلی گاہک دھوکے میں آ کر زیادہ قیمت دے جائے۔

باب ماینھیٰ من الخداع فی البیوع

غرض اس کی مذمت ہے۔ **لو اتو الامر عیاناً کا ن اھون علی:** یعنی اگر قیمت صاف صاف زیادہ لگالیں دھوکہ نہ دیں کہ یہ چیز اتنے کی خریدی ہے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے۔

باب ماینھی عن الاحتیال للوطی فی الیتیمۃ المر غوبۃ وان لا یکمل صداقھا

غرض اس نہی کا بیان ہے۔

باب اذا غصب جاریۃ فزعم انھا ماتت

حنفیہ پر اعتراض ہے کہ جاریہ غصب کرنے کے بعد جھوٹ بولا کہ مرگئی اور قیمت مالک کو دیدی مالک نے لے لی اب یہ وطی زنا نہ ہوگی حنفیہ کے نزدیک: حنفیہ کے اس قول کا رد کرنے کے لئے امام بخاری نقل فرمارہے ہیں۔ **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اموالکم علیکم حرام ولکل غادر لواء یوم القیامۃ:** جواب نمبر (۱) اس حدیث پاک کے پہلے حصے کی وجہ سے ہم پر رد واقع نہیں ہوسکتا کیونکہ مال کی حرمت اس وقت ہے جبکہ مالک راضی نہ ہو۔ مذکورہ صورت میں جب مالک نے خوشی سے قیمت وصول کرلی تو تراضی پائی گئی اور حدیث پاک کے دوسرے حصہ سے بھی ہم پر اعتراض واقع نہیں ہوسکتا کیونکہ یہاں غاصب ہے، غادر نہیں۔ دونوں کا مصداق الگ الگ ہوتا ہے پھر ہم یہ تو نہیں کہتے کہ اس شخص کو نہ غصب کا گناہ ہوگا نہ موت کی جھوٹی خبر دینے کا گناہ ہوگا نہ اس طرح دھوکہ سے مالک بننے کا گناہ ہوگا یہ سب گناہ تو ہوں گے صرف زنا کا گناہ نہ ہوگا اور نسب اولاد کی ثابت ہو جائے گی اور یہ بھی صرف دنیا کے نظام کو ٹھیک رکھنے کے لئے ہے ورنہ کوئی متقی ہرگز ایسے گندے کام پر جرات نہیں کرسکتا اس لئے ہم پر یہ اعتراض نہیں پڑتا کہ آپ نے معصیت کا دروازہ کھول دیا ہے۔ عصمنا اللہ تعالیٰ عن الذنوب کلھا۔ حقیقت میں صرف نفاذ ہے جواز نہیں ہے کہ ایسا گندا کام کر لینا جائز ہے امام بخاری نے جواز اور نفاذ میں فرق نہ کیا اور ہم پر اعتراض کردیا۔ (۲) حنفیہ یہ فرماتے ہیں کہ جب مالک کو پتہ لگ گیا کہ غاصب نے جھوٹ بولا ہے اور جاریہ زندہ ہے اور اس نے یہ ارادہ کرلیا کہ اب میں جاریہ نہ لونگا تو اب اس کام کی خباثت ختم ہوگئی کیونکہ مالک کی قلبی رضا پائی گئی (۳) اکثر حنفیہ اس کے قائل ہیں کہ لونڈی کا واپس کرنا ہی ضروری ہے تو اس صورت میں نہ تو اختلاف رہا نہ حنفیہ پر کوئی اعتراض۔

باب: یہ باب بلا ترجمہ ہے اور ماقبل کا تتمہ ہے کیونکہ ماقبل والے باب میں اموال کی حرمت کا بیان تھا اور اس باب کی حدیث میں بھی مال کی حرمت کا ہی ذکر ہے کہ اگر میں ایک جھگڑا کرنے والے کی چرب زبانی کی وجہ سے اس کو دوسرے کا مال دیدوں تو وہ مال اس کے لئے حرام ہی رہے گا۔ **انما انا بشر:** یہ حصر قصر قلب کے طور پر ہے کہ میں انسان ہوں دل کی چھپی باتوں کو جاننے والا نہیں ہوں اس لئے اس میں رد ہوگیا اس شخص کا جو یہ کہتا ہے کہ جو رسول ہوتا ہے وہ غیب کی باتیں جانتا ہے۔

باب فی النکاح

اور بعض نسخوں میں ہے۔

باب شھادۃ الزور فی النکاح

اس باب سے مقصود حنفیہ پر اعتراض ہے کہ کوئی شخص جھوٹے گواہ پیش کردے قاضی کی عدالت میں کہ فلاں عورت میرے نکاح میں ہے قاضی گواہوں کو سچا سمجھ کر فیصلہ کردے کہ وہ تمہاری بیوی ہے تو حنفیہ کے نزدیک ان کا تعلق زنا کا شمار نہ ہوگا بلکہ میاں بیوی کا شمار ہوگا حالانکہ گواہی جھوٹی ہے اور نکاح عورت کی اجازت کے بغیر شمار کیا گیا ہے اور احادیث میں عورت کی اجازت کو نکاح کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔

جواب: قضاء قاضی تو میاں بیوی کے درمیان ہر قسم کا جھگڑا مٹانے کے لئے ہوتی ہے اگر یہ قضاء باطنا نافذ نہ ہو تو یہ قضا جھگڑا پیدا کرنے کی تمہید اور سبب بن جائے گی اور یہ چیز قضاء کے مقصد کے خلاف ہے۔ اس کی نظیر لعان کی قضاء ہے کہ وہ سب کے نزدیک باطنا نافذ ہو جاتی ہے اور عورت دوسری جگہ نکاح کر لے تو بالا جماع یہ نکاح صحیح ہے حالانکہ یقینا دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ دوسری نظیر یہ ہے کہ عورت نے جھوٹے گواہ طلاق کے پیش کر دیئے قاضی نے نکاح ٹوٹنے کا فیصلہ دیدیا اس کے بعد عورت نے عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر لیا تو یہ نکاح بھی بالا جماع صحیح ہے حالانکہ یہ بھی ایسی قضاء پر مبنی ہے کہ جس کی بنیاد جھوٹی گواہی ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیٹی پر جھوٹے گواہ پیش کر دے کہ یہ میری لونڈی ہے تو اس سے وطی بالا جماع حرام رہتی ہے حنفیہ اس کو جائز کیوں نہ کہہ دیتے۔

جواب: قضاء قاضی کے باطنا نافذ ہونے کا تعلق صرف عقود وفسوخ سے ہے کہ حنفیہ کے نزدیک نافذ ہے جمہور کے نزدیک نہیں اور یہ بیٹی والا معاملہ تو نسب سے متعلق ہے اس میں بالا جماع قضاء قاضی باطنا نافذ نہیں ہے۔

سوال: جب خاوند جانتا ہے کہ گواہ جھوٹے ہیں تو اس کے لئے وطی کیسے حلال ہو سکتی ہے۔

جواب: جھوٹ بولنے کا گناہ تو ہوا زنا کا گناہ نہ ہوگا کیونکہ فیض الباری میں ہے کہ بدائع الصنائع میں بحوالہ مبسوط حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے دو گواہ پیش کر دیئے کہ فلاں عورت میرے نکاح میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ فرما دیا کہ وہ تیری بیوی ہے۔ اس فیصلہ کے بعد وہ عورت حضرت علی سے کہنے لگی کہ حضرت جب آپ نے فیصلہ ہی فرما دیا ہے تو اب ہمارا نکاح بھی پڑھ دیجئے تاکہ ساری عمر زنا تو نہ ہو کیونکہ گواہ تو جھوٹے ہیں اور ہمارا کوئی نکاح نہیں ہے اس پر حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا۔ شاھداک زوجاک۔ اور امام بخاری نے جمہور کی تائید میں گذشتہ باب میں دلیل پیش کی ہے۔

عن ام سلمة مرفوعا فمن قضيت له من حق اخيه شيئاً فلا يأخذ فانما اقطع له قطعة من النار : جواب یہ حدیث املاک مرسلہ میں ہے کہ صرف یہ دعویٰ ہو کہ یہ چیز میری ہے اس میں اگر قاضی جھوٹے گواہوں کی وجہ سے فیصلہ کر دے تو مدعی کے لئے وہ چیز ہمارے نزدیک بھی حرام ہی رہتی ہے۔ صرف عقود وفسوخ۔ میں ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے قول کی وجہ سے یوں سمجھیں گے کہ قاضی نے اب فیصلہ کر کے نکاح پڑھا دیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول حکم میں مرفوع کے ہے اور مرفوع حدیث پاک اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے اس لئے قاضی مجبور ہے کہ جب اس نے تزکیہ کر لیا سراً بھی علانیۃً بھی اور اپنی جستجو کے مطابق وہ گواہوں کو سچا سمجھ رہا ہے اب بھی اگر وہ نکاح کے موجود ہونے کا فیصلہ نہ کرے تو وہ قاضی خود گنہگار ہوگا اور وہ عادل نہ رہے گا بلکہ مجروح شمار ہوگا اور خلیفۂ وقت اس کو معزول کر دے گا اور سزا دے گا۔

سوال: اگر ایسے واقعہ میں اگر یہ شمار کیا جائے کہ اب قاضی نے نکاح پڑھ دیا ہے تو پھر یہ نکاح بلا بینۃ ہوگا اور بلا بینہ نکاح معتبر نہیں ہوتا۔

جواب: (۱) حنفیہ کی ایک روایت میں ہے کہ جب قاضی فیصلہ کا اعلان کرے تو اس وقت دونوں گواہوں کا موجود ہونا شرط ہے تاکہ عقد جدید دو گواہوں کے سامنے پایا جائے۔

(۲) راجح: قول حنفیہ کا یہی ہے کہ فیصلہ کے اعلان کے وقت دونوں گواہوں کا موجود ہونا کوئی شرط نہیں ہے کیونکہ یہ نکاح ضمناً ہوا ہے اور دو گواہ جس نکاح میں شرط ہوتے ہیں وہ صریح نکاح ہوتا ہے قصداً۔

جمہور پر اعتراض: یہ ہے کہ اگر آپ ایسی قضاء قاضی کو باطنا نافذ شمار نہیں کرتے تو اس میں بہت بڑی خرابی لازم آتی ہے کہ وہ عورت بیچاری اب کیا کرے تو اس میں بظاہر تین احتمال ہیں اور تینوں میں سے ہر ایک میں خرابی ہی خرابی ہے۔ (۱) کیا وہ قاضی کی بغاوت کر دے اور اس کے فیصلہ کو نہ مانتے ہوئے کسی اور جگہ نکاح کرے یہ بھی ناجائز ہے نہ قاضی کی بغاوت جائز نہ کسی اور جگہ نکاح جائز (۲) یا وہ بیچاری کسی ایسی جگہ چھپ جائے جہاں اس کو کوئی نہ

جانتا ہو تو وہ باقی زندگی کیسے گزارے گی اور اس کا خرچ کون برداشت کرے گا (۳) کیا وہ آپ کے نزدیک اسی غیر مرد کے ساتھ رہے اور ساری عمر زنا کرے اور حرام نفقہ لے اور حرام مہر لے اور حرام اولاد جنے پھر اس حرام اولاد کا کیا بنے گا۔ اس لئے حنفیہ کا قول ہی امن وعافیت والا ہے اور دین ودنیا کے لحاظ سے راجح ہے۔ **قال بعض الناس ان احتال انسان بشاهدی زور علی تزویج امراة ثیب بامرها:** معمولی تبدیلی کے ساتھ گذشتہ اعتراض کا ہی تکرار ہے۔ **قال بعض الناس ان هویٰ رجل جاریة یتیمةً:** یہ بھی اسی گذشتہ اعتراض کا تکرار ہے اور لفظوں میں ذرا سی تبدیلی ہے۔

باب مایکره من احتیال المرأة مع الزوج والضرائر

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے پھر اس باب کی روایت میں شہد پینے کا شان نزول ذکر کیا گیا ہے اور بعض روایتوں میں حضرت ماریہ قبطیہ والا شان نزول بیان کیا گیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ کے مکان میں حضرت ماریہ قبطیہ سے مشغول ہوئے وہ ناراض ہوئیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ پھر ایسا نہ کروں گا اور فرمایا کہ کسی اور سے ذکر نہ کرنا مگر انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ذکر کر دیا اور راز افشا کر دیا اس پر سورۃ تحریم کی آیتیں نازل ہوئیں۔ راجح یہ ہے کہ دونوں واقعوں کے بعد سورۃ تحریم کی آیتیں نازل ہوئیں۔

العرفط: ایک درخت ہے جس کے پھل خراب ہوتے ہیں اور بو بھی اچھی نہیں ہوتی۔

باب مایکره من الاحتیال فی الفرار من الطاعون

غرض اس کی کراہت کا بیان ہے۔

فلا تخرجو الفرارا منه: یہ موضوع ترجمۃ الباب ہے۔

باب فی الهبة والشفعة:

غرض یہ ہے کہ ہبہ میں رجوع کا حیلہ مکروہ ہے کہ حیلہ کر کے رجوع کرلے۔ ایسے ہی شفعہ کو حیلہ کر کے ساقط کرنا مکروہ ہے۔

فخالف رسول الله صلى الله عليه وسلم فی الهبة واسقط الزکوٰة: غرض حنفیہ پر دو اعتراض کرنے ہیں (۱) حنفیہ کہتے ہیں کہ ہبہ میں رجوع ہو سکتا ہے حالانکہ یہ حدیث کے خلاف ہے (۲) جب بڑی رقم کا ہبہ کیا اور چھ ماہ بعد رجوع کرلیا تو ایک سال پورا گزر جائے گا اور زکوۃ کسی پر بھی واجب نہ ہوگی نہ ہبہ کرنے والے پر ورنہ اس پر جس کو ہبہ کیا گیا ہے تو ایک سال کی زکوۃ ساقط کرنا بھی تو برا ہے۔

جواب: جو صورت امام بخاری نے بنائی ہے اور اس کو حنفیہ کی طرف منسوب کیا ہے یہ صورت تو حنفیہ نے کہیں بھی ذکر نہیں کی۔ ایک عام اصول بیان کیا ہے کہ تین شرطوں کے ساتھ ہبہ سے رجوع جائز ہوتا ہے (۱) جس کو ہبہ کیا ہے وہ ذی رحم محرم نہ ہو بلکہ اجنبی ہو (۲) لینے والا قبضہ کر چکا ہو کیونکہ قبضہ سے پہلے تو لینے والا مالک ہی نہیں ہوتا دینے والا جب چاہے کہہ دے کہ میری رائے بدل گئی ہے میں نہیں دینا چاہتا (۳) رجوع سے کوئی مانع نہ پایا گیا ہو۔ مثلاً کچھ عوض لے لیا ہو تو اب رجوع نہیں کر سکتا اور ہم نے جو رجوع کو جائز قرار دیا ہے اس کی ہمارے پاس دلیل موجود ہے۔ ابن ماجہ میں ہے۔ **عن ابی هريرة مرفوعاً من وهب هبة فهوا حق بهبته مالم یثب منها:** ایسے ہی طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور مستدرک حاکم میں علی شرط الشیخین حضرت ابن عمر سے بھی منقول ہے اور جس روایت کو مرفوعاً امام بخاری حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرما رہے ہیں۔

العائد فی هبته کالکلب یعود فی قیئه: اس کو بھی ہمارے امام ابوحنیفہؒ نے ترک نہیں فرمایا کیونکہ ہمارے امام صاحب اس رجوع کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور اس روایت سے کراہت ہی ثابت ہوتی ہے باقی آپ حضرات جو حرمت کے قائل ہیں اس کا ثبوت اس حدیث سے نہیں ہے کیونکہ کتے کے فعل کو مکروہ اور قبیح تو کہہ سکتے ہیں حرام نہیں کہہ سکتے کیونکہ وجوب وحرمت کا تعلق مکلف سے ہوتا ہے اور کتا مکلف نہیں ہے باقی رہا

اعتراض اسقاط زکوۃ کا تو یہ امام بخاریؒ کا محض بہتان اور اختراع محض ہے امام ابوحنیفہ نے یہ حیلہ اسقاط زکوۃ کے لئے کہیں بھی ذکر نہیں فرمایا نہ ہی ان کے شاگردوں نے ذکر فرمایا ہے۔

ثم عمد الیٰ ماشدده فابطله: اور بعض نسخوں میں سدده: بے نقطوں کے بغیر یعنی درست کیا۔ دونوں نسخوں کا حاصل یہی ہے کہ دلیل قائم کی۔ حنفیہ پر اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ حنفیہ نے پہلے تو پڑوسی کے لئے شفعہ دلیل سے ثابت کیا پھر اسقاط کا حیلہ بتلا کر اس کو ساقط کر دیا اور۔

ان اشتریٰ داراً: سے مراد خریدنے کا ارادہ ہے۔ حیلہ کا حاصل یہ ہے کہ بیچنے والا زمین یا مکان کے دو حصے کر دے ایک حصہ چھوٹا ہو اور دو پڑوسی کے مکان یا زمین کے ساتھ ساتھ ہو اور دوسرا حصہ بڑا ہو وہ باقی زمین یا مکان ہو۔ اب پڑوسی کو صرف چھوٹے حصے کو خریدنے کا حق ہوگا اور بہت چھوٹا ہونے کی وجہ سے وہ اس کو نہ خریدے گا۔

جواب: (۱) صرف چھوٹے حصہ میں حق شفعہ پڑوسی کو حاصل ہوا اس کو اس نے خود ہی گھٹیا سمجھ کر چھوڑ دیا ہم نے اس کو منع نہیں کیا اور بڑے حصے میں اس کو حق شفعہ ثابت ہی نہیں اس لئے ہم نے اس کا کوئی نقصان نہ کیا (۲) اگر یہ حیلہ ایسے پڑوسی سے بچنے کے لئے کیا ہے جو کفار یا ظالم یا فاسق ہے تو اس حیلہ کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ہم بھی اس حیلہ کو جائز قرار نہیں دیتے۔ **قلت لسفیان ان معمراً لم یقل هکذا:** حضرت علی بن عبداللہ فرما رہے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حضرت سفیان بن عیینہؒ سے کہا کہ حضرت معمر نے تو ایسا نہیں کہا جیسے آپ کہہ رہے ہیں پھر حضرت معمر نے کیسے کہا ہے اس کی تین تقریریں ہیں (۱) حضرت معمر نے حدیث مرفوع ذکر کی ہے باقی قصہ ذکر نہیں کیا چنانچہ صرف مرفوع روایت نسائی میں اس سند سے ہے۔ عن عبداللہ بن المبارک عن معمر عن ابراہیم بن میسرۃ عن عمرو بن الشرید عن ابیہ۔ (۲) حضرت معمر نے حضرت ابو رافع سے نہیں بلکہ کسی اور صحابی راوی سے نقل کی ہے (۳) حضرت معمر نے صرف شفعہ کا ذکر کیا ہے۔ شفعۃ الجار کا ذکر نہیں کیا پھر ان تین تقریروں میں سے پہلی تقریر ہی راجح ہے کیونکہ اس کی تائید نسائی شریف کی روایت سے ہو رہی ہے۔ **لکنه قال لی هکذا:** حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ لیکن مجھے تو میرے استاذ ابراہیم بن میسرہ نے یونہی سنایا ہے جیسے میں نے ذکر کیا ہے۔ **اما مقطعة و اما منجمة:** یہ شک راوی ہے اور دونوں لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں اور ایک نسخہ میں یوں ہے۔ **مقطعة او منجمة:** پھر نجم کے معنی ہوتے ہیں وقت معین اس لئے منجمہ کے معنی ہوئے کہ ایسی رقم جو اوقات معینہ میں ادا کی جائے۔ **اذا اراد ان یبیع الشفعة:** دوسرے نسخہ میں ان یقطع الشفعۃ ہے اور بیع والے نسخہ میں بھی بیع بول کر ازالہ مراد ہے کیونکہ بیع شفعہ کو لازم ہے ازالہ شفعہ پس ملزوم بول کر لازم مراد ہے اس حیلہ کا حاصل یہ ہے کہ بائع بیع کی جگہ ہبہ کر دے بعد میں مشتری رقم بطور عوض ہبہ دیدے۔ اس صورت میں شفیع شفعہ نہ کر سکے گا کیونکہ ہبہ میں شفعہ نہیں ہوتا۔ اس حیلہ کو ذکر کرنے سے بھی امام بخاری کا مقصود حنفیہ پر اعتراض ہے کہ پہلے تو جار کے لئے شفعہ ثابت کیا پھر اس کی حق تلفی کی اور شفعہ ساقط کرنے کا حیلہ بتلا دیا۔

جواب: (۱) ہبہ تو وراثت کی طرح ہے نہ وراثت میں حق شفعہ ثابت ہے نہ ہبہ میں۔ جب حق شفعہ ثابت ہی نہیں تو یہ کہنا کہ آپ نے حق تلفی کی صحیح نہیں کیونکہ جب حق ثابت ہی نہیں تو حق تلفی کیسے ہوگئی (۲) اگر اس طرح ابطال شفعہ معقول ہے عذر کی وجہ سے ہے جیسے کافر یا ظالم یا فاسق سے بچنا تو پھر حیلہ کر لینے میں کیا حرج ہے اور اگر یہ عذر نہیں ہے تو ہم بھی اجازت نہیں دیتے البتہ اگر کوئی کر لے گا تو نافذ ہو جائیگا اس صورت میں جائز نہیں نافذ ہے امام بخاری جواز اور نفاذ میں فرق نہیں کر رہے۔ **ولا یکون علیه یمین:** یہ بھی حنفیہ پر اعتراض ہے کہ ایک حیلہ حنفیہ یہ کرتے ہیں کہ زمین یا مکان کا ایک حصہ خریدنے والا خرید کر فوراً اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کر دے کیونکہ نابالغ پر یمین نہیں آتی جواب یمین اس کے والد پر تو آئے گی اس لئے یہ تو کوئی حیلہ ہے ہی نہیں اس لئے اس کو یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں۔

باب احتيال العامل ليهدىٰ له:.

غرض یہ کہ ایسا کرنا مکروہ ہے اور عامل اسے کہتے ہیں جو دوسرے کا کام اپنے ذمہ لے لے مال وغیرہ میں۔ **بصر عيني وسمع اذني:.** یہ حضرت ابوحمید کا مقولہ ہے جیسا کہ ایک روایت میں تصریح ہے۔ **الجار احق بصقبة:.** اس حدیث کا تعلق گذشتہ باب سے ہے کسی ناقل کی خطا معلوم ہوتی ہے۔ **ولا خبثة:.** عبد رقیق کی نفی مقصود ہے کیونکہ حدیث رقیق کے متعلق وارد ہوئی ہے یعنی اگر کوئی مالک میرے سوا نکل آیا تو میں رقم واپس کرنے کا ذمہ دار ہوں دوسرے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ میں ذمہ دار ہوں کہ یہ غلام ہے آزاد نہیں ہے اگر آزاد نکل آئے تو میں رقم کا ذمہ دار ہوں۔ **ولا غائلة:.** میں ذمہ دار ہوں کہ مشتری کے ثمن ضائع نہ ہوں گے۔ **فاجاز هذ االخداع بين المسلمين:.** امام بخاری کا مقصد یہاں حنفیہ پر چار اعتراض ہیں (۱) مشتری کو بعض صورتوں میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے جواب مشتری اپنی رضامندی سے یہ نقصان اٹھا رہا ہے اس صورت میں گناہ نہیں ہوتا (۲) اس پر اجماع ہے کہ جو مشتری کے ذمہ ہے وہی شفیع پر واجب ہوتا ہے۔

جواب: یہ اجماع کا دعویٰ غلط ہے بعض صورتوں میں فرق ہوسکتا ہے جیسے مذکورہ صورت میں فرق ہے (۳) اس پر اجماع ہے کہ استحقاق اور عیب کی وجہ سے واپس کرنے میں کوئی فرق نہ ہونا چاہیے یہاں فرق ہے۔

جواب: یہ اجماع بھی ثابت نہیں ہے بعض صورتوں میں فرق ہوجاتا ہے جیسا کہ مذکورہ صورت میں فرق ہوا (۴) اسقاط حق شفعہ پایا گیا۔ جواب کافر، ظالم فاسق سے بچنے کے لئے حیلہ کی گنجائش ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ہم بھی حیلہ کو جائز نہیں سمجھتے امام بخاری یہاں بھی جواز اور نفاذ میں فرق نہیں کر رہے حالانکہ دونوں میں فرق ہے۔ **الجار احق بصقبة:.** اس کا تعلق گذشتہ باب سے ہے کسی ناقل کی غلطی ہے۔

كتاب التعبير

ربط یہ ہے کہ جب امام بخاری بیداری کے اکثر احکام سے فارغ ہوئے تو نیند کی طرف مائل ہوئے غرض خوابوں کی تعبیر کا بیان ہے پھر تعبیر عبور سے ہے کیونکہ تعبیر دینے والا خواب کے ظاہر سے باطن کی طرف گزرتا ہے اور صور مثالیہ سے معانی منقولہ کی طرف گزرتا ہے اور تاویل رؤیا کے معنی ہیں۔ **تفسير الرؤيا بما يؤول اليه امرها وبيان عاقبتها:.** پھر رؤیا وہ ہے جس کو سونے والا نیند میں دیکھتا ہے اور رؤیۃ وہ چیز ہے جس کو دیکھنے والا بیداری میں دیکھتا ہے پھر رؤیا کا زیادہ استعمال خیر میں ہوتا ہے اور حلم کا زیادہ استعمال شر میں ہوتا ہے۔ اسی لئے حدیث پاک مرفوع میں وارد ہے۔

الرؤيا من الله والحلم من الشيطان

باب اول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة

غرض خوابوں کی عزت بڑھانا ہے اس حیثیت سے کہ یہ نبوت کے مبادی ہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور چاند اور سورج ان کو سجدہ کر رہے ہیں یہ نبوت کا مبدأ تھا۔ فقال اقرأ۔ (۱) ایک نمدے میں سورۃ علق کی شروع کی پانچ آیتیں لکھی ہوئی تھیں جیسا کہ ایک روایت میں ہے (۲) جیسے میں کہتا ہوں ویسے پڑھئے میرے پیچھے پیچھے پڑھئے **ترجف بوادره** کندھے اور گردن کے درمیان والے گوشت کو بادرہ کہتے ہیں اس کی جمع بوادر ہے **فيسكن لذلك جاشه** اس سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اضطراب کو سکون ہوجاتا تھا۔

باب رؤيا الصالحين

غرض عام صالحین کے خوابوں کا بیان ہے اور صالحین وہ ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتے ہیں ان کے خوابوں پر شیطان کا غلبہ کم ہوتا ہے اور غیر صالحین پر زیادہ ہوتا ہے الرؤيا الحسنة من الرجل الصالح جزء من ستة واربعين جزء من النبوة (۱) نبی کی

خواب کی وحی نبی کی بیداری کی وحی کا چھیالیسواں حصہ ہے اس صورت میں رجل صالح سے مراد نبی ہی ہے (۲) رجل صالح عام ہے۔ خواب سچا بھی ہوتا ہے جھوٹا بھی ہوتا ہے جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے یا دن کے خیالات اچھے یا بُرے نظر آتے ہیں تو ان میں سے سچا خواب ۴۶ میں سے ایک ہوتا ہے اس لئے نبوت کا حقیقی جز و مراد نہیں ہے بلکہ نبوت سے موافقت مُراد ہے کہ عام نیک لوگوں کے خوابوں میں سے چھیالیسواں حصہ موافق نبوت کے ہوتا ہے اور سچا ہوتا ہے (۳) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ ماہ خواب آئے اور پھر ۲۳ سال وحی نازل ہوئی اس لئے یہ خواب اس وحی کا چھیالسواں حصہ ہے پھر عدد جو مختلف آئے ہیں ان کی دو توجیہیں ہیں (۱) ہجرت کے موقعہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چھبیسواں حصہ نبوت کا قرار دیا اپنے خوابوں کو کیونکہ چھ ماہ خواب آچکے تھے اور ۱۳ سال وحی آچکی تھی یہ چھ ماہ ۱۳ سال کا چھبیسواں حصہ بنتے ہیں ایسے ہی ۲۰ سال کے بعد چالیسواں حصہ قرار دیا ۲۲ سال کے بعد چوالیسواں حصہ ۱/۴۴ قرار دیا۔ پھر ساڑھے بائیس سال کے بعد ۱/۴۵ قرار دیا اور ۱/۵۰ جو آیا ہے یہ جبر کسر ہے کیونکہ چالیس کی دہائی کے بعد پچاس کی دہائی ہوتی ہے اس لئے چالیس اور پچاس کے درمیان کے سب حصوں کو ۱/۵۰ کہہ سکتے ہیں اور بعض روایات میں ۱/۷۰ ہے تو یہ مبالغہ ہے کہ بہت چھوٹا حصہ ہے باقی روایتیں ضعیف ہیں (۲) رجل صالح سے مراد ہر نیک انسان ہے مختلف حالات کے لحاظ سے مختلف درجے جواب کے ہیں زیادہ نیک کے لئے ۱/۴۶ کم نیک کے لئے ۱/۷۰ اور میانہ نیک کے لئے درمیانے درجے ہیں پھر حدیث پاک میں مقصود نبوت کی فضیلت کا اظہار ہے کہ جب خواب بھی سچے ہوتے رہتے ہیں تو نبوت تو خوابوں سے ۴۶ درجے اقویٰ ہے وہ بطریق اولیٰ سچی ہے۔

باب الرؤیا من اللہ

غرض یہ بیان کرنا ہے کہ اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور بُرے خوابوں کو شریعت میں حلم کہتے ہیں اور اچھے خوابوں کو رؤیا کہتے ہیں اور لغت میں سب کو علم بھی کہتے ہیں اور رؤیا بھی کہتے ہیں۔

باب الرؤیا الصالحة جزء من ستة واربعین جزءً من النبوّة

غرض اس حدیث پاک کا اور اس کے مضمون کا بیان کرنا ہے۔

باب المبشرات

غرض خوابوں کی ایک قسم مبشرات کا بیان ہے کیونکہ خوابوں کی دو قسمیں ہیں مبشرات اور منذرات اور ترمذی اور ابن ماجہ میں وارد ہوا ہے اور امام حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے عن عبادة بن الصامت حق تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں لهم البشرى في الحيوة الدنيا مرفوعاً هي الرؤيا الصالحة پھر بعض دفعہ سب خوابوں کو مبشرات کہہ دیتے ہیں یوں نمبر (۱) تغلیباً (۲) انذار سے مقصود بھی کسی مصیبت کی تیاری کرنا ہوتا ہے اس لحاظ سے وہ بھی معنی تبشیر ہی ہوتی ہیں لم يبق من النبوة الا المبشرات نبوت سے پہلے بھی خواب تھے بعد میں بھی خواب باقی رہے اس لحاظ سے نبوت کے شروع اور آخر میں مناسبت پیدا ہوگئی کہ پہلے بھی مبشرات بعد میں بھی مبشرات۔

باب رؤیا یوسف علیہ السلام

غرض حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کا بیان ہے کہ گیارہ ستاروں کا سجدہ دیکھا جو گیارہ بھائیوں کے سجدہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

باب رؤیا ابراهیم علیہ السّلام

غرض اس خواب کا بیان ہے پھر تہ اس باب میں مرفوع مسند روایت ہے نہ گذشتہ میں۔ کیوں (۱) آیات پر اکتفاء فرمایا (۲) شرط پر نہ ملی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں بیٹا دیکھا لیکن ذبح واقع ہوئی دنبہ پر البتہ خود ذبح بعینہ واقع ہوئی کہ خواب میں ذبح کا عمل تھا اور بیداری میں بھی ذبح ہی کا عمل تھا۔

باب التواطؤ علی الرؤیا

غرض یہ بتلانا ہے کہ جیسے روایت میں تعدد طرق صدق پر دلالت کرتا ہے ایسے ہی رؤیا میں بھی تعدد و موافقت صدق پر دلالت کرتی ہے۔

باب رؤیا اهل السجون والفساد و الشرک

غرض یہ کہ ان لوگوں کی خوابیں کبھی سچی ہوتی ہیں کبھی نہیں لیکن کسی صورت میں بھی اس کو نبوت کا جزء نہیں کہا جا سکتا جیسے کاہن کی بھی کوئی بات سچی نکل آتی ہے۔

باب من رائی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام

غرض یہ ہے کہ یہ دیکھنا سچا ہے۔ مَنْ رانی فی المنام فسیر انی فی الیقظة اس کے مختلف معانی کیے گئے ہیں (۱) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جس نے ایمان لانے کے بعد خواب میں زیارت کی ہو اور ابھی بیداری کے زمانہ میں نہ کی ہو تو اس کو ہجرت کرنے کی اور حاضر ہو کر زیارت کرنے کی توفیق ہوگی! (۲) قیامت تک کے لئے فرمایا ہے کہ مجھے خواب میں دیکھنے کے بعد وہ ان سب چیزوں کو بیداری میں دیکھے گا جو میرے ساتھ خواب میں دیکھی ہیں یعنی وہ خواب سچا ہوگا اور میرے سوا خواب کی سب چیزوں کو بیداری میں بھی دیکھے گا (۳) وہ قیامت میں مجھے قرب کے ساتھ دیکھے گا گویا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ (۴) وہ مجھے بیداری میں بطور کرامت دیکھے گا لیکن اس سے صحابی نہ ہوگا۔ پھر صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یہاں یہ بھی ہے قال ابو عبد اللہ قال ابن سیرین اذار اہ فی صورتہ۔ لیکن محققین کے نزدیک اگر معروف صورت کے غیر میں بھی زیارت ہو پھر بھی وہ سچی خواب ہی ہوتی ہے'' اس کی تصریح کی ہے امام نووی نے پھر شکل کی تبدیلی دیکھنے والے کی وجہ سے ہوتی ہے کبھی اس کو ڈرانا ہوتا ہے کبھی بشارت دینی ہوتی ہے اور شکل بدلنے کی بھی تعبیر ہوتی ہے۔ فان الشیطان لا یتمثل بی: یعنی جیسے بیداری میں شیطان میری شکل میں نہیں آ سکتا اسی طرح خواب میں بھی میری صورت میں نہیں آ سکتا تا کہ لوگ شبہ سے بچے رہیں کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نام ھادی کے مظہر اتم ہیں اور شیطان اللہ تعالیٰ کے نام مُضِل کا مظہر اتم ہے اور یہ دونوں مظہر ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لئے ان میں سے ایک دوسرے کی صورت میں نہیں آ سکتا۔ وان الشیطان لایتزایابی اس کا قصد نہیں کر سکتا کہ میری شکل میں نظر آئے اور ایک روایت میں یوں ہے۔ فان الشیطان لا یتکوننی اس کے معنی کیا ہیں (۱) میرے جیسی صورت میں موجود نہیں ہو سکتا۔ خاصہ صیرورت کا ہے (۲) وہ بتکلف میرے جیسا وجود حاصل نہیں کر سکتا خاصہ تکلف کا ہے (۳) میرے جیسا نہیں ہو سکتا شکل میں خاصہ موافقت مجرد کا ہے۔ ای لا یکون مثلی

باب رؤیا اللیل

غرض رات کے خواب کا حکم بتلانا ہے پھر سب سے اعلیٰ اخیر رات ہے پھر آدھی رات پھر شروع رات کا خواب ہے رواہ سمرة ان کی روایت کتاب التعبیر کے اخیر میں آئے گی و کان معمر لا یسندہ حتی کان بعد یعنی حضرت معمر پہلے امام زہری اور حضرت ابن عباس کے درمیان حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ کا واسطہ ذکر نہ فرماتے تھے پھر تسلی ہوگئی تو ذکر فرمانا شروع کر دیا

باب الرؤیا بالنهار

غرض یہ ہے کہ دو رات کے خواب کے مساوی ہیں یا نہ؟ ظاہر یہی ہے کہ مساوی ہیں۔ جیسا کہ پہلے اثر سے معلوم ہو رہا ہے۔ ام حرام یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں ثبج اس کے معنی ہیں وسط۔

باب رؤیا النساء

غرض یہ ہے کہ عورتوں کے خواب بھی رؤیا صالحین میں داخل ہیں۔ سوال اس روایت میں جو اس باب میں پہلی ہے خواب کا ذکر نہیں ہے جواب اس کے فوراً بعد والی میں ہے یہ اس کی تمہید ہے۔

باب الحُلُم من الشیطان

غرض اس حدیث پاک کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔

باب اللبن

غرض یہ ہے کہ دودھ خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر علم ہوتی ہے۔

کیوں (۱) دودھ بالکل شروع میں بچہ پیتا ہے اور علم بھی سب عبادات کے شروع میں ضروری ہے، (۲) دودھ سے بچے کی زندگی ہے اور علم سے دل کی زندگی ہے۔

باب اذا جری اللبن فی اطرافه او اظافیره

غرض یہ ہے کہ ایسا ہونا علم کا بدن میں اور دل میں پھیلنے ہے اور ما قبل سے فرق یوں ہے کہ گذشتہ باب میں نفس لبن تھا یہاں سرایت لبن ہے۔

باب القمیص فی المنام

غرض لباس کی تعبیر کا ذکر ہے۔

باب جر القمیص فی المنام

غرض قمیص کو زمین پر گھسیٹنے کی تعبیر کا ذکر ہے گذشتہ باب میں قمیص کی کی بیشی کا ذکر تھا۔ اب زمین پر گھسیٹنے کا ذکر ہے پھر قمیص کی تعبیر دین کیوں ہے (۱) جس طرح قمیص بدن ڈھانپتی ہے اسی طرح دین گناہوں کو ڈھانپتا ہے (۲) ولباس التقوی ذلک خیر اور خواب میں گھسیٹنا موت کے بعد اثر باقی رہنے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

باب الخضر فی المنام والروضة الخضراء

اس کی تعبیر بتلانی مقصود ہے کہ اسلام ہے کیونکہ اسلام ہمیشہ کے لئے ہی تروتازہ ہی ہوتا ہے اس میں کمزوری اور مرجھانا نہیں ہے اگرچہ اس پر عمل کرنے والوں میں کمزوری آجائے۔ کیونکہ اسلام اللہ تعالیٰ کے حکم کا نام ہے جب اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی قوی ہیں تو ان کا حکم بھی ہمیشہ قوی ہے اور کھانے کی تعبیر جنت کے پھل کھانا ہے حدیث شریف میں ہے ارتعوا من ریاض الجنة یعنی حلق الذکر کانما عمود وضع فی روضة خضراء عمود کی تعبیر (۱) ارکان خمسہ (۲) کلمہ شہادت اور روضہ کی تعبیر وہ سب چیزیں جن کا تعلق دین سے ہے الوصیف خادم اخذ بالعروة الوثقی مضبوط رسہ کی تعبیر ایمان اور توحید اور اخلاص ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام میں یہ بھی اشارہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ شہید نہ ہوں گے بلکہ بستر پر فوت ہوں گے۔

باب کشف المرأة فی المنام.

غرض یہ بتلانا ہے کہ خواب میں کسی عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹانے کی تعبیر یہ ہے کہ اس سے اس خواب دیکھنے والے کا نکاح ہوگا۔

باب الحریر فی المنام

غرض یہ بتلانا ہے کہ ریشمی کپڑے کی تعبیر علم دین ہے کہ جیسے ریشمی کپڑا سب کپڑوں سے افضل ہے اسی طرح علم دین سب علوم سے افضل ہے پس حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر علم دین احاطہ کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ دین کے دو ثلث نقل کرنے والی ہماری اماں حضرت عائشہ صدیقہ ہی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن سائر الصحابة اجمعین۔

باب المفاتیح فی الید

اس کی تعبیر بتلانی مقصود ہے کہ مال اور عزت اور غلبہ اور نیکی اور علم اور حکمت ہے۔

باب التعلیق بالعروة والحلقة

اس کی تعبیر بتلانی مقصود ہے کہ دین کو مضبوطی سے پکڑنا اور اس میں اخلاص اختیار کرنا ہے۔

باب عمود الفسطاط تحت وسادته

اس کی تعبیر بتلانی مقصود ہے کہ دین ہے اور فسطاط یعنی بڑا خیمہ بانس پر لگانا یا قوة ہے یا کسی بادشاہ سے لڑائی کرکے غلبہ حاصل کرنا ہے اس باب کی حدیث تلاش کرنے کی امام بخاری کو مہلت ہی نہ ملی۔

باب الاستبرق و دخول الجنة

موٹے ریشم کو استبرق کہتے ہیں اس کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر دین اور علم دین حاصل ہوتا ہے کیونکہ جیسے استبرق کپڑوں میں افضل ہے ایسے ہی علم دین علوم میں افضل ہے۔

باب القید فی المنام

اس کی بھی تعبیر بتلانی مقصود ہے کہ دین میں ثابت قدمی ہے اذا اقترب الذمان لم تکد تکذب رؤیا المؤمن۔ قرب قیامت میں مؤمن کو سچے خواب زیادہ آئیں گے کیونکہ اس زمانہ

میں مومن اجنبی ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ اس کو اچھے خوابوں سے مانوس فرمائیں گے جیسے ابتداء نبوت میں مانوس کیا گیا۔

باب العین الجاریة فی المنام

جاری چشمے کی تعبیر بتلانی مقصود ہے پھر وہ کیا ہے اس کی دو تقریریں ہیں (۱) اگر صاف ہو تو عمل صالح ہے ورنہ نہیں (۲) اس کی تعبیر ہے وہ عمل جو موت کے بعد بھی باقی رہے جیسے کنواں اور علم۔

باب نزع الماء من البئر حتی یروی الناس

اس کی تعبیر بتلانی مقصود ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ پر خیر کثیر ظاہر ہوگی اور لوگ اس سے نفع اٹھائیں گے تحولت بدل گیا چھوٹے کی جگہ بڑا ڈول آ گیا۔ عبقریا ماہر یفری فریہ عمدہ عجیب عمل صالح کرے ضرب الناس بعطن۔ اونٹ کے نئے عطن ایسے ہی ہے جیسے انسانوں کے لئے وطن ہے لیکن زیادہ استعمال حوض کے ارد گرد اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ پر ہوتا ہے۔

باب نزع الذنوب والذنوبین من البئر بضعف

بھرے ہوئے ڈول کو ذنوب کہتے ہیں بس تعبیر یہ ہوئی کہ خلافت جلیلہ ملے گی مدت قلیلہ کے لئے۔

باب الا ستراحة فی المنام

یہ بتلانا مقصود ہے کہ خواب میں جو شخص دوسرے کو آرام پہنچائے وہ خلیفہ ہوتا ہے اس کا جس کو آرام پہنچا رہا ہے پھر اہل تعبیر نے ذکر کیا ہے کہ خواب میں چت لیٹنا یعنی سیدھے لیٹنا اس کی تعبیر ہے کہ قوت ملے گی اور پیٹ کے بل الٹے لیٹنا اس کی تعبیر یہ ہے کہ کمزوری ہو گی۔ تولیٰ الناس والحوض یتفجر لوگ خوب سیراب ہو کر واپس چلے گئے۔ حالانکہ حوض پانی سے بھرا ہوا تھا اور اچھل رہا تھا۔

باب القصر فی المنام

غرض اس کی تعبیر بتلانا ہے کہ محل خواب میں دیکھے پھر کیا تعبیر ہے (۱) اگر نیک آدمی دیکھے تو تعبیر یہ ہے کہ عمل صالح کی توفیق ہوگی اور اگر کوئی غیر صالح دیکھے تو تعبیر ہے کہ اس کے قید ہو جانے کا خطرہ ہے (۲) اس کی تعبیر ہے کہ عنقریب نکاح ہو جائے گا۔

باب الوضوء فی المنام

غرض اس کی تعبیر کا بیان ہے پھر کیا تعبیر ہے (۱) بادشاہ تک پہنچنے کا راستہ مل جائے گا اور اپنے مخالف پر غالب آ جائے گا۔ (۲) عمل صالح کا راستہ ملے گا اور اگر وضو پورا کرنا خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ بیداری میں مراد پوری ہوگی۔

باب الطواف بالکعبة فی المنام

غرض اس کی تعبیر بتلانا ہے پھر معبرین کے اقوال اس میں مختلف ہیں (۱) حج (۲) نکاح (۳) بادشاہ سے مقصد حاصل ہونا (۴) والدین کی خدمت کی توفیق (۵) کسی عالم کی خدمت کی توفیق ابن قطن یہ ایک شخص تھا جو کہ زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گیا تھا۔

باب اذا اعطیٰ فضله غیره فی المنام

غرض اس کی تعبیر کا بیان ہے کہ جس کو دیا وہ اس دینے والے سے فائدہ اٹھائے گا بیداری میں۔

باب الا من وذهاب الروع فی المنام

غرض اس کی تعبیر کا بیان ہے کہ خوف ہوگا بیداری میں اور اگر کوئی خواب میں خوف دیکھے تو بیداری میں اس کے برعکس امن ملے گا مقمعة گرز یعنی لوہے کا ڈنڈا جس کے کنارے پر لوہے کی گیند ہوتی ہے اس سے ہاتھی چلاتے ہیں۔ شفیر: کنارہ۔

باب الا خذ علی الیمین فی النوم

اس کی تعبیر بتانا مقصود ہے کہ آخرت میں اصحاب یمین میں سے ہوگا۔

باب القدح فی النوم

اس کی تعبیر بتلانا مقصود ہے پھر وہ کیا ہے (۱) کسی عورت سے نکاح ہو جائے گا (۲) کسی عورت سے مال ملے گا اور اگر شیشے کا پیالہ دیکھے تو تعبیر یہ ہے کہ کچھ خفیہ چیزیں ظاہر ہوں گی اور اگر سونے کا پیالہ دیکھے تو اچھی ثناء ملے گی۔

باب اذا طار الشیٔ فی المنام

غرض اس کی تعبیر بتلانا مقصود ہے کہ وہ چیز ختم ہو جائے گی۔ العنسی اس سے مراد اسود عنسی ہے جس کو اسود صنعائی بھی کہتے تھے اس کا

لقب ذوالخمار تھا کیونکہ اس نے ایک گدھے کو سکھایا تھا کہ جب اس کو کہتا سجدہ کرتو وہ سر کو جھکا دیتا تھا اور بعضوں نے ذوالخمار لقب نقل کیا ہے بالخاء المعجمۃ کیونکہ وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی کپڑا سر پر اوڑھتا تھا۔

باب اذا رایٔ بقراً تنحر

غرض اس کی تعبیر بتلانی مقصود ہے پھر وہ تعبیر ہر مقام کے مناسب ہوتی ہے اس مقام پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد میں بعض صحابہ کرام کے شہید ہونے سے فرمائی۔ کیونکہ گائے کا سینگ مجاہدین کے نیزے جیسا ہوتا ہے اور ذبح شہید ہونا ہے۔ واللہ خیر۔ یعنی یہ لفظ خواب میں سُنا اور اس کے معنی تھے کہ مقبول حضرات کے لئے اللہ تعالیٰ کا خواب دنیا میں رہنے سے بہتر تھا اس کے علاوہ اس کا مصداق وہ بھلائی بھی تھی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی بصورت فتح خیبر و فتح مکہ یا غنیمت بدر اور ثواب بدر۔

باب النفخ فی المنام

غرض پھونک مارنے کی تعبیر کا بیان ہے یعنی سہولت سے دور کر دینا کیونکہ پھونک مارنا تو آسان کام ہے پھونک مارنے والے کے لئے۔

باب اذا رأی انه اخرج الشیٔ من کورۃ فاسکنه موضعاً اٰخر

ایک جانب کو کورہ کہتے ہیں اور ایک نسخہ میں کُوَّہ ہے جو کاف کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اس کے معنی ثقب البیت کے ہیں کمرے کا سوراخ دونوں صورتوں میں مقصد اس کی تعبیر ہے یعنی وباء اور بلاء کا ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جانا۔

باب المرأۃ السَّوداء

اس کی تعبیر بتانی مقصود ہے اور وہ وباء اور بلاء ہے۔

باب المراۃ الثائرۃ الرأس

غرض اس کی تعبیر بتلانا ہے کہ وباء اور بلاء وہی ہے۔

باب اذا رأی انه هز سیفاً فی المنام

غرض اس تلوار ہلانے کی تعبیر کا بیان ہے کہ ہلانا لڑائی کا حکم فرمانا ہے اور تلوار صحابہ کرام ہیں اور تلوار کا ٹوٹنا حضرت سے حضرات صحابہ کرام کا جام شہادت نوش فرمانا ہے اور تلوار کا جڑ جانا دوبارہ حضرات صحابہ کرام کا جمع ہونا اور فتوحات کا حاصل ہونا ہے جیسے فتح خیبر اور فتح مکہ

باب من کذب فی حُلُمه

اس کا گناہ ہونا بتلاتا ہے۔

باب اذا رأی مَا یکرہ فلا یخبر بها ولا یذکر

غرض یہ بتلانا ہے کہ بُری خواب کسی سے ذکر نہ کرے بلکہ تعوذ پڑھے۔

باب من لم یر الرؤیا لاول عابر اذا لم یصب

غرض یہ ہے کہ یہ جو روایت میں آیا ہے کہ پہلے تعبیر دینے والے پر مدار ہے یہ صرف اسی وقت ہے جبکہ درست تعبیر دے ورنہ اس تعبیر پر مدار نہ ہوگا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کو تعبیر میں واخطأت بعضاً فرمایا تھا پھر بعض نے فرمایا ہے کہ خواب کے لئے ایک حقیقت ثابتہ ہوتی ہے کیونکہ اصبت بعضاً واخطات بعضا فرمایا۔ امام بخاری بھی اسی طرف گئے ہیں لیکن بعض نے فرمایا ہے کہ خواب معبّر کی تعبیر کے تابع ہوتا ہے کیونکہ ابو داؤد میں مرفوعاً وارد ہے الرؤیا علی رجل طائر ما لم یعبر فاذا عبّرت وقعت قال لا تقسم: اس ارشاد کے پیش نظر بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اب کسی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ یہ بیان کرے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا غلطی ہوئی کیونکہ جب خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غلطی بیان نہیں فرمائی تو ہمیں بھی بیان نہیں کرنی چاہئے لیکن بعض حضرات نے غلطی کا ذکر کیا بھی ہے اور اس میں تین قول ہیں کہ غلطی کیا تھی؟ (۱) سمن و عسل کا مصداق قرآن و سنت تھے آپ نے قرآن پاک کی نرمی اور مٹھاس قرار دیا۔ (۲) خطا یہ تھی کہ میری موجودگی میں آپ نے تعبیر دی۔ (۳) خطا یہ تھی کہ آپ نے خلافت کی تصریح نہیں کی۔ پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لاتقسم کیوں فرمایا۔ اس کی بھی مختلف تقریریں ہیں (۱) آپ جب غور کریں گے تو خود ہی غلطی معلوم ہو جائے گی مجھے قسم دے کر نہ پوچھو (۲) رسی کے ٹوٹنے کی تفسیر و تفصیل بیان کرنی مناسب نہیں ہے (۳) خطا بتانے میں آپ کو ڈانٹنا پڑے گا کہ میری موجودگی میں کیوں تعبیر دی اور لوگوں

کے سامنے آپ کو ڈانٹنا مناسب نہیں ہے (۴) خطا بتاتے وقت خلفاء کے ناموں کی تصریح کرنی پڑے گی اور یہ مناسب نہیں ہے۔

باب تعبیر الرؤیا بعد صلوٰۃ الصبح:

غرض یہ ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ فجر کی نماز کے بعد تعبیر بیان کی جائے کیوں (۱) یہ وقت خواب دیکھنے کے قریب ہے پس اس وقت زیادہ احتمال ہے کہ خواب بیان کرنے والا نہ بھولے (۲) یہ برکت کا وقت ہے اس میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں تعبیر بیان کرنے میں برکت ہوگی غلطی نہ ہوگی (۳) تعبیر بیان کرنے والے کا ذہن اس وقت حاضر ہوتا ہے تعبیر بیان کرنے میں آسانی ہوگی۔

یھوی بالصخرۃ: اس پر پتھر گراتا ہے۔ **فیثلغ رأسہ:** اس کا سر پھاڑتا ہے۔ **فیتھدھدہ الحجر:** پتھر اس سے نیچے لڑھک جاتا ہے۔ **ضَوْ ضَوْا:** وہ چیختے ہیں۔ **فیفغرلہ فاہ فیلقمہ حجرًا:** وہ اس کے لئے منہ کھولتا ہے تو وہ دوسرا آدمی اس کے منہ میں پتھر ڈالتا ہے۔ **کریہ المَرْآۃ:** بدصورت۔ **یُحشّھا:** جلانے کے لئے حرکت دے رہا ہے۔ **مُعتِمَۃ:** زیادہ پودوں والا۔

واذا حول الرجل من اکثر ولد ان رایتھم قط: حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ مشرکین کی اولاد جنتی ہے لیکن اس پر اشکال ہے کہ یہاں صرف کثرت ہے دنیا کے بچوں کو دیکھنے کے لحاظ سے اور یہ کثرت اضافی ہے کہ میں نے جتنے بچے دنیا میں دیکھے ہیں یہاں ان سے زیادہ تھے اس سے احاطہ لازم نہیں آتا کہ سب بچے جنت میں دیکھے ہیں اس لئے یہ الفاظ اولاد مشرکین کے جنتی ہونے پر دلالت نہیں کرتے و اولاد المشرکین یعنی جو بالغ ہونے سے پیشتر فطرت پر فوت ہو گئے وہ جنتی ہیں اور جو بالغ ہو کر یہودی عیسائی وغیرہ بن گئے وہ جنت میں نہیں جائیں گے۔

کتاب الفتن

ربط یہ ہے کہ خیر کے بعد شر کا ذکر ہے پھر فتنہ کے معنی امتحان کے ہیں یہ امتحان قیامت سے پہلے ہوگا تاکہ مسلمانوں کا امتحان کیا جائے کہ کون ان میں سے مخلص ہے کون نہیں ہے کیونکہ اس امت میں عمومی عذاب نہیں ہے جس سے مؤمن وکافر یا مخلص وغیر مخلص کا ظہور ہو جائے پھر فتنہ کی پانچ قسمیں ہیں (۱) انسان کے دل میں ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ نیکی اور مناجات میں لذت نہیں آتی (۲) بیوی بچوں میں مخالفت اور گھر میں بدانتظامی (۳) سمندر کی موج کی طرح فتنہ جس میں کئی گھر برباد ہوتے ہیں اور بلا استحقاق خلافت کی طمع پیدا ہوتی ہے (۴) بے دینی کا فتنہ جس میں لوگ انسانیت کے تقاضے سے بدل جاتے ہیں (۵) آسمانی آفتیں جیسے آندھی وباء زمین میں دھنسنا۔ زلزلہ آگ لگنا وغیرہ پس قیامت کی نشانیاں ان سب فتنوں کو شامل ہیں۔

باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصّۃ

غرض اس آیت کی تفسیر ہے حضرت زبیر ابن العوامؓ نے ۳۶ھ میں فرمایا جنگ جمل کے موقعہ پر ما علمتُ انا اردنا بھذہ الآیۃ الا الیوم و ما کُنتُ اظُنّھا الا فیمن خوطب ذلک الوقت اسی طرح کی تفسیر حضرت حسن بصریؒ اور حضرت سُدّی سے بھی منقول ہے وما کان النبی یحذّر من الفتن اس کا عطف قول اللہ تعالیٰ پر ہے اور ما مصدریہ ہے یعنی

باب فی تحذیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفتن

امام بخاریؒ اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ فتنے زیادہ تر دین میں تبدیلی اور بدعت پیدا کرنے سے شروع ہوتے ہیں جیسا کہ اس باب کی احادیث سے ظاہر ہے سُحقاً دوری کو سحق کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ان کو رحمت سے دور کرے انک لا تدری ما بدّلوا بعدک اس کا مصداق کون ہیں (۱) مرتدین (۲) مبتدعین (۳) ہر مبتدع اور ظالم اور مرتد۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ستروں بعدی اُمورًا تنکرونھا.

غرض انصار کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صبر کا مشورہ دیا تھا

اس کا بیان ہے اصبروا حتی تلقونی علی الحوض۔ یہ حدیث پاک غزوہ حنین کے باب میں گذر چکی ہے من فارق الجماعۃ شبراً مراد یہاں بغاوت ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم هلاکُ امتی علیٰ یدی اغیلمۃ سفہاء

غرض اس حدیث کا اور اس کے مصداق کا بیان ہے اور وہ مصداق بنی امیہ کے وہ امراء ہیں جو زبردستی امیر بنے اور اس لئے بہت سے لوگ ہلاک ہوئے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویل للعرب من شرّ قد اقترب

غرض اس حدیث پاک اور اس کے مصداق کا بیان ہے اور وہ پہلا فتنہ ہے یعنی وہ فتنہ جس میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا۔ **عقد سفینُ تسعین او مائۃ:** یہاں ابن عیینہ مراد ہیں نوے کا عقدانامل یہ ہے کہ سبابہ دائیں ہاتھ والی کا کنارہ اسی کی جڑ سے ملا دیا جائے اس سے چھوٹا سا حلقہ یعنی دائرہ بن جاتا ہے اور سو کا عقدانامل یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی خنصر یعنی سب سے چھوٹی انگلی کے کنارے کو اسی کی جڑ سے ملا دیا جائے چونکہ نوے اور سو کے عقد قریب قریب ہیں اسی لئے شک واقع ہوا۔

باب ظهور الفتن

غرض اشارہ ہے فتنوں کی طرف اجمالاً عام اور خاص دونوں قسم کے فتنوں کی طرف۔ **یتقارب الزمان:** یعنی قیامت کے قریب ایسا ہوگا۔ ایک دن سے اتنا ہی نفع اٹھایا جا سکے گا جتنا ایک گھنٹے سے اٹھایا جاتا ہے۔ **ایُّمَ هُو:** اس کی اصل ہے ایُّما۔ یعنی ای شئی اور ھو کی ضمیر لوٹتی ہے ھرج کی طرف۔

باب لا یاتی زمان الا الذی بعدہ شر منه

غرض یہ ہے کہ فتنے آہستہ آہستہ بڑھتے چلے جائیں گے۔

رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الأخرۃ: (۱) بہت سی دنیا میں مالدار آخرت میں خالی ہاتھ ہوں گی (۲) باریک کپڑوں والی حکم میں ننگی کے ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حمل علینا السلاح فلیس منا

غرض یہ بتلانا ہے کہ جو بلا وجہ مسلمانوں پر حملہ کرے اس کا فعل کافروں جیسا ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ترجعوا بعدی کفارًا یضرب بعضکم رقاب بعض

غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا کفر کے مشابہ ہے وعن رجل اٰخر اس سے مراد حضرت حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی کتاب الحج میں گذر چکا ہے۔ **وابشارکُم:** یہ جمع ہے بشر کی ظاہری کھال مراد جسم ہے۔ **فکان کذلک:** ایک تقریر یہی ہے کہ یہ حضرت ابن سیرین کی طرف سے مندرج ہے باقی تفصیل گذر چکی ہے۔ **مَا بَهَشْتُ بقصَبَۃ:** میں تو ان کے خلاف کانا اٹھاتا کہ فتنہ نہ ہو۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم تکون فتنۃ القاعد فیها خیر من القائم:

غرض یہ کہ بقدر شرکت گناہ ہوگا۔ **من تشرف لها تستشرفه:** جو فتنہ کی طرف جھانکے گا تو فتنہ اس کو ہلاکت کے قریب پہنچا دے گا۔

باب اذا التقی المسلمان بسیفیهما

غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کی آپس کی لڑائی جو کہ صرف عصبیت کی بنا پر ہو کہ اپنی قوم کو حمایت کرتی ہے وہ حق پر ہو یا باطل پر یہ دوزخ میں جانے کا سبب ہے پھر جب مسلمانوں کی آپس میں لڑائی ہو تو کیا کرے اس میں تین قول ہیں (۱) نہ لڑائی میں شریک ہو اور نہ اپنی مدافعت کرے۔ یعنی اگر شریک ہوئے بغیر بھی کوئی حملہ کر دے تو پھر بھی اپنی مدافعت نہ کرے۔ اور آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کی طرح شہید ہو جائے (۲) خود تو لڑائی میں شریک نہ ہو

لیکن اگر کوئی اس پر حملہ کرے تو اپنی مدافعت کے لئے لڑے۔ (۳) حق کی تحقیق کرے اور اہل حق کی امداد کے لئے لڑائی کرے یہی قول جمہور صحابہ اور تابعین اور بعد کے حضرات کا ہے۔

باب کیف الامر اذالم تکن جماعة:۔

جواب حدیث پاک میں ہے کہ الگ رہے بس باب کی غرض یہ ہوئی کہ جب کسی ایک امیر پر جمع نہ ہوں تو الگ رہے۔

باب من کره ان یکثّر سواد الفتن والظلم

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا ہے مکروہ ہے مسند ابی یعلیٰ میں ہے عن ابن مسعود مرفوعاً من کثر سواد قوم فهو منهم قطع علیٰ اهل المدینة بعث۔ ایک مقدار متعین کی گئی تھی کہ وہ اہل مدینہ سے لی جائے تاکہ حضرت عبداللہ بن زبیر سے مل کر اہل شام سے لڑائی کریں۔

باب اذا بقی فی حثالة من الناس

اس کا جواب طبرانی کی مرفوع روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے علیک بخا صتک ودع عنک عوام مهم الوکت چلنے کا اثر المجل جلنے کی وجہ سے چھالا فنفط جلنے سے کھال ابھر جائے اور چھالا بن جائے۔ **ولقد اتیٰ علیّ زمان:۔** یہ حضرت حذیفہؓ کا اپنا قول ہے اور یہ اسی کی تفصیل ہے جو اس حدیث کے شروع میں ہے رائتُ احد هما وانا انتظر الآخر کہ میں نے امانت کا نازل ہونا یعنی قرآن پاک اور دین کا نازل ہونا تو دیکھ لیا ہے اور امانت کا ختم ہو جانا یعنی دین کا کمزور ہو جانا نہیں دیکھا۔

باب التعرّب فی الفتنة

غرض یہ ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں گاؤں میں چلے جانے کو پسند کیا ہے جیسے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت محمد بن سلمہؓ اور حضرت سعدؓ لیکن جمہور نے اسے پسند نہیں کیا جیسا کہ عنقریب تین مذہب گذر چکے ہیں۔

باب التعوذ من الفتن

غرض رد کرنا ہے اس شخص پر جس نے فتنہ طلب کرنے کو ترجیح دی تاکہ فتنہ کی وجہ سے منافق ختم ہو جائیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیه وسلم الفتنة من قبل المشرق

غرض اس حدیث اور اس کے مضمون کا بیان ہے پھر مصداق کیا ہے (۱) اہل عراق کہ وہ اس زمانہ میں کافر تھے اور ان سے فتنے ظاہر ہوتے تھے (۲) شیعہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ مشرقی علاقوں میں زیادہ پھیلے۔

باب الفتنة التی تموج کموج البحر

غرض ایک حدیث کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ صحیح ہے اور وہ مصنف ابن ابی شیبہ میں آتی ہے عن علی موقوفاً ثم فتنة تموج کموج البحر. **قُف:۔** زمین کا ابھرا ہوا حصہ۔ **قیل لا سامة الا تکلم هذا:۔** (۱) یعنی آپ حضرت عثمان سے ولید بن عقبہ کی شکایت کیوں نہیں کرتے۔ (۲) آپ حضرت عثمانؓ سے یہ کیوں نہیں کہتے کہ لوگ غیبت بہت کر رہے ہیں۔ **قد کلمته ما دون ان افتح باباً:۔** میں حضرت عثمانؓ سے نرمی اور ادب سے بات کر چکا ان سے لڑ کر فتنہ نہیں پیدا کرنا چاہتا۔ **بعد ما سمعت:۔** یعنی میں اس دوزخی شخص کی طرح منافقانہ طرز اختیار کرنا نہیں چاہتا۔ **فیطحن فیها کطحن الحمار برحاه:۔** دوسری روایت میں تفصیل ہے کہ اس کی انتڑیاں پیچھے سے باہر نکل آئیں گی اور وہ ان انتڑیوں کے گرد گھومے گا۔ **فیطیف به اهل النار:۔** اس کے ارد گرد اہل نار حلقہ بنائیں گے۔ **باب:۔** تتمہ ہے فتنہ کا حکم بیان کرنے کے لئے کہ فتنہ میں بربادی ہوتی ہے۔ **یستنفر هُم:۔** جنگ جمل کے لئے۔ **وکساهما حلّةً حُلّةً:۔** حضرت ابو مسعود نے حضرت عمار اور حضرت ابو موسیٰ کو ایک ایک جوڑا پہنایا کیونکہ حضرت عمار کے کپڑے سفر والے اور لڑائی والے ذرا میلے تھے اور اکیلوں کو جوڑا دینا مناسب نہ سمجھا۔ اس لئے دونوں حضرات کو پہنائے اسی کی کچھ تفصیل اگلی حدیث میں ہے جو آگے بلافصل آ رہی ہے وہ جمعہ کا دن تھا اور میلے کپڑوں کے ساتھ ان کا جمعہ میں جانا مناسب خیال نہ فرمایا۔

باب اذا انزل الله بقوم عذاباً

اس کا جواب حدیث پاک میں ہے اس لئے ذکر نہیں فرمایا۔

باب قول النبی صلی الله علیه وسلم للحسن بن علی ان ابنی هذا السعید

غرض اس حدیث پاک اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔ **سفیان:**۔ یہاں ابن عیینہ مراد ہیں۔ **عیسٰی:**۔ حضرت ابن عباس کی اولاد میں سے تھے۔

حدثنا الحسن: یہ حسن بصری ہیں۔ **اری کتیبة لا تولی حتی تدبرا خراها:**۔ یہاں اخراھا سے مراد اس کے مقابل کا اور خصم کا لشکر ہے یعنی میں اس حضرت حسن بن علی کے لشکر کو سمجھتا ہوں کہ اتنا سخت ہے کہ پشت نہ پھیرے گا یہاں تک کہ اس کے مقابل کا لشکر پشت نہ پھیر دے۔ **فقال انا:**۔ حضرت انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ شاید یہ لفظ انیٰ ہو تشدید نون کے ساتھ اور مقصود استبعاد ہو کہ بچوں اور عورتوں کی ہم کیسے کفالت کر سکتے ہیں ارسلنی اسامة الی علیؓ مالی ضرورت کے لئے بھیجا اور ساتھ کہا کہ حضرت علی پوچھیں گے کہ اسامہ نے میرا ساتھ کیوں نہ دیا ولکن ھذا امر لم اره و امر سے مراد قتال المسلمین ہے جب حضرت اسامہ نے مرداس کو قتل کیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اس وقت ارادہ فرمالیا کہ کبھی قتال المسلمین میں شریک نہ ہوں گا۔ **فاوقروا الی راحلتی:**۔ میری اونٹنی سامان سے بھر کر میری طرف بھیجی۔

باب اذا قال عند قوم شیئًا ثم خرج فقال بخلافه

غرض اس کی مذمت ہے کہ بادشاہ کے سامنے اس کی اطاعت کا اظہار ہو اور باہر آکر بغاوت کا اظہار ہو جیسے بعض اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کے ساتھ کیا۔ حشمہ خاص لوگ خصوصی تعلق والے۔ ھذا الرجل اس سے مراد یزید ہے **الفیصل** (۱) حاجز (۲) مقاطعہ یعنی قطع تعلق عُلَیّة بالا خانہ۔ **یستطعمه الحدیث** بات شروع کر رہے تھے۔

باب لا تقوم الساعة حتی یغبط اهل القبور

غرض یہ ہے کہ موت کی تمنا قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔

باب تغییر الزمان حتی یعبدوا الا وثان

غرض یہ کہ بعض مرتد ہوں گے اور یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات کے بعد قرب قیامت میں ہوگا قحطان یہ ابوالیمن ہے اس لئے قبیلہ یمن مراد ہے اس قبیلہ کے کسی بے دین بادشاہ کی طرف اشارہ ہے۔

باب خروج النار

غرض اس آگ کا ذکر ہے جو حجاز سے اٹھے گی یہ بھی ایک فتنہ ہوگا یہ اُس آگ کے علاوہ ہے جو بالکل قرب قیامت میں ہوگی امام قرطبی نے فرمایا کہ ۳ جمادی الاخریٰ ۶۵۴ھ میں زلزلہ آیا پھر آگ بدھ کی رات سے جمعہ کی دوپہر تک رہی۔ احقر محمد سرور عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ تقریباً ۱۴۱۲ھ میں عراق نے جو کویت کے تیل کے کنوؤں کو آگ لگائی تھی اور ماہ ڈیڑھ ماہ تک بجھائی نہ جا سکی تھی وہ بھی اس حدیث پاک کا مصداق ہو سکتی ہے۔ **تضیئ اعناق الابل ببصریٰ** آگ اس شہر تک پہنچے گی۔

باب: تتمہ ہے ماقبل کا۔ **فلا یجد من یقبلها:**۔ یہ حضرت مہدی اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا کہ قرب قیامت کے علم کی وجہ سے لمبی امیدیں کم ہی لگائیں گے۔ اور مال زیادہ ہوگا اس لئے کوئی صدقہ لینے والا ہی نہ ملے گا۔

باب ذکر الدجال

غرض دجال کے فتنے کا بیان ہے وہ دجّال اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا اور خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اپنے بندوں کا امتحان لیں گے اور اس کو کئی چیزوں کی پہلے قدرت دی جائے گی پھر اس کا عجز ظاہر کیا جائے گا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام اس کو قتل کریں گے۔ پھر لفظ دجال دجل سے ہے جس کے معنی ہیں ڈھانپنا وہ حق کو باطل سے ڈھانپے گا۔ امتحان کے طور پر اس کے ہاتھ پر احیاء موتی۔ اتباع کنوز۔ بارش، پودے اگانے کی چیزیں ظاہر ہوں گی پھر اللہ تعالیٰ اس کے عجز کو ظاہر کر کے اس کے کذب کو ظاہر فرمائیں گے اور عقلمند کے لئے تو اس کے دو عیبوں

کی وجہ سے اس کا جھوٹ بالکل ظاہر ہو گا ایک اس کا کانا ہونا اور دوسرے اس کے ماتھے پر ک ف ر لکھا ہوا ہونا وہ ان دو عیبوں میں سے ایک کو بھی دور نہ کر سکے گا پس اس کو قدرت دینے میں حکمت امتحان کی ہے اور اس کو عاجز کرنے میں حکمت اس کی تذلیل اور کفر کی تذلیل کی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے طبرانی کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن المعتمر صحابیؓ سے ایک ضعیف مرفوع حدیث یوں نقل فرمائی ہے الدجال لیس به خفاء یجیء من قبل المشرق فید عوالی الدین فیتبع و یظھر فلا یزال حتی یقدم الکوفة فیظھر الدین و یعمل فیتبع و یحث علیٰ ذلک لم یدعی انه نبی فیفزع من ذلک کل ذی لب و یفارقه فیمکث بعد ذلک فیقول انا اللہ فتغشی عینه و یکتب بین عینیه کفر فلا یخفیٰ علیٰ کل مسلم فیفارقه کل احد من الخلق فی قلبه مثقال حبة من خردل من ایمان انتھیٰ ھوا ھو ن علی اللہ من ذلک یعنی یہ خرق عادت بات نہ ہو گی تاکہ مؤمنین گمراہ نہ ہوں۔ وما من نبی الا وقد انذرہ قومه کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو دجال کے نکلنے کا وقت نہیں بتلایا گیا تھا۔ اس لئے ان حضرات کے ذہن میں احتمال تھا کہ ان کے زمانہ میں نکل آئے گا۔ اس لئے اپنی قوم کو ڈرایا پھر اس حدیث کے بعض طرق میں ہے ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجه تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے اس کے نکلنے کا زمانہ نہیں بتلایا گیا تھا اس لئے خیال فرمایا کہ شاید میری وفات سے پہلے نکلے آئے پھر بتلا دیا گیا کہ وہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں نکلے گا تو پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بھی یہ بات بتلا دی اور معاملہ واضح ہو گیا۔ ساقول لکم فیه قولاً لم یقله نبی لقومه یہ تخصیص اس لئے ہوئی کہ دجال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں نکلے گا۔ انه اعور وان اللہ لیس باعور:۔ اس عیب کو ذکر فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت ظاہر عیب ہے اور وہ دجال اپنے اس عیب کو اپنے آپ سے دور کرنے پر قادر نہ ہو گا پس خدا کیسے ہو سکتا ہے اس کے علاوہ بھی بہت سی علامتیں اس کے مخلوق ہونے کی ہوں گی مثلاً کھانے کا محتاج پینے کا محتاج پیشاب پاخانے کا محتاج وغیرہ۔

باب لا یدخل الدجال المدینة

غرض یہ بتلانا ہے کہ دجال مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ نقاب دو پہاڑوں کے درمیان راستہ السباخ شور زمین۔ فیخرج الیه یومئذ رجل وھو خیر الناس کہا گیا ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے لیکن ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے فلا یسلط علیه کیوں؟ (۱) جسم سخت ہو جائے گا (۲) تلوار وغیرہ دجال نہ چلا سکے گا۔ فیجد الملئکة یحرسونھا۔ ظاہر یہی ہے کہ وہ فرشتوں کو دیکھ لے گا اس لئے ڈر کے مارے ان کے قریب نہ جائے گا کیونکہ وہ دیکھے گا کہ فرشتوں کے ہاتھوں میں تلواریں ہوں گی۔

باب یا جوج و ما جوج

غرض ان کا ذکر ہے اور یہ دو قسمیں ہیں۔ ایک یا جوج اور ایک ما جوج اور یہ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور یا جوج ما جوج کا نکلنا قرآن پاک اور حدیث پاک اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ کتاب الاحکام ربط یہ ہے کہ پیچھے کتاب الفتن میں شر کا ذکر تھا اب اصلاح شر کا ذکر ہے خلفاء اور قضاۃ کے احکام کے ذریعہ سے۔ غرض ان احکام کا بیان ہے جن کا تعلق خلفاء اور قضاۃ کے ساتھ ہے اور حاکموں کے ساتھ ہے اور قضاء کی شرطیں اور آداب بیان کرنے مقصود ہیں۔

باب قول اللہ عزوجل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

امام بخاری کے نزدیک اولی الامر سے مراد حکام ہیں علما نہیں ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ فقہاء مراد ہیں۔

باب الامراء من قریش

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ خلیفہ قریش سے یعنی مہاجرین میں سے ہونا

چاہئے اور یہ شرط استحبابی ہے وجوبی نہیں ہے کیوں؟ (۱) ان مکنا هم فی الا رض اقاموا الصلوۃ ۔ کیونکہ ہم کی ضمیر الذین اخرجوا من دیارهم کی طرف لوٹتی ہے اور وہ مہاجرین ہیں (۲) ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم و لیبد لنهم من بعد خوفهم امنا اس لئے کہ خوف کے بعد امن مہاجرین کو حاصل ہوا تھا۔ (۳) مہاجرین اول المومنین ہیں (۴) انہوں نے کفار مکہ سے بہت تکلیف اٹھائی ۔ (۵) ہجرت کی فضیلت حاصل تھی ۔ (۶) بدر میں اپنے بھائیوں اور آباء سے لڑائی کی دین کی خاطر۔

باب اجر من قضی بالحکمة

غرض اس کی فضیلت اور ثواب کا بیان ہے اور امام بخاریؒ جو آیت سے استدلال فرما رہے ہیں یہ استدلال مفہوم مخالف سے ہے کہ جو حق کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ فاسق نہ ہوگا بلکہ صالح ہوگا وہ آیت یہ ہے و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الفسقون.

باب السمع و الطاعة للا مام ما لم تکن معصیة

غرض یہ بتلانا ہے کہ امام کی اطاعت واجب ہے اور باقی حکام کی بھی صرف اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ بھی امام کی طرف سے مامور ہوتے ہیں۔

باب من لم یسئل الا مارۃ اعانه اللہ

غرض یہ ہے کہ بلا مانگے جو سرداری ملے اسی میں برکت ہوتی ہے۔

باب من سئل الا مارۃ و کل الیه:

غرض یہ بتلانا ہے کہ سرداری مانگنا مکروہ ہے۔

باب ما یکرہ من الحرص علی الا مارۃ

غرض یہ بتلانا ہے کہ کہ سرداری کی حرص مکروہ ہے فنعم المرضعة و بئست الفاطمة (۱) شروع میں مال و جاہ و لذات ہوتی ہیں اور اخیر میں قتل اور عزل اور سزائیں اور ندامتیں ہوتی ہیں (۲) دنیا میں راحت اور آخرت میں سخت حساب ہوتا ہے۔

باب من استرعی رعیة فلم ینصح

اس کی مذمت بیان کرنی مقصود ہے اور جواب چونکہ حدیث شریف میں ہے اس لئے ذکر نہ فرمایا۔ غاش: خیانت کرنے والا۔

باب من شاق شق اللہ علیه

غرض یہ بتلانا ہے کہ جو لوگوں پر سختی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر سختی فرماتے ہیں۔ قلتُ لا بی عبد اللہ: یہ کہنے والے فربری ہیں جو شاگرد ہیں امام بخاریؒ کے اور امام بخاری سے عرض کر رہے ہیں۔

باب القضا و الفتیا فی الطریق

اس کا حکم بتلانا مقصود ہے پھر حکم کیا ہے (۱) اگر کسی کمزور یا جاہل کے لئے تواضع کرتے ہوئے راستہ میں فتویٰ دیتا ہے یا قضاء کا فیصلہ کرتا ہے تو مستحب ہے (۲) اگر کسی دنیادار کی چاپلوسی اور خوشامد کے طور پر ایسا کرتا ہے خصوصاً گھوڑے وغیرہ پر سوار ہو اور اس کی خاطر اتر بھی آئے تو مکروہ و مذموم ہے (۳) کسی کی ایذاء سے ڈرتے ہوئے ایسا کرتا ہے تو مباح ہے۔ استکان: جھک گیا۔

باب ما ذکر ان النبی صلی اللہ علیه وسلم لم یکن له بوّاب

غرض یہ ہے کہ ایسا دربان تو نہ تھا کہ ہمیشہ دروازے پر رہے لیکن کبھی کبھی تھوڑی دیر کے لئے مقرر فرمایا بھی ہے جیسے آتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانہ میں تھے تو حضرت عمرؓ نے لڑکے سے کہا کہ میرے لئے اجازت مانگو اور ایک بار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تھے اور دروازہ پر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کھڑے رہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یکے بعد دیگرے آنے والے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جنت کی خوشخبری دیتے رہے اسی لئے بعض نے حاجب مقرر کرنے کو انتظام کے لئے مستحب قرار دیا اور بعض نے نہ مقرر کرنے کو اولیٰ قرار دیا۔

باب الحاکم یحکم بالقتل علیٰ من وجب علیه دون الا مام الذی فوقه

غرض یہ بتلانا ہے کہ ہر ہر فیصلہ میں قاضی کے ذمہ امام سے

اجازت لینی ضروری نہیں ہے۔ صاحب الشرط وہ سپاہی جو لشکر میں سب سے آگے ہو اور شرطہ کے معنی علامت کے ہوتے ہیں اور وہ سپاہی بھی لشکر کے لئے علامت ہوتا ہے۔

باب هل يقضي الحاكم او يفتي وهو غضبان

غرض یہ کہ یہ جائز نہیں ہے لیکن خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ تھے کیونکہ نبی ہونے کی وجہ سے معصوم تھے غلطی سے۔

باب من رأى القاضي ان يحكم بعلمه في امر الناس

غرض امام ابوحنیفہؒ کے قول کی تائید ہے کہ بغیر بینہ ذاتی علم کی وجہ سے قاضی اگر کسی کا حق ثابت کرے تو وہ صحیح ہے پھر فی امر الناس سے حدود کو نکال دیا کہ وہ حقوق العباد نہیں ہیں بلکہ حقوق اللہ ہیں اور امام بخاریؒ دو شرطیں بھی لگا رہے ہیں (۱) تہمت کا اندیشہ نہ ہو یعنی قاضی کا تقویٰ ظاہر ہو (۲) معاملہ بھی مشہور ہو۔ اختلاف کی تفصیل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ فیصلہ صرف ان چیزوں میں جاری ہوگا جو قضاء قاضی کے بعد پائی جائیں گی۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک بعد والی بھی اور قضاء قاضی سے پہلے والی چیزوں میں بھی جاری ہوگا اور عند مالک واحمد بغیر بینہ قاضی کا یہ فیصلہ بھی جاری نہ ہوگا۔

لنا حديث الباب: کہ حضرت ہندہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ان ابا سفيان رجل مسيك فهل علي من حرج ان اطعمه الذي له عيالنا قال لها لا حرج عليك ان تطعميهم من معروف ہمارا استدلال اس حدیث پاک سے یوں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں زیادہ غالب حکم اور الزام تھا اس لئے یہ صرف فتویٰ ہی نہ تھا بلکہ قضاء بھی امام شافعیؒ کی دلیل بھی یہی روایت ہے وہ اس کو ما قبل القضاء اور ما بعد القضاء دونوں پر محمول فرماتے ہیں جواب احتیاط یہی ہے کہ ما بعد القضاء ہی پر محمول کیا جائے امام مالکؒ اور امام احمدؒ کی دلیل ترمذی کی روایت ہے عن عبد الله بن عمرو مرفوعاً البينة على المدعي و اليمين على المدعى عليه جواب ہماری دلیل کی وجہ سے یہ خاص صورت اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ ہے۔

باب الشهادة على الخط المختوم وما يجوز من ذلك و ما يضيق عليهم

غرض یہ ہے کہ مہر والے خط پر گواہ بنانا بعض شرطوں کے ساتھ جائز ہے مطلقاً جائز نہیں نہ مطلقاً حرام ہے۔

ثم قال ان كان القتل خطأ فهو جائز: یہ حنفیہ پر اعتراض ہے کہ ان کے قول میں تناقض ہے کہ حدود میں خط پر گواہی ناجائز بھی کہتے ہیں پھر قتل خطاً میں جائز بھی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو مال کے متعلق گواہی ہے حد پر گواہی نہیں۔

وانما صار مالاً بعد ان ثبت القتل: یہ حنفیہ پر رد کی دلیل ہے کہ پہلے تو قتل ثابت کیا جاتا ہے وہ تو مال نہیں قتل ہونے میں تو خطا اور عمد برابر ہیں جواب حنفیہ کی طرف سے یہ ہے کہ عمد اور خطا میں زمین وآسمان کا فرق ہے اور یہ فرق اظہر من الشمس ہے اس لئے حنفیہ کا قول بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ عمد میں خط پر گواہی کافی نہیں اور خطا چونکہ مالی معاملہ ہے اس میں گنجائش ہے!

وقد كتب عمر الىٰ عامله في الحدود: یہ حنفیہ پر رد کی تائید ہے جواب خط صرف حال معلوم کرنے کے لئے لکھا تھا پھر حد خود حضرت عمر فاروقؓ نے قائم فرمائی تھی۔

كتاب القاضي الى القاضي جائز اذا عرف الكتاب والخاتم

لیکن مغنی لابن قدامہ میں ہے يشترط في قول ائمة الفتوىٰ ان يشهد بكتاب القاضي شاهد ان عد لان ولا يكفي معرفة خط القاضي وختمه انتهىٰ يجيزون كتب القضاة بغير محضر من الشهود لیکن یہ ان حضرات کے اجتہادات ہیں جو احتیاط کے خلاف ہیں۔ **اما ان يدوا صاحبكم واما ان توذنوا بحرب:**۔ امام مالک اور امام بخاری کے نزدیک لکھے ہوئے خط پر گواہی صحیح ہے گواہوں کو خط کا مضمون یاد ہو کہ نہ یاد ہو خط لکھنے والا عام آدمی ہو یا قاضی ہو یا خلیفہ ہو۔ جمہور کے نزدیک حدود میں تو مطلقاً لکھی ہوئی گواہی کافی نہیں ہے البتہ غیر حدود میں جائز

ہے جب کہ گواہ جو کہ خط لے کر جا رہے ہیں ان کو اندر کے لکھے ہوئے مضمون کا علم ہو اور یا وہم اور کاتب نے ان لے جانے والوں کو گواہ بنایا ہو۔لہٰذا (۱) الا من شهد بالحق و هم يعلمون (۲) و ما شهدنا الا بما علمنا (۳) امام طحاوی نے امام مالک کے قول کو شاذ اور جمیع فقہا کے قول کے خلاف قرار دیا ہے۔دلیل مالک (۱) تعليق البخاري في هذا الباب و قد كتب عمر الىٰ عامله في الحدود . جواب یہ لکھنا صرف حال معلوم کرنے کے لئے تھا بعد میں حد خود حضرت عمر فاروقؓ نے جاری فرمائی (۲) تعليق البخاري في هذا الباب وقد كتب النبي صلى الله عليه وسلم الىٰ اهل خيبرا ما ان يدوا صاحبكم واما ان تو ذنوا بحرب " جواب یہ بھی کشف حال تھا کتاب القاضی الی القاضی نہ تھی (۳) حدیث الباب عن انس لما اراد النبي صلى الله عليه وسلم ان يكتب الى الروم جواب یہ تبلیغ تھی کتاب القاضی الی القاضی نہ تھی

باب متى يستو جب الرجل القضاء

تین تقریریں ہیں غرض میں (۱) قضا کا اہل کب بنتا ہے کہ امام اگر چاہے تو اسے قاضی بنادے (۲) مستحق قضاء کب ہوتا ہے کہ اب اس کو ضرور قاضی بنا دینا چاہئے۔(۳) قاضی بننے کے بعد فیصلہ کر دینا قاضی پر کب واجب ہو جاتا ہے وصمة عیب۔

باب رزق الحكام والعاملين عليها

غرض یہ ہے کہ حکومت پر حکام اور زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین کی تنخواہ واجب ہے علیھا کی ضمیر یا تو حکومت کی طرف لوٹتی ہے یا صدقہ کی طرف حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کہ حکومت صدقہ میں سے ادا کرے اوران حکام اور عاملین زکوٰۃ کے لئے تنخواہ لینی جائز ہے۔

باب من قضىٰ ولا عن في المسجد

غرض یہ ہے کہ دونوں کام مسجد میں جائز ہیں تنازع الفعلین ہے ظرف فی المسجد میں وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں کام عبادت ہیں۔

يقضيان في الرحبة خارجاً من المسجد: باب سے مناسبت یہ ہے کہ وسیع جگہ تھی مسجد کے دروازے کے پاس تو گویا مسجد جیسی جگہ تھی شهدت المتلاعنين یہ حدیث اگلی حدیث کی تمہید ہے اور اگلی حدیث میں مسجد میں لعان کا ذکر ہے اس لئے دونوں حدیثیں باب کے مناسب ہو گئیں۔

باب من حكم في المسجد حتى اذا اتى علىٰ حد امر ان يخرج من المسجدفيقام

دو مسئلے بیان کرنے مقصود ہیں۔

باب موعظة الا مام للخصوم

غرض یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔

باب الشهادة تكون عند الحاكم في ولايته القضاء او قبل ذلك للخصم

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ تقویٰ سے زیادہ قریب یہ ہے کہ قاضی نے اگر کوئی واقعہ دیکھا ہو اور وہ اس میں گواہ بن سکتا ہو تو صرف اپنے علم پر فیصلہ نہ کرے بلکہ دوسرے حاکم کی عدالت میں جا کر گواہی دے اور وہ دوسرا حاکم فیصلہ کرے۔

باب امر الوالي اذا وجّه اميرين الى موضع ان يتطا وعاولا يتعاصيا

غرض یہ ہے کہ امیر کا ایسی نصیحت کرنا مستحب ہے۔

البتع : شہد کا شربت۔

باب اجابة الحاكم الدعوة

غرض یہ ہے کہ اگر تہمت کا موقعہ نہ ہو تو امیر کا دعوت قبول کر لینا جائز ہے البتہ ولیمہ کی دعوت قبول کر لینا بالا جماع سنت ہے بشرطیکہ دکھاوا یا اسراف نہ ہو۔

باب هدايا العمال

غرض یہ ہے کہ اکثر یہ ہدایا ناجائز ہوتے ہیں۔قال سفيان ايضاً فصعد یعنی سفیان بن عیینہؒ نے کبھی فقام نقل فرمایا اور کبھی فصعد نقل فرمایا۔

باب استقضاء الموالي واستعما لهم

غرض یہ ہے کہ آزاد شدہ غلاموں کو قاضی بنانا اور امیر بنانا جائز ہے یا امیر

بنانا لڑائی میں ہو یا خراج وغیرہ وصول کرنے کے لئے ہو یا امامت ہو۔

باب العرفاء للناس

غرض یہ کہ یہ جائز ہے کیونکہ امام کے لئے ہر شہر اور ہر قوم کے پاس جانا ممکن نہیں ہے۔

باب ما یکره من ثناء السلطان و اذا خرج قال غیر ذلک

غرض اس کی مذمت کرنا ہے۔

باب القضاء علی الغائب

غرض جمہور کے قول کی تائید ہے حنفیہ کے خلاف حنفیہ کے نزدیک عام حالات میں قضاء علی الغائب جائز ہی نہیں ہے البتہ اضطرار کی صورت میں جائز ہے مثلاً مدعی علیہ کی سرکشی ظاہر ہو چکی ہو اور وہ قاضی کے پاس نہ آتا ہو تو قاضی اعلان کرے اور تین دن انتظار کرے پھر فیصلہ کرے منشاء اختلاف حدیث الباب ہے عن عائشةؓ ان هندة قالت للنبی صلی الله علیه وسلم ان ابا سفیان رجل شحیح فاحتاج ان اخذ من ماله قال خذی ما یکفیک و ولدک بالمعروف ہمارے نزدیک یہ فیصلہ اضطرار پر محمول ہے اور جمہور کے نزدیک عام ہے ترجیح ہمارے قول کو ہے کیونکہ اسی میں احتیاط ہے۔

باب من قضی له بحق اخیه فلا یأ خذهُ

غرض یہ بتلانا ہے کہ قضاء قاضی ظاہراً نافذ ہوتی ہے باطناً نافذ نہیں ہوتی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے ثم قال لمودة بنت زمعة احتجبی منه۔ مناسبت باب سے یہ ہے کہ یہاں بھی باطناً فیصلہ ظاہر نہ ہوا اسی لئے پردہ کا حکم دیا۔ جواب یہ صرف کمال تقویٰ ہے

باب الحکم فی البئر و نحوها

یعنی ان میں بھی قاضی کا فیصلہ جاری ہوتا ہے یہی غرض ہے اس باب کی۔

باب القضاء فی کثیر المال و قلیله

غرض یہ ہے کہ قضاء میں قلیل وکثیر کا فرق نہیں البتہ ایک درہم سے کم کو عرف میں مال نہیں کہتے فمن قضیت له بحق مسلم لفظ حق قلیل وکثیر دونوں کو شامل ہے۔

باب بیع الا مام علی الناس اموالهم وضیا عهم

غرض یہ ہے کہ امام کے لئے حجر اور تصرف فی العقود جائز ہے ضیاع جمع ہے ضیعہ کی اس کے معنی عقار کے ہیں۔

باب من لم یکترث بطعن من لا یعلم فی الا مراء

غرض یہ ہے کہ بلا دلیل اعتراض معتبر نہیں۔

باب الا لد الخصم

غرض زیادہ جھگڑالو کی مذمت ہے۔

باب اذا قضی الحاکم بجور او خلاف اهل العلم فهو ردّ

غرض یہ بتلانا ہے کہ خلاف اجماع قضاء مردود ہے۔

باب الا مام یاتی قوماً فیصلح بینهم

غرض یہ کہ ایسا کرنا امام کے لئے مستحب ہے۔

باب یستحب للکاتب ان یکون امیناً عاقلاً

غرض یہ ہے کہ کاتب کا امین اور عاقل ہونا اولیٰ ہے واللخاف (۱) سنگ مرمر (۲) ٹھیکری۔

باب کتاب الحاکم الی عُمّاله والقاضی الیٰ امنائه

غرض یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ فقیر: گڑھا۔

باب هل یجوز للحاکم ان یبعث رجلاً وحده للنظر فی الا مور

غرض یہ ہے کہ ایک بھیجنا بھی جائز ہے۔ دو ضروری نہیں۔

باب ترجمة الحکام وهل یجوز ترجمان واحد

غرض دو مسئلوں کا بیان ہے (۱) کوئی خصم یا گواہ دوسری زبان والا ہو تو وہ بھی قاضی کی عدالت میں پیش ہو سکتا ہے (۲) ترجمہ کرنے والا ایک بھی ہو تو کافی ہے دو ضروری نہیں۔

وقال خارجة بن زيد بن ثابت: یہ روایت کتاب التاریخ للبخاری میں سند کے ساتھ ہے صحیح البخاری میں یہاں تعلیقا ہے۔

امره ان يتعلم كتاب اليهود: عند ابی حنیفہ و مالک والبخاری ترجمان ایک بھی کافی ہے یہی ایک روایت امام احمد کی ہے لیکن اصح روایت امام احمد کی اور مذہب امام شافعی کا ہے کہ دو ضروری ہیں ہماری دلیل اسی باب کی تعلیق قال عبد الرحمن بن حاطب فقلت تخبرك بصاحبها الذى صنع بها. یہ عورت کہتی ہے کہ اس شخص نے مجھ سے زنا کیا ہے یہاں ترجمہ کرنے والے صرف ایک آدمی ہیں حضرت عمرؓ نے صرف ایک کے ترجمہ کو کافی قرار دیا۔ دلیل الشافعی قیاس ہے گواہی پر جواب گواہی لازم ہے یہ ترجمہ لازم نہیں ہے۔

وقال بعض الناس لابد للحاكم من مترجمين: سوال یہاں تو بعض الناس کا مصداق امام شافعی ہیں پھر بعض حضرات نے کیسے فرما دیا کہ سب جگہ بعض الناس کا مصداق امام ابوحنیفہؒ یا حنفیہ ہیں جواب (۱) یہ فرمانا اکثری ہے (۲) یہاں بھی امام محمد امام شافعی کے ساتھ ہیں۔

باب محاسبة الامام عماله

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔

باب بطانة الامام واهل مشورته

غرض یہ ہے کہ امام کے لئے واجب ہے کہ کچھ مشورہ والے ہوں۔

وبطانة تامره بالشر: سوال اس سے تو لازم آتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی کوئی خفیہ دوست تھا جو کہ شر کا حکم کرتا تھا یہ تو کمال کے خلاف ہے

جواب (۱) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ تھے اور قرینہ اسی حدیث کا آخری حصہ ہے فالمعصوم من عصم الله تعالیٰ (۲) یہاں صرف مشورہ دینے کا ذکر ہے اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ اس پر عمل بھی فرماتے تھے (۳) اس سے مراد شیطان ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو شیطان تھا وہ تابع ہو چکا تھا جیسا کہ صراحۃً روایات میں مذکور ہے۔

باب كيف يبايع الامام الناس

غرض بیعت کے الفاظ کا بیان ہے۔

فلم ارهم يعدلون بعثمان: معلوم ہوا کہ حضرت علی سے افضل ہونا اتفاق صحابہ میں سے تھا۔

والخليفتين: معلوم ہوا کہ حضرات شیخین کا اتباع حضرات صحابہ میں معروف تھا۔

باب من بايع مرّتين

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے تاکید کے طور پر اور ترغیب کے طور پر۔

باب بيعة الاعراب

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔

تنصع طيّبها: ظاہر کرتا ہے اپنی عمدہ چیزوں کو۔

باب بيعة الصغير

(۱) ایک قول ہے کہ اگر نابالغ بیعت کر لے تو اس کو لازم نہیں ہوتی (۲) لازم ہو جاتی ہے اس کے آباء کے تابع ہونے کے لحاظ سے یعنی جیسے اس کے آباء کو لازم ہوتی ہے ایسے ہی ساتھ اس کو بھی لازم ہو جاتی ہے۔

باب من بايع ثم استقال البيعة

غرض یہ ہے کہ بیعت کا اقالہ مکروہ ہے۔

باب من بايع رجلاً لا يبايعه الا للدنيا

اس کی مذمت مقصود ہے۔

باب بيعة النساء

غرض کی دو تقریریں۔ (۱) مردوں کی بیعت بھی ایسے ہی ہے جیسے قرآن پاک میں عورتوں کی مذکور ہے (۲) یہاں اصل مقصود تو مردوں کی بیعت ہی ہے لیکن چونکہ ایک روایت میں یوں ہے اخذ علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم كما اخذ على النساء اس لئے باب کے عنوان میں یہ الفاظ رکھے۔

فلم يقل شيئاً: سوال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ سے منع کیوں نہ فرمایا جواب (۱) نہی بالکل واضح تھی اس لئے دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی (۲) یہاں رونا بغیر چیخنے کے

تھا اس لئے منع نہ فرمایا (۳) اس عورت کے لئے خصوصی جواز کا حکم نازل ہوا تھا اس لئے منع نہ فرمایا۔

فما و فت امرأة: ترک نوحہ میں ان مذکورہ عورتوں کے سوا باقیوں نے پوری پوری وفانہ کی۔ان مذکورہ عورتوں نے پوری پوری وفا کی باقی ان عورتوں نے جنہوں نے اس مجلس میں بیعت کی پوری پوری وفانہ کی صرف اس مجلس کی عورتیں مراد ہیں سب صحابی عورتیں مراد نہیں ہیں۔

باب الاستخلاف

غرض یہ ہے کہ کسی کو اپنے بعد خلیفہ بنا دینا جائز ہے جیسا کہ اشارہ فرمایا تھا نبی پاک ﷺ نے اگرچہ صراحۃً خلیفہ نہ بنایا تھا۔

لا اتحملها حيًا و لا ميتًا: میں مرنے کے بعد بھی خلافت کا بوجھ اٹھالوں میں یہ نہیں چاہتا یعنی میں خلیفہ متعین کرنا نہیں چاہتا۔

قال لو فد بزاخة: یہ بحرین میں ایک جگہ تھی کہ پہلے یہاں کے لوگ مسلمان ہوئے پھر نعوذ باللہ مرتد ہوگئے پھر ان سے لڑائی ہوئی پھر توبہ کی اور دوبارہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں وفد بھیجا تو فرمایا کہ میں مشورہ کروں گا پھر مشورہ فرما کر یہ فیصلہ فرمایا کہ ہتھیار سب ہمیں دے دو تو معافی ہے۔

باب: تتمہ ہے ماسبق کا اور بعض نسخوں میں یہاں باب نہیں ہے۔

اثنا عشرا ميرًا: غرض یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں اسلام عزیز و منیع ہوگا۔جیسا کہ ایک روایت میں بھی ہے اور حضرت سفیان بن عیینہ کی روایت میں یوں ہے لا يزال امر الناس ما ضيًا ما وليهم اثنا عشر رجلاً اور ایک روایت میں ہے ان كلهم يجتمع عليه الناس اور ایک روایت میں ہے لا تضرهم عداوة من عاداهم اور ایک روایت میں ہے اثنا عشر كعدد نقباء بني اسرائيل یہ مصداق کیا ہے (۱) شروع اسلام میں بارہ بادشاہ ہوں گے اچھے جن کی بادشاہی یکے بعد دیگرے بلا فاصل ہوگی۔(۲) فاصلہ کے ساتھ ہوگی (۳) ایک ہی زمانہ میں ہوں گے (۴) سب سے راجح قول یہ ہے کہ قیامت تک بارہ بادشاہ اچھے ہوں گے گو ان کے زمانے فاصلہ سے ہوں گے یعنی اکٹھا ہونا سب کا ضروری نہیں کچھ اکٹھے ہوں کچھ فاصلہ سے ہوں یہ بھی ہو سکتا ہے ان کی حکومت مضبوط ہوگی جہاد کفار بھی ہوگا اعلاء کلمۃ اللہ بھی ہوگا۔امت ان پر متفق ہوگی ان میں خلفاء راشدین میں شامل ہیں (۵) شیعہ اس سے اہل بیت میں بارہ بزرگ مراد لیتے ہیں اتنی بات تو ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن ساتھ جو صفات اپنی طرف سے گھڑی ہوئی مانتے ہیں وہ بالکل غلط ہیں مثلاً ان پر وحی آنا معصوم ہونا۔واجب الاطاعت ہونا نبیوں سے بھی اونچے درجے میں ہونا نعوذ باللہ من ذٰلک۔

باب اخراج الخصوم واهل الريب من البيوت بعد المعرفة

غرض بعض کا قول بیان کرنا ہے کہ علانیہ گناہ کرنے والوں کو جلا وطن کر دینا مستحسن ہے لیکن راجح یہ ہے کہ حد کے قابل لوگوں کو حد لگا دی جائے گی۔**مثل منساة:** لاٹھی۔**ميضاة:** وضو کا آلہ یعنی لوٹا۔**الميم مخفوضة:** میم کسرہ والی ہے۔

باب هل للامام ان يمنع المجرمين واهل المعصية من الكلام معه والزيارة و نحوه

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے امام کے لئے۔

كتاب التمني

ربط یہ ہے کہ پیچھے ظاہری بدنی احکام تھے اب روحانی باطنی احکام ہیں غرض تمنی کے احکام بتلانا ہے اگر نیکی کی تمنا ہو بلا حسد تو اچھی ہے ورنہ مذموم ہے۔

باب من تمنى الشهادة

غرض یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔

لوددت ان اقتل في سبيل الله: اس سے شہادت کی فضیلت ظاہر ہوئی کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے شہادت کے سوا کسی چیز کی تمنا ثابت نہیں ہے پورے شوق کے ساتھ۔

باب تمني الخير وقول النبي صلى الله عليه وسلم لو كان لي احد ذهباً

تعمیم بعد التخصیص ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو استقبلت من امری ما استدبرت

غرض یہ ہے کہ یہ تمنا بھی کسی مصلحت کے تحت جائز ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیت کذا وکذا

غرض یہ ہے کہ لفظ لیت کا استعمال جائز ہے۔

ارق: جاگے۔

باب تمنی القرآن والعلم

غرض یہ کہ یہ مستحب ہے۔

باب ما یکرہ من التمنی

غرض یہ ہے کہ جس تمنی میں حسد یا بغض ہو وہ جائز نہیں ہے مثلاً یہ تمنا کہ فلاں کا مال مجھے مل جائے یعنی اس کے پاس نہ رہے اور میرے پاس آجائے اسی طرح فلاں کا علم مجھے مل جائے۔

باب قول الرجل لو لا اللہ ما اهتدینا

غرض یہ کہ ایسے کہنا جائز ہے۔

باب کراهیة تمنی لقاء العدو

غرض یہ ہے کہ ایسی تمنا مکروہ ہے بعض نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ تمنا کرنے والا اپنی قوت پر بھروسہ کرتا ہے اور اپنے اندر خود پسندی لئے ہوئے ہے۔

باب ما یجوز من اللو

غرض یہ ہے کہ خیر کے فوت ہونے میں کلمہ لَو کا استعمال جائز ہے اور جہاں کوئی فائدہ نہ ہو وہاں مکروہ ہے اس لئے نسائی شریف میں جو مرفوع حدیث ہے فان غلبک امر فقل قَدَرُ اللہ وما شاء اللہ وایاک واللو فان اللو یفتح عمل الشیطان پس یہ روایت ایسی صورت پر محمول ہے کہ جس میں بلا فائدہ لَو کا استعمال ہو دوسری توجیہ یہ ہے کہ نہی تنزیہی ہے۔

الجدر حطیم کتاب اخبار الآحاد: ربط یہ ہے کہ یہ تتمہ ہے کتاب العلم وکتاب التفسیر کا۔

باب اجازت خبر الواحد الصدوق فی الاذان والصلوٰۃ والصوم والفرائض والاحکام

غرض خبر واحد کی حجیت کا بیان ہے اور یہ کہ اس پر عمل واجب ہے جب کہ اپنی شرطوں کے ساتھ ثابت ہو اور یہ عملیات میں ہے اعتقادیات میں دلیل قطعی ضروری ہے خبر واحد دلیل ظنی ہے اس میں رد ہے معتزلہ کا کہ وہ خبر واحد کو حجت نہیں مانتے۔

فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون: طائفہ کا مصداق (۱) ایک اسی لئے اس باب میں اس آیت کو بطور دلیل ذکر فرمایا (۲) چار سے چالیس تک (۳) تین طائفہ کا مصداق ہے۔ (۴) دس۔ (۵) چار سے غیر متناہی درجہ تک طائفہ کا مصداق ہے (۶) دو سے غیر متناہی (۷) تین سے غیر متناہی تک اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ چونکہ غزوہ تبوک میں نہ جانے والوں سے ناراضگی کا اظہار کیا گیا تھا اس لئے تبوک کے بعد جو سریہ بھیجا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس میں جانے کے لئے سب حضرات صحابہ تیار ہو گئے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ کچھ حضرات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی رہیں تا کہ علم سیکھیں اور جہاد سے واپس آنے والوں کو سنائیں اور ڈرائیں۔

احفظها او لا احفظها: یہ مقولہ ہے حضرت ابوقلابہ کا۔

فلیوذن لکم احد کم: یہ محل ترجمہ ہے۔ **لا یمنعن احدکم اذان بلال:** یہ محل ترجمہ ہے۔ **قالوا صلیت خمسا:** بعض روایات میں یہاں ایک کا کہنا بھی ہے اس طریق کے لحاظ سے یہ روایت خبر واحد کی حجیت کے لئے مؤید ہے دوسری توجیہ یہ ہے کہ تعدد سے بھی خبر واحد ہونے سے نہیں نکلتی۔

مهراس: پتھر کا ٹب۔ **فارادوا ان ید خلوها:** سوال انہوں نے تو خبر واحد پر عمل نہ کیا تھا اس لئے یہ روایت خبر واحد کی حجیت کی دلیل نہ ہوئی۔

جواب: آگ میں داخل نہ ہوئے لیکن دوسرے کاموں میں اطاعت کی ان میں خبر واحد کی حجیت ثابت ہوئی۔

فقال ان ابنی هذا کان عسیفا:. یہ محل ترجمہ ہے۔
فاغدُ علیٰ امرأة هذا:. یہ بھی محل ترجمہ ہے۔

باب بعث النبی صلی الله علیه وسلم الزبیر طلیعة وحده

ایک ہی آدمی کو جاسوس بنا کر بھیجنا خبر واحد کی حجیت کی دلیل ہے یہی باب کی غرض ہے۔

باب قول الله تعالیٰ لا تد خلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم فاذا اذن له واحد جاز

غرض امام بخاری کی یہ ہے کہ اس آیت سے بھی خبر واحد کی حجیت ثابت ہوتی ہے۔

باب ما کان النبی صلی الله علیه وسلم یبعث من الا مراء والرّسل واحدًا بعد واحد

غرض یہ ہے کہ یہ بھی خبر واحد کی حجیت کے لئے مثبت ہے۔
بعث بکتابه الیٰ کسریٰ:. عبداللہ بن حذافہ کو بھیجا تھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

باب وصاة النبی صلی الله علیه وسلم وفود العرب ان یبلغوا من وراء هم

غرض خبر واحد کی حجیت ثابت کرنا ہے۔

باب خبر المرأة الواحدة

غرض ایک عورت کی خبر کی حجیت کا بیان ہے۔
ارایت حدیث الحسن: یعنی حضرت حسن بصریؒ احادیث کی کثرت کی وجہ سے مرسل بیان کرتے رہے ہیں۔
و قاعدت ابن عمر:. یہ واؤ استینافیہ ہے کہ دیکھو میں نے ڈیڑھ یا دو سال میں حضرت ابن عمرؓ سے صرف ایک حدیث سنی حالانکہ وہ صحابی تھے اور حضرت حسن بصری تابعی تھے۔

کتاب الا عتصام

ربط یہ ہے کہ یہ بھی تتمہ ہے کتاب العلم اور کتاب التفسیر کا۔

باب الا عتصام بالکتاب والسنة

غرض یہ بیان کرنا ہے کہ قرآن وحدیث کو مضبوطی سے پکڑنا واجب ہے۔
نعشکم:. (۱) رفعکم تمہیں بلند کیا۔(۲) جبرکم من الکسر تم ٹوٹے ہوئے تھے تمہیں جوڑا (۳) اقامکم من العثر۔ تم پھسل رہے تھے تمہیں سیدھا کھڑا کیا۔

باب قول النبی صلی الله علیه وسلم بعثت بجوامع الکلم

غرض قولی حدیث کی حجیت کا بیان ہے جوامع ان کلمات کو کہتے ہیں کہ جن کے الفاظ کم ہوں اور معانی زیادہ ہوں۔
انتم تلغثونها:. لغیث سے ہے وہ کھانا جو جَو کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ یعنی تم مزے سے کھاتے ہو۔ **تر غثونها:** تم دودھ پیتے ہو۔
فارجوا انی اکثر هم تابعاً یوم القیٰمة:. میرا معجزہ کلامی ہے جو سب نبیوں کے معجزوں سے اونچا ہے اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ میرے تابعین قیامت میں سب سے زیادہ ہوں گے۔

باب الا قتداء بسنن رسول الله صلی الله علیه وسلم

غرض یہ ہے کہ یہ واجب ہے۔
ائمة نقتدی بمن قبلنا و یقتدی بنا من بعدنا:. یہ معنی کتاب التفسیر میں حضرت مجاہد سے نقل کیے گئے ہیں۔**فی هذا المسجد:.** اس سے مراد مسجد حرام ہے۔**یقتدیٰ بهما:.** نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتباع ضروری ہے جیسے وہ حضرات یہ سمجھتے تھے کہ خانہ کعبہ کا خزانہ صرف مسجد حرام کی تعمیر ہی میں خرچ کرنا چاہئے ایسے ہی میں بھی کروں گا اور مسلمانوں کے دوسرے مصالح میں خرچ نہ کروں گا۔
العریان:. (۱) بے غرض (۲) عادت تھی کہ ڈرانے والا اپنے کپڑے اتار کر سر پر باندھ لیتا تھا تا کہ دور کا آدمی بھی دیکھ سکے کہ کوئی حملہ والا آ رہا ہے اس کے ساتھ تشبیہ دینی مقصود ہے۔
فالنجاء:. فاسرعوا اسراعاً۔**فادلجوا:.** چلے اول لیل۔
واجتا حهم:. ختم کر دیا۔

باب ما یکرہ من کثرۃ السوال وتکلف ما لا یعنیہ

غرض یہ ہے کہ بلا ضرورت سوال کرنا منع ہے۔

باب الاقتداء بافعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض افعال کا حکم بتلانا ہے پھر کیا حکم ہے؟ دو قول ہیں۔ (۱) اصل وجوب ہے البتہ اگر قرینہ استحباب یا خصوصیت کا پایا جائے تو وجوب نہ ہوگا (۲) قرینہ سے فیصلہ ہوگا کہ وجوب ہے یا استحباب ہے یا اباحت ہے۔

باب ما یکرہ من التعمق والتنازع فی العلم والغلو فی الدین والبدع

ان سب چیزوں کی کراہت بیان کرنی مقصود ہے اور غلو تعمق سے زائد ہوتا ہے من والیٰ قوماً بغیر اذن موالیہ نسب میں یا عتق میں اور بغیر اذن موالیہ کی قید واقعی ہے احترازی نہیں ہے۔ **ولم یذکر ذلک عن ابیہ:** حضرت عروۃ بن الزبیر نے اپنے والد یعنی نانا حضرت ابو بکر کا ذکر نہ فرمایا۔ صرف حضرت عمر کا ذکر فرمایا۔ **اسحم:** کالے رنگ کا۔ **الظالم:** چیز کو بے موقع رکھنے والا جائز لیکن نامناسب کام میں استعمال ہو جاتا ہے چچا تے جو باپ کی طرح ہوتا ہے اس لئے ایسا کہنے کی گنجائش تھی۔ **ان ابا بکر فیھا کذا:** یعنی حق پر نہ تھے سوال حضرت عباس اور حضرت علی نے حضرت صدیق کے بارے کیسے یہ غلط عقیدہ رکھا۔ جواب یہ ان دونوں حضرات کی اجتہادی غلطی تھی پھر رجوع فرمالیا اسی لئے حضرت علی اپنے زمانہ خلافت میں بھی کوئی تبدیلی نہ کی۔ **الم من اویٰ محدثاً:** غرض اس کی مذمت ہے۔

باب ما یذکر من ذم الرأی و تکلف القیاس

اس قیاس کی مذمت ہے جو قرآن وحدیث یا اجماع پر مبنی نہ ہو کیونکہ ان میں سے کسی پر مبنی تو اس آیت میں داخل ہے فاعتبروا یا اولی الابصار اور شاید تکلف القیاس میں استحسان کی طرف اشارہ ہو جو کہ حنفیہ نے لیا ہے۔ **حجّ علینا:** اس کے معنی ہیں حجّ ما ذا علینا کہ حج کرنے آئے تھے ہمیں ملنے بھی آ گئے۔ **اتھموا رایکم:** اپنی رائے کو کمزور سمجھو۔ یوم ابی جندل حدیبیہ و بخست صفون اور ایک روایت میں یہاں صفلین ہے اس لفظ کا اعراب دو طرح ہے (۱) غیر منصرف کی طرح (۲) جمع مذکر سالم کی طرح۔

باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئل مما لم ینزل علیہ الوحی فیقول لا ادری

قیاس فاسد کی مذمت مقصود ہے۔

باب تعلیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ من الرجال والنساء مما علمہ اللہ لیس برای ولا تمثیل

غرض یہ ہے کہ نص قیاس سے اونچی ہے تمثیل تو قیاس ہی کو کہتے ہیں اور رای تمثیل سے عام ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق یقاتلون

غرض یہ کہ اہل حق قیامت تک رہیں گے سوال فی مسلم عن عبداللہ بن عمر مرفوعاً لا تقوم الساعۃ الا علی اشرار الناس جواب اہل حق قرب قیامت تک رہیں گے پھر شرار الناس آئیں گے پھر قیامت آئے گی۔ پھر زیر بحث حدیث سے اجماع کی حجیۃ بھی ثابت ہوتی ہے پھر اس طائفہ منصورہ کا مصداق کیا ہے (۱) اہل علم جیسا کہ اس باب میں امام بخاری فرما رہے ہیں وھم اھل العلم (۲) محدثین (۳) فقہاء یا اُن کے مقلدین کیونکہ اسی حدیث کے شروع میں یہ بھی آیا ہے من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین یہی قول راجح شمار کیا جاتا ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ اویلبسکم شیعاً

غرض یہ ہے کہ فتنے پیدا ہوتے ہیں اختلاف کی وجہ سے اور اختلاف ہوتا ہے اہل ہویٰ کے اتباع ہویٰ سے اس لئے یہاں مقصود اہل ہویٰ اور اہل قیاسات فاسدہ کی مذمت ہے۔

باب من شبّه اصلاً معلوماً با صل مبین قد بیّن الله حکمها لیفهم السائل

غرض قیاس صحیح کی صحت کا بیان ہے اور قیاس کی حقیقت کا بیان ہے پھر حجیت قیاس کے ادلّہ یہ ہیں (۱) عقلاً ایک جیسی چیزوں کا حکم ایک ہی ہونا چاہئے (۲) فاعتبروا یا اولی الا بصار اور اعتبار کے معنی ہیں اصل سے گذر کر فرع تک جانا اشتراک علت کی وجہ سے اسی کو قیاس کہتے ہیں (۳) فاعتبروا یا اولی الابصار اور اعتبار کے معنی ہیں اتعاظ یعنی اپنے نفس کو قیاس کرنا دوسرے پر۔ گویا اسی آیت سے دوطرح استدلال کیا جاتا ہے (۴) ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم اس آیت میں استنباط کا ذکر ہے اور استنباط عین قیاس ہے یعنی زیادہ صورتیں استنباط کی قیاس ہی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ (۵) فی ابو داؤد والترمذی والدارمی بسند قوی حدیث معاذ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لما اراد ان یبعث معاذاً الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب الله قال فان لم تجد فی کتاب الله قال فبسنة رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فان لم تجد فی سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا فی کتاب الله قال فاجتهد برایی ولا الوا. فضرب رسول الله صلی الله علیه وسلم صدره فقال الحمدلله الذی وفق رسول رسول الله صلی الله علیه وسلم لما یرضی رسول الله صلی الله علیه وسلم (۶) حضرات صحابہ کرام کا اجماع منقول ہے تواتراً کہ قیاس جائز ہے (۷) نصوص متناہی ہیں اور واقعات غیر متناہی ہیں اس لئے قیاس کے بغیر چارہ نہیں ورنہ لازم آئے گا ایحسب الانسان ان یترک سدیً۔

باب ما جاء فی اجتهادا لقضاة بما انزل الله تعالیٰ

غرض یہ ہے کہ قاضی حضرات پر واجب ہے کہ وہ کوشش کر کے کتاب، سنت، اجماع یا قیاس سے حکم معلوم کریں۔

ومشاورة الخلفاء: اس سے قیاس کی حجیت ثابت ہوتی ہے کہ جہاں نص نہ ہوتی تھی وہاں حضرات خلفاء اہل علم سے مشورہ کرتے تھے۔

باب قول النبی صلی الله علیه وسلم لتتبعن سنن من کان قبلکم

غرض ہے اتباع الکفار فی ترک الاحکام کی مذمت۔

باب اثم من دعا الیٰ ضلالة او من سنّ سنّة سیئة

اضلال اور بدعت کی مذمت مقصود ہے

باب ما ذکر النبی صلی الله علیه وسلم و حض علیٰ اتفاق اهل العلم و ما اجتمع علیه الحرمان مکة والمدینة

غرض میں دو تقریریں ہیں (۱) غرض حجیت اجماع ہے خصوصاً اہل حرمین حضرات صحابہ کرام کا اجماع جبکہ کسی صحابی کا اختلاف منقول نہ ہو کیونکہ صرف اہل حرمین کا اجماع بہت سے علماء کے نزدیک کافی نہیں ہے صرف امام مالک سے منقول ہے کہ وہ صرف اہل مدینہ کے اجماع کو حجت سمجھتے تھے اور جب اہل مکہ بھی مل جائیں تو ان کے نزدیک بطریق اولیٰ حجیت ثابت ہوگی (۲) دوسری تقریر غرض میں یہ ہے کہ اختلاف کے موقعہ میں اہل حرمین کے قول کو دوسروں کے قول پر ترجیح ہوگی۔

حجیت اجماع کے ادلّہ: (۱) و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ و یتبع غیر سبیل المؤ منین نوله ما تولیٰ و نصله جهنم (۲) و کذ لک جعلنکم امة و سطاً لتکونوا شهدآء علی الناس و یکون الرسول علیکم شهیدًا (۳) کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنکر (۴) لا تجتمع امتی علی الضلالت. یہ حدیث پاک معنیً متواتر ہے۔ سوال۔ امام احمد فرماتے ہیں من ادعی الا جماع فهو کا ذب و ما یدریه لعل الناس اختلفوا. جواب (۱) یہ صرف اس وقت ہے جب کہ صرف ایک شخص

اجماع نقل کر رہا ہو (۲) غرض یہ ہے کہ اجماع ثابت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ لوگ متفرق ہو چکے ہیں اور علماء مختلف علاقوں میں پھیل چکے ہیں صرف احتیاط کا لحاظ کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں اجماع کی حجیت کا انکار مقصود نہیں ہے (۳) مقصد امام احمد کا یہ ہے کہ اجماع سکوتی کے تلفظ میں احتیاط کرنی چاہئے۔ یوں نہ کہے کہ اجمع الناس علیٰ کذا بلکہ یوں کہے لا اعلم من خالف ھذا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بیہقی فرماتے ہیں واذا قری القران فاستمعوا له و انصتوا کے متعلق امام احمد فرماتے ہیں اجمع الناس علی ان ھذہ الایة فی الصلوة (۴) انکار صرف اس شخص پر کرنا مقصود ہے کہ جس کو معرفت تامہ نہ ہو۔ بخلاف سلف کے کہ ان کو معرفت تامہ تھی ان کا اجماع نقل کرنا ٹھیک ہے (۵) غیر صحابہ کے اجماع کے متعلق یہ کلام ہے کیونکہ وہ متفرق ہو گئے تھے اس لئے اجماع کے اثبات میں بہت احتیاط ہونی چاہئے۔ (۶) صرف معتزلہ پر انکار مقصود ہے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ جو کچھ بھی ہم کہہ رہے ہیں یہ سب اجماعی چیزیں ہیں۔ **ثوبان ممشقان:** ہلکے سرخ رنگ کی مٹی سے رنگا ہوا کپڑا ہو تو اس کو مشق کہتے ہیں اس مٹی کو مشق کہتے ہیں۔ **بخ بخ:** رضا اور تعجب میں ڈالنے کے موقعہ پر یہ کلمہ استعمال ہوتا ہے۔ **فاتی العلم:** یہ محل ترجمہ ہے کیونکہ عیدگاہ بھی مشاہد میں سے ہے۔ **قباء:** یہ بھی مشاہد میں سے ہے۔ **فیاتی العوالی:** یہ بھی مشاہد میں سے ہے۔ **حیث توضع الجنائز:** یہ بھی مشاہد میں سے ہے۔ **اُحُد:** یہ بھی مشاہد میں سے ہے۔ **منبر:** یہ بھی مشاہد میں سے ہے۔ **العرکن ثب:** یہ بھی مشاہد میں سے ہے۔ **لم یکن عراق یومئذ:** اس زمانہ میں ابھی عراق کے لوگ مسلمان نہ ہوئے تھے اور یہ شہر کسریٰ کے ماتحت تھا گویا یہ مشاہد میں سے نہیں۔ **معرسه:** اخیر رات میں آرام کرنے کی جگہ۔ **بطحاء:** یہ موضع الترجمہ ہے کیونکہ مشاہد میں سے ہے۔

باب قول الله تعالیٰ لیس لک من الامر شئ

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔ اس باب کا ربط ابواب اعتصام سے کیا ہے (۱) کفار نے ترک اعتصام کیا اس لئے ان پر بھی دعا فرمائی (۲) لعنت اس لئے بھی کہ انہوں نے اہل علم کو قتل کیا تھا اس لئے اشارہ ہے حجیت اجماع اہل علم کی طرف مذمت ہے مخالفت اجماع کی۔

باب قول الله تعالیٰ و کان الانسان اکثر شئ جدلا

غرض احکام میں جدل کی مذمت ہے وہی جدل برا ہے جو احکام کے اسقاط کا حیلہ ہو باقی کافروں سے جدال اور مناظرہ مستحسن ہے۔

باب قوله تعالیٰ و کذلک جعلنکم امة وسطاً

غرض اس آیت کی تفسیر ہے اور اجماع کے اتباع کے وجوب کا بیان ہے کیونکہ اصولیین نے اس آیت سے حجیت اجماع ثابت کی ہے کیونکہ عدالت علامت ہے عصمت کی اور اس آیت میں اس امت کو مجموعی طور پر عادل قرار دیا گیا ہے اس لئے اجماع معصوم ہے اور واجب الاتباع ہے۔ **وما امر النبی صلی الله علیه وسلم بلزوم الجماعة وھم اھل العلم:** غرض یہ ہے کہ اجماع کی مخالفت سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے جماعت کا یہاں مصداق کیا ہے (۱) ہر زمانہ کے اہل حل و عقد (۲) اہل اجماع۔

باب اذا اجتهد العامل او الحاکم فاخطأ خلاف الرسول من غیر علم فحکمه مردود

غرض یہ ہے کہ صریح سنت کے خلاف قاضی کا فیصلہ مردود ہے سوال پیچھے ایک باب گزرا ہے۔

باب اذا اقضی الحاکم بجور او خلاف اهل العلم فهو مردود

اس باب اور زیر بحث باب کی غرض ایک ہو گئی اس لئے تکرار پایا گیا جواب وہاں مخالفت اجماع کی مذمت تھی اور یہاں مخالفت سنت کی مذمت ہے۔ **لا تفعلوا:** اس میں صحابی کے اجتہاد کو رد فرمایا کہ تمہارا اجتہاد ٹھیک نہیں تھا۔ **المیزان:** یہاں وہ چیز مراد ہے جو تولی جائے ظرف بول کر مظروف مراد ہے۔

باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطأ

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ جو شخص درجہ اجتہاد کو پہنچا ہوا ہو اس کو بہر حال اجر ہے اگرچہ خطا ہو جائے۔

باب الحجة علیٰ من قال ان احکام النبی صلی الله علیه وسلم کانت ظاهرة

غرض رد ہے روافض اور بعض خوارج پر جو کہتے تھے احکام سب صحابہ کرام پر ظاہر تھے اس لئے ثبیت حدیث میں تواتر ضروری ہے اور خبر واحد سے استدلال صحیح نہیں ہے اس کا امام بخاری رد فرما رہے ہیں کہ مجلس سے بعض صحابہ غائب ہوتے رہتے تھے اس لئے سب مسائل درجہ تواتر کو نہیں پہنچے

اس لئے حجیت حدیث میں تواتر شرط نہیں ہے اور خبر واحد بھی حجت ہے اس کے علاوہ خبر واحد کی حجیت پر اجماع بھی ہے۔

باب من رای ترک النکیر من النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض کی دو تقریریں ہیں (۱) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر حجت ہے کسی اور کی تقریر حجت نہیں ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے انکار نہ فرمانا ایک اختیاری کام تھا اس لئے جہاں انکار نہ فرمایا وہ کام جائز تھا ورنہ انکار فرما دیتے کوئی اور انکار نہ کرے تو کہہ سکتے ہیں کہ اس کو علم نہ ہوگا۔ (۲) دوسری تقریر غرض کی یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک اجماع سکوتی حجت نہیں ہے کیونکہ غیر نبی کی تقریر حجت نہیں ہے۔ **فلم ینکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم:** سوال: جب ابن صیاد دجال نہ تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ کو قسم کھاتے سنا کہ ابن صیاد دجال ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیوں نہ فرمایا؟ جواب (۱) یہ دجال ہے لیکن دجال اکبر نہیں ہے اس تقریر سے سب اقوال واحادیث جمع ہو جاتی ہیں (۲) یہ عدم انکار تمیم داری کے واقعہ سے پہلے ہوا اس لئے تمیم داری والی حدیث اس کے لئے ناسخ ہے (۳) اس زمانہ میں ابھی تردد تھا۔ سکوت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں حجت ہوتا ہے جو تردد کی بنا پر نہ ہو۔ تمیم داری کے واقعہ سے تردد ختم ہو گیا۔

باب الاحکام التی تعرف بالدلائل وکیف معنی الدلالۃ وتفسیرھا

غرض فقہ کے کچھ اصول کا ذکر کرنا ہے مثلاً عام ہر خاص پر دلالت کرتا ہے جیسے یہ آیت ہے **فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ** اس میں حمار کا حکم داخل ہے۔ دلائل سے احکام معلوم ہوتے ہیں دلائل ادلہ اربعہ ہیں ان کی دلالت کیسے ہے عبارۃ النص کے طور پر یا اشارۃ النص کے طور پر یا دلالۃ النص کے طور پر یا اقتضاء النص کے طور پر پھر وہ عام ہیں یا خاص ہیں یا مشترک ہیں یا مؤول ہیں۔ **مرج:** چراگاہ۔ **طیلھا:** لمبی رسی جس میں چرتے۔ **فانی انا جی من لا تناجی:** اس سے یہ اصول نکلا کہ فرشتے بدبو سے نفرت رکھتے ہیں۔ **ان لم تجدینی فاتی ابا بکر:** اس سے یہ اصول نکلا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول حجت ہیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتسئلوا اھل الکتب عن شئی

غرض یہ ہے کہ حکم شرعی معلوم کرنے کے لئے اہل کتاب سے سوال جائز نہیں ہے سوال قرآن پاک میں تو یوں ہے **فاسئل الذین یقرؤن الکتب من قبلک**۔ جواب قرآن پاک میں صرف علامات نبوت پوچھنے کا حکم ہے مسائل کا نہیں۔ (۲) قرآن پاک میں صرف بعض قصص پوچھنے کا حکم ہے مسائل کا نہیں (۳) جو ایمان لے آئے ان سے پوچھنے کا حکم ہے جو ایمان نہیں لائے ان سے پوچھنے کی ممانعت ہے۔ **لنبلو علیہ الکذب:** کعب احبارؓ اگرچہ سچ بولتے تھے لیکن کتب سابقہ محرف تھیں اس لئے جھوٹ کا احتمال تھا یہ نہیں کہ کعب احبار ایمان لانے کے بعد جھوٹ بولتے تھے پھر کعب احبار اسلام کب لائے (۱) خلافت عمر میں (۲) خلافت صدیق اکبر میں (۳) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے لیکن زیارت سے پہلے وفات ہو گئی تھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس لئے صحابی ہونے کا شرف حاصل نہ ہوا۔ پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ **لم یشب:** قرآن پاک میں ملاوٹ یعنی تحریف نہیں ہوئی۔

باب نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی التحریم الا ما تعرف اباحتہ

غرض یہ ہے کہ اصل نہی تحریم کے لئے ہے جب تک کوئی قرینہ اس سے منع نہ کرے جیسا کہ اصل امر وجوب کے لئے ہے جب تک کوئی قرینہ منع نہ کرے۔ **ولم یعزم علیھم:** اس قرینہ سے معلوم ہوا کہ یہاں امر وجوب کے لئے نہیں ہے **لمن شاء** اس سے معلوم ہوا کہ یہاں امر وجوب کے لئے نہیں ہے۔

باب کراھیۃ الخلاف

غرض کیا ہے دو تقریریں ہیں (۱) صریح نصوص کی نہ مخالفت کرو نہ قبول کرنے میں تردد سے کام لو **ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاء ھم البینات** (۲) عبادت تھکنے تک کرو جب تھک جاؤ تو آرام کر لیا کرو۔ **اقرء والقران ما ائتلفت قلوبکم:** (۱) تھک جاؤ تو تلاوت بند کر دو (۲) قرآن پاک کے مسائل میں اگر بحث کر رہے ہو تو جب خطرہ ہو کہ اب یہ بحث انکار تک پہنچا دے گی تو بحث بند کر دو۔

قال ابو عبد اللہ سمع عبد الرحمن سلاما: معلوم ہوا کہ ابھی جو روایت گزری ہے یہ متصل ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ وامرھم شوریٰ بینھم

غرض مشورہ کی ترغیب ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ مشورہ اور عزم اور توکل میں کیا ترتیب ہے؟

کتاب الرّد علی الجھمیۃ وغیر ھم التوحید

یہ تتمہ ہے کتاب الایمان کا تا کہ ابتداء اور انتہا ایک جیسی ہو جائے پھر التوحید کو منصوب پڑھا گیا ہے جو منصوب بنزع الخافض ہے ای فی التوحید کیونکہ جہمیہ توحید کے غلط معنی کرتے ہیں پھر یہ جہمیہ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہیں جو کوفہ میں رہتا تھا یہ انسان کو مجبور محض مانتا تھا۔ اس لئے جہمیہ کو جبریہ بھی کہتے ہیں اور یہ اس کے بھی قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ ان صفات سے متصف نہیں ہو سکتے جو غیر اللہ میں ہیں مثلاً شے حی عالم مرید۔ پھر جہم بن صفوان شاگرد ہے جعد بن درہم کا جس نے سب سے پہلے قرآن پاک کو مخلوق کہا یہ زمانہ تھا ۱۲۰ھ سے کچھ اوپر کا اسی کا تابع جہم بن صفوان ہوا یہ دونوں قرآن پاک کے کلام اللہ ہونے کے منکر تھے پھر مبتدعین میں سے چار کو فتنہ میں بڑا شمار کیا گیا ہے گویا یہ رئیس المبتدعین ہیں (۱) جبریہ (۲) معتزلہ قدریہ (۳) روافض (۴) خوارج۔ پس اس کتاب میں امام بخاریؒ کچھ مسائل کلامیہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جن میں حق تعالیٰ کے اسماء اور صفات اور شیون کا ذکر ہوگا پھر معنی توحید میں تعبیر کے وجہ میں اہل حق کے چند قول ہیں مقصد میں فرق نہیں ہے (۱) حق تعالیٰ کی ذات ثابت ہے موجود ہے معبود ہے لیس کمثلہ شئی (۲) التوحید اثبات ذات غیر مشبہ بالذوات ولا معطلۃ عن الصفات (۳) التوحید افراد القدیم من الحدث۔ پس مکلف کے ذمہ سب سے پہلے حق تعالیٰ کی ذات وصفات کا جاننا ہے پھر ارسال رسل کی طرف متوجہ ہوتا ہے پھر مکلف ہونے کا خیال کرتا ہے پھر ارکان شریعت کو جانتا ہے پھر عمل کا اہتمام کرتا ہے ان سب چیزوں پر جو اس کو لازم ہیں پھر دنیا میں توحید سے متعلق موٹے موٹے مذاہب یہ ہیں۔ (۱) اہل حق کا مسلک کہ حق تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک لہٗ ہے (۲) مجوسی دو خالق مانتے ہیں۔ خالق خیر کو یزداں اور خالق شر کو اہرمن کہتے ہیں (۳) عیسائی تین خدا مانتے ہیں (۱) اللہ تعالیٰ (۲) عیسیٰ علیہ السلام (۳) حضرت جبرائیل علیہ السلام۔

بعض عیسائی حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جگہ حضرت مریم کو مانتے ہیں۔ پھر حق تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں عدمی۔ وجودی۔ عدمی میں نقائص کی نفی ہوتی ہے ان کو صفات جلالی کہتے ہیں کیونکہ ان کو یوں بیان کیا جاتا ہے جلّ عن کذا وجل عن کذا اور دوسری قسم وجودی صفات کو جمالی اور اکرام کہتے ہیں اس میں اثبات کمالات ہوتا ہے۔ توحید دونوں قسموں کے لئے جامع ہے کیونکہ اس میں وحدت کا اثبات ہے اور شرک کی نفی ہے اسی لئے امام بخاریؒ نے توحید کو مقدم کیا ہے پھر چار بڑے فرقوں کے بعد چند اور فرقوں کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے (۱) مرجئہ تصدیق کو لیتے ہیں اعمال کی ضرورت بالکل نہیں سمجھتے (۲) جہمیہ کا ذکر ہو چکا یہ مرجئہ ہی کا ایک فرقہ ہے ۳۔ کرامیہ۔ یہ ایمان کے لئے اقرار کو کافی سمجھتے ہیں یہ بھی مرجئہ ہی کا ایک فرقہ شمار کیا جاتا ہے مرجئہ اور کرامیہ کا ذکر الخیر الجاری جلد اول کی کتاب الایمان میں ہو چکا ہے (۴) مجسمہ یہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو ایک جسم مانتے ہیں اس لئے اسلام سے خارج شمار کئے گئے (۵) مجسمہ کی قسم ثانی۔ بعض مجسمہ کہلانے والے نعوذ باللہ حق تعالیٰ کو جسم تو مانتے ہیں لیکن عام جسموں سے الگ خاص قسم کا جسم مانتے ہیں اس لئے ان کو مبتدعین میں شمار کیا ہے کفار میں شمار نہیں کیا گیا (۶) مشبہہ یہ مجسمہ ہی کا دوسرا نام ہے (۷) حشویہ۔ بفتح الشین، متشابہات کو اپنے ظاہر پر رکھنے والے۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا تھا ردوا ھؤلاء الی حشا الحلقۃ اس لئے ان کا نام حشویہ بفتح الشین ہو گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ متشابہات کو صرف اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے تھے اس قول پر ان کی یہ بدعت ظاہر نہ ہوئی۔ (۸) حشویہ۔ بسکون الشین یہ مجسمہ کا ہی دوسرا نام ہے کیونکہ حشو جسم کو کہتے ہیں۔

باب ما جاء فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ الیٰ توحید اللہ تعالیٰ

غرض یہ بتلانا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح توحید کی طرف بلاتے تھے امام حلیمیؒ نے اپنی کتاب شعب الایمان میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں پانچ چیزوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے (۱) وہ ذات موجود ہے (۲) یکتا ہے۔ (۳) نہ جوہر ہے نہ عرض ہے لیس کمثلہ شئی (۴) وہ ذات ہر چیز کی خالق ہے (۵) ہر چیز میں اس کا تصرف ہے پھر جتنے بھی اسماء ہیں وہ ان پانچ میں سے ایک یا دو یا زیادہ کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ **زادنا سمعیل بن جعفر:** غرض یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری کے ماں شریک بھائی ہیں حضرت قتادہ بن نعمان۔ راوی حضرت اسماعیل نے عن ابی سعید عن قتادۃ بن نعمان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نقل کیا ہے۔"

مجسمہ کے مذہب کی خرابیاں

(۱) جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتی ہے وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی صفت

قرار دیتے ہیں مثلاً قرآن پاک میں ہے و نفخت فیه من روحی تو یہ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی صفت روح مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے روح بھی ثابت ہے (۲) بہت سی چیزوں کے متعلق جانتے ہیں کہ یہ متشابہات میں سے ہیں پھر بھی ان کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں یہ صریح تناقض ہے (۳) روایات ظنیہ سے بھی عقائد ثابت کرتے ہیں (۴) حدیث مشہور اور خبر واحد میں خلط کرتے ہیں (۵) حدیث مرفوع اور موقوف اور مقطوع میں خلط کرتے ہیں بعض الفاظ کی ایک موقعہ میں ایک تاویل کرتے ہیں دوسرے موقعہ پر انہی الفاظ کی تاویل نہیں کرتے (۷) احادیث کو حسی معنی پر محمول کرتے ہیں۔ لیس کمثله شئی:. آیت مبارکہ کے یہ کلمات مبالغہ پر محمول ہیں کیونکہ کاف اور مثل کے ایک ہی معنی ہیں حق تعالیٰ نے دونوں کو جمع فرمایا ہے بطور مبالغہ کے معنی یہی ہیں لیس مثله شئی.

باب قول الله تعالیٰ قل ادعوا الله او ادعوا الرحمٰن

غرض اللہ تعالیٰ کی صفات کا اثبات ہے۔ کیونکہ اسماء کا اطلاق صفات پر ہوتا ہے اور حق تعالیٰ نے اپنے ذاتی نام اللہ کو مقدم ذکر فرمایا کیونکہ یہ اسم اعظم ہے جب کہ خاص توجہ اور اخلاص اور محبت اور خوف اور امید اور شکر اور صبر اور توکل اور رضا بر قضا وغیرہ کے ساتھ پڑھا جائے اور معتزلہ نے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے صفات نہیں ہیں وہ تو ہیں لذاتہ عالم ہیں لذاتہ قادر ہیں لذاتہ سامع ہیں ان کو شبہ اس لئے لگا کہ انہوں نے سوچا کہ صفات اگر قدیم مانیں تو تعدد قدماء لازم آئے گے اور اگر حادث مانیں تو اللہ تعالیٰ محل حوادث ہو جائیں گے۔ اور یہ دونوں لازم باطل ہیں جواب (۱) باطل صرف تعدد ذوات قدیمہ ہے ایک ذات اور کئی صفات اگر قدیم ہوں تو کچھ حرج نہیں (۲) نفی صفات حقیقت میں حق تعالیٰ کے صانع ہونے کی نفی ہے کیونکہ جب علم نہیں قدرت نہیں تو صانع کیسے ہوں گے؟ (۳) معتزلہ کا قول صریح آیات کے خلاف ہے مثلاً ان الله هو الرزاق ذو القوة المتین ـ ولله العزة ولرسوله ـ ولا یحیطون بشئی من علمه ـ

باب قول الله تعالیٰ ان الله هو الرزاق ذو القوة المتین

باب کی غرض میں دو تقریریں ہیں (۱) ثابت کرنا مقصود ہے صفت قوت کا اور صفت ترزیق کا عالم کا ہر ذرہ ترزیق کا محتاج ہے۔ پھر رزاق کے معنی کیا ہیں (۱) ایک رزق کے بعد دوسرا رزق دینے والا (۲) رزق کی کفالت کرنے والا۔ پھر قوۃ کے معنی ہیں (۱) قدرت (۲) کمال قدرت پھر متین کے معنی ہیں (۱) قوی (۲) ایسا قوی کہ اس کی قدرت کو توڑا نہ جا سکے اور اس کے غیر کی قدرت کو توڑا جا سکے (۲) باب کی غرض میں دوسری تقریر یہ ہے کہ امام بخاریؒ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حلال اور حرام دونوں کے رازق اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

باب قول الله تعالیٰ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدًا

غرض حق تعالیٰ کی صفت علم غیب کا ثابت کرنا ہے یعنی وہ عالم الغیب و الشہادۃ ہیں ان کا علم قدیم ہے ہر شے سے حقیقۃً متعلق ہوتا ہے پس اس باب میں رد ہے معتزلہ پر جو کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ عالم ہیں بلا علم اور رد ہے جہم بن صفوان اور ھشام بن حکم پر جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم حادث ہے اور رد ہے فلاسفہ پر جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کلیات کو جانتے ہیں جزئیات کو نہیں جانتے۔ پھر عالم کے معنی ہیں مدرک الاشیاء علیٰ ما هی علیه اور علام کے معنی ہیں العالم باصناف المعلومات الموجودة والآتية في الاستقبال۔ پھر دلیل عقلی حق تعالیٰ کے علم پر یہ ہے کہ یہ نظام عالم احسن ترتیب پر اور حکمت متقنہ کے مطابق غیر عالم سے کیسے صادر ہو سکتا ہے۔ ایک اچھا خط اچھی ترتیب پر ایسی ذات سے کیسے صادر ہو سکتا ہے جس کو کتابت نہ آتی ہو پھر علیم کے معنی ہیں من یعلم جمیع المعلومات اور خبیر کے معنی ہیں من یعلم قبل الوقوع۔ والشهید من یعلم الغائب کما یعلم الحاضر والمحصی من لا یشغله الکثرة عن العلم والحسیب (۱) هو المحصی (۲) هو من یعلم بلا حساب الاجزاء والمقادیر التی یعلم العباد امثالها بالحساب (۳) هو بمعنی الکافی کما یقال احسبنی ای اعطانی حتی قلت حسبنی.

باب قول الله تعالیٰ السلام المؤمن

غرض میں دو قول ہیں (۱) حق تعالیٰ کے اسماء میں سے یہ دو بھی ہیں پھر معنی السلام کے (۱) عیبوں سے پاک (۲) سلامتی دینے والا حق کو اور اہل حق کو اور معنی مؤمن کے (۱) اپنی مخلوق کو اپنے ظلم سے امن دیا اور بندوں کو امن دیا وعدہ کے مطابق امیدیں اور خیالات پورے نہ ہونے سے (۲) انبیاء علیہم السلام کی تصدیق فرماتے ہیں معجزات پیدا فرما کر (۳) جب وعدہ فرماتے ہیں تو اپنے آپ کو سچا کر دکھاتے ہیں۔ (۲) غرض میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس باب میں سورۃ حشر میں بیان کئے گئے تمام اسماء کو ثابت کرنا مقصود ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ ملک الناس

باب کی غرض ملک یعنی بادشاہی کی صفت کا اثبات ہے پھر اس کے معنی کیا ہیں (۱) غنی ذاتی (۲) پورے عالم میں تصرف جس ذات نے عالم کو عدم سے وجود میں نکالا وہی اس عالم میں تصرف کا حقدار ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ وھو العزیز الحکیم

غرض حق تعالیٰ کے لئے صفت عزت اور حکمت کا بیان ہے پھر عزت کے معنی قوت کے ہیں پھر اس لفظ کے اشتقاق میں مختلف قول ہیں (۱) عز الشی اذا تعذر وجودہ عند الطلب اور حق تعالیٰ کی نہ نظیر ہے نہ مثل ہے (۲) عز بمعنی غلب۔ وعزنی فی الخطاب ای غلبنی (۳) عز بمعنی شدت وقوت فعززنا بثالث اور حکیم کے معنی ہیں الذی لا یقول ولا یفعل الا الصواب حتی یضع فیھا رب العلمین قدمہ یہ حدیث پاک اپنے ظاہر پر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ٹکڑوں سے پاک ہیں اور کسی صفت کا قدم بھی مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں صفت کے قدم کو دوزخ میں رکھ دیا اس لئے اس قدم رکھنے کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ (۱) جہنم کو ذلیل کر دینا اور مسخر کر دینا مراد ہے (۲) یہ کنایہ صفت جلال سے ہے جیسے کہا جاتا ہے وضعت المشنی تحت قدمی (۳) کنایہ ہے اعراض سے جیسے فتح مکہ کے موقعہ پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل دم کان لی فی الجاھلیۃ قد جعلۃ تحت قدمی ای اعرضتُ عنھا (۴) یہ کنایہ ہے جہنم کو ڈانٹنے سے اور اس کی تیزی ختم کرنے سے جیسے کوئی شخص کسی چیز کو باطل کرنا چاہے اور کہے جعلتہ تحت رجلی۔ سوال قدم کی تاویل کی گئی ید اور وجہ کی تاویل کیوں نہ کی گئی۔ جواب جو چیز قرآن پاک سے یا خبر متواتر سے ثابت ہو اس کو تو متشابہات میں سے شمار کرلیا جاتا ہے اور جو چیز خبر واحد سے ثابت جیسے یہ لفظ قدم تو اس کی تاویل کی جاتی ہے تاکہ قوی نصوص کے مطابق ہو جائے اور رجل کا لفظ قدم کی جگہ یہ روایت بالمعنی ہے اور ارشاد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اللھم اشدد وطاتک علیٰ مضر۔ اس کے معنی ہیں آپ اپنی قدرت کے آثار ظاہر فرمائے ان پر۔

باب قول اللہ تعالیٰ وھو الذی خلق السموٰت والارض بالحق

غرض اس آیت کی تفسیر ہے (۱) بالحق ای بکلمۃ کن (۲) پیدا فرمایا حکمت کے ساتھ بے کار نہ بنایا جیسے ارشاد ہے ربنا ما خلقت ھذا باطلاً

باب قول اللہ تعالیٰ وکان اللہ سمیعا بصیراً

غرض یہ بتلانا ہے کہ حق تعالیٰ بغیر کسی کان اور آنکھ کے سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں اور اس میں رد ہے معتزلہ کا وہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا دیکھنا سننا صرف علم کے معنی میں ہے یہ غلط ہے کیونکہ علم میں اور سمع وبصر میں فرق ہے کیونکہ علم کا تعلق تو معدوم سے بھی ہوتا ہے اور سمع وبصر کا تعلق صرف موجود ہوتا ہے اس لئے حق تعالیٰ کے تینوں انکشاف ثابت ہیں علم اور سمع اور بصر گو ہم ان کی کنہ کو نہیں جانتے اور ان تینوں کا ثبوت نصوص صریحہ سے ہے پھر جو بعض روایات میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کان اور آنکھ کی طرف اشارہ فرمایا تو محض اثبات سمع وبصر ہے یہ مطلب نہیں ہے نعوذ باللہ کہ حق تعالیٰ دیکھنے اور سننے میں کسی عضو کے محتاج ہیں تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرًا اور بخاری شریف میں مرفوعاً حضرت ابو ہریرہ سے جو وارد ہے ما اذن اللہ لشئی ما اذن لنبی یتغنی بالقرآن تو اس کے معنی صرف زیادہ ثواب اور اکرام قاری کے ہیں پھر نظر کا لفظ تو کبھی امتحان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون اور کبھی شفقت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے ولا یکلمھم اللہ ولا ینظر الیھم ولا یغفر الذنوب الا انت یہی محل ترجمہ ہے کیونکہ بعض گناہوں کا تعلق سننے سے ہوتا ہے اور بعض کا دیکھنے سے ہوتا ہے۔ **ان اللہ قد سمع قول قومک:** یہ محل ترجمہ ہے اور یہ ندا طائف سے واپسی پر آئی۔

باب قول اللہ تعالیٰ قل ھو القادر

صرف قدرت کا اثبات مقصود ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت ذاتی ہے اور باقی سب کی عطائی ہے۔

باب مقلب القلوب

حق تعالیٰ کی صفت مقلب القلوب کا بیان کرنا مقصود ہے۔

باب ان للہ مائۃ اسم الا واحدًا

غرض رد ہے ان لوگوں کا جو صفات کا انکار کرتے ہیں کیونکہ اسماء صفات ہی ہیں پھر یہ ۹۹۔ کا عدد زائد کی نفی کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ اس لئے ہے کہ یہ زیادہ مشہور ہیں من احصاھا دخل الجنۃ (۱) حفظ کرے ایمان کے ساتھ (۲) اعتقاد رکھے ان صفات کا (۳) ان صفات کے مقتضیٰ پر عمل کرے جیسے رحمٰن کی وجہ سے شفقت اختیار کرے۔

باب السوال باسماء الله تعالیٰ والا ستعاذة بها

غرض جہمیہ پر رد ہے جنہوں نے یہ کہہ دیا کہ اسماء اللہ مخلوق ہیں کیونکہ اسم غیر مسمّی کا ہوتا ہے رد یوں فرمایا کہ مخلوق سے تو سوال نہیں ہوتا اور احادیث سے سوال ثابت ہے پھر اسماء توقیفی ہیں کیونکہ سقاهم ربهم شراباً طهوراً تو قرآن پاک میں ہے لیکن ساقی کا لفظ حق تعالیٰ پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

باب ما يذكر في الذات والنعوت واسامی الله تعالیٰ

غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ پر ذات اور نعت کا اطلاق صحیح ہے کیونکہ حضرت خبیبؓ نے ذات کا لفظ اطلاق فرمایا اور ظاہر یہی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ لفظ پہنچے ہیں اور انکار نہیں فرمایا بعض حضرات نے ذات کے لفظ کے اطلاق میں تردد کا اظہار فرمایا ہے کیونکہ یہ ذوا کی مؤنث ہے ایسے ہی نعت کا لفظ زیادہ تر زیور کی صفات پر آتا ہے لیکن چونکہ ذات کا لفظ شیٔ کے معنی میں مشہور ہے اور نعت صفت کے معنی میں مشہور ہے اس لئے امام بخاریؒ نے دونوں لفظوں کا اطلاق حق تعالیٰ کی ذات وصفات پر جائز قرار دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ نعت کا لفظ ذات اور صفت کے درمیان بولا جاتا ہے کیونکہ ذات کی تعیین اور تعریف کے لئے استعمال ہوتا ہے اس میں ذات سے زائد معنی نہیں ہوتے۔

باب قول الله عزوجل و يحذركم الله نفسه

غرض یہ ہے کہ نفس کا لفظ بھی بمعنی ذات حق تعالیٰ پر بولا جا سکتا ہے۔ البتہ غیر اللہ میں نفس کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱) جسم لروح (۲) جسم بلا روح (۳) خون (۴) روح الله يتوفى الا نفس حين موتها۔ (۵) عقل (۶) انفراد۔ من ذكر نی فی نفسه ذكرته في نفسي ما من احد اغير من الله سوال ”اس حدیث میں تو لفظ نفس کا نہیں ہے۔ پھر یہ اس باب میں کیوں لائے؟ جواب: امام بخاریؒ کے نزدیک احد اور نفس مترادف المعنی ہیں پھر متشابہات جو صفات میں ہیں ان کے متعلق چار اہم مذاہب ہیں (۱) و ما يعلم تاويله الا الله پر وقف کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ان کے معنی جانتے ہیں اور یہی مذہب ائمہ اربعہ کا اور سلف صالحین کا ہے (۲) اکثر متکلمین اس طرف گئے ہیں کہ مجاز اور ظنی معنی کر لینے کی گنجائش ہے اس یقین کے بغیر کہ یہ مراد اللہ ہو کیونکہ یہ معنی صرف احتمال کے درجہ میں ہیں (۳) مشبہ اور مجسمہ اور ان ہی میں سے حشویہ اور کرامیہ بھی ہیں جنہوں نے حق تعالیٰ کے لئے اعضاء بھی ثابت کئے ہیں۔ تعالی الله عن ذلک علوا کبیرا۔ (۴) ان کی ضد جہمیہ ہیں جو جہم بن صفوان کے متبع ہیں انہوں نے صفات کا انکار ہی کر دیا۔ اسی لئے ان کا لقب معطلہ بھی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ جہم نے تو نفی تشبیہ میں مبالغہ کیا حتیٰ کہ کہہ دیا کہ ان الله ليس بشئ۔ امام صاحبؒ کی کلام ختم ہوئی۔ جہم نے تو اللہ تعالیٰ کے علم کو بھی حادث کہہ دیا حق تعالیٰ کی صفات میں شیٔ اور حی اور عالم اور مرید ہونے کی بھی نفی کر دی۔

باب قول الله عزوجل كل شئ هالک الا وجهه

غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے لئے وجہ بمعنی ذات ثابت ہے لیکن حق تعالیٰ اعضاء سے اور مخلوق جیسے چہروں سے پاک ہیں۔ ليس كمثله شئ.

باب قول الله : ولتصنع على عيني:.

غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے لئے ان کی شان کے مناسب عین ثابت ہے۔

باب قول الله تعالیٰ هو الخالق البارئ المصوّر

غرض ان صفات کا اثبات ہے جو اس آیت میں مذکور ہیں خلق کے معنی یہ ہیں کہ پہلے مقدر فرماتے ہیں اس کو تقدیر کہتے ہیں پھر عدم سے وجود میں لاتے ہیں اس کو برء کہتے ہیں پھر اس پیدا کرنے کو عمدہ فرماتے ہیں جس کو تصویر اور تصویہ کہتے ہیں۔

آج کل کی اصطلاح میں فنشنگ ٹچ یعنی آخری اصلاح کہتے ہیں۔

باب قول الله عز و جل :لما خلقت بيدی

غرض حق تعالیٰ کے لئے یدین کا اثبات ہے جیسا ان کی شان کے مناسب ہے پھر باقی متشابہات کی طرح متقدمین کے نزدیک لا يعلم تاويله الا الله اور متاخرین کے نزدیک بمعنی قدرت ہے! پھر تثنیہ کیوں ہے (۱) تاکید ا (۲) نعم ظاہرہ وباطنہ کے لحاظ سے (۳) نعم دنیویہ واخرویہ کے لحاظ سے (۴) معنی ظاہری و باطنی کے لحاظ سے جس کو ظہور و بطون کہتے ہیں۔ (۵) ما يعطى للاكرام وما يعطى للا ستدراج کے لحاظ سے (۶) جمال وجلال کے لحاظ سے (۷) لطف وقہر کے لحاظ سے (۸) قدرة مع الا صطفاء کے لحاظ سے کیونکہ نفس قدرت تو ساری مخلوق کو شامل ہے اس میں

آدم علیہ السلام بھی ہیں اور ابلیس بھی ہے جیسے قدم میں قدرت مع الاذلال ہے۔ فانه اول رسول بعثه الله الیٰ اهل الارض: (۱) ان سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام بھی نبی تھے رسول نہ تھے اس لئے حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول تھے (۲) حضرت آدم علیہ السلام بھی رسول تھے لیکن الی المؤمنین تھے اور حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول الی الکفار تھے۔ **ملاٰی**: زیادہ نعمتوں والا۔ **سحّاء**: بہنے والا۔ **ان الله یقبض یوم القیامة الا رض**: یعنی حق تعالیٰ کی قدرت جمیع مخلوقات پر ظاہر ہوگی (۲) وہ قادر ہیں سب مخلوق کو فنا کرنے پر قادر ہیں پس فنا ظاہر ہوگی سب مخلوقات پر قیامت کے دن (۳) آسمان کی ذات باقی رہے گی اور زمین کی بھی ذات باقی رہے گی لیکن ان دونوں کے آثار ختم ہو جائیں گے اور صرف حق تعالیٰ کی قدرت ظاہر ہوگی۔ **وتکون السمٰوٰت بیمینه**: (۱) ای فی ملکہ جیسے ارشاد ہے او ما ملکت ایمانکم (۲) فی قوۃ جیسے ارشاد ہے لا خذ نا منه بالیمین (۳) یہاں یمین بمعنی قسم ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قسم پوری فرمادیں گے کہ فنا کریں گے پھر پیدا کریں گے پھر مسلم میں ہے عن ابن عمر مرفوعاً ثم یطوی الارض ثم یا خذ هن بشماله اسکی مختلف توجیہات ہیں (۱) شمال کا لفظ ضعیف ہے (۲) روایت بالمعنی ہے (۳) اشارہ ہے زمین کے ضعف کی طرف بنسبت آسمان کے پھر ترمذی اور طبرانی اور ابن حبان میں ہے عن ابی امامة مرفوعاً کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ ستر ہزار کو میری امت میں سے بلا حساب و بلا عذاب جنت میں داخل فرمائیں گے اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔ پھر فرمایا ثلث حثیات من حثیات ربی تو اس کے معنی ہیں عطاء عظیم پھر ایک حدیث پاک میں ہے ان الله یمسک السمٰوٰت علیٰ اصبع والا رضین علیٰ اصبع اس کے معنی ہیں کہ یکام اللہ تعالیٰ پر آسان ہو گا۔ اور ایک اور حدیث میں آیا ہے ان قلوب بنی اٰدم بین اصبعین من اصابع الرحمٰن یقلبها کیف یشآء۔ اس کے معنی کیا ہیں (۱) آسانی سے (۲) ظاہری اور باطنی نعمتوں کے درمیان دل ہیں (۳) توفیق اور ترک توفیق کے درمیان دل ہیں (۴) انعام سے خوش کرتے ہیں یا امتحان پر اجر دیتے ہیں" پھر ایک حدیث میں ہے الصدقة تقع فی کف الرحمٰن اس کے معنی ہیں (۱) زیادہ اہتمام سے قبول فرماتے ہیں (۲) فی ملکہ (۳) فی قدرتہ۔ پھر ترمذی میں ہے عن ابن عباس و معاذ مرفوعاً خواب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کہ فوضع کفه بین کتفی حتی وجدت بردانامله فی صدری فتجلّی لی ما بین السماء والا رض۔ اس کے معنی ہیں کمال لطف و عنایت پھر مسند احمد میں ہے عن انس مرفوعاً فی قوله تعالیٰ فلما تجلّی ربه للجبل قال قال هکذا یعنی انه اخرج طرف الخنصر اس کی توجیہ۔ (۱) یہ حدیث ہی ضعیف ہے (۲) تھوڑی سی نشانی ظاہر فرمائی پھر مسند ابی یعلیٰ میں ہے کہ عن عبد الله بن عمرو موقوفاً خلق الله الملئکة من نورالذراعین والصدر اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ حدیث نہایت منکر ہے۔ پھر ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوالاحوص الجشمی سے ساعد الله اشد من ساعدک یہ حدیث بھی مرفوع ہے اس کے معنی قوت کے ہیں۔

باب قول النبی صلی الله علیه وسلم لا شخص اغیر من الله :.

غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ پر شخص کا اور غیرت کا اطلاق بھی جائز ہے پھر شخص کے اصل معنی ہیں ذاله الشخوص والا رتفاع اور غیرت کے معنی ہیں تغیر القلب و هیجان النفس والغضب بسبب المشارکة فیما به الا ختصاص۔ لیکن حق تعالیٰ کی ذات میں غیرت کے معنی زیادہ کراہت کے ہیں باقی رہا لفظ شخص تو ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے شخص بمعنی احد لیا ہے کیونکہ روایت احد کی لائے ہیں شخص کی نہیں لائے البتہ ایک روایت میں یہ لفظ بھی مرفوعاً آیا ہے لا شخص احب للغیرة من الله عزوجل اس کے معنی کیا ہیں (۱) لا احد (۲) لا شئی (۳) لا موجود۔ (۴) روایت بالمعنی ہے (۵) سننے میں غلطی لگی شئی کی جگہ کسی راوی نے شخص سمجھ لیا۔

باب قل ای شئی اکبر شهادة من الله :.

غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ پر شئی کا اطلاق صحیح ہے۔

باب وکان عرشه علی الماء وهو رب العرش العظیم

اس باب کی دو غرضیں ہیں (۱) حق تعالیٰ کے لئے استواء علی العرش ثابت ہے جیسا بھی آقا کی شان کے مناسب ہے جیسے قہر تدبیر ارتفاع درجہ۔ پھر ظاہری معنی ہرگز مناسب نہیں کیونکہ (۱) ان سے لازم آتا ہے کہ فرشتے جو حاملین عرش ہیں حاملین حامل العرش ہیں وہ نعوذ باللہ حق تعالیٰ کے محافظ بن جائیں حالانکہ حق تعالیٰ سب چیزوں کے محافظ ہیں۔ گویا قلب موضوع لازم آتا ہے (۲) حق تعالیٰ غنی علی الاطلاق ہیں۔ یعنی ہر چیز سے غنی ہیں اس لئے وہ مکان سے بھی غنی ہیں جہت سے بھی غنی ہیں اور اگر

عرش پر بیٹھے ہوئے مانے جائیں تو مکان کے بھی محتاج اور جہت کے بھی محتاج بن جائیں گے تعالیٰ اللہ عن ذلک علوًا کبیرًا (۳) حق تعالیٰ تھے اور کوئی چیز نہ تھی کان ولم یکن معہ شئی پھر عرش پیدا فرما کر عرش کے محتاج کیسے بن گئے (۴) اگر نعوذ باللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہوں اور فرشتوں نے اٹھایا ہو تو محمول ہونے کے ساتھ ساتھ محصور ہو جائیں گے اٹھانے والے فرشتوں سے اصغر اور اضعف ہو جائیں گے۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علوًا کبیرًا۔ (۵) جو چیز کسی مکان میں ہوتی ہے وہ متناہی ہوتی ہے اور ذی جہۃ ہوتی ہے اور حق تعالیٰ ایسا ہونے سے پاک ہے۔

ربط: پھر یہ باب اگلے باب کی تمہید ہے جس میں حق تعالیٰ کی بلندی اور عظمت کا ذکر ہے۔

باب سے غرض ثانی

یہ ہے کہ عرش مخلوق ہے کیونکہ باب میں ہے **وهو رب العرش العظيم** معلوم ہوا کہ عرش مربوب ہے اور مربوب مخلوق ہوتا ہے۔ اس میں رد ہے اس شخص پر جو اس طرف گیا ہے کہ عرش قدیم ہے۔

مسئلہ استواء میں مسالک: (۱) مجسمہ اور مشبہ نے کہہ دیا کہ استواء سے مراد قعود ہے جیسے مخلوق بیٹھتی ہے اس کی خرابیاں ابھی گزر چکیں (۲) حشویہ جو بظاہر اپنے آپ کو محدثین کی ایک جماعت شمار کرتے ہیں اور آیات و احادیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہیں اس لئے تجسیم میں واقع ہو جاتے ہیں انہوں نے کہہ دیا کہ استقرار علی العرش ثابت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفت بلا کیفیت ہے۔ ایسے ہی ید اور قدم بھی ذاتی صفتیں ہیں لیکن ان کے معنی سمجھ میں نہیں آتے **لا يعقل معنا هما**۔ انہی کی کلام کے قریب قریب ابن تیمیہ اور ابن الجوزی کی کلام ہے ان کے رد کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے کلام میں تناقض ہے کیونکہ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ہم نصوص کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں **نجري الامر على الظاهر** اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ **لا يعقل معناها**۔ (۳) معتزلہ نے کہہ دیا کہ استواء بمعنی قہر ہے یا بمعنی تدبیر ہے اس تاویل کو بہت سے متکلمین اور امام غزالیؒ بھی اچھا شمار کیا ہے یعنی یہ ظنی معنی اور احتمالی معنی ہو سکتے ہیں ان کو یقینی معنی نہیں کہا جا سکتا۔ (۴) اہل السنۃ والجماعۃ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ اس سے پاک ہیں کہ کسی جگہ بیٹھیں اور کوئی چیز حق تعالیٰ کو اٹھائے **هو منزه عن محل يحله او مكان يقله لا يشبه شيئا ولا يشبهه شئ** نہ وہ کسی چیز کے مشابہ ہیں نہ کوئی چیز ان کے مشابہ ہے اور عدم مشابہت اجماعی مسئلہ ہے ائمہ اربعہ اور سب متقدمین نے تفویض کو لیا ہے اور متاخرین نے تاویل کو لیا ہے۔ مشہور یہی ہے لیکن امام الحرمین نے یہاں سلف صالحین کا اجماع تفویض پر نقل فرمایا ہے کیونکہ اولاً اگر ظاہر پر رکھا جائے تو حق تعالیٰ اگر عرش سے چھوٹے ہوں تو یہ عیب ہے برابر یا زائد ہوں تو مقدار اور تقسیم لازم آتی ہے جو کہ اجسام سے خاص ہے۔ ثانیاً ظاہر پر رکھنا اس آیت کے خلاف ہے **وهو معكم اينما كنتم** تو دونوں نصوں میں سے ایک کو ظاہر سے ہٹانا پڑے گا۔ (۵) اہل السنۃ والجماعۃ متاخرین نے فرمایا کہ یہ آیت اپنے ظاہر پر نہیں ہے بلکہ اس کی کچھ ظنی تاویلات ہیں یقینی معنی نہیں ہیں اور وہ ظنی تاویلات بھی ایسی ہیں کہ جو اس تنزیہ کے موافق ہیں جو عقلاً نقلاً ثابت ہیں۔

متاخرین حضرات کی تاویلات

(۱) استوی علی العرش کے وہی معنی ہیں جو **وهو العلي الكبير** کے ہیں کہ وہ عرش سے بڑے اور بلند ہیں (۲) ارتفع عن العرش ای وصفاً وجلالاً کہ وہ اس سے پاک ہیں کہ عرش ان کی صفت ہو (۳) استواء ایک فعل ہے جو حق تعالیٰ نے عرش میں پیدا فرمایا ہے جیسے کہ ارشاد ہے **فاتى الله بنيانهم من القواعد فخر عليهم السقف من فوقهم** اس معنی کی تائید ثم کے لفظ سے ہوتی ہے (۴) محاورہ ہے ثل عرش الملک نقصان والا ہوا بادشاہ کا تخت یعنی مملکت میں نقصان آ گیا اور استوی الملک علی عرشہ کے معنی ہوتے ہیں سلطنت ٹھیک ہو گئی چنانچہ سورۃ یونس میں ہے **ثم استوى على العرش يدبر الامر** ۔ یہ یدبر الامر اس استواء کی تفسیر ہے (۵) اتم خلقہ علی العرش یعنی عرش سے اوپر مخلوق میں سے کوئی چیز نہیں ہے اسی لئے قرآن پاک میں چھ جگہ استواء کا ذکر زمین و آسمان کے خلق کے بعد ہے اور کل سات جگہ استواء کا ذکر ہے۔ پس یہ بتلانا مقصود ہے کہ عرش سے بڑی ہم نے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی (۶) اقبل علی خلق العرش جیسے ارشاد ہے **ثم استوى الى السماء** ای قصد الیٰ خلقها (۷) بمعنی غلبہ جیسا کہ معتزلہ سے منقول ہے اور اس کو بہت سے متکلمین نے پسند کیا ہے پھر پہلے معنی اور ساتویں معنی میں یہ فرق ہے کہ پہلے معنی کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ عرش سے بلند ہیں۔ اور ساتویں معنی کا مطلب ہے کہ حق تعالیٰ کا غلبہ عرش پر ظاہر ہوا۔

كان الله ولم يكن شئ قبله: بخاری شریف کی حدیثوں میں

تین قسم کے الفاظ آتے ہیں (۱) ولم یکن شئی قبلہ (۲) ولم یکن شئی معہ (۳) ولم یکن شئی غیرہ۔ اس لئے ابن تیمیہؒ کی خطا ظاہر ہوگئی جس نے کہہ دیا کہ یہ عالم قدیم بالنوع ہے اور یہ قول ان کا فلاسفہ کے اتباع میں ہے اور بالکل باطل ہے کیونکہ یہ قول حشر کی نفی کرتا ہے کیونکہ جب اجسام غیر متناہی ہیں تو پھر وہ مکان متناہی حشر میں کیسے آسکتے ہیں۔ **فاذا السراب ینقطع دونها:** یعنی اونٹنی بہت دور چلی گئی اس تک پہنچنے کے لئے سراب کو طے کرنا ضروری تھا۔ **کتب عنده:** غرض یہ ہے کہ یہ کتابت بہت فضیلت والی ہے۔ **فیوذن لها:** اس اجازت ملنے کی تفصیل کتاب بدء الخلق والی حدیث میں ہے اس میں ہے کہ سورج تحت العرش سجدہ کرتا ہے اسی مناسبت سے اس حدیث کو یہاں لائے کہ اس کے دوسرے طریق میں تحت العرش مذکور ہے۔ **حتی خاتمة براءة:** اور سورۃ برائۃ کے اخیر میں عرش کا ذکر ہے اس مناسبت سے اس حدیث کو اس باب میں لائے۔ **الحلیم:** وہ ایسی ذات ہے کہ مخلوق کے گناہوں کی وجہ سے اپنے انعام بند نہیں کرتی۔ اس کے قریب کریم ہے کہ وہ ایسی ذات ہے کہ بلا استحقاق دیتی ہے اور بعض روایات میں یہاں العظیم الحلیم ہے عظیم اس ذات کو کہتے ہیں کہ جس پر غلبہ نہیں پایا جاسکتا۔ **من قوائم العرش:** یہ کل ترجمہ ہے اور قوائم کے لفظ سے فلاسفہ کی تردید بھی ہوگئی جو کہتے ہیں کہ عرش ایک کرہ کا نام ہے۔

باب قول اللّٰہ تعالیٰ تعرج الملٰئکة الیه

غرض حق تعالیٰ کے لئے فوقیت کا اثبات ہے بغیر ثابت کرنے جہت کے کہ وہ جہت سے پاک ہیں اور ان کے لئے معنوی فوقیت ہے اس باب میں جہمیہ اور مجسمہ کا رد ہے پھر اس آیت میں جو الیہ ہے اس کے معنی ہیں الی مرادہ تعالیٰ اور وہ مراد تشریف ہے الیه یصعد الکلم الطیب سے جہمیہ اور مجسمہ کا رد ہوگیا ہے کہ کلام تو تکلم کے بعد ختم ہوجاتی ہے اس لئے اس کے صعود کے معنی صرف صعود معنوی ہے کہ قبول ہوتے ہیں ایسے ہی فرشتوں کا عروج بھی مقبول جگہ تک بلند ہوتا ہے حق تعالیٰ کی بلندی بھی معنوی ہے اللہ تعالیٰ جہت اور مکان سے پاک ہیں۔

باب قول اللّٰہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرة الیٰ ربها ناظرة

غرض حق تعالیٰ کی زیارت کا اثبات ہے بغیر جہت کے بغیر صورت کے بغیر مقابلہ کے اور بغیر مقدار ثابت کرنے کے صرف اللہ تعالیٰ ہماری آنکھوں میں قوت پیدا فرمائیں گے اور ہم اپنے آقا کی زیارت سے مشرف ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ **الموبق:** ہلاک کیا ہوا۔ **المخردل:** گرایا ہوا۔ **یتجلی:** اللہ تعالیٰ ظاہر ہوں گے۔ **قد امتحشوا:** جل بھچے ہوں گے۔ **ینبتون تحته:** پانی کے نیچے سے اگ آئیں گے۔ **کما تنبت الحبة فی حمیل السیل:** جیسے سیلاب میں لایا ہوا دانہ جلدی اگ آتا ہے۔ **قد قشبنی ریحها:** مجھے تکلیف پہنچائی ہے اور ہلاک کردیا ہے اس کی بو نے۔ **انفهقت له الجنة:** اس کو جنت وسیع نظر آئے گی۔ **الحبرة:** نعمت۔ **صحواً:** بادل سے خالی۔ **غبرات:** بچے ہوئے۔ **مدحضة:** پھسلنے کی جگہ اس کے بعد مزلة یہ صفت کاشفہ ہے اسی کی وضاحت ہے۔ **خطا طیف و کلالیب:** کنڈے اور کانٹے۔ **حسکة:** سخت کانٹا۔ **مفلطحة:** چوڑا۔ **عقیفاء:** مڑا ہوا۔ **مکدوس:** گرایا ہوا۔ **فی داره.** اس کے معنی ہیں فی جنتہ۔

باب ما جاء فی قول اللّٰہ تعالیٰ ان رحمة اللّٰہ قریب من المحسنین

غرض صفت رحمت کا اثبات ہے اجمال کے درجہ میں تو یہ صفت ہے ذات کی اور تفصیل کے درجہ میں کہ فلاں انعام دیا فلاں انعام دیا صفت فعل شمار کی گئی ہے کہ حق تعالیٰ کے افعال ہیں اجمال کا مطلب یہ ہے کہ وہ اطاعت کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں اور ان سے ضرر دور فرماتے ہیں۔ **سفع:** لپٹ اور شعلہ۔

باب قول اللّٰہ تعالیٰ ان اللّٰہ یمسک السمٰوات والارض ان تزولا

غرض (۱) ثابت کرنا ہے صفت امساک کا اور ابقاء کا (۲) دوسری غرض ثابت کرنا ہے صفت حلم کا کیونکہ اسی آیت کے اخیر میں ہے انه کان حلیماً غفوراً (۳) تیسری غرض ثابت کرنا ہے مغفرۃ کا۔

باب ما جاء فی خلق السمٰوات والارض وغیرهما من الخلائق

غرض صفت خلق وتکوین کا بیان ہے یعنی مبدا اعلا اخراج من العدم الی الوجود۔

باب ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین

غرض ثابت کرنا ہے تقدیر کا جس کے معتزلہ منکر ہیں اور تمہید ہے صفت کلام کے اثبات کی۔

باب قول اللّٰہ تعالیٰ انما قولنا لشئی اذا اردناه

غرض (۱) صفت قدرت کا اثبات ہے جس کے جہمیہ منکر ہیں (۲)

معتزلہ پر رد ہے جو اللہ تعالیٰ کی کلام کو مخلوق کہتے ہیں۔ عقلاً بھی صفت کلام کا قدیم ہونا ضروری ہے ورنہ تسلسل لازم آئے گا۔ کہ کلام کسی اور کلام کی محتاج اور وہ کسی اور کی وہ کسی اور کی لا الیٰ نھایۃ۔

باب قول الله تعالیٰ قل لو كان البحر مدادًا لكلمات ربي لنفد البحر قبل ان تنفد كلمٰت ربي

غرض رد ہے معتزلہ پر جو کہ اللہ تعالیٰ کی کلام کو مخلوق کہتے ہیں کیونکہ کلام اس آیت میں موصوف ہے نہ ختم ہونے کے ساتھ اگر کلام مخلوق ہوتی تو باقی مخلوق کی طرح ختم ہو جاتی۔

باب في المشية والارادة

غرض (۱) رد ہے جہمیہ پر جو صفت مشیت اور ارادہ کا انکار کرتے ہیں (۲) ردّ ہے معتزلہ پر جو افعال عباد کو مشیۃ عباد پر مبنی مانتے ہیں۔ **نزلت في ابي طالب:**۔ اس کی تفصیل پیچھے سورۃ قصص کی تفسیر میں گزری ہے۔

باب يريد الله بكم اليسر و لا يريد بكم العسر

غرض صفت ارادہ کا اثبات ہے اور جہمیہ کا رد ہے کیونکہ وہ صفت ارادہ کا انکار کرتے ہیں۔ **خامة الزرع:**۔ کھیتی۔ **تكفئها:**۔ اس کے معنی تقلبها پھیرتی ہیں۔ **الا رزة:**۔ یہ صنوبر کا درخت ہے جس کو سرو کا درخت کہتے ہیں۔ **صمًا:**۔ اس کے معنی ہیں سخت۔ **يقصمها:**۔ توڑتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ۔ **اذا شآء:**۔ یہ محل ترجمہ ہے۔ **او كان ممن استثنى الله:** اشارہ ہے اس آیت کی طرف **فصعق من في السمٰوات و من في الارض الا من شاء الله** و **كان من شانهما ما قص الله** یہ محل ترجمہ ہے کیونکہ اس قصہ میں **ستجدني ان شاء الله صابرًا** بھی ہے۔

باب قول الله تعالیٰ و لا تنفع الشفاعة الا لمن اذن له

امام بخاریؒ کی دو غرضیں ہیں (۱) ردّ معتزلہ وغیرہ کا جو کلام کو اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں مانتے (۲) کلام اللہ میں حروف و اصوات بھی ہیں جیسا کہ حنابلہ قائل ہیں۔ اس مسئلہ میں تین اہم قول ہیں (۱) معتزلہ خوارج، مرجئہ، جہمیہ، نجاریہ اس کے قائل ہوئے کہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے کے یہ معنی ہوئے کہ انہوں نے کلام پیدا فرمائی لوح محفوظ میں اور لسان جبرئیل علیہ السلام میں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک میں اور دوسرے انسانوں کی زبانوں میں۔ (۲) اہل حق کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہیں ایسی صفت کے ساتھ جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے لیکن مخلوق کی کلام کی طرح نہیں ہے (۳) بعض نے صعوبۃ مقام کی وجہ سے توقف کر لیا۔ پھر انبیاء علیہم السلام کا اجماع ہے کہ حق تعالیٰ متکلم ہیں اور یہ اجماع ان حضرات سے تواتر کے ساتھ منقول ہے کیونکہ ان حضرات نے فرمایا کہ امر اللہ بکذا او نھی عن کذا۔ پھر اہل حق کے نزدیک درجہ کلام نفسی کا یہ صفت ازلیہ ہے اس کو ادا کیا جاتا ہے نظم کے ساتھ اور اس نظم کو کلام لفظی کہتے ہیں۔ دلیل اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہیں اور یہ اجماع انبیاء علیہم السلام سے تواتر کے ساتھ منقول ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ تکلم بغیر صفت کلام محال ہے پھر حنابلہ نے کہہ دیا کہ کلام جو مرکب ہے اصوات سے اور حروف سے وہ قدیم ہے یہ بداہت کے خلاف ہے کیونکہ جمہور کے نزدیک قدیم کلام نفسی ہے وہ حروف و اصوات کی جنس سے نہیں ہے سوال۔ امر و نہی بلا مامور اور منہی سفاہت ہے۔ جواب: معنی یہ ہیں کہ وہ عمل کریگا جب موجود ہوگا اور عمل کا اہل ہوگا پس علم امر میں وجود مامور کافی ہے ایسے ہی مامور کی موت کے بعد بھی یہی درجہ کافی ہے۔ سوال ازل میں ماضی تو جھوٹ ہے جواب ازل میں ماضی اور مستقبل نہیں ہے پھر قرآن مشترک ہے لفظی اور نفسی کے درمیان۔ نفسی قدیم ہے اور لفظی حادث ہے۔ جمہور اہل حق کے نزدیک پھر حنابلہ نے کہہ دیا کہ نقوش و مکتوب اور اصوات و الفاظ ملفوظ اور جلد اور غلاف بھی قدیم ہیں۔ پھر ملا علی قاری نے جو فقہ اکبر کی شرح میں امام صاحب اور صاحبین سے نقل فرمایا ہے کہ جو قرآن پاک کو مخلوق کہے وہ کافر ہے تو اس سے مراد کلام نفسی اور کفر سے مراد بھی کفران نعمت ہے اور بعضوں نے جو یہی کفر مرفوعا نقل کیا ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور بعض حنابلہ کا غلاف وغیرہ کو قدیم کہنا خلاف بداہت ہے۔ اشاعرہ اور معتزلہ کا اختلاف اس طرف لوٹتا ہے کہ ہم کلام نفسی کو ثابت کرتے ہیں وہ ثابت نہیں کرتے ورنہ۔ نہ ہم الفاظ کو قدیم کہتے ہیں

نہ وہ کلام نفسی کو حادث کہتے ہیں۔ وہ متکلم ہونے کے معنی صرف خلق کلام فی محالھا کرتے ہیں اور وہ جو منزل ومکتوب ہونے کا ذکر کرتے ہیں یہ حنابلہ کے خلاف ہے ہمارے جمہور کے خلاف نہیں ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ یہ قدیم نہیں ہے۔ پھر معتزلہ کا یہ توجیہ کرنا کہ متکلم کے معنی ہیں کہ وہ کلام کو پیدا کرتا ہے اپنے محل میں یہ سفاہت ہے کیونکہ متکلم وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ کلام قائم ہو نہ وہ کہ جو کلام پیدا کرے ورنہ پھر مخلوق کی سب صفات خالق کے لئے ثابت ہو جائیں گی پھر سب سے پہلے قرآن پاک کو مخلوق کہنا ہارون رشید کے زمانہ میں واقع ہوا پھر مامون رشید جو اعتزال کی طرف مائل تھے وہ خلیفہ بنے تو انہوں نے اس کا اعلان کر دیا ۲۱۲ھ میں اور امام احمد کو قید کر دیا کیونکہ وہ مخلوق ہونے کا اقرار نہ کرتے تھے پھر مامون کے بھائی معتصم باللہ نے امام احمد کو چالیس کے قریب کوڑے بھی مارے لیکن انہوں نے اقرار نہ کیا۔ پھر حنابلہ نے مدار مسئلہ کا اس پر رکھا ہے کہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور مسموع اور مکتوب کو بھی صفت ہی کہہ دیتے ہیں اور قدیم مانتے ہیں معتزلہ کہتے ہیں کہ کلام تو حروف سے مرکب ہے اس لئے حادث ہے اشعریہ اور ماتریدیہ نے سب دلائل کو جمع کر لیا اور کہہ دیا کہ نفسی قدیم ہے اور لفظی حادث ہے کرامیہ نے حادث کو اللہ تعالیٰ کی صفت بنا صحیح کہہ دیا اور یہ باطل ہے کیونکہ محل حوادث تو خود حادث ہوتا ہے لیکن تحقیق حنابلہ کے مذہب کی یہ ہے کہ حروف اللہ ہمارے حروف کی طرح نہیں ہیں یہ صرف ہماری قرات میں ظاہر ہوتے ہیں پس قرات حادث ہے اور مقرو قدیم ہے پس حقیقت میں امام احمدؒ کا مذہب جمہور کے خلاف نہیں ہے قرات حادث ہے مقرو قدیم ہے کتابت حادث ہے مکتوب قدیم ہے تصور ہمارا حادث ہے متصور قدیم ہے صرف بعض حنابلہ نے اس کو اس پر محمول کیا ہے کہ غلاف بھی اور جلد بھی قدیم ہے اصل مذہب امام احمد کا جمہور کے خلاف نہیں ہے و سکن الصوت معلوم ہوا کہ کلام اللہ میں صوت ہے۔ جواب یہ وہ صوت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے کلام پر دلالت کے لئے۔ **ما اذن اللہ لشئ ما اذن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم یتغنی بالقران:۔** جب سنتے ہیں تو کلام بھی فرماتے ہیں متکلم ہونا ثابت ہوا۔

باب کلام الرب مع جبریل ونداء اللہ الملئکتہ

یہ بھی رد ہے معتزلہ وغیرہ پر کہ کلام کا اللہ تعالیٰ کی صفت ہونا ثابت ہے اس میں لسان اور شفتین کی ضرورت نہیں ہے دوسری غرض اللہ تعالیٰ کے لئے حروف واصوات کا ثابت کرنا ہے کیونکہ تلقی لازم اور تلقی القران بلا حروف واصوات نہیں ہے جواب جمہور کی طرف سے یہ ہے کہ یہ الفاظ کلام حقیقی پر دال ہیں۔ **فبشرنی:۔** یہ تبشیر اللہ تعالیٰ کی خبر دینے سے ہے اس لئے کلام اللہ ثابت ہوگئی۔

باب قول اللہ تعالیٰ انزلہ بعلمہ

غرض کی تقریریں (۱) کلام اللہ مخلوق نہیں ہے اس کے باوجود یہ موصوف ہے انزال کے ساتھ بمعنی افہام (۲) کلام اللہ ایسے انزال کے ساتھ ہے جو ان کی شان کے مناسب ہے (۳) رد کرنا ہے معتزلہ پر کہ کلام اللہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں پیدا نہیں کی جاسکتی بلکہ اتاری جاتی ہے اللہ تعالیٰ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (۴) قرآن پاک پہلے دل پر نازل ہوتا تھا پھر زبان پر آتا تھا اگرچہ عام کلام پہلے کان پر آتی ہے پھر دل سمجھتا ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ

غرض (۱) معتزلہ کا رد ہے کہ صفت کلام ثابت ہے کیونکہ کوئی اللہ تعالیٰ کی صفت کو بدل نہیں سکتا اور جب بندہ پڑھتا ہے تو مورد کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا وارد بندہ کا فعل ہے یہ تبدیل ہو سکتا ہے (۲) دوسری غرض یہ بھی ہے کہ قرآن پاک کے علاوہ بھی کلام اللہ ثابت ہے جیسے اس باب کی روایت میں ایسی کلام ہے جو قرآن پاک نہیں ہے لم یبتئر اولم یبتئز نیکی چھپا کر نہ رکھی خزانہ نہ بنائی شک راوی ہے یعنی میں کوئی بڑا بزرگ نہیں ہوں۔ **فاسحقونی اوقال فاسحکونی:۔** شک راوی دونوں کے معنی رگڑ دینا ہے۔ **فما تلافاہ ان رحمہ:۔** (۱) الذی تلافاہ ھی الرحمۃ (۲) ما تلافاہ الا الرحمۃ پس الا محذوف ہے (۳) ما تلافاہ عدم الاجتنار لاجل الرحمۃ یعنی خزانہ نہ بنانے پر بھی عذاب نہ دیا اپنی رحمت عظیمہ کی وجہ سے۔ اے اللہ مجھے بھی

اپنی اسی رحمت عظیمہ کی وجہ سے بلا ابتدار ہی بخش دیجئے آمین۔ **عندھا:** ضمیر تو لوٹتی ہے خصلت ابتدار کی طرف لیکن عدم مضاف محذوف ہے ای عند عدم الابتدار اگرچہ نیکی کا خزانہ نہیں بنایا لیکن پھر بھی اپنی رحمت عظیمہ کی وجہ سے بخش دیا۔

باب كلام الرب عزوجل يوم القيامة مع الانبياء وغيرهم

غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام فرمائیں گے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ پھر تعدد ابواب کا یہ ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ مختلف مواضع میں کلام اللہ واقع ہوتی ہے۔ **شفعت:** میری شفاعت قبول کی جائے گی یہاں اختصار ہے حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ آپ کی شفاعت قبول کی گئی اس لئے یہ محل ترجمہ ہے۔ **انظر الیٰ اصابع رسول الله صلى الله عليه وسلم:** انگلیوں سے حقیر ہونے کی طرف اشارہ فرمارہے تھے۔ **ماج الناس:** یہ لیا گیا ہے۔ ماج البحر سے کہ موجوں نے اضطراب کیا۔ **فیؤذن لی:** مسند بزار میں اس کے بعد یوں ہے یارب عجل علی الخلق الحساب پھر امتیں اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ جائیں گی پھر جہنم ظاہر ہوگی اور موازین اور پل صراط اور صحف وغیرہ پھر شفاعت امت ہوگی۔ بقول امتی امتی۔ **ھیه:** یہ کلمہ زیادتی طلب کرنے کے لئے ہے یعنی ضرور بیان فرمائیں۔ **جمیع:** مجتمع کے معنی میں ہے یعنی جوان۔

باب وكلم الله موسىٰ تكليما

غرض کلام کے صفت اللہ ہونے کی قوی ترین دلیل کا ذکر ہے۔ کیونکہ تکلیما مفعول مطلق مجاز کے احتمال کو ختم کرنے کے لئے ہے اور یہ اصول نحاۃ کا اجماعی اصول ہے **فیذکر لهم خطيئة التي** اصاب یہاں اختصار ہے لمبی روایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے کا بھی ذکر ہے۔ **قبل ان يوحىٰ اليه:** (۱) اس لفظ کا بہت سے محدثین نے انکار کیا ہے کہ یہ ثابت ہی نہیں ہے (۲) یہ خواب پر محمول ہے کیونکہ اخیر میں واستیقظ ہے راجح پہلا قول ہے اور واستیقظ کے معنی ہیں آکر سوئے تھے یا (۳) عالم علوی سے ہوش میں آئے تھے۔ سوال: روایتوں میں انبیاء علیہم السلام کی ترتیبیں ملاقات کی مختلف کیوں ہیں۔ جواب: انبیاء علیہم السلام اترتے چڑھتے رہتے ہیں اس لئے دو جگہ ملاقات ہوسکتی ہے۔ اذفر زیادہ خوشبو والی۔

باب كلام الرب عزوجل مع اهل الجنة

پیچھے انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کے ساتھ کلام کا ذکر تھا اب عام اہل جنت کے ساتھ کلام کا ذکر ہے۔ **تکویرہ جمعه باب ذکر الله بالامر:** (۱) پیچھے تکلم تھا آمنے سامنے تھا۔ اب تکلم ہے غائبانہ (۲) دوسری غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاکر بھی ہیں مذکور بھی ہیں۔

باب قول الله تعالىٰ فلا تجعلوا لله انداداً

غرض رد کرنا ہے معتزلہ پر کہ وہ بندے کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں یہ تو ایک قسم کا شرک ہے۔ **وما ذكر في خلق افعال العباد واكسابهم** تقدیر عبارت یوں ہے۔

باب ما ذكر في خلق افعال العباد واكسابهم

اور یہ ترجمۃ الباب کا جزء ہے اور یہ پہلا باب ہے جس میں فرق بتلانا چاہتے ہیں تلاوت اور متلو میں اور رد ہے اس پر جو فرق نہیں کرتا۔ اسی سے تعلق ہے آئندہ بابوں کا۔

باب لاتحرك به لسانك

کہ زبان ہلانا بندہ کا فعل ہے ایسے ہی **اسروا قولكم او اجهروا به** یہ بھی بندہ کا کام ہے پھر قراۃ فاجر و منافق آئے گا پھر آخری۔

باب كلمتان حبيبتان الى الرحمٰن

والا باب آئے گا ان سب میں یہ بات بیان فرمارہے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں لیکن ان سے جن افعال عباد کا تعلق ہے وہ افعال عباد تو حادث اور مخلوق ہیں اور انسان ان کا سب بالاختیار ہے اس میں جہمیہ کا بھی رد ہے جو انسانوں کو مجبور محض مانتے ہیں اور معتزلہ کا بھی رد ہے جو کہتے ہیں کہ افعال عباد میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کچھ دخل نہیں ہے صحیح مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی ہے کہ **لاجبر ولاقدر بل الامر بين الامرين** کہ خلق حق تعالیٰ کی ہے اور کسب بندہ کا ہے اس لئے امام بخاریؒ جب اللہ تعالیٰ کی کلام کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ انسان کے افعال جو کلام اللہ سے متعلق ہیں جیسے تلاوت، کتابت، اسرار، جہر یہ سب امور دراصل حادث ہیں کیونکہ افعال عباد ہیں اگرچہ مورد قدیم ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ تلاوت غیر متلو ہے جیسے عبادت غیر معبود ہے ذکر غیر مذکور ہے اس مسئلہ کا نام ہے مسئلۃ اللفظ اس پر انکار امام احمد کا بہت سخت تھا ایسے ہی ان کے

خصوصی متبعین کا انکار بھی سخت تھا۔ یہ حضرات لفظی بالقرآن مخلوق کہنے کو اچھا نہ سمجھتے تھے سب سے پہلے جس نے یہ کہا کہ لفظی بالقرآن مخلوق ہے وہ حسین بن علی الکرابیسی تھے جو امام شافعیؒ کے شاگرد تھے پھر داؤد بن علی اصبہانی الظاہریؒ نے یہی کہا یہ امام احمد کے ہم عصر تھے۔ پھر امام بخاریؒ نے بھی یہی کہا لیکن امام بخاریؒ نے اپنے استاد امام احمدؒ کے ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے یوں تو نہ کہا لفظی بالقرآن مخلوق بلکہ یوں کہا افعال العباد مخلوقۃ۔ حقیقت میں امام احمد کا اصل رد اس لفظ پر تھا لفظی بالقرآن مخلوق اور وہ فرق ظاہر نہ کرتے تھے تلاوت اور متلو میں حالانکہ اعتقاد ان کا بھی یہی تھا کہ تلاوت اور متلو میں فرق ہے لیکن اس کو ظاہر نہ فرماتے تھے تا کہ اعتزال کا مادہ جڑ سے اکھاڑا جا سکے اور امام بخاریؒ ان لوگوں پر رد کرنا چاہتے تھے جو انسانوں کی اصوات کو بھی غیر مخلوق کہہ رہے تھے اس لئے اپنے استاذ امام احمدؒ کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے یہ لفظ تو نہ کہا امام بخاریؒ نے لفظی بالقرآن مخلوق بلکہ یوں کہا افعال العباد مخلوقۃ۔

باب قول اللہ تعالیٰ وما کنتم تستترون ان یشھد علیکم سمعکم ولا ابصارکم

اس باب کی غرض صفت سمع کا اثبات ہے حق تعالیٰ کے لئے کیونکہ معتزلہ نے اس کا بھی انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ سماع کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کیونکہ معتزلہ نے اس کا بھی انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ سماع کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور یہ حقیقت میں معتزلہ کا ظاہر قرآن وحدیث کا انکار ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ کل یوم ھو فی شان

اس باب کی غرض مختلف تقریریں ہیں (۱) جائز ہے محدث کا لفظ بولنا قرآن پاک پر البتہ لفظ مخلوق کا اطلاق جائز نہیں ہے کیونکہ محدث کا لفظ خود قرآن پاک میں مذکور ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نقل فرما رہے ہیں وما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث اور محدث کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے کیونکہ کل یوم ھو فی شان اس مناسبت سے یہ آیت ذکر فرمائی (۲) مذہب کرامیہ کا لے لیا جو کہتے ہیں کہ حوادث اللہ تعالیٰ کی ذات سے قائم ہیں لیکن یہ تقریر بعید ہے کیونکہ کرامیہ کے مذہب کا بطلان عقلاً ونقلاً ظاہر ہے کیونکہ محل حوادث خود حادث ہوتا ہے (۳) انزال حادث ہے منزل قدیم ہے پس اللہ تعالیٰ کے بھی افعال جزئیہ حادث ہوتے رہتے ہیں البتہ صفات قدیم ہیں (۴) گذشتہ باب کی تائید ہے کہ اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ پیدا فرماتے رہتے ہیں پس جمیع افعال عباد اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ **وان حدثہ لا یشبہ حدث المخلوقین:** مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تعلق مخلوق سے حادث ہے اگرچہ حق تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں گویا قدیم صفات کے تعلقات حادث ہیں اور مخلوق میں صفات مخلوق بھی حادث ان صفات کا تعلق افعال سے بھی حادث۔

باب قول اللہ تعالیٰ لا تحرک بہ لسانک

غرض یہ ہے کہ قرآن پاک قدیم ہے لیکن تحریک لسان حادث ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ واسروا قولکم او اجھروا بہ

غرض یہ ہے کہ قرأۃ غیر مقرو ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل اتاہ اللہ القراٰن فھو یقوم بہ اناء اللیل والنھار

غرض یہ ہے کہ قرآن پاک قدیم ہے اور اس کی تلاوت فعل عبد حادث ہے **سمعت سفیان مرارا لم اسمعہ یذکر الخبر** میں نے سفیان بن عیینہ سے کئی بار یہ حدیث سنی ہے انہوں نے اس میں اخبرنا نہیں فرمایا۔

باب قول اللہ تعالیٰ یا یھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک

غرض یہ ہے کہ قرآن پاک قدیم ہے لیکن ابلاغ حادث ہے۔

و سیری اللہ عملکم: پیچھے کلام زہری میں تسلیم کا ذکر تھا اس کی تائید آیت سے کردی کہ کوئی اپنے کو اچھا نہ کہے بلکہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔ اور عمل میں قرأت بھی داخل ہے جو کہ حادث ہے اور مقرو قدیم ہے۔ **لا یستخفنک احد:** کوئی تجھے ہلکا نہ بنا دے کہ اس کو اچھا کہنا شروع کردو۔ **بیان و دلالۃ:** غرض یہ ہے کہ بیان اور دلالت اور حکم انواع تبلیغ سے ہیں اور یہ سب حادث ہیں۔

ھذہ اعلام القراٰن: لفظ بعید کا بول کر قریب مراد لیا گیا ہے یہ جائز ہے۔ **یضاعف لہ العذاب الاٰیۃ:** اس حدیث کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ آیت حدیث سے پہلے نازل ہو چکی تھی پس حدیث استنباط ہے اور تبلیغ ہے آیت کے لئے جو کہ حادث ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا

غرض یہ ہے کہ تلاوت اور عمل فعل عبد ہے اور حادث ہے متلو اور

معمول قدیم ہے۔ **واعطیتم القرآن فعملتم به:۔** قرآن پاک قدیم ہے اور اس پر عمل حادث ہے۔ **ثم حج مبرور:۔** یہ انسان کا عمل ہے اور حادث ہے۔

باب وسمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ عملاً

یہاں باب بلاترجمہ ہے اور اس کے بعد حدیث ہے غرض یہ ہے کہ صلوٰۃ حادث ہے اور اس میں جو قرآن پڑھا جاتا ہے وہ قدیم ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ ان الانسان خلق هلوعاً

غرض یہ ہے کہ اعمال کی طرح اخلاق انسان کے بھی حادث ہیں۔ **اکل اقواماً:۔** یہ لفظ وکالت سے ہے۔

باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروایته عن ربه

غرض یہ ہے کہ ذکر اور روایت حادث ہیں اور مذکور اور مروی قدیم ہیں تقربت الیه ذراعاً سوال حق تعالیٰ تو ذراع چلنے سے پاک ہیں۔ جواب یہاں صنعت مشاکلہ ہے کہ معنوی قرب کو پڑوس کی وجہ سے تقربت فرمایا گیا ہے (۲) استعارہ تمثیلیہ ہے مشبہ کی طرف بھی چند چیزیں ہیں اور مشبہ بہ کی طرف بھی چند چیزیں ہیں مشبہ کی چند چیزوں سے ہیئت انتزاع کر کے اس کو تشبیہ دی گئی اس ہیئت کے ساتھ جو مشبہ بہ کی طرف چند چیزوں سے منتزع کی گئی کہ دو آدمی ہوں ایک تھوڑا سا چلے تو اس کے سامنے والا زیادہ چلے ایک آہستہ چلے تو دوسرا تیز چلے یہ سب مشبہ بہ کی طرف ہیں نیکی ہے حق تعالیٰ اپنا قرب ورضا عطا فرماتے ہیں کہ تھوڑے عمل پر زیادہ بدلہ دیتے ہیں یہ مشبہ کی طرف ہیں ایک ہیئت کو دوسری ہیئت سے تشبیہ دی گئی (۳) ملزوم بول کر لازم مراد ہے حسی قرب بول کر معنوی قرب مراد ہے کیونکہ تھوڑی جگہ کو لازم ہے کہ دوست بہت راضی ہے۔ **ثلث مرات:۔** باب سے مناسبت یہ ہے کہ روایت عام ہے قرآن اور غیر قرآن سے اور اس حدیث میں روایت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے حق تعالیٰ سے صورت قرآن میں اور جائز ترجیع کی صورت مذ ہوتی ہے اپنے موقعہ میں یا دو دفعہ ایک ہی آیت مدوال پڑھنا پہلے آہستہ پھر بلند آواز سے۔

باب ما یجوز من تفسیر التوراۃ وغیرها من کتب اللہ بالعربیة و غیرها

غرض یہ ہے کہ ترجمہ حادث ہے اور مترجم قدیم ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الماهر بالقرآن مع السفرة الکرام

غرض یہ ہے کہ مہارت قرأت میں حادث ہے اور مقرو قدیم ہے۔ **فارفع صوتک بالنداء:۔** جب اذان پر سننے والے گواہ بنتے ہیں تو تلاوت پر بطریق اولیٰ بنتے ہیں اس لئے یہی محل ترجمہ ہے کہ تلاوت حادث اور مقرو قدیم ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر

معنی الذکر الاتعاظ والحفظ یہ دونوں حادث ہیں اور مذکور قرآن پاک قدیم ہے کل میسر لما خلق له انسان کا عمل حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت علم وتکوین جس کو تقدیر کہتے ہیں وہ قدیم ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ

غرض یہ ہے کہ قرآن پاک قدیم ہے اور لوح محفوظ اور اس میں لکھنا حادث ہے۔ **لیس احد یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ عزوجل:** آسمانی کتابوں میں وجہ اللہ تعالیٰ کی صفت کا تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ الفاظ جو اس پر دال ہیں ان کو اہل کتاب نے بدل دیا۔

باب قول اللہ تعالیٰ واللہ خلقکم وما تعملون

غرض رد ہے معتزلہ کا جو کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے الا له الخلق والامر۔

باب قراءۃ الفاجر والمنافق واصواتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم

غرض فرق کرنا ہے وارد اور مورد میں کہ وارد فاجر اور منافق اور مخلص اور فرشتہ میں مختلف ہے مورد واحد ہے ایسے ہی کاہن اور فرشتہ میں وارد مختلف ہے مورد واحد ہے اگر وارد اور مورد میں فرق نہ کیا جائے جیسے بعض حنابلہ کہتے ہیں تو ان احادیث میں مدح اور مذمت میں فرق نہیں رہے گا۔ **فیقر قرها فی اذن ولیه:۔** کان میں ڈالنا ہے آواز کے ساتھ یعنی کان میں کھسر پھسر کرتا ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ ونضع الموازین القسط

امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ اعمال کو قیامت کے دن وزن کیا جائے گا تاکہ ہلکے ہونے اور بھاری ہونے کا پتہ چلے۔ ان ہی

اعمال میں ایک عمل قرأت قرآن بھی ہے اس لئے قرأت قرآن کے لئے خفت بھی ثابت ہوئی اور ثقل بھی ثابت ہوا اور یہ علامت ہے حدوث کی پس قرأت حادث ہے اور مقروقدیم ہے کیونکہ مقرو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس لئے وہ قرآن مقروٴ وزن کئے جانے سے بری ہے اور خالی ہے اور پاک ہے حکمت میزان (۱) اظہار صفت عدل۔ حدیث قدسی ہے کنت کنزاً مخفیاً فاردت ان اظهر . جنت مظہر فضل ہے اور جہنم مظہر عدل ہے اس بارگاہ میں ظلم کا نام ونشان نہیں (۲) دوسری حکمت وزن کرنے کی اہتمام حجت ہے صالحین اور عاصیین دونوں کے لئے کہ فلاں صالح کو اتنا اونچا درجہ کیوں دیا گیا اور فلاں عاصی کو اتنا زیادہ گرایا کیوں گیا؟ اس کی وجہ میزان بتلا دے گی کہ اس کے عمل کتنے وزن والے ہیں اور دوسرے کے کتنے وزن والے ہیں (۳) ہر ایک اپنے اخلاص اور خشوع اور آداب کی مقدار اس میزان کی وجہ سے جان لے گا فسوف ترىٰ اذا انكشف الغبار . افرس تحت رجلك ام حمار . یہ شعر اس شخص کو کہا گیا جو غبار کی وجہ سے سمجھ رہا تھا کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں حالانکہ وہ گدھے پر سوار تھا۔

وزن اعمال کی صورت کیا ہوگی؟

شبہ ہوتا ہے کہ عمل تو صفت ہے وزن والی چیز نہیں ہے اس لئے اس کو تولا نہیں جاسکتا وزن نہیں کیا جاسکتا۔ جواب یہ ہے کہ آج کل لمبائی کو گزوں سے ناپا جاتا ہے اشعار کو علم عروض سے ناپا جاتا ہے حرارت کو تھرما میٹر سے ناپا جاتا ہے بجلی کو بجلی کے میٹر سے سوئی گیس کو اس کے میٹر سے اور خون کے دباؤ کو اس کے آلہ سے ناپا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اعمال کو ناپیں گے پھر اس ناپنے کی صورت کیا ہوگی؟ اس میں تین قول ہیں (۱) اعمال کو جسم بنا دیا جائے گا اور تولا جائے گا (۲) ان کاغذوں کا وزن کیا جائے گا جن میں یہ اعمال لکھے ہوئے ہوں گے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کچھ اجسام اچھی شکل والے اور کچھ اجسام بری شکل والے بنائیں گے اچھے اعمال روح کی طرح اچھے اجسام میں پھونکے جائیں گے اور برے اعمال روح کی طرح برے اجسام میں پھونکے جائیں گے اور ان اجسام کو تولا جائے گا۔ عدد میزان . اس میں دو قول ہیں (۱) موازین اپنے ظاہر پر ہے بہت سے ترازو ہوں گے (۲) ایک ہی میزان ہوگی اور جمع عباد کے لحاظ سے ہے کہ چیزیں بہت سی تولی جائیں گی کس کے لئے ہوگی دو قول ہیں (۱) امام بخاری کا قول بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سب عباد کے لئے میزان ہوگی (۲) راجح عند الجمہور یہ ہے کہ ایک حدیث کی وجہ سے ستر ہزار بلا صحیفہ و بلا میزان جنت میں جائیں گے سوال: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کافروں کے بارے میں فلا نقيم لهم يوم القيامة وزناً جواب علامہ محلی نے تصریح فرمائی ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ ان کی عزت نہ ہوگی۔ **وقال مجاهد القسطاس العدل بالرومية**: . اس قول کے نقل کرنے سے امام بخاری کی غرض اس آیت کی تفسیر ہے واوفوا الكيل اذا كلتم و زنوا بالقسطاس المستقيم پھر یہ لفظ قسطاس قاف کے ضمہ اور کسرہ دونوں طرح استعمال میں آتا ہے پھر عربی زبان اور رومی زبان دونوں میں قسطاس عدل کے معنی میں ہے اس لئے دونوں لغتوں میں توافق ہوگیا۔ و يقال القسط مصدر المقسط و هو العادل شبہ ہوتا ہے کہ مقسط کا مصدر تو اقساط ہوتا ہے قسط نہیں ہوتا جواب یہ ہے کہ زوائد کو حذف کردیں تو قسط رہ جائے گا۔ اس لئے قسط کو مقسط کا مصدر قرار دیا۔

وزن والی حدیث کو اخیر میں کیوں لائے؟

(۱) من كان اخر كلامه لا اله الا الله دخل الجنة پر عمل کرتے ہوئے ذکر والی حدیث کو امام بخاریؒ اپنی کتاب کے اخیر میں لائے۔ (۲) اس آیت پر عمل کرتے ہوئے جو سورۃ نصر میں ہے فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان تواباً کیونکہ اس آیت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ فتح مکہ اور لوگوں کے کثرت سے ایمان لانے کے بعد آپ اپنا وقت اخیر سمجھیں اور تسبیح وتہلیل وتحمید میں مشغول ہو جائیں۔ امام بخاری نے بھی اخیر کتاب وتسبیح وتحمید والی روایت رکھ دی۔ (۳) و سبح بحمد ربك حين تقوم کی تفسیر ایک یہ بھی کی گئی ہے حين تقوم من المجلس اس لئے جیسے مجلس کے اخیر میں تسبیح مستحسن ہے ایسے ہی امام بخاریؒ نے بھی اپنی کتاب کے اخیر میں تسبیح و تحمید والی حدیث کو مستحسن شمار فرمایا (۴) حدیث شریف میں ہے کہ اخیر مجلس میں یہ پڑھنا کفارہ مجلس ہے سبحنك اللهم و بحمدك لا اله الا انت استغفرك و اتوب اليك اس حدیث پاک پر

عمل کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے اخیر میں تسبیح وتحمید والی حدیث رکھی۔(۵) قرآن پاک میں ہے کہ اہل جنت اپنی مجالس کے اخیر میں پڑھا کریں گے واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔اس آیت پر عمل کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے اخیر میں حمد والی حدیث پاک رکھی(۶) دنیا کے امور کا آخری کام ثقل المیزان ہے اس کے بعد تو خالص آخرت ہے اس مناسبت سے کتاب کے اخیر میں ثقل المیزان والی حدیث پاک رکھی امام بخاریؒ نے۔(۷) سورۃ الرحمن کے اخیر میں ہے تبارک اسم ربک ذی الجلال والا کرام جلال میں صفات سلبیہ کی طرف اشارہ ہے جن میں تنزیہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب عیبوں سے پاک ہیں۔یہی بات سبحان اللہ میں ہے اور والا کرام میں صفات ثبوتیہ کی طرف اشارہ ہے جو صفات جمالیہ بھی کہلاتی ہیں وبحمده میں صفات ثبوتیہ اور جمالیہ ہیں اس لحاظ سے امام بخاریؒ نے سورۃ الرحمن کے اختتام کا طرز اپنی کتاب کے اختتام میں لیا۔

صحیح بخاری کی ابتداء اور انتہا میں مناسبت

(۱) سب سے پہلا باب رکھا کیف کان بدء الوحی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم کیونکہ شریعت وحی پر موقوف ہے اور پھر وحی اللہ تعالیٰ کی صفت کلام پر موقوف ہے اس لئے آخری باب میں کلام کا مسئلہ کہ قرأت حادث ہے اور مقروکلام اللہ قدیم ہے اس لحاظ سے صحیح بخاری کے شروع اور اخیر میں مناسبت ہوگئی(۲) بخاری شریف کی ابتداء میں اول الاعمال ہے یعنی ایمان اور اخیر باب میں آخری عمل ہے تسبیح وتحمید جیسا کہ سورۃ النصر میں اشارہ ہے (۳) شروع میں نیت والی حدیث ہے انما الاعمال بالنیات اور اخیر میں ثقل اعمال کا ذکر ہے نیت کے عمدہ ہونے سے ہی اعمال میں ثقل ہوتا ہے اس لئے نیت والی حدیث اور ثقیلتان فی المیزان میں مناسبت ہوگئی۔کلمتان اس میں جزء بول کر کل مراد ہے کیونکہ سبحان الله وبحمده پوری کلام ہے اور سبحان اللہ العظیم بھی پوری کلام ہے جیسے کلمہ شہادت میں بھی کلمہ بول کر کلام مراد ہے کیونکہ اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله پوری کلام ہے پھر کلمتان کی دو ترکیبیں کی گئی ہیں(۱) کلمتان اپنی تین صفتوں حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان کے ساتھ خبر مقدم ہے اور خبر کا مقدم کرنا شوق دلانے کے لئے ہے کہ مبتدا موخر بہت قیمتی چیز آرہی ہے جیسے اس شعر میں ہے ثلثة تشرق الدنیا ببهجتها شمس الضحیٰ وابوا سحٰق والقمر (۲) دوسری ترکیب شیخ ابن الہمام نے بیان فرمائی ہے کہ کلمتان اپنی تینوں صفتوں کے ساتھ مل کر مبتداء ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اصل یہی ہے کا ابتداء پہلے ہو دوسرے اس وجہ سے کہ کلمتان کا فائدہ تین صفات کی وجہ سے ہے اور سبحان اللہ بحمدہ سبحان اللہ العظیم کا فائدہ خود ان دونوں کی ذات سے ہے اس لئے سبحان الله وبحمده سبحان اللہ العظیم کا خبر بننا ہی اولیٰ ہے کیونکہ کلام میں اصل فائدہ خبر ہی سے حاصل ہوتا ہے۔حبیبتان یہ محبوبتان کے معنی میں ہے کیونکہ اس میں صفات جلالیہ اور جمالیہ جمع ہیں جیسے ابھی گذرا۔الی الرحمن لفظ رحمن اختیار فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ رحمن میں وسعت ہے یعنی وہ ایسی ذات ہے جو عمل قلیل پر ثواب کثیر عطا فرماتی ہے۔خود کہ یابی این چنیں بازار را۔کہ بیک گل می خری گلزار را۔ خفیفتان علی اللسان سهل النطق بھی ہیں اور سریع النطق بھی ہیں ثقیلتان فی المیزان کیونکہ ثواب بہت زیادہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا کہ نیکی ثقیل ہوتی ہے کیونکہ کڑواہٹ حاضر ہوتی ہے اور مٹھاس جو آخرت میں ملنے والی ہے وہ غائب ہوتی ہے حاضر کڑواہٹ کی وجہ سے کہیں چھوڑ نہ دینا اس کے برعکس گناہ کی مٹھاس حاضر ہوتی ہے دنیا میں اور کڑواہٹ یعنی عذاب غائب ہوتا ہے کیونکہ وہ آخرت میں ہوتا ہے کہیں موجودہ مٹھاس کو دیکھ کر کر نہ لینا۔

تسبیح مکرر کیوں ہے؟

(۱) اللہ تعالیٰ کی پاکی کے منکر کافر بہت زیادہ ہیں اس لئے سبحان اللہ دو دفعہ رکھا گیا۔(۲) عیبوں سے پاک ہونا جو سبحان اللہ میں ہے یہ ہماری عقل میں آجاتا ہے اور حق تعالیٰ کے کمالات جو بحمدہ میں ہیں ہماری عقل سے اونچے ہیں اس لئے سبحان اللہ زیادہ پڑھنا اور زیادہ سوچنا چاہئے۔(۳) تسبیح کبھی امید کی وجہ سے ہوتی ہے اور امید حمد میں ہے کبھی تسبیح خوف سے ہوتی ہے اور خوف عظمت اور اللہ تعالیٰ کے استغناء کو سوچنے سے ہوتا ہے اس لئے بھی تسبیح دو دفعہ ہے۔

فضائل تسبیح و تحمید

(۱) فی مسلم عن سمرۃ مرفوعاً افضل الکلام۔ فی روایۃ احب الکلام سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر افضل اور احب کیوں فرمایا۔ اکابر کی کلام سے یہ وجہ ثابت ہوتی ہے کہ اعمال صالحہ تسبیح کی برکت سے عیبوں سے پاک کئے جاتے ہیں اور الحمدللہ کی وجہ سے وزنی بنتے ہیں اور لا الہ الا اللہ کی برکت سے قبول ہوتے ہیں اور تکبیر کی برکت سے رفع درجات کا سبب بنتے ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم میں بھی یہ چاروں ذکر جمع ہیں کیونکہ سبحان اللہ میں لا الہ الا اللہ بھی ایک درجہ میں موجود ہے (۲) حضرت یونس علیہم السلام کی نجات لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین سے ہوئی (۳) روح المعانی میں پارہ ۱۹ میں روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا اڑتا ہوا تخت دیکھ کر کہا تھا سبحان اللہ ماذا اوتی آل داؤد تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو جا کر فرمایا تھا تسبیحۃ واحدۃ یقبلھا اللہ تعالیٰ خیر مما اوتی آل داؤد۔ کہ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا میری پوری سلطنت سے بہتر ہے (۴) جلالین میں فاذکرونی اذکرکم (پارہ ۲) کے ماتحت یہ حدیث قدسی نقل کی گئی ہے من ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی و من ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر من ملائہ۔

الوداعی نصیحتیں: (۱) والذین ھم عن اللغو معرضون اور حدیث پاک میں ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے فرمایا کہ مجھے میرے شیخ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے فرمایا کہ وقت ضائع نہ کرنا مجھے اسے بہت زیادہ فائدہ ہوا بہت کام کرنے کا موقعہ ملا۔

اے خواجہ چہ پرسی زشب قدر نشانی
ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی

(۲) اکثروا ذکر ھاذم اللذات الموت۔ گناہ چھوڑنے کی ایک اہم تدبیر یہی ہے کہ روزانہ ایک وقت مقرر کر کے سوچے کہ میں مر چکا ہوں قبر میں سوالات ہو رہے ہیں پھر قیامت میں سب کے سامنے پوچھ ہو رہی ہے عذاب کا اندیشہ ہے۔ بلکہ جب آسمان پر نظر پڑے تو جنت کا تصور کرے کیونکہ وہ ساتویں آسمان پر ہے اور جب زمین پر نظر پڑے تو سوچے کہ میرے پاؤں کے نیچے نا معلوم کتنے دفن ہیں۔

کل پاؤں ایک کاسہ سر پر جو آ گیا
یکسر وہ استخواں شکستہ سے چور تھا
بولا ذرا سنبھل کے چلو راہ بے خبر
میں بھی کبھی کسی کا سر پر غرور تھا

اور قبر کو دیکھ کر تو ضرور ہی اپنی موت یاد کرنی چاہئے۔ (۳) ہر وقت یہ حدیث پیش نظر رکھے کہ دین کا اونچا مقام احسان ہے اس کے معنی ہیں ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک راجح یہ ہے کہ اس حدیث میں ایک ہی درجہ ہے کہ دار و مدار اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں میں ان کو دنیا میں دیکھوں یا نہ دیکھوں گویا اس آیت کا تصور ہر وقت رکھے۔ الم یعلم بان اللہ یری۔ ایک بزرگ کے پاس کچھ سالکین دینی ترقی کے لئے آئے ان کو چالیس دن یہ مراقبہ کرنے کا حکم دیا کہ اس آیت کو پڑھو اور اس کے معنی سوچو الم یعلم بان اللہ یری۔ پھر ان کا امتحان لیا کہ ہر ایک کو ایک ایک کبوتر اور ایک ایک چھری دی کہ چھپ کر ذبح کر لاؤ کوئی جھاڑی کے نیچے کوئی دیوار کے پیچھے کوئی کمرے میں چھپ کر ذبح کر لایا لیکن ایک شخص زندہ کبوتر لے آیا اس سے دریافت فرمایا کہ تم زندہ کیوں لے آئے عرض کیا کہ مجھے چھپنے کی جگہ ہی نہیں ملی جہاں جاتا ہوں اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ تو کامیاب ہوا باقی سب ناکام ہوئے۔ حدیث شریف میں ہے والحیاء شعبۃ من الایمان۔ حیاء کا اونچا مقام یہی ہے کہ ہر وقت دل میں یہ تصور پختہ رہے کہ ان مولاک یراک حیث نہاک کہ جہاں جانے سے مولا نے روکا ہے وہاں وہ دیکھ بھی رہے ہیں کہ تم جاتے ہو یا کہ نہ۔ (۴) یہ نصیحت شروع میں ہو چکی ہے کہ گناہ بالکل نہ کرے یہ تو اپنے گھر سانپ اور بچھو لانا ہے۔ سب نیک کاموں میں اللہ کی رضا یا جنت حاصل کرنے یا عذاب سے بچنے کی نیت کرے کہ یہ تینوں نیتیں اخلاص میں داخل ہیں اور جائز کام جو اینٹ اور پتھر جمع کرنے کی طرح ہیں ان میں بھی عبادت کی تیاری کی ہمیشہ نیت کرنی چاہئے۔ تا کہ یہ اینٹ اور پتھر سونا اور چاندی بن جائیں۔ جو دنیا اور قبر اور ہمیشہ کی آخرت میں کام آنے والے ہیں یہ کیمیا گری اس حدیث پاک میں مذکور ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ ایسا کرنے سے ۲۴ گھنٹے نامہ اعمال میں عبادت ہی عبادت لکھی جائے گی۔ (۵) ہر وقت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کوئی نہ کوئی ذکر ضرور کرتے رہیں یا تلاوت کرتے رہیں یہی طریقہ تھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کیونکہ ابوداؤد کی روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ عزوجل علی کل احیانہ اور ہمیں بھی یہی حکم فرمایا لایزال لسانک رطباً بذکر اللہ اگر یاد نہ رہے تو ہاتھ میں تسبیح رکھیں کسی کے مذاق اڑانے کی پروا نہ کریں

حقیقت میں وہ پہلی غفلت پر ہنستا ہے اسی لئے جو پہلے سے تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں ان پر کوئی نہیں ہنستا جو نیا ہاتھ میں تسبیح رکھنی شروع کرتا ہے اس پر بعض بے وقوف ہنستے ہیں اگر حکومت کسی کو کہہ دے کہ اگر ہاتھ میں تسبیح رکھو گے تو ایک ہزار روپے روزانہ ملیں گے تو کیا پھر بھی کسی کے ہنسنے سے آپ تسبیح چھوڑ دیں گے بڑی نہ رکھ سکیں تو چھوٹی رکھیں یا پھر چھوٹی سی تسبیح مٹھی میں بند رکھیں۔ اگر کوئی شخص روزانہ دفتر جانا شروع کر دے کیونکہ اس کو دس ہزار ماہوار کی ملازمت مل گئی ہو اس کو دفتر جاتے دیکھ کر کوئی ہنسے کہ دس ہزار کے لالچ میں دفتر جاتے ہو تو یہ شخص اسکے ہنسنے سے یہ ملازمت چھوڑ نہیں دیتا کہ لوگ ہنستے ہیں ایسے ہی تسبیح کی برکت سے روزانہ کروڑوں کمائے جا سکتے ہیں کیونکہ روح المعانی پارہ ۱۹ میں روایت منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا اڑتا ہوا تخت دیکھ کر ایک دیہاتی نے کہا تھا سبحان اللہ ہذا اوتی آل داؤد اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ لتسبيحة واحدة يقبلها الله تعالىٰ خير مما اوتي آل داؤد (۶) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ علماء میں اگر استعداد بھی اچھی ہو اور لوگوں سے وہ مستغنار ہیں تو وہ بادشاہ ہیں اس لئے علماء کو کبھی بھی چندہ کے لئے امراء کے دروازے پر نہ جانا چاہئے۔ مسجد میں یا جلسہ میں صرف عام اعلان کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ذکر غیر علماء کریں تو زیادہ اچھا ہے اور استعداد مطالعہ اور درس و تدریس سے بڑھتی ہے اس کا ہمیشہ اہتمام ہونا چاہئے۔ (۷) حب جاہ علماء کے دین کو برباد کرتی ہے اس کو چھوڑنا نہایت ضروری ہے حدیث شریف میں ہے کہ دو بھوکے بھیڑیئے اگر بھیڑ بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا حب شرف اور حب مال کرتے ہیں۔ بڑائی اور نام کی خواہش اور شہرت کی طلب پوری عمر کی محنت کو برباد کرتی ہے دوسرے اچھا سمجھیں بھلا یہ بھی کوئی کمال ہو سکتا ہے یہ تو دوسروں کے اختیار میں ہے (۸) ظاہری تعلیم کے دوران اگر اصلاح باطن کا موقعہ نہیں ملا تو اب سستی نہیں کرنی چاہئے۔ فارغ ہوتے ہی کسی شیخ کامل سے اخلاق کی اصلاح کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

(۹) حق تعالیٰ نے ہمیں اہل حق کا مسلک عطا فرمایا ہے الحمد للہ علی ذلک اس مسلک پر مضبوطی سے قائم رہ کر اس کا شکر ادا کرنا چاہئے کیونکہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے لئن شکرتم لازيدنكم۔ اس کا طریق یہ ہے کہ اپنے اساتذہ اور اکابرین سے تعلق رکھنا چاہئے۔ خصوصا شیخ باطن سے تا کہ دین مضبوط رہے اور مسلک میں کمزوری نہ آئے۔ (۱۰) فارغ ہو کر کسی نہ کسی دینی کام میں لگ جانا چاہئے یہ نہ سوچے کہ کسی بڑے مدرسہ کا شیخ الحدیث لگایا جائے تو کام کروں گا ورنہ نہیں۔ ڈی سی کی جگہ بھی مل رہی ہو اور مؤذن کی جگہ بھی تو میرے نزدیک مؤذن کی جگہ بہتر ہے امامت تو گورنری سے بہتر ہے۔ تدریس صدر پاکستان کے عہدہ سے اونچی ہے مفتی اور شیخ باطن کے اونچے مقام کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہے تنخواہ لینے سے ثواب میں کمی نہیں آتی جبکہ اصل نیت دین کی خدمت کی ہو اس لئے یہ ہرگز نہ سوچیں کہ کاروبار کے ساتھ ایک دو گھنٹے پڑھا دیا کریں گے اس میں عموماً ناکامی ہوتی ہے حق تعالیٰ ہمیں اخلاص سے نوازیں اور ہماری دینی کوششیں قبول فرمادیں۔ واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام علىٰ سيد المرسلين وعلىٰ اله واصحابه واتباعه اجمعين۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نہ باشی شاید کہ نگاہ کند آگاہ نہ باشی

ترجمہ: ایک آن بھی رحمٰن سے غافل نہ چلو تم شاید کہ توجہ کریں اور سوئے رہو تم

کتبہ محمد سرور عفی عنہ

۲۳ شوال المکرم ۱۴۲۶ھ

اصلاح باطن کے زریں اصول

بعد الحمد والصلوۃ: اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کا شوق رکھنے والے بعض غلط رسموں میں پڑ جاتے ہیں بعض مقصود حاصل ہونے کے باوجود اپنے کو محروم سمجھتے ہیں دونوں کی اصلاح کے لئے چند ہدایات ہیں۔ (۱) سلوک اور تصوف کے معنی ہیں کہ ظاہری اعمال نماز روزہ وغیرہ کی بھی پابندی ہو اور دل میں اچھے عقیدے توحید و رسالت، قیامت اور اچھے اخلاق۔ اخلاص صبر شکر تواضع وغیرہ ہوں یہ درجہ ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور علم و عمل سے یہ درجہ ملتا ہے علم کی ایک آسان صورت بہشتی زیور صفائی معاملات اور مفتاح الجنۃ کا تیسرا باب پڑھنا ہے اور عمل کے لئے ہمت کرنا اور نفس کی ناجائز خواہش اور لوگوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا ہے اور اس سے اونچا درجہ مستحب عمل اور ذکر اللہ زیادہ کرنا ہے۔ (۲) دین کے اونچے درجہ کے لئے توبہ کرے حقوق اللہ نماز روزہ وغیرہ جو رہ گئے ان کی قضا کرے جن کی حق تلفی کی ہے ان کا حق ادا کرے یا معاف کرائے اور پختہ ارادہ کرے کہ دین میں جان و مال اور کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کروں گا پھر شیخ تلاش کرے۔ (۳) شیخ کی علامتیں یہ ہیں۔ (۱) ضروری علم ہو (۲) عقائد و اعمال و اخلاق کا پابند ہو (۳) متکبر اور حریص نہ ہو (۴) کسی شیخ سے فائدہ حاصل کیا ہو (۵) مریدوں میں نیکی ہو حرص نہ ہو (۶) انصاف والے علماء و مشائخ اسے اچھا سمجھتے ہوں (۷) عوام سے زیادہ سمجھدار اس کی طرف متوجہ ہوں (۸) شفقت بھی کرے اور ڈانٹے بھی (۹) پاس بیٹھنے سے دنیا کی محبت کم ہو اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہو (۱۰) بچھونہ کچھ ذکر و شغل بھی کرتا ہو (۴) بیعت سے مقصود شریعت کی پابندی اور کثرت ذکر سے رضائے حق حاصل کرنا ہے بیعت صرف سنت غیر مؤکدہ ہے اور یہ چیزیں مقصود نہیں ۱۔ کشف ۲۔ کرامت ۳۔ پیر کو بخشش کا ذمہ دار سمجھنا (۴) ایک نظر میں پیر کامل کر دیگا (۵) جوش و خروش مستی نعرے (۶) خود بخود گناہ چھوٹ جائیں اور نیک کام ہو جائیں (۷) وسوسے ختم ہو جائیں (۸) گھر والا درست رہے (۹) تعویذ لینا (۱۰) دعا سے ضرور سب کام ہو جائیں (۱۱) روشنی نظر آنا غیبی آوازیں سننا (۵) طریقت شریعت کا حصہ ہے یا عین شریعت ہے (۶) شیخ کے مشورہ سے ذکر اور دن رات کا دستور العمل اختیار کرے (۷) تشویش والے کاموں سے بچے کھانا سونا لباس اور بیوی سے مشغولی اعتدال سے کرے حرص مال اور اسراف اور بلا ضرورت دوستی اور دشمنی سے بچے۔ غیر اختیاری تکلیف آجائے تو اس میں حکمت سمجھے (۸) اختیاری کام میں کوتاہی نہ کرے اور غیر اختیاری کے پیچھے نہ پڑے۔ مثلاً توجہ سے نماز پڑھے وساوس سے پریشان نہ ہو کہ غیر اختیاری ہیں (۹) درویشوں کی ناجائز رسموں سے بچے (۱۰) ضروریات دین کی پابندی کرے۔ بلا ضرورت میل جول نہ کرے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین وکتبہ محمد سرور عفی عنہ۔ (ماخوذ از قصد السبیل)